سیرت پاک پر مستند ترین کتاب

الوفا اردو

باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف

امام عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ محمد اشرف سیالوی

حامد اینڈ کمپنی مینہ منزل ۳۸ اردو بازار لاہور



قرآن وسنت کا عظیم ادارہ مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی (Boys & Girls)

01 April 2021

جہاں اسلامی وعصری علوم کا عظیم امتزاج

مختصر تعارف

طلباء وطالبات

شعبہ حفظ: 150	شعبہ ناظرہ: 386
شعبہ درسِ نظامی: 150	شعبہ تجوید: 14

اور انہی شعبہ جات میں 400 سے زائد طلباء اسکول کی تعلیم انٹر تک حاصل کر رہے ہیں نیز کم وبیش 100 طلباء جامعہ میں رہائش پذیر ہیں جن کے طعام، قیام اور میڈیکل کا مکمل خرچ مدرسہ برداشت کرتا ہے

جامعہ کا اسٹاف

شعبہ حفظ وناظرہ 19 اساتذہ	شعبہ عصری علوم یعنی اسکول کالج وکمپیوٹر 17 اساتذہ
شعبہ درسِ نظامی وتجوید 17 اساتذہ	باورچی 3 خادم 5 چوکیدار 2

کُل طلباء کم وبیش 650 اور مکمل اسٹاف 60 افراد پر مشتمل ہے

مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی (بادامی مسجد) گئو گلی میٹھادر کراچی پاکستان

Account Detail:

Account Title: **Markaz ul alum Islamia(Trust)**
Account: **00500025657003** Branch Code: **0050**
Bank: **Habib Bank Limited Barness Street Branch**

ادارے کے زیرِ اہتمام جامعہ کی تین عمارتیں (طلباء وطالبات کے لئے) اور دو مسجدیں چل رہی ہیں

سیرتِ

سیّد الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ

الوفا

باحوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف

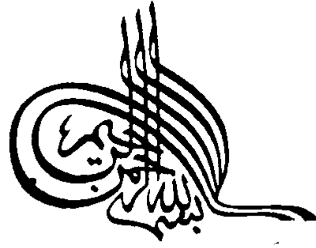
امام عبد الرحمن ابن جوزی علیہ الرحمۃ

مترجم

علامہ محمد اشرف سیالوی

ناشر

فرید بک سٹال ○ اردو بازار لاہور



نام کتاب : الوفا با حوال المصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء)

تصنیف : امام عبدالرحمٰن ابن جوزی علیہ الرحمہ

ترجمہ : مولٰینا علامہ ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی

مصححین : محمد عالم مختار حق۔ راجا رشید محمود

خوشنویس : فضل الٰہی کیلانی

الطبع الثانی : ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ / جون ۲۰۰۲ء

مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور

ہدیہ : روپے

ناشر



فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای۔میل نمبر Emial:info@faridbookstall.com

ویب سائٹ Visit us at : www.faridbookstall.com



عرضِ ناشر

گذشتہ چند برسوں سے دینی ادب کی اشاعت کی طرف توجہ دی جارہی ہے ورنہ یہ گمان ہوچلا تھا کہ سنسنی خیز، جاسوسی، اور جنسی لٹریچر کی بھرمار کے باعث قوم دین اور شعائرِ دین کو بُھلا بیٹھے گی۔ صحت مند ادب کی طرف توجہ کم سے کم ہوتی جارہی تھی۔ کچھ حضرات نے معلوم و موجود معتقدات سے فرار کی راہ اختیار کرلی۔ دین متین کی وہ متعین راہیں جن پر صحابۂ کبار، تابعینِ عظام، تبع تابعین اور دوسرے بزرگانِ دین اولیائے کرام آج تک چلتے رہے ہیں، انہیں نامناسب غیر متوازن، نادرست اور غیر ہموار قرار دینے کی جسارت بھی کی گئی۔ عقیدوں کی پختگی پر زبانِ طعن دراز ہوئی۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کے جذبات و احساسات کو ہدفِ تنقید بنایا گیا۔ آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا کے اور اُن کے نام لیواؤں کے اختیارات و تصرفات پر انگلیاں اٹھائی جانے لگیں۔ حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات و اسوہ کے مقابلے میں دشمنانِ اسلام کے نکات کو نام نہاد مسلمانوں نے اہمیت دی، ان کی تنقید و تنقیص سے گھبرا کر جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں نے تاویل و تحریف کا دروازہ کھولا۔

ایسے میں اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اپنے بزرگوں کی ایسی تصانیف کو اردو میں منتقل کیا جائے جو عربی یا فارسی زبانوں کے پردوں میں مستور ہونے کی وجہ سے اُردو داں طبقے کی رسائی سے باہر تھیں۔ لیکن جن میں وہ تمام اعتقادات صوفگن ہیں جن سے جدید تعلیم یافتہ اور "تجدد پسند علما" پریشان ہیں۔ چنانچہ فرید بک سٹال نے اس سمت قدم بڑھایا اور اس نوع کی بہت سی کتابوں کی طباعت و اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔

"الوفا فی احوال المصطفٰے" (صلی اللہ علیہ وسلم) امام ابن جوزی کی ایسی ہی تصنیف ہے۔ جس کے مطالعے سے قارئینِ کرام اس فیصلے پر پہنچ سکیں گے کہ وہ راہِ صواب کیا ہے۔ جس پر بزرگانِ دین گامزن رہے — اور آج اس راہ کے مسافر کون ہیں۔

علامۃ الدہر شیخ الحدیث مولانا ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی مدظلہ نے اپنے علم، تجربے، جدوجہد اور فضلِ خداوندی کے بل پر ابن جوزی علیہ الرحمہ کی اس معرکۃ الآرا تصنیف کا عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔ ارکانِ ادارہ صدقِ دل سے اُن کے شکر گذار ہیں اور یقین ہے کہ اس عظیم تصنیف کے خوبصورت ترجمے سے مستفید ہونے والے قارئین بھی ان کے لیے دعاگو ہوں گے۔

میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب ناظمِ اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ (بلال گنج لاہور) کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر الوفا کا مقدمہ لکھا اور اپنے دوست دلجار رشید محمود کا بھی احسان مند ہوں کہ انہوں نے کتاب کو خوبصورت اور وقیع بنانے میں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔

فرید بک سٹال نے اب تک جو تراجم چھاپے ہیں، ان میں سبع سنابل، سنن نسائی (تین جلدیں) مسند امام اعظم اور روشنی کی طرف (امام غزالی) وغیرہ شامل ہیں۔ الوفا کے فاضل مترجم علامہ محمد اشرف سیالوی شواہد الحق (از علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمہ) کا ترجمہ بھی فرما رہے ہیں۔ مطالع المسرات کا ترجمہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین کا ترجمہ بھی کروایا جا رہا ہے۔

قارئین کرام سے گذارش ہے کہ الوفا پڑھ کر اپنی گرانقدر آرا اور قیمتی مشوروں سے ہمیں محروم نہ رکھیں اور دعا فرمائیں کہ خداوند کریم عظیم اس ادارے کو خدمتِ دین کے زیادہ سے زیادہ مواقع عنایت فرمائے۔

سید اعجاز احمد

مقدمہ

نام ونسب : مصنف کتاب حضرت علامہ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی عبدالرحمٰن بن ابی الحسن علی بن محمد بن علی ابن عبداللہ بن حمادی بن محمد بن محمد بن جعفر الجوزی، کنیت ابوالفرج اور لقب ابنِ جوزی ہے۔

آپ کے اس مشہور زمانہ لقب کا سبب یہ ہے کہ آپ کے آباء میں آٹھویں پشت پر جعفر نامی شخص کو جوزی کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور ابن عماد کے بقول جوزہ شہر بصرہ کا ایک محلہ ہے۔

امام الحدیث علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ اپنی عمر کی بمشکل تین منزلیں طے کر پائے تھے کہ شفقت پدری سے محروم ہو گئے۔ مستقبل میں دنیائے اسلام پر آفتاب علم و دانش بن کر چمکنے والے اس نونہال کی پرورش والد کے بعد پھوپھی نے کی۔ جب آپ حدِ شعور میں داخل ہوئے تو پھوپھی آپ کو ابوالفضل ابن ناصر کی مسجد میں چھوڑ آئیں جو رشتہ میں ان کے ماموں تھے۔ انہوں نے اس نہایت زیرک بچے کو اپنی تربیت میں لے کر پوری توجہ سے علوم دینیہ پڑھانے شروع کیے۔ آپ نے تھوڑے سے عرصے میں حفظِ قرآن، علوم قرأت اور تحصیل علم حدیث کی منازل طے کر لیں۔ آپ نے خود فرمایا۔

"علم کی محبت بچپن ہی سے میرے دل کی گہرائیوں میں جاگزیں تھی اور میں حصولِ علم کے لیے کسی بڑی سے بڑی مہم کو سر کرنے میں لذت محسوس کیا کرتا تھا۔ چنانچہ اللہ نے مجھے مقام علم پر فائز کر دیا۔"

علم حدیث

یوں تو علامہ ابن جوزی جملہ علوم متداولہ میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے مگر جس علم میں انہیں ابدی و آفاقی شہرت حاصل ہوئی وہ علم حدیث ہے۔ اس علم میں آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے مقام علم و تجربہ پر اعتماد کی وجہ سے کہا کرتے تھے کہ:

"میرے زمانے تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت شدہ کوئی بھی حدیث میرے سامنے بیان کی جائے تو میں بتا سکتا ہوں کہ یہ صحت و ضعف کے کس درجے پر ہے۔"

اور یہ دعویٰ افتخار غرور پر مبنی نہیں، اظہار حق و صداقت اور تحدیث نعمت کے طور پر ہے۔ فن حدیث میں آپ کی تصانیف کثیرہ اس پہ شاہد عادل ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک سے عشق کی حد

تک اپنے قلبی لگاؤ بلکہ وارفتگی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ :-

"مجھے نوعمری میں (جبکہ عام لڑکوں کو کھیل کود کے سوا کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی) جب کبھی گھر آنے کا اتفاق ہوتا چند خشک روٹیاں توشہ دان میں ساتھ لے کر سرورِ انبیا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے حصول کے لیے نکل کھڑا ہوتا۔ متعدد مرتبہ ایسا ہوا کہ میں صبح ہی صبح نہر عیسیٰ کی طرف نکلا اور شام تک اُس کے کنارے بیٹھ کے احادیث کا متن یاد کرتا رہا۔ مگر شام کا اندھیرا چھا جانے تک پاس رکھی ہوئی سوکھی روٹی کے دو لقمے منہ میں ڈالنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔ بس دل میں یہی خیال اور دماغ میں یہی خمار تھا کہ بے ثبات زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی مجھے انہی الفاظ میں یاد کیا جائے کہ ابن جوزی اللہ کے محبوب کی احادیث اور اُن کے جان نثار صحابہ کے احوالِ زندگی کا بہت بڑا حافظ تھا۔"

خلکان نے حضرت علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے حدیثِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق اور اس کے ساتھ وابستہ مچلتی ہوئی تمناؤں کے اظہار کا تذکرہ ایسے وارفتہ انداز میں کیا ہے جسے سن کر دروِ عشق رکھنے والے دلوں میں محبت کے نغمے چھڑ جاتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ نے حالتِ نزع میں نحیف سی آواز میں پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ "وہ سارے قلم اکٹھے کیے جائیں جن سے میں نے تمام عمر شافع محشر محبوبِ داور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک احادیث لکھی ہیں اور اُن کے سروں پر لگی ہوئی روشنائی کھرچ لی جائے۔ جب آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی تو اس سیاہی کا ڈھیر لگ گیا۔ پھر اس پروانۂ شمعِ رسالت نے بحرِ محبت کی گہرائیوں میں ڈوب کر یہ وصیت کی کہ مرنے کے بعد میری نعش کو غسل دینے کے لیے تیار کردہ پانی میں یہ روشنائی ڈال دینا۔ شاید خدائے رحمان و رحیم اس جسم کو نارِ جہنم سے نہ جلائے جس پہ اُس کے محبوب کی حدیث کی روشنائی کے ذرے لگے ہوں۔"

وصیت کے مطابق آپ کو غسل دیا گیا تو کافی مقدار میں روشنائی پھر بھی بچ رہی تھی۔

مذکورہ بالا عبارت کو دیکھ کر اس عاشقِ جگر سوختہ کے حسنِ طلب پر صد آفرین کہنا پڑتا ہے کہ کس ادائے دل ربائی سے فضلِ باری کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت کے اس اعتماد اور نگاہِ قدرت میں حرمتِ مصطفےٰ کے اس وثوق پر کہا جا سکتا ہے کہ جس اندازِ پُر نیاز سے ابن جوزی نے مطالبۂ مغفرت کیا ہے خدائے رحمان نے کیوں نہ آپ کو جنت کی وسعتوں کا مالک بنا دیا ہوگا۔

اے پروردگار! ہمیں بھی رُخِ والضحیٰ اور سرمۂ مازاغ والے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے یہی انداز عطا فرما۔

فنِ خطابت

خطابت کا شوق آپ کی طبع مستقیمہ میں شروع ہی سے تھا۔ عہدِ نوخیزی ہی میں اچھے واعظ تھے۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی صلاحیتوں میں روز افزوں نکھار آتا گیا۔ اور پھر اس فن میں آپ کو وہ ملکہ حاصل ہوا کہ چند لمحوں میں آپ کے چند کلمات سے لاکھوں کے مجمع میں آگ لگ جاتی۔ اور مجلس وعظ میں عوام الناس ہی نہیں، خلیفۂ وقت بھی جملہ وزرائے سلطنت کے ساتھ پیکر کی تصویر بنا دم بخود بیٹھا ہوتا تھا۔ آپ کے وعظ سے متاثر ہو کر ہزاروں گم کردہ راہ فسق و فجور سے تائب ہو کر صراطِ مستقیم کے راہی بن گئے اور آپ کے دستِ حق پرست پر دو لاکھ سے زائد کفار کلمۂ حق لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ آپ کا دعویٰ تھا کہ "جو آنکھیں عدم ذوق اور کثرتِ گناہ سے پتھر بن گئی ہوں، دریائے وعظ کی سیلانی سے نالہ کناں ہو کر بہہ پڑتی ہیں۔"

حکمرانوں کی خوشنودی اور دربارِ شاہی میں رسائی کے لیے آپ نے کبھی وعظ نہ کیا۔ خود کو ظلِ سلطانی اور مداہنتِ لسانی سے ہمیشہ دور رکھا، ساری عمر شمشیرِ وعظ اور نیزۂ قلم سے جہاد حق کیا اور اسی راہ میں جان، جان آفریں کے حوالے کر دی۔

صرف علم حدیث اور فنِ وعظ ہی میں نہیں، تمام علوم میں آپ کو منفرد مقام حاصل تھا۔

ابن جوزی کا مسلک

فہم قرآن و حدیث میں آپ کا روئے فکر و تدبر الفاظ کی ظاہریت کی طرف رہا۔ اور فطرت مستنبطہ عقلی استدلال کے بجائے نقل صحیح پر قناعت کناں تھی۔ یعنی آپ استخراج معانی مختلفہ کے بجائے تمسک بالالفاظ کی طرف زیادہ مائل تھے۔ مذہباً اگرچہ آپ حنبلی جانے اور پہچانے جاتے ہیں لیکن علتِ مذکورہ بالا کے باعث مختلف مذاہبِ فقہیہ اور مشہور مسالکِ اعتقادیہ میں سے کسی بھی مسلک و مذہب کو اس کی تمام تفاصیل کے ساتھ آپ نے اختیار نہیں فرمایا [1]

---

[1] یاد رہے کہ تمسک بالمعنیٰ تطبیق بین الآیتین اور ظاہراً دو مختلف الدلالت حدیثوں کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے اور کسی اختلافی مسئلے پر نقصان فہم کے باعث کتاب و سنت و اجماع سے نصِ صریح نہ ملنے کے وقت کسی علت مشترکہ کی بنا پر فرع غیر منصوصہ پر اثبات حکم کے لیے تمسک بالمعنیٰ ضروری

(باقی اگلے صفحہ پر)

اسی لیے حنبلی ہونے کے باوجود جماعت حنابلہ کے ائمہ آپ کی بعض آراء سے متفق نہیں۔ بلکہ یکے از ائمہ مسلک حنبلیہ علامہ ابن رجب حنبلی اپنی کتاب "طبقات الحنابلہ" میں اس طرح گویا ہیں :۔

ہمارے مسلک حنبلیہ کے سربرآوردہ مشائخ مجتہدین و ائمہ مستنبطین نے علامہ ابن جوزی کے مائل الی تاویل ہونے کی تصریح کی اور پھر ان کی آراء کا سخت رد کیا ہے "۔ انتہیٰ ۔

لیکن ان تمام تصریحات کے باوجود علامہ ابن جوزی کا حقیقت شناس دل اور دانائے رموزِ محبت قلم، جب عشق رسالت کی معطر وادیوں سے گذرتا ہے تو علم و حکمت اور عشق و محبت کے پھول یوں کھلا دیتا ہے کہ عقیدت کی نظریں انہیں چوم لینے کو تڑپ جاتی ہیں ۔

اس دعوے کی تصدیق اس وقت بڑی صراحت سے ہو جاتی ہے، جب ہم "الوفا" کے وہ ابواب پڑھتے ہیں جن میں زیارتِ قبرِ نبی، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استسقاءِ مطر، گنبدِ خضریٰ میں عدالتِ محبوب کبریا میں کائنات کے جملہ مسلمین و مسلمات کے افعالِ حسنہ و اعمالِ سیئہ کی پیشی اور خواب میں سُرمہ مازاغ البصر والے حبیب کے دیدار جیسے عشق بھرے موضوعات کو پوری وارفتگی سے بیان کیا گیا ہے ۔

استقامت و حق گوئی

کلام ابن جوزی میں پاسداریٔ حق و تبطیلِ باطل کا جو عنصر ہر جگہ پوری تابانی سے جلوہ گر نظر آتا ہے، اس کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم شارع علیہ السلام کا حکم پاک ہے۔ احادیث میں مسطور ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو قاضی یمن بنا کر بھیجنے کے لیے جب مدینہ شریف سے باہر تشریف لائے تو ان سے ارشاد فرمایا اے معاذ! تم مسند قضا پر بیٹھ کر کس دلیل سے فیصلہ کرو گے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی کتاب سے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کتاب سے نہ پاؤ تو؟ بولے، حدیث رسولِ خدا سے۔ پھر آپ نے آخری سوال کیا کہ اگر میری سنت سے بھی نہ پاؤ ؟ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی۔ الحمد للہ الذی وفق رسولَ رسولِ اللہ علیٰ ما یحبُّ ویرضٰہُ (رواہ الترمذی وغیرہ)

ترجمہ: "سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو وہ علم عطا فرمایا جو موجب رضائے الٰہی ہے"

اس لیے صاحب کتاب ابن جوزی اور دیگر متمسکین بالظواہر بھی مواضع مذکورہ پر تمسک بالمعنیٰ کے وجوب کے معترف ہیں۔ باقی ارتکازِ نظر فی العبارت کی طرف زیادہ میلانِ خاطر بھی چنداں معیوب نہیں اور متن میں مذکور مسلکِ مصنف کا بھی یہی معنیٰ ہے ۔

پس منظر میں امعانِ نظر سے ہمیں اس دور کی خصوماتِ فکریہ و عداواتِ مذہبیہ کی ہلاکت خیزیاں اور کلام خدا و سنتِ مصطفیٰ سے گریز و فرار کی خوں آشامیاں دکھائی دیتی ہیں۔ ایسے دورِ پُرفتن میں بسیرتِ احمد مختار پر عمل کرتے ہوئے ابن جوزی جیسے وارثِ انبیاء و مبلغ اسلام پر اعلاءِ کلمۃ اللہ اور تمسک بالسنتہ کا فریضہ بڑی شدت سے عائد ہوتا تھا جسے انہوں نے کمال بے خوفی و استقامت سے ادا کیا۔

پسِ دیوارِ زنداں

وحید العصر علامہ عبدالرحمان ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے سچے شیدائی اور اظہارِ حق کے لیے لاخوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون کی عملی تصویر تھے، حافظ ذہبی صاحب 'میزان الاعتدال' کی کتاب تذکرہ الحفاظ میں ہے:
ایک بے راہرو شخص عبدالسلام بن عبدالوہاب حنبلی بڑا بدمذہب' نام کا حنبلی نہایت فتنہ خیز مگر مقرب دربارِ وزیر قصاب تھا۔ مجاہدِ اسلام علامہ ابن جوزی اس کی یہ فتنہ پروریاں برداشت نہ کرسکے اور تلاوتِ قرآن و تدریسِ حدیث کی غذا سے پروردہ تلامیذ کو عبدالسلام کے متعلق تادیبی کارروائی کا حکم دے دیا۔ نتیجۃً اسکی کتب نذرِ آتش ہوئیں اور مدرسہ اس کے قبضہ سے اسلام کے خدمت گذار ہاتھوں میں آگیا اور یوں آپ اس سرچشمۂ فتنہ و شر کو ہمیشہ کے لیے بند کرکے بارگاہِ مصطفیٰ سے سرخرو ہوئے۔

صاحبِ طبعِ شرخیز ابن عبدالوہاب نے اپنے مُربی وزیر قصاب شیعی کو آپ کے متعلق بھڑکانا شروع کیا کہ کبھی آپ نے ابن جوزی کی حرکات و سکنات کا بھی نوٹس لیا ہے وہ کٹر ناصبی اور اولادِ ابی بکر سے ہے اور آپ کے منصبِ جلیلہ کے لیے کسی وقت بھی نقارۂ اجل و کوس رحلت بن سکتا ہے۔

بس اسی جرم لاجرم کی پاداش میں آپ کی ساری جائداد، گھر اور اس کا مکمل اثاثہ ضبط کرلیا گیا۔ اہل خانہ اور جگر کے ٹکڑے یعنی بچے بچیاں آنکھوں سے جدا کرکے دور دراز علاقوں میں پھینک دیے گئے اور آپ کو پابجولاں کشتی میں ڈال کر جیل خانہ شہرِ واسط کی طرف بھیج دیا گیا۔ جہاں آپ نے زنداں کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں پورے پانچ سال کمال صبر و استقلال سے یوں گذارے کہ خود کھانا تیار کرتے اور اپنے ہاتھوں سے کپڑے دھوتے اور زبانِ شکر سے یہ کہتے جاتے۔

اے پروردگار! تو نے مجھ سے ناتواں سے اپنے دین کی اتنی خدمت لی ہے۔ میں کس زبان سے تیرا شکر ادا کروں۔

تصانیف

قدرت نے آپ کو تصنیف کا ملکہ اور موقعہ بڑی فیاضی سے عطا کیا تھا، یہاں تک کہ کثرتِ تصنیف میں

آپ کا نام بطورِ ضرب المثل مشہور ہو گیا۔ ابن عماد کا کہنا ہے۔

علامہ ابن جوزی سے ایک مرتبہ ان کی تعدادِ تصانیف کے متعلق سوال کیا گیا تو ان کا جواب یہ تھا کہ میری تصنیفات تین سو چالیس سے کہیں زیادہ ہیں۔ جن میں کئی کتابیں بیس بیس جلدوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔

اسمائے رجال کے امام فن علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی میں ابن جوزی جیسا صاحب تصانیف کثیرہ نہ دیکھا نہ سنا ہے۔ ابن خلکان تو یہاں تک کہہ گئے کہ حکایت کرنے والے اگرچہ ابن جوزی کی تعداد کتب کے بارے میں مبالغہ سے بھی کام لیتے ہیں لیکن پھر بھی آپ کی تالیفات کو احاطۂ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آپ کے حالات میں رقم شدہ تعداد مصنفات ایک سو کے عدد سے تجاوز نہیں کر پاتی۔ باقی کتب کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ صرصرِ زمانہ نے ان پر گردِ نسیان ڈال دی ہے۔

علم تفسیر میں آپ کی دریافت شدہ کتب درج ذیل ہیں۔

(۱) المغنی، فی علوم القرآن (۲) فنون الافنان، فی عجائب علوم القرآن۔ (۳) زاد المسیر، فی علم التفسیر (۴) المجتبیٰ فی علوم تتعلق بالقرآن۔ (۵) التفسیر الکبیر ۲ جلد اور (۶) اخبار اہل الرسوخ، بمقدار الناسخ والمنسوخ۔

علم حدیث میں آپ کی یہ تصانیف ملتی ہیں۔

(۱) الکشف، فی احادیث الصحیحین (۲) تہذیب المسند۔ (۳) المختار، فی اخبار المختار (۴) مشکل الصحاح۔ (۵) جامع المسانید۔ (۶) الموضوعات۔ (۷) الواہیات۔ (۸) الضعفاء اور (۹) تلقیح فہوم اہل الاثر۔

اسی طرح تنقیدِ سیاسی و دینی میں آپ کی دو کتابیں، فن وعظ میں بارہ، تاریخ میں تیرہ، علم کلام کے متعلق چار اور لغت و ادب کے بارے میں نو کے قریب کتابوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ جن میں سے بعض دستیاب اور دوسری صرف نام کی حد تک معروف ہیں۔

پیش منظر کتاب

کتاب "الوفا، باحوال المصطفیٰ" کا موضوع اگرچہ محض سیرتِ رسول عربی ہے مگر صاحبِ کتاب نے دلائل نبوت و شواہد رسالت نبی اکرم کا بھی تذکرہ کیا ہے تاکہ بیان سیرت سے احقاقِ حق اور ذکر دلائل نبوت سے ابطال باطل بھی ہو جائے۔

یہاں سببِ تالیفِ کتاب ہذا کا ذکر کر دینا بھی بے جا نہ ہو گا جو آپ نے کتاب کے آغاز میں اسطرح سپردِ قرطاس کیا ہے کہ میں نے امت مسلمہ کی قوتِ علمی کا اندازہ و تجزیہ کیا تو معلوم ہوا کہ کئی مسلمان تو اپنے نبی ہادی الی الجنۃ کی زندگی سے واقف ہی نہیں اور بعض دوسروں کو کچھ نہ کچھ واقفیت تو ہے مگر ان کے اذہان ناقصہ میں

راسخ شدہ تصورات کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس لیے میں نے مصمم ارادہ کیا کہ اللہ کے محبوب کی سیرت پر ایسی مختصر اور کثیر المواد کتاب تحریر کروں جو صحیح روایات سے مبرہن ہو اور اس میں جملہ انبیاء کرام پر آپ کی افضلیت ثابت کی گئی ہو۔ خدائے رؤف و رحیم کا صد ہزار بار شکر ہے کہ اس نے میری آرزو پوری کردی۔

موضوعات و وجہ امتیاز کتاب از کتب سیرت

پیش نظر کتاب کے جملہ مضامین کو چار موضوعات میں منقسم و منحصر کیا جا سکتا ہے۔

اوّل:۔ سیرت النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ یعنی آپ کے وقت ولادت سے حینِ وصال الی اللہ تک کے تمام احوال و اسفار و غزوات کا مفصل تذکرہ۔

دوم:۔ شمائل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم جس میں آپ کے اخلاق حسنہ، مکارم و شمائل رفیعہ و بدیعہ اور جملہ اوصافِ حیات خاصہ و عامہ شامل ہیں۔

سوم:۔ دلائل نبوتِ۔ اس موضوع کے تحت آپ کے وہ معجزاتِ مشخصہ و مختصہ اور وہ دلائل باہرہ و براہین قاہرہ ہیں جن سے منکرینِ رسالت و شانِ نبوت کے دہان دریدہ و چشمہائے شوخ دیدہ ہمیشہ کے لیے بند کر دی گئی ہیں۔

چہارم:۔ خصائص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس سے ہماری مراد وہ خصائص کبریٰ ہیں جن سے اللہ رب العزت نے جمیع رسل و انبیاء کرام علیہم التحیۃ والتسلیم پر آپ کو علوِ فضیلت عطا فرمایا ہے۔

یہ چاروں عنوانات اگرچہ مصنفِ کتاب سے پہلے بھی سیرت نگاروں کا موضوع تحریر رہے ہیں، مگر انہوں نے چاروں میں سے کسی ایک کو منفرداً اختیار کیا اور اسی پر پورا زور صرف کیا۔ جیسا کہ ابن ہشام اور البدایۃ والنہایۃ کا روئے سخن موضوع اوّل اور بیہقی کی دلائل النبوت کا موقف نظر موضوع سوم کی طرف ہونا ظاہر و باہر ہے جبکہ مصنف نے کتاب ہذا میں مذکورہ بالا عنوانات پر مکمل اور تفصیلی روشنی ڈال کر کئی صدیوں سے قعر نسیاں میں پڑی ہوئی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔

اسم الکتاب

۱۹۰۲ء میں رقم ہونے والے نسخہ تیموریہ میں پیش نظر کتاب کا نام "الوفا باحوال المصطفیٰ" تحریر تھا۔
پھر ۱۹۳۶ء میں جامعۃ الازہر (مصر) کے مطبع سے شائع ہونے والے نسخہ پر الوفا فی بعض احوال المصطفیٰ مکتوب ہوا۔

اسی طرح ایک اور جگہ سے شائع ہونے والی اسی کتاب پر نام "الوفا، فی فضائل المصطفیٰ" درج ہے۔
جبکہ صاحبِ کتاب کے نواسے نے اپنی تصنیف "مرأۃ الزمان" میں اسی کتاب کا نام "الوفا، فضائل المصطفیٰ" لکھا ہے۔

مگر چونکہ کتاب کے جملہ موضوعات سے مناسب وہی نام ہے جو نسخہ تیموریہ میں تھا، اس لیے اسی نام سے کتاب شائع کی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے اس کے مصنف، مترجمین، ناشرین اور جملہ قارئین کی مغفرت فرمائے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین



حاجی محمد علی عفی اللہ عنہ
شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرازیہ امیر روڈ
بلال گنج لاہور

فہرست

ابتداءِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نبوتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء

ابوابِ ہجرت

ابواب المعجزات

درج ذیل موضوعات سے متعلق ابواب

جملہ انبیا و مرسلین علیہم السلام پر نبی الانبیا امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

شریعتِ مصطفوی کی تمثیل و تشبیہ عجیب

امام المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی امت کی تمثیل و تشبیہ

حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثنا کی طاعت کا وجوب

حبیبِ اکرم رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجوبِ محبت

ابوابِ صفات و کیفیّت جسدِ اطہر (صلی اللہ علیہ وسلم)

ابوابِ صفاتِ معنویہ

ابوابِ آداب و سیرتِ مصطفویہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

ابوابِ زہدِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

ابواب طہارت وعبادت

ابوابِ صلوٰۃِ رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم)

ابوابِ روزہ

ابوابِ حج وعمرہ

ابواب

خوف وخشیتِ نبوی، تضرّع وزاری اور حُزن وبکا، فکر وتأمّل ورع وتقویٰ استغفار وتوبہ اور آمال اور آرزوؤں میں کمی وکوتاہی کے بیان میں

ابواب

محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دعوات کے بیان میں

گھریلو سامان کے بارے میں ابواب

ابواب لباس شریف

ابواب مبارک سواریاں

ابواب غلام اور خدّام

ابواب اشیاءِ زیبائش

ابواب طعام اور کیفیت تناول

ابوابِ مشروبات

نیند اور استراحت کے ابواب

ابوابِ طب نبوی

ابواب النکاح

ابواب سفر

ابواب سامان جنگ

ابوابِ غزوات

ابواب
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرایا

ابواب
تبلیغی خطوط

ابواب
وفود کی آمد

ابواب
واقعات بعد از حجۃ الوداع

ابواب وصال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ابواب
نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے جلوہ افروزی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ امہات المومنین والتابعین لھم باالاحسان الی یوم الدین

باب اوّل

عظمتِ مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء باعتبار اوصاف وکمالات

۱ - عرباض ابن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تحقیق میں اللہ رب العزت کے ہاں خاتم النبیین ہونا قرار دیا جا چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام زمین پر اپنے خاکی خمیر میں پڑے تھے (یعنی ابھی تکمیل جسد نہیں ہوئی تھی بلکہ ان کے خمیر بدن کے لیے گندھی ہوئی مٹی ابھی خشک بھی نہ ہونے پائی تھی)

۲ - میسرۃ الفخر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے رسول خدا آپ کب سے بنے ہوئے ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا میں اس وقت سے صفت نبوت سے موصوف ہوں جبکہ آدم علیہ السلام روح وجسم کے درمیان تھے یعنی ابھی ان کے روح اقدس کا جسد اطہر سے تعلق نہیں ہوا تھا۔ (اس روایت کو ابن سعد رضی اللہ عنہ نے بھی نقل فرمایا ہے اور ابو نعیم رضی اللہ عنہ نے بھی حلیہ میں ملاحظہ ہو مرقاۃ جلد ۱۱ ص ۵۸)

۳ - میسرہ سے منقول ہے کہ میں نے بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ حضور! آپ کب سے شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہو چکے تھے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ رب العزت نے زمین کو پیدا فرمایا اور آسمانوں کی طرف قصد فرمایا اور ان کو سات طبقات کی صورت میں تخلیق فرمایا اور عرش کو ان سے قبل ایجاد فرمایا تو عرش کے پائے پر "محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء لکھا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخر الزمان پیغمبر ہیں) اور جنت کو پیدا" فرمایا جس میں بعد ازاں حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو ٹھہرایا تو میرا نام نامی جنت کے دروازوں پر اس کے درختوں کے پتوں اور اہل جنت کے خیموں اور قبوں پر لکھا حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام کے روح وجسم کا باہمی تعلق نہیں ہوا تھا پس

عہ فائدہ اولیٰ:- یہی مضمون حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ترمذی شریف میں منقول ہے اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے طبرانی کبیر میں منقول ہے اور بقول ابن ربیع اس کو امام بخاری نے تاریخ میں امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے اور امام حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی ہے، نیز ابو نعیم نے دلائل النبوت وغیرہ میں اس کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت فرمایا کنت اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث (میں تخلیق میں سب انبیاء سے مقدم ہوں اور بعثت میں سب سے آخری ہوں)

جب اُن کے روح کو جسم میں داخل فرمایا اور زندگی عطا فرمائی تب انہوں نے عرش معظم کی طرف نگاہ اٹھائی تو میرے نام کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یہ تمہاری اولاد کے سردار ہیں جب اُن کو شیطان نے دھوکہ دیا انہوں نے بارگاہ الٰہی میں توبہ کی اور میرے نام سے ہی شفاعت طلب کی یعنی اس کو وسیلہ بنایا۔

۴۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے (غیر ارادی طور پر) لغزش سرزد ہوئی تو انہوں نے سر آسمان کی طرف اٹھا کر عرض کیا اے میرے پروردگار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا جو تو نے ان کے لیے اپنے فضل سے اپنے ذمۂ کرم پر لیا اور جس مرتبۂ بلند پر ان کو فائز فرمانے کا وعدہ فرمایا صدقہ مجھے بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ وہ محمد (جن کے حقوق و مراتب کو وسیلۂ بخشش بنا رہے ہو) کیا ہیں؟ اور کون ہیں؟ اور (تم نے ان کو قابلِ وسیلہ کیسے سمجھا اور کیسے جانا) تو انہوں نے عرض کی، اے میرے رب جب تو نے میری تخلیق کو مکمل فرمایا میں نے تیرے عرش کی طرف سر اٹھایا اور اس پر یہ لکھا ہوا پایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں نے جان لیا کہ وہ تیرے نزدیک سب مخلوق سے زیادہ عزت و کرامت والے ہیں کیونکہ تو نے اُن کے نام نامی کو اپنے اسم گرامی کے ساتھ ملا دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں (تم نے ٹھیک سمجھا اور سچ کہا) میں نے تمہیں (اُن کے وسیلہ سے) بخش دیا وہ تمہاری ذریت و اولاد میں آخری ہیں۔

فائدہ ثانیہ :۔ حضرت میسرہ حضرت ابوہریرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے منقول مرفوع روایات اور علی الخصوص ترمذی شریف جیسی مستند کتاب سے منقول روایت کی صحت میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اب قابلِ غور یہ امر ہے کہ ان صحابہ نے اپنا سوال اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب نقل فرمایا اگر ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود عالم عناصر کے ظہور سے قبل نہیں تھا تو صحابہ کرام کا سوال عبث اور آنحضرت کا جواب غلط (العیاذ باللہ من ذالک) تو لامحالہ ماننا پڑیگا کہ صحابہ کرام نے اپنے نورِ فراست سے یہ سمجھ لیا تھا کہ جس ذاتِ اقدس نے عالم عناصر میں نمو فرما ہونے کے چالیس سال بعد اعلان نبوت فرمایا نہ وہ نبی اب بنے ہیں اور نہ ہی صرف چالیس سال قبل وجود میں آئے ہیں بلکہ وہ موجود بھی پہلے سے ہیں اور شرف نبوت سے مشرّف بھی پہلے سے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تائید و تصدیق فرما کر اپنے اصلی مقام و شان کو واضح فرمایا کہ میں اس وقت سے موجود ہوں جبکہ ابوالبشر کا وجود نہیں تھا اور میں صرف موجود نہیں تھا بلکہ تاجِ نبوت اور خلعت رسالت بھی زیب تن کیے ہوئے تھا اور اہل علم پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ثبوت و تحقق وصف نبوت کا بغیر تحقیق ذات نبی کے ممکن نہیں ہے علی الخصوص جبکہ سوال بھی وقت اتّصاف سے ہے اور جواب میں بھی وقت اتّصاف بیان فرمایا گیا یعنی میں اس وقت سے نبوت کے ساتھ موصوف ہوں جبکہ تخلیق آدم علیہ السلام مکمل نہیں ہوئی تھی اگر آپ کا وجود مسعود تھا تو وقت اتصاف کا بیان ممکن، ورنہ نہیں۔ نیز اگر علم باری تعالیٰ کے لحاظ سے وصف نبوت کے ساتھ متصف ہونا مقصود تھا تو یہ اولاً اُس

۵ ۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں اس مسئلہ میں اختلاف و نزاع پیدا ہوا کہ سب مخلوق سے زیادہ عزت و کرامت کا مالک اللہ تعالیٰ کے ہاں کون ہے بعض نے کہا حضرت آدم علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور اُن کے سامنے اپنے ملائکہ کو سجدہ ریز کیا اور دوسروں نے کہا کہ اس مرتبہ کے مالک ملائکہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ کی نافرمانبرداری کبھی نہیں کی انہوں نے آدم علیہ السلام سے اپنے مباحثہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا جب رب کریم نے میرے اندر روح پھونکی (وہ ابھی میرے قدموں تک نہیں پہنچی تھی کہ میں اٹھ بیٹھا عرش الٰہی مجھ پر منکشف ہوا میں نے اس میں محمد رسول اللہ (لکھا ہوا) دیکھا لہذا اللہ تعالےٰ کے ہاں سب سے مکرم و معظم وہی ذات اقدس ہیں ۔

۶ ۔ حضرت وہب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ میں مالکِ شانِ الوہیت ہوں اور مکہ کا مالک، اس کے ساکنین میرے پسندیدہ لوگ ہیں اس کے زائرین میرے وفد ہیں اور میری پناہ میں ہیں۔ مکہ میں میرا گھر ہے جس کو میں اہل آسمان اور اہل زمین سے آباد کروں گا۔ لوگ اس کی طرف جوق در جوق آئیں گے۔ اگرچہ وہ پراگندہ بالوں اور غبار آلود جسموں والے ہوں گے وہ تکبیروں کے ساتھ آوازوں کو بلند کریں گے کبھی تلبیہ (لبیک اللّٰھم لبیک لاشریک لک لبیک) کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں زاری کریں گے کبھی الحاح کے ساتھ آنکھوں سے سیلاب اشک بہاتے ہوں گے۔ جو میرے اس گھر کا خالص قصد لے کر آئے گا دوسرا کوئی مقصد اس کے پیش نظر نہیں ہوگا تو وہ شخص ہی درحقیقت میرا زائر ہے اور مہمان، میرا وفد ہے اور میری منزل قرب میں اترنے والا اور میرے ذمۂ کرم پر ہے کہ میں اس کو کرامت و عزت کا تحفہ دوں گا۔ وہ گھر، اس کا ذکر و شرف اور اس کی مجد و برتری اور رونق و بہار تمہاری اولاد میں سے اس نبی کے حوالے کروں گا جن کو ابراہیم کہا جائیگا۔ میں اُن کے لیے اس گھر کی بنیادیں بلند کروں گا اور اُن کے ہاتھوں پر اس کی تعمیر مکمل

لے ممکن نہیں کہ علم باری تعالیٰ میں سارے نبی وصف نبوت کے ساتھ ازلاً موصوف تھے آپ کی نہ تو اس میں کوئی تخصیص ہے اور نہ اوّلیت کی کوئی وجہ، اور ثانیاً اس لیے باطل ہے کہ باری تعالیٰ کے علم میں اگر آپ کا وصف نبوت سے موصوف ہونا اس وقت متحقق ہوا، جب آدم علیہ السلام کی تخلیق شروع ہو چکی تھی تو اس سے قبل اللہ رب العزت کا العیاذ باللہ اس علم سے خالی ہونا لازم آئے گا یہ بھی محال ہے وہ ازلاً علیم بکل شیء ہے۔ ثالثاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس حادث علم کا قیام لازم آئے گا اور جو محل حوادث ہو وہ حادث ہوتا ہے تو العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ کا حادث ہونا لازم آگیا حالانکہ وہ واجب الوجود ہے۔ قدیم بالذات والزمان ہے اور ازلی ابدی۔ تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو البشر سے قبل خارج میں متحقق تھی اور وصف نبوت بلکہ خاتم النبیین والے وصف سے موصوف تھی اگرچہ وجود عنصری کے لحاظ سے ظہور بعد میں ہوا اور یہی مفہوم ہے احادیث مذکورہ کا۔ الحمد للہ

کروں گا زائرین کو چاہ زمزم سے پانی پلانا ان کے سپرد کروں گا۔ میں ان کو بیت اللہ کے حرم محترم کی حدود اور تمام حِلّ کی وسعتیں دکھلاؤں گا۔ میں انہیں اس کے مقاماتِ عبادت کی نشاندہی کروں گا پھر اس گھر کو امم اور اہل قرن یکے بعد دیگرے آباد کرتے رہیں گے حتیٰ کہ آبادی کی انتہا تمہاری اولاد میں اُس نبی پر ہو گی جن کو محمد کے مبارک نام سے پکارا جائے گا، وہ آخری نبی ہونگے۔ میں ان کو بیت اللہ کا باسی و والی بناؤنگا اور اس کا محافظ و نگران اور اس کے زائرین کو آب زمزم پلانے والا۔ اگر اس وقت کوئی میرے متعلق دریافت کرے (اور مجھے ملنا چاہے) تو میں (اس نبی آخر الزمان کے) پراگندہ بال غبار آلود غلاموں کے ساتھ ہوں گا جو اپنی نذروں کو پورا کرنے والے ہوں گے اور دل و جان سے میری طرف متوجہ۔

۷۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے تو میں آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا۔ تحقیق جب میں نے عرش کو پیدا کیا تو وہ میری ہیبت و جلالت سے لرزنے لگ گیا جب میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو اس کو سکون و قرار آگیا۔

ع ه حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی روایات سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے موجود تھے۔ کیونکہ لغت عرب میں لَوْلَا شرط و جزا پر داخل ہوتا ہے اور وجود اول کی وجہ سے ثانی کی نفی پر دال ہوتا ہے اور احادیث سابقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف وجود ہی نہیں بلکہ منصب نبوت پر فائز ہونا بھی ثابت ہو چکا ہے۔ امام بوصیری علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا۔ وکیف تدعوالی الدنیا ضرورة من لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم اس ہستی پاک کو دنیوی حاجات و ضروریات اپنی طرف کیونکر راغب کر سکتی ہیں جن کا وجود با جود نہ ہوتا تو دنیا عدم سے وجود میں ہی نہ آتی یعنی جب دنیا خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محتاج ہے تو آپ کو اس کی طرف کیا احتیاج ہو سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو   جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

دوسرا باب

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ عنصری کا بیان

(۱) کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایسی مٹی میرے پاس لے آؤ جو میرے محبوب پاک کے جسم اقدس اور جسد اطہر کی ایجاد و تخلیق کے لائق ہو تو وہ سفید مٹی کی ایک مٹھی روضہ اطہر والی جگہ سے لے کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوئے تو امر خداوندی سے اس کو تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا۔ جنت کی نہروں میں اس کو دھویا گیا پھر نورِ نبوت اس میں رکھ کر اس کو آسمانوں اور زمینوں میں پھرایا گیا تب ملائکہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے شرف و فضل کو دریافت کر لیا جبکہ ابھی انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو نہ جانا تھا نہ پہچانا تھا۔ پھر نورِ محمدی تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد ان کی پشت میں ودیعت کیا گیا جو کہ آدم علیہ السلام کی پیشانی سے جھلکنے والے انوار سے محسوس ہوتا تھا اور ان سے کہا گیا اے آدم یہ تیری نسل میں پیدا ہونے والے انبیاء و مرسلین کے سردار ہیں۔ جب حضرت حوا رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر میں حضرت شیث علیہ السلام منتقل ہوئے تو وہ نور بھی حضرت حوا کے بطن اقدس کی طرف منتقل ہو گیا۔ وہ ہر دفعہ دو جڑواں بچوں کو جنم دیتی تھیں ماسوا حضرت شیث علیہ السلام کے کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہونے کی برکت سے تنہا پیدا ہوئے (اور سب بھائیوں سے مرتبہ و کمال کے لحاظ سے یکتا بنے) پھر نبی الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نورِ انور یکے بعد دیگرے پاک پشتوں اور پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا تا آنکہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی[۱]

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں بارگاہ حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء میں اس طرح عرض پرداز ہوا کہ حضور والا اس وقت کہاں تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے فرمایا میں ان کی پشت میں تھا اور جب ان کو زمین پر اتارا گیا تو اس وقت بھی میں ان کی پشت میں تھا اور جب نوح علیہ السلام طوفان کے ایام میں کشتی پر سوار تھے اس وقت میں اُن کی پشت اقدس میں جلوہ گر ہو کر کشتی پر سوار تھا جب میرے جد امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں پھینکا گیا تو میں بھی اُن کی پشت میں ہونے کی وجہ سے آگ میں پھینکا گیا۔ میرے آباؤ اجداد اور امہات و جدات کبھی بھی زنا کے مرتکب نہیں ہوئے۔ اللہ رب العزت مجھے ہمیشہ پاکیزہ رکھتے ہوئے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل فرماتا رہا[۲]

---

[۱] کذا فی الشفا للقاضی عیاض و شرح القاری و نسیم الریاض و دلائل ابی نعیم و مسند ابن عمر العدنی نسیم الریاض جلد ثانی ص ۲۰۲

جب بھی میرا قبیلہ دو شعبوں میں منقسم ہوا میں ان میں سے بہتر شعبہ و شاخ میں منتقل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے روزِ میثاق میری ہی نبوت کا انبیاء کرام علیہ السلام سے عہد لیا۔ توراۃِ موسیٰ علیہ السلام میں میری بشارت دی اور انجیلِ عیسیٰ علیہ السلام میں میرے نام کی تشہیر فرمائی۔ فرشِ زمین میرے جمالِ رُخِ انور سے روشن رہے گا اور سقفِ آسمان میرے دیدار سے تاباں۔

(۳) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سیدِ رسل علیہ وعلیہم السلام سے عرض کیا میں آپ کی بارگاہ میں عقیدت کے پھولوں کا گلدستہ بطور قصیدہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ اس کی اجازت مرحمت فرمائیں گے؟ ارشاد ہوا اے عباس کہیے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سلامت رکھے۔ انہوں نے یہ اشعار پیش خدمت اقدس کیے۔

(۱) من قبلها طبت فی الظلال و فی — مستودع حیث یخصف الورق

عنصری وجود سے قبل آپ جنت کے سایوں میں پاکیزہ زندگی گذار رہے تھے اور محل امانت (یعنی صلبِ آدم علیہ السلام) میں جس پر کہ جنتی درختوں کے پتے لپیٹے جا رہے تھے۔ (جب حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے جنتی لباس اتار لیا گیا اور انہوں نے ستر بدن کے لیے پتوں کو استعمال فرمایا)

(۲) ثم هبطت البلاد لا بشر انت — ولا مضغة ولا علق

پھر آپ (نوری عنصر کی صورت میں) دنیا کی آبادیوں کی طرف نزول فرما ہوئے جبکہ آپ نہ بشر تھے، نہ گوشت کا لوتھڑا اور نہ منجمد خون جو کہ رحم عورت میں صورۃ نطفہ سے منقلب ہو کر وجود میں آتا ہے۔

(۳) بل نطفة ترکب السفین و — قد الجم نسرا و اهله الغرق

بلکہ آپ (نوری) مادہ کی صورت میں اس وقت کشتی پر سوار تھے جب کہ نسر بُت اور اس کے پجاریوں کو آبِ طوفان نے منہ تک غرق کر کے لگام دے رکھی تھی (اور آہ و زاری اور التجا و دُعا سے محروم کر رکھا تھا)

(۴) وردت نار الخلیل مکتتما — تجول فیها ولست تحترق

آپ پوشیدہ طور پر حضرت خلیل اللہ والی آگ میں داخل ہو گئے آپ اس میں ٹہل رہے تھے اور جلتے نہیں تھے (اور نہ ہی حضرت خلیل علیہ السلام کو جلنے دیتے تھے)

(۵) تنقل من صُلب إلیٰ رحم — اذا مضی عالم بدا طبق

آپ یکے بعد دیگرے صلب سے رحموں کی طرف منتقل ہو رہے تھے جب ایک طبقہ اہلِ جہاں کا رخصت ہوتا تو دوسرا طبقہ آموجود ہوتا تھا۔

(۶) حتّٰی احتویٰ بیتك المهیمن من — خندفٍ علیا تحتها النطق

اور آپ کا گھرانہ خندف (زوجہ الیاس بن مضر) کے زمانے سے شرف و برتری کی ان بلندیوں پر فائز ہے کہ

تیسرا باب

تخلیق محمدی کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی دعا

(۱) جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تعمیر کعبہ مکمل فرمالی تو عرض کیا۔ ربنا وابعث فیھم رسولا منھم۔
ترجمہ:۔ اے رب ہمارے اہل مکہ میں انہیں میں سے ایک رسول مبعوث فرما۔
سُدّیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں اپنے مشائخ کی سند کے ساتھ اس رسول کا مصداق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ سیدِ رسل امام کل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۲) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ تعالےٰ کے ہاں خاتم النبیین کے منصب جلیل پر فائز تھا جب آدم علیہ السلام زمین پر اپنے خاکی اور ارضی خمیر میں پڑے تھے فرمایا میں خود تمہیں اپنے آغاز وابتدا کی خبر دیتا ہوں۔ میں اپنے باپ حضرت خلیل کی دُعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انھوں نے میری ولادت سے قبل دیکھا اور ایسے ہی انبیاء کرام علیہم السلام کی مائیں اپنی اس پاکیزہ اولاد کے انوار دیکھتی ہیں۔

(۳) اسی روایت کو لیث نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے خواب کی تعبیر اور اس کے مصداق کی وضاحت میں فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ کو جنم دیا تو ایک عظیم نور دیکھا جس سے شام کے محلات چمک اُٹھے ع۵

ع۵: جب اُن کی نگاہوں میں بھی اتنی قوت و توانائی پیدا ہو گئی کہ حجرہ مبارکہ میں ہوتے ہوئے شام کے محلات کو دیکھ لیا تو جن کے پرنورِ انوار سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی نگاہِ اقدس اتنی دوربین اور دسیع الادراک ہو گئی خود ان کی نگہ اقدس کی دسعتوں کا کیا ٹھکانا ہو گا:

امام اہل سنت نے فرمایا ؎

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

چوتھا باب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کا تورات و انجیل میں تذکرہ اور اہل کتاب کا اعتراف

(۱) اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی[عل۱] الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل یعنی جو لوگ اتباع کرتے ہیں اس رسول معظم نبی مکرم کی جو وصفِ اُمی سے موصوف ہیں جن کا تذکرہ اُن کے ہاں تورات و انجیل میں موجود ہے۔

یامرھم بالمعروف۔ جو ان کو معروف کا حکم دیتے ہیں یعنی اخلاق عالیہ اور صلہ رحمی کا۔

وینھاھم عن المنکر۔ اور ان کو بُری باتوں سے منع کرتے ہیں علی الخصوص شرک سے جو سب برائیوں کی بنیاد ہے۔

ویحل لھم الطیبات۔ اور اُن کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں یعنی جن اشیا کو اہل عرب پاکیزہ سمجھتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ اُن سے مراد چربیاں ہیں جو کہ بنی اسرائیل پر حرام کر دی گئی تھیں اور چار جانور بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام[عل۲]۔

عل۱ اُمی کا معنیٰ اس جگہ ان پڑھ یا ناخواندہ غلط ہے بلکہ اُمی سے مراد وہ مقدس ہستی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے براہِ راست علم و حکمت سے مشرف فرمایا اور ان کو اس کمال کی تحصیل میں احتیاجِ خلق سے محفوظ رکھا۔ امام اہل سنت احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا ہ

ایسا اُمی کس لیے منت کشِ اُستاد ہو ۔۔۔ کیا کفایت اس کو اقرا ربک الاکرم نہیں

عل۲ بحیرہ۔ وہ اونٹنی جو پانچ بچے جنتی اور آخری بچہ نر ہوتا تو کان چیر کر اُسے چھوڑ دیتے اس پر سواری کرنا اور اس کو ذبح کر کے گوشت کھانا حرام سمجھتے تھے۔

سائبہ۔ وہ اونٹنی ہے جو یکے بعد دیگرے دس بچیاں دیتی اس پر سواری کو حرام جانتے اور اُسے آزاد چھوڑ دیتے اس کو ذبح کرنا بھی حرام جانتے تھے۔

وصیلہ۔ وہ بکری جو پانچ بطن میں دس بچیاں دیتی اس کے بعد اگر بچہ دیتی تو مرد کھا سکتے تھے اور عورتوں پر حرام سمجھتے۔

حام۔ وہ نر اونٹ جس کو مادہ کے ساتھ جفتی کرنے پر اس کی نسل میں دس بچیاں پیدا ہو جائیں خواہ مذکر ساتھ پیدا ہوتے یا نہیں اس پر سواری کرنا اپنے اوپر حرام سمجھتے اور یہ سارے جانور وہ بتوں کی نذر کرتے اور ان کے جملہ منافع اپنے اوپر حرام کر لیتے۔

(تفسیر صاوی و جلالین اور بیضاوی وغیرہ)

ویحرم علیھم الخبائث۔ اور ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں جن کو اہل عرب خبیث ونجس سمجھتے تھے اور جن کو وہ حلال سمجھتے تھے مگر درحقیقت وہ خبیث ونجس تھیں جیسے مردار۔ خون اور خنزیر کا گوشت۔

ویضع عنھم اصرھم۔ اور ان سے اتار پھینکتے ہیں اس ناقابل برداشت بوجھ کو جو بنی اسرائیل پر ڈالا گیا تھا یعنی ہفتہ کے دن کاروبار کا حرام ہونا اور چربی، عصاب اور عروق (رگوں) کا حرام ہونا۔

والاغلال التی کانت علیھم۔ اور ان بندشوں کو جو ان پر لازم کر دی گئی تھیں۔ ابواسحاق زجاج نے کہا اغلال کا ذکر بطور تمثیل وتشبیہ ہے اور دراصل مقصود ان احکام کی پابندیاں ہیں یعنی قتل کا بدلہ دیت (خوں بہا) نہیں لیا جائے گا۔ اور ہفتہ کے دن سب کاروبار بند کر دیا جائے اور جہاں (کپڑوں وغیرہ پر) پیشاب کے چھینٹے پڑ جائیں اس جگہ کو کاٹ پھینکا جائے۔

(۲) واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیۃ کی تفسیر میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی ہدایت خلق کے لیے مبعوث فرمایا آدم علیہ السلام اور ان کے بعد تشریف لانے والے حضرات میں ہر ایک سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عہد لیا کہ اگر وہ تمہاری دنیوی حیات کے اندر تشریف لائیں تو ضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کے دین کی نصرت وامداد فرماؤ گے اور اپنے امتیوں سے بھی اس امر کا عہد لو گے۔

(۳) حضرت قتادہ سے بھی قول باری تعالیٰ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الایۃ کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہ میثاق اور عہد اس امر کا ہے کہ جملہ انبیاء علیہم السلام ایک دوسرے کی تصدیق وتائید فرمائیں گے اور اہل کتاب سے ان کتب وصحف میں بھی عہد لیا گیا جو اُن تک رسل کرام کے ذریعے پہنچیں کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور ان کی تصدیق کریں۔

(۴) عطاء بن یسار فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی (اور وہ چونکہ کتب سابقہ کا مطالعہ بھی فرماتے تھے) لہٰذا ان سے عرض کیا کہ مجھے توراۃ میں مذکور کمالات مصطفویہ اور اوصاف محمدیہ کی خبر دیں تو انہوں نے فرمایا ہاں سنیے بخدا وہ توراۃ میں بھی بعض ایسی صفات کے ساتھ موصوف ہیں جو قرآن عظیم میں موجود ہیں "اے عظیم الشان نبی! تحقیق ہم نے تمہیں کو مبعوث فرمایا درآنحالیکہ تم امت کے احوال پر مطلع وشاہد ہو اور فرمانبرداروں کو جنت اور ابدی راحتوں کی بشارت دینے والے اور کفار ومشرکین اور نافرمانوں کو عذاب جہنم سے ڈرانے والے۔ امت امیہ کی پناہ اور ملجا وماویٰ، تم میرے بندہ خاص اور رسول مخصوص ہو میں نے تمہیں متوکل کے نام سے موسوم فرمایا۔ تم نہ سخت کلام ہو اور نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں بلند آواز سے شور وشغب کرنے والے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے ہو بلکہ عفو ودرگذر سے کام لیتے ہو اور ظلم وزیادتی کرنے والے کے لیے دعائے مغفرت فرماتے ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس رسول کریم کو ہرگز دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک ان کی بدولت ملت حنفیہ کے اندر پیدا کی جانے والی ہر کجروی کو درست نہیں فرما دے گا اور لوگ دل وجان سے معبودان باطلہ سے بیزار ہو کر معبود برحق

کی الوہیت و یکتائی کا اعتراف کرتے ہوئے لا الہ الا اللہ کا اقرار نہیں کر لیں گے۔ ان کے ذریعے اندھی آنکھوں کو بینا کرونگا، بہرے کانوں کو شنوا بناؤں گا اور غفلت کے پردوں میں لپٹے ہوئے دلوں کو ان پردوں سے نکال کر علم و حکمت کا گہوارہ بناؤں گا۔" اس حدیث کو صرف امام بخاری علیہ الرحمہ نے نقل فرمایا یعنی امام مسلم نے نقل نہیں فرمایا۔

(۵) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ توراۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اوصاف منقول ہیں تحقیق ہم نے اے نبی اکرم تمہیں اپنی امت کے احوال پر شاہد و گواہ بنا کر مبعوث فرمایا جبکہ تم اہل طاعت کو جنت اور رضائے الہٰی کی بشارت سنانے والے ہو اور اہل معصیت کو جہنم کی دہکتی آگ اور غضب جبار و قہار سے ڈرانے والے ہو اور امت امیہ کا ملجا و ماویٰ اور سہارا و آسرا ہو۔

میرا محبوب ورشت کلام ہے نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں آواز کو بلند کرنے والا اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والا بلکہ وہ عفو و درگذر اور اعراض و چشم پوشی سے کام لینے والا ہے ہیں اس کو اس وقت تک وفات نہیں دوں گا جب تک اس کے ذریعے کجرو امت کو درست نہ کر لوں اور استماع حق سے بہرے کانوں کو حق کا شنوا نہ بنا لوں اور غفلت و جہالت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے دلوں کو نور علم و حکمت سے منور نہ کر لوں اور آیات قدرت دیکھنے سے محروم آنکھوں کو نور بصیرت و فراست نہ عطا کر دوں حتیٰ کہ وہ شرک و بت پرستی سے تائب ہو کر لا الہ الا اللہ کا نعرہ حق پرستی بلند کریں"۔

(۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب احبار سے دریافت فرمایا کہ تورات میں اوصاف مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح بیان فرمائے گئے ہیں۔ انہوں نے جواباً فرمایا کہ ہم اس میں یہ لکھا ہوا دیکھتے ہیں "محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ ان کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے اور مقام ہجرت مدینہ طیبہ۔ اللہ کے یہ رسول نہ فحش گو ہیں اور نہ بازاری زبان استعمال کرنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ پیکر عفو و درگذر"۔

(۷) کعب احبار سے منقول ہے کہ تورات میں مکتوب و مسطور ہے محمد رسول اللہ نہ سخت کلام اور دشنام طراز ہیں اور نہ سخت دل اور بے رحم نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے۔ نہ بدی کی جزا بدی دینے والے بلکہ عفو سے کام لینے والے ہیں اور ایذا پہنچانے والوں کو دعاؤں سے نوازنے والے۔ ان کی امت بہت زیادہ حمد و ثنا کرنے والی ہوگی ہر بلندی پر چڑھتے وقت عظمت باری تعالیٰ کو دیکھ کر نعرۂ تکبیر بلند کریں گے اور ہر نشیب میں اترتے وقت تسبیح و تحمید بجالائیں گے۔ اُن کے تہبند اُن کی نصف پنڈلیوں تک ہوں گے۔ اپنے اطراف یعنی ہاتھوں پاؤں اور منہ اور سر پر وضو کرنے والے ہوں گے اُنکا مؤذن فضاؤں میں میرے نام کو بلند کرنے والا ہوگا۔ ان کی صفیں میدان کارزار میں اور نماز میں ایک جیسی ہوں گی۔ (کبھی کفار و مشرکین سے میدان جنگ میں نبرد آزما ہوں گے تو کبھی شیطان رجیم کے سامنے مساجد میں سینہ سپر) راتوں کی تاریکیوں میں ذکر خداوندی کے اندر مشغول و منہمک ہونے کی وجہ سے اُن کی رسیلی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح معلوم و محسوس ہوں گی۔ اس حبیب کی جائے ولادت مکہ مکرمہ ہے اور مقام ہجرت مقدس و مطہر شہر مدینہ"۔

(۸) کعب احبار فرماتے ہیں توراۃ کے حصہ اول میں سرور انبیاء علیہ التحیتہ والثناء کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔
"محمد رسول اللہ میرے پسندیدہ بندے ہیں۔ وہ نہ درشت کلام ہیں اور نہ سنگدل نہ بازاری لب و لہجہ اختیار کرنے والے نہ بدی کی جزا بدی سے دینے والے بلکہ وہ پیکر عفو و مغفرت ہیں۔ ان کا مقام ولادت مکہ مکرمہ اور محل ہجرت مدینہ طیبہ اور دار السلطنت ملک شام ہے"

اور حصہ ثانی میں قلم قدرت ان کی مدح و ثنا میں یوں رطب اللسان ہے "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول خدا ہیں اور برحق نبی، ان کی امت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں سب امم سے سبقت لے جانے والی ہے۔ وہ خوشی و غمی اور رنج و راحت ہر دو حالت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجا لاتے ہیں۔ ہر منزل و مقام میں حمد خالق بجا لاتے ہیں اور ہر بلندی پر چڑھتے وقت عظمت خالق کا اظہار اللہ اکبر کہہ کر کرتے ہیں (نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کے لیے) ہر وقت سورج کا خیال رکھتے ہیں اور جونہی نماز کا وقت آتا ہے نماز ادا کرتے ہیں اگرچہ خس و خاشاک کے ڈھیروں پر ہی کیوں نہ ہوں اپنی چادریں نصف پنڈلیوں تک رکھتے ہیں (متکبر و مغرور اہل دنیا کی طرح زمین پر نہیں گھسیٹتے اور اپنے اطراف و اعضاء کو وضو کے ساتھ پاکیزہ رکھتے ہیں۔ ذکر الٰہی میں ان کے الفاظ رات کو فضائے آسمانی میں یوں سنائی دیتے ہیں جیسے کہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔

(۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی اور اس کو تلاوت فرمایا تو اس میں اس امت محمدیہ کا ذکر پایا۔

بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اے بار الٰہ تورات کی الواح (تختیوں) میں ایک ایسی امت کا تذکرہ میں نے دیکھا جو بعثت و ظہور میں متاخر ہوں گے مگر روز قیامت درجات و مراتب کے لحاظ سے سب سے مقدم تو انہیں میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا۔ موسیٰ کلیم وہ تو امت محمد مصطفےٰ علیہ التحیتہ والثناء ہے۔

عرض کیا اے رب قدوس میں نے تورات میں ایسی امت کا تذکرہ دیکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہوگی اور ان کی ہر عرض و التجا بارگاہ قدس میں منظور و مقبول ہوگی۔ تو اسے میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تو امت رسول عربی ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

عرض کیا اے پروردگار میں نے تورات میں ایسی امت کا حال پڑھا ہے جن کی آسمانی کتابیں ان کے سینہ میں محفوظ ہوں گی اور وہ لوگ زبانی ان کی تلاوت کریں گے (محض کتابوں سے دیکھ کر پڑھنے پر مجبور نہیں ہوں گے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کی کتاب تورات جو کہ صرف انبیاء علیہم السلام کو یاد ہوتی تھی اور ان کی نبوت کی دلیل ہی یہی ہوتی تھی) تو اس امت کو میری امت بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تو امت احمد مجتبیٰ علیہ التحیتہ والثناء ہے۔

عرض کیا اے رب ذوالجلال تورات میں ایسی امت کی حمد و ثنا مذکور ہے جو اپنے صدقات کو خود کھائیں گے مگر پھر ہم ان کو اجر جزیل اور ثواب عظیم بھی عطا کیا جائے گا۔ تو انہیں میری امت بنا دے فرمایا وہ تو امت احمد مختار ہے۔ عرض کیا اے رب کریم تورات میں ایسی امت کے اوصاف کا بیان ہے جو بدی کا ارادہ کریں تو ان کے نامۂ اعمال میں برائی درج نہیں کی

جائے گی تاوقتیکہ اس کا ارتکاب نہ کرلیں اور بصورت ارتکاب صرف ایک برائی لکھی جائے گی تو اس کو میری امت بنا دے۔ ارشاد ہوا وہ امت رسول عربی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

عرض کیا اے خداوند کریم میں الواح تورات میں ایسی امت کی مدح و توصیف ملاحظہ کر رہا ہوں جو اوائل و اواخر کے علوم کو اپنے اندر جمع کرنے والے ہیں اور ضلالت و گمراہی کے داعی و موجب مسیح دجال کو قتل کریں گے تو انہیں میری امت بنا دے حکم ہوا اے موسی الکلیم وہ امت احمد مرسل ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

(عرض کیا جب ان سب اوصاف کی حامل امت مجھے نہیں مل سکتی بلکہ وہ احمد مختار کی امت ہے) تو مجھے بھی اسی امت محمدیہ میں داخل ہونے کا شرف عطا فرما اور مجھے بھی محمدی بنا دے۔ اللہ تعالے نے کلیم اللہ کی اس تواضع کو دیکھا تو ان کو دراتمد بازی اوصاف سے نوازا۔ ارشاد ہوا میں نے آپ کو سب اہل زمان پر رسالت کے لیے منتخب فرما کر ان کا سردار بنایا اور اپنی ہمکلامی کا اعزاز بخشا پس جو کچھ میں نے عطا کیا اسے قبول کرو اور شکر گذار بندوں میں داخل ہو جاؤ۔

موسی کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عرض کیا اے میرے پروردگار میں (اس انعام و احسان) پر رضامند ہوں اور شکر گذار۔

(۱۰) مروی ہے کہ کعب احبار رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک یہودی عالم کو آہ و بکا میں مبتلا دیکھ کر فرمایا تجھے کونسا امر رُلا رہا ہے۔ اس نے کہا کوئی بات یاد آئی ہے جس سے یہ حالت طاری ہو گئی ہے۔ حضرت کعب نے کہا میں تجھے اللہ کے اسم اقدس کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر میں تجھے وہ امر بیان کر دوں جو تجھے رلا رہا ہے تو میری تصدیق کرے گا اور اعتراف حقیقت کرے گا۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا میں تجھے اللہ تعالے کے مقدس نام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تو نے اللہ تعالے کی طرف سے نازل کردہ کتاب (تورات) میں دیکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب تورات کی تلاوت کی تو عرض کیا اے رب کریم میں تورات میں ایسی امت کی نشاندہی پاتا ہوں جو سب امتوں سے سیرت و کردار میں بہتر ہو گی اور انکو لوگوں کی بھلائی کے لیے پیدا کیا جائے گا۔ جو نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے منع کریں گے اور پہلی پچھلی سب کتابوں پر ایمان لائیں گے (یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح انبیاء اور کتابوں میں تفریق نہیں کریں گے) گمراہ اور بددین لوگوں سے قتال کریں گے حتیٰ کہ دجال اعور (ایک چشم) کو قتل کریں گے۔ انہیں میری امت بنا دے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا وہ تو امت محمد مصطفےٰ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اس یہودی عالم نے کہا ہاں (میں نے تورات میں یہ مضمون مدح و ثنا دیکھا ہے)

کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تجھے اللہ تعالے کے نام کی قسم ہے کیا تو نے تورات میں تلاوت کیا ہے کہ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے جب تورات پر نظر ڈالی تو عرض کیا اے اللہ تعالے میں ایسی امت کا یہاں تذکرہ پاتا ہوں، جو بہت ہی حمد و ثنا بجالانے والے ہوں گے اور عبادات باری تعالیٰ کے لیے سورج کا خاص خیال رکھیں گے۔ منصب، حکومت و عدالت پر فائز ہوں گے جب کسی کام کا ارادہ کریں گے (تو اپنے زور بازو پر نظر نہیں رکھیں گے) بلکہ مشیت ایزدی کو مدِ نظر رکھ کر کہیں گے اگر اللہ تعالے نے چاہا تو ہم ایسا کریں گے۔ تو یہ امت مجھے عطا فرما کر میری عزت افزائی فرما

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ امت احمد مختار ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

کعب احبار پھر یوں گویا ہوا کہ اے عالم یہود تجھے اللہ کے نام اقدس کی قسم سچ سچ بتلا کیا تورات میں مرقوم نہیں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تورات کا ملاحظہ و مطالعہ فرمانے کے بعد بارگاہ ایزدی میں التجا کی کہ ایسی امت کا حال اس میں دیکھ رہا ہوں کہ جب اُن میں سے کوئی شخص بلندی پر چڑھے گا تو اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرے گا اور جب وادیوں میں اترے گا تو الحمد للہ پکارے گا سب روئے زمین اُن کے لیے (بطریق تیمم) موجب طہارت ہوگا اور ساری زمین ان کے لیے نماز کی جگہ (وہ مساجد میں نماز پڑھنے کے پابند نہیں ہوں گے۔ بخلاف اہل کتاب کے) جنابت سے (بذریعہ غسل) طہارت حاصل کرنے والے ہوں گے اور پانی دستیاب نہ ہونے کی صورت میں روئے زمین اُن کے لیے پانی کی طرح موجب طہارت ہوگا (یعنی تیمم ان کے حق میں جائز ہوگا) قیامت کے دن انوار وضوء کی وجہ سے اُن کے چہرے اور ہاتھ پاؤں منور ہوں گے تو ایسی کرامت و عزت والی امت کا نبی بنا کر مجھے امتیازی مقام عطا فرما اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ وہ امت احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہے۔

یہودی عالم نے جواباً کہا ہاں (میں اس امر کی تصدیق کرتا ہوں)

کعب احبار نے فرمایا تجھے اللہ کی قسم آیا اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب تورات میں تو نے اس امر کا مطالعہ کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں امت مرحومہ کا حال ملاحظہ فرمایا تو یوں عرض کیا اے رب قدوس میں تورات میں ایسی امت کی شان مسطور و مرقوم دیکھتا ہوں جن کے مصاحف (آسمانی کتاب) اُن کے سینوں میں محفوظ ہوں گے۔ نمازوں میں ایسے صف بندی کریں گے جیسے ملائکہ آسمانوں میں۔ مساجد میں اُن کے الفاظ شہد کی مکھیوں کی طرح محسوس ہوں گے ان میں سے کوئی بھی آگ میں داخل نہیں ہوگا۔ ماسوا اس شخص کے جو نیکیوں سے اس طرح دور ہوگا جیسے پتھر نباتات کے اُگنے سے تو ایسی مقدس امت کو میرے حوالے فرما۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا وہ احمد مختار کی امت ہے۔ علیہ السلام یہودی عالم نے کعب احبار سے عرض کیا ہاں میں اس امر کو مانتا ہوں۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے اس خیر و برکت اور فضل و شرف پر تعجب کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور اُن کے صدقے میں اُن کی امت کو نوازا تو کہا اے کاش میں بھی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تین آیات نازل فرمائیں جن کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کو راضی کرنا مقصود تھا (پہلی آیت) اے موسیٰ ہم نے تمہیں سب اہل زمان پر رسالت و ہمکلامی کے لیے منتخب فرما کر فوقیت دیدی ہے تو جو کچھ

---

(۱) یاموسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسالاتی وبکلامی فخذ ما آتیتک وکن من الشاکرین۔

(۲) وکتبنالہ فی الالواح من کل شئ۔

(۳) ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون۔

ہم نے عطا کیا ہے اسے لے لو اور شکر گذاروں میں شامل ہو جاؤ۔ (دوسری آیت) ہم نے ان کے لیے الواح تورات میں ہر چیز درج فرمادی۔ (تیسری آیت) اور موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سے ایک ایسی جماعت ہے جو حق کی طرف لوگوں کو بلاتی ہے اور حق کیساتھ حکم دیتی ہے تو موسیٰ علیہ السلام پوری طرح راضی ہو گئے۔

کعب احبار سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو کہتے سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ میدان قیامت میں حساب کے لیے جمع کیے گئے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو بلایا گیا اور ہر نبی کے ساتھ ان کی امت بھی آئی اس شخص نے ہر نبی کے ساتھ دو نور دیکھے اور ہر امتی کے لیے ایک نور جس کی روشنی میں وہ چلتے تھے جب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا تو ان کے سر اقدس اور چہرہ انور کے ہر بال کی جگہ نور کی شعاعیں بلند ہو رہی تھیں اور ہر امتی کے لیے دو نور تھے (جن کے ذریعے ان کے دائیں اور سامنے کی حیات منور و روشن تھی اور وہ) ان انوار میں چل رہے تھے۔

کعب احبار نے اس شخص سے پوچھا تمہیں یہ بات کس نے بتلائی اور انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ اس شخص نے خواب بیان کیا ہے تو اس شخص نے اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی قسم کھاتے ہوئے کہا میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔

کعب احبار نے مزید اطمینان کے لیے کہا اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی مستحق عبادت نہیں تو نے یہ نظارہ خواب میں دیکھا ہے اس نے کہا ہاں۔ تو کعب احبار نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں کعب کی جان ہے۔ یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ جو کچھ تو نے دیکھا ہے یہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی امت اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اور اُن کی امم کی صفات و کیفیات ہیں جو تورات میں منقول ہیں گویا کہ تو نے تورات سے ان صفات و کیفیات کی تلاوت کی ہے۔

(۱۱) ابن ابی نملہ نے کہا کہ یہود بنو قریظہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اپنی کتابوں میں پڑھتے تھے اور اپنی اولاد کو آنحضور علیہ السلام کے صفات کمال اور اسماء جمال بتلاتے تھے اور یہ بھی بتاتے کہ اُن کا مقام ہجرت (یہی ہمارا مسکن) مدینہ طیبہ ہے۔ لیکن آپ کا ظہور ہوا تو حسد کی آگ میں جل گئے اور اعتراف حق سے بغاوت و انکار کر دیا۔

(۱۲) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک دن بنی عبدالاشہل کے پاس آیا تاکہ ان سے بات چیت کروں اور ان دنوں ہم باہمی صلح و صفائی کر کے جنگ کو روکے ہوئے تھے (جو قبل از اسلام دوران جاہلیت میں ہمارے درمیان ہوتی رہی تھی) تو میں نے یوشع یہودی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس نبی کریم کا زمانہ ظہور و ولادت قریب آچکا ہے جن کو احمد (جیسے پیارے نام سے) پکارا جائے گا۔ جو حرم مکہ سے ظہور پذیر ہوں گے۔ اس کو خلیفہ بن ثعلبہ اشہلی نے بطور مزاح و استہزاء کہا۔ اس نبی کی صفت و شان کیا ہے۔ تو اس نے کہا وہ درمیانہ قد ہوں گے۔ نہ بہت طویل اور نہ بالکل کوتاہ قامت۔ ان کی آنکھوں میں باریک سرخ دھاریاں ہوں گی۔ وہ چادر اوڑھیں گے اور (عجز و انکسار کا اظہار کرتے ہوئے) گدھے کو بھی اپنی سواری ہونے کا شرف بخشیں گے اور یہ شہر (مدینہ طیبہ)

ان کا مقام ہجرت ہوگا۔

حضرت مالک بن سنان فرماتے ہیں میں اپنی قوم بنو خدرہ کی طرف لوٹا اور میں ان دنوں یوشع یہودی کی باتوں پر تعجب کا اظہار کرتا تھا۔ تو میں نے ایک دوسرے آدمی کو یوں کہتے ہوئے سنا کہ تمہارے خیال میں صرف یوشع یہ بات بیان کرتا ہے یہ تو یثرب (مدینہ طیبہ) کے تمام یہودی کہتے ہیں۔ ابوسعید فرماتے ہیں میرے باپ حضرت مالک بن سنان نے فرمایا کہ میں گھر سے نکلا اور بنو قریظہ (قبیلہ یہود) کے پاس آیا تو ان سب نے دوران گفتگو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اس پر زبیر بن باطا نے کہا وہ سرخ ستارہ جو صرف نبی کے ظہور وولادت کے وقت ہی طلوع کرتا ہے وہ طلوع ہو چکا ہے اور اب سوائے احمد مجتبےٰ علیہ السلام کے اور کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں ہے اور مدینہ منورہ ان کا دار الہجرت ہے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو میرے باپ نے ان سے زبیر بن باطا کی بات عرض کی تو رسول خدا علیہ افضل الصلوات وازکاھا نے فرمایا کہ اگر زبیر اور ان کے قریبی ایمان لے آتے تو سارے یہودی مسلمان ہو جاتے کیونکہ وہ سب ان کے تابع ہیں۔

(۱۳) محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بنی عبد الاشہل میں ایک یہودی شخص تھا جس کو یوشع کہا جاتا تھا میں نے اس کو اپنے زمانہ طفولیت میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم پر اس نبی کے ظہور کا وقت آپہنچا جو اس گھر یعنی بیت اللہ کی طرف سے ظہور فرما ہوں گے اور بیت اللہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا تم میں سے جو بھی ان کو پائے تو ضرور ان کی تصدیق کرے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ہم مشرف بہ اسلام ہو گئے مگر وہی یہودی ہمارے درمیان موجود ہونے کے باوجود شرف اسلام سے مشرف نہ ہوا اور حسد وبغض سے کام لیتے ہوئے جہنم کی دہکتی آگ میں جا گرا۔

(۱۴) عمارہ بن خزیمہ بن ثابت کہتے ہیں کہ اوس وخزرج میں ابو عامر راہب سے بڑھ کر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی (قبل از بعثت) تعریف کرنے والا کوئی نہیں تھا وہ یہود کا دوست تھا۔ ان سے دین ومذہب کے متعلق دریافت کرتا اور وہ اسے رسول خدا علیہ السلام کی صفات وعلامات بیان کرتے تھے اور یہ بھی بتلاتے کہ یہی مدینہ ان کا دار ہجرت ہے پھر وہ تیماء کے یہودیوں کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی بتلایا پھر وہ شام کی طرف گیا اور نصاریٰ سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات اور نشانیاں بتلائیں اور انہوں نے بھی آپ کا دار ہجرت یثرب (مدینہ منورہ) بتلایا ابو عامر راہب وہاں سے لوٹا تو راہبوں کی طرح زندگی گذارنے لگا اور کھردرا لباس پہننا شروع کیا اور یہ کہا کہ میں ملت حنیفیہ اور دین ابراہیم علیہ السلام پر ہوں اور نبی آخر الزمان علیہ السلام کے ظہور کا انتظار کر رہا ہوں۔ جب سرور انبیا علیہ التحیۃ والثناء مکہ مکرمہ میں ظہور فرما ہوئے تو ان کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوا۔ اور اسی روش پر قائم رہا۔ جب تاجدار مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے تو حسد وعناد اور منافقت سے کام لیا۔ بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ کس چیز کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ دین حق اور ملت حنیفیہ ابراہیمیہ کے ساتھ اس نے کہا میں بھی اس پر قائم ہوں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا تو اس پر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے۔ اس نے (اپنی دیانت و امانت اور زہد و رہبانیت کی مٹی پلید کرتے ہوئے کہا) تم خالص ملت ابراہیمی پر نہیں بلکہ اس کو غلط ملط کرنے والے ہو۔ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو اس کو اختلاط و التباس اور شکوک و شبہات سے منزہ و مبرا اور منور و مطہر کر کے ظاہر کرنے والا ہوں۔ وہ صفات و علامات (تیرے ذہن و حافظہ سے کیونکر نکل گئیں) جو یہود و نصاریٰ کے علماء و احبار نے تجھے بتلائی تھیں۔ اس نے کہا (نعوذ باللہ) تم وہ نہیں ہو جس کی صفات انہوں نے بیان کی تھیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے جھوٹ بولا ہے۔

اس نے کہا میں نے جھوٹ نہیں بولا تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹے کو اللہ تعالیٰ ویرانوں میں تنہائی کی موت مارے اس نے کہا آمین (ایسا ہی ہو)۔

پھر مکہ مکرمہ کی طرف لوٹا اور قریش کے ساتھ مل کر ان کا دین (کفر و شرک) اپنا لیا اور سابقہ دین چھوڑ دیا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب اہل طائف نے اسلام قبول کر لیا تو شام کی طرف چل دیا اور وہیں تنہائی میں وطن و مسکن سے راندہ ہوا واصل جہنم ہوا۔ (اور سید انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی صداقت نبوت اور حقانیت رسالت ظاہر ہو گئی)

(۱۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہود مدینہ اوس و خزرج کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے نبی آخر الزمان کی بعثت سے قبل اُن کے ساتھ توسل کرتے اور ان کے نام نامی کا وسیلہ دے کر اللہ رب العزت سے فتح و نصرت کی التجاء کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو (یہود کی امید و آرزو کے برعکس) عرب میں سے مبعوث فرمایا تو کفر و انکار کے درپے ہوئے اور پہلے جو کچھ کہتے تھے اس سے منحرف ہو گئے۔

تب معاذ بن جبل اور بشر بن البراء رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا اے گروہ یہود خدا سے ڈرو اور اسلام لے آؤ تم تو ان کے نام اقدس کے وسیلہ سے ہمارے خلاف دعائیں کرتے تھے جب ہم مشرک تھے اور ہمیں اُن کے مبعوث ہونے کی خبریں دیتے تھے اور اُن کی مخصوص صفات و علامات بیان کرتے تھے۔

تو سلام بن مشکم نے کہا یہ وہ نہیں ہیں جن کا تذکرہ ہم تمہارے سامنے کیا کرتے تھے۔ یہ تو ہمارے سامنے کوئی ایسی چیز نہیں لائے جس کو ہم جانتے ہوئے (اُن کی نبوت و رسالت کا) اعتراف کریں تب اللہ رب العزت نے اُن کی تکذیب فرماتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی۔ ولما جاءهم كتاب من عند الله الآية یعنی جب ان کے پاس وہ کتاب آئی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی تھی اور ان کے پاس موجود کتاب اور صحائف کی تائید و تصدیق کرنے والی تھی جبکہ حال اُن کا یہ تھا کہ قبل ازیں صاحب کتاب یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کے خلاف توسل کرتے تھے مگر جب

عہ مصدق لما معهم وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكافرين۔

ان کی جانی پہچانی ہستی اُن کے پاس تشریف فرما ہوئی تو کافر ہوگئے اور اُن کی نبوت و رسالت کا انکار کردیا پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کفر کرنے والوں پر۔ قولہ تعالیٰ یستفتحون کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خروج وظہور کے ساتھ اہل کتاب مشرکین عرب پر اللہ تعالیٰ سے نصرت و اعانت طلب کرتے تھے پس جب اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور انہوں نے دیکھا کہ یہ تو اولاد اسماعیل علیہ السلام سے ہیں (اور ان کی نبوت تسلیم کریں۔ تو بنی اسرائیل سے نبوت کا انقطاع تسلیم کرنا پڑیگا جو کہ اُن کی نفسانی خواہشات کے برعکس تھا کیونکہ وہ نبوت کو فضل و عنایت ربانی کی بجائے خاندانی خصوصیت سمجھتے تھے) لہٰذا دیدہ دانستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کردیا اور آپ سے حسد کرنے لگے۔

(۱۶) حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے قول باری تعالیٰ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا کی تفسیر میں یوں منقول ہے کہ یہود محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے کفار عرب پر فتح طلب کرتے تھے اور یوں کہا کرتے تھے۔ اے اللہ وہ مقدس نبی مبعوث فرما جس کے اوصاف کمال اور نصرت جمال ہم توراۃ میں تلاوت کرتے ہیں تاکہ اُن کی معیت میں ہم اُن کفار کو قتل کریں اور انہیں کفر و شرک کی وجہ سے عذاب و عتاب میں مبتلا کریں۔ لیکن جب آپ کا ظہور بنی اسرائیل سے نہ ہوا تو عربوں پر حسد کرتے ہوئے آپ کے ساتھ کفر کیا۔

(۱۷) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مقوقس کے پاس گیا تو اس نے مجھے کہا کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی مرسل ہیں اور اگر آپ قبطیوں اور رومیوں پر چڑھائی کرکے غالب آجائیں تو وہ آپ کے مذہب اور ملت کی اتباع کریں گے۔ حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ میں اسکندریہ میں قیام پذیر رہا۔ وہاں کے ہر معبد میں داخل ہوا اور ان معابد و عبادت گاہوں کے اندر موجود تمام علما سے (وہ رومی تھے یا قبطی) دریافت کیا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کون سے اوصاف اپنی کتابوں اور صحیفوں میں پاتے ہیں اور ایک قبطی عالم جو کہ ابو یحنس والے معبد کا بڑا صدر الصدور اور راس العلماء تھا لوگ اس کے پاس اپنے مریض لاتے وہ اُن کے لیے دعا کرتا میں نے اُس سے زیادہ کوشش کے ساتھ کسی کو نمازیں ادا کرتے نہیں دیکھا تو میں نے اس سے کہا مجھے بتاؤ آیا انبیاء کرام علیہم السلام سے کسی کا ظہور و خروج ہونا ہے؟ اس نے کہا ہاں! آخر الزمان پیغمبر ابھی ظہور فرما ہوں گے اُن کے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ وہ ایسے نبی ہیں کہ عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے ہمیں اُن کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ وہ نبی امی عربی ہیں۔ نام نامی ان کا احمد ہے۔ نہ زیادہ طویل القامت ہیں نہ بالکل کوتاہ۔ ان کی آنکھوں میں باریک سرخ دھاریاں ہیں۔ نہ بالکل سفید ہیں اور نہ خالص گندم گوں (بلکہ ان کی رنگت مبارک یوں ہے جیسے چاندی پر سونے کا پانی چڑھا ہو) اپنے سر اور داڑھی مبارک کے بال بڑھائیں گے۔ موٹے کھردرے کپڑے استعمال کریں گے اور قلیل ترین خوراک پر کفایت و قناعت فرماویں گے۔ ان کی تلوار (جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے) ہر وقت اُن کے کندھے پر ہوگی اور انہیں اس امر کی کوئی پروا نہیں ہوگی کہ میری مڈبھیڑ کس سے ہو رہی ہے وہ بنفس نفیس

قتال وجہاد میں شریک ہوں گے اور ان کے یاران جانثار اُن پر اپنی جانوں کو قربان کریں گے۔ آنحضور پُر نور ان کے نزدیک اپنی اولاد سے بھی اور آباء سے بھی زیادہ محبوب و مکرم ہوں گے۔ ایسی زمین میں ان کا ظہور ہوگا جہاں خاردار درخت زیادہ ہوں گے اور ایک حرم (مکہ مکرمہ) سے دوسرے حرم (مدینہ منورہ) کی طرف منتقل ہوں گے اور ایسی زمین کی طرف ہجرت کریں گے جس میں کلمہ ہوگا اور کھجوریں اور دین ابراہیم علیہ السلام پر کاربند ہوں گے۔

مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں میں نے کہا ذرا اس محبوب کریم کے دلپذیر اوصاف کچھ اور بھی بیان کریں تو اس نے کہا وہ اپنی چادر و تہمد نصف پنڈلیوں تک باندھیں گے، وضو کریں گے اور ایسے مخصوص کمالات کے ساتھ ممتاز فرمائے جائیں گے جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حاصل نہیں ہوں گے۔ ان سے قبل ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور وہ تمام لوگوں کی طرف بھیجے جائیں گے۔ ان کے لیے تمام روئے زمین جائے نماز اور موجب طہارت (بطریق تیمم) بنادی گئی ہے جہاں کہیں نماز کا وقت ہوگا تیمم کرلیں گے اور نماز ادا کرسکیں گے اور جو ان سے قبل مبعوث ہوئے ان پر یہ پابندی عائد تھی کہ وہ صرف اپنی عبادتگاہوں میں ہی نمازیں ادا کرسکتے تھے۔

پھر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے مشرف باسلام ہوئے اور آپ کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا۔ حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کو پسند فرمایا کہ ان واقعات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی سنیں تو میں اُن کو دو تین دن یہ تفصیلات سناتا رہا۔

(۱۸) مروی ہے کہ ورقہ بن نوفل اور زید بن سعید دین حق کی تلاش اور معلومات حاصل کرنے کی غرض سے نکلے، یہاں تک کہ موصل میں ایک راہب کے پاس جا پہنچے۔ اس نے حضرت زید سے دریافت کیا تم کہاں سے آئے ہو۔ تو انہوں نے کہا ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ بیت اللہ سے۔ اس نے کہا کس امر کی تلاش ہے تو انہوں نے کہا دین حق کی۔ اس نے کہا گھر واپس ہو جاؤ کیونکہ تم جس دین برحق کی تلاش کر رہے ہو وہ عنقریب تمہارے علاقہ میں ظاہر ہو جائے گا تو وہ لبیک حقا حقا تعبدا ورقا۔ اے دین برحق تیرے حضور حاضر ہونے میں تجھ پر کاربند ہو کر یہ اللہ تعالیٰ کے عبادت گذار بنیں گے اور خدمت گذار غلام۔

(۱۹) خلیفہ ابن عبدہ منقری نے کہا میں نے محمد بن عدی سے دریافت کیا تجھے تیرے باپ نے محمد کے نام سے کیوں موسوم کیا (جبکہ یہ نام پہلے معروف و مروج نہیں تھا) تو اس نے کہا میں نے یہی سوال اپنے باپ سے کیا تھا تو اس نے کہا، ہم بنی تمیم کے چار آدمی گھر سے نکلے، ایک میں تھا اور دوسرا سفیان بن مجاشع بن دارم۔ تیسرا یزید بن عمرو بن ربیعہ، چوتھا اسامہ بن مالک بن جندب ہم ابن جفنہ غسانی سے ملنے کا ارادہ رکھتے تھے جب ہم شام میں پہنچے تو ایک تالاب پر اترے جس کے اردگرد چند چھوٹے چھوٹے درخت تھے اور اس کے قرب میں ایک عبادت خانہ تھا جس میں ایک راہب موجود تھا۔ اس نے ہماری طرف جھانکا اور کہا تمہاری بولی اس علاقہ اور شہر کی نہیں ہے (تم کہاں سے آئے ہو) ہم نے کہا واقعی ہم اجنبی

لوگ ہیں اور مسافر ہیں ہم نزم مضر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس نے کہا قبیلہ مضر کی دو شاخوں میں سے کونسی شاخ سے تعلق رکھتے ہو۔ ہم نے کہا خندف سے (جو کہ حضرت الیاس بن مضر کی زوجہ محترمہ تھیں یعنی ہم اولادِ الیاس و خندف سے ہیں) اُس نے کہا آگاہ رہو ابھی تمہارے اندر ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں لہٰذا جلدی ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔ ان سے اپنا مقدر د نصیبہ حاصل کر و رسیدھی راہ پالو گے بیشک وہ خاتم النبیین ہیں اور ان کا نام محمد ہے۔ جب ہم ابن جفنہ کے پاس سے لوٹے اور گھر پہنچے تو ہم چاروں کی نرینہ اولاد پیدا ہوئی اور ہر ایک نے اپنے لڑکے کا نام (اس امید پر) محمد رکھا کہ ہو سکتا ہے جس محمد خاتم النبیین کی بشارت اس راہب نے دی وہ ہم میں سے کسی کے فرزند ہوں اور ہمارا مقدر جاگ اٹھے)

(۲۰) حضرت سلمہ بن سلام بن وقش رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارا بنی عبد الاشہل میں ایک یہودی پڑوسی تھا۔ وہ ایک دن سرور انبیاء علیہ السلام کی بعثت سے تھوڑا عرصہ پہلے ہمارے پاس آیا حتیٰ کہ بنی عبد الاشہل کی مجلس میں آکھڑا ہوا۔ سلمہ کہتے ہیں کہ اس مجلس میں جتنے افراد موجود تھے ان سب سے کم عمر میں تھا مجھ پر چادر تھی جس میں لپیٹ کر اپنے گھر کے قریب کھلی جگہ میں لیٹا ہوا تھا۔ اس یہودی نے موت کے بعد زندہ ہونے، قیامت قائم ہونے کا ذکر کیا اور میزان و حساب، جنت و دوزخ کا بھی لیکن جس قوم سے وہ مخاطب تھا وہ مشرک تھے اور بت پرست وہ موت کے بعد زندہ ہونے کا اعتقاد ہی نہیں رکھتے تھے۔ تو انہوں نے کہا تجھ پر افسوس کیا تو ان امور کی حقانیت کا اعتقاد رکھتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ لوگ اپنی موت کے بعد ایسے جہان کی طرف منتقل ہوں گے جس میں جنت ہوگی اور دوزخ اور وہاں لوگوں کو اعمال کی جزاء و سزا دی جائے گی۔ اس نے کہا ہاں ضرور ایسا ہوگا قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے نام اقدس کی قسم کھائی جاتی ہے۔ مجھے تو یہ امر پسند ہے کہ اس جہنم کی آگ کے بدلے گھر میں ایک بہت بڑا تنور گرم کریں اور پھر مجھے اس میں ڈال کر اس کا منہ بند کر دیں مگر اس اخروی آگ سے نجات حاصل ہو جائے۔ اہل مجلس نے کہا تجھ پر افسوس یہ تو بتا تیرے اس دعویٰ کی دلیل اور اس کی حقانیت کی علامت و نشانی کیا ہے تو اس نے کہا وہ نبی مکرم جوان شہروں کی طرف سے مبعوث ہوں گے (اور مکہ مکرمہ و یمن کی طرف اشارہ کیا) انہوں نے کہا ہم اس نبی کو کب دیکھیں گے۔ سلمہ کہتے ہیں اس نے مجھے دیکھا جب کہ میں سب سے نوعمر تھا اور کہا کہ اگر یہ لڑکا اپنی عمر پوری کرلے تو ان کو پالے گا۔ حضرت سلمہ فرماتے ہیں گردش دوراں جاری رہی اور نبی آخر الزمان کا وقت ظہور آپہونچا ابھی وہ یہودی ہمارے درمیان زندہ تھا ہم تو مشرف بایمان ہوئے مگر اس نے حسد و عناد کی وجہ سے کفر کیا ہم نے اُسے کہا تیرے لیے ہلاکت ہو تو وہی نہیں ہے جو ہمیں پیغمبر آخر الزمان کے یہ اوصاف و کمالات اور علامات و نشانات بتلاتا تھا اس نے کہا میں ہوں تو وہی مگر (نعوذ باللہ) یہ نبی وہ نبی نہیں ہیں (ایں سعادت بزور بازو نیست ۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ)

(۲۱) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو جنت میں داخل کرنے کے لیے اپنے حبیب پاک علیہ السلام والصلوٰۃ کو یہودیوں کی عبادت گاہ میں پہنچایا ہوا یوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کنیسہ میں

داخل ہوئے تو ناگاہ یہود کا مجمع لگا ہوا تھا ایک یہودی ان کے سامنے تورات پڑھ رہا تھا جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت والا مقام آیا تو وہ سب چپ ہو گئے اس کنیسہ کے ایک گوشہ میں ایک مریض آدمی بیٹھا تھا جب آپ نے فرمایا کیا بات ہے تم کیوں رک گئے ہو تو اس مریض نے کہا یہ نبی آخر الزمان کی تعریف پر پہنچے ہیں تو رک گئے ہیں حتیٰ کہ مریض گھٹنوں کے بل چلتا ہوا آیا تورات کو اپنے ہاتھوں میں لیا اس کی تلاوت کی اور حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت وصفت تلاوت کی۔ عرض کیا یہ ہے آپ کی صفت و ثنا اور آپ کی امت کے محامد و محاسن اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے اور بیشک تم اللہ تعالےٰ کے رسول برحق ہو پھر اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے صحابہ اپنے اس بھائی کو (تجہیز و تکفین کر کے اور نماز جنازہ پڑھ کے) دفن کرو۔

(۲۲) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تُبّع مدینہ طیبہ میں آیا اور وادی قناۃ کے کنارے اترا تو علماء یہود کے پاس آدمی بھیجا اور کہا کہ میں اس شہر کو خراب و برباد کرنا چاہتا ہوں حتیٰ کہ یہودیت یہاں جڑ بھی نہ پکڑ سکے اور مذہبی معاملہ فقط دین عرب کی طرف عود کر آئے تو سامول یہودی نے جو کہ ان سب میں سے بڑا عالم تھا تبع سے کہا اے بادشاہ اس شہر کی طرف اولاد اسماعیل علیہ السلام سے پیدا ہونے والے پیغمبر علیہ السلام ہجرت کریں گے جن کا مقام ولادت مکہ مکرمہ ہے اور یہ انکا دار ہجرت ہے اور تو جس مقام پر اب موجود ہے یہاں عظیم قتال ہوگا اور لوگ ہلاک اور زخمی ہوں گے کچھ اس نبی اکرم کے اصحاب اور کچھ ان کے اعداء و مخالفین تبع نے پوچھا تو اُن کے ساتھ قتال کون کرے گا جبکہ بقول تمہارے وہ نبی ہوں گے (اور انبیاء سے حرب و قتال کی جرأت کوئی دیندار کیسے کر سکتا ہے) تو یہودی عالم نے جواب دیا کہ ان کی قوم کے کفار و مشرک ان پر حملہ آور ہو کر آئیں گے اور یہاں قتال کریں گے۔

تبع نے پوچھا تو اس پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کا مزار شریف کہاں ہوگا اس نے جواب دیا اسی شہر (مدینہ منورہ) میں تبع نے پوچھا جب اُن سے قتال کیا جائے گا تو اس کا انجام کیا ہوگا اور کس کا پلڑا بھاری ہوگا۔ سامول نے تبلایا کبھی اُن کے حق میں اور کبھی اُن کے خلاف اور اس مقام میں جہاں تو موجود ہے اُن کے غلام و جانثار شہید کیے جائیں گے۔ اس قسم کا قتل ان پر کبھی وارد نہیں ہوا ہوگا پھر انجام کار غلبہ و فتح انہی کی ہوگی حتیٰ کہ پھر کوئی ان سے نزاع و اختلاف کی جرأت نہیں کر سکے گا۔

تبع نے دریافت کیا اُن کے اوصاف و علامات کیا ہیں تو سامول بولا وہ درمیانہ قد ہوں گے نہ بہت دراز قد اور نہ پستہ قامت۔ اُن کی آنکھیں سُرخ دھار بدار ہوں گی۔ اونٹ پر سواری فرمائیں گے اور سادہ کھردری چادر استعمال کریں گے اُنکی تلوار (بغرض جہاد و اعلاء کلمۃ اللہ) اُن کے کاندھے پر ہوگی۔ وہ اس امر کی پروا نہیں کریں گے کہ ان کا مقابل و مخالف کون ہے۔ حقیقی بھائی یا چچازاد یا چچا حتیٰ کہ اُن کا دین و مذہب غالب ہو کر رہے گا۔

تبع نے سامول کی زبانی جب یہ تفصیلات سنیں تو کہا پھر اس شہر کا تباہ کرنا میرے بس سے باہر ہے اور نہ ہی

یہ مناسب ہے کہ اس کی خرابی میرے ہاتھوں ہو۔ تب وہ یمن کی طرف لوٹ گیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تبع نے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت نبوت کا اعتراف و اقرار نہ کر لیا دنیا سے رخصت نہیں ہوا کیونکہ یہود یثرب اس کو خبر و اطلاع دیتے تھے اور یقیناً تبع حالت اسلام میں دنیا سے رخصت ہوا۔

(۲۳) زبیر بن باطا نے جو سب یہود سے زیادہ صاحب علم و بصیرت تھا۔ کہا کہ میں نے ایک صحیفہ دیکھا جو میرا باپ مجھ سے چھپاتا تھا اس میں احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تھا یعنی وہ نبی ہیں جو خار دار درختوں والے علاقہ میں ظہور فرما ہوں گے اور ان کی فلاں فلاں علامات ہیں تو زبیر بن باطا لوگوں کو اس صحیفہ کے مندرجات بیان کیا کرتا تھا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مبعوث نہیں ہوئے تھے جونہی اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ میں ظہور فرما ہونا سُنا تو اس صحیفہ کو مٹا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور صفات کمال کو چھپانا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ یہ وہ نبی موعود نہیں ہیں۔

(۲۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بنو قریظہ و بنو النضیر اور فدک و خیبر کے یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کمال اور صفات جمال کو قبل از بعثت جانتے تھے اور یہ بھی اُن کو معلوم تھا کہ ان کا مقام ہجرت مدینہ طیبہ ہے جب سرکار دو عالم علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تب بھی علمائے یہود نے علانیہ تسلیم کیا اور بشارت دی کہ آج رات احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء پیدا ہو گئے اور یہ ستارہ جو اُن کی علامت ولادت ہے طلوع ہو چکا ہے۔ جب آپ نے دعویٰ نبوت فرمایا تو انہوں نے اس امر کا اعلان بھی کیا کہ اب انہوں نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور ان کے اعلان نبوت کی نشانی و علامت اس ستارہ کا طلوع ہے مگر اس قدر معرفت نامہ کے حصول اور بارہا کے اقرار و اعتراف اور لوگوں کے سامنے آپ کی توصیف و تعریف کرنے کے باوجود محض حسد و عناد کی بنا پر انکار کر دیا۔

(۲۵) حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک یہودی مکہ شریف میں سکونت پذیر ہو گیا جو کہ منیٰ کے میدان میں مختلف اشیاء کی تجارت کرتا تھا جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب ولادت آئی تو قریش کی ایک مجلس میں آکر کہا تمہارے یہاں آج رات کوئی بچہ پیدا ہوا ہے انہوں نے کہا ہمیں تو معلوم نہیں ہے اس نے کہا اے گروہ قریش دیکھو (کہ بچہ متولد ہوا ہے یا نہیں) اور میری اس بات کو اچھی طرح یاد کر لو جو میں بیان کرنے والا ہوں آج کی رات اس امت کا نبی مرسل احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء متولد ہوا ہے اُس کے دو کندھوں کے درمیان سیاہی مائل گوشت پارہ ہے جس میں چند بال ہیں۔

قوم قریش کے وہ افراد جو اس مجلس میں بیٹھے تھے تیزی سے اُٹھے اور وہ اس کی بات پر متعجب و حیران تھے۔ گھر جا کر اپنے گھر والوں سے بات کی تو ان میں سے بعض کو بتلایا گیا کہ آج رات حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور ان کا نام (اُن کے جد امجد نے) محمد رکھا ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

وہ قریشی اس یہودی کے پاس آئے اور کہا، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ہم میں آج رات ایک فرزند ارجمند کی ولادت باسعادت ہوئی ہے۔ تو اس نے پوچھا کہ میرے بتلانے کے بعد یا اس سے قبل انہوں نے کہا اس سے قبل اور ان کا نام احمد ہے تو اس نے کہا مجھے بھی وہاں لے چلو۔ وہ قریشی اس کو ساتھ لے کر چلے حتیٰ کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنا لخت جگر نور نظر ان کو دکھایا اور یہودی نے اپنی بیان کردہ علامت یعنی کندھوں کے درمیان سیاہی مائل گوشت پارہ جس پر چند بال تھے، دیکھی تو اس پر غشی کا عالم طاری ہو گیا پھر ہوش میں آیا تو لوگوں نے کہا افسوس ہے تجھ پر، تجھے کیا ہو گیا (تجھے ایسی مقدس ہستی کی زیارت سے خوشی ہونی چاہیے تھی تو اس طرح کوہ رنج و الم کے نیچے دبا کیوں دکھائی دیتا ہے) اس نے کہا (میرے غم واندوہ کی وجہ یہ ہے) کہ نبوت بنی اسرائیل سے نکل گئی اور آسمانی کتاب بھی ان کے ہاتھ سے نکل گئی اور یہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ پیغمبر (یہود کے جمود واستکبار اور حسد وعناد کی بنا پر) ان کو قتل کریں گے اور ان کے علماء بھی تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ عرب نبوت و رسالت کے ساتھ بہرہ ور ہو گئے۔ اے جماعت قریش کیا تم اس خبر سے خوش ہوئے یا نہیں؟ آگاہ رہو بخدا وہ تمہیں ان بلندیوں تک پہنچائیں گے، جن کی خبر مشرق و مغرب تک پھیلے گی۔

(۲۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا یہود کے دارالتدریس میں تشریف لائے تو فرمایا میرے پاس وہ شخص لاؤ جو تم سب سے زیادہ صاحب علم ہے انہوں نے کہا ایسا شخص عبداللہ بن صوریا ہے۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس سے علیحدگی میں بات کی اور اس کو اس کے دین یہودیت کا اور اللہ تعالےٰ کے مخصوص انعامات کا من وسلویٰ کھلانے کا اور بادلوں کے ذریعے سایہ کرانے اور دھوپ کی کلفت سے بچانے کا واسطہ دے کر پوچھا کہ تو میری نبوت پر یقین رکھتا ہے یا نہیں۔ اس نے کہا بخدا میں یقین رکھتا ہوں اور قوم یہود بھی وہ جانتی اور مانتی ہے جو میں قلبی طور پر جانتا اور مانتا ہوں اور تمہارے اوصاف وعلامات ان کی کتاب میں صاف صاف بیان کر دیے گئے ہیں لیکن وہ حسد وعناد کی وجہ سے زبانی اعتراف نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا پھر تو کیوں دل وجان سے مجھ پر ایمان نہیں لے آتا اس نے کہا میں اپنی قوم کی مخالفت کرنا پسند نہیں کرتا ہو سکتا ہے وہ عنقریب تمہاری اتباع کریں اور مسلمان ہو جائیں تو میں بھی اسلام لے آؤں گا۔

(۲۷) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یہود کے پاس درس تورات کے وقت میں آتا تھا تو میں تورات کی قرآن مجید سے موافقت پر حیران ہوتا۔ انہوں نے کہا اے عمر تم سے بڑھ کر ہمیں کوئی شخص محبوب و پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ تم ہمارے پاس آتے ہو اور درس سنتے ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں صرف اس لیے آتا ہوں کہ تورات کے ذریعے قرآن مجید کی تائید وتصدیق سن کر قلبی سرور حاصل کروں اور اپنے دین اور ایمان میں اور زیادہ پختگی پیدا کر لوں۔ فرماتے ہیں جس وقت میں ان کے

پاس موجود تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گذر ہوا۔ انہوں نے کہا یہ ہیں تمہارے رسول۔ تو میں نے کہا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اور اس کتاب کی جو تم پر نازل کی گئی کیا تم یقیناً جانتے نہیں ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں۔ ان کے رئیس اور سردار نے کہا کہ اب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم دی ہے لہٰذا ان کو سچی بات بتلاؤ تو انہوں نے کہا تو ہمارا بڑا رئیس اور فاضل ہے لہٰذا تو ہی بتلا تو اس نے کہا سچی بات یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا کہ پھر تمہیں گمراہی وضلالت والی ہلاکت میں کس نے ڈالا ہے۔ جب تم یقین رکھتے ہو کہ وہ سچے رسول ہیں، پھر اتباع کیوں نہیں کرتے۔

انہوں نے کہا ملائکہ میں سے بعض ہمارے دشمن ہیں اور بعض دوست۔ دشمن ہمارا تو جبرئیل ہے (نعوذ باللہ) جو کہ عذاب وعقاب نازل کرنے والا ہے اور صاحب خسف ومسخ اور دوست ہمارا اسرافیل ہے جو کہ رافت ورحمت اور خوشحالی کا مالک ہے میں نے کہا میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ جبرئیل علیہ السلام کے لیے یہ حلال وجائز نہیں کہ میکائیل علیہ السلام کے دوستوں سے عداوت رکھیں اور نہ میکائیل علیہ السلام کے شایان شان ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے دشمنوں سے صلح کریں اور دوستی قائم کریں۔

پھر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سامنے سے تشریف لائے ہوئے ملے اور فرمایا کیا میں تجھے وہ آیات نہ پڑھاؤں جو ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھ پر نازل ہوئی ہیں۔ تو آپ نے یہ آیت مقدسہ تلاوت فرمائی قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ الآیۃ یعنی فرما دیجیے جو جبرئیل علیہ السلام کا دشمن بنتا ہے تو بنے (وہ ان کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے) کیونکہ انہوں نے تو کلام مجید کو آپ کے دل اقدس پر اللہ تعالیٰ کے امر سے نازل کیا ہے جب کہ وہ کلام وقرآن پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور سراپا ہدایت وبشارت ہے ایمان لانے والوں کے لیے۔ میں نے عرض کیا بخدا میں تو آپ کی خدمت میں اسی لیے حاضر ہو رہا ہوں تاکہ یہود کی بات آپ سے عرض کروں مگر لطیف وخبیر خداوند قدوس نے میرے عرض کرنے سے پہلے آپ کو بتلا دیا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے ان واقعات کے بعد اپنے آپ کو دین خداوندی دین اسلام کے معاملہ میں پتھر سے بھی زیادہ سخت پایا۔

(۲۸) ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اور امیہ بن ابی الصلت تجارت کے لیے ایک قافلہ میں شام کی طرف نکلے۔ جب بھی دوران سفر ہم کہیں پڑاؤ ڈالتے تو وہ اپنے سامان سے ایک صحیفہ نکال کر ہمیں سنانے لگتا۔

ہم اسی طرح سفر کی منازل طے کرتے رہے یہاں تک کہ نصاریٰ کے ایک دیہات میں جا پہنچے انہوں نے امیہ کو دیکھ کر پہچان لیا اور اسے ہدیے تحفے پیش کیے اور پھر وہ ان کے ساتھ ان کی عبادتگاہ میں گیا۔ دوپہر کے وقت واپس آیا تو اپنے پہلے دونوں کپڑے اتار کر پھینک دیے اور دو نئے سیاہ رنگ کے کپڑے نکال کر پہن لیے پھر مجھے کہا اے ابوسفیان کیا تم نصاریٰ کے ایک ایسے عالم کی ملاقات میں کوئی دلچسپی رکھتے ہو جس پر ریاست علم ختم ہے جو چاہو اس سے پوچھو

اور ہر سوال کا تسلی بخش جواب حاصل کرو ابو سفیان نے کہا۔ مجھے تو اس کی ملاقات کا کوئی شوق نہیں۔

وہ اکیلا چل دیا اور رات گئے واپس آیا اس نے کپڑے اتار پھینکے پھر بستر پر پڑا رہا مگر نہ تو اس کو نیند آئی اور نہ ہی اٹھا بلکہ صبح تک کروٹیں بدلتا رہا۔ صبح ہوئی تو انتہائی نڈھال اور غمگینی و پریشانی کی حالت میں تھا نہ اس نے ہم سے کلام کیا اور نہ ہی ہم نے اس کو بلایا۔ ہم نے دو رات سفر کیا مگر وہ اسی غم و الم میں مبتلا تھا تو میں نے مہر سکوت توڑتے ہوئے اس کو بلایا اور کہا کہ میں نے اس امر کی مانند موجب رنج و الم کوئی چیز نہیں دیکھی جس کے ساتھ تو اپنے نصرانی عالم کے پاس سے واپس لوٹا ہے۔

اس نے کہا میرا سارا رنج و الم صرف اپنے انجام اور اخروی ٹھکانہ کی وجہ سے ہے۔

میں نے اسے کہا کہ کیا تیرا کوئی دوسرا ٹھکانا اور جائے بازگشت بھی ہے (کیونکہ ابھی تک ہمیں اسلامی تعلیمات سے واقفیت نہیں تھی) اس نے کہا بخدا میں ضرور مروں گا اور مجھ سے اعمال و افعال کا حساب لیا جائے گا۔

میں نے اس سے کہا کیا تو میری پناہ و امان قبول کرتا ہے۔

اس نے کہا کس بنا پر اور کس امر کی پناہ، میں نے کہا اس امر کی کہ تو مرنے کے بعد نہ تو اٹھایا جائے گا اور نہ تجھ سے حساب لیا جائے گا تو وہ ہنس دیا اور کہنے لگا کیوں نہیں بخدا ہم ضرور مرنے کے بعد زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور حساب کے لیے بارگاہ خداوندی میں پیش کیے جائیں گے اور اہل طاعت جنت میں داخل ہوں گے جب کہ اہل معصیت و بدکردار دوزخ میں داخل ہوں گے۔

میں نے اس سے پوچھا پھر تو کس جماعت میں ہے اور تیرا ٹھکانا کہاں ہے۔ تجھے تیرے عالم ہمہ دان نے کیا بتایا ہے اس نے کہا یہ بات تو اسے نہ اپنے متعلق معلوم ہے اور نہ میرے متعلق۔

ہم نے وہ رات اسی حالت میں گذاری وہ ہماری جہالت پر تعجب کرتا تھا اور ہم بزعم خویش اس کی خلاف عقل بات پر ہنستے رہے۔ الغرض سفر کرتے کرتے غوطہ دمشق میں جا پہنچے اپنا سامان بیچا اور دو ماہ وہاں قیام کیا۔ وہاں سے کوچ کیا تو پھر نصاریٰ کے ایک قصبہ میں اترے جب انہوں نے امیہ کو دیکھا تو اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ہدایا و تحائف پیش کیے وہ بھی ان کے ساتھ معبد میں چلا گیا حتیٰ کہ دوپہر کو واپس ہوا۔ اپنے دونوں سیاہ کپڑے پہن کر پھر چلا گیا۔ اور کہیں رات گئے واپس آیا۔ اپنے کپڑے اتار پھینکے اور خود بھی دھڑام سے بستر پر گر پڑا قسم ہے خدائے ذوالجلال کی رات بھر نہ سویا اور نہ اٹھا صبح کو انتہائی پژمردگی اور غمگینی کی حالت میں بستر کو چھوڑا اور چپ سادھے ہوئے تھا نہ ہم سے اس نے کلام کیا اور نہ ہی ہم نے اس کو پوچھا۔

ہم نے چند شبانہ روز سفر کیا پھر اس نے کلام کیا اور مجھے کہا اے صخر (ابو سفیان) مجھے عتبہ بن ربیعہ کے متعلق بتلایئے کہ وہ حرام کاموں اور ظلم و زیادتیوں سے گریز و پرہیز کرتا ہے؟ میں نے کہا بخدا وہ ان امور سے مجتنب ہے، پھر پوچھا وہ صلہ

رحمی کرتا ہے اور اس کا حکم بھی دیتا ہے ؛ میں نے کہا بالکل۔ اس نے دریافت کیا کہ وہ نجیب الطرفین (ماں اور باپ کے سلسلہ نسب کے لحاظ سے باعزت) ہے اور اپنے قبیلہ میں افضل و اعلیٰ ؛ میں نے کہا ہاں۔ اس نے استفسار کیا۔ قریش میں اس سے کوئی شرف و فضیلت میں زائد و فائق بھی ہے ؟ میں نے کہا واللہ ہرگز نہیں۔ اس نے سلسلہ سوالات جاری رکھتے ہوئے کہا کیا وہ محتاج و فقیر ہے۔ میں نے کہا نہیں وہ تو بڑا مالدار ہے۔ اس نے دریافت کیا۔ اس کی عمر کہاں تک پہنچی ہے میں نے کہا ستر کے قریب ہے۔ اس نے کہا تو پھر عمر اور مالداری نے اس کو نااہل کر دیا اور معیوب بنا دیا۔ میں نے کہا واللہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہی دو چیزیں تو اس کے فضل و شرف کا موجب ہیں۔ اس نے کہا ہاں دنیاوی طور پر تو یوں ہی ہے (مگر میرا مقصد کچھ اور ہے)

پھر اس اجمال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اس نے کہا تو نے جب مجھے دیکھا کہ میں نصرانی عالم کے پاس گیا تو میں نے اس سے اس پیغمبر آخر الزمان کے متعلق دریافت کیا جن کا سب زمانہ اس وقت منتظر ہے۔ تو اس نے مجھے بتایا کہ وہ عرب سے ہوں گے اور اس گھر کے پڑوسیوں سے ہوں گے جس کی عرب حج و زیارت کرتے ہیں۔ میں نے کہا ہمارے ہاں ہی وہ گھر ہے جس کا حج کیا جاتا ہے تو اس نے کہا وہ ہستی تمہاری برادری اور پڑوسی قوم قریش سے ہے نہ کہ تم سے تو مجھے وہ غم و اندوہ لاحق ہوا جو کبھی دیکھنے سننے میں نہیں آیا۔ کیونکہ میرے ہاتھ سے دنیا و آخرت کی فوز و فلاح اور کامیابی و کامرانی نکلی جا رہی ہے۔ میں تو یہ امید رکھے ہوئے تھا کہ میں ہی وہ موعود و منتظر نبی ہونگا۔ ابوسفیان بولے تو پھر اس ہستی کے اوصاف اور علامات و نشانات تو بیان کر۔ اس نے کہا وہ بوقت اعلان نبوت جوان ڈھلتی عمر والے ہوں گے۔ ابتدائی حالت اُن کی یہ ہو گی کہ بداعمالیوں اور ظلم و تعدی سے گریز کرنے والے ہوں گے۔ صلہ رحمی خود بھی کریں گے اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیں گے۔ مال و دولت سے (بظاہر) خالی ہاتھ ہوں گے (مگر کونین کی نعمتیں اُن کے ملک میں ہوں گی اور سارا زمانہ اُن کے دسترخوان جود و کرم سے فیضیاب ہو گا) ننھیال کی طرف سے بھی عظیم المرتبت ہوں گے اور آباؤ اجداد کے لحاظ سے بھی اور اپنی قوم میں انتہائی عزت و عظمت کے مالک۔ ان کا لشکر بالعموم ملائکہ آسمانی ہوں گے۔ میں نے پوچھا کہ ان کی علامت ظہور کیا ہے تو اس نے تبلایا کہ شام کی زمین پر عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد سے اب تک اسّی (۸۰) زلزلے آئے ہیں اور ہر ایک میں عظیم ابتلاء و شدت تھی اور ابھی ایک ایسا زلزلہ باقی ہے جو سارے شام کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔ اور بہت شدت و مصیبت درپیش ہو گی۔ اس کے بعد اس نبی کریم کا ظہور ہو گا (اور شام کی شامت ٹل جائے گی)

میں نے کہا جو کچھ تو نے بیان کیا ہے یہ تو بالکل غلط و باطل ہے اگر نبی اللہ تعالیٰ نے بھیجنا ہے تو لا محالہ عمر رسیدہ اور مالدار ہی بھیجے گا۔ امیہ نے کہا جس ذات اقدس کی قسم کھائی جا سکتی ہے میں اس (اللہ تعالیٰ) کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے جو کچھ کہا ہے وہ حقیقت ہے۔

ہم وہاں سے چلے حتیٰ کہ جب مکہ شریف اور ہماری قیامگاہ میں صرف دو دن کی مسافت تھی، ہمیں پیچھے سے ایک

سوار آملا تو ناگاہ وہ یہ خبر جانکاہ سنا رہا تھا کہ تمہارے بعد شام کو ایک عظیم زلزلہ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اہل شام کو تباہ کر دیا اور انہیں عظیم مصائب میں مبتلا کر دیا تو امیہ بولا اے ابوسفیان کیا خیال ہے میری بات درست ہے یا نہیں؛ میں نے کہا بخدا امیر الگمان بھی یہی ہے کہ تیرے عالم نے تجھے صحیح اطلاع دی ہے۔

مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد چند روز قیام کیا اور میں پھر تجارت کے لیے حبشہ کو چلا گیا۔ پانچ ماہ وہاں قیام کیا واپس ہوا تو لوگ مجھے ملنے اور دُعا سلام کرنے آئے اور سب سے آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے جبکہ میری بیوی ہندہ اپنے بچوں کو کھیل کود میں مصروف رکھے ہوئے تھی تو آپ نے سلام دیا، خوش آمدید کہا اور مجھ سے سفر اور واپسی کی تفصیلات دریافت کیں اور پھر تشریف لے گئے۔ میں نے دل میں سوچا یہ جوان بھی عجیب ہے۔ قریش کے ہر فرد کا میرے پاس سامان تجارت تھا ان سب نے اس کے متعلق اور قیمت فروخت کے متعلق دریافت کیا اور سامان ان کا بھی میرے پاس تھا اور یہ ان سے زیادہ مالدار بھی نہیں ہیں مگر انہوں نے اس کے متعلق بات ہی نہیں کی تو ہندہ بولی تمہیں اُنکی شان معلوم نہیں ہے۔ تو میں نے گھبرا کر پوچھا ان کی شان کیا ہے۔ اس نے کہا وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالےٰ کا رسول ہوں تو مجھے نصاریٰ کی بات یاد آگئی اور میں غمگین ہو گیا۔

مکہ مکرمہ سے نکلا طائف میں پہنچا امیہ سے ملاقات کی اور دریافت کیا کہ نصاریٰ والی بات یاد ہے؛ بولا ہاں یاد ہے میں نے کہا پھر وہ تو پوری ہو گئی ہے۔ اس نے پوچھا کون ہیں وہ؛ میں نے جواب دیا وہ محمد بن عبداللہ ہیں (علیہ السلام) یہ خبر سنتے ہی اس کا پسینہ چھوٹ گیا اور کہنے لگا کہ اگر ان کا ظہور میری زندگی میں ہوا تو ......

میں یمن کی طرف چلا گیا واپس آیا تو امیہ کے ہاں ٹھہرا اور اس سے کہا اس ہستی کی شان اور صفات و علامات تو وہی ہیں جو تجھ کو معلوم ہو چکیں تو پھر ان سے دور کیوں ہے (اور ایمان لا کر شرف غلامی سے مشرف کیوں نہیں ہو جاتا) تو اس نے کہا کہ میں ثقیف کے علاوہ کسی قوم میں پیدا ہونے والے رسول کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہوں (نعوذ باللہ من ھذا)

(۲۹) عاصم بن عمر بن قتادہ اپنی قوم کے چند آدمیوں سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے اسلام کا موجب و باعث اللہ تعالےٰ کی رحمت و ہدایت کے ساتھ ساتھ یہود سے سُنے ہوئے واقعات و تفصیلات ہیں۔ ہم تو مشرک اور بت پرست تھے اور وہ صاحب کتاب۔ ان کو جو کچھ معلوم تھا ہمیں معلوم نہ تھا۔ اُن کے اور ہمارے درمیان ہمیشہ لڑائیاں جھگڑے ہوتے تھے جب ہم ان کو ایسا نقصان پہنچاتے جو انہیں شدت سے محسوس ہوتا اور سخت پریشانی میں مبتلا ہوتے تو ہمیں کہتے نبی آخر الزمان کے ظہور و خروج کا وقت ابھی آیا چاہتا ہے۔ ہم ان کی اتباع کریں گے اور اُن کے ساتھ مل کر تمہیں اس طرح نیست و نابود کریں گے جیسے کہ عاد و ارم کا صفحہ ہستی سے نام و نشان مٹا دیا گیا ہے۔

یہی بات ہم ان سے بارہا سُنا کرتے تھے مگر جب اللہ تعالےٰ نے نبی پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوات کو مبعوث فرمایا تو ہم نے فوراً ان کی دعوت پر لبیک کہا۔ جن کا وعدہ وہ ہمیں دیتے تھے ہم نے ان کو پہچان لیا اور ان سے

پہلے ان کی غلامی میں داخل ہو گئے۔ ہمیں شرفِ ایمان و اسلام نصیب ہوا اور وہ کفر و انکار کی وجہ سے ذلیل و رسوا ہوئے یہ آیات مقدسہ ہمارے اور انُ کے حق میں ہی نازل ہوئی ہیں۔

ولما جاءھم کتاب من عند اللہ مصدق لما معھم ــــــ الی قولہ ــــــ فلعنۃ اللہ علی الکافرین۔

اور جب ان کے پاس اللہ تعالےٰ کی طرف سے کتاب آئی جو ان کی کتابوں کی تصدیق و تائید کرنے والی ہے اور حال انکا یہ ہے کہ قبل ازیں اس رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وسیلہ جلیلہ سے کفار کے خلاف نصرت و غلبہ طلب کرتے تھے مگر ان کی جانی پہچانی ہستی تشریف لائی تو کفر و انکار کا ارتکاب کیا پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے سب کفار پر۔

(۳۰) عاصم کہتے ہیں مجھے بنو قریظہ کے ایک بزرگ شخص نے کہا کیا تمہیں خبر ہے کہ ثعلبہ بن سعید اسد بن سعید اور اسد بن عبید جو کہ بنی ذھل کے افراد ہیں اور بنو قریظہ کی برادری، یہ اسلام میں کیسے داخل ہوئے جبکہ زمانۂ جاہلیت میں ان کے ساتھ تھے پھر اسلام لا کر ان سے سبقت لے گئے اور انُ کے سردار بن گئے۔ میں نے کہا مجھے تو اس کا علم نہیں ہے اس نے سبب بیان کرتے ہوئے کہا کہ اہل شام میں سے ایک یہودی ابن الہیبان نامی زمانۂ اسلام سے قبل ہمارے پاس آیا اور یہیں قیام کیا ہم نے کسی شخص کو اس سے بہتر نمازیں ادا کرتے نہیں دیکھا جب بارش نہ ہوتی اور قحط سالی ہو جاتی وہ ہمارے لیے بارش کی دعا کرتا تو ہمیں باران رحمت نصیب ہو جاتی جب اس کا وقت وفات آیا تو اس نے یہود کی جماعت کو بلا کر کہا تم جانتے ہو میں اس تنگدستی اور بھوک والے علاقہ میں کیونکر آیا اور کونسا امر اس کا موجب و باعث بنا، ہم نے کہا تو ہی بہتر جانتا ہے۔ وہ بولا میں اس شہر میں اس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں اور انُ کے لیے آنکھیں فرشِ راہ کرنے حاضر ہوا تھا جن کا زمان ظہور آن پہنچا ہے اور یہ شہر ان کا دار ہجرت ہے مجھے امُید تھی کہ میری زندگی میں مبعوث ہوں گے اور میں ان کا طوق غلامی گلے کا ہار بناؤں گا اگر میرے بخت نے میری مدد نہیں کی اور میں اس سعادت سے بہرہ ور نہیں ہو سکا خیال رکھنا ان کا زمان ظہور بالکل قریب ہے اور یہ نہ ہو کہ لوگ تم سے پہلے مشرف باسلام ہو جائیں اور تم محروم رہو۔ یقین جانیے وہ اپنے مخالفین کے قتل، ان کی اولاد اور بیوی بچوں کو غلام بنانے کے اذن و حکم کیساتھ مبعوث ہوں گے۔ تمہیں یہ امر کہیں ان سے دور نہ کر دے۔

جب اللہ رب العزت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ نے (بنو قریظہ کی عہد شکنی اور مشرکین مکہ کی امداد و اعانت پر ان کے خلاف کاروائی فرماتے ہوئے) محاصرہ فرمایا تو بنی ذھل کے ان جوانوں نے حقیقت حال کو بھانپ لیا حالانکہ نوخیز و نوعمر تھے اور بنو قریظہ (کے بڑے بزرگوں) سے کہا بخدا یہ وہی نبی ہیں جن کی تمہیں ابن الھیبان نے خبر دی تھی اور تاکید کی تھی۔ انہوں نے کہا نہیں یہ وہ نبی نہیں ہیں، انہوں نے کہا کیوں نہیں بخدا یہ بالکل وہی ہیں وہ قلعہ سے نکل کر نیچے اتر آئے۔ اسلام لا کر اپنی جان مال اور بال بچوں کی جان بچالی۔ (مگر بنو قریظہ دیدہ دانستہ حق سے روگردانی کی سزا بھگت کر رہے اور بے نام و نشان ہو گئے)۔

(۳۱) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دین حق کی تلاش میں راہبوں کا مصاحب و خدمت گذار بنا

اور یکے بعد دیگرے مختلف راہبوں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آخر میں جب راہب کے پاس گیا۔ اس نے کہا اے بیٹا میں حلفیہ طور پر کہہ سکتا ہوں کہ جس طریقہ پر ہم ہیں تم کسی بھی جگہ چلے جاؤ، اس جیسے مقدس مذہب و مسلک پر اور کوئی کاربند نہیں نظر آئے گا۔ مگر اب اس نبی مکرم رسول معظم کا زمان ظہور قریب آچکا ہے جو دین ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ عرب کی سرزمین پر قدم رنجہ فرمائیں گے اور اس مقدس خطہ کی طرف ہجرت کریں گے جو دو ریگستانوں کے درمیان ہے اور وہاں کھجوریں ہیں، ان کی علامات صدق اور امارات حقانیت کسی پر مخفی نہیں رہیں گی، ہدایا و تحائف تو قبول فرمالیں گے اور تناول بھی فرمالیں گے مگر صدقہ کا مال نہیں کھائیں گے۔ اُن کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت[عـ۵] ہو گی۔

(۳۲) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں بصریٰ کے بازار میں پہنچا تو اچانک ایک راہب اپنے عبادت خانہ میں پکار کر کہہ رہا تھا میلہ پر آنے والے لوگوں سے پوچھو کیا تم میں کوئی اہل حرم سے بھی ہے حضرت طلحہ نے کہا کہ میں ہوں اہل حرم سے، کہیے کیا بات ہے۔ اس نے پوچھا ابھی مکہ مکرمہ میں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ظہور نہیں ہوا میں نے کہا۔ وہ احمد کون ہیں؟ اس نے کہا وہ عبدالمطلب کے نور نظر ہیں اور یہ ہے اُن کے ظہور کا مہینہ۔ وہ آخری پیغمبر ہیں، ان کا مقام ولادت و ظہور حرم مکہ ہے اور دار ہجرت وہ زمین جہاں کھجوریں پہاڑیاں اور کلری زمین ہے۔

حضرت طلحہ فرماتے ہیں۔ راہب کی بات میرے دل میں گھر کر گئی۔ میں وہاں سے مکہ شریف آگیا اور دریافت کیا میرے بعد کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ لوگوں نے بتلایا ہاں۔ محمد بن عبد اللہ جن کو ہم سب امین جانتے اور مانتے تھے انہوں نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور ابوبکر بن ابی قحافہ نے اُن کی اتباع کی ہے اور ان کی غلامی اختیار کر لی ہے۔

میں گھر سے نکلا سیدھا ابوبکر صدیق کے پاس پہنچا میں نے ان کو شام میں پیش آنے والا واقعہ سنایا اور ان سے دریافت

عـ۵ قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ خاتم نبوت سرور عالم علیہ السلام کے دو کندھوں کے درمیان ایک ایسی علامت کا نام ہے جس کیساتھ آپکو کتب سابقہ میں موصوف و ممتاز کیا گیا اور اس کو آپ کے نبی موعود اور رسول منتظر ہونے کی نشانی بنایا گیا، نیز وہ اللہ تعالیٰ کی مہر ہے جس سے آپ کے دل انور کی طرف وساوس و خواطر کے تطرق کا انسداد کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس جانب سے شیطانی اثرات لوگوں کے دلوں کی طرف راہ پکڑتے ہیں تو سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعزاز بخشا گیا کہ اس راہ کو اس مہر سے بند کر دیا گیا، نیز جب دل انور کو انوار و حکم سے پُر کر دیا گیا تو مُہر لگا کر اُن کو مضبوطی سے دل انور میں متمکن کر دیا گیا اور احتمال خروج و ضیاع کو ختم کر دیا گیا۔ خاتم نبوت گوشت کا اُبھرا ہوا حصہ تھا جو حجلۂ عروس کے تکمہ کے برابر تھا یا کبوتر کے انڈہ کے برابر، بعض روایات کے مطابق اس کی رنگت باقی جسد اطہر سے نمایاں تھی، گندم گوں ہونے کے لحاظ سے یا اس پر سیاہ تل ہونے کی وجہ سے یا سیاہ بال ہونے کی وجہ سے اور بعض روایات میں ہے کہ اس کے ظاہر میں نوری خط سے یہ لکھا ہوا تھا۔ توجہ حیث شئت فانك منصور، جدھر بھی توجہ کرو اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد تمہارے ساتھ ہو گی اور باطن میں اللہ وحدہٗ لکھا ہوا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ گوشت کے ساتھ ہی محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ اور بعد الوصال یہ خاتم النبوت جسد اطہر سے غائب ہو گئی تھی۔ عمدۃ القاری جلد ثالث ص ۷۸۔

کیا کہ تم نے ان کی اطاعت قبول کر لی ہے انہوں نے کہا ہاں اور تو بھی چل اور اُن کے حلقہ ارادت میں داخل ہو جا کیونکہ آپ حق و صداقت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور وہ خود بھی میرے ساتھ چلے۔

طلحہ فرماتے ہیں میں بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اور آپ کو راہب والی بات تبلائی اور جو کچھ اس نے مجھے کہا تھا وہ سب عرض کر دیا۔

(۳۳) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالےٰ نے حبیب پاک مفخر موجودات علیہ افضل الصلوات کو مبعوث فرمایا اور اُن کا امر نبوت مکہ مکرمہ میں معروف و مشہور ہو گیا۔ اس دوران میں شام کی طرف نکلا بصری میں پہنچا تو نصاریٰ کی ایک جماعت میرے پاس آئی اور دریافت کیا تو اہل حرم سے ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ انہوں نے دوبارہ سوال کیا کہ تو اس ہستی کو جانتا ہے جنہوں نے نبوت کا دعوی کیا ہے۔ میں نے جواب دیا ہاں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک عبادتخانہ میں لے گئے جس کے اندر تصاویر و تماثیل تھیں اور مجھے کہا ان کو غور سے دیکھ کر بتاؤ ان میں تجھے اس ذات اقدس کی صورت نظر آتی ہے جنہوں نے نبوت کا دعوی کیا ہے؟ میں نے اچھی طرح ان تصاویر کو دیکھا مگر وہ صورت مقدسہ نظر نہ آئی۔ اور انہیں حقیقت حال تبلا دی وہ مجھے دوسرے عبادتخانہ میں لے گئے جو پہلے سے بہت بڑا تھا۔ اس میں پہلے سے بھی زیادہ تصاویر و تماثیل موجود تھیں مجھے کہنے لگے ان میں دیکھئے کیا ان کی صورت و تمثال نظر آتی ہے۔ میں نے نگاہ اٹھائی تو ناگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اقدس اپنے تمام تر حسن و جمال کے ساتھ نظر آئی۔ اور ساتھ ہی ابوبکر صدیق کی صورت اپنی مکمل صفات کمال کے ساتھ دکھائی دی جو غلامی اور نیاز و بندگی کا حق اس طرح ادا کر رہے ہیں کہ اپنے ہاتھ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پائے ناز پر رکھے ہوئے ہیں۔ وہ مجھ سے کہنے لگے کیا اس دیر میں تو ان کا حسن و جمال دیکھ رہا ہے اور ان کی صورت خدا نما نظر آ رہی ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ مگر دل میں کہا ان کو نہیں بتاتا دیکھوں یہ کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی صورت اقدس کی طرف اشارہ کر کے کہا آیا وہ یہی نہیں؟ میں نے کہا بخدا یہی ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں یہ وہی ہیں۔ انہوں نے پوچھا پتہ ہے یہ جو ان کے قدم پکڑے بیٹھے ہیں یہ کون ہیں؟ میں نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ وہ بولے ہم اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ تمہارے سردار ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے خلیفہ ہیں۔

(۳۴) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے قریش کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تعدی و ایذا رسانی بہت گراں گذرتی تھی۔ جب مجھے یہ گمان گذرا کہ یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیں گے تو میں اس علاقہ کو چھوڑ کر نکل گیا اور راہبوں کے عبادتخانوں میں سے ایک عبادتخانہ میں جا پہنچا۔ عبادتخانہ والے اپنے رئیس کے پاس گئے اور میرے متعلق تبلایا تو اس

عہ تفسیر ابن کثیر زیر آیت یتبعون النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل

نے کہا اس کی تین دن تک مہمانی کرو جو کہ اس کا حق ہے۔ جب تین دن گذر گئے تو انہوں نے نبی آخر الزمان کی صورت اقدس میرے سامنے کر کے دریافت کیا۔ حضرت جبیر نے فرمایا کہ میں نے کہا اس صورت سے زیادہ کوئی شے ان کے مماثل و مشابہ نہیں ہے۔ اُن کے رئیس و امیر نے پوچھا کیا تجھے یہ ڈر ہے کہ لوگ ان کو شہید کر دیں گے، میں نے کہا میرا گمان تو یہ ہے کہ وہ شہید کر کے فارغ ہو چکے ہوں گے۔ اس نے کہا بخدا وہ ہرگز انہیں قتل نہیں کر سکتے بلکہ وہ لوگ ٹھکانے لگ جائیں گے جو انہیں شہید کرنے کے درپے ہیں۔ تحقیق وہ سچے نبی ہیں اور ضرور اللہ تعالیٰ ان کو غالب و فتحیاب کرے گا۔

(۳۵) صفیہ بنت حیی ام المومنین رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ جب رسول خدا علیہ الصلوات والتسلیم مدینہ منورہ تشریف لائے اور مقام قبا میں قیام فرما ہوئے تو میرا باپ حیی بن اخطب اور چچا ابو یاسر بن اخطب رات کی تاریکی میں آپ کے پاس حاضر ہوئے اور پھر دن گذار کر شام کو واپس ہوئے مگر آئے تو بوجھل قدموں کے ساتھ اور تھکے ہارے ہوئے گرتے پڑتے، بالکل آہستہ آہستہ چلتے ہوئے۔ میں ان کی طرف شوق سے اٹھی۔ مگر انہوں نے غم و اندوہ میں غرق ہونے کی وجہ سے میری طرف توجہ ہی نہ کی۔ میں نے اپنے چچا ابو یاسر کو اپنے باپ حیی بن اخطب سے کہتے سُنا کیا واقعی یہ وہی نبی ہیں؟ اس نے جواب میں کہا خدا کی قسم ہیں تو وہی۔ وہ پھر سوالیہ انداز میں کہہ رہا تھا اچھی طرح تحقیق کر لی ہے اور پہچان چکے ہو میرے باپ نے جواب دیا ہاں بالکل۔ "تو پھر کیا خیال ہے حلقہ غلامی میں داخل ہو جاؤ گے؟" اس نے کہا نہیں میرے دل میں تو جب تک زندہ رہوں گا ان کی عداوت و دشمنی ہی رہے گی۔ (نعوذ باللہ من ھذا الشقاء)

(۳۶) حضرت مخیریق رضی اللہ عنہ جو کہ احبار یہود میں سے بہت بڑے جید عالم تھے اور کھجوروں کے باغات وغیرہ کے مالک بھی تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات کمال وحسن خصال کو جانتے تھے اور آپ کے دین و مذہب کے ساتھ قلبی تعلق رکھتے تھے لیکن ابھی تک عملاً ایمان و اسلام کا اظہار نہیں کیا تھا حتیٰ کہ جنگ احد کا زمانہ آپہنچا اور اس دن ہفتہ تھا تو انہوں نے قوم یہود سے کہا۔ اے گروہ یہود تم بخدا یقیناً جانتے ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و اعانت تم پر لازم و فرض ہے۔

انہوں نے کہا آج تو ہفتہ ہے اور ہمارے دین یہودیت میں ہفتہ کو حرب و قتال وغیرہ ممنوع ہے۔ انہوں نے کہا کوئی حکم ہفتہ کا اب باقی نہیں ہے (اب صرف دین محمدی کے احکام نافذ العمل ہیں) پھر خود گھر سے ہتھیار لے کر نکلے اور میدان اُحد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنی قوم کے ان افراد کو جو پیچھے تھے یہ وصیت کی کہ اگر میں آج کے دن قتل ہو جاؤں تو میرا سارا مال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے وہ جیسے چاہیں اللہ تعالیٰ کے اذن و امر سے اس میں تصرف کریں۔ وہ جہاد و قتال کرتے ہوئے قتل ہو گئے۔ جو روایات مجھے پہنچی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مخیریق سب یہود سے بہتر ہیں اور اس کی وصیت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سارے اموال و باغات کو قبول فرما لیا اور آپ کے تصرف میں آنے والے وقف اموال و صدقات میں سے اکثر

وہی ہیں ۔

(۳۷) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قریش کی ایک مجلس شوریٰ منعقد ہوئی جس میں ولید بن مغیرہ عاص بن وائل ۔ ابوجہل ۔ امیہ بن خلف ۔ ابی بن خلف ۔ اسود بن مطلب اور باقی قریش نے شرکت کی ۔ تو انہوں نے صلاح و مشورہ کے بعد پانچ افراد کو یہود مدینہ منورہ کے پاس بھیجا جن میں عقبہ بن ابی المعیط اور نضر بن حارث بھی شامل تھے تاکہ یہودی علماء سے نبی آخر الزمان کے اوصاف وکمالات ، علامات ونشانات اور وقت بعثت وغیرہ کے متعلق دریافت کریں اور ان سے یہ بھی جا کر کہا کہ جنہوں نے ہمارے ہاں اب دعویٰ نبوت کیا ہے ، ان کا نام محمد ہے اور وہ یتیم و فقیر ہیں اور ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ مسیلمہ کذاب سے سیکھ کر لوگوں کو بیان کرتے ہیں (نعوذ باللہ ان پر آسمانی وحی وغیرہ نازل نہیں ہوتی) یہود نے اُن سے کہا ہم یہ صفات و علامات تورات میں مکتوب و مسطور دیکھتے ہیں اور ایک مخصوص علامت یہ ہے کہ اُن کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی ۔ اگر حقیقت حال یہی ہے جو تم نے بیان کی ہے تو پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یقیناً نبی مرسل ہیں اور آپ کا دین و مذہب حق ہے ۔ لہٰذا ان کی اتباع کرو ۔ لیکن مزید اطمینان کے لیے اُن سے تین چیزوں کے متعلق دریافت کر لو ۔ اگر وہ سچے نبی ہیں تو دو بیان کریں گے مگر تیسری چیز بیان کرنے سے گریز کریں گے اور تمہارے اس اس خیال کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی کہ وہ مسیلمہ سے سیکھ کر بیان کرتے ہیں کیونکہ ہم نے یہ تین سوال مسیلمہ پر کیے مگر وہ کسی کا جواب بھی نہیں دے سکا ۔ قریش کا یہ وفد یہود سے ملاقات کر کے اور حالات معلوم کر کے واپس آیا تو سارے قریش رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے تین سوال حل کرنے کے متعلق عرض کیا ۔ ذوالقرنین کون تھے ، روح کیا ہے اور اصحاب کہف کون ہیں اور کیسے کہف و غار میں داخل ہوئے وغیرہ وغیرہ ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کل تبلاؤں گا اور انشاء اللہ کا جملہ زبان مبارک پر جاری نہ فرمایا ۔ حضرت جبریل علیہ السلام پندرہ دن تک حاضر خدمت نہ ہوئے (کیونکہ اللہ تعالےٰ کلمۂ انشاء اللہ کی اہمیت واضح فرمانا چاہتا تھا) اور (اسی حکمت کے پیش نظر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انشاء اللہ کہنا رہ گیا ۔ آں سرور علیہ السلام پر جبریل کی تاخیر بہت شاق و گراں گذری جب حاضر ہوئے تو فرمایا بڑی دیر لگائی تو انہوں نے عرض کیا آپ نے انشاء اللہ نہیں کہا تھا (اس لیے) مجھے بھیجنے والے نے نہیں بھیجا میں خود بخود تو حاضر ہو کر عرض نہیں کر سکتا تھا اور یہ حکم بھی ساتھ ہی سنایا ۔ اے حبیب (علیہ السلام) آئندہ کسی بھی کام میں یہ انداز کلام اختیار نہ فرمائیں کہ میں کل یہ کروں گا مگر یہ کہ مشیت ایزدی پر اس کی تعلیق ضرور فرما دیں یعنی کل یہ کرونگا اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا تو ۔

پھر آپ سے ذوالقرنین اور اصحاب کہف کے متعلق تفصیلات بصورت آیات بیان کیں اور روح کے متعلق

یہ کہا کہ روح امر باری سے ہے اور راز ہے مجھے اس کا علم نہیں ہے۔[۹۵]

جب کفار مکہ کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اطلاع یہود کے مطابق) ذوالقرنین و اصحاب کہف کی خبر دیدی اور روح کے متعلق اخفاء و اسرار سے کام لیا تو انہوں نے کہا دو نو سحر کی کتابیں باہم متفق ہو گئی ہیں یعنی توراۃ و انجیل۔

(۳۸) حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زمانہ قبل از اسلام میں اپنی قوم کے معبودات سے بیزار ہو گیا اور اس امر کا یقین کر لیا کہ یہ باطل محض ہیں۔ میری قوم پتھروں کی پوجا کرتی ہے جو نہ نفع دیتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔ میں ایک اھل کتاب سے ملا اور افضل ترین دین کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے تبلایا کہ مکہ مکرمہ سے ایک ہستی ظہور فرما ہو گی جو اپنی قوم کے معبودات و معتقدات کی مخالفت کریں گے اور ایسا افضل و اعلیٰ دین پیش فرمائیں گے (جس پر سب مذاہب آسمانیہ اختتام پذیر ہوں گے اور وہ سب کے محاسن پر مشتمل ہو گا) جب ان کا وقت ظہور اور زمانہ نبوت معلوم ہو تو ان کی اتباع کرنا۔

(اس بات کے کان میں پڑنے کے بعد) میرا اور کوئی کام ہی نہ تھا سوا مکہ مکرمہ کی راہ پر چلنے کے آنا اور لوگوں سے پوچھنا، کوئی نئی بات، کوئی نیا واقعہ؟ جواب نفی میں ملنا واپس چلا جاتا۔ سوار آتے دکھائی دیتے ان کی راہ پر کھڑا رہتا اور دریافت کرتا مکہ سے آنے والو کوئی نئی خبر کوئی نیا واقعہ؟ وہ بھی نفی میں جواب دیتے۔ (یونہی بیقراری کا عالم تھا اور انتظار کی شدتیں) سوچوں میں گھر بیٹھا تھا کہ ناگاہ ایک سوار کا میرے قریب سے گذر ہوا پوچھا کہاں سے آرہے ہو۔ اس نے کہا مکہ مکرمہ سے۔ میں نے پوچھا وہاں کوئی نیا امر وقوع پذیر نہیں ہوا۔ اس نے کہا ہاں ایک شخص نے اپنی قوم کے معبودات و نظریات سے اعلان برأت و بیزاری کرتے ہوئے انہیں ایک اور دین کی دعوت دے رکھی ہے۔ میں نے کہا یہی تو میرا مقصود و مطلوب ہے جس کا مدتوں سے انتظار ہے۔ سواری پر بیٹھا اور تیزی سے دوڑتا ہوا بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اور محبوب

---

[۹۵] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ مجھے علم نہیں اس کی تاویل واجب اور لازم ہے یا تو اس وقت تک آپ کو علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔ بعد ازاں اس کی کماحقہ اطلاع دیدی گئی۔ یا اس وقت بھی علم تو تھا لیکن وہ علم اللہ تعالےٰ کے علم محیط کے مقابل نہ ہونے کے برابر تھا اسلیے نفی فرمادی تاکہ راز خداوندی کا افشا و اظہار بھی لازم نہ آئے اور کلام بھی صادق رہے۔ علی الخصوص جبکہ آپ کے صدق نبوت کی دلیل بھی عدم اظہار تھا۔ علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری صـ۲۰ جلد ۲ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب و مرتبہ اس سے کہیں بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو حالانکہ آپ حبیب رب العالمین ہیں اور سید الخلق ہیں اور جبکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا یہ احسان اور فضل عظیم جتلا رہا ہے کہ اے حبیب ہم نے آپ کو ہر اس شے کا علم عطا کر دیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ مومن عارف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم روح کی نفی کیسے کر سکتا ہے اور اسے یہ جرأت کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اولین و آخرین کے علوم اور اپنی صفات بلکہ ذات کی وہ معرفت عطا فرمائی ہے جن کے مقابل روح انسانی کو وہ حیثیت بھی حاصل نہیں جو قطرہ کو دریا سے یا ذرہ بے مقدار کو بہت بڑے ریگستان سے ہے۔ مدارج النبوت جلد دوم صـ۴۰ و ۴۱۔

کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا حلقہ بگوش بن گیا اور مشرف باسلام ہو گیا۔

(۳۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نجران کے نصاریٰ میں سے آٹھ علماء و فضلاء بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے جن میں سید و عاقب نام والے دو شخص بھی تھے (جنہوں نے آپ کی صداقت نبوت پر بحث تمحیص کی تو اللہ تعالےٰ نے ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ آپ فرما دیجئے کہ آؤ ہم اور تم اپنے بیٹوں بیٹیوں اور قریبی رشتہ داروں کو بلا لیں ایک میدان میں اکٹھے کھڑے ہو جائیں اور مباہلہ کر لیں اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ جو بھی کافر اور جھوٹا ہے طوق لعنت اس کے گلے میں پڑے اور وہ ذلیل و خوار ہو۔

جب انہوں نے مباہلہ کا نام سنا تو تین دن کی مہلت طلب کی۔ اس دوران بنو قریظہ بنو نضیر اور بنو قینقاع قبائل یہود کے ساتھ صلاح و مشورہ کیا ان سب نے متفقہ طور پر کہا کہ صلح کر لو اور ان کے ساتھ اس مباہلہ اور ہلاکت کفار و کذابین کی دعا میں شرکت ہرگز نہ کرو کیونکہ وہی نبی ہیں جن کا ذکر ہم تورات و انجیل میں پاتے ہیں ان کی دعا یقیناً قبول ہو گی اور تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے (چنانچہ انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ ہم مباہلہ نہیں کرتے بلکہ ہم رعایا بن کر رہیں گے اور جزیہ ادا کریں گے۔ ہزار حلے پوشاک صفر کے اندر اور ہزار ہی رجب میں اور اس کے علاوہ کچھ دراہم بھی۔

(۴۰) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے کافی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل آپ پر ایمان لے آئے اور جب آپ مبعوث ہوئے تو کفر و عناد کی راہ پر چل نکلے۔ انہیں کے متعلق اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ وہ لوگ جن کے چہرے کفر و نفاق کی وجہ سے سیاہ ہو گئے ہیں کیا تم ہی وہ ہو جنہوں نے ایمان لا کر پھر کفر کیا۔

(۴۱) سہل مولیٰ عثیمہ کہتے ہیں کہ میں نصرانی تھا اور یتیم تھا میرا چچا میری کفالت کرتا تھا اور وہ انجیل پڑھا کرتا تھا میں نے چچا والا مصحف (انجیل کا حصہ) اٹھایا اور پڑھنے لگا۔ دوران قرارت ایک ورق ایسا آیا جو بہت موٹا تھا اور مجھے اس کی موٹائی عجیب سی لگی غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں جوڑ ہے اور دو ورق باہم چپکا دیے گئے ہیں۔ اُسے کھولا تو کیا دیکھتا ہوں درمیانی صفحوں پر نعت مصطفےٰ علیہ الصلوٰت والتسلیم مرقوم ہے اور تعریف و ثنا کا مضمون یہ تھا کہ وہ بالکل کوتاہ قد ہوں گے اور نہ ہی بہت طویل القامت۔ سفید (سرخی مائل) ان کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ بیٹھتے وقت احتبا والی صورت کو (یعنی زانیں کھڑی کر کے چادر سے کمر اور پنڈلیوں کو باہم ملا دیا تاکہ سہولت سے بیٹھا جا سکے جو کہ عموماً زمیندار لوگوں میں مروج ہے) کو عام طور پر اختیار فرما دیں گے۔ صدقہ کا مال تناول نہیں فرمائیں گے۔ گدھے اور اونٹ کو بھی نبوی سواری ہونے کا شرف بخشیں گے۔ بکری خود دوہیں گے اور پیوند لگی قمیص استعمال فرمائیں گے۔ اولاد اسماعیل علیہ السلام سے ہوں گے اور نام نامی اسم گرامی احمد ہو گا علیہ السلام۔

فرماتے ہیں میرا چچا آیا اور کتاب کا ورق کھلا ہوا دیکھا تو مجھے زد و کوب کیا اور کہا تجھے یہ ورق کھولنے سے کیا غرض

تھی میں نے کہا اس میں تو احمد مرسل (علیہ السلام) کی تعریف تھی۔ اس نے کہا وہ ابھی مبعوث نہیں ہوئے۔

عمر بن حفص نے جو بڑے اچھے لوگوں میں تھے، تبلایا کہ میرے باپ یا دادا کے پاس ایک ورق تھا جس کے وہ قبل از زمانۂ اسلام آباء و اجداد سے یکے بعد دیگرے وارث چلے آرہے تھے اس میں یہ تحریر ثبت تھی:

"آغاز اللہ تعالیٰ کے نام سے ہے اور فرمان و ارشاد اس کا حق ہے اور مخالفین کا قول تباہی و بربادی میں ہے۔ یہ ذکر ہے اس اُمت کا جو آخر زمانہ میں پیدا ہوگی وہ اپنی نصف پنڈلیوں تک چادریں باندھیں گے (بطور فخر و تکبر زمین پر نہیں گھسیٹیں گے) اپنے اعضا و اطراف کو وضو میں دھوئیں گے۔ اپنے دشمنوں پر حملہ کرنے کے لیے سمندروں میں بھی کود پڑیں گے۔ ان میں نماز پڑھنے کا معمول ہوگا اگر قوم نوح علیہ السلام میں وہ معمول ہوتا تو طوفان سے ہلاک نہ کی جاتی۔ اگر قوم ثمود میں اس پر عمل ہوتا تو وہ بھی شدید آواز سے تباہ نہ کیے جاتے۔" میرے باپ نے مجھے تبلایا کہ ہم وہ ورق لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں اس کو پڑھا اور اس کی ساری کیفیت تو ارت بیان کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو مصحف کے اوراق کے درمیان رکھ دو۔

(۴۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جو وحی نازل فرمائی، اس میں یہ ارشاد بھی تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ اور اپنی امت کو بھی حکم دو کہ تم میں سے جو شخص بھی نبی آخر الزمان علیہ السلام کا زمانہ پائے تو ضرور اُن پر ایمان لے آئے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے تو میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا اور اگر ان کا وجود مسعود نہ ہوتا تو جنت و دوزخ بھی پیدا نہ کرتا۔ میں نے عرش کو پیدا کیا تو وہ میری ہیبت و جلالت سے لرزنے لگا۔ جب اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو اس کو سکون و قرار آگیا۔

(۴۳) وہب بن منبہ سے منقول ہے۔ اللہ رب العزت نے حضرت اشعیا علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میں نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنے والا ہوں جن کی بدولت بہرے کان شنوا اور قابل سماعت ہو جائیں گے اور غفلت و جہالت کے پردوں میں محجوب دل علم و حکمت کے گہوارے بن جائیں گے۔ سکینت و وقار ان کا لباس ہوگا۔ نیکی ان کا طرز عمل و شعار ہوگا۔ تقویٰ و پرہیزگاری ان کا ضمیر ہوگا۔ حکمت و دانائی ان کا مطمح فکر و فہم ہوگی۔ صدق و وفا اُن کی طبیعت و فطرت ہوگی۔ عفو و درگذر اُن کا خلق ہوگا۔ عدل و انصاف ان کی سیرت ہوگی۔ حق و صدق اُن کی شریعت ہوگی۔ رشد و ہدایت ان کی راہنما ہوگی۔ ملتِ اسلام اُن کی ملت ہوگی۔ نام مقدس ان کا احمد ہوگا۔ انہی کی وساطت سے گمراہی کے بعد میں ہدایت کا نور لوگوں تک پہنچاؤں گا اور جہالت کے بعد علم و حکمت سے مالا مال کروں گا اور اہل حق کی قلت کے بعد انکو کثرت میں تبدیل کروں گا۔ فقر و فاقہ کے بعد غنا و امارت سے مشرف کروں گا۔ بچھڑے ہوؤں کو ملاؤں گا۔ جو دور ہیں، انہیں قریب کروں گا جن کے دلوں میں عداوت و دشمنی ہے، وہ اس نبی رحمت و رافت کی وجہ سے الفت و محبت میں تبدیل کر دوں گا۔ مختلف الخیال اور متضاد نظریات کی حامل امم و اقوام کو متحد و متفق کر دوں گا۔ ان کی امت کو سب امم پر

فوقیت وفضیلت عطا کروں گا۔ وہ اوقات عبادت کی جان پہچان کے لیے سورج کا خاص طور پر خیال رکھیں گے۔ مبارک ہے ان مقدس دلوں کے لیے جو ان نعمتوں سے مالا مال کیے گئے ہیں۔

(۴۴) حضرت اشعیا علیہ السلام نے بیت القدس کو (جسے ایلیا اور یروشلم بھی کہتے ہیں) خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے یروشلم خوش ہو جا ابھی تجھ پر گدھے کو سواری کا شرف بخشنے والے عیسیٰ مسیح تشریف لاتے ہیں اور اُن کے بعد اونٹ پر سواری فرمانے والے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۴۵) مروی ہے کہ شام کے نصاریٰ میں سے ایک شخص مکہ مکرمہ حاضر ہوا۔ چند عورتوں کے پاس سے گزرا جو عید کے موقع پر جمع تھیں جن کے خاوند اپنے بعض امور کی انجام دہی کے سلسلہ میں غائب تھے تو اس نے عورتوں سے کہا اے قریشی عورتو تمہارے قبیلہ وقوم میں عنقریب ایک نبی ظہور فرمانے والے ہیں جن کو احمد کے مقدس نام سے پکارا جائے گا۔ تم میں سے جو نیک بخت ان کی بیوی بننے کا شرف حاصل کر سکے اس کو یہ غنیمت موقع ہاتھ سے گنوانا نہیں چاہیے۔ وہ اتنا کہہ کر چلا گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس کی بات کو یاد رکھا (پھر عرب کے تمام اُمراء و رؤساء کی دعوتِ نکاح کو ٹھکرا دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کو اختیار کیا)

(۴۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت ورسالت جو کتب قدیم الہٰیہ میں موجود ہیں اُن میں سے ایک دلیل وہ ہے جو تورات کے سفر اول میں منقول ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے اسماعیل علیہ السلام کے حق میں تمہاری دُعا کو قبول کر لیا ہے ان کو برکت دی ہے۔ ان کی نسل کو بہت زیادہ پھیلاؤں گا اور ان کو عظمتوں سے نوازوں گا وہ بارہ اشخاص کو جنم دیں گے جو بہت ہی عظیم ہوں گے ان کو عظیم امت میں تبدیل کردوں گا۔

پھر اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی اسی طرح مطلع فرمایا جیسا کہ تورات کے اسی سفر اول میں مرقوم ہے اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے علیحدہ ہوئیں تو اُن کو اللہ تعالےٰ کا بھیجا ہوا فرشتہ نظر آیا جو کہنے لگا اے ہاجرہ اے سارہ کی باندی اپنی سردار اور مالکہ کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کے سامنے انکساری و تواضع سے کام لو۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ میں تمہاری اولاد کو اور نونہالوں کی کھیتی کو بہت زیادہ بڑھاؤں گا حتیٰ کہ اُن کی گنتی مشکل ہو جائے گی۔ اللہ تعالےٰ نے تمہاری زاری کو سُن لیا ہے۔ غور سے سنو تمہیں استقرار حمل ہو گا اور ایک بچے کو جنم دو گی جن کا نام اسماعیل رکھنا۔ ان کا ہاتھ سب پر ہو گا اور سب کے ہاتھ خضوع وخشوع کے ساتھ ان کی طرف پھیلے ہوئے ہونگے (سب لوگ اُن کے در اقدس پر سوالی اور بھکاری ہوں گے)

علامہ ابن قتیبہ جو اکابر علماء ملت سے ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس ارشاد باری تعالےٰ میں اس امر پر واضح دلیل موجود ہے کہ حضرت ہاجرہ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی گئی ہے کیونکہ اسماعیل علیہ السلام کا ہاتھ حضرت اسحاق علیہ السلام پر نہیں تھا اور نہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا دستِ سوال واحتیاج کبھی اُن کی طرف دراز ہوا۔ ایسا ہو بھی کیوں کر

سکتا ہے جبکہ اولاد اسرائیل و عیصو ملک و نبوت دونوں کی مالک بنی اور وہ اولاد اسحاق علیہ السلام ہیں۔

البتہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مبعوث ہوئے تو نبوت بھی اولاد اسماعیل علیہ السلام کی طرف منتقل ہوئی اور ملوک عرب و عجم اور تمام اقوام و امم اُن کے محتاج و دست نگر بھی بنے اور ان کی چوکھٹ پر جبہ فرسا بھی ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رسول معظم کی شریعت سے جملہ شرائع کو منسوخ فرما دیا اور اُن کے ساتھ سلسلہ انبیاء کو ختم فرمایا اور انہیں کی بدولت آخر زمانہ میں اولاد اسماعیل علیہ السلام کو خلافت و سلطنت نصیب ہوئی۔ اُن کے ہاتھ سب کے ہاتھوں پر بلند ہوئے اور دوسرے تمام لوگوں کے ہاتھ ان کی طرف احتیاج کے ساتھ دراز ہوئے۔

(۴۷) تورات میں مکتوب و مرقوم سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دلائل نبوت میں سے ایک یہ ہے کہ باری تعالیٰ طورِ سیناؑ سے تجلی فرما ہوا اور کوہِ ساعیر سے اس کے انوار ظہور پذیر ہوئے اور فاران کی چوٹیوں سے خود جلوہ نما ہوا۔

تورات کی اس آیت مقدسہ میں غور و فکر کرنے والے پر کوئی خفاء و غموض نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کوہ سینا سے تجلی فرما ہونے کا مطلب اہل کتاب اور ہمارے نزدیک بالاتفاق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وہاں تورات نازل فرمائی اور کوہ ساعیر سے اس کے انوار کا ظہور بھی سب کے نزدیک بایں معنی ہی ہے کہ اُس نے عیسیٰ علیہ السلام کو اس مقام پر اعلان نبوت کا حکم دیا اور کتاب انجیل مرحمت فرمائی۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام اس وقت ارض خلیل علیہ السلامؑ میں واقع قریہ ناصرہ کے اندر کوہ ساعیر کے قریب رہائش پذیر تھے اور اسی شہر کے نام پر آپ کے متبعین نصاریٰ کہلاتے ہیں۔

جب کوہ سینا اور ساعیر سے متجلی و ظہور پذیر ہونے کا مطلب یہ ہے تو لامحالہ اللہ رب العزت کے جبل فاران سے خود ظہور فرما ہونے کا مطلب بھی یہی ہو گا کہ اس نے وہاں نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کو سب کتب سماویہ اور صحف قدیمہ پر محیط و مشتمل اور اسرار و رموزِ خلق پر حاوی کتاب عطا فرمائی۔ کیونکہ اہل کتاب اور اہل اسلام سبھی کا اس پر اتفاق ہے کہ کوہِ فاران مکہ مکرمہ میں ہے اور اگر وہ تحریف سے کام لیتے ہوئے کہیں جیسا کہ ان کا تقاضائے فطرت ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں نہیں ہے تو ہم جواب میں تورات کے حوالے سے ہی کہہ سکتے ہیں (کہ یہ تمہارا سفید جھوٹ ہے) کیونکہ تورات میں لکھا ہے ابراہیم علیہ السلام نے ہاجرہ اور اسماعیل علیہما السلام کو فاران میں ٹھہرایا۔ نیز ہم پوچھتے ہیں ہمیں وہ جگہ بتلاؤ جس کا نام فاران ہو اور وہاں پر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور جمال و کمال کا ظہور ہوا ہو اور محمد عربی علیہ السلام کے علاوہ وہ نبی بتلاؤ جس پر عیسیٰ علیہ السلامؑ کے بعد کتاب نازل ہوئی ہو۔ علاوہ ازیں اِسْتَعْلَنَ اور عَلَنَ بھی ظہور و انکشاف ہے اور کوہِ فاران سے جس دین کے ظہور و انکشاف کا اللہ تعالیٰ اعلان فرما رہا ہے کیا کوئی شخص بھی دیانت و امانت کا دامن ہاتھ میں رکھتے ہوئے دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ اسلام اور ملت حنیفیہ کے علاوہ کوئی دین ہے۔ دنیا کو کونسا دین و مذہب ہے جو اسلام کی طرح ظاہر و

۹۵ء مدارج النبوت جلد اول ص۹۱

غالب ہوا اور شرق و غرب اور شمال و جنوب میں پھیلا۔

(۴۸) سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت نبوت پر تورات میں یہ دلیل بھی موجود ہے کہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات کے سفر خامس میں فرمایا میں بنی اسرائیل کے لیے اُن کے بھائیوں میں سے تمہارے جیسا نبی قائم کروں گا اور میں اپنا کلام اُن کے منہ مبارک میں رکھوں گا یعنی زبان ان کی ہو گی اور کلام میرا (قال اللہ تعالیٰ وما ینطق عن الھویٰ۔ ان ھو الا وحی یوحیٰ)

تورات کی یہ آیت مقدسہ بھی صرف سرورِ عالم علیہ السلام پر صادق ہے کیونکہ بنی اسرائیل کے بھائی وہی ہو سکتے ہیں جو اولادِ اسماعیل علیہ السلام ہیں جس طرح کہا جائے بکر اور تغلب وائل کے بیٹے ہیں پھر کہا جائے گا کہ تغلب بکر کا بھائی ہے اور اولادِ تغلب اولادِ بکر کے بھائی ہیں۔ اخوت و برادری اگرچہ اُن کے والدین میں ہے مگر اسی نسبت کی طرف یہاں بھی التفات رجوع ہو گا۔

اگر یہود (اپنے کذب قبیح اور تحریف صریح سے کام لیتے ہوئے) کہیں کہ جس نبی کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے، وہ بھی بنی اسرائیل سے ہے کیونکہ اولادِ اسرائیل باہم بھائی ہیں۔ تو ان کا یہ دعویٰ خود تورات کی رو سے باطل ہے اور نظر عقل سے بھی۔ کیونکہ تورات میں تصریح ہے کہ بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی رسول پیدا نہیں ہوا (بلکہ جو بھی تشریف لائے وہ تورات کا درس دینے والے تھے نہ کہ مستقل صاحب شرع۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان کی شریعت کے لیے ناسخ نہیں بلکہ ان کی شریعت تقریباً وہی تھی ماسوا چند امور کے) اور نظر عقل و دلیل کے لحاظ سے بطلان کی وجہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ کا مقصد بنی اسرائیل سے نبی مبعوث فرمانا ہوتا تو یوں ارشاد فرماتا (اقیم لھم نبیا من انفسھم مثل موسیٰ) میں ان میں سے موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی مبعوث فرماؤں گا یہ نہ فرماتا کہ اُنکے بھائیوں سے جیسے کہ ایک شخص اپنے ایلچی کو کہے کہ میرے پاس بنی تغلب بن وائل میں سے ایک آدمی لے آ۔ تو اس کو یہ حق نہیں ہے کہ بنی بکر میں سے کوئی آدمی پکڑ لائے۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ تورات کی اس آیت مقدسہ کا مصداق صرف نبی اکرم ہی ہیں اس کی تائید و تصدیق حضرت حبقون علیہ السلام کے قول سے بھی ہوتی ہے جو کہ حضرت دانیال علیہ السلام کے معاصر و ہم زبان نبی ہیں وہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا ظہور یمن و برکت اور تقدس و طہارت کے ساتھ جبال فاران سے ہوا۔ ساری زمین احمد مرسل کی تحمید و تقدیس سے پر انوار بن گئی اور وہ اپنے زورِ بازو سے روئے زمین کے اور تمام اقوام و امم کے مالک بن گئے۔

؎۱ قرآن مقدس میں بھی یہی اسلوب و انداز اپنایا گیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے سرورِ عالم علیہ السلام کیلیے جب دعا فرمائی تو عرض کیا ربنا وابعث فیھم رسولا من انفسھم

؎۲ مدارج جلد اول ص۹۹ اور اس ارشاد کی حکمت یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام امی ہیں صحف و الواح اسی لیے ان پر نہیں اتارے گئے بلکہ دل اقدس مرکز کلام ربانی بنایا گیا اور زبان اقدس سے اس کی تلاوت کرائی گئی۔ فانہ نزلہ علیٰ قلبک باذن اللہ۔ وماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔

اور ان کا یہ ارشاد بھی ہے۔ ان کے نور سے زمین جگمگا اٹھے گی اور ان کے (مجاہدین کے) گھوڑے سمندروں میں حفاظت خداوندی کے ساتھ تیرائے جائیں گے۔ اور بعض اہل کتاب نے یہ اضافہ کیا ہے کہ کلام حبقوق علیہ السلام میں یہ بھی وارد ہے۔ اے محمد علیہ السلام تم عنقریب اپنی کمانوں کو تیروں سے بھر لو گے اور تمہارے تیر تمہارے حکم سے خون اعداء سے سیراب ہوں گے۔ یہاں آپ کے اسم ذات اور صفات دونوں کی تصریح موجود ہے اگر یہود یہ دعویٰ کریں کہ وہ نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں اور یہ دعویٰ ان کے جحود و انکار اور تغییر و تحریف سے کوئی بعید بھی نہیں تو ہم پوچھتے ہیں وہ احمد کون ہیں جن کی حمد و ثناء سے تمام روئے زمین پُر ہو گیا اور جو جبال فاران سے ظاہر ہوئے اور تمام روئے زمین اور رقاب امم کے مالک بن گئے۔

ابن قتیبہ نے کہا حضرت شعیا علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے جس ارشاد کو نقل فرمایا ہے وہ بھی اس امر کا موید ہے کہ تورات کی یہ آیت مقدسہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے (ارشاد ملاحظہ ہو) میرے وہ ایسے عبد خاص ہیں کہ میری ذات ان کی وجہ سے خوش ہو گئی ہے" دوسری جگہ ان الفاظ سے حبیب پاک کا ذکر ہے۔ "وہ میرے بندے خاص ہیں اور پسندیدہ، وہ میری مسرت و خوشی ہیں۔ میں ان پر اپنے روح مخصوص کا فیضان کروں گا" ایک مقام پر یوں ارشاد ہوا "میں اُن پر وحی نازل کروں گا تب تمام امم و اقوام میں ان کا عدل ظاہر ہو گا۔ وہ امتوں کو مختلف وصیتیں فرمائیں گے۔ وہ قہقہہ مار کر نہیں ہنسیں گے اور نہ ان کی آواز بازاروں میں سُنی جائے گی۔ اندھی آنکھوں کو نور عبرت عطا کریں گے۔ حق کے استماع سے بہرے کانوں کو قوت سماعت عطا کریں گے۔ اور مردہ دلوں کو حیات و زندگانی دوام سے مشرف فرماویں گے۔ جو میں ان کو عطا کروں گا وہ کسی اور کو عطا نہیں کروں گا کیونکہ جس کو جو بھی دیا ہے یا دوں گا وہ محدود و معدود ہو گا مگر جو اُن کو دوں گا وہ حد و حساب سے باہر ہو گا اور احاطہ خلق سے ماوراء) وہ احمد ہیں جو کہ اللہ تعالےٰ کی حمد بجا لائیں گے ایسی حمد جو انوکھے انداز و اسلوب میں ہو گی اور ان اوصاف کے ساتھ جو پہلے کسی نے بیان نہیں کیے ہوں گے۔ وہ زمین کے انتہا یعنی ساحل سمندر کے قریب ظہور فرما ہوں گے۔ سب روئے زمین کو اور اس کے ساکنین کو نوید فرحت و سُرور سنانے والے ہوں گے ان کی امت مقام بلند پر چڑھتے ہوئے لا الٰہ الا اللہ کا نغمہ الاپیں گے اور ہر مکان رفیع پر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرنیوالے ہونگے"۔

ایک مقام پر ان کی صفت و نعت کا بیان یوں ہے "نہ وہ ضعیف و ناتواں ہوں گے اور نہ مغلوب۔ نہ خواہشات نفس کی طرف مائل ہوں گے اور نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے بلکہ اُن کی آواز بھی بازار میں سنائی نہیں دے گی۔ صلحاء و اخیار کو خواہ وہ قصب قلم سے بھی ضعیف کیوں نہ ہوں ذلیل و رسوا نہیں کریں گے بلکہ وہ مخلصین و صدیقین کو قوی و توانا بنائیں گے وہ فروتنی و عاجزی میں لوگوں کے ملجا و ماویٰ اور آسرا و سہارا ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ کے ایسے نور ہیں جن کو بجھایا نہ جا سکے گا اور نہ ان کا مقابلہ کیا جا سکے گا حتیٰ کہ زمین میں میری حجت و دلیل راسخ و ثابت ہو جائے گی اور جہالت و لاعلمی کا عذر ختم ہو جائے گی۔ انسان تو انسان جن بھی ان کی کتاب کی اطاعت و اتباع کریں گے"۔ اس مقدس بیان میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے ساتھ ساتھ نام اقدس کی بھی صراحت و وضاحت کر دی گئی ہے۔

اگر یہود کہیں اس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو کونسی تورات دی گئی ہے اُن کی کتاب تو قرآن مجید فرقان حمید ہے۔
ہماری طرف سے جواباً گذارش ہے کہ مقصود باری تعالیٰ یہ ہے کہ ان کو موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات کی مانند کتاب عطا کروں گا (مگر تورات موسیٰ علیہ السلام تو بنی اسرائیل نے بھی بخوشی قبول نہ کی لیکن اس کتاب کو جن بھی بخوشی قبول کریں گے)

حضرت کعب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بیت المقدس نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنی بے رونقی اور ویرانی کی شکایت کی تو اس کو بشارت دی گئی میں عنقریب تجھے تورات موسیٰ علیہ السلام کی جگہ ایک نئی کتاب اور یہود کی بجائے نئے عبادت گذار عطا کروں گا جو راتوں کو تیری طرف ایسے پناہ پکڑیں گے جیسے نر پرندہ اپنے گھونسلے کی طرف اور تجھ پر اس طرح قلبی الفت و رغبت رکھنے والے ہوں گے، جیسے کبوتری اپنے انڈوں پر، اور تجھے حالت سجود میں اپنے رخساروں کے ساتھ بھر دینگے۔

ابن قتیبہ نے کہا کہ حضرت شعیا علیہ السلام کے صحف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر یوں ہے "میں ہی وہ خدا ہوں جس نے تمہیں حق کے ساتھ معظم و مکرم بنایا اور سب امتوں کا نور بنایا اور بالخصوص عرب کے ساتھ تمہارے بھیجنے کا عہد کیا تم اندھوں کی آنکھوں کو بینا کروگے اور ظلمات کفر و ضلالت میں گرفتار لوگوں کو چھٹکارا دلا کر نور ایمان کی طرف پہنچاؤ گے"۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ تورات کی فصل خامس میں ہے بیر المقدس وہ ہے جس کی سلطنت اس کے کندھے پر ہے۔ مراد اس سلطنت سے علامت نبوت ہے یہ مفہوم سریانی تعبیر کا ہے اور عبرانی تفسیر یوں ہے کہ اس کے کندھے پر علامت نبوت ورسالت ہے (یعنی ان کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے)

ابن قتیبہ فرماتے ہیں، داؤد علیہ السلام نے ان کا ذکر تورات میں یوں بیان فرمایا۔ رب تبارک و تعالیٰ کی تازہ اور نو بنو تعریف کرو۔ اس ذات اقدس کی حمد و ثنا بجالاؤ جس کا مسکن صالحین کے قلوب منورہ ہیں۔ اسرائیل کو اپنے خالق پر خوش ہونا چاہیے اور صیہون والے گھروں پر کیونکہ اس نے اپنے آخر الزمان پیغمبر کے لیے ان کی امت مرحومہ کو چن لیا ہے اور اس کو خصوصی نصرت و اعانت سے نوازا ہے۔ اور ان کی بدولت صلحا و اتقیاء کو کرامت و عزت کے ساتھ مضبوط و توانا کر دیا ہے۔ اس امت کے افراد اپنے مولا جل و علا کی حمد و ثنا اپنی خوابگاہوں میں جاری رکھیں گے۔ بلند آوازوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کریں گے۔ ان کے ہاتھوں میں دو دھاری تلواریں ہوں گی تاکہ وہ لوگ جو خالق و مالک کو بھول گئے اور اس کی عبادت نہیں کرتے ایسے باغی اور کل امم و اقوام کے ملوک کو قیود اور بیڑیوں میں جکڑیں اور ان کے امراء و اشراف کے گلے میں طوق ڈالیں۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ کون ہے امت عربیہ کے علاوہ جن کی تلواریں دو دھاری ہوں اور کون ہیں امت امیہ کے علاوہ جو عاصی و باغی امتوں سے انتقام لینے والے ہوں؟ اور کون ہیں وہ نبی جو تلوار کے ساتھ مبعوث ہوئے باسوائے نبی آخر الزمان علیہ السلام کے۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ زبور شریف کے ایک اور مقام پر یوں تعریف مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء مذکور ہے۔ اے قدرت

الٰہیہ اور سطوت خداوندی کے مظہر نبی اپنی تلوار حمائل کرو کیونکہ تمہاری عزت وعظمت اور شرائع واحکام کا اجراء تمہارے زور بازو کے ساتھ وابستہ ہے۔ تمہارے تیر تیز کیے ہوئے ہیں اور اقوام امم تمہارے آگے تعظیماً جھکنے والی ہیں۔

پس کون ہے تلوار کو حمائل کرنے والا سوائے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کونسی امت ہے جن کے آگے ملتیں سرنگوں ہوئیں علاوہ نبی الانبیاء وامام الرسل علیہ وعلیہم السلام کی امت کے اور کون ہے۔ جسکے احکام وشرائع اس کی ہیبت وشوکت سے وابستہ ہیں وہ صرف اور صرف وہی نبی ہیں جن کا مخالفوں کے لیے صرف یہ پیغام ہوتا تھا کہ اسلام قبول کر کے ہمارے بھائی بن جاؤ۔ یا جزیہ دے کر رعایا بن جاؤ اور یا پھر تلوار کے ساتھ فیصلہ ہوگا اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رعب و دبدبہ سے میری مدد فرمائی گئی ہے۔

ابن قتیبہ نے فرمایا کہ زبور کے ایک اور باب میں یوں مرقوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو صیعون یعنی عرب سے ظاہر فرمایا جب کہ وہ قابل ستائش اکلیل وتاج ہیں۔ اکلیل وتاج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت وحکومت کی طرف اشارہ ہے اور قابل ستائش (محمود) بمعنی محمد ہے (تو اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت واضح طور پر موجود ہے)

زبور کے ایک اور باب میں یوں منقول ہے کہ آنے والے نبی سمندر سے اور دریاؤں سے منتہائے ارض تک کو اپنے تصرف میں لے آئیں گے۔ اہل جزائر اُن کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے اور اُن کے دشمن خاک بوسی کریں گے۔ بادشاہ نذرانے لے کر حاضر ہوں گے اور حق تعظیم وتکریم بجالائیں گے اور تمام امم وقبائل اُن کے سامنے اطاعت وانقیاد سے پیش آئیں گے کیونکہ وہ مجبور اور مفلوک الحال غرباء وضعفاء کو زبردستوں اور ظالموں کے پنجۂ استبداد سے چھٹکارا دلائیں گے ضعیفوں، ناتوانوں پر رافت ورحمت فرمائیں گے۔ بلاد سبا کے خزانے اُن کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اُن پر ہر وقت درود پڑھا جائے گا اور ہر دن اُن کے لیے برکت دیجائے گی۔ اور ان کا ذکر ہمیشہ ہمیشہ قائم ودائم رہے گا۔

ابن قتیبہ نے فرمایا کون ہے وہ نبی جو سمندروں دریاؤں اور دجلہ وفرات کے علاقوں پر حکمران ہوا اور ساحل سمندر سے منتہائے زمین تک جس کی حکمرانی قائم ہوئی۔ اور کون ہے وہ ذات اقدس جن پر ہر وقت درود بھیجا جاتا ہے اور خیرات وبرکات کی باران رحمت اُن پر برس رہی ہے۔ وہ انبیاء ورسل میں سے صرف نبی الانبیاء اور امام رسل صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم کی ذات اقدس ہی ہے۔

زبور مقدس میں ہی ایک جگہ مزبور ومذکور ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا اے رب قدوس حامل سنت کو بھیج تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ جنکی الوہیت کا اعتقاد رکھے ہوئے ہیں (وہ مسیح علیہ السلام ابن اللہ اور اللہ نہیں ہیں) بلکہ بشر ہیں۔ اس آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کئی صدیاں پہلے ان کی خبر دی جارہی ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پیدا ہونے والی بدعقیدگی کا اعلان فرمارہے ہیں اور اس کے ازالہ کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی دعا فرمارہے ہیں۔

صحف شعیا علیہ السلام میں ہے مجھے کہا گیا اٹھو غور سے دیکھو اور تبلاؤ کیا نظر آتا ہے۔ میں نے (خداداد نور بصیرت سے

مستقبل پر نگاہ دوڑا کر عرض کیا مجھے دو سوار آتے ہوئے نظر پڑے ہیں ایک گدھے پر سواری فرمانے والے ہیں اور دوسرے اونٹ پر اُن میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ہے کہ بابل تباہ ہو گیا ہے اور اس میں موجود معبودات باطلہ اور اوثان و اصنام زمین پر گھسیٹے جانے والے ہیں۔

گدھے کو سواری کا شرف بخشنے والے سے مراد باتفاق اہل انجیل و اہل اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو لامحالہ اونٹ پر سواری فرمانے والی ہستی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ کیا بابل کی بربادی اور اس کے اصنام و اوثان کی تباہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کی امت کے) ہاتھوں نہیں ہوئی؟ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے بابل میں بادشاہ اور رعایا اصنام و احجار کی ہی عبادت کرتے چلے آتے تھے اور کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کی سواری کے ساتھ بہ نسبت اس کے زیادہ مشہور و معروف نہیں جتنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گدھے کی سواری کے ساتھ۔

ابن قتیبہ نے انجیل عیسیٰ علیہ السلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ کا ثبوت پیش کرتے ہوئے متعدد آیات ذکر کی ہیں منجملہ اُن کے یہ آیت مقدسہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے حواریوں کو فرمایا میں جاتا ہوں اور تمہارے پاس فارقلیط تشریف لاتے ہیں جو روح حق ہیں اور اپنی طرف سے نہیں بولتے (و ما ینطق عن الھویٰ. ان ھو الا وحی یوحی۔ قرآن حکیم) وہ اپنی زبان پر وہی لاتے ہیں جو اُن کو کہا جاتا ہے۔ وہ بھی مجھ پر گواہ ہوں گے اور تم بھی کیونکہ سب لوگوں سے پہلے میری صحبت اور معیت کا شرف حاصل کرنے والے ہو۔ اور وہ (فارقلیط) تمہیں ہر وہ شے بتلائیں گے جو اللہ تعالےٰ نے تمہارے لیے تیار کر رکھی ہے۔

یوحنا نے حضرت مسیح علیہ السلام سے نقل کیا۔ فارقلیط اتنے وقت تک تشریف نہیں لائیں گے جب تک میں نہیں جاؤنگا جب وہ تشریف لائیں گے تو اہل جہاں کو بداعمالیوں پر سرزنش کریں گے اور وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہیں گے بلکہ جو اللہ تعالےٰ سے سنیں گے تمہیں بتادیں گے۔ حق و صداقت کے ساتھ تمہاری سیاست و نگہبانی کریں گے اور تمہیں امور غیبیہ اور آنے والے واقعات و حوادث کی اطلاع دیں گے۔

بے شک فارقلیط روح حق ہے جس کو میرا خالق میرے نام (نبوت و رسالت) کے ساتھ مبعوث فرمائے گا وہ تمہیں جملہ اشیاء کی تعلیم دیں گے اور ہر شے کی خبر دیں گے۔

فرمایا میں اپنے خالق سے سوال کرتا ہوں کہ تمہارے پاس ایک اور فارقلیط بھیجے جو تمہارے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ رہے اور تمہیں ہر چیز کی تعلیم دے۔

ایک آیت میں ہے کہ (مبعوث ہونے والے مقدس نبی و رسول جن کا نام احمد ہوگا) کی بشارت سنانے والے (عیسیٰ علیہ السلام) جاتے ہیں اور اُن کے وہی فارقلیط (جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے) اسرار و حکم کے ساتھ مبعوث ہوا چاہتے ہیں وہ ہر چیز کی تفسیر و تفصیل بتلائیں گے اور میرے حق میں شہادت (حقانیت و صداقت) دیں گے جیسے کہ میں نے اُن کے لیے شہادت صدق نبوت و رسالت دی ہے۔ میں تمہارے ساتھ امثال اور تشبیہات میں بات کرتا ہوں اور وہ اُن

کی تاویل اور حقیقت اور مقاصد و مطالب سے تمہیں آگاہ فرمائیں گے۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ یہ امور جو انجیل میں منقول ہیں، لفظی طور پر مختلف ہونے کے باوجود باہم متفق و متحد ہیں اور مفہوم و مقصود میں تقریباً ایک ہیں اور یہ اختلاف اس وجہ سے پیدا ہوا کہ انجیل کے ناقل متعدد ہیں ہر ایک نے اپنے انداز بیان کے مطابق نقل کرتے ہوئے قدرے اختلاف پیدا کر دیا۔

الغرض ہم اہل انجیل سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ روح حق جو حکم خداوندی کے بغیر کلام نہیں فرماتے اور وحی الٰہی جن کی زبان پر جاری رہتی ہے، وہ کون ہیں؟ وہ ہستی جو حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد آنے والے ہیں اور اُن کے حق میں شاہد و گواہ ہیں وہ کون ہیں اور کون ہیں جنہوں نے حوادثات زمانہ سے لوگوں کو آگاہ کیا ہے۔ خروج دجال کی خبر دی۔ ظہور دابۃ الارض سے آگاہ فرمایا۔ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی اطلاع دی وغیر ذالک۔ امور غیبیہ مثل قیام قیامت۔ حساب و کتاب اور جنت و دوزخ وغیرہ سے آگاہ فرمایا اور خبردار کیا۔ حالانکہ یہ تفصیلات نہ تورات میں بیان کی گئی ہیں اور نہ انجیل کے اندر۔

ان امور کی اطلاع صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور وہ ہی ان بشارات کا مصداق ہیں اور مجسم مژدہ و بشارت (ف) فارقلیط بمعنی حامد ہے اور اس وصف میں سرکار دو عالم سب سے فائق ہیں اسلیے آپکو اللہ تعالیٰ نے احمد فرمایا یعنی سب سے زیادہ تعریف خداوندی کرنے والے اور بمعنی رسول ہے اور بعد از مسیح علیہ السلام صرف آپ ہی شان نبوت و رسالت کے ساتھ ظہور فرما ہوئے ہیں۔

انجیل متی میں ہے کہ جب یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو قید کر لیا گیا تاکہ شہید کر دیے جائیں تو اُن کے تلامذہ اور نیاز مندوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی خدمت میں آدمی بھیج کر پوچھا کہ تم ہی وہ آنے والے نبی ہو جن کی بشارتیں آسمانی کتب اور صحف میں موجود ہیں یا آپ کے علاوہ کسی اور کی بعثت بھی متوقع ہے تاکہ ہم اُن کے انتظار میں آنکھیں فرش راہ کریں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا سچی اور یقینی بات کہتا ہوں کہ اب تک کسی ماں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے افضل و برتر ہستی کو جنم نہیں دیا۔ تورات اور اس کے علاوہ دوسری آسمانی کتابیں نبوت و رسالت اور وحی والہام کے بقاء و دوام پر متفق رہیں حتیٰ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام تشریف فرما ہوئے۔ تو اب چاہو تو ان کو شہید کر دو کیونکہ اب ایلیا اس تیاری میں ہے کہ خود آئے جس کے کان سننے کے قابل ہیں وہ غور سے اس بات کو سن لے۔

ابن قتیبہ نے کہا کہ لفظ ایلیا تین حال سے خالی نہیں ہے یا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لفظ احمد ذکر کیا مگر انہوں نے (ابہام و اخفا پیدا کرنے کے لیے) اس کو ایلیا سے تبدیل کر دیا۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی عادت تحریف کو بیان کرتے ہوئے فرمایا یحرفون الکلم عن بعض مواضعہ یعنی کلمات تورات و صحف کو ان کی مناسب جگہوں سے ہٹا دیتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے احمد کو ایلیا سے تبدیل کیا جس کا تلفظ ان کی زبان میں ایلیا ہو کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

اور یا ان کا مطلب یہ ہے کہ ایل (یعنی اللہ) آنے والا ہے اور اس کی آمد کا مطلب یہی ہے کہ اس کا رسول اس کی کتاب لے کر آنے والا ہے۔ جیسا کہ تورات میں ہے۔ جاء اللہ من سیناء۔ اللہ تعالیٰ سینا سے آیا اور مراد موسیٰ علیہ السلام کا تورات کیساتھ مبعوث ہونا ہے۔ الغرض بعد از مسیح علیہ السلام سوائے قرآن مجید کے اور کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی اور نہ رسول اکرم کے علاوہ کوئی صاحب کتاب نبی آیا۔

اور یا ان کا یہ مطلب ہے کہ بعد میں ایسا نبی تشریف لانے والا ہے جو اس نام کے ساتھ مبعوث ہوگا اور یہ بھی ممکن نہیں کیونکہ خود اُن کے نزدیک بھی اس امر پر اجماع و اتفاق ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا ان تین حالتوں میں سے جو بھی ہو اس آیت مقدسہ کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت تسلیم کیے بغیر ممکن نہیں لہٰذا یہ آیت بھی خاتم الانبیاء والمرسلین کی بشارت ہے اور بنی اسرائیل کو ان کی راہ میں آنکھیں بچھانے کا امر و حکم ہے۔

"مکہ مکرمہ۔ حرم پاک اور بیت اللہ کا ذکر کتب قدیمہ میں بہ زبان ابن قتیبہ"

حضرت شعیا علیہ السلام کی کتاب میں ہے۔ عنقریب جنگلوں اور شہروں کو آل قیدار کے محلات بھر دیں گے جو ہمہ وقت تسبیح میں مصروف رہیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے نام خداوند کو بلند کریں گے۔ وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عزت و تکریم اس کے شایان شان کریں گے اور اس کی تسبیح و تقدیس کو بحر و بر میں پھیلائیں گے۔

میں سب امم و اقوام کے لیے دور سے ایک علم و نشان قائم کروں گا اور انہیں زمین کے اطراف و اکناف سے ندا دی جائے گی تو وہ بڑی سرعت اور تیز رفتاری کے ساتھ وہاں حاضر ہو جائیں گے۔

ابن قتیبہ نے کہا کہ آل قیدار سے مراد عرب ہیں کیونکہ سب اہل تاریخ اور باخبر لوگوں کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور اس علم و نشان سے مراد جس کے قائم کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا، نبوت و رسالت ہے اور لوگوں کو اطراف و اکناف ارض سے ندا دینے کا مطلب انہیں حج بیت اللہ کے لیے بلانا ہے اور یہی مضمون قرآن مقدس میں بایں انداز و اسلوب منقول ہے۔

واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق۔

اور اے خلیل اللہ علیہ السلام لوگوں میں حج کے لیے اعلان کر وہ تمہارے پاس پیدل اور ہر جھکی ماندی اونٹنی پر سوار ہو کر حاضر ہوں گے جو گہرے راستوں سے گذر کر آنے والی ہیں۔

اللہ تعالیٰ عنقریب مہب صبا (باد صبا کے چلنے کی جگہ) سے ایک قوم پیدا فرمائے گا تو وہ جانب مشرق سے آئیں گے، اللہ کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اور جوق در جوق کہ ان کی کثرت سے روئے زمین پر ہوگا۔ اور روئے زمین کو اس شخص کی مانند پامال کریں گے جو گیلی مٹی میں پاؤں مار مار کر اس کو گوندھتا ہے اور برتنوں وغیرہ کے لیے تیار کرتا ہے۔

باد صبا جانب مشرق سے چلتی ہے تو اس آیت میں خراسان اور اس کے گرد و نواح سے قوم پیدا فرمانے کی خبر دی گئی

ہے پس کون ہیں وہ جو مہب صبا (مشرق) میں رہنے والے ہیں اور لبیک اللّٰھم لبیک کہتے جوق در جوق حاضر ہوں گے اور اس طرح کثیر التعداد ہوں گے جیسے ذرہ ہائے خاک اور کون ہیں وہ جو روئے زمین کو تر مٹی گوندھنے والے کی طرح روندیں گے اور ہو سکتا ہے کہ تر مٹی کے پامال کرنے والے کے ساتھ تشبیہ و تمثیل دور دراز کی مسافت طے کر کے آنے والوں اور تھکے ماندے لوگوں کی ہو۔ یا اس سے دوران طواف رمل کرنے اور درمیانی دوڑ لگانے کی طرف اشارہ ہو۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ حجر اسود کے متعلق شعیا علیہ السلام نے اللہ رب العزت کا ارشاد یوں نقل فرمایا۔ میں وہ ہوں جو صہیون یعنی بیت اللہ میں ایک باعزت گوشے کے اندر ایک عظیم الشان پتھر نصب کرنے والا ہوں اور بیت اللہ کے گوشہ میں نصب کردہ پتھر حجر اسود ہے جس کی کرامت و عزت یہ ہے کہ اس کو چوما جاتا ہے اور استلام کیا جاتا ہے۔

مکہ مکرمہ کے ذکر میں حضرت شعیا علیہ السلام فرماتے ہیں۔ چل اور جھوم جھوم جا اے عاقر و عقیم جس نے کسی کو جنم نہیں دیا اور تسبیح و تحمید کے ساتھ نطق میں آ اور خوشی منا جبکہ تو حاملہ نہیں ہوئی کیونکہ تیری اہل و اولاد میرے اہل و عیال سے زیادہ ہو گی یعنی اہل بیت المقدس کی نسبت اہل بیت اللہ زائد ہوں گے۔ مقصد یہ ہے کہ اہل مکہ مع حجاج و زائرین کے بنسبت اہل بیت المقدس کے زیادہ ہوں گے۔ مکہ مکرمہ کو ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ و تمثیل دی گئی جو عاقر و عقیم ہو اور کسی بچے کو جنم نہ دیا ہو اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہوئے تھے (جبکہ وہ بانیان کعبہ مبارکہ اور مکہ مکرمہ میں داخل ہیں) اور کتاب تو سرے سے نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس آیت میں عاقر سے مراد بیت المقدس لیا جانا درست نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو انبیاء علیہم السلام کا گھر ہے اور نزول وحی کا محل و مرکز لہذا اس کو عقیم عورتوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی کوئی وجہ جواز نہیں ہو سکتی۔

صحف شعیا علیہ السلام میں مکہ مبارکہ کا ذکر کرتے ہوئے ـــــــــــــــــــ

ـــــ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اپنی ذات اقدس کی قسم کھائی جیسا کہ نوح علیہ السلام کے ایام نبوت میں کھائی تھی کہ زمین کو طوفان کے ساتھ غرق کروں گا۔ تو اب یہ قسم کھائی ہے کہ تجھ پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا اور نہ تجھے نظر انداز کروں گا۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتے ہیں قلعے زمین بوس ہو سکتے ہیں لیکن میرے انعامات و احسانات تجھ سے زائل نہیں ہو سکتے۔

پھر ارشاد ہوا اے مسکین اور مضطرب و بیقرار مکہ میں حسن و جمال کے ساتھ تیرے پتھروں کی تعمیر و بنا کرنے والا ہوں۔ تجھے جواہرات کے ساتھ مزین کرنے والا ہوں اور تیری چھتوں پر موتیوں کے ساتھ اور دروازوں پر زمرد کے ساتھ جڑاؤ کرنے والا ہوں۔ تو ظلم ظالمین سے دور ہو جائے گا لہذا خوف نہ کھا اور ضعف و ناتوانی تجھ سے دور ہو جائے گی لہذا عجز و ناتوانی کا احساس ختم کر دے۔ جو ہتھیار بھی بنانے والے بنائیں وہ تجھ پر اثر انداز نہیں ہوں گے جو زبان بھی تیرے ساتھ مخاصمت و منازعت میں کھلے گی اور متکلم ہو گی وہ زبان بند ہو جائے گی اور گنگ۔ فلاح و کامرانی صرف تیرے مقدر میں ہو گی۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا "عنقریب اللہ رب العزت تجھے نیا نام عطا فرمائے گا" یعنی مسجد حرام کے نام سے موسوم ہوگا جب کہ قبل ازیں کعبہ کے نام سے مشہور تھا۔

فرمانِ خداوندکریم ہے۔ اے بیت اللہ بلند ہو اور چمک کیونکہ تیرے نور اور خداداد وقار و عظمت کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ اپنی نگاہ سے ذرا اپنا گرد و پیش دیکھ۔ کیونکہ (نسل انسانی عنصر خاک سے پیدا ہوئی اور تو اس خاکی عنصر کا اصل ہے اس لحاظ سے تو ان سب انسانوں کی ماں ہے اور وہ سب) تیری اولاد تیری حاضری کے لیے جمع ہو رہی ہے اور سب تیرے بیٹے بیٹیاں سویرے سویرے تیرے پاس پہنچنے ہی والے ہیں۔ اُس وقت تیری خوشی اور تر و تازگی کی انتہا نہیں رہے گی تیرے دشمن خوفزدہ ہوں گے۔ تیرا دل جرأت و شجاعت سے بھر جائے گا۔ قیدار کی بھیڑ بکریاں (نثار ہونے کے لیے) تیری طرف جمع ہونے والی ہیں اور نباوت قبیلہ کے سردار تیری خدمت گذاری کے لیے حاضر ہیں۔

حضرت نباوت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور حضرت قیدار کے بھائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آل قیدار سے ہیں۔

وحی ربانی میں ہے "تیرے دروازے شب و روز ہمیشہ کے لیے کھلے رہیں گے اور کبھی (کسی خوف و خطر کے تحت) بند نہ ہوں گے۔ لوگ تجھے قبلہ بنائیں گے اور تجھے رب تعالےٰ کا شہر کہا جائے گا یعنی بیت اللہ (پر مشتمل ہونے کی وجہ سے) (اے مکہ کی سرزمین) ذرا اپنے اردگرد نظر دوڑا اپنی بہجت و رونق کو دیکھتے ہوئے خوشی منا کیونکہ سمندروں کے ذخائر تیری طرف پہنچ رہے ہیں اور امم و اقوام بصورت عساکر و افواج موج در موج تیرے حج کرنے کو آ رہے ہیں حتیٰ کہ تجھے قطار اندر قطار آنے والے اونٹ آباد و معمور کریں گے اور ان قطاروں کے سمانے کی تجھ میں گنجائش بھی نہیں رہے گی۔ مدین کے مینڈھے تیری راہ پر چلائے جائیں گے اور قیدار کی بھیڑ بکریاں (تاکہ تیرے رب کی بارگاہ میں قربان کی جائیں) اہل سبا تیری حاضری کو آتے ہیں اور نباوت کے آدمی تیری خدمت کرتے ہیں یعنی بیت اللہ کے مجاور اور چابی بردار نباوت بن اسماعیل کی اولاد سے تھے۔

ذکر مکہ شریفہ کے راستوں کا صحفِ شعیا علیہ السلام میں

ابن قتیبہ رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ صحف شعیا علیہ السلام میں مرقوم ہے:

○ میں بادیہ (ویرانہ اور آبادی سے خالی مقام) کو لبنان والی کرامت اور کرمال والی رونق عطا کروں گا۔

کرمال و لبنان سے مراد شام و بیت المقدس ہیں اور مطلب یہ ہے کہ وحی و نبوت اور رسل کرام کی مسلسل تشریف آوری سے شام اور بیت المقدس میں جو برکت و رحمت تھی وہ بادیۂ عرب میں اور مکہ مکرمہ کی وادئ غیر ذی زرع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت اور فریضۂ حج کی وجہ سے ظاہر کروں گا۔

○ جنگل میں پانی کے چشمے پھوٹیں گے اور سیراب کرنے والے نالے ندیاں بہنے لگیں گے خشک چٹیل اور پیاسے

صحرا، چشموں اور پانیوں سے بھرپور ہوں گے اور اس جگہ حج کا مقام و محل ہوگا۔ حرم کی راہ پر امم و اقوام کی نجاستوں اور غلاظتوں کا گذر نہیں ہو سکے گا اور نہ حرم کی قدر و منزلت سے بے خبر لوگوں کا۔ نہ اس میں درندے ہوں گے اور نہ شیر۔ اس پر صرف صالحین و مخلصین کا گذر ہوگا۔

○ کتاب حزقیل علیہ السلام میں منقول ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل کے عصیان و طغیان اور تمرد و سرکشی کا ذکر کیا اور انگور کے روگ والے درخت سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا۔ یہ روگ اور مرض میں مبتلا درخت اب زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکے گا بلکہ اس کا مالک سخت ناراضی اور غیظ و غضب سے اس کو اکھاڑ کو زمین پر پھینک دے گا۔ بادِ سموم اس کے پھلوں کو جلا کے رکھ دے گی اور اس کے بعد عنقریب ایک بادیہ و ویرانہ میں جس کی طرف راہیں مفقود اور جہاں پانی نایاب ہے ایک پودا کاشت کیا جائے گا اور اس کی مضبوط شاخوں سے آگ نکلے گی جو پہلے پودے کے پھلوں کو کھا جائے گی اور وہ خود بھی اس میں بھسم ہو جائے گا حتیٰ کہ نہ اس کی مضبوط چھڑی حاصل ہو سکے گی اور نہ ہی کوئی شاخ ہاتھ آسکے گی۔

○ کتاب شعیا علیہ السلام میں حرم مکہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

بھیڑیے اور اونٹ^ع^ اس میں اکٹھے چریں گے اور ایسے ہی دوسرے درندے حرم کے اندر کسی بھی جانور یا جاندار کو ایذا و تکلیف نہیں پہنچائیں گے اور جب حدودِ حرم سے نکل جائیں گے تو درندوں سے خائف ہو کر بھاگ جائیں گے۔ اور شکاری جانور دوسروں کے شکار پر حریص نظر آئیں گے جیسا کہ حرم میں داخل ہونے سے قبل تھے (ف)

اصحاب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور جنگ بدر کا ذکر کتب قدیمہ میں

حضرت شعیا علیہ السلام نے بدر کے دن کا تذکرہ فرماتے ہوئے اور کفار و مشرکین کی ہزیمت و شکست بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم ان کو ایسے پامال کریں گے جیسے کہ بیل کھلیان کو بھوسہ بناتے ہیں اور کفار عرب و مشرکین پر بلاء آسمانی و آفات ناگہانی نازل ہوں گی اور وہ شکست کھا کر بھاگ جائیں گے دوسرے مقام پر فرمایا وہ سونتی ہوئی تلواروں سے اور چلّہ چڑھی کمانوں اور خون آشام تیروں سے اور جنگ کی شدت و سختی سے بھاگ نکلیں گے۔

ع کتاب میں لفظ حمل ہے جس کا ترجمہ اونٹ ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ دراصل لفظ حمل ہے جس کا معنی بھیڑ کا بچہ ہے اور بھیڑیے کے ساتھ اس کا مل کر حرم میں رہنا قدرت خداوندی کی اہم دلیل ہے بہ نسبت اونٹ اور بھیڑیے کے واللہ و رسولہ اعلم۔

(ف) یہ خصوصیات صرف حرم مکہ مکرمہ میں پائی جاتی ہیں اور بیت المقدس کے ارد گرد یہ صورت حال نہیں ہے تو واضح ہوگیا کہ ان آیات کا مصداق حرم پاک اور مکہ مکرمہ ہی ہے۔

صحرا چشموں اور پانیوں سے بھرپور ہوں گے اور اس جگہ حج کا مقام و محل ہوگا۔ حرم کی راہ پر امم و اقوام کی نجاستوں اور غلاظتوں کا گذر نہیں ہو سکے گا اور نہ حرم کی قدر و منزلت سے بے خبر لوگوں کا۔ نہ اس میں درندے ہوں گے اور نہ شیر۔ اس پر صرف صالحین و مخلصین کا گذر ہو گا۔

○ کتاب حزقیل علیہ السلام میں منقول ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل کے عصیان و طغیان اور تمرد و سرکشی کا ذکر کیا اور انگور کے روگ والے درخت سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا۔ یہ روگ اور مرض میں مبتلا درخت اب زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکے گا بلکہ اس کا مالک سخت ناراضی اور غیظ و غضب سے اس کو اکھاڑ کر زمین پر پھینک دے گا۔ بادِ سموم اس کے پھلوں کو جلا کے رکھ دے گی اور اس کے بعد عنقریب ایک بادیہ و ویرانہ میں جس کی طرف راہیں مفقود اور جہاں پانی نایاب ہے ایک پودا کاشت کیا جائے گا اور اس کی مضبوط شاخوں سے آگ نکلے گی جو پہلے پودے کے پھلوں کو کھا جائے گی اور وہ خود بھی اس میں بھسم ہو جائے گا حتیٰ کہ نہ اس کی مضبوط چھڑی حاصل ہو سکے گی اور نہ ہی کوئی شاخ ہاتھ آسکے گی۔

○ کتاب شعیا علیہ السلام میں حرم مکہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

بھیڑیے اور اونٹ[ع] اس میں اکٹھے چریں گے اور ایسے ہی دوسرے درندے حرم کے اندر کسی بھی جانور یا جاندار کو ایذا و تکلیف نہیں پہنچائیں گے اور جب حدود حرم سے نکل جائیں گے تو درندوں سے خائف ہو کر بھاگ جائیں گے۔ اور شکاری جانور دوسروں کے شکار پر حریص نظر آئیں گے جیسا کہ حرم میں داخل ہونے سے قبل تھے (ف)

اصحاب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور جنگ بدر کا ذکر کتب قدیمہ میں

حضرت شعیا علیہ السلام نے بدر کے دن کا تذکرہ فرماتے ہوئے اور کفار و مشرکین کی ہزیمت و شکست بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم ان کو ایسے پائمال کریں گے جیسے کہ بیل کھلیان کو بھوسہ بناتے ہیں اور کفار عرب و مشرکین پر بلا آسمانی و آفات ناگہانی نازل ہوں گی اور وہ شکست کھا کر بھاگ جائیں گے دوسرے مقام پر فرمایا وہ سونتی ہوئی تلواروں سے اور چلّہ چڑھی کمانوں اور خون آشام تیروں سے اور جنگ کی شدت و سختی سے بھاگ نکلیں گے۔

ع کتاب میں لفظ حمل ہے جس کا ترجمہ اونٹ ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ دراصل لفظ حمل ہے جس کا معنی بھیڑ کا بچہ ہے اور بھیڑیئے کے ساتھ اس کا مل کر حرم میں رہنا قدرت خداوندی کی اہم دلیل ہے بہ نسبت اونٹ اور بھیڑیے کے واللہ و رسولہ اعلم۔

(ف) یہ خصوصیات صرف حرم مکہ مکرمہ میں پائی جاتی ہیں اور بیت المقدس کے ارد گرد یہ صورت حال نہیں ہے تو واضح ہو گیا کہ ان آیات کا مصداق حرم پاک اور مکہ مکرمہ ہی ہے۔

ابن قتیبہ نے فرمایا کہ کتب قدیمہ میں موجود یہ آیات اور علامات بینات ایسے ہیں جن کی اہل کتاب شب و روز تلاوت کرتے ہیں نہ اُن کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی کر سکتے ہیں۔ اگر کسی امر کا ان کو انکار ہے تو وہ فقط نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کا وہ کھلے دل سے اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور ان کو اس سے انکار یا اس معاملہ میں تذبذب ناقابل اعتبار و اعتماد ہے کیونکہ آنے والے پیغمبر (جس کی بشارات حد تواتر تک ان کی کتابوں میں موجود ہیں) اُن کے نزدیک مشفع ہیں اور اسی کا عربی ترجمہ محمد ہے لہٰذا وہ ناوالنسنہ یا دالنستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا بھی اقرار کرنے پر مجبور ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ وہ الحمد للہ کی جگہ کہتے ہیں سقحاً لا لہٰنا جب شقع بمعنی حمد ہے تو مشفع بمعنی محمد ہے۔

علاوہ ازیں جن صفات نبوت کا وہ اقرار کرتے ہیں اور آنے والے پیغمبر میں ان کی موجودگی ضروری قرار دیتے ہیں وہ ساری کی ساری بلا کم و کاست سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و افعال اور صفات و خصال آپ کے زمان سعادت نشان اور مقام ولادت، مکان ہجرت اور تفاصیل شریعت پر پوری طرح منطبق ہیں۔

لہٰذا اگر ان کا موصوف و مصداق ذات سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰت نہیں ہے تو ہمیں بتلائیں کہ ان صفات کا مالک کونسا نبی ہے۔ جس کے سامنے سب قبائل و اقوام اور امم و اجیال سرنگوں ہوئے ہوں، ان کی طاعت و غلامی کے لیے کمربستہ ہوئے ہوں اور ان کی دعوت پر لبیک کہا ہو۔ وہ صاحب جمل (اونٹ والے) کون ہیں جن کے ہاتھوں بابل اور اس کے اصنام و اوثان نیست و نابود ہوئے اور قیدار بن اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے پیدا ہونے والی وہ امت کہاں ہے اور کونسی ہے جو پہاڑوں کی بلندیوں پر سے تلبیہ اور اذان کے ساتھ آواز بلند کرنے والے ہیں اور جنہوں نے تسبیح باری تعالیٰ کو بحر و بر میں پھیلایا اور عام کیا۔ ناممکن ہے ناممکن ہے کہ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت کے اور کوئی اُن صفات کا موصوف، ان حکایات کا محکی عنہ اور عنوانات کا معنون اور مصداق بن سکے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

علامہ ابن قتیبہ نے فرمایا کہ اگر یہ اخبار اور اعلانات اہل کتاب کے کتب و صحف میں موجود نہ ہوتے تو قرآن مقدس نے ان کی کتابوں میں مذکور صفات نبویہ کے حوالہ جات سے جو حقانیت نبوت واضح فرمائی ہے اسکی کوئی وجہ صحت نہیں ہو سکتی مثلاً ارشاد رب العزت ہے۔

(۱) الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل۔

جس نبی مکرم کے اوصاف و کمالات کو اہل کتاب اپنی تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

(۲) لم تکفرون بآیات اللہ وانتم تشھدون۔

کیوں اللہ تعالےٰ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے ہو حالانکہ تم اُن کی حقانیت و صداقت کے گواہ ہو اور اُن سے باخبر ہو۔

(۳) یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔

محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اس طرح جانتے پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنی اولاد کو۔

(۴) ومن عندہ علم الکتاب ۔

میری حقانیت نبوت پر وہ لوگ شاہد ہیں جن کے پاس علم کتاب یعنی تورات ہے۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کو اپنی کتابوں کے ذریعے مکمل علم نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ امر کیونکہ درست ہو سکتا تھا کہ ان پر حجت قائم کرتے ہوئے ایسے دلائل بیان فرماتے جو ان کی کتابوں میں موجود ہی نہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں میری حقیقت نبوت پر دلیل یہ ہے کہ تم میرے متعلق اپنی کتابوں میں پوری تفصیل لکھی ہوئی پاتے ہو اگر ان کے ہاں کچھ بھی مسطور و مرقوم نہ ہوتا تو الٹا یہ امر اُن کے لیے نبوت مصطفویہ کا قائل بنانے کی بجائے نفرت اور بُعد و اجتناب کا موجب ہو جاتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور بعض اہل کتاب نے حقیقت حال کو دیانت کر لیا تو فوراً اسلام لے آئے اور غلامی مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لیا اور جب بھی دوسرے یہود کتمانِ حق کرنے لگتے تو یہ ان کی مکاری و عیاری کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیتے اور ان کو باوجود انتہائی مکار و فریب کار ہوتے کے قرآن مقدس اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دعوؤں پر ذرا بھر چون و چرا کی جرات نہ ہوئی۔ ورنہ پوری دنیا کے یہود و نصاریٰ چلا اٹھتے اور آسمان سر پر اٹھا لیتے مگر ان کا کثرت تعداد اور فراوانی وسائل و ذرائع کے باوجود مہر بہ لب رہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اعلانات کی صداقت پر دلیل قاہر ہے والحمد للہ علی ذالک ۔

میں کہتا ہوں ہمیشہ سے اہل کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صفات کمال اور آیات جمال و حسن خصال سے جانتے تھے۔ زبانی اقرار بھی کرتے رہے اور لوگوں کو اُن کے ظہور و خروج کا وعدہ بھی دیتے رہے اور اپنے اہل و عیال کو ان کے ساتھ ایمان لانے کی وصیت بھی کرتے رہے۔ جب آپ نے خاکدان عالم پر قدم رنجہ فرمایا تو نوجوانوں میں سے جو عقلمند تھے اور سعادت ازلی سے بہرہ مند) وہ نور ایمان سے منور ہو گئے اور کم عقل اور ازلی بدبخت حسد کی کالک سے روسیاہ ہو کر در پئے عناد و فساد ہوئے جیسے کہ حی بن اخطب۔ ابی عامر راہب اور امیہ بن ابی الصلت اور ایک عظیم جماعت متاخرین اہل کتاب سے بھی مشرف باسلام ہوئی اور خود کتابیں تصنیف کر کے ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صفات بیان کیں جو تورات و انجیل میں موجود تھیں۔

تعجب ہے ان لوگوں پر جو حق کا یقین کر لینے کے باوجود حسد و عناد کی وجہ سے دائمی عذاب اور عقاب نار کو تو اختیار کر لیتے ہیں مگر اعتراف حق اور قبول صدق پر آمادہ نہیں ہوتے۔

نعوذ باللہ من ھذا الشقاء العظیم ۔

پانچواں باب

کعب بن لوی بن غالب کا بعثت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اعلان

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کعب بن لوی بن غالب ابن فہر ابن مالک رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو جمعہ کے دن جمع فرماتے اور جمعہ کا نام انہوں نے ہی تجویز فرمایا۔ قبل ازیں اس مبارک دن کو عروبہ کہا جاتا تھا (بہر کیف) وہ اس دن قوم کو خطاب فرماتے اور کہتے بعد حمد وثنائے پروردگار ذوالجلال اے قوم سنو اور غور وفکر کرو، فہم وتدبیر سے کام لو اور قلب سلیم سے حقیقت حال کو دریافت کرنے کی کوشش کرو۔

رات چھا جانے والی ہے اور کائنات کو تاریکی میں غرق کرنے والی۔ دن چمکنے والا ہے اور اہل عالم کو ظلمت شب سے چھٹکارا دینے والا۔ زمین آسائش خلق کے لیے فرش او بچھونا ہے۔ اور آسمان ان پر سایہ فگن چھت، پہاڑ زمین کے لیے میخیں ہیں جو اس کو جنبش ولرزش سے محفوظ رکھنے والی ہیں اور نجوم وسیارات قدرت خداوندی کے دلائل اور راہروؤں کے لیے علاماتِ منازل اور نشانات راہِ راست۔

اوائل واواخر فنا وہستی میں برابر ہیں اور مذکر ومونث، نر اور اس کی جفت سبھی پراگندگی اور بوسیدگی کا شکار ہونے والے ہیں۔ لہٰذا (لمحات زندگی کو قیمتی جانو اور دار آخرت کے لیے نیک اعمال کا ذخیرہ کرتے ہوئے) صلہ رحمی کرو اور رشتہ داروں کے حقوق ملحوظ ومدِ نظر رکھو۔ اور اپنے اموال کو ان راہوں میں صرف کر کے بار آور اور نفع بخش بناؤ۔

کیا تم نے کبھی کسی کو ہلاک ہونے کے بعد واپس آتے ہوئے دیکھا۔ کسی میت کو قبر سے نکلتے دیکھا (جو بھی یہاں سے گیا واپس نہیں آیا) تمہارا حقیقی ٹھکانا اور اصلی گھر آگے ہے اور حقیقت وہ نہیں جو تم سوچتے ہو اور اس کا زبانی اظہار بھی کرتے ہو (کہ زندگی بس یہی ہے پھر نہ زندگی ہے نہ حساب ومواخذہ اور جزاء وسزا)

اپنے حرم کو مزین کرو، اس کی تعظیم وتکریم بجا لاؤ اور اس کی پناہ پکڑے رہو۔ عنقریب اس کی عظیم خبر تمہارے سامنے آئیگی اور اس سے نبی کریم کا ظہور ہوگا۔ پھر آپ یہ اشعار سناتے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(۱) رات اور دن ہر گردش میں نیا حادثہ اپنے دامن میں لاتے ہیں۔ ہم پر گردش دوراں کے لیل ونہار برابر ہیں۔

(۲) اچانک ہمارے پاس نبی مصطفٰے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے پھر ایسی خبریں ہمیں سنائیں گے،

حق کا بتلانے والا (اور وحی فرمانے والا رب کریم) سچا ہے، بہت ہی سچا۔

پھر فرماتے کاش میں اس زمانہ میں دیکھنے سننے کے اور چلنے پھرنے اور زور بازو دکھانے کے قابل ہوتا تو ان کی دعوتِ حق کو ماننے اور اس کے اندر شدائد و مصائب جھیلنے میں اس طرح ثابت قدمی اور استقلال کا مظاہرہ کرتا جیسے کہ اونٹ بوقت باربرداری۔

پھر یہ شعر زبان اقدس پر جاری فرماتے۔

یا لیتنی شاهد فحواء دعوته   حین العشیرة تبغی الحق خذلانا

اے کاش میں ان کے دعویٰ نبوت اور دعوت الی الحق کے وقت موجود ہوتا جبکہ ان کی قوم حق کو مٹانے اور ان کو رسوا کرنے کی ناپاک سعی کرے گی۔

یہ تھے ان کے خطبات اور قوم کے لیے ہدایات حالانکہ سید السادات مفخر موجودات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کی بعثت اور ان کے زمانہ وفات کے درمیان پانچ سو ساٹھ سال کا عرصہ دراز حائل تھا۔

چھٹا باب

نصر بن ربیعہ لخمی کے خواب کا بیان جو نبیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کی دلیل و برہان ہے

سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ نصر بن ربیعہ نے خواب دیکھا جو انتہائی ہولناک تھا۔ اس نے ہر کاہن و نجومی کو اپنے ہاں جمع کیا اور کہا کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے جس نے مجھے سخت ہول و دہشت میں مبتلا کر دیا ہے۔ مجھے اس کی تعبیر بتلاؤ۔ انہوں نے کہا تم خواب بتاؤ گے تو ہم تعبیر بتلا دیں گے۔

نصر بن ربیعہ نے کہا تعبیر اس کی وہی شخص بیان کر سکے گا جو میرے بیان کیے بغیر وہ خواب معلوم کر سکے گا۔ انہوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ تیرا یہ مقصد تو فن کہانت و نجوم کے امام و پیشوا سطیح و شق ہی پورا کر سکیں گے۔ اس نے ان دونوں کی طرف آدمی بھیجا سطیح آ گیا۔

نصر نے کہا میں نے ہولناک اور مہیب خواب دیکھا ہے۔ اگر خواب معلوم کر لو تو تعبیر بھی درست بتلا سکو گے ورنہ تعبیر بیان کرنا بھی تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔

سطیح نے کہا تو نے خواب میں دیکھا کہ ظلمت و تاریکی سے ایک شعلہ بلند ہوا اور نشیبی زمین حجاز و تہامہ میں جا پڑا اور وہاں ہر جاندار کو جلا کر بھسم کر دیا اور ہر ایک کا سر پھوڑ دیا۔

نصر نے کہا تو نے خواب بالکل درست اور صحیح بتلا دیا ہے اب بتا اس کی تعبیر کیا ہے۔

سطیح نے کہا۔ تمہاری زمین پر حبشی حملہ آور ہوں گے اور مقام اَبْیَن اور جرش کے درمیانی علاقہ پر ان کا تسلط قائم ہو جائیگا۔

بادشاہ (نصر) نے اسے کہا یہ تو ہمارے لیے بہت ہی غیظ و غضب کا موجب ہے اور باعث رنج والم۔ یہ واقعہ کب پیش آئے گا۔ آیا میری زندگی میں یا اس کے بعد۔

سطیح نے جواب دیا تیری وفات کے ایک عرصہ بعد یعنی ساٹھ ستر سال کے درمیان۔

نصر نے دریافت کیا کہ ان کا غلبہ و تسلط اس علاقہ پر قائم رہے گا یا منقطع ہو جائے گا۔

سطیح نے جواب میں کہا کہ نوے سال سے کچھ عرصہ زائد گذرنے پر وہ غلبہ و تسلط ختم ہو جائے گا پھر وہ بھاگ نکلیں گے۔

نصر نے سوال کیا۔ ان کو بھگانے والا کون ہوگا اور ان کی شکست کا ذمہ دار کون ہوگا۔

سطیح نے بتلایا کہ ارم ذی یزن (یعنی سیف بن ذی یزن جو عظمت و قوت میں ارم عاد کی مانند ہوگا) اُن پر حملہ آور ہوگا اور پورا یمن کا علاقہ اُن سے خالی کرائے گا (اور ارض تہامہ و حجاز بھی یمن ہی کا حصہ ہے)

نصر نے پھر استفسار کیا۔ اس کا ملک برقرار رہے گا یا وہ بھی ختم ہو جائے گا۔

سطیح نے کہا وہ بھی ختم ہو جائے گا۔

نصر نے دریافت کیا اسے کون ختم کرے گا۔

سطیح نے کہا ایک مقدس اور پاکیزہ نبی جس پر بلند و برتر خداوند جل وعلیٰ کی طرف سے وحی کا نزول ہوگا۔

نصر نے کشف حقیقت کے لیے پوچھا یہ نبی کون ہوں گے۔ کسی قبیلہ ونسب سے متعلق ہوں گے۔

سطیح بولا۔ وہ غالب بن فہر بن مالک بن النضر کی اولاد سے ہوں گے اور پھر یہ ملک و سلطنت ان کی قوم کے زیر تسلط ہوگا اور ہمیشہ وہی حکمران رہیں گے تا آخر الدھر۔

نصر نے کہا۔ کیا اس دہر و زمانہ کی انتہا بھی ہے؟۔

سطیح نے جواب دیا ہاں۔ اس کا یوم انتہا وہ ہے جس میں اولین و آخرین کو جمع کیا جائے گا۔ نیک اعمال و کردار والے اس میں سعادت مند ہو جائیں گے اور انعامات باری تعالےٰ سے بہرہ ور۔ اور بداعمال و بدکردار اس میں شقاوت و بدبختی کا طوق ذلت پہنے ابدی عذاب و عقاب میں جا پڑیں گے۔

نصر نے پوچھا کیا واقعی انجام کار یہی ہے جو تو مجھے بتا رہا ہے۔

سطیح نے کہا ہاں بالکل! مجھے قسم ہے شفق کی، رات کے چھا جانے کی اور تخم نباتات کے پھوٹ کر عظیم الجثہ درخت بننے کی، جو کچھ میں نے بتایا ہے وہ بالکل درست اور حق ہے۔

جب سطیح اپنی کلام سے فارغ ہو چکا تو شق نامی دوسرا کاہن پہنچ گیا۔ نصر بن ربیعہ نے اس سے بھی یہی کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے وہ بھی بتلا اور اس کی تعبیر بھی۔ تو اس نے بھی اسی طرح بیان کیا جیسے کہ سطیح بیان کر چکا تھا۔ اور مملکتوں میں ہونیوالی تبدیلیوں اور انقلابات کی تفصیل اس نے بھی بیان کی جیسی کہ سطیح نے بتائی تھی اور اختتام اس بات پر کیا۔

پھر ایک رسول تشریف لائے گا جو حق وصداقت اور انصاف وعدالت کے ساتھ پھر ملک پر تسلط تا یوم فصل اسی قوم میں رہے گا۔

نصر نے پُوچھا یوم فصل کیا ہے؟

شق نے جواب دیا۔ یوم فصل وہ دن ہے جس میں تمام لوگوں کو جزاء اعمال دی جائے گی اور تمام لوگ اِس وقتِ موعود میں جمع کیے جائیں گے (تا کہ اپنے کیے کی جزاء و سزا پائیں)

ساتواں باب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبِ اقدس کا بیان

آپ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قُصَی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ ابن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہیں، یہاں تک تمام ماہرین انساب اور تاریخ نگار متفق ہیں اس کے بعد اختلاف ہے بعض یہ اضافہ کرتے ہیں۔

عدنان بن اُدّ بن الهميسع بن حمل بن قيدار بن اسماعيل بن ابراهيم عليهما السلام۔

اور بعض نے درمیان سے اُدّ بن ادد کو ساقط کر کے بیان کیا ہے۔

ی ‍‍ت س‍ل‍ ‍ضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدنان کے بعد اپنا نسب یوں بیان فرمایا۔ ‍ط‍ہ‍ا ادبے ‍ح‍ن‍ی

ابن لوی بن اعراق الثریٰ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جن روایات میں اُد بن زید کا ذکر کیا ‍ ‍‍ا‍ف‍ا‍ت نہیں ہے کیونکہ زید اور ہمیسع ایک ہی شخص کا نام ہے۔

اعراق الثریٰ کا مسمیٰ کون ہے اس میں پھر اختلاف ہے۔ زبیر بن بکار کی نقل و حکایت کے مطابق وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے اور اُن کے اس لقب سے ملقب و موصوف ہونے کا باعث یہ ہے کہ آپ کو جب نمرودیوں نے آگ میں پھینکا اور امر الٰہی سے آپ کو ذرا بھر تکلیف نہ پہنچی تو لوگوں نے کہا یہ اعراق ثریٰ ہیں۔ (اعراق بمعنی جڑیں اور ثریٰ گیلی اور تر مٹی کے معنی میں ہے تو گویا آپ تر مٹی میں رہنے والی سرسبز اور تر و تازہ جڑیں تھے جن کو آگ نہ جلا سکی)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہمیں کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو عدنان اور اسماعیل علیہ السلام کے درمیانی نسب کو یقین کے ساتھ جانتا ہو اور بتا سکتا ہو۔

ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں نہ کسی عالم کے علم میں اور نہ ہی کسی شاعر کے شعر میں ہمیں پتہ چلا کہ وہ معد بن عدنان کے بعد نسلی نسب کو جانتا ہو۔

آٹھواں باب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب اقدس اور آباء کی طہارت اور شرف و فضل کا بیان

(۱) واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ

؎ الوفاء کی روایت میں اُدد ابن لؤی بن اعراق الثریٰ ہے اور اس کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہی اس کی تفسیر میں یوں منقول ہے۔ یری بنت و اعراق الثریٰ ہو اسماعیل کذالک حکی الزبیر بن بکار لیکن یری کی تفسیر نبیت اور پودا کے ساتھ تب درست ہو سکتی تھی جب لؤی کی جگہ یری ہوتا لہٰذا صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ لفظ لؤی نہیں بلکہ کاتب نے تصحیف سے کام لیا ہے اور یری کو لؤی لکھ دیا ہے۔ طبقات ابن سعد جلد اول ص ۵۶ پر کریمہ بنت مقداد بن اسود بہرانی سے جو روایت منقول ہے، اس میں یہی لفظ یری موجود ہے۔ عبارت یہ ہے معد بن عدنان بن ادد بن یری بن اعراق الثریٰ "فافہم وتدبر"

محمد اشرف عفا اللہ عنہ

السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمالیا اور اولاد اسماعیل علیہ السلام سے بنی کنانہ کو اور اولاد کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے شرف انتخاب بخشا اور پسندیدہ قرار دیا۔

(۲) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے نقل فرمایا کہ میں نے تمام زمین کے اطراف واکناف اور گوشہ گوشہ کو چھان مارا مگر مجھے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی کوئی ہستی نظر نہ آسکی اور میں نے سب روئے زمین کو غور سے دیکھا مگر کسی شخص کی اولاد بنی ہاشم جیسی نظر نہ آئی۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا۔ میں ہر دور میں اولاد آدم علیہ السلام میں سے بہتر قرن اور قبیلہ میں مبعوث ہوا ہوں حتیٰ کہ میں بالآخر اس قبیلہ (بنی عبد المطلب) میں ظاہر ہوا۔ جس میں میرا ظہور ہر ایک کو معلوم ہے اور ہر ایک کے سامنے ہے۔

(۴) حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! قریش نے ایک مجلس جمائی اور اس میں اپنے حسب ونسب کا ذکر کیا تو آپ کو انہوں نے اس کھجور کی مانند قرار دیا جو ویران زمین میں نمودار ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جس دن مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے سب سے بہتر مخلوق میں پیدا فرمایا اور جب ان کو مختلف فرقوں میں بانٹا تو مجھے سب سے بہتر فرقہ وجماعت میں منتقل فرمایا۔ پھر ان کو جب متفرق قبائل و شعوب میں تقسیم فرمایا تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ اور شعبہ میں پیدا فرمایا۔ اور جب قبائل کو مختلف بیوت میں تبدیل فرمایا تو مجھے سب سے بہتر بیت میں منتقل فرمایا۔ تو میں ان تمام قریش سے بیت اور گھرانہ کے لحاظ سے افضل ہوں اور ذاتی خصوصیات وکمالات میں افضل ہوں۔

(۵) حضرت ربیعہ سے منقول ہے کہ قبیلۂ انصار کے چند آدمیوں نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا کہ آپ کی قوم کی زبانی ہم یہ سنتے ہیں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت وصفت ایسے ہے جیسے کھجور (جیسا عظیم الشان درخت) ویران و بنجر زمین میں پیدا ہو جائے اور کوڑا کرکٹ والی جگہ پر۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غور سے سن لو۔ اللہ رب العزت نے مخلوق کو پیدا فرما کر دو فرقوں اور حصوں میں تبدیل فرمایا تو مجھے ان میں سے بہتر فرقہ وجماعت میں منتقل فرمایا۔ پھر ان کو دو جماعتوں میں تقسیم فرمایا تو مجھے ان میں سے بہتر جماعت میں ظاہر فرمایا۔ پھر ان کو قبائل وشعوب میں ڈھالا تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں پیدا فرمایا لہٰذا میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اور خانوادہ وگھرانہ کے لحاظ سے بھی سب سے افضل وبہتر ہوں۔

نواں باب

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام قبائل عرب سے نسبی تعلق

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ قریش میں کوئی شاخ اور قبیلہ ایسا نہیں جن کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور رشتہ داری نہ ہو اور اسی قربت و قرابت پر یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے۔

قل لا اسألکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔

فرما دیجیے میں تم سے تبلیغ اسلام اور عطاء ایمان و قرآن پر کسی اجر و اجرت اور جزاء و بدلہ کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اگر مطالبہ

باب نہم کی ان روایات سے واضح ہے کہ اہل عرب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نسبی لحاظ سے مرکزیت حاصل تھی اور ہر قبیلہ کسی نہ کسی صورت میں آپ سے رشتہ قرابت میں منسلک تھا لہٰذا سابقہ روایات میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور جیسے عظیم الشان درخت سے تشبیہ دینا اور آپ کے خانوادہ کو ویران جگہ سے العیاذ باللہ تنقیص نسب پر مبنی نہیں ہے اور نہ اہل ایمان اس کا تصور ہی کر سکتے تھے بلکہ فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور افراد خاندان کے درمیان فرق کو واضح کرنا چاہتے تھے کہ آپ کی رفعت مقام سے تمام قرابت داروں کو کوئی نسبت ہی نہ تھی بخلاف حضرت اسحٰق اور یعقوب اور دیگر انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کے کہ وہ بالعموم خانوادۂ نبوت میں ہی ظہور پذیر ہوتے رہے۔ لیکن صدیاں گذریں سلسلہ بنی اسرائیل علیہ السلام میں کوئی پیغمبر تشریف نہ لایا اور تعلیمات خلیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی قریش کے لوح قلب و دماغ سے تقریباً محو ہو چکی تھیں اس لیے محل ظہور میں اور ظہور فرما ہونے والی ہستی میں بہت بڑا تفاوت پیدا ہو گیا اس کے جواب میں سرور عالم و عالمیان علیہ السلام نے خاندانی عظمت و شرافت اور فضیلت و کرامت کا ذکر فرما کر اپنے خانوادہ کی عظمت پر تنبیہہ فرمائی۔ اگرچہ حبیب کریم نے ان سے اکتساب شرف و فضل نہیں کیا بلکہ درحقیقت آپ کی بدولت ان کو رفعت مراتب اور بلندی مناصب نصیب ہوئی بلکہ حضرت خلیل جلیل اور آدم علیہ السلام تک جملہ آباؤ اجداد کو شرف و فضل انہیں کی بدولت نصیب ہوا۔ واللہ و رسولہ اعلم۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں۔

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
معراج والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

مقصود یہ ہیں آدم و نوح و خلیل سے
تخم کرم میں ساری کرامت ثمر کی ہے

ہے تو فقط یہ ہے کہ میری اور اپنی قرابت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے صلہ رحمی سے کام لو اور قطع رحمی سے گریز کرو (اور یہ مطالبہ بھی تمہارے فائدہ کے لیے ہے تاکہ میرے تعلق کی بدولت دنیا و آخرت میں عزت پاؤ)

(۲) شعبی کہتے ہیں کہ لوگوں نے آیت مقدسہ قل لا اسالکم علیه اجرًا الا المودة فی القربیٰ کے متعلق ہم سے بہت زیادہ سوالات کیے تو میں نے اس کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عریضہ لکھا تاکہ آپ اس کا صحیح مفہوم بیان فرمادیں تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عرب میں نسبی لحاظ سے مرکزیت حاصل تھی، عرب کا ہر قبیلہ اور ہر شاخ و خانوادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب میں مربوط و منسلک تھا اور اُن کو سلسلۂ آباء و امہات نبویہ میں قرابت حاصل تھی، تو اللہ رب العزت نے آپ کو حکم دیا کہ کفار قریش سے کہو میں تم سے کوئی اجر و جزاء طلب نہیں کرتا فقط اتنا مطالبہ ہے کہ میری قرابت کا حق ادا کرو اور اس کے تحت میں جس مودت و محبت کا مستحق ہوں اس سے ہاتھ نہ کھینچو بلکہ اس کا پورا پورا خیال رکھو۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم الآیۃ کی تفسیر میں منقول ہے کہ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی قرابت نہ ہو۔ اور آباؤ اجداد یا امہات و جدات کے لحاظ سے نسب میں ارتباط و اتحاد حاصل نہ ہو، خواہ وہ قبیلہ مضر اور ربیعہ ہو یا یمانی ہوں۔

دسواں باب

انتقال نور نبوت اصلاب آباء و ارحام امہات میں

(۱) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نکاح کے ساتھ متولد ہوا نہ کہ غیر شرعی طریقہ پر اور میرا (یہ نسبتی تقدس) حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت عبد اللہ اور آمنہ رضی اللہ عنہما تک برقرار رہا اور زمانۂ جاہلیت کی بدکرداریوں اور آوارگیوں کی ذرا بھر ملاوٹ میرے نسب میں نہیں پائی گئی۔

(۲) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے والدین کبھی غیر شرعی طور پر مجتمع نہیں ہوئے اور رب العزت مجھے ہمیشہ ہمیشہ پاک اصلاب (پشتوں) سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل فرماتا رہا جبکہ اس نے مجھے ہر قسم کی نجاست و غلاظت جاہلیت سے مصفیٰ و مہذب رکھا اور جب بھی نسل انسانی دو شعبوں میں منقسم ہوئی یا قبائل و شعوب کی طرف منقلب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سب سے بہتر فرقہ و قبیلہ اور شعبہ و خانوادہ میں ظاہر فرمایا۔

گیارھواں باب

حضرت عبدالمطلب کا خواب اور ظہور نور نبوت کی بشارت

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ جبکہ میں حطیم کعبہ کے اندر سویا ہوا تھا مجھے ایک خواب آیا جس نے مجھے دہشت زدہ کر دیا۔ مجھ پر سخت گھبراہٹ طاری ہوئی اور میں اس کی تعبیر معلوم کرنے کے لیے قریش کی ایک کاہنہ عورت کے پاس گیا۔ میں ریشمی چادر اوڑھے ہوئے تھا اور میرے بال کندھوں پر لٹک رہے تھے۔

جب اس کاہنہ نے مجھے دیکھا تو میرے چہرے پر پریشانی کے آثار معلوم کر لیے اور میں ان دنوں قریش کا سردار تھا۔ تو اس نے کہا ہمارے سردار کا کیا حال ہے۔ میرے پاس ایسی حالت میں تشریف لائے کہ رنگت بدلی ہوئی ہے کیا حوادثات دہر میں سے کوئی حادثہ تو پیش نہیں آ گیا جس نے قلق و اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ بات تو کچھ ایسی ہی ہے۔ اس کے پاس حاضر ہونے اور مقاصد و مطالب کی تحقیق و تفتیش کرانے کے آداب اور طور طریقے کچھ اسطرح تھے کہ جو بھی حاضر ہوتا ہے اس کا دایاں ہاتھ چومتا پھر اس کے ہاتھ کو اپنے سر کی چوٹی پر رکھتا۔ اس کے بعد اپنا مطلب عرض کرتا۔ مگر میں اپنی قوم کا عظیم فرد تھا اور رئیس و سردار میں نے ان آداب کو ملحوظ نہ رکھا اس کے قریب بیٹھ گیا اور اپنا مطلب و مقصد بیان کرنا شروع کر دیا۔

میں نے کہا کہ آج رات سونے میں مجھے خواب میں یوں نظر آیا کہ ایک درخت نمودار ہوا ہے جس کی چوٹی آسمان سے باتیں کرنے لگی ہے اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئی ہیں۔ اس درخت سے نور کی ایسی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں جو سورج کے نور سے بھی نوّے گنا زیادہ چمکیلی ہیں۔ میں نے عرب و عجم کو اس کے سامنے سجدہ ریز دیکھا اور ہر لمحہ دہر لحظہ اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بلندی اور مقدار میں بھی اور نور و ضیاء میں بھی اور پھیلاؤ و احاطہ میں بھی کبھی وہ درخت مخفی و پوشیدہ ہوتا ہے تو کبھی پوری آب و تاب سے نمودار ہوتا ہے۔ قریش کی ایک جماعت اس کی ٹہنیوں سے چمٹی ہوئی ہے اور دوسری جماعت اس کو کاٹنے کے درپے ہے۔ جب وہ جماعت اس درخت کے قریب پہنچنے لگتی ہے۔ جو کاٹنا چاہتی ہے تو ایک جوان جس کی مانند حسین و جمیل چہرے والا اور پاکیزہ خوشبو والا کوئی شخص میں نے آج تک نہیں دیکھا ان بدباطنوں کو مار بھگاتا ہے۔ بعض کی کمریں توڑ دیتا ہے اور بعض کی آنکھیں پھوڑ دیتا ہے۔

میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ اس میں سے اپنے نصیب و مقدر کے مطابق (اس کا پھل) کھاؤں تو اس جوان نے کہا آپ کا اس میں حصہ نہیں ہے تو میں نے پوچھا کہ اس میں حصہ و نصیب کس کا ہے تو مجھے کہا کہ اس جماعت کا ہے۔

جو اس سے لٹک گئے ہیں اور آپ سے سبقت لے گئے ہیں تو میں گھبراہٹ کی حالت میں بیدار ہوا اور سخت مرعوبیت کی حالت میں ۔ عہ

فرماتے ہیں جب میں خواب بیان کر چکا اور میں نے کاہنہ کے چہرے کو دیکھا ۔ اس پر ایک رنگ آتا تھا تو دوسرا جاتا تھا پھر سوچ بچار کے بعد یوں کہا کہ اگر واقعی تمہیں یہ خواب آیا ہے تو تیری پشت سے ایک ہستی پیدا ہو گی جو شرق و غرب پر حکمرانی کرے گی اور سب لوگ اُن کے مطیع و فرمانبردار بن جائیں گے ۔ پھر ابوطالب سے مخاطب ہو کر کہا امید ہے کہ تو اس متولد ہونے والی ہستی کا چچا ہو گا ۔

ابوطالب اس وقت یہ خواب اور تعبیر بیان کیا کرتے تھے جبکہ سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا ظہور ہو چکا تھا اور کہتے تھے واللہ اعلم وہ درخت ابوالقاسم الامین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ لوگ کہتے پھر تم آپ پر ایمان کیوں نہیں لاتے تو وہ جواب میں کہتے قوم کا طریقہ چھوڑوں تو وہ مجھے گالیاں دیں گے اور عار اور شرم کا ڈر ہے ورنہ ضرور اعلان ایمان اور اور اظہار تصدیق کرتا ۔

عہ حضرت عبدالمطلب چونکہ سرورِ انبیاء علیہ السلام کے اعلان نبوت سے قبل وفات پا گئے لہٰذا اس درخت سے پھل نہ کھا سکے جو کنایہ ہے امتی بننے اور فیوضات نبویہ سے مشرف و مستفیض ہونے کا ۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اس وقت موحد نہ تھے اور الوہیت باری تعالیٰ کے معترف نہ تھے یا دوسرے لوگوں کی طرح بُت پرستی میں مبتلا تھے نعوذ باللہ بلکہ روایات سے تمام آباؤ اجداد اور امہات و جدات کی طہارت واضح ہے جبکہ شرک و کفر نجاست ہے لہٰذا اُن سب کا اسلام و ایمان اور توحید و تفرید باری کا اعتراف واضح ہے ۔ مزید تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا رسالہ مبارکہ شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام ۔

بارھواں باب

خالد بن سعید بن زید کا خواب اور بعثت رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت

حضرت خالد بن سعید سے منقول ہے کہ میں ایک رات سویا ہوا تھا جبکہ ابھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ میں نے خواب دیکھا کہ مکہ مکرمہ کو سخت ظلمت و تاریکی نے ڈھانپ لیا ہے اور تاریکی اتنی شدید تھی۔ جس میں کوئی شخص اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں یہ حالت دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک چاہِ زمزم سے ایک نور نکلا اور فضا میں بلند ہوا جس سے اولاً بیت اللہ شریف منور ہوا پھر اس نے پورے مکہ شریف کو منور کر دیا پھر وہ مدینہ منورہ کے نخلستان کی طرف مائل ہوا اور اس کو بقعۂ نور بنا دیا حتیٰ کہ میں نے اس نور کی ضیا پاشیوں کی بدولت کھجوروں کو اپنے درختوں پر موجود دیکھ لیا۔ خواب سے بیدار ہوا تو اپنے بھائی عمرو بن سعید سے ساری حالتِ رؤیا بیان کی وہ پختہ رائے اور صائب الفکر شخص تھا۔ اس نے کہا میرے بھائی ایک عظیم ہستی کا ظہور ہونے والا ہے اور ہو گا بھی بنی عبد المطلب میں کیونکہ اس نور کا ظہور انہیں کے مورث اعلیٰ کے چاہِ زمزم سے ہوا ہے۔

حضرت خالد فرماتے ہیں کہ اسی خواب کی بدولت اللہ رب العزت نے مجھے مشرف باسلام فرمایا۔

حضرت خالد کی والدہ فرماتی ہیں سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں میرا فرزند ارجمند بھی داخل ہے اور باعث اس کا یہی خواب تھا جب اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خواب سنایا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خالد بخدا وہ نور میں ہی ہوں اور میں اللہ تعالےٰ کا رسول ہوں اور اپنی تعلیمات اور احکام خداوندی اسکو بتلائے تو خالد فوراً مشرف باسلام ہو گئے اور ان کے بعد ان کے بھائی عمرو بھی دولتِ اسلام سے مالامال ہو گئے۔

تیرھواں باب

عمرو بن مرہ کا خواب اور ظہور مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی بشارت

۱۔ عمرو بن مرہ جہنی سے منقول ہے کہ میں زمانہ جاہلیت میں اپنی قوم میں سے ایک جماعت کی ہمراہی میں حج کے لیے نکلا جب مکہ شریف میں پہنچا تو رات کو سوتے میں کیا دیکھتا ہوں کہ کعبہ مبارکہ سے ایک عظیم نور بلند ہوا جس نے مکہ مبارکہ سے مدینہ تک کے پہاڑوں کو روشن کر دیا اور جہینہ کے پہاڑ اشعر تک پھیل گیا۔ میں نے اس نور سے یہ آواز سنی۔ ظلمتیں چھٹ گئیں، نور وضیا کا غلبہ ہو گیا اور خاتم الانبیاء علیہ السلام تشریف فرما ہو گئے۔

وہ نور دوبارہ چمکا حتیٰ کہ مجھے حیرہ کے محلات اور مدائن میں کسریٰ کے قصر ابیض نظر آ گئے اور حسب سابق آواز آئی۔ اسلام غالب آ گیا، اصنام ٹوٹ گئے اور قطع رحمی صلہ رحمی سے تبدیل ہو گئی۔

گھبرا کر بیدار ہوا اور اپنی قوم سے کہا بخدا قریش کے قبیلہ میں ضرور بالضرور کوئی نیا واقعہ رونما ہو گا اور خواب میں جو کچھ دیکھا، ان کو بیان کیا جب ہم حج سے فارغ ہو کر واپس گھروں میں پہنچے تو ہمیں اطلاع ملی کہ ایک ہستی جن کو احمد کے مبارک نام سے پکارا جاتا ہے مبعوث ہوئے ہیں۔ میں فوراً گھر سے عازم سفر ہوا اور ان کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور اپنا خواب ان سے بیان کیا تو آپ نے مجھے ارشاد فرمایا اے عمرو بن مرہ میں ہی تیرے خواب کی مجسم تعبیر ہوں اور اس نور کی مجسم تصویر۔ میں سب عباد کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ انہیں اسلام کی طرف بلاتا ہوں اور انسانی خون کی حفاظت کا حکم دیتا ہوں صلہ رحمی اور عبادت خداوندی کا امر کرتا ہوں۔ اصنام واوثان سے اجتناب واحتراز اور بیت اللہ کے حج وطواف کی تعلیم دیتا ہوں سال کے بارہ مہینوں میں سے صرف ماہ رمضان کے روزے رکھنے کی تلقین کرتا ہوں۔ جو شخص میری دعوت کو قبول کرے گا جنت میں داخل ہو گا اور جو میری غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں نہ ڈالے گا جہنم کی دہکتی آگ میں ڈال کر آگ کا طوق اس کے گلے کا ہار بنایا جائے گا۔ اے عمرو اللہ تعالےٰ پر ایمان لے آ۔ وہ تجھے جہنم کی دہشت وہولناکی سے محفوظ رکھے گا۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! جو کچھ بھی آپ اللہ تعالےٰ کی طرف سے لائے ہیں وہ حلت اشیاء سے متعلق ہے یا حرمت سے۔ میں سب کی تصدیق وتوثیق کرتا ہوں اور اس کا اقرار واعتراف۔ اگرچہ یہ امر بہت سی اقوام کے لیے تذلیل وتحقیر کا موجب ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو وہ اشعار سنائے جو آپ کی بشارت بعثت اور مژدہ رسالت سن کر کہے تھے اور اسی وقت اس بت کو توڑ دیا تھا جو ہمارے گھر میں موجود تھا اور میرا باپ اس کا مجاور وخدمت گذار تھا پھر بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تھا۔ اشعار یہ ہیں۔

(١) شهدت بان اللہ حق و انتی لآ لهة الاحجار اوّل تارکٍ

میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ معبود برحق ہے اور اس امر کی کہ میں پتھر والے معبودات کا ترک کرنے والا پہلا شخص ہوں۔

(٢) وشمّرت عن ساقی الا زار مهاجراً اجوب الیک الوعث بعد الدکادک

میں نے اے رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء تیری طرف ہجرت کرتے ہوئے اپنی تہمد کو اچھی طرح سنبھال لیا ہے اور اس کو گھٹنوں تک چڑھا لیا ہے۔ راستہ کے نشیب و فراز کو طے کرنے کے بعد اب ہموار علاقوں اور میدانوں میں آپ کی طرف بھاگتے ہوئے راہ طے کر رہا ہوں۔

(٣) لا صحب خیر الناس نفسا و والداً رسول ملیک الناس فوق الحبائک

تاکہ میں شرف صحبت حاصل کر سکوں اس ذاتِ اقدس کا جو ذاتی خوبیوں اور کمالات کے لحاظ سے اور نسب و حسب کے لحاظ سے بھی سب لوگوں سے بہتر و برتر ہیں عظیم المرتبت رسول ہیں اور سب لوگوں کے بادشاہ اور صاحب اقتدار۔

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرحبا اے عمرو بن مرہ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ مجھے اپنی طرف سے ایلچی اور سفیر و قاصد بنا کر میری قوم کی طرف بھیجیں۔ ہو سکتا ہے اللہ کریم اُن پر میری وجہ سے احسان فرمائے اور دولتِ ایمان مرحمت فرمائے جس طرح مجھ پر جناب والا کی برکت سے کرم نوازی فرمائی ہے۔

آنحضور نے میری درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے مجھے اپنی قوم کی طرف بھیجا۔ اور ساتھ ہی نصیحت بھی فرمائی کہ نرمی اور پختہ کلامی سے کام لینا اور صحیح مضمون و مفہوم ادا کرنا۔ نہ درشت کلامی سے کام لینا اور نہ حسد و تکبّر کی آلائش اپنے دامن کے قریب پھٹکنے دینا۔

میں اپنی قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا اے بنی رفاعہ بلکہ اے جہینہ کے جملہ قبائل و جماعات میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد بن کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ جنت کی طرف دعوت دیتا ہوں اور جہنم کی آگ سے ڈراتا ہوں۔ لوگوں کے خون ناحق سے دست ظلم و تعدی کو باز رکھنے اور صلہ رحمی سے کام لینے کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ وحدہٗ کی عبادت کا امر کرتا ہوں اور اصنام و اوثان کی تعظیم و تکریم سے نفرت و بغاوت کا اور حج بیت الحرام اور صیام ماہ رمضان کی ہدایت و تلقین کرتا ہوں جو میری دعوت کو قبول کرے گا جنت کی ابدی راحتوں سے نوازا جائے گا اور جو اعراض و روگردانی سے کام لے گا جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا۔

اے قبیلہ جہینہ کے افراد بحمد اللہ تم اپنی برادری اور رشتہ داروں سے برتری و عظمت کے مالک بنائے گئے ہو۔ باوجود زمانۂ جاہلیت میں ہونے کے جو عربوں کے نزدیک محبوب و مرغوب تھا وہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مکروہ و ناپسندیدہ بنا دیا۔ وہ لوگ دو بہنوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھتے تھے۔ بیٹا باپ کی بیوی (اپنی سوتیلی ماں) سے شادی

رہا البتہ تھا وہ عزت و کرامت والے مہینوں میں حرب و قتال میں مشغول ہو جاتے تھے (مگر تمہیں اللہ تعالیٰ نے ان برائیوں سے محفوظ رکھا) لہٰذا بنی لوی بن غالب میں سے مبعوث ہونے والے اس نبی مرسل کی غلامی اختیار کر لو۔ دنیا میں بھی عزت و شرافت تمہارا مقدر بن جائے گی اور آخرت میں کرامت و فوقیت تمہارا نصیب ہو گا۔ جلد از جلد اس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوش بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی فضیلت اور قدر و منزلت پالو گے۔

سب نے متفقہ طور پر میری دعوت کو قبول کیا اور غلامی مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کو اختیار کر لیا۔ صرف ایک بدبخت اس سعادتِ ابدیہ سے محروم رہا اور اس نے مجھے کہا اے عمرو بن مرہ اللہ تعالیٰ تیری زندگی کو تلخیوں اور محرومیوں سے بھرپور کرے۔ کیا تو ہمیں اپنے معبودات کے ترک کرنے کا حکم دیتا ہے اور اپنی جماعت میں تفرقہ اندازی کا اور آباؤ اجداد کے دین و مذہب کی خلاف ورزی کا۔ اہل تہامہ میں پیدا ہونے والے یہ قریشی مدعی نبوت ہمیں کس امر کی دعوت دیتے ہیں۔ نہ یہ امر مجھے پسند اور نہ اس میں کوئی وجہ افتخار و اعتزاز۔ پھر اس خبیث نے یہ اشعار پڑھے۔

(۱) هذا ابن مرة قد اتى بمقالة — ليست مقالة من يريد صلاحاً

اولاد مرہ کے یہ فرد ایسا کلام اور دعوت لائے ہیں جو صلاح و خیر اور بہتری کے طلبگاروں والی دعوت نہیں ہے (العوذ باللہ)

(۲) انى لاحسب قوله و فعاله — يوماً وان طال الزمان رياحاً

میں گمان کرتا ہوں کہ ان کے جملہ اقوال و افعال ایک دن قصہ پارینہ بن کے رہ جائیں گے اور نعوذ باللہ برباد ہو جائیں اگرچہ ایک عرصہ کے بعد ہی ہوں۔

(۳) أتسفّه الاشياخ فيمن قد مضى — من رام ذاك فلا اصاب فلاحاً

کیا ہم اپنے اسلاف اور بزرگوں کو جو اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں، بیوقوف اور کم عقل قرار دیں۔ جس کا یہ مقصد ہے وہ فلاح و نجاح سے کبھی ہمکنار نہیں ہو سکتا۔

عمرو بن مرہ نے کہا ہم دونوں میں سے جو کاذب ہو اللہ تعالیٰ اس کی زندگی اجیرن کر دے، اس کی زبان بند کر دے اور اس کے منہ اور دانتوں کو قبیح و بدشکل کر دے۔ فرماتے ہیں خدا کی قسم وہ اس وقت تک جہنم واصل نہ ہوا جب تک اس کا چہرہ لٹک نہ گیا، بولنے کی سکت ختم نہ ہو گئی اور آنکھوں کی بصارت غائب نہ ہو گئی اور منہ کا ذائقہ جاتا نہ رہا کھانے کی لذت کا احساس ہی اس کو نہیں ہو سکتا تھا (اور اس طرح اس خبیث کو گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا ملی)

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے ان افراد کو نور ایمان و اسلام سے منور کر چکے تو اپنے ہمراہ لے کر بارگاہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں حاضر ہوئے۔ سرکار نے ان کو خوش آمدید کہا اور دعوات صالحہ اور نگاہ کرم کے عظیم تحیات و تحائف سے نوازا۔ اور انہیں ایک عہد نامہ لکھ دیا جس کی عبارت اور مفہوم یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ عہد نامہ حفظ وامان ہے عمرو بن مرہ اور جہینہ بن زید کے لیئے، اللہ تعالےٰ کی طرف سے اپنے اس رسول کریم کی زبان پر جو کتاب صادق کے ساتھ مبعوث ہوئے جو کہ اپنی صداقت وحقانیت پر خود شاہد ہے۔ کہ تمہارا تمام علاقہ نشیب وفراز ہے یا کوہستانی اور ہموار سب تمہارے کنٹرول وقبضہ میں ہے۔ اس کے نباتات اور سبزہ زاروں کو چراؤ اور ان وادیوں وغیرہ کے صاف ستھرے پانیوں کو استعمال میں لاؤ۔ اس شرط پر کہ تم خمس کا اقرار کرو (جب کفار کے ساتھ جنگ لڑو اور مال غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ بیت المال میں پہنچاؤ) پانچوں وقت نماز پڑھنے کا عہد وپیمان کرو۔

اللہ تعالےٰ اور جو مومنین حاضر ہیں وہ ہمارے اس عہد وپیمان پر شاہد وگواہ ہیں۔

اس موقعہ پر حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے۔

(۱) الم تر ان اللہ اظھر دینہ　　وبیّن برھان القرآن لعامر

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کو غالب فرمایا ہے اور قرآن مقدس والی عظیم حجت ودلیل کو بنی عامر کے لیے واضح فرمایا۔

(۲) کتاب من الرحمن نور لجمعنا　　واخلافنا فی کل باد وحاضر

قرآن مقدس رحمٰن کی جانب سے ہمارے لیے نور ہدایت ہے جو اب موجود ہیں ان کے لیے بھی اور جو بعد میں پیدا ہونے والے ہیں اور جنگل وبادیہ میں ہیں یا شہروں قصبوں میں ان کے بھی۔

(۳) الی خیر من یمشی علی الارض کلھا　　وافضلھا عند اعتکار الضرائر

جو رہنمائی کرنے والا ہے اس ذات اقدس کی طرف جو روئے زمین پر چلنے والے تمام لوگوں سے بہتر اور افضل ہیں اور محفوظ ہیں سوکنوں کے اختلاط سے۔

(۴) اطعنا رسول اللہ لمّا تقطعت　　بطون الاعادی بالظُّبا والخواصر

ہم نے رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی اطاعت کی جب کہ دشمنوں کے پیٹ اور پہلو نیزوں کی نوک اور تلواروں کی تیز دھار سے کٹ چکے تھے۔

(۵) نحن قبیل قد بنی المجد حولنا　　اذا اجتلبت فی الحرب ھام الاکابر

ہم وہ قبیلہ ہیں کہ مجد وبرتری ہمارے گرد ایک حصار قائم کر دیا کرتی ہے جبکہ جنگ میں بڑے بڑے لوگوں کی کھوپڑیاں اتاری جارہی ہوتی ہیں۔

(۶) بنو الحرب نفریھا باید طویلۃ　　وبیض تلالا فی اکف المغادر

ہم جنگ کو لازم پکڑنے والے ہیں اور اس کی مہمانی کرتے ہیں لمبے ہاتھوں کے ساتھ اور سفید چمکتی تلواروں کے ساتھ

جو صفوں میں گھس کر تباہی مچانے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔

(۷) تری حوله الانصار یحمون سربه　　　بسمر العوالی والصفاح البواتر

اس مجد و برتری کے گرد تو ایسے مددگار پائے گا جو اس کے راستہ پر نگرانی کرنے والے ہیں گندم گوں بلند نیزوں کے ساتھ اور کاٹنے والی تلواروں کے ساتھ۔

(۸) اذا الحرب دارت عند کل عظیمة　　　ودارت رحاها باللیوث الھواصر

جب جنگ کسی عظیم مشکل و مصیبت کے وقت گردش کرے اور اس کی چکی پچھاڑنے والے شیروں کو پیس ڈالے۔

(۹) تبلج منه اللون وازداد وجھه　　　کمثل ضیاء البدر بین الزواھر

واضح ہوئی اس سے رنگت اس مجد اور بزرگی کی اور چمک اٹھا اس کا چہرہ جیسے کہ چودھویں کا چاند غائب ہو جانے والے ستاروں کے درمیان چمکتا ہے۔

یاسر بن سوید کہتے ہیں کہ مجھے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے چند شہسواروں میں ایک چھوٹے لشکر کے اندر جنگ کے لیے بھیجا اور میری بیوی حاملہ تھی۔ جب اس کا بچہ پیدا ہوا تو وہ اسے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ بچہ پیدا ہوا اور باپ اس کا لشکر میں محاذ جنگ پر ہے (حضور دعاؤں سے اس کو مشرف فرماویں) سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے اس بچے کو اپنی گود میں لیا، اس پر دست شفقت پھیرا اور فرمایا اے اللہ اس خاندان کے مرد زیادہ فرما اور عورتیں کم۔ ان کو احتیاج و افتقار سے محفوظ فرما اور ان میں سے کسی کو بھی بھوک اور تنگدستی نہ دکھا۔ پھر فرمایا کہ اس کا نام مسرع رکھنا وہ جلد از جلد اسلام میں داخل ہونے والا ہوگا اور اسلام کی ترویج و ترقی اور رفعت و سربلندی میں پیش پیش ہوگا۔

چودھواں باب

حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بنی زہرہ میں نکاح کرنا

حضرت عبدالمطلب سے منقول ہے کہ موسم سرما میں یمن کی طرف تجارت کے لیے نکلا تو ایک یہودی کا مہمان بنا جو زبور کی تلاوت کرتا تھا۔ اس نے کہا اے عبدالمطلب کیا اس بات کا اذن دیتے ہو کہ میں تمہارے جسم کو اچھی طرح دیکھ لوں میں نے کہا نتھنوں کو دیکھنا جائز ہے مجھے اس کے دکھانے میں اعتراض نہیں ہے۔ تو اس نے میرے ناک کے نتھنوں کو غور سے دیکھ کر کہا ایک میں ملک وسلطنت ہے اور دوسرے میں نبوت ورسالت تو کیا تمہاری شاعت ہے؟ میں نے حیرانی سے پوچھا شاعت کا کیا معنی؟ اس نے کہا زوجہ اور بیوی۔ میں نے کہا اب تو نہیں ہے۔ اس وقت آپ کی بیوی صاحبہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس نے کہا جونہی مکہ شریف پہنچو تو فوراً شادی کرو۔ آپ واپس ہوئے تو ہالہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ کے ساتھ سلسلہ زوجیت قائم فرمایا۔ جس سے حضرت حمزہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما کا تولد ہوا۔

پھر حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما نے آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے شادی کی جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا۔ تو قریش کہا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ اپنے باپ پر سبقت لے گئے ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس راہب نے کہا کہ دوسرے نتھنے میں نبوت ہے اور وہ جہاں تک ہمیں معلوم ہوتا ہے بنی زہرہ کے واسطہ سے ظاہر ہو گی لہٰذا جب واپس جاؤ تو ان میں شادی کرو۔

پندرھواں باب

تذکرۂ سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ ابوطالب اور زبیر ماں کی جانب سے سگے بھائی تھے جن کا نام فاطمہ بنت عمرو تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا تھا کہ کوئی مجھے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ چاہِ زمزم کو کھودو اور اس کی جگہ کی نشاندہی بھی کر دی جب وہ کھودنے لگے تو قریش نے مخالفت کی (اور یہ اُن کے مقابلہ سے قاصر تھے) کیونکہ اُن کا اس وقت معاون و مددگار اگر کوئی تھا تو اکلوتا بیٹا حارث تھا اس پر انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے دس بیٹے عطا فرمائے اور وہ اس عمر کو پہنچیں کہ میری مدد و اعانت کر سکیں تو میں ان میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کعبہ مبارکہ کے پاس ذبح کروں گا۔ جب دس بیٹے (بفضلہ تعالیٰ) پیدا ہو کر جوان ہو گئے اور جناب عبدالمطلب کو ان کی قوت اور زورِ بازو پر اعتماد و اطمینان ہو گیا تو آپ نے اپنے بیٹوں کو اپنی نذر سے مطلع کیا۔ سب نے راہِ خدا میں قربان ہونے کے لیے آمادگی کا اظہار کیا۔ ہر ایک نے اپنا نام تیر پر لکھا پھر ان سب تیروں کو اکٹھا کر کے ہبل بت کے قیم و محافظ کے حوالے کیا اور کہا کہ اُن کی قرعہ اندازی کر اور ذبح ہونا جس کے مقدر میں ہے اس کی فال نکال کر بتا۔ قرعۂ فال حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔ آپ نے چھری لے کر اُن کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ قریش کو جب اس امر کا علم ہوا تو اپنی اپنی مجالس کو چھوڑ کر فوراً ان کے پاس پہنچ گئے اور کہا کہ ابھی ہرگز ایسا نہ کرو بلکہ مزید تسلی و تشفی کر لو تاکہ کوئی عذر اور شک اور تردد باقی نہ رہے اور اگر یہ ممکن ہو کہ اس بچے کی جان بچ جائے اور ایفاء نذر کی کوئی سبیل نکل آئے تو وہ صورت اختیار کرنی چاہیے۔

آپ اُن کے مشورہ پر حضرت عبداللہ کو ساتھ لیے ایک کاہنہ عورت کے پاس گئے اور صورتحال بتلائی۔ اس نے پوچھا تمہارے خون بہا کیا ہوتا ہے اور قتل ناحق کا بدلہ کتنا مال دیتے ہو۔ آپ نے کہا دس اونٹ تو اس نے کہا۔ پھر ایسے کرو کہ ایک طرف دس اونٹ اور دوسری طرف اپنا لختِ جگر بٹھا کر قرعہ اندازی کر لو۔ اگر قرعہ اونٹوں پر پڑے تو فبہا ورنہ دس اونٹ اور بڑھا دو پھر قرعہ اندازی کر لینا۔ علیٰ ہذا القیاس جب قرعہ اونٹوں کے نام نکلے تو اللہ تعالیٰ اونٹوں کی قربانی پر راضی ہو جائے گا اور تمہارے بیٹے کے ذبح سے درگذر فرما دے گا۔

اس کے کہنے پر حضرت عبداللہ اور دس اونٹ کعبہ کے قریب قربانی کی غرض سے لائے گئے اور قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔ دس اونٹ بڑھا کر پھر قرعہ اندازی کی تو پھر حضرت عبداللہ کا نام نکلا اور دس اونٹ کہ اس طرح دس دس کا اضافہ کرتے کرتے نوبت سو اونٹ تک جا پہنچی اس وقت ان کو ذبح کر دیا گیا اور کھلے

عام چھوڑا گیا تاکہ ہر جیز اپنا اپنا مقدر او حصہ ان میں سے وصول کرلے انسان بھی اور درندے بھی۔
(اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی برکت سے تمام انسانوں کا خون گراں اور قیمتی ہوگیا کیونکہ اسلام میں بھی وہی دیت وخونبہا برقرار رکھا گیا اور قیامت تک یہی حکم باقی رہے گا)

سولھواں باب

حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کا عقد نکاح و تزویج

جب حضرت عبداللہ کی طرف سے سو اونٹ ذبح کیے گئے (اور سارے عرب میں اُن کا شہرہ اور آوازہ بلند ہوا) تو ایک دن وہ جناب عبدالمطلب کے ہمراہ ام قتال بنت نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ پر گذرے جو کہ ورقہ (ابن نوفل) کی بہن تھیں تو اس نے کہا اے عبداللہ کہاں جاتے ہو، انہوں نے کہا اپنے باپ کی ہمراہی میں ہوں جدھر وہ جائیں گے میں بھی انہیں کے ساتھ ہوں۔

اس نے کہا مجھ سے اتنے اونٹ لے لو جو تمہاری ذات پر بطور فدیہ قربان کیے گئے تھے اور مجھے اپنی بیوی بنالو۔

آپ نے کہا میں اپنے باپ کے ساتھ ہوں اور اُن سے جُدا نہیں ہو سکتا۔

حضرت عبدالمطلب ان کو ہمراہ لیے سیدھے وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے پاس پہنچے اور اُن کی لخت جگر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح کردیا۔ جب زفاف ہوا تو (نور مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا) حضرت عبداللہ سے منتقل ہوکر حضرت آمنہ کے بطن اقدس میں جلوہ گر ہوگیا۔

حضرت عبداللہ گھر سے نکلے اور ام قتال سے کہا تو نے جو دعوت نکاح و تزویج دی تھی وہ مجھے قبول ہے۔ لہٰذا مجھ سے نکاح کرلے۔ انہوں نے آمادگی ظاہر نہ کی تو آپ نے پُوچھا بات کیا ہے کل خود پیش کش کررہی تھی اور آج اس اعراض و روگردانی کا مظاہرہ کررہی ہو تو اس نے کہا وہ نور جو تیری پیشانی میں چمکتا تھا اور جس کی والدہ بننے کی تمنا پر میں اتنے اونٹ بھی پیش کرنے کو تیار تھی وہ تجھ سے جُدا ہوگیا ہے۔ لہٰذا اب مجھے تمہارے ساتھ نکاح و تزویج میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

ام قتال کے اس علم و معرفت کی وجہ یہ تھی کہ ان کے بھائی ورقہ بن نوفل نے نصرانی مذہب اختیا(ر)

کتب سماویہ کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور ان کو اس مطالعہ سے ہی معلوم ہوا تھا کہ اس امت میں اولاد اسماعیل علیہ السلام سے ایک نبی آخر الزمان کا ظہور ہونے والا ہے۔ ام قتال نے اپنے بھائی سے حاصل شدہ معلومات کے مطابق معلوم کر لیا کہ آخر الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے والد گرامی یہی ہیں اور ان کی پیشانی میں جس نور کا ظہور ہے وہ اسی نور مجسم ہی کا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب حضرت عبداللہ کو ساتھ لیے ہوئے بنی زہرہ کے ہاں جا رہے تھے تاکہ وہاں ان کی شادی کی جائے۔ تو راہ میں ایک کاہنہ پر ان کا گذر ہوا جس کو فاطمہ بنت مر کہا جاتا تھا اور اصل تبالہ سے تھی۔ کتب قدیمہ کو بھی پڑھا کرتی تھی (جس سے اس کو نبی آخر الزمان کی علامات ظہور و خروج کا پوری طرح علم تھا) جب حضرت عبداللہ کے چہرہ مبارک پر نظر پڑی اور اس سے نور کی شعاعیں پھوٹتی دیکھیں تو کہنے لگی اے جوان کیا تو میرے ساتھ موافقت پر آمادہ نہیں ہوتا۔ میں سو اونٹ بھی پیش کروں گی تو آپ نے جواب میں کہا۔

اما الحرام فالممات دونہ۔ والحِلُّ لا حِلَّ فاستبینہ۔ فکیف بالامر الذی تبغینہ۔

فعل حرام سے تو موت بھلی ہے لہٰذا ناممکن ہے حلال طریقہ (نکاح) کی بھی کوئی صورت نہیں تا وقتیکہ میں اچھی طرح سوچ بچار نہ کر لوں اور (والد کی رضا و رغبت بھی حاصل نہ ہو) لہٰذا جو تو چاہتی ہے وہ بات نہیں ہونے کی پھر اسے اسی حسرت و ارمان کی حالت میں چھوڑ کر چل دیے۔

ابوالفیاض سے مروی و منقول ہے کہ حضرت عبداللہ کا قبیلہ خثعم کی ایک عورت فاطمہ بنت مر پر گذر ہوا جو کہ عورتوں میں سے سب سے خوبصورت، شکل و شباہت میں سب سے برتر اور عفت و پاکدامنی میں سب سے بڑھ کر تھی اس نے کتب قدیمہ کا مطالعہ کیا تھا اور قریش کے لوگ اس کے پاس جاتے اور مختلف معلومات حاصل کرتے۔ جب حضرت عبداللہ کو دیکھا اور ان کے چہرہ میں موجود نور نبوت کا نظارہ کیا، پوچھا اے جوان تم کون ہو۔ آپ نے اپنا تعارف کرایا۔ اس نے کہا اگر میرے ساتھ نکاح اور موافقت کو پسند کرو تو میں سو اونٹ بھی دینے کو تیار ہوں۔ آپ نے اس کے جواب میں کہا۔

اما الحرام فالممات دونہ۔ والحل لا حل فاستبینہ۔ فکیف بالامر الذی تنوینہ۔

حرامکاری کے ارتکاب سے تو میں مر جانے کو ترجیح دوں گا اور حلال و جائز صورت بھی نظر نہیں آتی تاکہ میں اس پر غور و فکر کروں۔ لہٰذا جو نیت و ارادہ تمہارا ہے اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔

پھر حضرت آمنہ بنت وہب کے پاس گئے اور انہیں کے ہاں رہے حتیٰ کہ نور نبوت ان کی طرف منتقل ہو گیا پھر آپ کو خثیمہ کی پیش کش قبول کرنے کا خیال آیا اس کے پاس آئے تاکہ (نکاح کے ساتھ ہم دونوں اکٹھے ہو جائیں مگر اس کی طرف سے کوئی گرمجوشی اور نکاح و تزویج میں رغبت نظر نہ آئی تو خود ہی بولے "جو پہلے تو نے کہا تھا اگر اب رغبت ہو تو میں آمادہ ہوں" اس نے کہا ایک وقت یہ خیال تھا لیکن اب تو نہیں ہے۔

اس نے پوچھا یہاں سے جا کر کیا کیا آپ نے کہا اپنی بیوی آمنہ بنت وہب سے مباشرت کی۔ اس نے کہا میں کوئی بدکار عورت نہ تھی کہ برائی کی دعوت دیتی میں نے تو تیرے چہرہ میں نورِ نبوت کو دیکھا دل چاہا کہ وہ نور میرے مقدر میں ہو مگر اللہ تعالے کو منظور یہی تھا کہ اُسے وہاں پہنچا دیا ہے جب قریش کے جوانوں کو فاطمہ خثعمیہ کی حضرت عبداللہ کو پیش کش کا علم ہوا اور اُن کے انکار و اعراض کا تو انہوں نے اس معاملہ میں اس کے ساتھ بات چیت کی تو اس نے جواب میں یہ اشعار پڑھ کر ان کو خاموش کر دیا ؎

(۱) انی رأیت مخیلۃ بلغت — فتلألات بحناتم القطر

میں نے برسنے والی بدلی کو دیکھا جو برسنے کی حد کو پہنچی ہوئی تھی پس وہ چمکی مگر مصائب و آفات کے سُرخ خونیں مٹکوں کے ساتھ یعنی مجھے خون کے آنسو رُلا گئی بلکہ خون کا سیلاب آنکھوں سے بہا گئی۔

(۲) فلما تُہا نوراً یضیٔ لہ — ماحولہ کاضاءۃ الفجر

میں نے اس برسنے والی بدلی کو نورانی حالت میں دیکھا جو اُن کے لیے ارد گرد کو یوں روشن کیے ہوئے تھی جیسا کہ سپیدۂ سحر ظلمت شب کو نور سے بدلتا ہے۔

(۳) ورأیتہ شرفاً ابوبہ — ما کلُّ قادح زندہ یوری

میں نے عظمت و برتری کا بلند پہاڑ دیکھا تو اس کی پناہ لینے کی خواہش کی لیکن ہر وہ شخص جو چقماق پتھروں کو باہم رگڑ کر آگ حاصل کرنا چاہے ضروری نہیں کہ اپنے مدعا کو پا سکے اور آگ جلا سکے ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اور اس نے یہ اشعار بھی کہے۔

(۱) بنی ہاشم قد غادرت من اخیکم — امینۃ اذ للباۃ یعتلجان

اے بنی ہاشم آمنہ نے تمہارے بھائی کو جبکہ وہ دفاع اور مجامعت کے لیے چارہ سازی کر رہے تھے اس طرح کر دیا ہے اور اس حال میں چھوڑا ہے۔

(۲) کما غادر المصباح بعد خبوہ — فتائل قد میثت لہ بدھان

جیسا کہ بتی بجھ جانے کے بعد اس فتیلہ کے ساتھ کرتی ہے جو تیل سے تر کر کے بتی روشن کرتے وقت رکھی جاتی ہے یعنی وہ اس کی تری کو کلیۃً جذب کر لیتی ہے اور بجھنے پر اس کی سرخی کو سیاہی سے بدل دیتی ہے۔

اس کے اپنے لفظ یہ ہیں قد کان ذالك مرۃ فالیوم لا جواب ضرب المثل بن گئے ہیں اور رائے کی تبدیلی تمناؤں اور آرزوؤں کا اختتام بیان کرنے کے وقت ان کو استعمال کیا جاتا ہے (ابن الجوزی)

(۳) وما كلُّ ما يحوى الفتٰى من تلادہ بحزم ولا ما فاته لتوانٍ

حقیقت یہ نہیں ہے کہ ہر وہ مال اور نعمت جو عرصہ دراز تک کسی کے پاس رہنے والی ہو اسے جواں ہمت لوگ اپنی ہوشیاری سے جمع کرتے ہیں اور نہ وہ جو میسر نہ آسکے وہ ان کی سستی و کاہلی کا نتیجہ ہے (بلکہ ہر ایک محض اپنا مقدر ہی حاصل کر سکتا ہے)

(۴) فاجمل اذا طالبت امر فانه سیکفیکه جدان یصطرعان

جب تو کسی امر کا طلبگار بنے تو پھر حسن طلب سے کام لے کیونکہ اس کے حصول میں تجھے دو حصے اور نصیبے کفایت کریں گے جو باہم متحارب ہیں اور ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کے درپے۔

(۵) ستکفیکه امایدٌ مقفعلة وامّا یدٌ مبسوطة ببنان

یا تجھے کفایت کرے گا اس مقصد و طلب میں وہ ہاتھ جو منقبض ہے اور ضعیف و ناتواں ہے (کیونکہ تجھ سے تیرا مطلوب چھین نہیں سکے گا) اور یا وہ ہاتھ جو لمبی انگلیوں اور دراز پوروں والا ہے (اگر تیرے لیے دراز بن جائے تو)

(۶) ولما تضت منه امینة ماتضت نبا بصری عنه و کل لسانی

اور جب حضرت آمنہ نے ان سے (حضرت عبداللہ سے) اپنی حاجت کو پورا کر لیا تو میری آنکھ ان سے دور ہو گئی۔ (کیونکہ سابقہ کشش باقی نہیں رہی تھی اور وہ رونق و بہارِ جبینِ اقدس آگے منتقل ہو چکی تھی) اور (بوقت دعوت) میری زبان گنگ ہو گئی (اور اجابت سے قاصر رہی)

سترھواں باب

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو دوران حمل پیش آمدہ واقعات و کیفیات

(۱) وہب بن ربیعہ کی پھوپھی روایت کرتی ہیں ہم یہ سنا کرتے تھے۔ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حاملہ ہوئیں تو فرماتی تھیں کہ مجھے کوئی پتہ نہ چلا کہ میں حاملہ ہوں یا نہیں نہ کوئی بوجھ اور ثقل محسوس ہوا اور نہ متلی وغیرہ جیسے کہ عورتوں کو اس دوران یہ حالتیں پیش آتی ہیں صرف اتنا ہوا کہ حالت حیض منقطع ہو گئی اور مجھے اس پر حیرانی ہوئی تھی۔ (کیونکہ علامت حمل بھی کوئی نہیں تھی اور حالت حیض بھی باقی نہیں رہی تھی) تو سوموار کی ایک رات کو جب کہ میں نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھی ایک آنے والے شخص نے مجھے آکر کہا۔ کچھ خبر بھی ہے کہ تو حاملہ ہو گئی ہے۔ میں نے گویا جواب

ہیں یوں کہا کہ مجھے تو علم نہیں ہے۔ اس نے کہا تو اس اُمت کے سردار اور نبی کے ساتھ حاملہ ہوئی ہے تو یہ تھی وہ علامت جس سے مجھے حاملہ ہونے کا یقین حاصل ہوا پھر وہ مژدہ دینے والی شخصیت میرے پاس اتنے وقت تک نہ آئی جب تک کہ ولادت کا وقت قریب نہ آیا جب وہ وقت قریب آیا تو پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تو اسطرح کہہ۔ اُعِیذہٗ بالواحد من شر کل حاسد۔ میں اپنے اس لخت جگر نور نظر کو اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی پناہ میں دیتی ہوں، ہر اس شخص کے شر سے جو کہ حسد کی آگ میں مبتلا ہے۔

آپ فرماتی تھیں میں ہمیشہ یہ ورد کرتی رہتی تھی جب میں نے اپنی تعلق والی عورتوں سے اس امر کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اپنے گلے اور بازوؤں میں لوہے کی بنی کوئی چیز پہن لو جب میں ایسی کوئی شے پہنتی تو چند دن نہ گذرنے پاتے کہ وہ کٹ کر گر جاتی تو میں نے ان اشیاء کو ترک کر دیا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اُن کے ساتھ حاملہ ہونے سے لے کر ولادت تک کوئی مشقت اور تکلیف محسوس نہیں کی اور مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں ان کا نام احمد رکھوں۔

اٹھارھواں باب

وفات حسرت آیات حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت اس وقت ہوئی جبکہ کسریٰ نوشیرواں کے ملک و حکمرانی کو چوبیس سال گذر چکے تھے۔ پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے عقد تزویج ہوا اور ابھی سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی ولادت باسعادت نہیں ہوئی تھی کہ ان کا وصال ہو گیا۔

ایوب بن عبدالرحمٰن سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ قریش کے قافلہائے تجارت میں سے ایک قافلے کے ساتھ شام کی طرف نکلے۔ جب تجارت سے فارغ ہوئے تو واپسی پر مدینہ طیبہ پر گذر ہوا حضرت عبداللہ ان دنوں بیمار تھے، قافلہ کی ہمراہی سے معذرت کی اور کہا کہ میں چند دن اپنے اخوال (ننھیال) بنی عدی بن نجار کے ہاں ٹھہرتا ہوں۔ آپ وہاں ایک ماہ تک بیماری کی حالت میں رہے اور دوسرے ساتھی مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے اُن کے متعلق رفقاءِ سفر سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا وہ اپنے ننھیال ٹھہر گئے ہیں اور ہم نے اُن کو بیماری کی حالت میں چھوڑا ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو بھیجا تاکہ آپ

کی حالت دریافت کریں اور ہمراہ لائیں مگر وہ پہنچے تو آپ کا وصال ہو چکا تھا اور دار نابغہ میں ان کو دفن کیا جا چکا تھا اور نابغہ بنی عدی بن النجار میں سے تھا، حارث لوٹ کر مکہ مکرمہ آئے اور ان کی وفات حسرت آیات کی خبر عبد المطلب کو سنائی تو وہ سخت غمگین ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی حضرت آمنہ کے بطن اقدس میں تھے اکہ یتیم ہو گئے اور حضرت عبداللہ کی عمر شریف ابھی صرف پچیس سال تھی۔

واقدی نے کہا کہ حضرت عبداللہ نے اپنے بعد ایک لونڈی ام ایمن، پانچ اونٹ اور ایک گلہ بھیڑ بکریوں کا چھوڑا تھا۔ یہ جملہ اشیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت اور تصرف میں آئیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ کا وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے بعد ہوا مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

انیسواں باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

آپ کی ولادت سوموار کے دن عام الفیل میں دس ربیع الاول کے بعد ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ ربیع الاول کی دو راتیں گذرنے کے بعد یعنی تیسری تاریخ کو۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ بارھویں رات کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عام الفیل میں ولادت شریف ہوئی (ابرہہ کی مع اپنے ہاتھی کے آمد و ہلاکت اتوار کے دن ہوئی جب کہ محرم کے تیرہ دن بقایا تھے اور پہلی محرم جمعہ کے دن تھی (یعنی سترہ محرم کو) اور ادھر نوشیرواں کی تخت نشینی اور حکمرانی کو بیالیس سال ہو چکے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اس مکان کے اندر ہوئی جو اب محمد بن یوسف ثقفی یعنی حجاج کے بھائی کے نام پر مشہور و معروف ہے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وہ گھر بعد از ہجرت عقیل بن ابی طالب کو ہبہ کر دیا تھا اور جب تک وہ زندہ رہے ان کے تصرف میں رہا اور ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد نے محمد بن یوسف کے ہاتھ بیچ دیا۔ پھر اس نے نئے سرے سے اپنا وہ مکان تعمیر کیا جس کو دار محمد بن یوسف کہا جاتا ہے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان بھی اس میں شامل کر دیا۔ بعد میں خیزران نے اس کو الگ کیا اور وہاں مسجد بنائی جس کے اندر (بطور تبرک) نماز پڑھی جاتی تھی۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سوموار کے دن روزہ رکھنے کے متعلق دریافت کیا (کہ آپ اس دن میں روزہ کیوں رکھتے ہیں) تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور اسی دن میں مجھ پر وحی نازل ہوئی اور اعلان نبوت کا حکم دیا گیا (رواہ مسلم وانفرد بہ)

ابن اسحٰق نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ عام الفیل (ہاتھی والے سال یعنی ابرہہ کی ہلاکت اور اس کے لاؤ لشکر کی بربادی والے سال) میں ربیع الاول کی بارھویں رات کے بعد ہوئی۔

زہری سے منقول ہے کہ عام الفیل کے دس سال بعد آپ نے خاکدان عالم میں قدم رنجہ فرمایا مگر یہ قول صحیح نہیں ہے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول کی آٹھویں کو افق بطن آمنہ رضی اللہ عنہا سے طلوع ہوئے جب کہ نیسان (شمسی مہینہ کا نام) کی دسویں تاریخ تھی۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مضبوط و توانا لڑکا تھا یعنی سات آٹھ سال کا تو ایک یہودی کو صبح سویرے مدینہ منورہ میں زور زور سے چلاتے ہوئے سنا وہ پکار رہا تھا اے گروہ یہود۔ اے گروہ یہود۔ جب وہ سارے اس کے گرد اکٹھے ہو گئے تو پوچھا تیرے لیے ہلاکت ہو کیا ہوا اور کیوں ہمیں بلاتا ہے؟ اس نے کہا وہ ستارہ جس کا طلوع احمد مجتبٰے علیہ التحیۃ والثناء کی ولادت باسعادت پر علامت و دلالت تھا وہ آج رات طلوع ہو گیا ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ یہودی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں آمد کے وقت پر بھی موجود تھا مگر براہ حسد و عناد کفر و ضلالت کی گھاٹی میں جا گرا اور مشرف باسلام نہ ہوا۔

حضرت حسان بن ثابت سے ہی مروی ہے کہ میں بوقت سحر ایک فارع نامی ٹیلہ پر موجود تھا کہ ناگاہ بہت تیز اور بلند ترین آواز میرے کان میں پڑی غور کیا کہ آواز کدھر سے آتی ہے تو ایک یہودی مدینہ طیبہ کے بلند ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر کھڑا تھا اور ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا سب لوگ دوڑ کر اس کے پاس جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے تجھے کس مصیبت نے آلیا ہے کیوں چلا رہا ہے۔ بولا یہ ستارہ احمد مجتبٰے علیہ التحیۃ والثناء والا ہے جو طلوع ہو چکا ہے۔ یہ ستارہ ظہور نبوت کے وقت طلوع ہوتا ہے اور اب انبیاء کرام علیہم السلام سے صرف محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے علیہ التحیۃ والثناء ہی تشریف لانے والے ہیں۔ لوگوں نے اس پر ہنسنا شروع کیا اور اس کی بات پر حیرانی کا اظہار کیا۔

بیسواں باب

قصۂ فیل و ابرہہ

علماء سیرت نے فرمایا کہ ابرہہ نے ایک عبادت خانہ تعمیر کیا اور اس کو آرائش و زیبائش کے لحاظ سے یکتائے روزگار بنا دیا اور کہنے لگا کہ میں حجاج عرب کو جب تک اس کی حج و زیارت پر آمادہ نہ کر لوں، دم نہیں لوں گا۔

جب اہل عرب کو معلوم ہوا کہ وہ بدبخت کعبہ شریف کی عزت و حرمت لوگوں کے دلوں سے ختم کرنا چاہتا ہے تو ان میں سے ایک شخص وہاں پہنچا اور اس مصنوعی کعبہ میں قضائے حاجت کر دی (تاکہ جب لوگ اس کی زیارت کو آئیں تو یہ منظر دیکھ کر پھر کبھی ادھر منہ نہ کریں) جب ابرہہ کو اس حادثہ کا علم ہوا تو غیظ و غضب سے آگ بگولا ہو گیا اور قسم کھائی کہ میں مکہ مکرمہ میں جا کر کعبہ کو نعوذ باللہ مسمار کر دوں گا۔ چنانچہ وہ ہاتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہوا جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا (تو باہر ہی پڑاؤ ڈالا) اور قریش کے مال مویشی جو ہاتھ آئے وہ لوٹ لیے اور اپنے ایک مصاحب کو کہا کہ لوگوں سے دریافت کرو کہ اہل مکہ کا سردار کون ہے؟ پھر اس کو میری طرف سے کہو کہ ہم تمہارے ساتھ حرب و قتال کے لیے نہیں آئے بلکہ ہم تو (خاکم بدہن) اس گھر کو گرانے کے لیے آئے ہیں۔ اس کو عبد المطلب کے متعلق بتلایا گیا (کہ قوم قریش کے سردار اور بیت اللہ کے محافظ و خادم یہ ہیں) تو ابرہہ کے مصاحب نے حضرت عبد المطلب کو اسکا پیغام پہنچا دیا۔

آپ نے فرمایا بخدا ہم نہ تو ابرہہ کے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں اور نہ ہی ہمارے اندر اتنی قوت و طاقت ہے یہ اللہ تعالیٰ کا باعزت و باکرامت گھر ہے اور اس کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گھر ہے اگر وہ خود حفاظت فرمائے تو وہ اس پر قادر ہے اور حفاظت کرے گا بھی۔

حضرت عبد المطلب کو ابرہہ کے پاس لے جایا گیا اس نے بہت اعزاز و اکرام کیا اور پوچھا کوئی حاجت و غرض ہو تو بتلاؤ تو آپ نے کہا ہمارے دو صد اونٹ جو تو نے لوٹ لیے ہیں وہ واپس کر دے۔

ابرہہ نے ان کا جواب معلوم کر کے ترجمان سے کہا کہ ان کو میری طرف سے کہہ کہ میں نے تمہیں دیکھا تو وجاہت و شوکت اور عظمت و ہیبت کی وجہ سے حیران ہو گیا۔ مگر تمہارا جواب سُن کر (سارا تاثر غلط ثابت ہوا) اور میری رغبت ختم ہو گئی تعجب ہے کہ دو سو اونٹ کا مطالبہ کرتے ہو اور وہ گھر جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا دین ہے اسے نظر انداز کر رہے ہو حالانکہ میں تو اس کو گرانے کے لیے آیا ہوں۔

آپ نے فرمایا میں ان اونٹوں کا مالک ہوں (اس لیے ان کا مطالبہ کر رہا ہوں) اور اس گھر کے مالک ہم نہیں ہیں نہ وہ ہماری حفاظت اور پناہ میں ہے (بلکہ ہم اس کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں) اس کا مالک اور ہے اور وہ ضرور اس کی حفاظت فرمائے گا۔

حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس سے اُٹھے قریش کے پاس آئے اور ان کو مکہ مکرمہ سے نکل کر پہاڑوں اور گھاٹیوں میں پناہ لینے کا حکم دیا تاکہ ابرہہ کا لشکر ان پر ظلم و تعدی نہ کرے۔ پھر کعبہ مبارکہ کے دروازے کی زنجیر پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور یہ کہا۔

یارب لا ارجو لھم سواکا　　　یارب وامنع منھم حماکا

اے رب کریم ہیں قریش کی حفاظت و نگرانی کے لیے تیرے سوا اور کسی سے امیدوار نہیں ہوں۔ اے رب کریم ابرہہ اور اس کے لشکریوں کو اپنی حمایت سے محروم فرما۔

ان عدو البیت من عاداکا　　　امنعھم ان یخربوا فناکا

بیشک بیت اللہ کا دشمن وہی ہے جو تیرا دشمن ہے لہٰذا ان کو اپنے گھر اور اس کے ماحول کو خراب و برباد کرنے سے خود روک۔

اور بارگاہ خداوندی میں یہ بھی عرض کیا۔

لاھم ان المرء یمنع رحلہ　　　وحلالہ فامنع حلالک

اے اللہ العالمین ہر فرد اپنے گھر کی اور ساز و سامان، لباس و پوشاک کی حفاظت کرتا ہے۔ لہٰذا تو بھی اپنے گھر اور اس کے ساز و سامان کی حفاظت فرما۔

لا یغلبن صلیبھم　　　ومحالھم غدوا محالک

ان کی صلیب اور قوت و طاقت کل کو تیری قوت و طاقت پر کسی طرح غالب نہ آنے پائے۔ یا ان کی چالاکی اور مکر و فریب تیری چارہ سازی پر غالب نہ ہو۔

جروا جموع بلادھم　　　والفیل کی یسبوا عیالک

انہوں نے اپنے علاقوں اور شہروں کے سارے لشکر اور ہاتھی جمع کیے ہیں تاکہ تیرے گھر میں پناہ لینے والوں کو قیدی بنالیں اور ان کو بے عزت و خوار کریں۔

عمدوا حماک بکیدھم　　　جھلا وما رقبو جلالک

تیرے محفوظ و مقدس مقام کی طرف اپنے مکر و فریب اور ناپاک عزائم کے ساتھ بڑھے ہیں اپنی نادانی اور ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے اور تیرے جلال کو ملحوظ نہیں رکھا۔

ان کنت تارکھم وکعبتنا　　　فامر ما بدا لک

اگر تو ہمارے کعبہ کو ان کے حوالے کردے اور ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دے تو بڑی عجیب بات ہے۔ مگر جو تیری مرضی ہو اور جو تجھے پسند ہو۔

ادھر حضرت عبد المطلب بارگاہ رب کریم میں دعاوزاری کر رہے تھے ادھر ابرہہ نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی تیاری کی اور اپنے انتہائی سرکش ہاتھی کو تیار کیا۔ نُفیل بن حبیب خثعمی آئے اور ہاتھی کے کان میں کہا۔

اے محمود (ہاتھی کا نام) بیٹھ جا اور آگے قدم مت بڑھا بلکہ جہاں سے آیا ہے لوٹ جا۔ کیونکہ تو اللہ تعالےٰ کے بلد حرام میں ہے (اور یہاں خونخواری و خونریزی اس مالک کو پسند نہیں ہے) ہاتھی یہ حکم سن کر بیٹھ گیا۔

نفیل تو ہاتھی کو یہ پیغام سنا کر وہاں سے تیزی کے ساتھ پہاڑ کی طرف نکل گئے اور ابرہہ اور اس کے لشکری اس کو مار پیٹ تھکے مگر وہ اٹھنے کا نام تک نہیں لیتا تھا۔ یمن کی طرف کوچ کے لیے تیاری کرتے ہیں تو دوڑنے لگتا ہے اور جب مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں تو بیٹھ جاتا ہے (ہاتھی کے ساتھ ان کی یہ دھینگا مشتی اور زور ازوری جاری ہی تھی) کہ اللہ تعالےٰ نے پرندوں کے جھنڈ بھیج دیئے۔ ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں، ایک کو چونچ میں اٹھائے ہوئے تھا تو دو کو پاؤں میں۔ بظاہر وہ کنکریاں چنے کے دانے کے بلکہ مسور کے دانے کے برابر تھیں مگر اللہ تعالےٰ نے ان میں یہ تاثیر رکھی تھی کہ جس کو لگتیں، موقعہ پر ہی ہلاک ہو جاتا۔

جب ان کنکریوں کی بوچھاڑ دیکھی تو اسی راہ پر جان بچانے کے لیے بھاگ کر پہنچے جس پر چل کر یہاں آئے تھے مگر اب بچنے کی صورت کہاں تھی کوئی میدانی علاقہ میں تباہ ہوا اور کوئی پہاڑوں میں پہنچ کر۔

ابرہہ کے جسم میں ایک مہلک مرض پیدا ہو گیا جس سے اس کی انگلیاں گل کر گر گئیں۔ جب اس کو واپس صنعا میں لے کر پہنچے تو وہ ضعف اور لاغری کی وجہ سے چوزے کی مانند ہو چکا تھا حتیٰ کہ اس کا سینہ چاک ہوا دل باہر آگیا اور اس ذلت و رسوائی کے ساتھ اہل عالم کے لیے ہزاروں عبرتوں کا سامان چھوڑ کر واصل جہنم ہوا اور یہی وہ سال تھا جس میں محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا آفتاب نبوت و رسالت افق انسانیت پر جلوہ گر ہوا[۵] (اور انہی کی بدولت اللہ تعالےٰ نے کعبہ مکرمہ اور حرم پاک۔ مکہ مکرمہ کو محفوظ فرمایا۔ یہ امر خارق للعادۃ ارہاص کہلاتا ہے اور اس میں آپ کی صداقت نبوت اور حقانیت رسالت پر واضح دلیل اور بیّن برہان موجود ہے)۔

الغرض ابرہہ اور اس کا لشکر تباہ و برباد ہوا اور ان کی تباہی و بربادی کا بیشمار لوگوں نے مشاہدہ کیا جن میں حکیم بن حزام، حویطب بن عبد العزیٰ اور حسان بن ثابت بھی ہیں، ان میں سے ہر ایک نے طویل عمر پائی ہے۔ ساٹھ ساٹھ سال تو زمانہ جاہلیت میں گذرے اور بقیہ ساٹھ ساٹھ سال زمانۂ اسلام میں نور ایمان سے منور ہو کر گذارے اور شعراء نے اپنے اشعار میں اپنے ان مشاہدات کو بیان کیا ہے۔ انہیں میں سے ایک نفیل بن حبیب ہیں جو زمانۂ جاہلیت کے شاعر ہیں اور انہیں حبشہ (ابرہہ اور اس کے لشکریوں) نے گرفتار کر رکھا تھا تاکہ مکہ مکرمہ کا راہ بتلائیں تو وہ ان سے حیلہ گری کے ساتھ

---

۵ بقول ابن قتیبہ سب لوگوں کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سال متولد ہونے پر اجماع و اتفاق ہے۔

بھاگ گئے۔ وہ کہتے ہیں۔

الا ردی رکائبنا ردبینا　　　نعمنا کم علی الھجران عبینا

اے ردینہ (عورت کا نام ہے) ہماری سواریوں کو ہماری طرف لوٹا دو۔ ہم نے ہجر وفراق پر رضامند ہو کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔

فانک لو رایت ولن ترید　　　لدیٰ جنب المحصب ما راینا

اے کاش تو دیکھتی اور اب تو ہرگز نہ دیکھ سکی گی وہ منظر عجیب اور قدرت خداوندی کا عظیم نمونہ جو ہم نے وادیٔ محصب کے پہلو میں دیکھا۔

حمدت اللہ اذ عاینت طیراً　　　وخفت حجارۃ تلقی علینا

میں اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لایا جب کہ پرندوں کو حملہ آور دیکھا اور خوفزدہ بھی تھا کہ کہیں ہم بھی ان کی زد میں نہ آجائیں۔

وکلھم یسائل عن نفیل　　　کان علی للحبشان دینا

اور ان میں سے ہر ایک نفیل (یعنی میرے متعلق) دریافت کرتا ہے گویا کہ ان حبشیوں کا مجھ پر کوئی قرض ہے۔ جس میں میں ماخوذ ہوں۔

امیہ بن ابی الصلت نے اس واقعہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے کہا۔

(۱) ان آیات ربنا بینات　　　ما یماری فیھن الا الکفور

ہمارے رب تبارک وتعالےٰ کی آیات و دلائلِ قدرت واضح ہیں جن میں سوائے کافر اور انتہائی ناشکر گذار کے کوئی شک وتردد کی مجال نہیں رکھتا۔

(۲) حبس الفیل بالمغمس حتی　　　ظل یحبو کانہ معقور

اس نے ابرہہ کے سرکش ہاتھی کو مقام مغمس میں روک دیا اور وہ گھٹنوں کے بل یوں چلنے لگا جیسا کہ اس کے پاؤں کاٹ دیے گئے ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے اس ہاتھی کے قائد (آگے چلنے والے) اور سائیس (پیچھے سے ہانکنے والے) دونوں کو مکہ مکرمہ میں دیکھا وہ آنکھوں سے محروم تھے اور پاؤں سے معذور لولے لنگڑے۔ لوگوں سے مانگ کر گذر اوقات کرتے تھے۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں۔ ہاتھی (اور ہاتھی والے اور اس کے لشکر کی یہ تباہی وبربادی اور تذلیل ورسوائی اور وہ بھی ابابیل جیسے ضعیف وناتواں پرندوں کے ذریعہ اور معمولی مقدار والی کنکریوں کے ساتھ) اللہ رب العزت کی قدرت پر عظیم برہان اور واضح دلیل ہے جس نے ابابیل کو اس مقصد کے لیے مسخر و پابند فرمایا اور یہ سب کچھ محض قریش کی نصرت وامداد کے

لیے نہ تھا کیونکہ وہ کافر تھے اور کوئی کتاب وصحیفہ آسمانی اپنے پاس نہ رکھتے تھے بخلاف حبشہ کے کہ وہ صاحب کتاب تھے اور آسمانی مذہب کے قائل اللہ نے یہ کرم اور نظرِ عنایت کسی اپنے محبوب شخص کے لیے فرمائی اور وہ غضب و قہر اپنے مبغوض افراد کے لیے فرمایا اور کس شخص پر یہ مخفی رہ سکتا ہے کہ کس کی خاطر یہ انعام و احسان فرمایا فقط اور فقط محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی خاطر اور انہیں کے طفیل و صدقہ ہیں۔ والحمد للہ و صلے اللہ علےٰ حبیب الکریم و آلہ الطیبین الطاہرین و اصحابہ الکاملین الواصلین۔

اکیسواں باب

وقتِ ولادت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء میں ظہور آثار وکرامات

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے جس رات اپنے لختِ جگر اور نورِ نظر کو جنم دیا ایک عظیم نور دیکھا جس کی بدولت شام کے محلات روشن ہو گئے حتیٰ کہ میں نے ان کو دیکھ لیا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مجھے مخاض اور زچگی والی حالت طاری ہوئی تو مجھے ستارے یوں نظر آنے لگے گویا وہ بالکل میرے قریب آ گئے ہیں حتیٰ کہ میں سوچنے لگی کہ مجھ پر گر نہ پڑیں جب میں نے ان کو جنم دیا تو ان سے ایک ایسا نور برآمد ہوا جس کی وجہ سے وہ مکان و حجرہ روشن ہو گیا۔ حتیٰ کہ جدھر دیکھتی نور ہی نور نظر آتا۔

حضرت شفاء جو کہ عبدالرحمن بن عوف کی والدہ ماجدہ ہیں بیان فرماتی ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا اور آپ میرے ہاتھوں پر آئے تو آپ نے آواز بلند فرمائی جیسا کہ وقتِ ولادت بچے آواز نکالتے ہیں تو میں نے ایک آواز دینے والے کو یوں کہتے ہوئے سُنا۔ رحمک ربک۔ تمہارے رب کریم تم پہ رحم فرمادیں۔

حضرت شفاء نے فرمایا مجھ پر افق مشرق و مغرب کا مابین اور تمام روئے زمین روشن ہو گیا حتیٰ کہ شام کے بعض محلات اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ پھر میں لیٹ گئی مگر تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ مجھے تاریکی و تیرگی اور رعب و خوف معلوم ہونے لگا اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے نظر آنے لگے۔ پھر ایک نور دائیں جانب سے دکھائی دیا اور یہ آواز سنائی دی کہ اس محبوب مولود کو تو کہاں لے گیا ہے دوسری طرف سے جواب آیا مغرب کی سمت پھر دوبارہ مجھ پر تاریکی و ظلمت اور مرعوبیت و خوفزدگی والی حالت اور رونگٹے کھڑے ہونے والی کیفیت طاری ہوئی تو بائیں جانب سے ایک نور نمودار ہوا اور آواز آئی تم اس مولود مسعود کو کہاں لے گئے ہو تو جواب آیا کہ میں انہیں مشرق کی طرف لے گیا ہوں۔

یہ واقعہ میرے دل پر نقش رہا حتیٰ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں ان لوگوں میں شامل ہو گئی جو سب سے پہلے دولت ایمان و اسلام سے مالا مال ہوئے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں۔ میں نے ان کو جنم دیا تو وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھے آسمان کی طرف دیکھنے لگے پھر مٹی کی مٹھی لی اور سجدہ کی طرف مائل ہوئے۔ وقت ولادت آپ ناف بریدہ تھے۔ میں نے ان پر پردہ دستر کے لیے مضبوط پردہ ڈالا مگر کیا دیکھتی ہوں کہ وہ پھٹ چکا ہے اور یہ اپنا انگوٹھا چوس رہے ہیں جس سے دودھ کا فوارہ پھوٹ رہا ہے۔

مکہ مکرمہ میں اس وقت ایک یہودی شخص موجود تھا جس وقت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس نے صبح دریافت کیا اے جماعت قریش آج رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا ہمارے علم میں نہیں ہے۔ اس نے کہا (نہیں تحقیق کرو ہماری کتب میں جو کچھ مرقوم و منقول ہے اس کی رو سے) آج رات نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم متولد ہوئے ہیں۔

قریش اس کی بات سن کر گھروں کی طرف گئے گھر والوں سے دریافت کیا کہ آج رات حضرت عبدالمطلب کے (خاندان میں) کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے تو تبلایا گیا ہاں۔ انہوں نے جاکر یہودی سے کہا (کہ حقیقت حال وہی ہے جو تونے تبلائی تھی) وہ بولا کہ اب نبوت بنی اسرائیل کے ہاتھ سے نکل گئی (اور بنی اسماعیل علیہ السلام اس سے مشرف کر دیئے گئے ہیں)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا کہ میری والدہ نے یوں ملاحظہ فرمایا گویا کہ مجھ سے ایک عظیم نور نمودار ہوا ہے جس کی ضیا پاشیوں سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء جب والدہ ماجدہ سے متولد ہوئے تو انہوں نے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے ایک بڑا برتن (دیگ برہ) اوپر دے کر چھپا دیا مگر وہ فوراً دو ٹکڑے ہو کر الگ ہو گیا اور آپ آنکھیں کھولے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

وہب بن زمعہ کی پھوپھی سے مروی ہے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دیا تو خوشخبری سنانے کے لیے آدمی حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں بھیجا جب کہ وہ حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ان کی اولاد اور دیگر افراد قریش بھی موجود تھے۔ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لخت جگر نور نظر کے تولد مبارک کی اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود اس نور اقدس سے منور ہونے کی ان کو اطلاع ملی تو بہت خوش ہوئے۔

فوراً وہ بھی اور ان کے ہم نشین بھی اٹھے (اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔ آپ نے جو کچھ بوقت ولادت سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات دیکھا تھا ان سے بیان کیا اور جو کچھ انہیں اشارات و بشارات سنائی دی تھیں کہہ سنائیں تو حضرت عبدالمطلب نے آپ کو اٹھایا اور کعبہ مبارکہ کے اندر لے گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے اور اس کے کرم اور ذرہ پروری کا شکریہ ادا کرتے رہے۔

ابن واقد کہتے ہیں کہ مجھے یوں خبر دی گئی کہ حضرت عبد المطلب نے اس دن بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کیا۔

الحمد للہ الذی اعطانی — ھذا الغلام الطیب الاردان

سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ پاکیزہ لباس اور منزہ ذات والا مقدس پوتا عطا فرمایا ہے۔

قدساد فی المھد علی الغلمان — اعیذہ بالبیت ذی الارکان

جو پنگھوڑے میں ہوتے ہوئے سب بچوں پر فوقیت لے گئے ہیں میں ان کو اللہ تعالیٰ کے مبارک ارکان اور اطراف واکناف والے گھر کی پناہ میں دیتا ہوں۔

حتی اراہ بالغ البنیان — اعیذہ من شر ذی شنآن

من حاسد مضطرب العیان

حتیٰ کہ میں ان کو اس حال میں دیکھوں کہ وہ مکمل اور مضبوط و توانا جوان ہوں۔ میں ان کو کینہ ور دشمن کے شر سے (اللہ تعالیٰ) کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اور اس حاسد کے شر سے جس کی آنکھیں مرض حسد کی وجہ سے بے چین و بے قرار ہیں۔

حضرت عباس سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ولادت ختنہ شدہ تھے اور مسکرا رہے تھے آپ کے جد امجد نے جب یہ منظر دیکھا تو کہا میرے اس بیٹے کی عجب شان ہو گی اور واقعی پھر عجب شان اور عجب مقام ان کو نصیب ہوا۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز عالم ظاہر ہوئے تو کوہ ابوقبیس کے جن کو مقام حجون (جس کے نیچے قبرستان ہے اور قریش اس مقام پر اپنے کپڑے دھو کر سکھایا کرتے تھے) کے جن نے سید انس وجان علیہ السلام کی بشارتِ ولادت دیتے ہوئے یوں کہا ؎

ناتسوما انثی من الناس انجبت — ولا ولدت انثی من الناس واحدہ

میں قسم کھاتا ہوں کہ کوئی عورت انسانوں میں نہ خود اتنی سعادت مند ہے اور نہ ہی کسی نے اتنے سعادت مند اور نجیب و شریف کو جنم دیا ہے۔

کما ولدت زھریۃ ذات مفخر — نجیۃ من لوم القبائل ماجدہ

جیسا کہ بنوزہرہ سے تعلق رکھنے والی قابل صد افتخار امتیازی اوصاف کی مالکہ قبائل کی ملامت اور طعن و تشنیع سے منزہ و مبرا اور مجد و بزرگی کی مالکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے مقدس اور سعادت مند بچے کو جنم دیا ہے۔

وقد ولدت خير البرية احمداً　　فاكرم مولود واكرم والده

تحقیق اس نے جنم دیا ہے اس ذات اقدس کو جو سب مخلوق میں سے بہتر ہیں اور احمد کے پیارے نام سے موسوم ۔ پس کس قدر عزت والا اور کتنا بلند مقام والا مولود ہے ۔

ابو قبیس پر موجود جن اس ہاتف کے جواب میں یوں گویا ہوا ہے

یا ساکنی البطحاء لا تغلطوا　　ومیزوا الامر بفعل مضیٰ

اے بطحا کے رہنے والو دھوکہ نہ کھاؤ اور مغالطہ میں نہ رہو ۔ اور سابقہ اعمال وافعال سے حقیقت امر معلوم کرو ۔

ان بنی زهرة من سرّکم　　فی غابر الامر و عند البدیٰ

بے شک بنو زہرہ قبیلہ ابتداء اور انتہا دونوں میں تمہارا ہی حصہ ہے اور وہ شاخ اور سر و ناف کے رشتہ میں تمہارے ساتھ شریک ہیں ۔

واحدة منکم فهاتوا لنا　　فیمن مضیٰ فی الناس او من بقی

مگر تم گذشتہ لوگوں میں سے یا جو باقی بچ رہے ہیں ان میں سے کوئی ایسی مقدس عورت دکھاؤ اور پاکیزہ ماں بتلاؤ ۔

واحدة من غیرهم مثلها　　جنینها مثل النبی التقیّ

جس کا بیٹا بنی زہرہ کی لاڈلی آمنہ کے مقدس بیٹے جیسا ہو جو کہ مقام نبوت کے مالک ہیں اور خدا ترس اور پابند احکام خداوند جل وعلیٰ ۔

بائیسواں باب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بوقت ولادت ناف بریدہ ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا ۔ اللہ رب العزت کے ہاں میری عزت وحرمت یہ ہے کہ میں ناف بریدہ پیدا ہوا اور کسی نے میری شرم گاہ کو نہ دیکھا ۔

سوال :۔ اگر یہ کہا جائے کہ پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اقدس میں وہ گوشت پارہ کیوں پیدا کیا گیا جس

میں وساوس کے قبول کرنے کی استعداد تھی اور بعد ازاں سینۂ اقدس اور دل منور کو چیر کر اس حصّہ کو نکالا گیا اسے بھی روزِ اول سے ایسے اجزاء و حصص سے منزّہ و مبرا پیدا کیا جاتا اور اس میں وہ جز پیدا ہی نہ کیا جاتا جو دوسرے لوگوں میں ہوتا ہے اور وہاں سے شیطان اپنے وساوس و خیالاتِ فاسدہ کے ساتھ اثر انداز ہو سکتا ہے)

جواب:- ابن عقیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ تطہیرِ بدن کے دو درجے ہیں۔ ایک ادنیٰ جو اطباء اور دایہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ رواج ہے اور دوسرا افضل و اعلیٰ یعنی تطہیرِ قلبِ اقدس تو اللہ رب العزت نے ادنیٰ درجۂ تطہیر کو لوگوں پر مخفی فرما دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل میں ان کو مداخلت کا موقعہ نہ رہا اور افضل و اعلیٰ درجہ کو ظاہر فرمایا تاکہ محبوب کریم کا حسنِ باطن اہلِ عالم بالخصوص ملائکہ پر ظاہر ہو اور ان کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو اس محبوب سے کتنا تعلق ہے اور ان کی نبوت و رسالت کے لیے اس نے کیا اہتمام و انتظام فرمایا کہ وحی و الہام میں مداخلتِ شیطان کے راستے ہی بند کر دیے ہیں اور احتمالِ وسواس ختم فرما دیا ہے۔

تیئسواں باب

شب ولادت وقوع پذیر ہونیوالے حوادث

مخدوم بن ہانی اپنے باپ ہانی سے نقل کرتے ہیں جن کی عمر ایک سو پچاس برس تھی۔ فرماتے ہیں جس رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی ایوان کسریٰ لرز اٹھا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے، بحیرۂ ساوہ خشک ہو گیا اور آتشکدۂ فارس کی آگ بجھ گئی حالانکہ قبل ازیں ہزار سال سے روشن تھی اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس کو بجھنے نہیں دیا گیا تھا آتش پرستوں کے کاہن و سردار (موبذان) نے خواب دیکھا کہ صعب و سرکش اونٹ عربی گھوڑوں کی قیادت کرتے ہوئے دجلہ عبور کر کے ملک فارس میں داخل ہو کر اس کے بلاد اور اطراف میں پھیل گئے ہیں۔ ادھر کسریٰ ان معاملات کو دیکھ کر سخت پریشان ہوا اور بہ تکلف جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان پر ضبط و تحمل اور صبر و استقامت کا اظہار کیا۔ پھر اُسے یہ خیال آیا کہ اپنے وزراء اور رؤساء مجلس و ارکان دولت سے ان امور کو مخفی رکھنا خلافِ مصلحت ہے (بلکہ ان سے صلاح و مشورہ کرنا چاہیے)

اس خیال کے آتے ہی تاجِ سلطانی سر پر رکھا اپنے تختِ سلطنت پر سوار ہوا اور سب امراء و وزراء کو بلا کر

اپنے ارد گرد بٹھایا اور پوچھا۔
جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے۔
انہوں نے کہا جب تک بادشاہ سلامت خود سبب وحکمت بیان نہ فرمائیں ہمیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ وہ اسی گفتگو میں تھے کہ آتشکدوں کی جلتی ہوئی آگ کے بجھ جانے کی اطلاع موصول ہوئی تو کسریٰ کا غم واندوہ اور زیادہ ہوا۔ ادھر موبذان (کاہن مجوس اور حاکم) بولا حضور اللہ آپ کو سلامت رکھے میں نے گذشتہ رات خواب دیکھا ہے اور اونٹوں گھوڑوں کا دریائے دجلہ کو عبور کر کے ملک فارس میں پھیل جانا بیان کیا۔
کسریٰ نے پوچھا اے موبذان یہ کیا ہونے والا ہے۔ اس نے کہا عرب کی طرف سے کوئی نیا واقعہ رونما ہونیوالا ہے اس وقت کسریٰ نے نعمان بن منذر کی طرف اس مضمون کا خط روانہ کیا۔
"کسریٰ ملک الملوک کی طرف سے نعمان بن منذر کی طرف۔
بعد از ہدیہ سلام وغیرہ کے واضح ہو کہ ہماری طرف ایک ایسا شخص بھیجو جو اتنا بڑا صاحب علم ہو کہ میرے ہر سوال کا جواب دے سکے۔
منذر بن نعمان نے کسریٰ کی طرف عبدالمسیح بن عمرو بن حیان بن لبقیلہ غسانی کو بھیجا جب وہ کسریٰ کے پاس حاضر ہوا تو اس نے دریافت کیا کہ میں جو کچھ پوچھنا چاہتا ہوں کیا اس کا کچھ علم وادراک بھی ہے ؟
اس نے کہا بادشاہ سلامت مجھے بتلائیں وہ کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں اگر مجھے اس کا علم ہوا تو خود بتلا دوں گا ورنہ ایسے شخص کی طرف رہنمائی کروں گا جو اس عقدہ کو حل کرے۔
کسریٰ نے خواب بیان کیا اور پیش آنے والے دوسرے حوادثات ووقائع اس کے سامنے رکھے اور اس کا موجب وباعث دریافت کیا اس نے کہا میں تو ان امور کے متعلق کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں البتہ میرا ماموں ہے جس کو سطیح کہتے ہیں اور مشارف شام میں سکونت پذیر ہے۔ وہ ان امور کا عالم ہے اور مہارت تامہ رکھتا ہے۔
کسریٰ نے کہا پھر تم خود جاکر اس سے دریافت کرو اور مجھے واپس آکر جواب سے مطلع کرو۔
عبدالمسیح اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اسے دوڑاتا ہوا سطیح کے پاس پہنچا اور وہ جاں بلب تھا اور محض رمق جان باقی تھی۔ عبدالمسیح نے سلام دیا اور آداب مناسب مجلس بجالایا مگر سطیح نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو عبدالمسیح نے چند اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

(۱) یمن کا رئیس وسردار بہرہ ہو گیا ہے یا سن رہا ہے یا فوت ہو گیا ہے اور اس کو حالت موت نے آلیا ہے
(۲) اے امتیازی خصلتوں کے مالک جس نے ہر ادنیٰ واعلیٰ کو مساوات ومماثلت سے عاجز کر دیا ہے۔ تیری خدمت میں آل سنن کے ایک قبیلہ کا شیخ اور سردار حاضر ہوا ہے۔

(۳) جس کی ماں ذئب بن حجن کی آل سے ہے (قبیلہ سطیح سے) وہ حاضر ہونے والا شخص سفید رنگ کشادہ لباس اور مضبوط اور سڈول جسم والا ہے۔

(۴) وہ شاہ عجم (کسریٰ) کا ایلچی ہے جو کہ وقت نیند اور آرام و استراحت کے وقت میں بھی سفر کو جاری رکھتا رہا ہے۔

(۵) وہ اونٹنی تو قوی و توانا ہے اور مستی و نشاط سے چلنے والی ہے۔ مجھے ساتھ لیئے زمین کی طویل مسافت کو طے کرتی ہے اور اونچی زمین سے مجھے اٹھاتی ہے اور ایسی ہی دوسری زمین پر مجھے اتارتی ہے (ریگستانی علاقہ میں نہیں اتارتی)

(۶) حتیٰ کہ میں یہاں اس حالت میں پہنچا ہوں کہ پسلیاں اور کمر کی ہڈیاں لباس و ستر سے خالی ہو چکی ہیں اور اسکو پوشیدہ کرنے والی اور مستور و محجوب کرنے والا صرف تو ڈھائے خاک کا باریک غبار ہے۔

جب سطیح نے عبدالمسیح کے اشعار کو سُنا تو سر اٹھایا اور کہا (یہ اشعار پڑھنے والا) عبدالمسیح ہے جو ایک بیمار اونٹ پر سوار ہو کر سطیح کے پاس آیا ہے جب کہ وہ قبر کے کنارے پہنچ چکا ہے۔ تجھے بنی ساسان کے بادشاہ نے بھیجا ہے تاکہ ایوان (کسریٰ) کے لرزنے اور اس میں دراڑیں پڑنے، کنگروں کے گرنے اور موبذان کے خواب کے متعلق دریافت کرے جس نے سرکش اونٹوں کو دیکھا کہ وہ عربی گھوڑوں کو ساتھ لیے دجلہ کو عبور کر کے ملک فارس میں پھیل گئے ہیں۔

اے عبدالمسیح سنئے جب تلاوت (کلام مجید) کی کثرت ہو جائے اور صاحب عصا د محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہو جائیں وادی سماوہ (جو کہ ہزار سال سے خشک تھی) پانی سے لبالب ہو کر بہنے لگی اور بحیرہ ساوہ (جو عرصہ دراز اور زمانہ قدیم سے پانی سے لبالب تھا) خشک ہو جائے اور آتش کدہ فارس ٹھنڈا ہو جائے تو شام کا علاقہ سطیح کے لیے شام نہ رہے گا بلکہ وہ رخت حیات یہاں سے اٹھا کر ملک عدم میں جا بسے گا اور بنی ساسان میں سے چند مرد اور عورتیں ملک اور ملکہ ہونے کا شرف حاصل کریں گے جن کی گنتی گرنے والے کنگروں کی مانند ہو گی اور جو آنے والا ہے وہ آکر رہے گا یعنی یہ ملک و تسلط ختم ہو جائے گا یہ تھے سطیح کے آخری الفاظ اور پھر تار نفس ٹوٹا، طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا اور خالی قفس زمین بوس ہو گیا اور عبدالمسیح تیزی سے اونٹنی کی طرف لپکا اور یوں کہتا ہوا واپس ہوا۔

(۱) کوشش و ہمت سے کام لے کیونکہ تو موثر ہمت و قوت والا اور ارادوں کو پورا کر دکھانے والا مجسم جد وجہد ہے تجھے زمانے کا تغیر و تبدل گھبراہٹ میں نہ ڈالے۔

(۲) اگر بنی ساسان کا ملک اُن کے ہاتھ سے نکلنے والا ہے (تو تعجب کی بات نہیں) کیونکہ اس دہر و زمانہ کے طور، طریقے نئے نرالے اور عجیب و غریب ہیں۔

(۳) کبھی تو وہ (بنی ساسان) ان بلند منازل پر پہنچے کہ پچھاڑ کر پھاڑنے والے شیر بھی اُن کے حملے اور صولت سے خائف ہوتے تھے۔

(۴) انہیں سے ہے بلند بام والا بہرام اور اس کے بھائی، نیز ہرمزان اور سابور وغیرہ۔

(۵) لوگ باہم علات وخرائر (سوکن عورتوں) کی اولاد معلوم ہوتے ہیں (یعنی قلبی محبت اور اخوت و یگانگت سے محروم ہیں جب کسی کو دیکھتے ہیں کہ اپنے مقام سے گر گیا ہے تو اس کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں اور بُعد واجتناب اختیار کر لیتے ہیں۔

(۶) اور جب کسی کو عروج پر دیکھتے ہیں تو بنو الام (ماں کی طرف سے سگے بھائی) معلوم ہوتے ہیں اور پیٹھ پیچھے بھی اس کا تحفظ کرتے ہیں اور امداد واعانت۔

(۷) خیر اور شر زمانہ میں باہم اکٹھے ہیں۔ لیکن لوگ خیر کے پیچھے دوڑتے ہیں اور شر سے بھاگتے اور نفرت کرتے ہیں۔
جب عبد المسیح کسریٰ کے پاس آیا اور سطیح کے جواب سے مطلع کیا تو اس نے کہا کہ ہم میں چودہ بادشاہ گذرنے تک بڑا وقت لگے گا اور پتہ نہیں زمانہ کیا کیا رنگ بدلے گا (مگر یہ اس کی غلط فہمی تھی) کیونکہ دس بادشاہ تو صرف چار سال کے عرصہ میں بساط سلطنت لپیٹ کر زیر زمین فرش خاک پر جا لیٹے اور باقی چار میں سے آخری حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل ہوا اور اس طرح ملک بنی ساسان کا خاتمہ ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس ملک پر حکمران ہوئی) والحمد للہ علیٰ ذالک۔

قصہ عجیبہ سطیح

سطیح محض گوشت کا ایک لوتھڑا تھا جیسے قصاب گوشت کاٹنے کے لیے لکڑی پر رکھ کر ٹکڑے کر دیتا ہے اس میں نہ حس وحرکت ہوتی ہے اور نہ ادھر ادھر بھاگنے کی سکت بس سطیح بھی اسی طرح گوشت کا ڈھیر سا تھا پورے بدن میں سوائے کھوپڑی اور ہتھیلیوں کے کہیں ہڈی کا نام ونشان نہ تھا۔ اسے چنبر والی ہڈیوں سے پاؤں تک کپڑے کے تھان کی طرح لپیٹ دیا جاتا تھا اور اس کے بدن میں حرکت کرنے والا عضو صرف اس کی زبان تھی اور اس کو جدھر لے جانا ہوتا لکڑی کے پھٹے پر ڈال کر لے جاتے تھے۔

(اسکے احوال کی مزید تشریح مدارج النبوت جلد ثانی صفحہ ۱۸ پر ملاحظہ کریں)

چوبیسواں باب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس میں رونما ہونیوالے اہم واقعات وحوادث

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے پہلے سال کسریٰ کے ایوان کا لرزنا اور اس میں دراڑیں پڑنا اور ہاتھی اور ابرہہ کی تباہی وہلاکت والا عظیم واقعہ رونما ہوا۔ علاوہ ازیں جنگ جبلہ کا حادثہ پیش آیا۔

ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ حادثہ جبلہ عرب میں رونما ہونے والے حوادث و واقعات میں سے عظیم ترین واقعہ ہے جو کہ سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی ولادت باسعادت کے سال اوّل میں عامر وعبس اور ذبیان وتمیم کے درمیان رونما ہوا۔ رضی نے اس کے متعلق کہا۔

فمن اباء الاذی خلت جماجمھا علیٰ منا صلھا عبس وذبیانٌ

ذلت ذنگو نساری کی غلاظت ونجاست سے انکار کی بنا پر عبس وذبیان نے اپنی کھوپڑیوں کو نیزوں پر چڑھا دیا۔

آنحضور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک کے ساتویں سال میں آپ کی آنکھوں میں سخت تکلیف ہوئی۔ مکہ مکرمہ میں علاج معالجہ کیا گیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا جناب عبد المطلب سے عرض کیا گیا عکاظ کی طرف ایک راہب ہے جو آنکھوں کا علاج کرتا ہے اس کو بھی آزمادیکھیں، حضرت عبد المطلب اپنے نور عین کو ساتھ لیے راہب کے پاس پہنچے اس کا عبادتخانہ بند تھا۔ اس کو آواز دی مگر کوئی جواب نہ آیا۔ اچانک عبادتخانہ پر زلزلہ ساطاری ہوا جس سے اُسے دیر کے گرنے کا اندیشہ ہوا تو جلدی سے باہر آیا۔

(حضرت عبد المطلب کا مقصد تشریف آوری معلوم کر کے کہا، یہ بچے اس امت کے نبی ہیں اور اگر میں تمہیں دروازہ پر کھڑے رکھنے کی مزید جسارت کرتا تو میرا یہ مکان عبادت مجھ پر گر کر مجھے ختم کر دیتا۔

پھر آپ کی دکھتی آنکھوں کا علاج کیا اور دوائی بھی دی اور ساتھ حضرت عبد المطلب سے کہا کہ انہیں جلدی واپس لے جاؤ اور ان کا خاص خیال رکھو کہیں اہل کتاب میں سے کوئی بدبخت ان کو تکلیف نہ پہنچائے اور حملہ آور نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کے دل میں اور ہر دیکھنے اور زیارت کرنے والے کے دل میں آپ کی محبت پیدا فرما دی تھی۔

آپ کے سن مبارک کے آٹھویں سال حضرت عبد المطلب کا وصال ہو گیا اور آپ کی کفالت ابو طالب نے فرمائی

اور اسی سال کسریٰ ملکِ فارس یعنی نوشیرواں فوت ہوا اور اس کا بیٹا ہرمز تختِ نشین ہوا۔

دسویں سال میں اس حرب و قتال کا واقعہ پیش آیا جس کو فجارِ اول کہا جاتا ہے۔ جب عمر مبارک تیرہ سال یا اس سے ذرا متجاوز ہوئی تو اپنے چچا زبیر کے ساتھ عازمِ سفر ہوئے اثناءِ سفر میں ایک وادی پر گذر ہوا تو وہاں ایک مست اونٹ تھا جو راہ روکے ہوئے تھا اور راہرؤں نے وہ راستہ چھوڑ رکھا تھا اس قافلہ نے بھی واپس ہونے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اس معاملہ میں تمہاری کفالت و حمایت اور حفاظت و نگرانی کروں گا۔ آپ اس قافلہ کے آگے ہو لیے جب اس اونٹ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بیٹھ گیا اور اپنے سینہ کو زمین پر رگڑنے لگا۔ آپ اپنے اونٹ سے اترے اور اس پر سوار ہو گئے اور جب اس وادی کو عبور کر لیا تو پھر اس سے اتر کر اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور اس کو رخصت کر دیا۔ جب سفر سے واپسی ہوئی تو راہ میں پانی سے لبالب بہتی وادی پر گذر ہوا جس کی موجیں دل لرزا دینے والی تھیں سب سہم کر کھڑے ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پیچھے چلتے آؤ۔ آپ نے اس پانی میں قدم رکھا تو وہ خشک ہو گیا اور سارا قافلہ خشک راہ پر چل کر وادی سے صحیح سلامت گذر گیا اور بعد میں وہ پانی پھر اسی طرح موجزن ہو گیا۔ جب مکہ مکرمہ پہنچے تو ہمراہیوں نے لوگوں کو اثناءِ سفر میں نظر آنے والے کمالات اور خوارقِ عادات بیان کیے تو سب نے کہا اس جوان کی شان نرالی ہے۔

حضرت عبد المطلب کے لیے کعبہ مبارکہ کے سایہ میں فرش بچھایا جاتا اور ان کی اولاد ارد گرد بیٹھتی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے حالانکہ آپ مضبوط و توانا اور عقلمند و زیرک بچے تھے تو آپ انہیں کی جگہ بیٹھتے (یہ سمجھتے ہوئے کہ آپ کا یہ اقدام حضرت عبد المطلب کے ادب و احترام کے منافی ہے) آپ کے چچے آپ کو پیچھے ہٹانے لگتے تو وہ فرماتے میرے بیٹے کو یہیں بیٹھنے دو یہ عظیم مقام و مرتبت کا مالک ہے (اور در اصل اس مقام کے لائق یہی ہے)

چودھویں سال میں اس جنگ و جدال کا وقوع ہوا جس کو فجارِ ثانی کہا جاتا ہے۔

پندرھویں سال میں سوقِ عکاظ قائم ہوا۔

انیسویں سال میں ہرمز بن کسریٰ ہلاک ہوا اور اس کا بیٹا پرویز سلطنت فارس پر قابض ہوا۔

سن مبارک کے بیسویں سال حلف الفضول[ع] کا واقعہ پیش آیا۔

عمر مبارک کے پینتیسویں سال کعبہ مبارکہ کو شہید کر کے نئے سرے سے تعمیر کیا گیا۔

ولادت باسعادت کے چالیسویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان نبوت کا حکم دیا گیا اور نزولِ وحی ہوا۔

ع حلف الفضول معاہدہ کا نام ہے جس کو شرف و فضل کے پیش نظر حلفِ الفضول سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کے مخالفین نے تنقیص و تحقیر کے لیے اس کو اس نام سے تعبیر کیا۔ مزید تفصیل کتاب میں عنقریب آتی ہے۔

بعثت مبارک کے بیسویں دن شیاطین کو (آسمانوں پر جاتے ہوئے شدید ترین مزاحمت) اور شہاب ثاقب کے تعاقب اور ارصاد و نگرانی کا سامنا کرنا پڑا (قبل ازیں اگرچہ شہاب ثاقب گرتے تھے مگر اس وقت بہت زیادہ کثرت ہو گئی اور خاص طور پر شیاطین کو نشانہ بنایا جانے لگا)۔

بعد از نزول وحی تین سال تک احکام نبوت کی تبلیغ خفیہ ہوتی رہی پھر ارشاد خداوندی فاصدع بما تؤمر نازل ہوا جس میں پوری قوت سے فیض نبوت اور احکام خداوندی عام کرنے اور بیان کرنے کا حکم دیا گیا تو پھر آپ نے علانیہ تبلیغ شروع فرمائی۔

قریش اعلان توحید اور ادعائے نبوت سن کر خاموش رہے مگر جب اپنے معبودات باطلہ کی توہین و تحقیر اور ان کی مقام الوہیت سے کلیۃً دوری بلکہ عجز و بے بسی کا اعلان نبوت سنا تو مشتعل ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچانی شروع کیں۔

آپ نے ان حالات کو دیکھتے ہوئے نبوت کے پانچویں سال صحابہ کرام علیہم الرضون کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔
نبوت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ساتویں سال جنگ بعاث کا واقعہ پیش آیا۔

اعلان نبوت کے دسویں سال میں جناب ابوطالب دار فانی سے کوچ فرما گئے اور ان کے تین دن بعد حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی دار فانی سے انتقال فرما گئیں۔

گیارھویں سال سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل پر دین اسلام کو پیش کرنا شروع کیا۔
رسالت کے بارہویں سال میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف معراج سے مشرف فرمایا گیا اور عالم بالا کی سیر کرائی گئی۔

تیرھویں سال میں موسم الحج کے موقعہ پر انصار مدینہ مقام عقبہ پر شرف اسلام سے مشرف ہوئے (اور اسی موقعہ پر باہم عہد و پیمان ہوا جس کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔

ہجرت مقدسہ کے پہلے سال غار میں دوران ہجرت حضور نے قدم رنجہ فرمایا (اور قدرت خداوندی کے تحفظ کا ظہور ہوا) اور اسی سال سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت اور بھائی چارہ قائم فرمایا۔

ہجرت نبویہ کے دوسرے سال بیت المقدس کی بجائے کعبہ مبارکہ کو قبلہ قرار دیا گیا (اور عین حالت نماز میں سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کو کعبہ کی طرف توجہ فرمانے کا حکم دیا گیا (فول وجهك شطر المسجد الحرام) اور اسی سال فریضہ صیام رمضان نازل ہوا۔ اور غزوہ بدر بھی اسی سال وقوع پذیر ہوا (جو قدرت الٰہی کا عظیم نمونہ اور عظمت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا عجیب مظہر ثابت ہوا)

ہجرت اقدس کے تیسرے سال غزوہ احد درپیش ہوا، ساتویں میں غزوہ خیبر اور آٹھویں سال فتح مکہ مکرمہ۔
دس ہجری کو رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فریضۂ حج ادا کیا۔

اور گیارھویں سال میں یہ آفتابِ عالم تاب نگاہِ خلق سے اوجھل ہو گیا صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً کثیرا۔

پچیسواں باب

محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اسماءِ گرامی

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ افضل التسلیمات واکرمہا نے ارشاد فرمایا میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور احمد۔ اور میں ماحی ہوں جن کی بدولت اللہ تعالیٰ آثارِ شرک اور ظلمت کفر کو دور فرما رہا ہے۔ اور میں حاشر ہوں یعنی اہل محشر کا مقتدا سب سے پہلے آپ مزار انور سے اٹھیں گے اور سب مخلوق آپ کے بعد اور میں عاقب ہوں۔ یعنی بعثت کی رو سے آخری جن کے بعد کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوگا۔

انہی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں (جن کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی اور کی جاتی رہے گی) اور احمد (جو کہ سب سے زیادہ اپنے خالق و مالک کی حمد وثنا کرنے والے ہیں) میں حاشر ہوں یعنی جن کی اقتدا میں سب اہل محشر وادرِ حشر کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ اور میں ماحی ہوں جن کے نورِ نبوت سے ظلمت کفر کو اللہ تعالیٰ نے دور فرمایا اور میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوات والتسلیمات نے ہمیں اپنے کئی نام مبارک بیان فرمائے جن سے بعض ہمیں یاد رہے اور بعض کو ہم یاد نہ رکھ سکے۔ فرمایا میں محمد ہوں اور احمد۔ مقفی (آخر میں مبعوث ہونے والے) اور حاشر۔ نبی توبہ (جن کی نظر کرم اور نگاہِ لطف وعنایت سے اللہ رب العزت توبہ قبول فرمائے گا) اور نبی الملاحم (جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کریں گے اور دشمنانِ توحید ورسالت کو کیفر کردار تک پہنچائیں گے اور اہلِ اسلام پر دست ظلم وعدوان دراز کرنیوالوں کو قرار واقعی سزا دیں گے)ع

ع حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اسماء مبارکہ کی کثرت صرف پانچ پر محدود ومنحصر نہیں ہے بعض حضرات نے ان کو مختلف صحف اور کتب سماویہ علی الخصوص قرآن وسنت سے تتبع کر کے ہزار تک ان کی تعداد بیان فرمائی ہے اور حق تو یہ ہے کہ ہزار میں حصر بھی مشکل ہے کیونکہ ہر نام ایک صفت کا بیان ہے اور آپ کی صفات حد وشمار سے وراء ہیں لہٰذا اسماء مبارکہ بھی عدد وگنتی سے ماوراء کیونکہ آپ متصف بصفات الٰہیہ اور متخلق باخلاق خداوندی ہیں وہاں صفات کی تناہی وتحدید محال وباطل ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے کہ فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند اسماءِ گرامی بیان فرمائے جن میں سے یہ ہمیں یاد رہے۔ محمد واحمد۔ مقفیٰ۔ حاشر۔ نبی التوبہ۔ نبی الملحمہ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دسترخوان پر کھانا کھایا جائے اور دعوت کا اہتمام کیا جائے اور کھانے والوں میں ایسا شخص موجود نہ ہو جس کا نام میرے نام پر ہو تو وہ دگنا کھایا جائے گا (کیونکہ خیر و برکت سے خالی ہو گا)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی التوبہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بھی کوئی قوم مشورہ کے لیے جمع ہو اور ان میں میرا ہمنام شخص موجود نہ ہو تو اس میں خیر و برکت نہیں ہوگی۔

ابن فارس لغوی کہتے ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیس اسماءِ گرامی ہیں۔ محمد۔ احمد۔ ماحی۔ حاشر۔ عاقب۔ مقفیٰ۔ نبی الرحمۃ۔ نبی التوبہ۔ نبی الملاحم۔ شاہد (امت کے احوال پر مطلع اور قیامت کے دن صفائی کے گواہ) مبشر (اہلِ طاعت کو جنت اور ابدی راحت کی خوشخبری سنانے والے) بدر (حُسن و جمال میں چودھویں کے چاند) ضحوک (تبسم کی عادت والے اور پاکیزہ نکہت والے) قتّال (حرب و قتل میں بنفسِ نفیس حصہ لینے والے) متوکل۔ فاتح (کشادہ سینہ والے۔ کشادہ ثنایا والے یا کشادہ گلے والے) امین۔ خاتم (آخری نبی) مصطفےٰ۔ رسول۔ نبی۔ امی۔ قثم (جواد و کریم)

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ آپ کی نبوت و رسالت کا اعجاز یہ ہے کہ آپ سے پہلے کوئی شخص آپ کے مقدس ناموں کے ساتھ موسوم نہ ہو سکا حالانکہ سابقہ کتب وصحف میں آپ کے اوصافِ کمال اور صفاتِ جمال کے لحاظ سے متعدد مقدس نام مذکور تھے۔ یہ محض اللہ تعالےٰ کی قدرتِ کاملہ کا ظہور ہے کہ آپ کے نام کو آپ کی ذات کے لیے ہی مخصوص و محفوظ رکھا اور کسی کو آپ کا ہمنام نہ بننے دیا جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں وارد ہے لم نجعل لہ من قبل سمیا ہم نے اُن سے قبل ان کا کوئی ہمنام نہیں بنایا اور اس میں حکمت و مصلحت یہ تھی کہ کتبِ سابقہ میں آپ کے نام اقدس کا ذکر تھا اور انبیاءِ کرام علیہم السلام نے آپ کی بشارات دی تھیں اگر کوئی دوسرا شخص نام اقدس میں آپ کے ساتھ شریک ہوتا تو وہ بھی دعویٰ نبوت کر سکتا تھا اور اس طرح شکوک و شبہات پیدا ہو سکتے تھے (لہٰذا اس بنیاد کو ہی ختم کر دیا گیا اور کسی کو یہ نام اقدس رکھنے کی توفیق ہی عطا نہ ہوئی)

البتہ جب زمانِ ولادتِ سعادت نشان پیغمبر آخر الزمان علیہ صلوات الرحمٰن قریب ہوا اور اہلِ کتاب نے آپ قربِ ظہور کی خبر دی جیسا کہ چار شخص عدی۔ یزید بن عمرو۔ سفیان بن مجاشع اور اسامہ بن مالک) ایک راہب کے پاس حاضر ہوئے اور اس کی زبانی سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا نام اقدس اور قربِ زمانہ ظہور معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی اولاد کا نام محمد رکھا بایں امید کہ ہماری اولاد اس اعزاز و اکرام سے مشرف ہو اور وہ موعود و مبشر ہستی وہی بن سکیں لیکن نہ تو اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ وہ اس مرتبہ پر پہنچیں اور نہ ہی ان میں سے کسی شخص نے دعوتِ نبوت و رسالت کیا لہٰذا التباس واشتباہ

والا مفسدہ لازم نہ آیا۔

چھبیسواں باب

ذکر کنیت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت مبارک ابوالقاسم ہے کیونکہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ آپ کے وہ پہلے فرزند ارجمند ہیں جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے پیدا ہوئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن اقدس سے پیدا ہوئے تو ان کے نام پر کنیت رکھنے کا خیال آنے سے تو پہلے ہی حضرت جبریل امین اس کنیت کی اجازت کے ساتھ حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا السلام علیک یا ابا ابراہیم۔

(یہ امر ذہن میں رہے) کہ سرور انبیاء علیہ السلام کی کنیت پر کوئی اپنے آپ کو کنیت نہیں دے سکتا مثلاً ابوالقاسم یا ابوابراہیم کہلائے تو اس کو یہ درست نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور ہر دوسرا بقیع میں تشریف فرما تھے تو ایک شخص نے دوسرے کو اے ابا القاسم کہہ کر پکارا جب آپ اس طرف متوجہ ہوئے تو اس نے کہا میں نے آپ کو نہیں پکارا بلکہ فلاں کو پکارا ہے تو رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میرے نام پر اپنا یا اپنی اولاد کا نام رکھ سکتے ہو مگر میری کنیت کو اختیار نہیں کر سکتے۔

حضرت ابوالزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آفتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے نام پر اپنا یا اولاد کا نام رکھے تو میری کنیت پر اپنی یا اولاد کی کنیت نہ رکھے اور اگر کنیت رکھے تو نام نہ رکھے۔

فائدہ:۔ ان روایات کی وجہ سے ائمہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور علی الخصوص امام احمد علیہ الرحمہ سے اس ضمن میں تین روایات ہیں۔ اول۔ اسم اور کنیت کو جمع کرنا ممنوع ہے فقط اسم مبارک یا کنیت کا استعمال درست ہے۔ دوم۔ کنیت واسم ہر دو ممنوع اور مکروہ ہیں نہ انفرادی طور پر درست اور نہ اجتماعی طور پر۔ سوم یہ ہے کہ ہر دو صورت یعنی اجتماع وافراد کنیت واسم درست ہیں۔ اور دلیل وہ روایت ہے جو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے ایک عورت بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی عرض کیا مجھے اللہ تعالےٰ نے بچہ عطا فرمایا ہے جس

کا نام میں نے بطور تبرک) محمد رکھا ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم رکھی مگر پھر معلوم ہوا کہ آپ اس امر کو پسند نہیں فرماتے (اس لیے حاضر ہوئی ہوں جو ارشاد ہو اس پر عمل کیا جائے گا)

آپ نے فرمایا میرے نام کو حلال اور کنیت کو حرام کس نے کیا ہے یا یوں فرمایا کہ کنیت کو حرام کس نے کیا ہے اور اسم مبارکہ کو حلال کس نے (یعنی دونو برابر ہیں اور نام اقدس امت کے لیئے درست ہے تو کنیت مبارکہ بھی درست ہو گی)۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو بھی سرور دو عالم علیہ السلام نے رخصت عطا فرمائی تھی آپ نے عرض کیا اگر آپ کے وصال اقدس کے بعد میرا کوئی لڑکا پیدا ہو تو میں اس کو محمد کے مقدس نام اور ابوالقاسم والی مبارک کنیت سے موسوم کر سکتا ہوں ؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

مگر احادیث پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ طاہرہ میں؎ آپ کی کنیت غیر کے لیے ممنوع تھی (تاکہ خطاب کی صورت میں التباس و اشتباہ پیدا نہ ہو اور کوئی شخص نادانستہ یا عمداً آپ کو اس طرح ایذا و تکلیف نہ پہنچا سکے) لیکن وصال اقدس کے بعد اس میں کوئی کراہت نہیں ہے البتہ ان دونوں مخصوص واقعات کے علاوہ کنیت مبارک اور نام اقدس کا اجتماع درست نہیں ہے۔

ستائیسواں باب

سرورِ عالم و عالمیاں علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کی رضاعی اُمہات

سب سے پہلے نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثویبہ نے چند دن دودھ پلایا جو کہ ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی پھر حلیمہ سعدیہ حاضر ہوئیں اور اس ذات اقدس کو اپنے ہمراہ لے گئیں۔

(ثویبہ کے دودھ پلانے کی تفصیل کچھ یوں ہے) حضرت عبدالمطلب نے ہالہ بنت وہب بن عبد مناف سے

؎ بظاہر نام اقدس کے ساتھ تسمیہ بھی ممنوع ہونا چاہیے تھا تاکہ کوئی اس کی آڑ میں موجب ایذاء و تشویش خاطر اقدس نہ ہو سکے مگر ذاتی نام اقدس کے ساتھ آپ کو خطاب کرنے کا معمول نہیں تھا کیونکہ حکم خداوندی ولا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا میں اس کو ممنوع قرار دیا گیا تھا اس لیے اگر کوئی آڑ ہو سکتی تھی تو کنیت والی تھی للہذا اس میں بھی یہ تدارک فرما دیا گیا۔ واللہ اعلم۔ (محمد اشرف)

عقد نکاح باندھا اور اسی دوران اپنے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا عقد نکاح اپنی سالی آمنہ بنت وہب ابن عبد مناف رضی اللہ عنہا سے کیا چنانچہ حضرت عبدالمطلب کے ہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا تولد ہوا اور حضرت عبداللہ کے ہاں نبی الانبیاء سرور ہر دوسرا علیہ التحیۃ والثناء کا تولد ہوا چنانچہ حضرت حمزہ اور سید السادات علیہ السلام والصلوٰۃ کو ثویبہ نے چند دن دودھ پلایا جبکہ اس کے ہاں اس کا بیٹا مسروح متولد ہوا تھا۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سے نکاح کرنے کے متعلق عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں کیونکہ وہ رضاعی لحاظ سے میرے بھائی کی بیٹی ہے (اور میری بھتیجی) کیونکہ مجھے اور حمزہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔

ثویبہ حضور کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دیتی جب کہ آپ کا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے عقد تزویج ہو چکا تھا تو آپ بھی اس کا اعزاز و اکرام فرماتے اور حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا بھی اور یہ ابھی تک ابولہب کی لونڈی تھی بعد ازاں اس نے اُسے آزاد کر دیا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف فرما ہو گئے تو وہاں سے بھی لباس اور دیگر ضروری اشیا ارسال فرماتے رہے حتیٰ کہ بعد از فتح خیبر اس کا انتقال ہو گیا اور وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ شرف اسلام و ایمان سے مشرف ہو سکی یا نہیں یہی ابونعیم اصبہانی نے نقل فرمایا ہے کہ اس بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی اس نے اس کو آزاد کر دیا تب اس نے سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کو دودھ پلانے کا اعزاز حاصل کیا۔ جب ابولہب مرگیا تو اس کو اس کے اقرباء میں سے بعض (یعنی حضرت عباس) نے خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ تجھے کس امر کا سامنا کرنا پڑا اور تیرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ اس نے کہا دنیا سے رخصت ہو کر یہاں کوئی راحت و آسائش نصیب نہیں ہوئی صرف اتنا ہے کہ ثویبہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے انگوٹھے کی اس گہری جگہ سے ٹھنڈا پانی پلایا گیا۔ ؎

؎ شیخ المحققین عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ثویبہ نے ابولہب کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی بشارت دی تھی اور ابولہب نے اس کو اس خوشی میں اسی وقت آزاد کر دیا تھا اور اس کو حکم دیا کہ آپ کو دودھ پلائے۔ اللہ رب العزت نے اس فرحت و سرور کے اظہار کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف فرمادی اور سوموار یعنی روز ولادت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اس سے عذاب دور فرما دیا جیسے کہ حدیث پاک میں وارد ہے اور اس پر یہ امر متنوع فرمایا کہ اس روایت میں میلاد منانے والے حضرات کے لیے سند جواز اور دلیل استحباب موجود ہے جو کہ شب میلاد میں اظہار سرور و فرحت کرتے ہیں اور مال و منال صدقہ کرتے ہیں کیونکہ ابولہب جو قطعی کافر تھا اور قرآن مقدس اسکی مذمت میں نازل ہوا جب اس کو محض محمد بن عبداللہ ہونے کی حیثیت میں اظہار سرور پر اس قدر مہربانی و عنایت سے مشرف کر دیا گیا تو جو مسلمان آپ کے رسول خدا ہونے کی حیثیت سے اور صدق دل خلوص قلب اور محبت و عقیدت سے اظہار فرحت و سرور کریں گے تو رحمت خداوندی سے کیوں نہ نوازے جائیں گے لیکن یہ ضروری ہے کہ اظہار سرور و انبساط میں محرمات سے اجتناب کیا جائے اور آلات لہو لعب اور دیگر بدعات سے کلی احتراز ہو۔ مدارج جلد ثانی ص ۱۹۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثویبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔

اٹھائیسواں باب

تذکرۂ حلیمہ سعدیہ

حضرت حلیمہ کے والد ابو ذویب عبداللہ بن حارث بن شجنہ ہیں اور خاوند حارث بن عبدالعزٰی بن رفاعہ اور آپ کی وہ اولاد جن کو سرور انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے رضاعی بہن بھائی بننے کا اعزاز و افتخار حاصل ہوا تین ہیں عبداللہ، انیسہ، خدامہ جو شیما کے لقب سے معروف ہوگئی اور نام بالکل ہی غیر معروف بلکہ نامعلوم ہوگیا۔ یہ تینوں حارث سے ہیں۔ اہل تاریخ و سیر کا خیال ہے کہ شیما یوم حنین میں گرفتار ہوگئی تو اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا ذرا یہ بھی ذہن میں رہے کہ میں تمہارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہن ہوں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان کو لایا گیا تو آپ نے پہچان لیا اور اُسے طرح طرح کے انعامات دے کر واپس کیا اور ہر طرح کے احتیاج سے بے نیاز کر دیا۔

حضرت حلیمہ سعد بن بکر کے قبیلہ سے تھیں۔ فرماتی ہیں میں اور میرا خاوند رضاع کے لیے بچے حاصل کرنے والی عورتوں کی جماعت کے ساتھ گھر سے نکلے۔ میری سواری دراز گوش تھی جس کا رنگ سبزی مائل تھا اور وہ انتہائی لاغر اور نحیف و نزار تھی اور باقی سواریوں سے پیچھے رہ گئی۔ اس سال سخت قحط تھا اور اس نے کوئی شے باقی نہیں چھوڑی تھی۔ ہمارے ساتھ ایک عمر رسیدہ اونٹنی بھی تھی لیکن بخدا وہ ایک قطرہ دودھ کا بھی نہیں دیتی تھی۔ میرا بچہ بھوک سے چیختا چلاتا رہتا اور اس کے رونے سے ہم رات بھر سو بھی نہیں سکتے تھے۔ نہ تو میرے پستانوں میں اتنا دودھ تھا جو اس کو کفایت کر سکے اور نہ ہی اونٹنی دودھ دیتی تھی جو اس کی غذا بن سکے مگر ہم رحمت خداوندی سے نااُمید نہیں تھے اور یہ آس لگائے ہوئے تھے کہ ضرور باران رحمت ہوگی اور ہماری زبوں حالی خوشحالی سے بدل جائے گی۔

جب ہم سب سے آخر میں مکہ مکرمہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ جتنے بچے قابل رضاعت تھے وہ دوسری عورتوں نے لے لیے ہیں اور صرف ایک بچہ باقی رہ گیا ہے اور ایک میں باقی رہ گئی ہوں اور وہ بچہ ایسا ہے جس کو ہر عورت نے دیکھا مگر یہ معلوم کر کے کہ وہ یتیم ہیں اور دودھ پلانے کا صلہ و انعام تو والد نے دینا ہوتا ہے ماں کیا دے سکتی ہے، ان کو دودھ پلانے پر کیا ملے گا لہٰذا ہر عورت نے اس خیالِ فاسد کی بنا پر اپنی محرومی مول لی اور دوسرے بچے اٹھائے۔ میں نے سوچا خالی ہاتھ واپس جاؤں

یہ ٹھیک نہیں۔ تو خاوند سے کہا بخدا میں تو اسی یتیم کو لے کر واپس جاؤں گی۔

میں اُن کے گھر حاضر ہوئی، انہیں اٹھایا اور چھاتی سے لگائے اپنے مقام پر واپس آئی۔ خاوند نے دریافت کیا۔ انہیں لائی ہو تو میں نے کہا ہاں اور جو نہیں ملا تو یہی سہی اس نے کہا تو نے بہت اچھا کیا۔ امید ہے اللہ تعالےٰ انکے صدقے ہمیں خیر و برکت عطا فرمائے گا۔

حلیمہ فرماتی ہیں جوں ہی میں نے آپ کو دودھ پلانے کے لیے سینہ کے ساتھ لگایا تو پستان دودھ سے بھرپور معلوم ہوئے حتیٰ کہ آپ نے سیراب ہو کر پیا اور آپ کے رضاعی بھائی نے بھی (جو پہلے اکیلا سیراب نہیں ہو سکتا تھا اور رو رو کر بے حال ہو جاتا تھا اور جب میرا خاوند بوڑھی مریل اونٹنی کی طرف رات کو دیکھ بھال کے لیے اٹھا۔ تو اس کا دودھ خود بخود پستانوں سے باہر آرہا تھا۔ حارث نے اس سے اتنا دودھ نکالا جتنا کہ ہمیں درکار تھا حتیٰ کہ اس نے اور میں نے پیٹ بھر کر پیا۔ فرماتی ہیں ہمارے لیے وہ رات بڑی خیر و برکت والی تھی۔ جس میں ہم پیٹ بھر کر اور سیراب ہو کر سوئے۔ میرا خاوند حارث بولا اے حلیمہ میرے عقیدہ و نظریہ کے مطابق تو نے بڑے مقدس و مبارک فرزند کو حاصل کر لیا ہے۔ ہمارے بچے بھی آج میٹھی نیند سوئے اور ہمیں بھی سیرابی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا۔

جب واپس ہوئے تو میری دراز گوش اونٹنی سب سواریوں اور سواروں سے آگے نکل گئی اور بخدا اس تیزی سے اس نے سب کو کاٹا اور پیچھے چھوڑا کہ ان میں سے کوئی سواری پھر آگے نکلنا تو کجا اس کو مل بھی نہ سکی۔ قافلہ والے پکار اُٹھے اے حلیمہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمیں دوڑا دوڑا کر نہ تھکا ہمیں اس مشکل سے چھٹکارا دلا۔ ذرا اپنی سواری کو آہستہ کر اور یہ تو بتا کہ یہ وہ دراز گوش ہے جس پر تو گھر سے روانہ ہوئی تھی (اور سب اہل قافلہ سے پیچھے رہ گئی اور جا بجا گرتی پڑتی تھی) حلیمہ نے کہا ہاں خدا کی قسم سواری تو وہی ہے (مگر سوار بدل گیا ہے اور اب اس کی قسمت بھی بدل گئی ہے) سب نے بیک زبان کہا۔ اب تو واقعی اس کی شان عجیب ہے اور اس کی حالت پہلے کی نسبت بالکل مختلف ہے۔

اس طرح ہم اس مسافت کو طے کرتے ہوئے بنی سعد بن بکر کی آبادی میں اپنے گھروں تک پہنچے۔

گھر آئے تو خشک سالی اور قحط سالی سرسبزی و شادابی اور خوش بختی و خوشحالی سے تبدیل ہو چکی تھی اور زمین سبزہ کے ساتھ لہلہا رہی تھی مگر یہ سعادت اور بختیاری صرف ہمارے مقدر میں تھی اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں حلیمہ کی جان ہے ہم اور دیگر اہل دیہہ اکٹھے اپنی بھیڑ بکریوں کو چرانے کے لیے بھیجتے مگر ہماری بھیڑ بکریاں پیٹ بھر کر واپس لوٹتیں اور پستان بھی دودھ سے سیر ہوتے اور جب ان کے جانور واپس ہوتے تو ان کے پیٹ بھی خالی ہوتے اور پستانوں

میں ایک گھونٹ دودھ کا بھی نہیں ہوتا تھا۔ ہم تو جتنا چاہتے دودھ پیتے مگر ہماری ساری آبادی والے ایک ایک قطرۂ شیر کے لیے ترستے رہتے پینا تو کجا دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا۔ وہ اپنے چرواہوں سے کہتے تمہارے لیے ہلاکت ہو تم اس چراگاہ میں انہیں کیوں نہیں لے جاتے جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں پھر وہ بھی اسی جگہ اپنے مال مویشی لے آتے اور چراتے مگر واپسی پر وہی حالت ہوتی اُن کے جانور خالی پیٹ اور خالی پستان ہوتے مگر ہمارے جانور سیر ہو کر نکلتے اور دودھ سے بھرپور ہوتے۔

خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت اقدس جو وہاں دیکھنے میں آئی، یہ تھی کہ آپ ایک دن میں اتنے بڑھ جاتے جتنے دوسرے بچے مہینہ میں بڑے ہوتے ہیں اور مہینہ میں اس سے بھی زیادہ بڑے ہو جاتے جتنے کہ دوسرے بچے سال میں۔ جب اس مقدس ہستی کی عمر مبارک دو سال کو پہنچی تو عام بچوں کے برعکس وہ اچھے خاصے مضبوط اور توانا ہو گئے فرماتی ہیں ہم انہیں حضرت آمنہ کی خدمت میں لے آئے (تاکہ وہ زیارت کر لیں اور مطمئن ہو جائیں) لیکن ہم دونوں نے ان سے عرض کیا کہ ہمیں یہ لاڈلا واپس لے جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں کیونکہ مکہ کی وبا سے ہمیں ڈر لگتا ہے (کہیں ان کو تکلیف نہ پہنچے) انہوں نے فرمایا ہم یہ سماحت و سخاوت نہیں کر سکتے ہم ان کے برکات اور فیوضات کو دیکھ کر اُن کے معاملے میں بہت بخیل ہو گئے ہیں۔ ہم اسی طرح منت سماجت کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور فرمایا انہیں اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔

فرماتی ہیں آپ ہمارے پاس دو ماہ تک رہے ایک دن آپ اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ گھر کی پچھلی جانب کو نکلے تو اچانک ان کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور مجھے اور اپنے باپ سے کہا کہ فوراً اٹھو اور میرے قریشی بھائی کی خبر لو کیونکہ دو آدمیوں نے آکر اُن کو پکڑا اور زمین پر لٹا کر ان کا پیٹ چاک کر دیا ہے۔ حلیمہ فرماتی ہیں میں اور میرا خاوند دوڑتے ہوئے اس طرف گئے جب ہم پہنچے تو آپ لیٹے ہوئے تھے اور رنگ مبارک زردی مائل تھا ہم نے باری باری ان کو سینہ سے لگایا اور پوچھا اے بیٹے کیا ہوا۔

آپ نے فرمایا "دو شخص میرے پاس آئے جن کے کپڑے سفید تھے، انہوں نے مجھے لٹایا۔ سینہ اور پیٹ چاک کیا آگے معلوم نہیں انہوں نے کیا کیا۔

فرماتی ہیں ہم آپ کو اٹھا کر واپس لے آئے۔ میرے خاوند نے مجھے کہا اے حلیمہ بخدا اس بچے کو کوئی آسیب وغیرہ کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے۔ لہٰذا چلو ان کو ان کی والدہ ماجدہ کے حوالے کر دیں قبل اس کے کہ جس امر کا ہمیں اندیشہ ہے، وہ ان میں ظاہر ہوتے پائے۔

جب ہم ان کو واپس لے گئے تو انہوں نے دریافت کیا کیا ہوا فوراً واپس لائے ہو حالانکہ تم تو ان کے متعلق بہت حرص ظاہر کر رہے تھے۔ ہم نے کہا نہیں اب ہم ان کو نہیں رکھتے کیونکہ ہم نے ان کی کفالت کی اور جو خدمت کر سکتے تھے،

وہ پوری طرح کر دی ہے اور ہمیں اندیشہ ہے کہ انہیں ہمارے پاس ہوتے ہوئے کچھ عوارض نہ لاحق ہو جائیں للذا اب اُن کا اپنی والدہ ماجدہ کے پاس رہنا ہی بہتر ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بات یہ نہیں ہے مجھے سچ سچ بتلاؤ کہ تمہارے اور ان کے درمیان کیا واقعہ پیش آیا اور آپ کا اصرار جاری رہا حتیٰ کہ ہم نے حقیقت حال عرض کر دی۔ انہوں نے کہا کیا تم ان کے متعلق خوفزدہ ہو ایسا ہرگز نہیں ہے۔ میرے اس بیٹے کی شان عظیم ہے اور حال عجیب۔ کیا میں تمہیں ان کے متعلق بتلاؤں۔

جب میں ان کے ساتھ حاملہ ہوئی تو مجھے معلوم نہیں کہ کسی ماں کا حمل وجنین اتنا خفیف ولطیف ہو اور اتنا عظیم برکتوں والا۔ جب میں نے ان کو جنم دیا تو اس طرح زمین پر نہ آئے جس طرح کہ بچے گرتے ہیں بلکہ آپ اپنے ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے تھے اور سر اقدس آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے۔

اچھا تو اب انہیں میرے پاس ہی رہنے دیں اور آپ اپنا کام کریں۔

انتیسواں باب

چار سال کی عمر مبارک میں شق صدر

محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ سعدیہ کے ہاں چار سال قیام پذیر رہے اور آپ بھی اپنے رضاعی بہن بھائی کے ساتھ مال مویشی کی طرف تشریف لے جاتے جو گھروں کے قریب ہی ہوتے تھے تو ایک موقعہ پر آپ کے پاس دو فرشتے آئے اور آپ کو زمین پر لٹا کر بطن اقدس اور سینہ مبارک چیرا اور سیاہ رنگ گوشت کا ٹکڑا نکال کر پھینک دیا اور پھر آپ کے اندرون بدن کو برف کے پانی سے دھویا جو ایک سنہری برتن میں تھا۔ پھر آپ کا امت میں سے ہزار آدمی کے ساتھ موازنہ کیا گیا تو آپ ان سب پر بھاری ہو گئے۔ اس پر ایک نے دوسرے سے کہا چھوڑو اس امر کو اگر امت کے سارے افراد ترازو کے ایک پلڑے میں رکھو، پھر بھی یہ اُن پر بھاری ہو جائیں گے۔

ادھر آپ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا ماں باپ کے پاس آیا اور کہا فوراً میرے قریشی بھائی کی خبر لو تو حضرت حلیمہ اور اُن کے خاوند دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے، آپ کو دیکھا کہ رنگت مبارک زردی مائل ہے

حضرت حلیمہ آپ کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئیں اور ان کا حال کہہ سنایا اور ساتھ ہی کہا کہ ہم جہاں تک ممکن ہوا دوبارہ واپس چلے ان کو واپس کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ پھر ان کو واپس لے گئیں اور تقریباً ایک سال آپ وہاں

رہے اور کبھی بھی آپ کو دور نہیں جانے دیتی تھیں۔ ایک دن دیکھتی ہیں کہ اُن کے سر پر ایک بادل سایہ فگن ہے جب آپ ٹھہرتے ہیں تو وہ ٹھہر جاتا ہے اور جب آپ چلتے ہیں تو وہ بھی چلنے لگتا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف پانچ سال تھی۔

مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ ہمیں اپنے ابتدائی ایام کے حالات سنائیں تو آپ نے فرمایا مجھے دودھ پلانے والی دایہ بنی سعد بن بکر سے تھی ایک دن میں اور ان کا بیٹا اپنے جانوروں کی طرف نکلے اور اپنے ساتھ کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں لے گئے تھے۔ میں نے اُسے کہا اے بھائی تم جاؤ اور والدہ سے کھانے کی کوئی چیز لے آؤ۔ وہ چلا گیا اور میں وہیں جانوروں کے پاس ٹھہر گیا تو دو سفید پرندے آئے گویا کہ وہ چیل کی مانند تھے تو ایک نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہیں دوسرا بولا ہاں وہی ہیں۔

تو وہ دونو تیزی سے میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے گدی کے بل لٹا کر سینہ اور پیٹ کو چاک کیا میرے دل کو باہر نکالا۔ اس کو چیر کر دو سیاہ لوتھڑے باہر نکالے پھر ایک نے دوسرے سے کہا برف کا پانی مجھے دو، اس سے میرے باطن کو دھویا پھر کہا مجھے اولوں کا پانی دے پھر اس کے ساتھ میرے دل کو دھویا۔ پھر اس نے کہا سکینہ مجھے دے۔ تب اُسکو دل میں چھڑکا اور ایک نے کہا اب اس دل اقدس کو سی دو تب دوسرے نے اس کو سیا اور اس پر مہر نبوت لگائی۔

پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھو اور اُمت میں سے ہزار آدمی دوسرے پلڑے میں رکھو میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ پلڑا بالکل اُوپر اُٹھ گیا ہے اور مجھے خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں یہ لوگ مجھ پر نہ گرنے لگیں۔ دوسرے نے کہا ساری اُمت بھی دوسرے پلڑے میں رکھ دو تو یہ سب پر بھاری رہیں گے۔ پھر وہ دونو چل دیئے اور مجھے اسی حال میں چھوڑ گئے کہ میں سخت خوفزدہ ہو چکا تھا۔ پھر میں وہاں سے اٹھ کر اپنی (رضاعی) ماں کے پاس گیا اور اس کو سارا ماجرا بتایا تو وہ اس بات کا اندیشہ کرنے لگیں کہ کہیں مجھے شیاطین نے التباس و اشتباہ میں ڈالا ہے اور میری قوت فہم و فراست کو مختل کر دیا ہے (العیاذ باللہ) اور کہا میں تمہیں اللہ تعالےٰ کی پناہ میں دیتی ہوں۔ پھر مجھے سواری پر آگے سوار کیا خود پیچھے سوار ہوئیں ہم چلتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے۔ میری والدہ ماجدہ سے عرض کیا میں نے اپنی امانت ادا کر دی ہے اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکی ہوں اور ساتھ ہی بتلایا کہ تمہارے شہزادہ کو یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ مگر انہیں اس سے کوئی خوف و خطر لاحق نہ ہوا اور کہا کہ جب یہ متولد ہوئے تھے تو میں نے ایک عظیم نور دیکھا تھا جس کی وجہ سے شام کے محلات چمک اٹھے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ بچوں کے ساتھ کھلی جگہ موجود تھے تو انہوں نے آپ کو زمین پر لٹایا سینہ مبارک کو دل اقدس والی جگہ سے چیر کر قلب منور کو باہر نکالا۔ پھر دل اقدس کو چیر کر ایک سیاہ رنگ گوشت باہر نکال کر کہا کہ یہ الیساجزو و عضو ہے جو شیطانی اثرات کو قبول کرنے کی اہلیت و صلاحیت رکھتا ہے (اللہ تعالےٰ نے خصوصی فضل و کرم کا اظہار کرتے ہوئے اس مادہ کو ہی نکلوا دیا ہے تاکہ شیطان آپ سے ہمیشہ کے لیئے ناامید ہو جائے اور وحی و الہام میں التباس و اشتباہ کے جملہ

ذرائع اور راہیں مسدود ہو جائیں، پھر دل الور کو سنہری تھال میں رکھ کر آب زمزم سے دھویا۔ پھر اس کو درست فرما کر اپنی جگہ رکھ دیا۔

ہمراہی بچے دوڑتے ہوئے حضرت حلیمہ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا گیا۔ جب یہ اندوہ ناک خبر وہاں پہنچی سارے گھر والے دوڑتے ہوئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ صحیح وسلامت تھے مگر رنگ مبارک (خوف وخشیت کی وجہ سے) زردی مائل تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے سینہ اقدس پر حضرت جبرئیل علیہ السّلام کے سینہ مبارک کو شق کرتے اور پھر درست کرتے وقت زخم کی سلائی کرنے والے آلے کے نشانات دیکھا کرتا تھا۔

شداد بن اوس فرماتے ہیں ایک موقعہ پر ہم رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہ میں بیٹھے تھے کہ بنی عامر سے ایک ضعیف العمر شخص حاضر ہوا۔ اور عرض کیا مجھے اپنے ابتدائی حالات بتائیں تو آپ نے فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی مجسم دعا ہوں اور اپنے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت۔ اور مزید تفصیل یہ ہے کہ جب میں والدہ ماجدہ کے بطن اقدس سے عالم ظاہر کی طرف منتقل ہوا تو مدت رضاع میں بنی سعد بن بکر کے ہاں رہا۔ ایک موقعہ پر میں گھر سے نکل کر بطن وادی میں اپنے ہم عمر اور ہمجولیوں کے ساتھ مل کر چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ تین شخصوں کی ایک ٹولی ہے جن کے ہاتھ میں ایک سونے کا تھال ہے جس میں برف بھری ہے۔ انہوں نے صرف مجھے پکڑا اور دوسرے ساتھی ڈر کر بھاگ گئے۔ اور وادی کے کنارے جا کھڑے ہوئے پھر اس جماعت کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اس بچے کے ساتھ کیا غرض ہے۔ یہ ہمارے قبیلہ سے نہیں ہیں بلکہ سردار قریش کے بیٹے ہیں۔ اگر تم ان کو قتل کرنا چاہتے ہو (تو از راہ کرم ان کو چھوڑ دو) اور ہم میں سے جس کو چاہتے ہو قتل کر دو۔

ان میں سے ایک میری طرف متوجہ ہوا مجھے زمین پر لٹایا پھر سینہ مبارک کو چیرا پھر اندرونی اجزا باہر نکال کر ان کو تھال والی برف سے اچھی طرح دھویا۔ پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ پھر دوسرا اٹھا اور پہلے کو کہا اب تم ہٹ جاؤ چنانچہ وہ ہٹ کر الگ ہو گیا تو اس نے میرے سینہ (اقدس) میں ہاتھ ڈالا اور دل کو باہر نکالا اور اس کو چیرا اور یہ سارا منظر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ دل کو چیر کر سیاہ رنگ ٹکڑا نکال کر پھینک دیا۔ پھر اپنے ہاتھ کو فضا میں بلند کیا اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ کوئی چیز پکڑ رہا ہے اچانک دیکھتا ہوں تو اس کے ہاتھ میں نور کی ایک مہر ہے جس کو دیکھنے والے حیرت زدہ رہ جائیں اس کے ساتھ میرے دل پر مہر لگائی تو وہ نور سے بھرپور اور معمور ہو گیا۔ پھر دل منور کو اپنی جگہ پر رکھ دیا اور میں عرصہ دراز تک اپنے دل میں اس مہر کی لذت اور ٹھنڈک محسوس کرتا رہا۔

پھر تیسرا بولا اب تو بھی ہٹ جا وہ ایک طرف ہوا تو اس نے سینہ کے اوپر والے حصہ سے لے کر ناف تک (جہاں تک کہ جسد اطہر کو چیرا گیا تھا) ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالےٰ کے امر سے وہ زخم مندمل ہو گیا۔ پھر بڑے آرام اور نرمی سے مجھے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد سب نے باری باری مجھے سینہ سے لگایا اور میری پیشانی پر بوسہ دیا اور مجھے کہا اے حبیب خدا خوف کھانے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اگر تمہیں علم ہوتا کہ مستقبل میں تمہیں کیا خیر وبرکت اور رفعت درجات

بلندئی مقامات حاصل ہونے والی ہے تو آپ بہت خوش ہوتے اور آپ کی آنکھیں فرط مسرت و فرحت سے ٹھنڈی ہو جاتیں ابھی وہ تینوں اشخاص میرے ساتھ ان باتوں میں مصروف ہی تھے کہ سارے کا سارا قبیلہ بنو سعد بن بکر کا قبیلہ آپہنچا اور میری امی (حلیمہ) سب سے آگے تھی اور بلند آواز سے پکارتی آرہی تھی اے میرے ننھے اور ضعیف و ناتواں بچے۔ اے مبارک و مسعود بچے، اے بلند بخت بچے۔ سارے مجھ پر جھک گئے۔ کوئی سر کو بوسہ دے رہا تھا۔ کوئی ماتھا چوم رہا تھا اور سب پکار رہے تھے اے خوش بخت تجھ ضعیف و ناتواں پر اتنی تکلیف کیوں اور اتنی سنگ دلی کا کیا موجب) حلیمہ بولی کیا تم ہی اپنے دوسرے ساتھیوں میں سے کمزور سمجھے گئے اور اس وجہ سے تم کو قتل و ہلاک کے لیے منتخب کیا گیا۔ پھر مجھے اپنی چھاتی سے لگایا (اور گود میں لیا) میں ادھر تو اپنی امی کی گود میں تھا اور ادھر میرا ہاتھ شق صدر کرنے والوں میں سے ایک کے ہاتھ میں تھا اور میرا خیال تھا کہ میری طرح دوسرے لوگ بھی ان کو دیکھ رہے ہوں گے مگر حقیقت میں ان کو میرے علاوہ کوئی بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔

بعض نے کہا کہ اس بچے کو آسیب ہے یا جن کا اثر ہے (لہٰذا انہیں کاہن کے پاس لے جانا چاہیے) چنانچہ مجھے ایک کاہن کے پاس لے گئے اور سارا قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا تم چپ ہو جاؤ میں اس بچے کی زبانی سارا قصہ سنوں گا کیونکہ وہ اپنا معاملہ تمہاری نسبت بہتر جانتا ہے۔

پھر مجھ سے دریافت کیا اور میں نے ساری حقیقت بالتفصیل اس کو بیان کی تو اچھل کر میرے قریب آیا مجھے سینے سے لگایا پھر بلند آواز کے ساتھ کہا۔ اے اہل عرب اس بچے کو (نعوذ باللہ) قتل کردو اور مجھے بھی اس کے ساتھ ہی مجھے لات و عزیٰ کی قسم اگر تم ان کو آج قتل نہ کرو گے اور یہ حد بلوغ تک پہنچ گئے تو تمہارے دین کو تبدیل کر دیں گے (بلکہ سب ادیان پر خط نسخ کھینچ دیں گے) پھر میرے اہل قبیلہ یعنی بنو سعد نے مجھے وہاں سے اٹھا لیا (اور) اپنے گھر لے آئے۔ یہ ہے میرا آغاز کار۔

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سوق عکاظ قائم ہوا (میلا منعقد ہوا) تو حلیمہ سعدیہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قیافہ شناس کے پاس لے گئیں جس کے پاس تمام لوگ اپنے بچوں کو لے جاتے اور دکھلاتے تھے۔ جب اس نے فخر بنی آدم و آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو چلایا اے گروہ ھذیل اے جماعت قریش۔ میلے کے سب شرکاء اس کے گرد جمع ہو گئے تو اس نے کہا اس بچے کو قتل کر دو اور اس دوران حضرت حلیمہ آپ کو لے کر کھسک گئی تھیں لوگ پوچھتے کس بچے کو؟ وہ کہتا اس بچے کو لوگوں کو نظر کچھ نہیں آتا تھا کیونکہ آپ کی رضاعی والدہ تو آپ کو لے کر وہاں سے جا چکی تھیں۔

اس سے پوچھا جاتا وہ کون ہے اُسے کیا ہے (کیوں قتل کریں) وہ کہنے لگا مجھے اس کے خدا واللہ کی قسم وہ تمہارے اہل دین (مشرکین) کو قتل کریں گے۔ تمہارے معبودانِ باطلہ کو توڑ ڈالیں گے اور ان کا دین و مذہب تمہارے ادیان پر غالب آکر رہے گا اور وہ خود تم پر حکومت کریں گے۔

سب لوگوں نے آپ کو تلاش کیا مگر ناکام رہے۔

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ قبیلہ ھذیل کا ایک بوڑھا سردار چلانے لگا اے قبیلہ ھذیل۔ مجھے اس بچے کے خدا کی قسم یہ آسمان سے نزول حکم کے منتظر ہیں وغیرہ وغیرہ اور لوگوں کو آپ کے خلاف اکسانا شروع کیا۔ زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ دیوانہ ہو گیا اور عقل رخصت ہو گئی اور حالت کفر میں مر کر جہنم واصل ہو گیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ فخر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلیں، دیکھا تو آپ اپنی بہن کے ساتھ ہیں بولیں میرے بیٹے کتنی گرمی ہے اور تم باہر پھر رہے ہو۔

آپ کی بہن بولی، اماں میرے بھائی کو ذرا بھر گرمی نہیں لگی کیونکہ ایک بادل ان پر سایہ فگن رہا ہے۔ جب یہ چلتے تو وہ بھی اوپر اوپر چلتا اور جب آپ ٹھہر جاتے تو وہ بھی ٹھہر جاتا حتیٰ کہ ہم اس حال میں یہاں پہنچے ہیں۔

ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ مکرمہ میں اس وقت حاضر ہوئیں جب کہ آپ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی فرما چکے تھے اور اپنے علاقہ میں رونما ہونے والے قحط اور مال مویشی کی ہلاکت کا شکوہ کیا۔

سید الانس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اُن کے متعلق بات کی تو انہوں نے چالیس بکریاں اور ایک اونٹ جو عورتوں کی سواری کے لائق تھا عطا کیا اور آپ اس طرح عزت و اکرام کے ساتھ اپنے گھر لوٹیں۔

جب خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے دعویٰ نبوت فرمایا اور لوگوں کو دعوت اسلام دی تو حضرت حلیمہ بھی حاضر خدمت اقدس ہوئیں اور اُن کے خاوند بھی اور مشرف باسلام ہوئے آپ کے دست اقدس پر بعیت کی پھر گھر واپس ہوئے۔

محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ عورت جس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا حاضر ہوئی اندر آنے کا اذن طلب کیا۔ جب اجازت ملنے پر اندر حاضر ہوئیں تو آپ پکار اٹھے۔ میری ماں میری ماں۔ فوراً آپ نے چادر بچھائی اور ان کو اوپر بٹھایا اور یہ بھی مروی ہے کہ وہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں وہ بھی نہایت احترام و اکرام سے پیش آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں تو انہوں نے بھی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

دس سال کی عمر میں شق صدر

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایسی ایسی چیزوں کے متعلق سوال

کی جرأت کر جاتے تھے جن کے متعلق دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سوال کرنے کی ہمت نہیں کرتے تھے۔

ایک دن انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ یہ تو فرمائیں کہ سب سے پہلے آپ نے امورِ نبوت میں کونسا امر دیکھا (آپ تکیہ لگا کر بیٹھے تھے) سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا اے ابو ہریرہ تم نے اول امر اور ابتداءِ نبوت میں ظہور پذیر ہونے والے امور کے متعلق سوال کیا ہے تو سنو۔

میری عمر کوئی دس سال سے چند ماہ زیادہ ہو گی۔ میں جنگل میں جا رہا تھا کہ اچانک اوپر سے آواز سنائی دی۔ ایک شخص دوسرے سے پوچھتا ہے کہ یہ وہی ہیں؟

پھر وہ ایسے خوب صورت چہروں میں میرے سامنے آئے کہ میں نے ایسا حسن و جمال کبھی کہیں نہیں دیکھا۔ ان میں سے ایک نے ایک بازو کو پکڑا اور دوسرے نے دوسرا بازو مگر اس قدر نرمی سے کہ مجھے ان کے پکڑنے کا کوئی احساس تک نہیں ہو رہا تھا۔

ایک نے دوسرے سے کہا ان کو زمین پر سلا دو۔ چنانچہ دونوں نے مجھے بڑے آرام سے سیدھا لٹایا۔ پھر ایک نے کہا ان کے سینہ کو چاک کر دو تو دوسرے نے میرے دیکھتے دیکھتے میرے سینہ کو چاک کیا۔ مگر نہ تو درد ہوا اور نہ ہی خون نکلا۔ پہلا بولا غل و حسد کو نکال دو یعنی اس مادہ کو نکال دو جو صفات رذیلہ کا مرکز ہوتا ہے چنانچہ دوسرے نے میرے دل سے ایک گوشت کا لوتھڑا نکال باہر کیا۔ پہلا پھر کہنے لگا۔ اب رحمت و رأفت دل مقدس میں داخل کر دو تو جتنا قدر اس نے نکالا تھا اسی مقدار میں چاندی کی طرح سفید و چمکدار ٹکڑا اندر رکھ دیا۔ پھر میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر اچھی ہلایا اور کہا اٹھو دوڑو اور سلامت رہو۔ میں واپس ہوا تو لوگوں میں اس حال میں پھرتا تھا کہ ہر چھوٹے پر رافت اور ہر بڑے پر رحمت سے پیش آتا (اور رافت و رحمت تقاضائے طبیعت بن چکی تھی۔ یہ ہے آغاز و ابتداء اور انتہا یہ کہ آپ مجسم رحمت بن گئے اور وہ بھی سب عالمین کے لیے (وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین)

تیسواں باب

مولدِ نبوی کے پانچ سال بعد پیش آنیوالے واقعات

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں میں اپنی دراز گوش پر سوار ہوئی اور محمد (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو آگے بٹھایا اور چلتی ہوئی مکہ مکرمہ کے بڑے دروازے پر پہنچی وہاں لوگوں کی ایک جماعت موجود تھی۔

میں نے ان کو وہاں آتار آ تاکہ کپڑوں وغیرہ کی اصلاح و درستی اور دیگر حاجات سے فراغت حاصل کر لوں تو میں نے اچانک ایک خوفناک لرزا دینے والی آواز سُنی ادھر متوجہ ہوئی تو لخت جگر اور نور نظر کو موجود نہ پایا لوگوں سے پُوچھا میرا بچہ کہاں گیا۔ وہ پوچھنے لگے کونسا بچہ، میں نے کہا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب جن کی بدولت اللہ تعالے نے مجھے سرسبز و شاداب فرمایا بھوک اور تنگدستی دور فرمائی۔ میں نے ان کی تربیت کی حتیٰ کہ جب میری آرزو پُوری ہوئی اور افتخار تربیت سے سرفراز ہوئی تو ان کو لے آئی تاکہ انہیں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کروں اور امانت ادا کر کے عہدہ برآ ہو جاؤں تو وہ میرے ہاتھ سے چھین لیے گئے۔ لات و عزیٰ کی قسم اگر میں ان کو نہ دیکھوں گی تو اپنے آپ کو پہاڑ کی بلند چوٹیوں سے گرا کر خودکشی کر لوں گی۔ لوگوں نے کہا ہم نے تو کوئی شئے دیکھی ہی نہیں (ہم کیا بتائیں اور تیری مصیبت میں کیا تعاون کریں)۔

جب انہوں نے مجھے نا اُمید کر دیا تو میں نے اپنے ہاتھ سر پر رکھے اور بلند آواز سے کہا وا محمداہ والداہ ان سوز بھری نداؤں کو اور میری آہ و بکا کو سُن کر نوجوان لڑکیاں رونے لگ گئیں اور لوگ بھی تڑپ اٹھے اور آہ و زاری کرنے لگے۔

پھر میں حضرت عبدالمطلب کے پاس حاضر ہوئی اور ان کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے اپنی تلوار نکالی اور آواز دی یا آل غالب (اے غالب کی اولاد) زمانہ قبل از اسلام میں لوگوں کو بلانے کا اور اکٹھا کرنے کا انداز و طریقہ یہی تھا سب قریش حاضر ہو گئے تو انہوں نے فرمایا میرا بیٹا گم ہو گیا ہے۔ سب نے کہا تم جنگ و قتال کے لیے سوار ہو جاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اگر تم سمندر میں چھلانگ لگاؤ تو ہم تمہارے ساتھ سمندر میں کود جائیں گے۔ چنانچہ وہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور سب قریش ان کے ساتھ تھے تو انہوں نے مکہ مکرمہ کے نشیب و فراز اور بلندی و پستی کو چھان مارا مگر فخر موجودات علیہ الصلوٰت والسلام کا کوئی سُراغ نہ مل سکا۔

پھر آپ لوگوں سے الگ ہو کر بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہوئے کعبہ مبارکہ کے گرد سات طواف کیے اور زبان سے بارگاہ خداوندی میں یہ التجا کرتے تھے ؎

یا رَبِّ رُدَّ راکبی محمداً ۔ رُدَّہ لی واتخذ عندی یدا

اے میرے رب کریم میرے کسی سواری پر سوار ہو کر چلے جانے والے سوار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ پر لوٹا اور مجھ پر اپنا خصوصی احسان فرما۔

ادھر حضرت عبدالمطلب نے عرض کی ہی تھی کہ فضا میں یہ آواز گونجی جسے سب لوگوں نے سنا۔ لوگو رونے دھونے اور آہ و زاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب انہیں کبھی ضائع نہیں ہونے دے گا۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا اے آواز دینے والے اور ہمیں تسلی و اطمینان دینے والے۔ کون ہمیں وہ عزیز ترین متاع واپس لا دے گا اور وہ کہاں ہیں؟

جواب آیا وہ وادیٔ تہامہ میں شجرۂ یمن کے پاس موجود ہیں۔ حضرت عبدالمطلب تیزی سے اس جگہ پہنچے تو حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء درخت کے نیچے تشریف فرماتے تھے۔ شاخوں کو کھینچ رہے تھے اور پتوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپ کو اپنی سواری پر سوار کر کے ہمراہ لائے اور حضرت علیمہ کو اعزاز و اکرام سے نوازا اور انعام دیکر رخصت کیا۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت حلیمہ جب ان کو مکہ مکرمہ لے آئیں تو آپ لوگوں میں گم ہو گئے آپ نے حضرت عبدالمطلب سے یہ واقعہ عرض کیا تو آپ کعبہ مبارکہ میں حاضر ہوئے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا ؎

لاھُمَّ رُدَّ راکبی محمدا　　　　رُدَّہ رب واتخذ عندی یدا

انت الذی جعلتہ لی عضدا

اے اللہ میرے پردیسی اور مفقود الخبر سوار کو واپس فرما اور مجھے احسان و کرم سے سرفراز فرمادے اور تو نے ہی ان کو میرا دست و بازو اور معاون و مددگار بنایا تھا (لہٰذا اس کرم کو دائمی و ابدی بنا)

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے آپ کو ایک کام کے لیے بھیجا تھا تو اس وقت بارگاہِ خداوندی میں یہ التجا پیش کی تھی (نہ کہ آپ کے گم ہونے کے وقت)

ابرحازم سے مروی ہے کہ ایک کاہن مکہ مبارکہ میں حاضر ہوا۔ اس وقت رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی عمر مبارک صرف پانچ سال تھی اور ان کی دایہ حضرت حلیمہ ان کو حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں لائی تھیں۔ تو کاہن نے اشرف انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کو دیکھ کر کہا اے گروہ قریش اس بچے کو (العیاذ باللہ) قتل کر دو۔ وہ تمہارے اندر تفرق و انتشار پیدا کر دے گا اور تمہیں ہلاک کروائے گا۔ حضرت عبدالمطلب آپ کو لے کر جلدی میں وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔

اور قریش کاہن کی باتیں سننے کے بعد ہمیشہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے خوفزدہ رہتے تھے۔

اکتیسواں باب

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا سانحۂ وصال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتے تھے۔ جب عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو وہ آپ کو ہمراہ لے کر اپنے میکے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں تاکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اُن کے اخوال (ماموں) کو بھی کرائیں اور ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی ہمراہی

سے مشرف ہوئیں اور فخر دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بجا لاتی تھیں اور یہ مختصر قافلہ دو اونٹوں پر سوار ہوا اور مدینہ منورہ پہنچ کر دار نابعہ میں قیام پذیر ہوا اور ایک ماہ تک وہاں قیام فرمایا اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس مقام پر پیش آنے والے واقعات کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔

جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد از ہجرت اطم بنی النجار (ٹیلہ کا بلند مقام) کو دیکھا اور اسے پہچان لیا تو فرمایا کہ میں بچپن میں یہاں آنے پر ان ٹیلوں کے درمیان اپنے ننھیال کی ایک انیسہ نامی بچی کے ہمراہ کھیلتا رہا تھا اور میں اپنے ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ تھا تو ایک پرندہ کو یہاں سے اڑاتے تھے جو کہ ٹیلے پر آ بیٹھتا تھا۔

دار نابعہ (مکان) کو دیکھ کر فرمایا۔ یہاں میری اماں جان مجھے ہمراہ لا کر ٹھہری تھیں اور اسی مکان میں میرے باپ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے اور میں بنی عدی بن النجار کے تالاب میں خوب تیرتا رہا تھا۔

قوم یہود کے افراد وہاں پر یکے بعد دیگرے آتے اور فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑے غور سے دیکھتے تھے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان میں سے ایک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہی ان کا دار ہجرت ہے میں نے ان کی اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھا۔

پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئیں مگر جب مقام ابواء پر پہنچیں تو آپ کا وصال ہو گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔ تو آپ (والدہ ماجدہ کے سایہ عاطفت سے بھی بے نیاز ہو کر) اللہ تعالےٰ کے گھر میں پہنچ گئے اور صرف ام ایمن رضی اللہ عنہا ساتھ واپس لوٹیں۔

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عمرۂ حدیبیہ کے موقع پر مقام ابواء پر گذرے تو فرمایا۔

مجھے اللہ تعالےٰ نے اپنی والدہ ماجدہ کے مزار مبارک کی زیارت کا اذن دیا ہے۔ آپ وہاں پہنچے مزار اقدس کو مٹی وغیرہ ڈال کر درست فرمایا اور آنکھوں نے آنسوؤں کا مینہ برسانا شروع کیا صحابہ کرام نے یہ منظر دیکھا تو زار و قطار رونے لگے۔ عرض کیا گیا حضور کیا وجہ ہے۔ فرمایا مجھے ان کا بوقت وصال حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنا اور مجھے بار بار پیار کرنا اور دوران سفر راہ میں ہی چھوڑ کر راہئ ملک بقا ہونا یاد کر کے رحمت و رقت طاری ہوئی اور رونے لگا۔

ابو مرشد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مکہ مکرمہ کو فتح فرمایا تو قبر کے ایک نشان اور مٹی کی ڈھیری کے پاس تشریف لا کر بیٹھ گئے۔ دوسرے لوگ ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ اس انداز میں تشریف فرما تھے گویا کسی سے خطاب کر رہے ہوں۔ پھر روتے ہوئے اٹھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے آ کر عرض کرنے لگے (وہ سب لوگوں سے اس معاملہ میں زیادہ جرأت مند تھے) یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ رونے کا موجب کیا ہے۔ فرمایا یہ میری والدہ کی قبر ہے۔ میں نے اللہ تعالےٰ سے اس کی زیارت کا اذن طلب کیا تو اس نے اجازت مرحمت فرمائی پھر استغفار و بخشش طلب کرنے کی اجازت مانگی تو مجھے منع کر دیا گیا۔ مجھے والدہ ماجدہ یاد آئیں اور ان

کی حالت و کیفیت دیکھی تو کھڑا ہو کر رونے لگ گیا۔ صحابہ بھی زار و قطار رونے لگے اور جتنے لوگ اس دن روتے دیکھے گئے اتنے کبھی بھی روتے نہیں دیکھے گئے۔

ابن سعد کہتے ہیں اس روایت میں مکہ مکرمہ کے اندر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہونے کا جو تذکرہ ہے یہ غلط ہے ان کی قبر ابواء میں ہے نہ کہ مکہ مکرمہ میں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ محترمہ کی قبر مبارک کی زیارت فرمائی تو خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رلایا۔ پھر فرمایا میں نے رب کریم سے والدہ ماجدہ کی مغفرت و بخشش کی دعا کے لیے اذن طلب کیا تو اذن نہ ملا۔ پھر زیارت کی اجازت طلب کی تو اجازت عطا فرمائی گئی۔ لہٰذا تم بھی قبور کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ اس سے اپنی موت یاد آتی ہے (اور دنیا کی طرف رغبت کم ہوتی ہے) رواہ مسلم)

ابوبریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مقام عسفان پر تشریف لا کر ٹھہر گئے اور دائیں بائیں دیکھا اور والدہ ماجدہ کی قبر شریف کو دیکھا۔ پھر پانی کی طرف تشریف لے گئے وضو فرمایا پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی، اچانک ہمیں آپ کے رونے کی آواز آئی تو ہم بھی رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا کو روتے دیکھ کر (باوجود سبب معلوم نہ ہونے کے) رونے لگے۔ جب آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا تمہیں کس چیز نے رلایا ہم نے عرض کیا آپ روئے تو ہم بھی رونے لگے۔ آپ نے پوچھا تم نے آخر کیا گمان کیا (جس پر رونا شروع کیا) ہم نے عرض کیا ہمیں تو یہ گمان گذرا کہ کہیں آپ کی امت پر عذاب ہونے والا ہے۔ فرمایا نہیں ایسی بات تو بالکل نہیں تھی کہا دوسرا خیال یہ تھا کہ آپ کی امت کو ایسے اعمال کا پابند و مکلف ٹھہرایا گیا ہے جن کی ان میں ہمت و طاقت نہیں ہے۔ فرمایا نہیں یہ بات بھی نہیں تھی۔ بلکہ دراصل بات یہ تھی کہ میں والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک پر کھڑا ہوا۔ وہاں دو رکعت نماز ادا کی اور رب کریم سے اذن استغفار کا طلبگار ہوا۔ تو مجھے اس سے منع کر دیا گیا میں رونے لگا۔ دوبارہ دو رکعت نماز ادا کی اور اذن کا طلب گار ہوا۔ تو مجھے سختی سے روکا گیا اس پر میری آہ و بکا بلند ہوئی

پھر فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری طلب فرمائی اور اس پر سوار ہو کر تھوڑی دور چلے ہی تھے کہ سواری ثقلِ وحی کی وجہ سے رک گئی اور اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ما كان للنبي والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولي قربى من بعد ما تبين لهم انهم اصحاب الجحيم۔

رسول خدا علیہ السلام اور اہل ایمان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اہل شرک کے لیے استغفار کریں خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب کہ ان پر واضح ہو چکا کہ وہ جہنمی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے صحابہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں (حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا) سے براءت کا اظہار کرتا ہوں جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے آزر سے براءت کا اظہار فرمایا تھا۔ عـہ

عـہ تنبیہ: ۔ سرور انبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء کے والدین کریمین کا نجات پانا نار دوزخ سے محفوظ رہنا اور اہل جنت میں سے ہونا مختلف فیہ مسئلہ ہے اور اسلاف میں یہ امر مختلف فیہ ہونے کے باوجود متاخرین حضرات نے اس کو متنازع فیہ نہیں چھوڑا۔ بلکہ متعدد وجوہ اور دلائل سے والدین کریمین رضی اللہ عنہما (بلکہ جمیع آباء و اجداد کرام) کا اہل نجات میں سے ہونا ثابت فرمایا ہے۔ حضرت شیخ اجل شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات جلد اول ص۷۱۸ پر اسی مضمون کی ایک حدیث وروایت کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ اس روایت کا مضمون ومفہوم متقدمین کا مختار ہے اور وہ اسی نظریہ کے قائل ہیں لیکن متاخرین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین بلکہ آدم علیہ السلام تک تمام سلسلہ آباؤ اجداد اور امہات وجدات کا ایمان ثابت کیا ہے اور اس دعویٰ کو انہوں نے تین طرح سے ثابت کیا ہے۔

اول یہ کہ وہ دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے (جو کچھ بھی اس وقت معلوم ومعروف تھا) دوم۔ وہ زمانہ فترت رسل میں پیدا ہوئے اور وفات پائی (لہٰذا زمانہ نبوت جب انہوں نے پایا ہی نہیں تھا تو ان کو کافر کیسے کہا جا سکتا ہے انکار نبوت کے لحاظ سے تو واضح ہے اور انکار الوہیت قطعاً ثابت ہی نہیں بلکہ حضرت عبداللہ کا نام ہی اس شق کے ابطال کے لیے روشن دلیل ہے اور وہ نام حضرت عبدالمطلب نے تجویز فرمایا تو ان کا عقیدہ بھی واضح ہو گیا۔ نیز نص قرآن کریم وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ یعنی ہم اس وقت کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک رسل کرام کو مبعوث نہ فرماویں اس لحاظ سے بھی تفصیلات دین اسلام نہ جاننے اور ان کا اعتراف نہ کرنے کی بناء پر ان کو دوزخی قرار نہیں دیا جا سکتا) سوم۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو آپ کے شان اعجازی کی بدولت زندہ فرمایا۔ اور ان کو شرف اسلام سے مشرف ہونے کا موقعہ بخشا (اور بعد الوصال ایمان کا مقبول ہونا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے) رہا یہ شبہ کہ اس مضمون کی روایات ضعیف ہیں تو اس کا ازالہ محدثین کرام نے اس طرح کیا ہے کہ روایات ضعیفہ جب متعدد طرق سے مروی ومنقول ہوں تو وہ درجۂ صحت اور حسن تک پہنچ جاتی ہیں اور ان روایات کے طرق واسانید بھی متعدد ہیں اور یہ علم گویا متقدمین سے مخفی ومستور تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے متاخرین پر منکشف فرمایا واللہ یختص برحمتہ من یشاء بما شاء من فضلہ۔ امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے متعدد رسالے اس مسئلہ کی تحقیق میں تالیف فرمائے اور مختلف دلائل سے ایمان والدین کریمین ثابت کیا اور مخالفین کے شبہات کا جواب دیا۔ مفصل تحقیق وہاں ملاحظہ کریں۔ یہی تحقیق علامہ عبدالعزیز پرہاروی نے نبراس شرح عقائد میں ص۵۲۶ پر درج فرمائی ہے اور علامہ محمود آلوسی نے روح المعانی جلد ۱۹ میں زیر آیت کریمہ وتقلبک فی الساجدین نقل فرمایا کہ جو شخص ان روایات واحادیث پر مطلع ہوا جن میں سرور انبیاء علیہ السلام نے اپنے جملہ آباؤ اجداد کی طہارت اور نکاح اسلام سے متولد ہونے کی تصریح فرمائی ہے پھر بھی والدین کریمین کے کفر کا ہی قائل رہا تو خود اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ مزید تفصیل اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز یہ روایات اخبار آحاد ہیں اور وہ وجوب عمل پر دلالت کرتی ہیں وجوب اعتقاد پر نہیں لہٰذا ان کی بناء پر دوسرے تمام دلائل کو نظر انداز کر کے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان واعتقاد پر اعتراض کرنا اور ان کی نجات وفلاح کا انکار کرنا بلکہ اس پر اصرار کرنا بہت بڑی جسارت ہے جو مومن

حسن بن جابر رضی اللہ عنہما سے جو کہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے، مروی ہے کہ مامون الرشید کو یہ اطلاع دی گئی کہ سیلاب اور بارش کا پانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک میں داخل ہو جاتا ہے تو مامون نے اس جگہ کو پختہ کرنے کا حکم جاری کیا۔ ابن البراء فرماتے ہیں کہ مجھے اس قبر کی ہیئت اور وضع قطع تبلائی گئی جبکہ میں مکہ مکرمہ میں تھا۔

(ان مختلف روایات میں تطبیق و موافقت اس طرح ہو سکتی ہے) کہ آپ کا وصال مقام ابواء میں ہوا ہو اور پھر آپ کو مکہ مکرمہ میں لایا گیا ہو اور یہاں دفن کیا گیا ہو۔

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) مخلص سے بہر حال بہت بعید ہے هذا عندی واللہ ورسولہ اعلم۔

اس موضوع پر امام اہل سنت مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی نے رسالہ بنام شمول الاسلام لاصول النبی الکرام تالیف فرمایا ہے اسکا مطالعہ فرمائیں۔

ان احادیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی بلکہ وہاں قیام فرما کر دو رکعت نماز بھی ادا فرمائی اور اس اجازت کا ملنا آپ کی والدہ کے مومنہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ مشرکین کی قبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہونے سے اللہ تعالٰے نے روک دیا تھا چنانچہ فرمایا ولا تقم علیٰ قبرہ ۹/۸۴ "مشرکوں کی قبر پر آپ قیام نہ کریں" اگر آپ کی والدہ ماجدہ العیاذ باللہ مشرکہ ہوتیں تو آپ کو ان کی قبر پر کھڑے ہونے کی اجازت نہ دیجاتی۔ چہ جائیکہ آپ وہاں دو رکعت نماز بھی ادا فرماتے۔ رہا یہ امر کہ آپ کو والدہ ماجدہ کے لیے استغفار سے روک دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب انبیاء کے حق میں مغفرت کی دعا کی جائے تو اس سے ان کے گناہوں میں ملوث ہونے کا وہم نہیں پیدا ہوتا کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں اور جب غیر معصوم کے لیے استغفار کی دُعا کی جائے تو اس سے یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید وہ گناہوں میں ملوث رہا ہو۔ اللہ تعالٰے نے حضرت آمنہ کے حق میں حضور کو استغفار سے روک دیا تاکہ آپ کی والدہ کے بارے میں کسی شخص کو یہ وہم نہ ہو کہ وہ گناہوں میں ملوث رہی تھیں۔ ان احادیث میں آپ کی عظیم فضیلت ہے کہ وہ مومنہ بھی تھیں اور نیک اور پرہیزگار اور گناہوں سے پاکدامن بھی۔

بتیسواں باب

حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت عبدالمطلب کی کفالت میں

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہوتے تھے۔ جب ان کا وصال ہو گیا تو حضرت عبدالمطلب نے آپ کو اپنے پاس رکھا اور آپ کے لیے اتنی شفقت اور نرم دلی کا مظاہرہ فرمایا کہ اتنا اپنی اولاد کے لیے بھی نہیں فرماتے تھے اور آپ کو قریب بٹھاتے اور مقرب و معظم رکھتے اور آپ ان کے پاس خلوت و علیحدگی میں بھی اور خواب و استراحت کے وقت میں بھی تشریف لے جاتے اور اُن کے مخصوص سرداری فراش پر جلوہ گر ہوتے اگر کوئی مزاحم ہونے لگتا تو حضرت عبدالمطلب سختی سے منع فرما دیتے اور فرماتے اسے مت روکو، میرے اس بیٹے کو ملک و سلطنت عطا کیا جائیگا۔

بنی مدلج کی جماعت نے حضرت عبدالمطلب سے عرض کیا اس عزیز مولود کی اچھی طرح حفاظت و نگرانی فرمائیں کیونکہ ان کا قدم مبارک مقام ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم اقدس کے بہت ہی مشابہ ہے تو انہوں نے جناب ابوطالب سے فرمایا۔ ان لوگوں کی بات غور سے سنو چنانچہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص خیال رکھتے تھے۔

حضرت عبدالمطلب نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کو فرمایا اور وہی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں۔ اے برکت (ام ایمن) میرے اس بیٹے کے ساتھ غفلت و بے پروائی نہ برتنا کیونکہ اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہ اس امت کے نبی ہیں۔

حضرت عبدالمطلب جب بھی کھانا تناول فرمانے لگتے تو فرماتے میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ جب آپ کو ان کے پاس لایا جاتا تب کھانا تناول فرماتے۔ جب ان کا وقت وصال آیا تو جناب ابوطالب کو آپ کی کفالت و حفاظت کی وصیت فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو یوں فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عبدالمطلب کا مقام اور جائے نشست حطیم میں مخصوص فراش تھا جس پر کوئی دوسرا نہیں بیٹھتا تھا۔ اور حرب بن امیہ اور اس قسم کے لوگ ان کے پاس بیٹھتے مگر اس نشستگاہ سے ہٹ کر۔ جب رسول کریم علیہ التحیۃ والثناء تشریف لائے اور آپ ابھی نو عمر بچے تھے تو سیدھے اس مقام پر جا بیٹھے جہاں حضرت عبدالمطلب بیٹھے تھے مگر اس وقت آپ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ تو کسی شخص نے آپ کو پیچھے ہٹانے کی کوشش کی۔ سرور عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام روئے تو حضرت عبدالمطلب نے پوچھا میرا بیٹے میرا لخت جگر کیوں روتا ہے۔ لوگوں نے سبب عرض کیا تو فرمایا۔ انہیں اس فراش

پرہی بیٹھے دو۔ کیونکہ وہ اپنی عظمت و برتری کو جانتے پہچانتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ عزو شرف اور رفعت و مرتبت کی ان بلندیوں تک پہنچیں گے جہاں کوئی عربی نہ پہلے جا سکا ہے اور نہ بعد میں جائے گا (بلکہ نہ ہی اُنکا کوئی تصور کر سکتا ہے)

تینتیسواں باب

حضرت عبدالمطلب کا سرورِ عالم و عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ استسقاء

رقیقہ سے منقول ہے کہ قریش پر لگاتار چند سال گذرے، جن میں بارش وغیرہ بالکل نہ ہوئی۔ قحط سالی اور خشکی کی وجہ سے شیردار جانوروں کے دودھ خشک ہو گئے بلکہ ہڈیاں بھی مغز سے خالی ہو کر سوکھ گئیں۔ ایک رات میں سوئی ہوئی تھی یا ابھی اونگھ اور نعاس کی حالت میں تھی کہ آواز دینے والے کو بلند اور سخت لہجے میں یوں اعلان کرتے ہوئے سنا۔ اے جماعت قریش تمہارے اندر مبعوث ہونے والے نبی کا زمانہ خروج قریب آچکا ہے اور یہ وقت ہے اُن کے ظہور کے وقت طلوع ہونے والے ستاروں کا۔ لہٰذا تم جلدی پانی اور خوشحالی کا منہ دیکھو اور اس کے لیے حیلہ سازی و چارہ گری کرو۔ (اور چارہ سازی کی صورت یہ ہے کہ)

اپنے اندر ایک ایسا شخص تلاش کرو۔ جو درمیانہ قد ہے مضبوط اعضا اور بھرپور جسم والا، سفید چمکیلی رنگت والا ہے۔ اور لمبی اور گھنی پلکوں والا ہے، ڈھلواں رخساروں والا ہے، لمبی اور بلند ناک ہے۔ وہ صاحب فخر ہیں مگر اس کو خواہ مخواہ ظاہر کرنے کے درپے نہیں ہوتے بلکہ صبر و استقامت اور حلم و وقار کا اظہار فرمانے والے ہیں اور ان کی مخصوص ہیئت و کیفیت ہے جو لوگوں کو ان کی طرف دلالت اور رہنمائی کرتی ہے۔

وہ ہستی جن کے یہ اوصاف بیان کیے گئے ہیں اپنے لخت جگر نور نظر کو ساتھ لے کر گھر سے باہر نکلے اور ہر قبیلہ و خانوادہ کا ایک ایک فرد ان کے ساتھ نکلنا چاہیے۔ جو اچھی طرح غسل کر کے خوشبو لگا کر حجر اسود کا استلام کرنے کے بعد کوہ ابوقبیس پر چڑھیں۔ وہ بارش کی دعا کریں اور قوم ان کی دعا پر آمین آمین کہتی رہے اور جتنی بارش چاہو اتنی حاصل ہو جائے گی۔

رقیقہ کہتی ہے میں صبح اٹھی تو اللہ جانتا ہے کہ بڑی خوفزدہ تھی بدن پر رونگٹے کھڑے تھے اور عقل و فہم زائل ہونے کو تھا۔ لوگوں کو خواب بیان کیا اور اس شخص کی تعیین کے متعلق دریافت کیا۔

مجھے حرم پاک اور اس کی حرمت و عزت کی قسم ہر ابطحی و مکی میرا خواب سُن کر کہنے لگا یہ شخص تو صرف اور صرف شیبۃ الحمد (حضرت عبدالمطلب) ہیں۔

قریش گروہ در گروہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور ہر قبیلہ وخانوادہ سے ایک ایک شخص ان کی بارگاہ میں پہنچنے لگا۔غسل کیا۔خوشبو لگائی۔حجرِ اسود کا استلام کیا اور کوہِ ابوقبیس پر چڑھنے لگے اور دونوجانبوں سے اس کو کثرت تعداد کی وجہ سے بھرتے ہوئے تیزی کے ساتھ اوپر کو جارہے تھے حتیٰ کہ جب پہاڑ کی چوٹی اور بلندی پر متمکن ہو گئے۔حضرت عبدالمطلب دعا کے لیے ہاتھ اُٹھا کر کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ شریکِ دعا رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو کہ ابھی بچے تھے مگر توانا اور مضبوط جسم والے۔عبدالمطلب نے عرض کیا۔اے حاجات کو پورا کرنے والے اور کرب وبلا کو دور کرنے والے اللہ العالمین تو جاننے والا ہے اور دوسروں کو جتلانے والا تجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔تو ہی ہر ایک کے سوال اور حاجت کی امید گاہ ہے اور بخل و کنجوسی سے پاک ہے۔یہ تیرے بندہ ہیں اور تیری لونڈیاں جو تیرے حرم کی پہاڑیوں پر کھڑے ہو کر تیری جناب میں اپنی قحط سالی کی شکایت پیش کر رہے ہیں جس نے نہ کوئی اونٹ چھوڑا اور نہ بھیڑ بکری (نہ کچھ کھانے کو ملتا ہے نہ پینے کے لیے اور نہ سواری کے لیے) لہٰذا ایسی کثیر موسلا دھار بارش عطا فرما جو کھیتوں کو لبالب فرما دے اور ہمیں خوشحال بنا دے۔رقیقہ کہتی ہے مجھے کعبہ کی قسم سبھی لوگ ابھی اسی جگہ کھڑے تھے کہ آسمان گویا پانی کے ساتھ پھٹ پڑا اور پانی کے دہانے کھول دیئے اور وادی پانی کی موجوں کے ساتھ چنگھاڑ رہی تھی۔

میں نے قریش کے بزرگوں اور سرداروں عبداللہ بن جدعان۔حرب بن امیہ اور ہشام بن مغیرہ سے سُنا کہ وہ حضرت عبدالمطلب کو کہتے تھے اے وادی بطحا کے سردار و مالک تجھے مبارک ہو۔تمہاری وجہ سے اہل بطحا کو زندگی نصیب ہوئی۔رقیقہ نے اسی عظمت و اہمیت کو بیان کرتے ہوئے حضرت عبدالمطلب کی شان میں چند اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

(۱) شیبۃ الحمد کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے ہمارے شہر اور علاقہ کو بارش سے سیراب فرمایا۔جب ہم نے پانی کو گم کیا اور اس کے ایک ایک قطرہ کو ترسنے لگے اور آسمان نے بھی باران رحمت کو روک لیا۔

(۲) تو ایک سیاہ فام بادل نے موسلا دھار بارش برسا کر پُرزور سخاوت کی جس سے حیوانات اور نباتات کو حیاتِ نو حاصل ہو گئی۔

(۳) وہ مبارک افعال و اعمال والے ہیں۔ان کی بدولت بارش طلب کی جاتی ہے اور ساری مخلوق میں (اس وقت) ان کا نہ کوئی ہم پلہ ہے اور نہ مماثل۔

(۴) وہ سرتاپا اللہ تعالےٰ کا احسان ہیں کیونکہ وہ نیک فال ہیں اور نیک بخت اور ان سب سے بہتر ہیں جن کے ساتھ قبیلہ مضر کو کبھی بھی بشارت دی گئی۔

چونتیسواں باب

حضرت عبدالمطلب کا سیف بن ذی یزن شاہ یمن کو تخت نشینی کی مبارکباد دینے کے لیے تشریف لے جانا

اور سیف ابن ذی یزن کا انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و رسالت کا مژدہ سنانا

ابن کلبی سے مروی ہے کہ جب سیف بن ذی یزن ارض یمن کا مالک بنا اور حبشیوں کو ہلاک و تہ و تیغ کیا تو اشراف قریش اور روساء عرب اس کو ظفر اور فتمندی کی تہنیت اور مبارکباد دینے کے لیے اس کے پاس یمن پہنچے۔ وفد قریش میں پانچ علماء ورؤساء تھے۔ حضرت عبدالمطلب بن ہاشم۔ امیہ بن عبدشمس۔ عبداللہ بن جدعان خویلد بن سوید اور وہب بن عبدمناف بن زہرہ۔ چلتے چلتے چلتے جب صنعاء میں پہنچے تو سیف بن ذی یزن بھی وہیں قصر غمدان میں قیام پذیر تھا اور یہ قصر اُن قصور و محلات میں سے تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جنات نے بلقیس کے لیے تیار کیے تھے۔ حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں نے وہیں اونٹوں کو بٹھایا اور سیف کے دربار میں حاضری کی اجازت ملنے کے بعد داخل ہوئے۔

قریب پہنچے تو دیکھا کہ وہ سنہری تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے اردگرد اشراف ورؤساء یمن سنہری کرسیوں پر بیٹھے ہیں اس نے عنبر سے اپنے جسم کو معنبر کیا ہوا تھا اور کستوری کی خوشبو اس کی مانگ سے مہک رہی تھی۔ سب نے اس کو تحیہ وسلام دیا اور شاہی آداب بجالائے اُن کے لیے سنہری کرسیاں بچھائی گئیں اور سوائے حضرت عبدالمطلب کے باقی سب بیٹھ گئے۔ آپ سیف کے سامنے کھڑے رہے اور کچھ کہنے کی اجازت طلب کی۔ آپ سے کہا گیا۔ اگر بادشاہوں کے سامنے کلام کرنے کے آداب اور طریقے آتے ہیں تو کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

تو آپ نے فرمایا اے بادشاہ اللہ تعالیٰ نے تجھے رفیع الشان محل اور بلند بام مقام میں محل کرامت وعزت پر متمکن فرمایا ہے اور تجھے ایسے نونہال کو ایسی بنیاد پر قائم فرمایا جو بہت ہی پاکیزہ ہے اور بڑی عزت وعظمت والی ہے اصل اس کا ثابت و راسخ ہے اور شاخیں اس کی خوب بلند اور پھیلی ہوئی ہیں۔ اس نونہال کا محل غرس وولادت بہت پاکیزہ ہے اور زمین پیدائش بڑی زرخیز ہے۔

اے بادشاہ تو اہل عرب کی وہ بہار ہے جس کی طرف وہ قحط خزاں میں پناہ پکڑنے والے ہیں اور ان کے لیے

وہ شیریں آب حیات ہے جس کی طرف لوگ پیاس بجھانے کے لیے رجوع کرتے ہیں۔ تیرے اسلاف سب اسلاف سے بہتر اور تو ان میں سے ہمارے لیے سب سے اچھا خلف اور قائم مقام ہے جن کا خلف تجھ جیسا نامور شخص ہو، وہ اسلاف ہرگز نہیں مر سکتے اور جن کا سلف تیرے جیسا باکمال ہو وہ گوشہ خمول وگمنامی میں نہیں رہ سکتے۔

اے بادشاہ۔ ہم اہل حرم ہیں اور بیت اللہ کے مجاور وخدام۔ ہمیں تیری طرف وہ فرحت ومسرت لے آئی ہے، جو ان شدائد ومصائب کے دور ہونے سے حاصل ہوئی جنہوں نے ہماری کمر توڑ کر رکھ دی تھی مگر ہم محض تہنیت و ہدیہ تبریک دینے والا وفد ہیں، تجھے اپنے مصائب ومشکلات سنا کر پریشانی میں ڈالنے والا وفد نہیں ہیں۔

سیف بن ذی یزن نے کہا تم وادی بطحا والے قریش ہو انہوں نے فرمایا ہاں۔ تو اس نے مرحبا وخوش آمدید کہا۔ اور کہا تم اپنے گھر میں آئے ہو۔ یہاں کی سواریاں اور ساز وسامان تمہارا ہے۔ زمین ہی نرم نہیں اس کے باسی بھی نرم دل اور نیک خصلت ہیں۔ شہنشاہ بڑا سخی ہے اور عظیم وکثیر عطیات دینے کا عادی ہے۔ میں نے تمہاری بات سنی اور تمہاری فضیلت وبرتری کا اندازہ لگایا۔ تم شرافت وعزت کے حامل ہو اور تعریف وتکریم کے لائق جب تک یہاں قیام کرو تمہیں عزت واکرام سے مہمان بنایا جائے گا اور جب واپسی ہوگی تو عظیم وجزیل عطیات پیش کیے جائیں گے۔

پھر روئے سخن حضرت عبدالمطلب کی طرف کرتے ہوئے کہا تم اپنا خصوصی تعارف کراؤ۔ فرمایا میں عبدالمطلب بن ہاشم ہوں۔ وہ پکار اٹھا میں تو خود تم سے ملنے کا ارادہ رکھتا تھا اور تمہاری ملاقات کے لیے بیقرار تھا کیونکہ تم تو خلق خدا کی ربیع وبہار ہو اور اقوام وقبائل کے سردار، اب مہمان خانہ میں آرام کرو، میں پھر کسی وقت تمہیں بلاؤں گا۔

پھر ان کے متعلق خدام کو حکم دیا کہ انہیں عزت وتکریم کے ساتھ بٹھاؤ اور آرام کا انتظام کرو۔ یہ وفد ایک ماہ تک وہاں رہا مگر سیف بن ذی یزن نے ان کو کبھی دربار میں نہ بلایا۔ ایک صبح سو کر اٹھا تو فوراً حضرت عبدالمطلب کے پاس آدمی بھیجا کہ تم اکیلے میرے پاس آؤ۔ جب آپ پہنچے تو وہ بھی تنہائی میں بیٹھا تھا کوئی دوسرا شخص اس کے پاس موجود نہیں تھا۔ کہنے لگا اے عبدالمطلب میں اپنے علمی اسرار میں سے ایک بھید اور راز تم پر ظاہر کرتا ہوں اگر کوئی دوسرا شخص تمہاری جگہ ہوتا تو کبھی یہ راز اس پر آشکارا نہ کرتا، میں سمجھتا ہوں کہ تم رازداں ہو اور ایسے اسرار ورموز کے معدن۔ یہ راز پوشیدہ رہنا چاہیے تاآنکہ اللہ تعالیٰ اس کے اظہار میں اپنی قدرت کاملہ کو بروئے کار لائے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا فرمائے گا اور اس امر کو انتہا تک پہنچائے گا حضرت عبدالمطلب بولے اللہ تعالیٰ آپ کی صحیح رہنمائی فرمائے۔ فرمائیے وہ کونسا بھید اور راز ہے

سیف بن ذی یزن نے کہا ہماری کتابیں جو یقیناً سچی ہیں اور وحی آسمانی اور علوم قدیمہ پر محیط ومشتمل جن کو ہم نے اپنے لیے مخصوص کیا ہوا ہے اور دوسروں سے انہیں پوشیدہ رکھتے ہیں ان کتابوں میں اور علوم سابقہ میں ہمیں ایک عظیم خبر اور بہت بڑی عزت وعظمت کا پتہ چلتا ہے جو زندگی کے لیے سرمایہ شرف وفضل ہے اور موت کے لیے سرمایہ افتخار واعتزاز بالعموم سب عرب اور تمہارے سارے قبیلہ کے لیے اور بالخصوص تمہارے لیے۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا اے بادشاہ پھر تو میں بہت بڑے تحفہ و ہدیہ کے ساتھ لوٹوں گا اتنا عظیم تحفہ کہ کوئی زائر بھی اس سے مشرف نہ ہو سکے۔ اگر بادشاہ کی ہیبت شاہی اور اس کی عظمت و رفعت کا احساس نہ ہوتا تو میں ضرور مطالبہ کرتا کہ ذرا اس اجمال کو صورت تفصیل دے کر میری مسرت و فرحت میں اضافہ فرمائیں۔

سیف بن ذی یزن نے کہا تمہاری اولاد سے ایک نبی مبعوث ہوں گے اور تمہارے قبیلہ سے ایک رسول ظہور فرما ہوں گے۔ نام نامی ان کا احمد و محمد ہوگا۔ اسی زمانہ میں ان کی ولادت ہو گی اور عین ممکن ہے کہ پیدا ہو چکے ہوں۔

ان کے والدین بالکل آغاز عمر میں داغ مفارقت دے جائیں گے اور اُن کے دادا جان اور پھر چچا جان انکی کفالت کریں گے۔ اللہ تعالٰے ان کو علانیہ مبعوث فرمائے گا اور ہم میں سے اُن کے انصار و خدام پیدا فرمائے گا۔ اُن کے معاون و مددگار عزت پائیں گے اور بداندیش دشمن ذلت و رسوائی کا شکار ہوں۔ اُن کے وقت ولادت میں آتش پرستوں کا معبود یعنی آتش سرد ہو جائے گی۔ وہ لات و منات اور دیگر اوثان و اصنام کو توڑ دیں گے۔ کفر و شرک اور عصیان و طغیان کو روک دیں گے اور صرف واحد منان کی عبادت کی جائے گی۔ ان کا قول و امر واضح و بیّن ہوگا۔ ان کا حکم سراسر عدل و انصاف ہوگا۔ معروف و خیر کا حکم دیں گے اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ منکر اور بدی سے روکیں گے اور اپنے گرد دامن سے بھی اس کو دور رکھیں گے۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا تمہارا رتبہ بلند ہو، فضل و احسان دائم ہو، عمر دراز ہو کیا آپ مجھے مزید تفصیل و توضیح اور کشف و اظہار سے خوشی کا موقع بہم پہنچائیں گے؟

سیف نے کہا حجاب اور پردہ میں محجوب مستور خانۂ خدا کی قسم اور آیات و کتب الٰہیہ کی قسم تم اس نبی کے دادا جان ہو اور اس امر میں غلطی اور خلاف واقعہ ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

یہ سننا تھا کہ حضرت عبدالمطلب بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکر بجالانے کے لئے جھک گئے۔

سیف نے کہا حضور سر اٹھائیے۔ اللہ تعالٰے تمہارے دل کو ٹھنڈا رکھے اور عمر دراز کرے اور شان و مرتبت میں بلندی عطا فرمائے کیا ان علامات میں سے کسی کو تم نے محسوس کر لیا ہے جو میں نے تمہارے سامنے بیان کی ہیں۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ہاں میرا ایک نور نظر تھا جس کے ساتھ مجھے بڑی محبت تھی۔ میں نے اپنی قوم میں سے ایک بڑی باعزت خاتون کے ساتھ ان کی شادی کی جن کو آمنہ بنت وہب کہا جاتا تھا۔ ان سے ایک فرزند دلبند متولد ہوا۔ جن کا نام میں نے محمد و احمد رکھا۔ ان کے والدین فوت ہو چکے ہیں اور ان کا کفیل میں ہوں یا انکا چچا۔

ذی یزن نے کہا میں جو راز تیرے سامنے افشا کر رہا تھا وہ اس راز کی تفصیل و تعبیر ہیں، ان کا خاص خیال رکھنا اور ان کے دشمنوں سے پُر حذر رہنا اگرچہ اللہ تعالٰے ہرگز ان کو اپنے بُرے عزائم میں کامیاب نہیں ہونے دے گا اگر مجھے اس امر کا یقین نہ ہوتا کہ موت کا مضبوط ہاتھ اُن کے دعوئ نبوت سے قبل ہی میرے محل وجود کو دار فانی سے اکھاڑ

پھینکے گا تو میں اپنے سواروں اور پیادوں سمیت ان کے دارِ ہجرت یثرب (مدینہ منورہ) میں جاگزیں ہوجاتا اور اسی کو اپنا دارالسلطنت بنالیتا کیونکہ مجھے اپنے آباؤ اجداد کی کتابوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا امرِ نبوت وہیں جاکر پایۂ تکمیل کو پہنچے گا اور وہی لوگ ان کی دعوت کو قبول کریں گے اور خدمت و نصرت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے اور اسی شہر میں ان کا مزار پرُ انوار ہوگا۔

اور اگر میری معلومات کے مطابق ان کا غایات و نہایات مراتب تک وصول یقینی نہ ہوتا اور مجھے اگر انکو آفات سے محفوظ رکھنے اور عاہات و مکروہات سے دور رکھنے کا خیال نہ ہوتا تو ان کا نام ظاہر کردیتا اور تمام عرب کو اُنکے نقش قدم پر چلادیتا اور اگر میں ان کے زمانۂ ظہور و خروج تک زندہ رہا تو میں سب امور سلطنت و حکومت ان کے حوالے کردوں گا اور لوگوں کو ان کی رعایا بنادوں گا۔

اس کے بعد آپ کو مع اپنے ہمراہیوں کے واپس جانے کی اجازت دی۔ اس وفد کے ہر رکن کو دو دو سو اونٹ، دس دس حبشی غلام اور دس دس رطل (تقریباً پونڈ) سونا اور دو دو حلّے یمنی چادروں کے عطا کیے اور حضرت عبدالمطلب کو باقی صاحبان کا مجموعہ بطور ہدیہ و نذرانہ پیش کیا اور کہا اے عبدالمطلب جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہوجائیں اور اچھے مضبوط و توانا تو مجھے اُن کی حالت و کیفیت سے باخبر کرنا۔ پھر اہل وفد نے سیف بن یزن سے الوداعی سلام کیا اور مکہ مکرمہ کی طرف لوٹے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے رفقاء سفر سے فرمایا کہ شاہ یمن نے مجھے تمہاری نسبت جس عزت و کرامت سے نوازا ہے وہ اگرچہ جزیل و عظیم ہے اور جس فضل و احسان سے مشرف فرمایا وہ اگرچہ کثیر ہے لیکن تمہارے لیے یہ امر قابل رشک نہیں بلکہ قابل رشک وہ امر ہے جو اس نے بوقت سرگوشی مجھے بتلایا جس میں مجھے اور میری اولاد کو حاصل ہونے والے عظیم سرمایۂ فخر و مباہات کی اطلاع دی ہے انہوں نے کہا بتلاؤ تو سہی کونسی ایسی بات ہے فرمایا۔ تمہیں عنقریب پتہ چل جائے گا۔

سیف بن ذی یزن چند سال یمن پر حکمران رہا۔ ایک دن وہ حسبِ معمول شکار کے لیے نکلا اور اس نے حبشیوں کا ایک ایسا جتھا تیار کیا ہوا تھا جو نیزے لے کر اس کے آگے آگے چلتے تھے اس دن مڑ کر انہوں نے سیف پر حملہ کردیا اور اس کو قتل کردیا جب کسریٰ نوشیرواں کو اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع پہنچی تو ہرمز کو ان کے خلاف کارروائی کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمان جاری کیا کہ جو حبشی ملے اس کو قتل کردیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی ولادت باسعادت کے بعد سیف بن ذی یزن یمن پر غالب آگیا تو عرب کے وفود اور شعراء اس کی مبارکبادی اور قصیدہ خوانی کے لیے حاضر ہوئے۔ قریش کا جو وفد اس کے پاس مبارکباد کے لیے پہنچا اس میں علاوہ دوسرے قریش کے عبدالمطلب بن ہاشم

تھے اور امیہ بن عبد الشمس، عبد اللہ بن جدعان اور خویلد بن اسد جب یہ شہر صنعا میں اس کے پاس پہنچے تو وہ قصر غمدان کے اوپر بیٹھا تھا جس کا ذکر امیہ بن ابی الصلت نے ان الفاظ میں کیا ہے ؎

اشرب هنيئا عليك التاج مرتفعا — في راس غمدان دارا منك محلا لا

غمدان جیسے عظیم محل کی بلندیوں پر بیٹھ کر شراب نوشی کا لطف ایسے وقت میں لے جبکہ تیرا سر تاج شہنشاہی سے سرفراز ہے۔

دربان نے ان کی آمد سے سیف کو مطلع کیا اور اذن کا طلبگار ہوا۔ اس کے اجازت دینے پر وفد اندر داخل ہوا حضرت عبد المطلب اس کے قریب پہنچے اور کلام کرنے کی اجازت چاہی۔ اس نے کہا اگر تم شاہی درباروں میں کلام کرتے رہتے ہو اور آداب کلام سے واقفیت رکھتے ہو تو کہو کیا کہتے ہو ہماری طرف سے اجازت ہے۔

حضرت عبد المطلب نے کہا اے بادشاہ اللہ تعالےٰ نے تجھے بلند و رفیع مکان و محل میں سند کرامت پر بٹھایا ہے جو دشمنوں کے لیے صعب اور ناقابل تسخیر ہے۔ اور تیرے سر و ناز کو ایسے تنے اور بنیاد پر قائم فرمایا جس کی جڑیں پاکیزہ ہیں اور اصل و مبدء عزیز و کریم ہے۔ بنیاد اس کی ثابت و راسخ ہے اور فروع و اغصان اس کے طویل و عریض ہیں اور اس کا محل بہت باکرامت و کمال ہے اور اس کا معدن و مخرج نہایت پاکیزہ۔ العرض اے بادشاہ تو عرب کا بادشاہ ہے اور ان کی بہار جو انہیں سرسبز و شاداب رکھتی ہے۔ عرب کا وہ امیر جن کے سبھی لوگ مطیع و منقاد ہیں تو ان کا وہ عمود و ستون ہے جس پر ان کا محل عزت و رفعت قائم ہے اور اُن کے لیے وہ ملجاء و ماویٰ ہے جس کی طرف وہ پناہ پکڑتے ہیں تیرے اسلاف سب اسلاف میں امتیازی مقام کے مالک اور تو ان کا وہ خلف ہے جو ہمارے لیے بہترین اخلاف میں شمار ہوتا ہے وہ ہرگز گوشہ خمولی و گمنامی میں نہیں رہ سکتا جن کا سلف اور پیش تجھ جیسا ہو اور ہرگز نہیں مر سکتا جن کا خلف اور قائم مقام تیرے جیسا ہو۔

اے شہنشاہ ہم حرم خداوندی کے ساکن و باسی ہیں اور بیت اللہ کے نگران و خادم۔ ہمیں تیری خدمت میں حاضری پر اس فرحت و مسرت نے مجبور کیا ہے جو تیرے غلبہ کے بعد ان مشکلات و مصائب کے دور ہو جانے سے حاصل ہوئی۔ جنہوں نے قبل ازیں ہماری پیٹھ کو توڑ دیا تھا لہٰذا ہم محض تہنیت و ہدیۂ تبریک پیش کرنے والا وفد ہیں اور مصائب و مشکلات سے فریاد و زاری کرنے والے نہیں (کیونکہ مشکلات تیرے وجود مسعود سے ہی حل ہو گئیں اور ان سے نجات حاصل ہو گئی)

سیف بن ذی یزن نے کہا اے کلام کرنے والے ذرا اپنا تعارف تو کراؤ۔ آپ نے فرمایا میں عبد المطلب بن ہاشم ہوں کہا تم تو ہمارے بھانجے ہوئے کیونکہ تمہاری والدہ مدینہ منورہ کے انصار میں سے ہے۔ فرمایا میں وہی ہوں بادشاہ نے کہا ذرا اور قریب آئیے۔ ان کو قریب بٹھا کر ان سے اور باقی وفد سے اس طرح خطاب کرنے لگا۔ مرحبًا مرحبًا اھلاً و سھلاً۔ تم اپنے گھر آئے ہو۔ یہ سواریاں اور ساز و سامان تمہارا اپنا ہے۔ یہ زمین نرم اور سہل ہے اور اس کے باسی و باشندے

نرم دل نرم خو۔ تم ایک جواد اور سخی بادشاہ کے پاس آئے ہو جو عظیم عطیات اور ہدایا و تحائف دینے والا ہے۔ بادشاہ نے تمہاری گفتگو کو سنا۔ تمہاری قرابت و قربت سے اطلاع پائی اور تمہارا وسیلہ یعنی خادمیت حرم اور جوار بیت اللہ ہمیں بڑا پسند آیا۔ راتیں تمہاری راتیں ہیں اور دن تمہارے دن جب تک تمہاری مہمانی کا شرف حاصل رہے گا ہم میزبانی میں فخر محسوس کریں گے اور جب رخصت کریں گے تو عطائے جزیل اور اعزاز فراواں کے ساتھ۔

پھر یہ وفد مہمان خانے اور آرامگاہ کی طرف گیا۔ ایک ماہ وہاں قیام کیا نہ تو بادشاہ کے دربار میں جاتے تھے اور نہ ہی ان کو رخصت ملتی تھی۔ ایک دفعہ بادشاہ ان کی طرف بہت اچھی طرح متوجہ ہوا اور حضرت عبدالمطلب کو بلا بھیجا اور ان کو اپنے قریب خلوتگہ راز میں بٹھا کر کہنے لگا۔ اے عبدالمطلب میں تمہیں اپنا علمی راز بتانا چاہتا ہوں اگر تمہاری جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو اس امر و راز پر ہرگز اسے مطلع نہ کرتا۔ لیکن تمہیں معدن اسرار سمجھتا ہوں لہٰذا تمہیں بتا رہا ہوں یہ راز تمہارے تک ہی محدود و مخزون رہے جبتک کہ اللہ تعالےٰ اس کا اذن اظہار و اعلان نہ فرمائے اور یقیناً اللہ تعالےٰ اپنے اس امر کو انتہا تک پہنچائے گا۔

یقین جانیے وہ کتاب مکنون اور علم مخزون جسے ہم نے صرف اپنے لیے ذخیرہ کیا ہوا ہے اور دوسروں سے پوشیدہ رکھا ہوا ہے۔ اس میں مجھے خبر عظیم اور عزیز و جلیل امر کا پتہ چلا ہے جو زندگی کا سرمایۂ شرف و اعتزاز ہے اور ممات و وفات کے لیے بھی مایۂ فضیلت و کرامت۔ سبھی انسانوں کے لیے بالعموم اور تمہارے سارے رہط و قبیلہ کے لیے اور بالخصوص تمہارے لیے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا اے بادشاہ سلامت تم تو بہت سرور و راحت بخشنے والے ہو اور بر و احسان سے کام لینے والے۔ ذرا بتاؤ تو سہی وہ کیا خبر عظیم ہے۔ تجھ پر سب اہل وبر (اہل بدو اور بادیہ نشین مثل اہل حضر اور شہری آبادی کے) گروہ در گروہ فدا ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ جب تہامہ (حجاز مقدس) میں ایسا مسعود و میمون بچہ پیدا ہو جس کے دو کندھوں کے درمیان گندمی رنگ ابھرا ہوا گوشت پارہ (خاتم نبوت) ہوگا۔ امامت و نبوت انہیں کا حصہ ہوگی اور ان کی بدولت تمہارے لیے قیامت تک سرداری اور حکومت۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا۔ اللہ تعالےٰ آپ کو موجبات لعن و طعن سے دور رکھے۔ میں تو اتنا عظیم انعام لے کر واپس ہوں گا جتنا کسی بھی وافد و زائر کے مقدر میں نہیں ہوگا۔ اگر ہیبت سلطانی اور خوف جلالت و عظمت شاہی نہ ہوتی تو میں اپنے مژدہ سنانے والے سے ضرور تفصیل دریافت کرتا جس سے میری خوشی و مسرت میں اور اضافہ ہوتا۔

ابن ذی یزن نے کہا یہی وہ وقت ہے جس میں ان کی ولادت ہونی ہے بلکہ وہ یقیناً پیدا ہو چکے ہیں۔ نام نامی ان کا محمد ہے ان کے والد بزرگوار اور والدہ ماجدہ کا سایہ بچپن میں ہی اُن کے سر سے اُٹھ جائے گا۔ بعد ازاں ان کی تربیت و پرورش ان کے جدِ امجد اور چچا جان کریں گے۔ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں جس کی ان کے ساتھ قرابت و ولادت نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ ان کو علانیہ مبعوث فرمائے گا اور ہمیں ان کی خدمت و نصرت کا موقعہ عنایت فرمائے گا۔ ان خدام و انصار

کے ذریعے اہلِ ایمان عزت پائیں گے اور اُن کے اعداء و بدکیش ذلت و رسوائی سے دوچار ہوں گے۔ وہ ان مخلصین کے ساتھ لوگوں کی عزت و آبرو کو محفوظ کریں گے اور ان کے ذریعے مقدس زمینوں کو طے کریں گے اور اپنے زیرِ تصرف و تسلط لائیں گے۔ اوثان و اصنام کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔ معبودِ خلق بنی ہوئی آتش بجھ کر نیست و نابود ہو جائے گی اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کی جائے گی۔ ان کا قول و فرمان بیّن و واضح ہو گا اور امر و حکم سراسر عدل و انصاف ہو گا۔ وہ معروف اور نیکی کا حکم دیں گے اور اس کا عملی نمونہ بھی پیش کریں گے۔ بدی اور برائی سے منع کریں گے اور اپنے گرد دامن سے بھی اس کو دور رکھیں گے۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا تمہارا بخت بلند ہو اور اقبال سلامت رہے۔ درجہ و مرتبہ عالی ہو اور ملک و سلطنت دائم رہے اور ظلِ عاطفت رعایا پر دراز رہے۔ کیا آپ مجھے مزید صراحت و وضاحت فرمائیں گے بعض تفصیلات تو مجھے آپ کی زبانی معلوم ہو گئی ہیں۔

سیف بن ذی یزن نے کہا۔ مجھے حجاب دستور کے اندر محجوب و مستور اللہ تعالےٰ کے گھر کی قسم اور پہاڑیوں اور مقاماتِ عالیہ پر قائم و منصوب علاماتِ قدرت و آیاتِ عظمت کی قسم۔ اے عبدالمطلب یقیناً تم اس پیغمبر آخرالزمان علیہ السلام کے جدِ امجد ہو اور اس اعلان و اعلام میں خلافِ واقعہ ہونے کا ذرہ بھر امکان نہیں۔

حضرت عبدالمطلب فوراً بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے۔ تو سیف بن ذی یزن نے کہا سر اٹھائیے۔ تمہارا سینہ و دل فرحت و راحت سے مسرور اور ٹھنڈا رہے اور تمہاری شان بلند ہو۔ کیا تم نے ان علامات و نشانات میں سے جو میں نے بیان کیے ہیں کسی کا تحقق و وقوع معلوم و محسوس کر لیا ہے جس سے سجدۂ شکرانہ بجا لا رہے ہو۔

آپ نے جواب میں فرمایا میرا ایک فرزند ارجمند تھا جو مجھے بہت ہی عزیز اور پیارا تھا اور میں اس پر بہت ہی مہربان و شفیق تھا۔ ان کا عقد زوجیت میں نے اپنی قوم کی باعزت خواتین میں ایک خاتون آمنہ بنت وہب کے ساتھ کیا۔ اس سے ایک بچہ متولد ہوا۔ نام میں نے محمد رکھا۔ اُن کے والدین دار فانی سے انتقال کر گئے اور اب ان کا کفیل میں ہوں اور ایک ان کا چچا یعنی جناب ابوطالب۔

سیف بن ذی یزن نے کہا میں نے جو کچھ بیان کیا تھا تمہارا بیان اس کے عین مطابق ہے اور اس سرِ خداوندی کا مصداق مجسم وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اپنے اس بیٹے کا اچھی طرح خیال رکھو اور اُن کے متعلق یہود سے پُرحذر رہنا کیونکہ وہ اُن کے دشمن ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالےٰ انہیں ہرگز محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے متعلق برے عزائم و مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گا اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس کو اپنے رفقاء سفر سے بھی پوشیدہ رکھنا کیونکہ مجھے اس امر کا اندیشہ ہے کہ اُن کے دلوں میں اس سے بغض و حسد نہ پیدا ہو جائے کہ بنو ہاشم کو اتنا اعزاز و اکرام اور سیادت و ریاست کیوں نصیب ہوئی اور وہ ہر ممکن طریقہ سے تمہیں ہلاکت میں ڈالنے کی کوشش کریں گے اور ہر طرح کے

جال پھیلائیں گے اور یقیناً یہ لوگ یا اُن کی اولاد حسد و بغض اور حجود و عناد سے کام لیں گے اور اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ موت مجھے ان کی بعثت سے قبل ہی دار فانی سے رخصت سفر باندھنے پر مجبور کر دے گی تو میں اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ یہاں سے کوچ کر کے یثرب (مدینہ منورہ) کو اپنا دار السلطنت بنا لیتا۔ کیونکہ ہم اپنی کتابوں اور آباد اجداد کے علوم میں یہ امر مسطور و مرقوم پاتے ہیں کہ یثرب میں ان کا امر نبوت استحکام پذیر ہوگا اور وہ لوگ ان کے انصار و اعوان ہوں گے اور وہیں اُن کی آخری آرامگاہ ہوگی۔

اگر میرے پیش نظر ان کو آفات و مشکلات سے بچانا نہ ہوتا اور ان کو عاہات و مکروہات سے محفوظ رکھنا نہ ہوتا تو ان کی نوعمری کے باوجود ان کی حقیقت کو واضح کر دیتا اور عرب کے سب لوگوں کو ان کا تابع فرمان بنا دیتا۔ لیکن میں تمہاری عزت و تکریم پر ہی اکتفا کرتا ہوں اور تمہارے رفقاء کے ساتھ بھی کوئی کوتاہی نہیں کرونگا اس نے وفد میں شریک ہر فرد کے لیے دس دس غلام، دس دس لونڈیوں اور سو سو اونٹ کا حکم فرمایا اور یمنی چادروں کے دو دو حلّوں (پوشاکوں) پانچ پانچ رطل (پونڈ) سونے اور دس دس رطل چاندی اور ایک ایک تھیلہ عنبر کا بطور عطیہ و انعام دیا اور حضرت عبد المطلب کے لیے دس گنا ہدایا و تحائف کا حکم فرمایا اور کہا کہ جب سال ختم ہو جائے تو پھر میرے پاس تشریف لانا مگر ابھی سال ختم ہونے نہ پایا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عبد المطلب اکثر دفعہ فرمایا کرتے تھے اے گروہ قریش تم سے کسی کو مجھے ملنے والے بادشاہ کے عظیم عطیہ اور جزیل ہدیہ پر رشک نہیں کرنا چاہیے اگرچہ وہ بہت کثیر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ ختم ہو جانے والی اور فنا پذیر شے ہے درحقیقت قابل رشک وہ امر ہے جس کا ذکر و تذکرہ میرے اور میری اولاد کے لیے میرے رخصت ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے گا۔ اور وہ عزت و عظمت اور شرف و فضل کبھی ختم نہیں ہوگا۔ جب عرض کیا جاتا کہ وہ امر عظیم کب ظہور پذیر ہوگا تو فرماتے ضرور اس کا پتہ چل جائے گا اگرچہ چند دنوں کے بعد۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ امیہ بن عبد شمس نے کہا۔

ترجمہ اشعار:۔ ۱۔ ہم نے خلوص و ہمدردی کی دولت کو حاصل کیا جس کو سواریاں (اونٹ اور اونٹنیاں) یکے بعد دیگرے پالانوں پر اٹھاتی ہیں۔

(۲) جبکہ ان کی منازل مخفی و پوشیدہ تھیں اور وہ خود بڑی بوجھل تھیں اور گہرے راستوں پر چلتے ہوئے صنعا کی طرف گامزن تھیں۔

(۳) وہ ذی یزن کی مہمانی کا ارادہ کیے ہوئے تھیں اور اُن کے پیٹ راہ کے وسط اور درمیانی حصہ کے مہمان بنے ہوئے تھے یعنی گرد و غبار جو بالعموم درمیان والی جگہ پر ہوتی ہے اور راہروؤں کے منہ اور نتھنوں کے ذریعے پیٹ میں داخل ہوتی ہے۔

(۴) پس جب وہ سواریاں (اپنے سواروں کو لے کر) صنعاء میں پہنچیں تو دار السلطنت میں اتریں اور راسخ و ثابت حسب اور خاندانی شرافت و برتری والے شخص پر۔

پینتیسواں باب

بیان وفات عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا وقت وفات آیا۔ تو انہوں نے جناب ابوطالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ونگرانی کی وصیت فرمائی اور اپنی بیٹیوں کو فرمایا کہ مجھ پر اب نوحہ کرو جبکہ میں خود سننے کی اہلیت رکھتا ہوں اور موزوں اور غیر موزوں کے اندر فرق واضح کر سکتا ہوں۔ تو تمام بیٹیوں نے مختلف اشعار نوحہ وندبہ میں کہے جب آپ نے امیمہ کا نوحہ سنا تو اس وقت زبان ہلنے سے قاصر ہو چکی تھی لہٰذا سر ہلا کر ان کی تصدیق کی کہ واقعی میں اس کا اہل ہوں اور ان کے اشعار یہ تھے۔

اَعَیْنَیَّ جودی بدمع درر ۔۔۔ علی طیب الخیم والمعتصر

اے میری آنکھو تم میں سے ہر ایک برستے آنسوؤں کے ساتھ سخاوت کرے اس ذات پر جو پاکیزہ خصلتوں والے ہیں اور پاکیزہ نسب کے پاکیزہ خلاصہ وجوہر۔

علی ماجد الجد واری الزناد ۔۔۔ جمیل المحیا عظیم الخطر

اس ذات پر جو بلند قدر ومنزلت والے ہیں اور ہمیشہ مہمانوں کے لیے معروف خدمت رہنے والے اچھے تحائف والے ہیں اور عظیم عزت وقدر والے۔

علی شیبة الحمد ذی المکرمات ۔۔۔ وذی المجد والعز والمفتخر

شیبۃ الحمد ہو جو عالی صفات وکمالات کے مالک ہیں اور صاحب مجد وعزت اور قابل فخر سرمایۂ قوم ہیں۔

وذی المجد والفضل فی النائبات ۔۔۔ کثیر المکارم جم الفخر

جو مشکلات ومصائب میں مجد وفضل کو برقرار رکھنے والے ہیں۔ اور شمار وگنتی سے زیادہ بزرگیوں اور وافر ومتکاثر قابل فخر اوصاف والے ہیں۔

اتته المنایا فلم تشوہ ۔۔۔ بصرف اللیالی وریب القدر

ان کو مختلف عوارض اور حوادثِ مہلکہ درپیش ہوئے مگر یہ گردش لیل ونہار اور تغیر قضاء وقدر ان کو پریشان نہ کر سکا۔

آپ کا وصال بیاسی سال کی عمر میں ہوا اور یہ بھی مروی ہے کہ ایک سو دس سال کی عمر میں اور ایک قول کے مطابق

ایک سو بیس سال کی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو حضرت عبد المطلب کا وقت وفات یاد ہے تو فرمایا ہاں کیوں نہیں میں اس وقت آٹھ سال کی عمر کا تھا (تو اس وقت کے حالات و واقعات کا یاد نہ ہونا کیسے ممکن ہے) حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبد المطلب کے جنازہ کے پیچھے چلتے اور درد فراق سے آنسو بہاتے دیکھا۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ ہم عطا ابن ابی رباح کے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھے تھے اور آپس میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اور ان کے فضل و کمال کا تذکرہ کر رہے تھے جب کہ وہ طواف کر رہے تھے اور اُن کے پیچھے اُنکے صاحبزادے علی بن عبد اللہ بھی مصروف طواف تھے ہم نے اُن کے قد و قامت اور چہروں کی صباحت و ملاحت کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا تو عطا ابن ابی رباح نے کہا اُن کے حُسن کو عبد اللہ بن عباس کے حُسن سے کیا نسبت ہے۔ میں جب مسجد حرام میں ہوتا اور جبل ابو قبیس سے چودھویں کے چاند کو طلوع ہوتے دیکھتا تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا چہرہ یاد آجاتا ہم اُن کی خدمت میں حطیم کعبہ کے اندر بیٹھے تھے کہ اچانک ایک بہت عمر رسیدہ بوڑھا عصا کا سہارا لیتا ہوا ہمارے پاس آنکلا اور حضرت عبد اللہ سے مسئلہ پُوچھا آپ نے جواب دیا تو اس بوڑھے نے حاضرین میں سے ایک شخص سے پُوچھا یہ جوان کون ہے انہوں نے کہا یہ حضرت عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب ہیں۔ وہ بولا سبحان اللہ اُن کے حُسن و جمال میں کتنی تبدیلی آگئی ہے۔ ؎

عطا ابن ابی رباح کہتے ہیں میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سُنا کہ حضرت عباس فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد عبد المطلب سب لوگوں سے قد و قامت میں ممتاز تھے اور آپ کا چہرہ سب سے زیادہ حسین و جمیل تھا جو بھی ایک نظر دیکھتا محبت کرنے لگتا۔ اُن کے لیے حطیم کعبہ میں فراش بچھایا جاتا اور قریش کی مجلس مشاورت منعقد ہوتی مگر حرب بن امیہ اور اس قسم کے سردار قریش بھی دور ہٹ کر بیٹھتے نہ کوئی اُن کے ساتھ اس مسند کرامت پر بیٹھتا اور نہ ہی ان کی عدم موجودگی میں۔ ایک دن سرور انبیاء علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور اسی مسند پر بیٹھ گئے۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے آپ کو پیچھے ہٹانا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روئے۔ حضرت عبد المطلب کی بینائی جا چکی تھی لہٰذا انہوں نے صرف اپنے لخت جگر کی آواز ہی سُنی۔ دریافت کیا میرا بچہ کیوں روتا ہے۔ آپ سے سبب بیان کیا گیا تو فرمایا انہیں ہرگز روکا نہ جائے، یہ مسند اُن کے لئے ہے۔ یہ اپنے شرف و فضل کو جانتے ہیں اور اس جگہ کا اپنے آپ کو اہل پاتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرا یہ لخت جگر نور نظر ایک دن ان بلند مراتب اور عالی درجات پر فائز ہو گا جن پر کوئی عربی نہ آج تک پہنچا ہے اور نہ پہنچے گا۔

؎ اس روایت میں سقم ہے اور دوسرا کوئی نسخہ دستیاب نہیں تاکہ تقابل سے درستگی کی کوئی صورت سامنے آئے۔

جب حضرت عبدالمطلب کا جنازہ اٹھا کر مقام حجون کی طرف دفن کرنے کے لیے لے جایا جارہا تھا تو اس وقت فخر عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ سال کے تھے اور جنازے کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور شفیق جد امجد کی جدائی پر آنسو بہاتے جارہے تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابوطالب کو وصیت اس لیے فرمائی تھی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور جناب ابوطالب ماں کی طرف سے بھی سگے بھائی تھے اور زبیر بھی ماں کی طرف سے سگے تو تھے لیکن پھر ابوطالب کو ترجیح دی گئی اس ترجیح وتقدیم میں تین قول ہیں۔ اوّل حضرت عبدالمطلب کی وصیت دوسرا یہ ہے کہ قرعہ اندازی کی گئی اور قرعہ فال جناب ابوطالب کے نام نکلا اور تیسرا سبب یہ ہے کہ خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی انہیں اختیار کیا اور ان کو یہ اعزاز بخشا۔

چھتیسواں باب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا وصال ہوگیا تو جناب ابوطالب رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا کو اپنے پاس لے آئے اور آپ انہیں کے پاس رہتے تھے ابوطالب کے پاس گو مال ودولت نہ تھی اور نہ رزق وروزی کی فراوانی مگر ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت تھی کہ اولاد سے بھی اس قدر نہ تھی اور ہمیشہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس سلاتے اور جدھر جاتے آپ کو ساتھ رکھتے تھے اور آپ کے ساتھ ان کو وہ الفت ومحبت ہوگئی کہ ایسی الفت ومحبت اور اتنا عشق وانس اور کسی شے سے بھی ان کو نہیں تھا۔ آپ کے لیے مخصوص طعام کا اہتمام فرماتے۔ جب باقی گھر والے مل کر کھاتے یا الگ الگ تو ان کا پیٹ پُر نہیں ہوتا تھا اور جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے ساتھ کھاتے تو سب سیر ہو کر کھاتے حتیٰ کہ جب گھر والے سرکار کی تشریف آوری سے قبل کھانا کھانے لگتے تو آپ انہیں کہتے جب تک میرے بیٹے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف نہ لے آئیں کھانا شروع مت کرو جب آپ تشریف فرما ہوتے اور ان کے ساتھ کھانا کھاتے (تو جو کھانا انہیں کفایت بھی نہیں کر سکتا تھا) وہ اتنا بڑھ جاتا کہ بچ جاتا اور ختم ہونے پر نہیں آتا تھا اور جب آپ نہ تشریف لاتے اور اُنکو شرف رفاقت نہ بخشتے تو بھوکے رہتے۔ ابوطالب آپ سے عرض کرتے تم تو بڑے برکت والے ہو اگویا بظاہر ہم تمہاری پرورش کر رہے ہیں مگر درحقیقت ہماری پرورش تم کر رہے ہو)

سب بچے صبح اٹھتے تو آنکھوں پر غلیظ مواد مجتمع ہوتا اور بال پراگندہ ہوتے مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بستر استراحت سے اٹھتے تو آنکھیں سرمگیں ہوتیں اور بالوں پر قدرتی طور پر تیل لگا ہوتا اور قدرت کے ہاتھوں مشاطگی بھی ہو چکی ہوتی تھی۔

عمر و بن سعید سے مروی ہے کہ ابوطالب کے لیے مسند و تکیہ رکھا جاتا اور فخر کون و مکان تشریف لاتے تو اسی پر بیٹھتے۔ ابوطالب صاحب کہتے مجھے پروردگار ربیعہ کی قسم میرے بھتیجے قدرت کی طرف سے عظیم انعامات و احسانات کی امید رکھتے ہیں۔

حضرت عمرو بن سعید سے مروی ہے کہ ابوطالب صاحب نے فرمایا میں سوق ذوالمجاز میں تھا اور میرے ساتھ میرے بھتیجے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) تھے۔ مجھے پیاس لگی تو میں نے اُن سے شدت عطش کی شکایت کی اور یہ اس لیے نہ تھا کہ میں نے اُن کے پاس پانی دیکھا تھا بلکہ ویسے ہی اپنی تکلیف کا اظہار کیا۔ بظاہر ہم دونو ہی بھوک اور پیاس کی شدت سے دوچار تھے۔ لیکن میرے عرض کرتے ہی سواری سے اترے اور پوچھا چچا واقعی بہت پیاس ہے میں نے عرض کیا ہاں بات تو اسی طرح ہے۔ تو آپ نے زور سے ایڑی زمین پر ماری تو پانی کا چشمہ ابل آیا اور فرمایا اے چچا جان پیو تو میں نے اس چشمہ فیض سے پانی پی کر اپنی پیاس کو بجھالیا۔

سینتیسواں باب

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوطالب صاحب کی رفاقت میں سفرِ شام اور بحیرہ راہب سے ملاقات

داؤد بن حصین کہتے ہیں۔ ابوطالب صاحب پہلی دفعہ شام کی طرف بغرض تجارت تشریف لے گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے ہمراہ تھے اور آپ کی عمر مبارک بارہ سال تھی۔ جب ان سواروں کا قافلہ بصرہ میں پہنچا تو وہاں ایک دیر اور صومعہ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ وہاں ایک راہب رہتا تھا اور دیگر علماءِ قوم نصاریٰ بھی اسی صومعہ میں رہتے تھے اور درس کتاب دیتے تھے۔ پہلے بھی یہ لوگ وہاں سے بکثرت گذرتے تھے مگر اس نے کبھی اُن کے ساتھ کلام بھی نہیں کیا تھا اور اس دفعہ یہاں صومعہ کے قریب قیام کیا جہاں پہلے قیام کرتے تھے تو اس نے اُن کے لیے کھانا تیار کیا اور انہیں مدعو کیا اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب یہ قافلہ اس کے سامنے آیا تو دیکھا کہ ایک بادل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ فگن ہے اور جب اہل قافلہ درخت کے نیچے اترے تو وہ بادل درخت کے اوپر کھڑا رہا۔ قوم سایہ میں بیٹھ گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی جگہ سایہ میں نہ بچی تو درخت کی شاخیں ادھر جھک گئیں اور درخت آپ پر سایہ فگن ہو گیا۔

جب بحیرہ نے یہ عجیب و غریب منظر دیکھا تو صومعہ سے نیچے اترا اور کھانا لگوا کر قوم کو دعوت طعام دی اور کہا

اے قوم قریش میں نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تم سبھی اس میں شرکت کرو اور کوئی چھوٹا یا بڑا، آزاد یا غلام پیچھے نہیں رہنا چاہیے اور میں پُر امید ہوں کہ تم ضرور مجھے اس اعزاز و اکرام سے نوازو گے۔ قافلہ میں سے ایک شخص نے کہا اے بحیریٰ آج کوئی خاص وجہ ہے ورنہ ہم یہاں مدتوں قیام کرتے رہے اور کوچ کرتے رہے تو نے آج تک پُوچھا بھی کبھی نہیں تھا۔ بحیرہ نے کہا میں تمہیں اس عزت و اکرام کا حقدار سمجھتے ہوئے یہ خدمت سرانجام دینا چاہتا ہوں۔ سبھی لوگ دعوت میں شریک ہوئے مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نوخیزی اور نو عمری کی وجہ سے وہیں ساز و سامان کی دیکھ بھال میں مصروف رہے اور شریک دعوت نہ ہوئے۔

جب بحیرہ نے ان لوگوں کو دیکھا اور وہ علامت و امارت نہ دیکھی جس نے اُسے دعوت پر مجبور کیا تھا۔ یعنی اہل قافلہ میں سے ایک شخصیت پر بادل کا سایہ کناں ہونا تو اس نے پھر غور کے ساتھ دیکھنا شروع کیا مگر بادل ان میں سے کسی پہ سایہ فگن نظر نہ آیا بلکہ بادل تو پیچھے کھڑا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیے ہوئے تھا تو بحیریٰ نے کہا اے معشرِ قریش تم میں سے کوئی بھی میری دعوت سے الگ تھلگ نہیں رہنا چاہیے۔ انہوں نے کہا اور تو کوئی شخص پیچھے نہیں رہا البتہ ایک نوخیز بچہ رہ گیا ہے۔ جو ساز و سامان کی دیکھ بھال میں مصروف ہے۔ وہ کہنے لگا اس کو بھی بلاؤ تاکہ دعوت طعام میں شمولیت کرے۔ یہ کتنی بری بات ہے کہ دوسرے تمام لوگ طعام تناول کریں اور اُن میں سے صرف ایک شخص الگ تھلگ رہے حالانکہ وہ بھی تمہیں میں سے ہے۔

سب نے کہا بخدا وہ ہم سب میں سے نسبت کے لحاظ سے افضل و اعلیٰ ہیں اور ابوطالب صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ اُن کے بھتیجے ہیں اور حضرت عبد المطلب کی اولاد میں سے ہیں۔ حارث بن عبد المطلب بولے ہمارے لیے واقعی شرم کی بات ہے کہ حضرت عبد المطلب کا دلبند اور عزیز ترین فرزند پیچھے رہے وہ اُٹھ کر گئے اور آپ کو ہاتھوں پر اُٹھا کر سینہ سے لگا کر لے آئے اور دستر خوان پر بٹھایا اور وہ بادل اوپر اوپر سایہ کرتے ہوئے آ رہا تھا۔

بحیریٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے غور اور انہماک کے ساتھ دیکھنے لگا اور وہ جسمانی علامات پیغمبر آخر الزمان کی جو کہ اپنے ہاں کتب آسمانی میں لکھی ہوئی پاتا تھا ان کو تلاش کرتا رہا اور دل ہی دل میں موافقت و تطبیق کرتا رہا۔

جب سارے لوگ کھانا کھا کر چل دیے تو راہب اُٹھ کر آپ کے قریب آیا اور عرض کیا اے شہزادے میں تمہیں قریش کے معبود لات و عزیٰ کا واسطہ دے کر پُوچھتا ہوں لہٰذا جو کچھ پوچھوں صاف صاف بتلانا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے لات و عزیٰ کا واسطہ اور قسم دو۔ میں اُن سے زیادہ کسی شے کو مبغوض و ناپسند نہیں سمجھتا۔ راہب نے کہا آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ اور اس کے نام اقدس کی قسم میں جو کچھ پوچھوں وہ ضرور بتائیں تو آپ

نے فرمایا ہاں اب جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔

جو اس نے پوچھا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اور وہ سب کتب سابقہ کی پیش گوئیوں کے مطابق تھا۔ پھر اس نے آپ کی آنکھوں میں غور سے دیکھا پھر دونوں کندھوں کے درمیان موجود علامت نبوت کو دیکھا تو وہ بھی اسی حالت اور جگہ پر موجود پائی جس طرح کہ کتب یہود و نصاریٰ میں مرقوم تھا۔ پھر خاتم نبوت کی جگہ بوسہ دیا۔

قریش نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راہب کے نزدیک بڑا قدر و مرتبہ ہے اور ادھر ابوطالب صاحب راہب کا طرز عمل دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اندیشوں میں گھر گئے ۔ راہب نے پوچھا یہ بچہ تمہارا رشتے میں کیا لگتا ہے آپ نے کہا بیٹا۔ اس نے کہا نہیں بیٹا تو نہیں اور نہ اس شہزادے کی یہ شان ہے کہ والدین کی تربیت و پرورش پر ان کو چھوڑ دیا جائے (بلکہ ان کے والدین کا سایہ سر سے اٹھا کر اللہ رب العزت خود ان کی تربیت و پرورش فرمانے والا ہے) اس وقت آپ نے کہا یہ میرے بھتیجے ہیں۔ اُن کے باپ کو کیا ہوا؟ راہب نے استفسار کیا۔ انہوں نے کہا ابھی یہ اپنی والدہ ماجدہ کے پیٹ میں تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا اور ان کی والدہ؟ انہوں نے فرمایا وہ بھی تھوڑا عرصہ ہوا، جہان فانی سے رخت زندگانی اٹھا کر چل بسی ہیں۔

راہب نے کہا تم نے سچ کہا ہے۔ اپنے اس عزیز کو لے کر واپس اپنے شہر چلے جاؤ۔ اور یہود سے ان کو محفوظ رکھنا اگر یہود نے ان کو دیکھ لیا اور جو کچھ میں نے ان کے متعلق جان لیا ہے اگر ان کو بھی پتہ چل گیا تو ایذا رسانی میں ہر ممکن کوشش کریں گے یقین جانو تمہارے اس بھتیجے کی عظیم شان ظاہر ہونیوالی ہے۔ ہمیں یہ امور اپنی کتابوں سے معلوم ہوئے ہیں اور اپنے باپ دادا کی روایات سے۔ میں نے اپنا حق نصیحت و خلوص و ہمدردی ادا کر دیا ہے۔

جب یہ قافلہ کاروبار تجارت سے فارغ ہوا تو فوراً سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر وطن واپس ہوا۔ چند یہودیوں نے آپ کو دیکھا اور ان صفات و علامات کو دیکھ کر پہچان لیا اور اچانک وار کر کے شہید کرنے کی سعی ناپاک ارادہ کیا۔ بحیریٰ کے پاس جا کر اُن کے متعلق بات چیت کی تو اس نے پوچھا، واقعی اُن کے صفات و علامات کتب مذہب میں موجود پاتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں تو اس نے کہا پھر تم ان کو شہید نہیں کر سکتے لہٰذا اس بُرے ارادہ سے باز آجاؤ۔ چنانچہ انہوں نے بحیریٰ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اس ارادۂ فاسدہ کو ترک کر دیا۔

جناب ابوطالب آپ کو بفضلہ تعالےٰ صحیح و سالم واپس لے آئے اور اس کے بعد پھر کبھی آپ کو ساتھ لے کر شام کی طرف نہیں گئے مبادا آپ کو کوئی گزند اور تکلیف نہ پہنچ جائے۔

ابوبکر بن ابوموسیٰ سے مروی ہے کہ ابوطالب صاحب شام کی طرف بغرض تجارت چند قریش کے ساتھ نکلے اور رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا بھی آپ کے ہمراہ تھے جب راہب پر بلندی سے اترتے ہوئے نمودار ہوئے اور اس کے صومعہ کے قریب قیام پذیر ہونے کے لیے ابھی اونٹ بٹھائے ہی تھے اور پالان وغیرہ نہیں کھول پائے تھے کہ وہ راہب

اپنی عبادت گاہ سے باہر آگیا۔ حالانکہ قبل ازیں اس کے پاس سے گذرتے تھے مگر وہ نہ گھر سے نکلتا اور نہ ہی ادھر توجہ کرتا۔ اور اُن کے درمیان پہنچ کر ہر ایک کو غور سے دیکھنے کے بعد رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا یہ سید عالمین ہیں اور یہ رسول رب العالمین ہیں۔ ان کو اللہ رب العزت رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا تو قریش کے بڑوں نے اسے کہا تجھے کیا خبر؟ اس نے کہا تم جو گھاٹی سے نمودار ہوئے تو میں نے دیکھا ہر درخت اور ہر پتھر ان کو سجدہ کرنے لگا اور وہ (اللہ تعالےٰ کے علاوہ) صرف نبی کی ذات کے لیے ہی سجدہ ریز ہوتے ہیں اور میں اُن کو خاتم نبوت کی بنا پر پہچانتا ہوں جو کندھے والی پتلی ہڈی کے نیچے سیب کی مانند اُبھرا ہوا گوشت پارہ ہے۔

پھر واپس جا کر اہل قافلہ کے لیے کھانا تیار کرایا اور اس کو اٹھوا کر ان کی قیام گاہ میں لایا۔ آپ اس وقت اونٹوں کی دیکھ بھال کرنے والوں کی طرف گئے ہوئے تھے۔ بحیریٰ نے کہا ان کو بلاؤ جب آپ تشریف لا رہے تھے تو بادل آپ پر سایہ کیے ہوئے تھا جب آپ قوم کے قریب پہنچے تو وہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے جمع ہو چکے تھے اور کوئی سایہ دار جگہ باقی نہ بچی تھی۔ جب آپ تشریف فرما ہوئے تو سایہ آپ کی طرف جھک گیا راہب نے کہا دیکھو سایہ اُن کی طرف مائل ہو گیا ہے۔ وہ وہیں کھڑا تھا اور قوم کو قسمیں اور واسطے دے رہا تھا کہ ان کو رومیوں (اہل شام) کی طرف مت جاؤ کیونکہ وہ جب ان کو دیکھیں گے تو اُن کے کتب سابقہ میں مندرج صفات و علامات کی وجہ سے پہچان لیں گے اور (خاکم بدہن) اُن کو شہید کر ڈالیں گے۔ ابھی وہ اپنی بات چیت جاری رکھے ہوئے تھا کہ سامنے سے سات فرد اہل شام سے آتے ہوئے دکھائی دیے۔ راہب ان کے پاس پہنچ گیا اور کہا کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ پیغمبر آخر الزمان اس ماہ میں اس علاقہ کے اندر آئیں گے۔ لہٰذا شام کے ہر راہ پر آدمی متعین کر دیے گئے اور ہمیں اُن کے متعلق پتہ چلا تو ہمیں اس راہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اس نے پوچھا تمہارے پیچھے کوئی ایسا شخص بھی ہے جو تم سے عقل و فہم میں بہتر ہو۔ انہوں نے کہا نہیں تو راہب نے کہا مجھے یہ بتلاؤ کہ جس امر کو اللہ رب العزت کرنا چاہے اور اس کی تکمیل و تتمیم کا مصمم ارادہ کر چکا ہو کیا اس کو کوئی ٹال سکتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں اور پھر اس راہب سے بیعت کی اور اس کے پاس ٹھہر گئے۔ وہ راہب قریش کی طرف متوجہ ہوا اور کہا میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں اس مقدس و مبارک ہستی کا ولی و سرپرست کون ہے۔ ابوطالب بولے میں! تو اس نے آپ کو قسمیں اور واسطے دے دے کر راستے سے ہی واپس کر دیا۔ اور ان کو اپنی طرف سے زادِ راہ پیش کی۔ میدہ، دودھ اور شکر سے تیار کردہ روٹی جس کو کعک کہا جاتا ہے، بطور زادِ راہ پیش کی۔

اڑتیسواں باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حرب فجار میں تشریف لیجانا

فجار جنگ کا نام ہے اور دو جنگیں اس نام سے معروف و مشہور ہوئی ہیں ایک کو فجار اوّل اور دوسری کو فجار ثانی کہتے ہیں۔ فجار اوّل میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک دس سال تھی اور فجار اوّل میں تین مرتبہ حرب و قتال تک نوبت پہنچی۔

پہلی مرتبہ جو جنگ ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ بدر بن معشر غفاری لوگوں پر فخر و ناز ظاہر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں سب اہل عرب سے عزت و عظمت والا ہوں اور اپنا پاؤں دراز کر کے کہا اگر کسی کو اتنا عزیز و عظیم ہونے کا دعویٰ ہے تو وہ اسے تلوار سے کاٹ دے۔ بنی نصر بن معاویہ سے ایک آدمی اٹھا جس کو احمد بن مازن کہا جاتا تھا اس نے تلوار کا وار کر کے گھٹنے سے الگ کر دیا۔ تب باہم دونوں قبیلوں میں جنگ شروع ہو گئی۔

دوسری مرتبہ یہ سبب بنا کہ بنی عامر کی ایک عورت سوق عکاظ میں بیٹھی تھی چند نوجوان قریش بنی کنانہ سے اسکے پاس جمع ہو گئے اور اُسے (بطور شرارت و استہزاء) چہرہ سے کپڑا اٹھانے کو کہا اس نے انکار کیا تو ان میں سے ایک عورت کے پیچھے بیٹھ گیا اور کانٹے کے ساتھ اس کے کُرتے کا بخیہ پچھلی جانب سے ادھیڑ دیا۔ جب وہ اٹھی تو اس کی پیٹھ ننگی ہو گئی یہ سب ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ منہ دکھلانے سے گریز کیا مگر پیٹھ دکھانے میں بڑی فیاضی سے کام لیا۔

اس نے غیرت و غصہ سے پکارا یا آل عامر۔ وہ سب برادری کو اکٹھا کر کے ہتھیار لے کر پہنچ گئے اور بنی کنانہ کے ساتھ لڑائی شروع کر دی اور کئی آدمی دونوں طرف سے قتل ہو گئے۔ حرب بن امیہ درمیان میں پڑے اور بنی عامر کو ان کی عورت کے ساتھ ہونے والی زیادتی کی معذرت وغیرہ کر کے راضی کیا۔

تیسرا موجب و باعث یہ ہوا کہ بنی جشم بن عامر میں سے ایک شخص کا بنی کنانہ کے ایک آدمی پر قرض تھا اس نے ٹال مٹول سے کام لینا شروع کیا۔ ان کے درمیان جھگڑا اور تنازعہ پیدا ہوا اور پھر رفتہ رفتہ دونوں قبیلے باہم جنگ و جدال پر اتر آئے چنانچہ ابن جدعان نے اپنی طرف سے وہ قرضہ ادا کر کے اس جھگڑے کو ختم کیا اور جنگ کا معاملہ رفع دفع ہوا۔ ان مواقع پر رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء موجود نہیں تھے۔

؏ ظاہر یہ ہے کہ اقدام قتل و قتال ہوازن کی طرف سے تھا اور وہ حرم کے اندر بنی کنانہ پر حملہ آور ہوئے تھے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرم کے اندر قتال میں حصہ نہ لیتے اور اثم و عدوان میں قطعاً تعاون نہ کرتے مگر چونکہ یہ دفاعی کارروائی تھی اور ظالم کو ظلم کا بدلہ دینا مقصود و مطلوب تھا لہٰذا آپ نے اس میں شمولیت فرمائی۔ ہٰذا واللہ ورسولہ اعلم۔

فجار ثانی ہوازن اور بنی کنانہ کے درمیان وقوع پذیر ہوئی اور اس کو فجار اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ یہ جنگ حرم کے اندر ہوئی اور ہتک حرم کا ارتکاب ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ میں موجود تھے اور فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچاؤں کو تیر مہیا کرتا تھا اور اس وقت رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی عمر مبارک چودہ سال تھی، اور دوسرے قول کے مطابق بیس سال تھی۔

انتالیسواں باب

حلف الفضول میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل

اس حلف اور عہد و پیمان کا موجب و باعث یہ تھا کہ قریش باہم ایک دوسرے کے ساتھ حرم پاک میں ظلم و زیادتی کرتے رہتے تھے تو عبداللہ بن جدعان، زبیر بن عبدالمطلب نے لوگوں کو عہد و پیمان پر آمادہ کیا کہ سارے مل کر ظالم سے مظلوم کے حقوق واپس دلائیں اور سبھی مظلوم کی امداد و طرفداری کریں گے۔ ظالم کی کوئی بھی حمایت نہیں کرے گا۔ چنانچہ سب نے ان کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا اور عبداللہ بن جدعان کے گھر میں یہ عہد نامہ پایہ تکمیل تک پہنچا۔

ابو عبیدہ سے منقول ہے کہ حلف فضول کا باعث یہ تھا کہ یمن سے ایک شخص مکہ مکرمہ میں سامان تجارت لے کر آیا۔ جس کو بنی سہم کے ایک آدمی نے خریدا، مگر اس کا حق واجب یعنی قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیا۔ اس نے اپنی پونجی واپس کرنے کا مطالبہ کیا مگر اس شخص نے اس سے بھی انکار کیا تو اس نے مقام حطیم میں کھڑے ہو کر کہا ؎

یا آل فهر لمظلوم بضاعته ببطن مكة نائی الدار والنفر

اے آل فہر اس شخص مظلوم کی فریاد رسی کرو جس کا وطن اور برادری کے افراد دور ہیں اور اس کی پونجی ظلم و زیادتی کے ساتھ لے لی گئی ہے۔

أقائم من بنی سهم بذمتهم ام ذاهب فی ضلال مال معتمر

کیا بنی سہم کا کوئی شخص ان کی ذمہ داریاں پوری کرنے والا ہے، یا حرم مکہ میں عمرہ کرنے والے کا مال رائیگاں جانے والا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ قیس بن شنبہ سلمی نے ابی بن خلف کے ہاتھ کچھ سامان فروخت کیا اس نے لیت ولعل سے کام لیا اور اس کا حق ادا کرنے سے انکار کیا اس نے بنی جمح کے ایک شخص کی پناہ طلب کی مگر اس نے اس ذمہ داری کے نبھانے سے انکار کر دیا تو قیس نے کہا ؎

یا لَقُصی کیف ھذا فی الحرم　　　　وحرمۃ البیت واخلاق الکرم

اظلم لا یمنع مِنّی من ظلم

اے قبیلہ قصی یہ حرم خداوندی کیا ہو رہا ہے۔ مجھے حرمت و عزتِ حرم اور اخلاق کریمانہ کی قسم کیا مجھ پر ظلم ہی ہوتا رہے گا اور اس کا ذرہ بھر تدارک نہیں کیا جائے گا۔

حضرت عباس اور ابوسفیان اٹھے اور انہوں نے اس کا حق لے کر دیا اور اس کو ظلم و زیادتی سے محفوظ کیا اور قبیلہ قیس کے آدمی عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور باہم عہد و پیمان کیا کہ مکہ مکرمہ کے اندر جس پر بھی زیادتی کی جائے سب مل کر ظالم سے اسکا بدلہ لیں گے اور مظلوموں کے حقوق ظالموں سے وصول کر کے واپس کریں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عبداللہ بن جدعان کے گھر طے ہونے والے معاہدہ میں شریک تھا اور مجھے یہ پسند نہیں کہ اس معاہدہ کے بدلے مجھے سُرخ اونٹ مل جاتے اور اس میں شرکت سے باز رہتا اور اگر ایسا معاہدہ زمانہ اسلام میں طے پائے اور اہل مکہ ایسے معاہدہ پر آمادہ ہو جائیں تو میں اس پر بھی آمادہ ہوں۔

وجہ تسمیہ: اس عہدنامہ کے طے پا جانے کے بعد قریش میں سے بعض لوگوں نے کہا بخدا یہ ایک زائد حلف ہے۔ اس کا نام حلف الفضول پڑ گیا اور زبیر فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس حلف کو حلف الفضول کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ حلف اس حلف کی مانند تھی جس کا معاہدہ قوم جرہم کے درمیان ہوا تھا اور اس میں طے پایا تھا کہ وہ ظلم کو مکہ مکرمہ میں پاؤں نہیں جمانے دیں گے اور فوراً اس کو تبدیل کر دیں گے اور اس حلف و عہد کے طے کرنے والے فضل بن شراعہ، فضل بن اضاعہ اور فضل بن قضاعہ تھے (اور فضل کی جمع فضول ہے تو اس بنا پر اس حلف کو حلف الفضول سے تعبیر کیا گیا)

زبیر سے یہ بھی منقول ہے کہ مجھے عبدالعزیز ابن عمر عنسی نے بیان کیا کہ حلف الفضول والے بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب، بنو اسد بن عبدالعزیٰ، بنو زہرہ اور بنو تمیم تھے جنہوں نے باہم عہد و پیمان کیا تھا کہ جس پر دست ظلم و تعدی دراز کیا گیا ہم سب اس کے ساتھ ہوں گے اور ظالم کے خلاف کارروائی کریں گے خواہ وہ امیر ہو یا غریب اور مظلوم کو اس کا حق دلا کر دم لیں گے۔

زبیر سے ہی منقول ہے کہ مجھے ابراہیم بن حمزہ نے میرے جدِ امجد عبداللہ بن مصعب سے اور انہوں نے اپنے باپ مصعب سے نقل کیا کہ حلف الفضول کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ قبیلہ جرہم میں چند ایسے حضرات تھے جو مظالم کو رد کرایا کرتے تھے اور ان کے اسماء تھے فضیل، فضال و مفضل و فضل اس بنا پر اس حلف کو حلف الفضول سے تعبیر کیا گیا

زبیر سے ہی مروی ہے کہ مجھے محمد بن حسین نے نوفل بن عمارہ سے اور اس نے اسحاق بن فضل سے روایت کیا کہ قریش نے اس حلف کو حلف الفضول سے اس لیے تعبیر کیا کہ قبیلہ جرہم میں سے چند اشخاص جن کے نام فضیل، فضال، مفضل اور فضل تھے انہوں نے بھی اسی طرح ایک عہد و پیمان طے کیا تھا جس طرح کہ اشیاخ نے عہد و پیمان باندھا تھا۔

معروف بن خربوذ کہتے ہیں کہ بنو ہاشم و بنو عبد المطلب، اسد اور تیم نے اس امر پر عہد باندھا کہ پورے علاقہ مکہ مبارکہ اور حبش کے علاقوں میں جو مظلوم بھی ہمیں اپنی مدد کے لیے پکارے گا ہم اس کی مدد کو پہنچیں گے اور جب تک اس کا حق نہ دلا دیں گے واپس نہیں لوٹیں گے اور یا اپنے لیے راہ اعتذار ہموار کر لیں گے۔

مطیبون نے اور جملہ حلفا نے اس حلف کو ناپسند کرتے ہوئے اسے حلف الفضول کا نام دیا اور اس عہد کو قوم کے فضول کاموں سے شمار کرنے لگے۔

حکیم بن حزام سے منقول ہے کہ حلف الفضول فجار ثانی سے واپسی پر منعقد ہوا اور رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء اس وقت بیس سال کے تھے۔

ضحاک کے علاوہ دوسرے رواۃ نے مجھے بتلایا کہ فجار ثانی شوال میں ہوئی اور یہ حلف ذوالقعدہ میں انعقاد پذیر ہوا ان تمام عہد و پیمان سے افضل تھا جو کسی بھی زمانہ کے اندر طے پاتے تھے۔ پہلے داعی اس کے زبیر بن عبد المطلب تھے ان کی دعوت پر بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو تیم دارِ عبداللہ بن جدعان میں جمع ہوئے اور انہوں نے سب حاضرین کی کھانے کے ساتھ دعوت کی۔ اس وقت سب نے باہم عقد و عہد کیا کہ ہم سب جب تک سمندروں میں ایک قطرہ پانی کا بھی باقی رہے گا مظلوم کا ساتھ دیں گے تا وقتیکہ اس کا حق اس کو ادا نہ کر دیا جائے۔ نیز اس حلف کو باہمی معاشی مسائل میں امداد و تعاون اور ہمدردی و غمخواری کا ذریعہ بنانے کی بھی پوری کوشش کریں گے۔ قریش نے اس حلف کا نام حلف الفضول رکھا۔

حضرت جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جس حلف (حلف الفضول) میں دارِ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں میں نے شمولیت کی مجھے اس کی شرکت کے بدلے سرخ اونٹ ملتے (جو عربوں کے نزدیک بڑے پسندیدہ ہوتے ہیں) تو بھی میں اس شرکت کو ترک کرنے پر قطعاً آمادہ نہ ہوتا اور اگر اب بھی مجھے اس کی طرف بلایا جائے تو میں اس دعوت کو ضرور قبول کر لونگا۔

محمد بن عمرو کہتے ہیں میرے معلومات کے مطابق قریش پر اس حلف میں کوئی بھی سبقت نہیں لے گیا۔ بلکہ سب سے پہلے یہ شرف انہیں کو حاصل ہوا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا میں حلف الفضول میں چچاؤں کے ساتھ شریک ہوا تھا جبکہ میں ابھی نوجوان تھا اور اس حلف کو توڑنے کے لیے قطعاً آمادہ نہیں ہو سکتا خواہ سرخ اونٹ ہی کیوں نہ مجھے پیش کیے جائیں۔

محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں کہ یہ حلف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے سے پانچ سال قبل وقوع پذیر ہوا

چالیسواں باب

اعلانِ نبوّت سے پہلے فخرِ کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں ہی بتوں سے متنفر و بیزار تھے اور قطعاً ان کی طرف التفات و توجہ نہیں فرماتے تھے۔ قریبی رشتہ دار آپ سے ان کی طرف جانے کے متعلق عرض کرتے تو آپ اس قسم کی عرضداشتوں کو قطعاً قبول نہ فرماتے اور ہرگز اوثان و اصنام کے قریب نہ جاتے بلکہ ان کی قباحت اور عیوب و نقائص بیان فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ام ایمن فرماتی تھیں کہ قریش کا ایک بت معبود تھا جس کو بوانہ کہا جاتا تھا وہ اس کی عبادت و تعظیم بجالاتے اور اس کے لیے قربانیاں دیتے اور اس کے پاس سر ترشواتے اور سال میں ایک دن صبح سے شام تک اس کے پاس معتکف رہتے۔ ابوطالب صاحب بھی قوم کے ہمراہ اس کے پاس جاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس تقریب میں شمولیت کے متعلق بات چیت کرتے تو آپ انکار فرما دیتے وہ اس کو بہت محسوس کرتے اور آپ کی پھوپھیاں بھی حتیٰ کہ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ ہمیں آپ کے معبودات قریش سے اجتناب و احتراز پر (حوادث و مصائب میں مبتلا ہونے کا) ڈر لگا رہتا ہے اور کہتی تھیں کہ قوم کے ساتھ عید کے دن شمولیت کیوں نہیں کرتے اور ان کی جمعیت میں کثرت و اضافہ کا موجب کیوں نہیں بنتے۔

اہل قرابت کی طرف سے جب اصرار حد سے بڑھا تو ایک دن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے ہمراہ تشریف لے گئے اور اُن کی نظروں سے کافی دیر اوجھل رہنے کے بعد جب سامنے آئے تو آپ پر خوف و خشیت کے آثار نمایاں تھے۔ آپ سے پھوپھیوں نے عرض کیا تمہیں کس امر نے گھبراہٹ میں ڈالا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہیں مجھ پر جن اثر انداز نہ ہو گئے ہوں۔ انہوں نے کہا یہ تو ممکن نہیں کہ اللہ تعالےٰ تمہیں شیاطین کی آزمائش سے دوچار کرے کیونکہ تم امتیازی خصلتوں اور پاکیزہ صفات و عادات کے مالک ہو۔ ذرا بتلائیے تو سہی تم نے دیکھا کیا ہے جس سے یہ اندیشہ لاحق ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا میں جب بھی کسی بُت کے قریب گیا ایک سفید رنگت، دراز قد شخص میرے قریب آجاتا اور

مجھے کہتا اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیچھے ہٹ جائیے اس بت کو ہاتھ مت لگائیے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد کبھی بھی آپ ان کی عیدیں شریک نہ ہوئے حتیٰ کہ آپ کو شرفِ نبوت کے ساتھ مشرف کیا گیا اور اعلان نبوت کا حکم دیا گیا۔

محمد بن عمرو نے اپنے شیوخ اور بزرگوں سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم کو (جب بحیرہ راہب نے حقیقت احوال دریافت کرنے کے لیے) لات و عزیٰ کا واسطہ دیا تو آپ نے فرمایا۔ مجھے ہرگز ان کو واسطہ نہ دو جتنا بغض مجھے ان سے ہے اتنا اور کسی شے سے بھی نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے دین و مذہب پر تھے تو اس نے بہت بُری بات کی۔ کیا یہ امر روز روشن سے بھی عیاں نہیں ہے کہ آپ بتوں کے لیے ذبح کیے ہوئے جانوروں اور انصاب پر ذبح کیے جانوروں کا گوشت بالکل نہیں کھاتے تھے۔

ابوالوفاء علی بن عقیل نے فرمایا کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء قبل از بعثت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر کاربند تھے جس امر کا بھی ملت ابراہیمی سے ہونا آپ کے نزدیک پایۂ صحت کو پہنچتا آپ اس پر عمل فرماتے۔

آیا بعد از بعثت و نزول وحی بھی پہلی شریعتوں پر آپ عمل پیرا رہے یا نہیں، اس میں دو روایتیں ہیں۔ اول یہ کہ بذریعہ وحی جن امور کا شریعت رُسل میں سے ہونا معلوم ہوتا اس پر عمل فرماتے نہ اہل کتاب سے سُن کر اور نہ ہی کتب سابقہ کو دیکھ کر ابوالحسن تمیمی کا مختار یہی ہے اور امام ابوحنیفہ کے اصحاب و تبعین کا مسلک یہی ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کسی دوسری شریعت پر عمل پیرا نہیں تھے بلکہ جو وحی آپ پر نازل ہوتی اسی پر کاربند ہوتے۔ (اپنی شریعت ہونے کی رو سے اگرچہ وہ پہلے شریعتوں کے موافق ہی کیوں نہ ہوتی) معتزلہ اور اشاعرہ کا مختار یہی ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ سے دونوں قول منقول ہیں مثل دونوں روایتوں کے جن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی شریعتوں پر متعبد اور کاربند تسلیم کیا ہے ان میں پھر اختلاف ہے کہ آپ کس پیغمبر کی شریعت پر عمل فرماتے تھے بعض فرماتے ہیں کہ صرف ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے تبعین کا مختار یہی ہے۔ اور ایک جماعت کا مختار یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شریعت پر عمل فرماتے تھے ماسوائے ان امور کے جو ہماری شریعت میں منسوخ ہو چکے تھے۔ امام احمد علیہ الرحمہ کے کلام سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک نبی کی شریعت پر پابندی نہیں فرماتے تھے بلکہ جو امر بھی صحیح طریقہ پر معلوم ہوتا کہ کسی نہ کسی پیغمبر کا معمول ہے اور ان کی شریعت ہیں درست و صحیح، اس پر عمل فرما لیتے بشرطیکہ اس پر خط نسخ نہ کھینچ دیا گیا ہو اور کلام مجید سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا۔

اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ۔

یہی وہ مقدس گروہ انبیا ہے جنکو اللہ تعالےٰ نے خصوصی کمالات اور امتیازی اوصاف سے موصوف فرمایا ہے۔ لہذا تم بھی ان کی سیرت و کردار اور اخلاق و اعمال کو اپناؤ۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ عرب ہمیشہ کے لیے دین اسماعیل علیہ السلام کی جو بات بھی ان کو معلوم تھی اس پر کاربند رہے۔ انہی امور میں سے حج بیت اللہ۔ ختنہ۔ تین طلاق کے بعد حق رجوع کا سقوط۔ ایک اور دو طلاق کی صورت میں خاوند کے لیے حق رجعت کا اعتراف و تسلیم۔ قتل ناحق کی دیت سو اونٹ۔ غسل جنابت۔ قرابت یا رشتہ دامادی کی وجہ سے حرام ہو جانے والی عورتوں کے ساتھ نکاح کو حرام سمجھنا اور محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء ان کے ساتھ ایمان باللہ اور عمل بالشرائع مثل ختان، غسل جنابت اور حج میں موافقت فرماتے تھے۔

(بظاہر اس دعوی پر قول باری تعالیٰ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان سے اعتراض وارد ہوتا تھا کیونکہ ظاہری معنی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا۔ تو ابن قتیبہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد تفصیلات شریعت ہیں نہ کہ تصدیق و اقرار کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ تو الگ ہے (آپ کی فطرت سلیمہ اور خلوص نیت و محبت اور تقدم رسالت و نبوت۔ ارواح انبیاء علیہم السلام کے لیے روح نبوی کا مربی ہونا۔ ملائکہ کو درس تسبیح و تقدیس دینا۔ آباء و اجداد کی اصلاب میں ذکر خداوندی اور تسبیح و تقدیس میں مشغول رہنا اور وقت ولادت سربسجود ہونا وغیرہ ایسے امور ہیں جو آپ کے ایمان باللہ پر شاہد عادل ہیں اور ناقابل انکار و تردید براہین و دلائل لیکن ان سے قطع نظر) آپ کے آباؤ اجداد جو زمانہ شرک میں دار فانی سے رحلت کر گئے وہ بھی اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھتے تھے اور اسی کے لیے حج بھی ادا کرتے تھے حالانکہ وہ اہل جاہلیت میں سے تھے اور وہ دور شرک و کفر کا تھا تو جب وہ اللہ تعالےٰ پر ایمان سے بے خبر نہیں تھے تو سرور انبیاء اور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کیوں کر بے خبر ہو سکتے تھے)۔

اکتالیسواں باب

بیس سال کی عمر میں ملائکہ کو دیکھنا اور ابو طالب سے بیان کرنا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی بعثت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی

زبانی تمہیں بتلاتا ہوں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیس سال کے تھے کہ اپنے چچا ابوطالب صاحب سے کہا کہ میرے پاس چند راتوں سے ایک شخص آتا ہے جس کے ساتھ دو اور آدمی بھی ہوتے ہیں، وہ مجھے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں: ہیں تو وہی مگر ابھی ان کا وقت نہیں آیا.... مجھے اس امر نے دہشت زدہ کر دیا ہے۔

ابوطالب صاحب نے کہا اے نور نظر کوئی خاص بات نہیں بس خواب ہی ہوگا۔ کچھ دنوں کے بعد آپ نے پھر کہا اے چچا جان میں نے جس آدمی کا آپ سے تذکرہ کیا تھا وہ مجھ پر حملہ آور ہوا اور غلبہ پا کر اپنا ہاتھ میرے سینہ کے اندر داخل کر دیا جس کی ٹھنڈک میں اب بھی محسوس کر رہا ہوں۔ ابوطالب صاحب آپ کو لے کر مکہ مکرمہ میں ہی ایک طبیب کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ ان کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آیا ہے لہٰذا ان کا مناسب علاج کرو۔ اس طبیب نے آپ کو سر اقدس سے پاؤں تک اچھی طرح دیکھا۔ پاؤں مبارک دیکھے، کندھوں کے درمیان نگاہ ڈالی (اور خاتم نبوت کو دیکھا) پھر ابوطالب صاحب سے کہا تمہارے بھتیجے بالکل تندرست اور صحیح وسالم ہیں بلکہ یہ تو خود طبیب (روحانی) ہیں۔ اور خیر وخوبی کے علامات ونشانات ان میں نمایاں ہیں (ان کا خاص خیال رکھیں اگر) یہود کو موقعہ مل سکا تو انہیں شہید کر ڈالیں گے اور جو شخص انہیں نظر آیا ہے وہ جن وشیطان نہیں ہے بلکہ وہ نورانی ملکوتی مخلوق ہے جو کہ دلوں کی جستجو کرتے ہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے لوٹے تو آپ کو کچھ عرصہ تک وہ نظارے دیکھنے میں نہ آئے پھر ایک رات محو خواب واستراحت تھے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے آپ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ہاتھ سینہ اقدس میں داخل کر کے دل انور کو باہر نکالا۔ پھر کہا پاکیزہ دل ہے جو کہ پاکیزہ سینہ میں قرار پذیر ہے۔ پھر اس کو اپنی جگہ لوٹا دیا۔ پھر آپ بیدار ہوئے۔

پھر فرمایا میں نے نیند کی حالت میں دیکھا کہ جس مکان میں میں سویا ہوا ہوں اس کی چھت اکھیڑی گئی ہے اور اس سے چاندی کی سیڑھی لٹکائی گئی ہے اور اس کے ذریعے دو آدمی میری طرف اترے ان میں سے ایک تو الگ بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پہلو میں۔ اس نے میری پسلی کی ہڈی اکھیڑی اور دل کو باہر نکالا اور کہا بڑا اچھا دل ہے۔ دل ایک صالح شخص کا دل ہے اور احکام خداوندی کی تبلیغ کرنے والے نبی کا۔ پھر میرے دل کو اسی جگہ پر لوٹا دیا اور پسلی کو جوڑ دیا پھر اوپر چڑھ گئے۔

میں بیدار ہوا تو چھت سونے سے قبل جس طرح صحیح وسالم تھی اسی طرح پائی۔ میں نے (ام المومنین حضرت) خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا اللہ رب العزت تمہارے ساتھ بہتر سلوک ہی فرمائے گا اور آفات وبلیات سے محفوظ رکھے گا۔

بیالیسواں باب

سرورِ انبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء کا بھیڑ بکریاں چرانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نبی بھی اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اس نے بھیڑوں بکریوں کو چرایا۔ صحابہ کرام علیہ الرضوان نے عرض کیا "اور آپ ؐ نے بھی" تو فرمایا ہاں میں بھی قراریط پر ان کو چراتا رہا ہوں۔ یہ روایت صرف بخاری نے نقل فرمائی (مسلم نے نہیں روایت کی)

(اس میں شراح حدیث کا اختلاف ہے کہ قراریط سے مراد کیا ہے) سوید بن سعید کا قول ہے کہ قراریط قیراط کی جمع ہے جو درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے اور اس طرح مطلب یہ ہوا کہ اہل مکہ کی بکریاں چرانا اور ہر بکری کے عوض ایک قیراط وصول کرتا تھا۔

مگر ابراہیم حربی فرماتے ہیں قراریط جگہ کا نام ہے اور چاندی کا سکہ مراد نہیں ہے (اور مختار بھی یہی ہے کیوں کہ اس مقدس خانوادہ کے یہ شایان شان ہی نہیں ہے کہ اُجرت پر لوگوں کی بھیڑ بکریاں چرائیں)

حکمت:۔ (اللہ تعالےٰ نے مقدس گروہ انبیاء کو قبل از نبوت اس کام پر کیوں مامور فرمایا جبکہ بظاہر ان کی خداداد عظمتوں کے شایان شان یہ کام معلوم نہیں ہوتا)۔ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ اس نحیف و نزار مخلوق کی نگرانی و حفاظت کے لیے فراخ حوصلہ اور عالی ہمتی درکار ہوتی ہے (اور سختی اور تنگ دلی ان کے لیے تباہ کن ثابت ہوتی ہے اور انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اصلاح اقوام و امم کے لیے تیار کرنا مقصود ہوتا ہے تو ان کی تربیت و تہذیب کے لیے اللہ تعالےٰ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا۔

تینتالیسواں باب

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از نبوت شغل تجارت

ابن الحصین نے ابن الراہب سے نقل کیا کہ ہمیں قطیعی نے عبداللہ بن احمد سے روایت بیان کی۔ انہوں نے

امام احمد سے نقل کیا کہ ہمیں عفان نے وہیب سے اور اس نے عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے۔ انہوں نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ سائب بن ابی السائب نے مجھے بتایا کہ میں رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھ قبل از زمانہ اسلام تجارت میں شریک اور حصہ دار ہوتا تھا جب فتح مکہ کے موقع پر حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا خوش آمدید اس بھائی اور حصہ دار کے لیے جو نہ جھگڑا کرتا تھا اور نہ لڑائی وخصومت کرتا تھا۔

چوالیسواں باب

فخر عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال تجارت کیلیے سفر شام

یعلیٰ بن منیۃ کی بہن نفیسہ بنت منیۃ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی عمر مبارک پچیس سال کو پہنچی تو ابوطالب صاحب نے آپ سے عرض کیا کہ میرے پاس مال و دولت نہیں ہے اور یہ دن ہمارے لیے ذرا دشواری و تنگی کے ہیں اور قوم قریش کا قافلہ تجارت شام کو جانے والا ہے اور خدیجہ بنت خویلد قوم قریش سے بہت سے آدمی اپنے اپنے قافلوں میں بغرض تجارت بھیجتی رہتی ہیں۔ اگر تم آمادگی ظاہر کرو اور ان سے مال تجارت لے جانے کے متعلق کہو تو وہ فوراً رضامند ہو جائیں گی۔ ادھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بھی ابوطالب صاحب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باہمی گفتگو کا علم ہوا تو انہوں نے خود ہی پیش کش کی کہ میں آپ کو دوسرے لوگوں کی نسبت دوگنا مال پیش کروں گی۔ تو ابوطالب صاحب بولے یہ رزق اور مال محض اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے ہی تمہارے حصہ میں آیا ہے۔

آپ حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کے ساتھ سفر شام کے لیے نکلے اور آپ کے چچا اہل قافلہ کو اُن کے متعلق وصیت کرنے لگے۔ یہ قافلہ چلتا ہوا بصریٰ میں پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور میسرہ ایک درخت کے نیچے اترے تو نسطورا راہب نے کہا اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے اور کوئی نہیں نازل ہوا۔

پھر میسرہ سے دریافت کیا کہ اُن کی آنکھوں میں جو باریک سُرخ دھاریاں ہیں وہ کبھی جُدا نہیں ہوتی ہیں اور نہ ختم ہوتی ہیں؟ تو اس نے کہا ہاں۔ نسطورا نے کہا یہ نبی آخر الزمان اور خاتم الانبیاء ہیں۔

پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام میں سامان تجارت فروخت کیا۔ ایک شخص نے خصومت ومنازعت کرتے ہوئے کہا لات وعزیٰ کی قسم کھاؤ آپ نے فرمایا میں نے کبھی اُن کی قسم نہیں کھائی اور مجھے بارہا اس

بات کا اقرا کی طرف سے مشورہ بلکہ حکم دیا جاتا رہا ہے لیکن میں نے کبھی اس طرف التفات نہیں کیا۔

اس شخص نے کہا تمہاری بات درست ہے پھر میسرہ سے مخاطب ہو کر کہا بخدا یہ نبی ہیں اور ہمارے احبار و علماء آپ کی صفات و علامات کو اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں اور میسرہ دیکھتا کہ جب گرمی دوپہر کے وقت اپنے عروج پر ہوتی تو دو فرشتے آپ پر سایہ فگن رہتے اور دھوپ سے تحفظ کرتے۔ میسرہ نے یہ سارے عجائب و خوارق یاد رکھے (اور واپسی پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیے) الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل قافلہ نے اپنے اپنے سامان تجارت کو فروخت کیا اور پہلے کی نسبت (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے) دوگنا نفع کمایا۔

جب مکہ مکرمہ واپسی ہوئی تو دوپہر کا وقت تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے بالاخانہ پر تشریف فرما تھیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتے آپ پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہ پیارا منظر گھر میں موجود دوسری عورتوں کو بھی دکھلایا تو سب حیران رہ گئیں۔

حبیب پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات ان کے پاس پہنچے اور انہیں اس سفر میں حاصل ہونے والے نفع کی تفصیلات بیان کیں تو وہ بہت خوش ہوئیں۔

جب میسرہ اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کو حضرت خدیجہ نے فرشتوں کا آپ پر سایہ فگن ہونا بیان کیا اس نے کہا یہ صورت تو میں اس وقت سے دیکھتا چلا آ رہا ہوں جب سے آپ شام سے مراجعت فرما ہوئے اور ان کو نسطورا راہب نے جو کچھ کہا تھا وہ بھی بیان کیا اور شام میں جس شخص نے نزاع و خصومت کی اور پھر آپ کی صداقت و امانت کا معترف ہو گیا اور نبوت و رسالت کے متعلق گواہی دی وہ ساری تفصیل بھی بیان کی۔

پینتالیسواں باب

سیدِ دوراں فخرِ کون و مکاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقدِ تزویج خدیجۃ الکبریٰ کیساتھ

نفیسہ بن منبۃ کہتی ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شام سے مراجعت فرما ہوئے اور مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے بالاخانہ پر تشریف فرما تھیں۔ سرور عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ تمازت آفتاب سے بچانے کے لیے دو فرشتے اُن پر سایہ کیے ہوئے ہیں (تو دل میں آپ کے ساتھ ہی عقد تزویج کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس ارادہ کی تکمیل کو سعادت دارین سمجھا) کیونکہ آپ بڑی دانا اور زیرک تھیں جبکہ دوسرے بہنیرے

لوگ اُن کے ساتھ مناکحت کے بہت ہی آرزومند تھے اور ہر ممکن کوشش سے دریغ نہیں کر رہے تھے انہوں نے دعوت نکاح بھی دی اور مال و دولت بھی خرچ کیا کیونکہ آپ اعلیٰ حسب و نسب کی مالک تھیں اور مالداری و دولتمندی میں سب پر فائق (مگر آپ نے کسی کی طرف مطلق توجہ نہ فرمائی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خود سلسلہ جنبانی کرتے ہوئے نفیسہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا نفیسہ کہتی ہیں، میں نے عرض کیا آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا میرے پاس مال و دولت اور وافر اخراجات تو ہیں نہیں شادی کیسے کروں، اس نے عرض کیا تو اس حالت میں اگر جناب کو ایسا رشتہ ملے جو صاحب جمال و کمال بھی ہو اور صاحب ثروت و مال بھی اور شرف و کفاءت میں بے مثال تو کیا آپ رضامند نہیں ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ایسا کونسا رشتہ ہے اس نے عرض کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تو آپ نے فرمایا اُن کے ساتھ عقد کی صورت کیسے بن سکتی ہے۔ نفیسہ نے کہا میں ذمہ داری لیتی ہوں تو آپ نے فرمایا میں شادی کر لوں گا۔

نفیسہ نے واپس جا کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کا مژدہ سنایا تو انہوں نے آپ کی طرف آدمی بھیجا کہ فلاں وقت اپنے برادری کے اکابر کے ساتھ میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں اور ادھر اپنے چچا عمرو بن اسد کی طرف آدمی بھیجا تاکہ آپ کے نکاح کے ولی بن کر عقد کر دیں چنانچہ وہ بھی پہنچ گئے اور سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء اپنے چچاؤں کے ساتھ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔ باہم عقد مناکحت اور سلسلہ ازدواج قائم ہوا جب کہ آپ کی عمر مبارک پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی چالیس سال۔

ایک روایت یہ ہے حضرت خدیجہ کا عقد نکاح سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُن کے والد خویلد نے باندھا۔ مگر یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ ان کی وفات فجار ثانی سے قبل ہوئی اور نکاح کا انعقاد پانچ سال بعد ہوا۔

ابوالحسین بن فارس کہتے ہیں کہ ابوطالب صاحب نے نکاح پڑھایا اور یہ خطبہ پڑھا اس اللہ کے لیے ہیں سب تعریفیں جس نے ہمیں اولاد ابراہیم خلیل ہونے کا شرف بخشا اور گلستان اسماعیل علیہ السلام کے نونہال بنایا معد بن عدنان کے اصل سے اور مضر کے عنصر و جوہر سے عالم عناصر کی طرف منتقل فرمایا۔ اپنے حرم کا محافظ و نگران اور اپنے گھر کا مجاور و خادم بنایا اور ہمیں ایسے گھر سے مشرف فرمایا جس کا حج کیا جاتا ہے اور ہمیں ایسا حرم عطا فرمایا جو مقام امن و اطمینان ہے اور ہمیں لوگوں پر حکومت عطا فرمائی۔

میرے یہ بھتیجے محمد بن عبداللہ شرف و فضل کی ان بلندیوں پر فائز ہیں کہ جس کا موازنہ بھی آپ سے کیا جائے، ان سب پر حاوی ہو جائیں گے۔ اگرچہ مال کی اُن کے ہاں قلت ہے مگر مال تو ڈھلتی چھاؤں ہے اور تغیر پذیر حال ہے (لہٰذا اس کا کیا اعتبار ہے) اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قرابت تم میں سے کون نہیں جانتا اور انہوں نے خدیجہ بنت خویلد (رضی اللہ عنہا) کو دعوت نکاح دی ہے اور اس کے لیے حق مہر صرف کیا ہے جس کا معجل اور موجل میرے ذمے ہے۔

بحمدا کچھ عرصہ کے بعد ان کی عظمت شان اور بلندیٔ مرتبہ کمال عروج پر ہوگی اور ہر ایک پر ظاہر عیاں ہوگی یہ تھی وہ تقریب سعید جس میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر قبل ازیں بغرض نکاح ورقہ بن نوفل کے سامنے ہوا۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا لہٰذا ابو ہالہ نے اُن کے ساتھ نکاح کیا جس کا اصل نام ہند تھا اور دوسرے قول کے مطابق مالک بن النباش تو آپ کے بطن سے اس کی اولاد دو بیٹے ہند اور ہالہ پیدا ہوئے۔ اس کی وفات کے بعد عتیق بن عائد مخزومی نے آپ کے ساتھ نکاح کیا اور اس کی ایک لڑکی آپ کے بطن اقدس سے متولد ہوئی جس کا نام ہند تھا۔

بعض نے عتیق کے ساتھ عقد ابو ہالہ سے پہلے قرار دیا ہے بہرکیف ان دونوں کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شرف زوجیت بخشا اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ کی ساری اولاد پاک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔

چھیالیسواں باب

فخر آدم و بنی آدم علیہ السلام کی تعمیر کعبہ میں شرکت اور حجر اسود اپنے دست اقدس سے رکھنا

بیت اللہ کی پہلی بنیاد اس طرح رکھی گئی کہ اللہ تعالےٰ نے بیت المعمور کو جو کہ یاقوت سرخ تھا نازل فرما کر کعبہ کی جگہ رکھوایا۔ پھر اس کو آسمان پر اٹھایا گیا اور اس جگہ حضرت آدم علیہ السلام نے مکان تیار کیا اور اُن کے بعد اُن کی اولاد نے گارے اور پتھر سے اُسے تعمیر کیا طوفان نوح علیہ السلام میں وہ مکان غرق ہو گیا اور اس جگہ صرف ایک ٹیلہ رہ گیا جس پر بارش سیلاب وغیرہ نہیں چڑھتا تھا بعد ازاں حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے اُسے تعمیر کیا اس کے بعد عمالقہ اور پھر جرہم نے سعادتِ تعمیر حاصل کی اور آخر میں قریش نے اس کو از سر نو تعمیر کیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ شریف میں پہلی دفعہ شہید کرنے پر ایک پتھر کا کتبہ دستیاب ہوا۔ اس تحریر کو پڑھنے کے لیے ایک شخص کو بلایا گیا تو اس نے یہ تحریر پڑھ کر سنائی۔

"وہ میرے محبوب بندے ہیں جو کہ صاحب تمکین اور ثابت قدم ہیں اور سب مخلوق سے پسندیدہ و منتخب جائے ولادت ان کی مکہ مکرمہ ہے اور دار ہجرت مدینہ منورہ جب تک وہ کجروامت کو سیدھا نہ کرلیں گے دنیا سے دار آخرت

کی طرف تشریف نہ لے جائیں گے۔ وہ لا اللہ الا اللہ کی شہادت دیں گے۔ ان کی اُمت اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا بجالانے والی ہوگی جو ہر بلندی پر اس کی عظمت کو یاد کریں گے اور حمد وثنا کے ساتھ رطب اللسان ہوں گے۔ وہ اپنے تہمد آدھی پنڈلی تک باندھیں گے اور اطراف واعضاء کو وضو میں دھوئیں گے۔"

سرورِ کائنات مفخرِ موجودات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات پینتیس سال کی عمر کو پہنچے تو قریش نے کعبہ مبارکہ کو شہید کر کے نئے سرے سے تعمیر کرنا شروع کیا۔ کیونکہ اس کی دیواریں سیلاب وطغیانی (بارش پانیوں) کی وجہ سے کمزور پڑ گئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ہمراہ پتھر لاتے رہے اور تعمیر میں عملی طور پر حصہ لیا۔ جب دیواریں حجرِ اسود کی بلندی تک پہنچیں اور اس کے نصب کرنے کا مرحلہ آیا تو باہم جھگڑا پیدا ہوا (ہر قبیلہ کی خواہش تھی کہ اسے اپنی جگہ پر نصب کرنے کی سعادت صرف ہمیں نصیب ہو) حتیٰ کہ جنگ وجدال اور قتل کی دھمکیاں دی جانے لگیں۔ بنو عبدالدار نے خون سے بھرا ہوا پیالہ درمیان میں رکھا، اپنے ہاتھ اس میں ڈبوئے اور موت پر عقد وعہد کیا (یعنی یا حجرِ اسود اپنی جگہ ہم ہی رکھیں گے یا مر مٹیں گے) اسی عہد کی بنا پر ان کو لَعَقَۃَ الدَّم (خون چاٹنے والے لوگ) کہا گیا۔ چند دن اسی طرح گذرے پھر باہم مشورہ کیا تاکہ کوئی حل تلاش کیا جائے۔ ابوامیہ بن المغیرہ نے جو قریش کا سردار تھا کہا جو شخص پہلے پہل مسجدِ حرام کے دروازہ سے اندر آئے اس کو اپنا حکم اور فیصلہ تسلیم کر لو۔ چنانچہ سب سے پہلے جو ہستی مسجدِ حرام میں داخل ہوئی وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تھی جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگے یہ امین ہیں ہم ان کے فیصلہ پر راضی ہیں (اور قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نزولِ وحی اور دعویٰ نبوت سے قبل امین کہہ کر پکارتے تھے) جب آپ پہنچے اور انہوں نے اپنے مشورہ اور فیصلہ کا آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا ایک کپڑا لے آؤ۔ جب وہ لایا گیا تو آپ نے حجرِ اسود کو اٹھا کر اس چادر پر رکھا۔ پھر فرمایا کہ ہر قبیلہ کپڑے کا ایک کنارہ پکڑ کر اسے اٹھائے۔ جب حجرِ اسود کے نصب کرنے والی جگہ کے قریب تک اٹھایا گیا تو آپ نے اپنے دستِ مبارک سے اس کو اپنی جگہ پر نصب کر دیا اور پھر باقی تعمیر پایۂ تکمیل تک پہنچی (اور اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے جنگ وجدال سے امن نصیب ہوا)۔

نبوتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

باب اوّل

نبوت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے اعلانات ہواتف کے ذریعے

نضر بن سفیان ہذلی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم اپنے ایک قافلہ میں شام کی طرف نکلے۔ جب ہم زرقاء و معان کے درمیان پہنچے تو رات کو وہیں قیام کیا۔ ناگاہ آسمان و زمین کے درمیان ایک سوار پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ اے سونے والو اٹھو یہ سونے کا وقت نہیں ہے۔ احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں اور شیاطین کو انتہائی دور دراز بھگا دیا گیا ہے یہ آواز ہم میں سے ہر ایک نے سُنی۔

ہم یہ آواز سُن کر گھبرائے حالانکہ ہم سب انتہائی دلیر اور بہادر رفقاء سفر تھے۔ جب ہم گھر واپس پہنچے تو ہم نے وہاں سُنا کہ مکہ مبارکہ میں قریش اور ایک دوسری ہستی کے درمیان اختلاف پیدا ہو چکا ہے جو کہ عبدالمطلب کی اولاد سے ہیں اور اُن کا اسم گرامی احمد ہے۔

محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ تعالےٰ سے منقول ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ مسجد کے آخری حصّہ سے ایک شخص گذرا۔ اہل مجلس میں سے ایک نے عرض کیا۔ اے امیرالمومنین آپ کو معلوم ہے کہ یہ گذرنے والا شخص کون ہے۔ آپ نے پوچھا کہ کون ہے تم خود بتلاؤ اس نے عرض کیا یہ سواد بن قارب ہیں۔ یہ اہل یمن میں سے ہیں اور بڑا مقام اور درجہ رکھتے ہیں یہی وہ شخص ہیں جن کو اُن کے تابع جن نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور و بعثت کی خبر دی تھی۔ آپ نے اُن سے فرمایا تم سواد بن قارب ہو؟ عرض کیا جی حضور فرمایا تم وہی ہو جن کو اپنے تابع جن نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور و خروج کی اطلاع دی تھی۔ عرض جی ہاں فرمایا تو کیا اب بھی تم کہانت والا پیشہ برقرار رکھے ہوئے ہو؟ وہ انتہائی غم و غصہ میں کہنے لگے اے امیرالمومنین۔

ہیں جب سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوا ہوں مجھے اس قسم کے کلمات سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ ہم جس حالتِ شرک پر تھے وہ تو تیرے پیشہ کہانت سے بھی انتہائی بُری تھی۔ اچھا مجھے وہ واقعہ جن کی اطلاع کا اپنی زبان سے سناؤ۔ عرض کیا اے امیرالمومنین! میں ایک رات سویا ہوا تھا کہ کسی شخص نے آکر مجھے پاؤں کی ٹھوکر سے جگایا اور کہا کہ اے سواد بن قارب اٹھ۔ اگر تجھ میں ذرہ بھی عقل و فہم ہے تو اس کو بُروئے کار لا۔ (اور کہانت کو چھوڑ کر دین اسلام میں داخل ہو جا) کیونکہ اب لوی بن غالب کی اولاد سے ایک نبی مبعوث ہو چکے ہیں جو اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور اسی کی عبادت کا حکم دیتے ہیں پھر اس نے چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

(۱) میں نے جنوں اور ان کی جستجو پر تعجب کیا اور اُن کے اونٹوں پر گدے اور موٹی کھردری چادریں ڈال کر دوڑانے پر بھی۔

(۲) وہ مکہ کی طرف بھاگنے والے ہیں جبکہ وہ ہدایت تلاش کرنے والے ہیں اور حسن اخلاق کے مالک جن، ردی اور رذیل جنوں کی مانند نہیں ہیں (کہ وہ کفر و شرک پر مصر رہیں)،

(۳) بنی ہاشم میں سے منتخب اور پسندیدہ شخصیت کی طرف فوراً کوچ کر اور اپنی آنکھوں سے ان کی رفعت و سربلندی کو دیکھ۔

سواد بن قارب فرمانے لگے میں نے اس کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور اُسے کہا مجھے سونے دے کیونکہ مجھے شام سے ہی نیند نے غلبہ کیا ہوا ہے۔

دوسری رات ہوئی تو پھر آکر پاؤں کی ٹھوکر سے جگایا اور کہا اے سواد بن قارب کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ اُٹھ اور فہم و فراست اور عقل و کیاست سے کام لے۔ کیونکہ لوی بن غالب کی اولاد سے ایک نبی مبعوث فرمائے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ دکھلاتے ہیں اور اسی کی عبادت کا حکم دیتے ہیں۔ پھر اس نے چند اشعار اس مضمون کے پڑھے۔

(۱) میں نے جنوں اور ان کی طلب و آرزو پر تعجب کیا اور اونٹوں پر پالان رکھ کر دوڑانے پر۔

(۲) وہ مکہ مکرمہ کی طرف مائل ہیں درآنحالیکہ وہاں ہدایت کو طلب کرتے ہیں اور نہیں اُن میں سچے مانند جھوٹوں اور کاذبوں کے۔

(۳) بنی ہاشم کے خلاصہ کی طرف فوراً کوچ کر۔ ان کی غلامی میں پہلے داخل ہونے والوں کے ساتھ بعد والے برابر نہیں ہو سکیں گے۔

فرمایا کہ میں نے پھر بھی اس کی بات سُنی ان سُنی کر دی اور کہا مجھے سونے دے مجھے سخت نیند آئی ہوئی ہے۔ جب تیسری رات ہوئی تو پھر وہ جن آیا اور حسب سابق ٹھوکر مار کر جگایا اور کہا میں نے تجھے بارہا کہا ہے۔ دانائی اور

سوجھ بوجھ سے کام لے غفلت کے پردوں سے باہر آ۔ لوی بن غالب کی نسل سے نبی (آخر الزمان) علیہ السلام مبعوث ہو چکے ہیں جو اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور اس کی اطاعت وعبادت کی طرف۔ پھر اس نے یوں کہنا شروع کیا۔

(۱) مجھے جنوں پر تعجب ہے اور ان کی خبروں پر اور اونٹوں پر پالان رکھ کر (تلاش حق میں) دوڑنے پر۔

(۲) وہ مکہ مبارکہ کی طرف بھاگ رہے ہیں تلاش حق اور تحصیل ہدایت کے لیے اور نہیں ہیں مومن جن مانند کفار کے۔

(۳) پس تو فوراً بنی ہاشم کے سلالۂ کریمہ کی خدمت میں حاضر ہو جو مکہ مکرمہ کے ٹیلوں اور پہاڑیوں کے درمیان ہیں۔

اس جن کے بار بار متنبہ کرنے پر میرے دل میں اسلام کی محبت ورغبت پیدا ہو گئی۔ صبح ہوتے ہی اپنی اونٹنی پر پالان وغیرہ رکھا اور مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

ابھی تھوڑی راہ طے کی تھی کہ مجھے معلوم ہوا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما گئے ہیں مدینہ طیبہ حاضر ہوا سید انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ مسجد میں تشریف فرما ہیں وہاں حاضر ہوا مسجد کے دروازہ پر اونٹنی کو باندھا مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ماہتاب نبوت درمیان میں جلوہ گر ہیں اور ارد گرد صحابہ کرام ستاروں کی مانند حلقہ بنائے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کیا آپ میری گذارش کو سماعت فرمائیں گے آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اسے میرے قریب لاؤ چنانچہ آپ نے مجھے اتنا قریب کر دیا کہ میں سرکار کے سامنے جا بیٹھا۔ عرض کیا میری گذارش سماعت فرما دیں۔ فرمایا بتا کیا بتانا چاہتا ہے۔ مجھے تو یہ بتا کہ تجھے اپنے تابع جن نے کیا آکر کہا تھا میں نے عرض کیا۔

(۱) میر اصلاح کار اور مشیر میرے پاس پہنچا جب کہ میں نیند اور سکون کی حالت میں تھا اور میں نے جو دیکھا اور آزمایا میں اس میں غلط بیانی کرنے والا نہیں ہوں۔

(۲) وہ مشیر تین رات آیا اور ہر بار اس کا قول یہی تھا کہ تیرے پاس نسل لوی بن غالب کے رسول تشریف لائے۔

(۳) میں نے اس کے تکرار واصرار پر تیاری کی اور جد وجہد اور تیز رفتار اونٹنی نے صحراؤں کے درمیان لا کر کھڑا کیا ہے۔

(۴) فاشہد ان اللہ لا رب غیرہ وانک مأمون علی کل غائب

پس میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے علاوہ اور کوئی رب نہیں ہے اور آپ جملہ غیوب واسرار پر اللہ تعالٰی کے امین ہیں۔

وانک ادنی المرسلین وسیلۃ الی اللہ یا ابن الاکرمین الاطائب

اور میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ اے پاکرامت اور پاکیزہ اسلاف کی نسل کریم کہ تم سب رسولوں سے

اللہ تعالیٰ کی جناب میں قریب ترین وسیلہ ہو۔

(۶) فمرنا بما یاتیک یا خیر مرسل　　وان کان فیما جاء شیب الذوائب

لہٰذا اے سب رسولوں سے افضل واکرم جو احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل ہوتے ہیں ہمیں ان کا حکم دیں (ہم طاعت وخدمت گذاری کے لیے حاضر ہیں) اگرچہ ان احکام کی شدت ہماری جوانی کو بڑھاپے ہی میں تبدیل کر دیں۔

(۷) وکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعۃ　　سواک بمغن عن سواد بن قارب

اور آپ اس دن میرے شفیع بننا جس دن آپ کے علاوہ اور کوئی سفارش سواد بن قارب کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گی۔

سواد بن قارب نے جب ایمان افروز قصیدہ پڑھا اور شرف اسلام سے مشرف ہوئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور خوشی سے چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے لگا اور صحابہ کرام بھی انتہائی فرحت ومسرت کا اظہار فرمانے لگے۔

جب سواد بن قارب اپنا قصہ اسلام وایمان سنا چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً اٹھ کر انہیں گلے لگایا اور فرمایا میں یہی چاہتا تھا کہ خود تمہاری زبانی یہ تفصیل سنوں۔ اچھا تو یہ بتلاؤ اب بھی تمہارا وہ جن تمہارے پاس آتا ہے تو آپ نے کہا جب سے میں نے تلاوت قرآن شروع کی ہے وہ نہیں آتا اور جنوں کو حاضر کرنے کے لیے پڑھے جانے والے کلمات کے عوض کلام مجید اور فرقان حمید کتنا اچھا بدل ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (بعثت نبوی) کی پہلی خبر جو مدینہ طیبہ میں پہنچی وہ یہ تھی کہ ایک عورت پر ایک جن عاشق تھا (اور پرندہ کی شکل میں گھر پہنچ جاتا اور موقع پا کر برائی کر لیتا) ایک دن وہ دیوار پر آ بیٹھا تو عورت نے کہا کیا بات ہے مدت ہوئی آنا جانا بند ہے اور باہمی سلسلۂ گفتگو اور سلام وکلام ختم تو جن نے کہا اب وہ ہستی ظہور پذیر ہو گئی ہے جس نے ہمارا انسانوں کے گھروں میں رہنا ممنوع قرار دیا ہے اور بدکاری وزنا کو بھی حرام فرما دیا ہے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی النجار کی ایک عورت جس کو فاطمہ بنت نعمان کہا جاتا تھا اور اس کا ایک جن تابع تھا جو اس کے پاس آیا کرتا تھا۔ جب سید عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو وہ آیا اور دیوار پر آ پڑا۔ اس عورت نے پوچھا آج پہلے کی طرح نہیں آیا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا وہ ذات ظہور فرما ہو چکی ہے جس نے شراب اور زنا کو حرام فرما دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خریم بن فاتک نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے

عرض کیا کہ میں آپ کو اپنے ابتداءِ اسلام کا واقعہ نہ سناؤں؟ (تو آپ نے فرمایا ضرور سناؤ) انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنے چوپائیوں کی تلاش میں تھا کہ مجھ کو ابرق عزاف کے مقام پر رات آگئی۔ میں نے (جاہلیت کے رسم و رواج کے مطابق بلند آواز سے کہا میں اس وادی کے عزت و عظمت والے جن کی سفہاء اور بیوقوف جنوں کے شر سے پناہ لیتا ہوں تو ناگاہ غیب سے ندا دینے والے نے ندا دی۔

(۱) اے جوان اللہ ذوالجلال کی پناہ لے جو مجد و برتری کا مالک ہے اور انعامات و افضال سے نوازنے والا۔

(۲) سورہ انفال کی آیات تلاوت کر۔ اللہ تعالےٰ کو واحد جان اور رمان اور شرِ اسرار سے کوئی خوف وخطر نہ رکھ۔

میں نے کہا اے ہاتف تو کیا کہتا ہے۔ کیا تیرے پاس سامان ہدایت ہے یا تو گمراہی میں مبتلا کرنیوالا ہے۔ اللہ تعالےٰ تجھے ہدایت عطا کرے راہ خلاصی اور سبیل رشاد کی خبر دے وہ کونسا ہے؟

تو اس نے کہا۔

هذا رسول الله ذو الخيرات یدعو الی الخبات و النجاۃ

یہ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں جو خیرات و فیوض کے مالک ہیں اور خبات و نجات کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔

یامر بالصوم و بالصلوٰۃ و ینزع الناس عن الهنات

وہ نماز اور روزہ کا حکم دیتے ہیں اور لوگوں کو بدعملیوں، بدکرداریوں اور بدفعلیوں سے سختی کے ساتھ الگ کرتے ہیں۔

عبداللہ عمانی نے کہا کہ ہمارے ہاں ایک شخص تھا جس کو مازن بن عضوبہ کے نام سے پکارا جاتا تھا وہ ایک بت کا سادن اور مجاور تھا جس کی چند قبائل تعظیم وعبادت کیا کرتے تھے اور اس بت کو عمان کے ایک قریہ سمایا میں نصب کیا گیا تھا ہم نے ایک رات بت کے نزدیک قربانی کی جس کو عتیرہ کہا جاتا ہے تو میں نے بت کے اندر سے یہ آواز سنی کہ ـــــــــــ

اے مازن سن تو اس (خوشخبری) کو سن کر خوش ہو گا۔ خیر ظاہر اور غالب ہو گیا۔ شر پوشیدہ اور ذلیل ہو گیا قبیلہ مضر سے ایک نبی مبعوث ہو گئے ہیں جنہوں نے لوگوں کو خدائے برتر کا دین عطا کیا ہے۔ لہٰذا اب پتھر سے تراشے معبود کو ترک کر تاکہ تو جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جائے۔

مازن کہتے ہیں میں بت کے اندر سے آواز و ندا سن کر خوف زدہ ہو گیا۔ پھر ہم نے چند دن کے بعد دوسری قربانی کی تو اسی طرح بت سے پھر آواز آنے لگی۔ اے مازن میری طرف متوجہ ہو اور قریب آ اور میری بات کو غور سے سن اور جاہل نہ بن۔ یہ اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے رسول (تمہارے قریب موجود ہیں) جو اللہ تعالےٰ کے نازل کردہ حق کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں لہٰذا تو ان پر ایمان لے آ تاکہ اس آگ کی حرارت سے محفوظ ہو جائے جو سخت بھڑکائی جانے والی ہے اور اس کا ایندھن سخت پتھر ہیں۔

ازاں کہتے ہیں یہ تو عجیب واقعہ ہے اکہ بت کے اندر سے میری ہدایت و رہنمائی کی جا رہی ہے، یقیناً قدرت کی طرف سے میرے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اسی اثنا میں ہمارے پاس اہل حجاز میں سے ایک آدمی آنکلا ہم نے پوچھا تمہارے علاقے میں کوئی نئی بات تو ظاہر نہیں ہوئی۔ اس نے کہا وہاں ایک شخص ظہور پذیر ہوئے ہیں جن کو محمد کہا جاتا ہے جو ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی طرف بلانے والے کی (میری) دعوت کو قبول کرو تو میں نے کہا یہی وہ خبر ہے جو میں نے سُنی ہے۔

میں اس بت کی طرف اٹھا اس کو ریزہ ریزہ کیا۔ اور سواری پر بیٹھ کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسلام کی تعلیم دی اور شریعت کی تفصیلات سے آگاہ کیا تو میں مشرف باسلام ہو گیا اور ان کے حلقۂ غلامی میں داخل ہو گیا۔

خثعم قبیلہ کے ایک شخص نے بتایا کہ عرب بتوں کے پاس اپنے جھگڑوں کے فیصلے کے لیے جایا کرتے تھے۔ ہم ایک رات بت کے پاس معتکف تھے اور ہم نے اپنے ایک جھگڑے میں فیصلہ کا اس سے تقاضا کر رکھا تھا کہ ناگاہ ہاتف کی آواز ہمارے کانوں میں سنائی دی۔

اے وہ لوگو! جو محض جثے اور ڈھانچے ہو (اور عقل و فہم سے عاری و خالی) اور احکام کو بتوں کی طرف منسوب کرنے والے ہو تم حکمت و عقل کے معدن نہیں ہو۔ بہ قریب ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس موجود ہے جو سب مخلوق خدا کے سردار ہیں اور سب حکام سے زیادہ عدل و انصاف کے علمبردار۔ جن سے نور ہدایت اور دین حق کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔ لوگوں کو عصیان و آثام سے زبردستی پیچھے ہٹا رہے تھے اور بلد حرام میں علانیہ دعوت حق دے رہے ہیں۔

ہم گھبرائے اور وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور وہ اشعار لوگوں میں مشہور و معروف ہو گئے بعد ازاں ہمیں معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے ہیں تو میں حاضر ہو کر اسلام لے آیا اور ان کا طوق غلامی گلے میں ڈال لیا۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں علاقہ شام میں تھا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو میں ایک دن کسی کام کے لیے سفر پر نکلا رات راہ میں آگئی تو ازمانہ جاہلیت کے عادات کے مطابق جنوں کی پناہ طلب کرتے ہوئے میں نے کہا میں آج رات اس وادی کے عظیم و عزیز سردار جنات کی پناہ میں ہوں، جب میں لیٹنے لگا تو ناگاہ ایک ندا دینے والا ندا دے رہا تھا جس کی آواز سنائی دے رہی تھی مگر شخص وجثہ نظر نہیں آ رہا تھا کہ پناہ چاہتے ہو تو اللہ تعالےٰ کی پناہ لو۔ جن اللہ رب العزت کی گرفت سے کسی کو کیا بچا سکتے ہیں۔ رسول امین رسول خدا بزرگ و برتر کا ظہور ہو چکا ہے۔ ہم نے اُن کے پیچھے مقام حجون میں نماز ادا کی ہے دولت اسلام

سے مالا مال ہوئے اور ان کی اتباع و اطاعت اختیار کرلی ہے۔ اب جنوں اور شیطانوں کے مکر و فریب کا جال ٹوٹ گیا ہے ان کو شہاب ثاقب سے رجم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو اور اُن کے حلقہ غلامی میں داخل ہو جا اور نورِ اسلام سے اپنے آپ کو منور کرلے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب صبح ہوئی تو میں دیر ایوب میں گیا اور ایک راہب سے دریافت کیا کہ مجھے ایسا معاملہ پیش آیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے۔ اس نے کہا یہ بالکل سچی خبر ہے حرم مکہ سے پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام ظہور فرما ہوں گے جو کہ سب انبیاء علیہم اسلام سے افضل و اکرم ہیں لہٰذا تجھے اس سعادت کی تحصیل میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت تمیم فرماتے ہیں میں آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کی ہر ممکن جدوجہد کی اور اس بخت و سعادتمندی تک رسائی نصیب ہوگئی۔

خویلد ضمری سے منقول ہے کہ ہم ایک بت کے پاس بیٹھے تھے کہ ہم نے اُس کے اندر سے ایک فریاد کرنے والے کی فریاد اور چیخ و پکار کو سنا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ جنات کا چوری چھپے (آسمانوں پر جاکر ملائکہ کی باہمی گفتگو سن کر کاہنوں کو بیان کرنے کا سلسلہ ختم ہوگیا) اب ان پر آگ کے گولے برستے ہیں اور یہ سب کچھ اس نبی پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوات کی بدولت ہے جو کہ مکہ میں ظہور فرما ہوں گے اور دار ہجرت ان کا مدینہ منورہ ہوگا اور وہ نماز، روزہ، نیکی، صلہ رحمی کا امر فرمائیں گے۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم بعثت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ماہ قبل بوانہ (بت کا نام) کے پاس بیٹھے تھے اور ہم نے وہاں ایک اونٹ کو ذبح کیا تھا ناگاہ بُت کے اندر سے چلا چلا کر کوئی کہہ رہا تھا۔ "عجیب بات سنو۔ وحی کی چوری بند ہوگئی ہے۔ نبی مکی علیہ السلام کی برکت سے جنوں کا شہب ناریہ تعاقب کرتے ہیں۔ اس نبی تہامی کا نام نامی احمد ہے۔ دارِ ہجرت ان کا مدینہ منورہ ہے" ہم یہ کلام سن کر دم بخود رہے اور مجسم حیرانی و تعجب بن گئے۔

عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب میرے باپ کا وقتِ وفات آگیا تو اس نے مجھے ضمار نامی بُت (کی عبادت اور تعظیم و تکریم) کی وصیت کی۔ میں نے اس کو گھر میں نصب کیا اور ہر دن ایک مرتبہ ضرور اس کی خدمت میں حاضری دیتا۔ جب سرور عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تو میں نے آدھی رات کے وقت خوفناک آواز سُنی۔ میں گبھرا کر فریاد رسی کے لیے ضمار کے پاس پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آواز اس کے اندر سے ہی آرہی تھی اور وہ کہہ رہا تھا:

(۱) قبیلہ سُلیم کے ہر فرد کو کہہ دے کہ دوست واحباب ہلاک ہوئے اور صرف وہی لوگ زندہ رہنے کے حقدار ہیں اور زندہ رہیں گے جو اہل مسجد ہیں۔

(۲) ضمار بت بھی ہلاک ہو گیا، محمد رسول برحق پر نزول کتاب سے قبل جس کی عبادت کی جاتی تھی۔
(۳) بیشک وہ ذات اقدس جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد قریش میں سے ہونے کے باوجود نبوت و ہدایت کے وارث بنے ہیں وہی نظریہ و عقیدہ، قول و فعل و عمل و کردار کے لحاظ سے ہدایت یافتہ ہیں۔

میں نے اس بات کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا جب غزوہ خندق سے کفار ذلیل و رسوا ہو کر واپس ہوئے تو میں نے حالت نوم میں یہ آواز سُنی۔ وہ نور جو منگل کی رات نازل ہوا وہ عضباً اونٹنی کے شہسوار کے پاس ہے میں نے فوراً بارگاہ رسالت کا قصد کیا اور وہاں حاضر ہو کر نور ایمان سے اپنے دل کو منور کر لیا۔

راشد بن عبد ربہ نے کہا سواع نامی بت معلیٰ کے مقام پر منصوب تھا۔ قبیلہ ہذیل اور قبیلہ سلیم میں سے بنو ظفر اسکی عبادت کرتے تھے۔ بنو ظفر نے بنی سلیم کی طرف سے سواع کو ہدیہ پیش کرنے کے لیے راشد بن عبد ربہ کو بھیجا۔ راشد کہتے ہیں میں سواع کے پاس حاضر ہونے کے لیے چلا اور فجر کے قریب سواع کے پاس پہنچنے سے قبل میں نے ایک بُت کو دیکھا کہ اس کے اندر سے کوئی چلا چلا کر کہہ رہا ہے "بڑے ہی تعجب کی بات ہے۔ ظہور و خروج اس نبی کریم کا جو کہ اولاد عبد المطلب سے ہیں اور زنا و حرامکاری، ربا اور سود خواری کو حرام فرماتے ہیں اور بتوں کے لیے ذبح و قربانی کو بھی۔ آسمانوں پر پہرے بٹھا دیے گئے ہیں اور ہمیں شہاب ثاقب کا نشانہ بنایا جاتا ہے"۔

پھر ایک اور بت کے اندر سے آواز آنے لگی ضمار کو ترک کر دیا گیا حالانکہ عرصہ دراز سے اس کی عبادت کی جارہی تھی۔ نبی برحق محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے۔ وہ نبی نماز ادا فرماتے ہیں اور زکوٰۃ کا امر فرماتے ہیں روزہ اور نیک اعمال کا حکم دیتے ہیں۔ علی الخصوص صلہ رحمی کا درس دیتے ہیں۔

تیسرے بُت کے اندر سے بھی یہ آواز سنائی دینے لگی۔
"بیشک نسل قریش میں سے جس ہستی نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد نبوت و ہدایت کی وراثت سنبھالی، وہ عظیم مرتبہ ہدایت کے مالک ہیں اور وہ ایسے نبی ہیں جو گذری ہوئی امم و اقوام کے احوال و حالات بتاتے ہیں اور آنے والے واقعات کی بھی خبر دیتے ہیں"۔

راشد فرماتے ہیں جوں ہی میں سواع کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو لومڑیاں وہاں موجود ہیں جو لوگوں کے ہدایا و تحائف کو کھا رہی تھیں اور ارد گرد کو چاٹ رہی تھیں ادھر سے فارغ ہوئیں تو اس پر چڑھ کر پیشاب کر دیا۔ راشد سواع کی یہ حالت دیکھ کر پکار اٹھے ؂

ارب یبول الثعلبان برأسه　　　لقد ذل من بالت علیه الثعالب

کیا وہ رب ہو سکتا ہے جس کے سر پر لومڑیاں پیشاب کر رہی ہوں یقیناً وہ بہت بڑی ذلت سے دوچار ہوا جس پر لومڑیوں نے پیشاب کیا۔ (اور یہ وہ زمانہ تھا جس میں نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا تھا)

دوسرا باب

جانوروں کی زبانی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتِ نبوت

ابوعمر ہذلی فرماتے ہیں میں اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ سواع کے پاس قربانیاں لے کر پہنچا۔ پہلے پہل میں نے اس کے لیے ایک فربہ گائے کو ذبح کیا تو میں نے گائے کے اندر سے یہ آواز سنی۔ بڑی عجیب بات ہے اس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور جو درختوں کے درمیان ظہور فرما ہوئے وہ زنا کو اور بتوں کیلئے ذبح کو حرام قرار دیتے ہیں۔ آسمانوں کو جنوں کی آمد و رفت سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور ہمیں شہب ناریہ سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔

ہم وہاں سے اٹھ کر الگ الگ ہو گئے۔ مکہ مکرمہ پہنچے لوگوں سے دریافت کیا کسی نے ہمیں محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ظہور کی خبر نہ دی یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کیا اے ابوبکر کیا مکہ مکرمہ میں کوئی ہستی مدعی نبوت ظہور پذیر ہوئی ہے جن کو احمد کے مقدس نام سے پکارا جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا تمہارے دریافت کرنے کا موجب و باعث کیا ہے؟ میں نے سارا قصہ عرض کیا تو انہوں نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں جو یہاں ظہور فرما ہو چکے ہیں۔ انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی مگر ہم نے کہا ابھی ہم اپنی قوم کا ردّ عمل دیکھتے ہیں۔ اے کاش ہم اسی وقت اُن کے حلقہ کمند زلف کے اسیر بن جاتے اور مسلمان ہو جاتے مگر یہ دولت ہمیں بعد میں نصیب ہوئی۔

مجاہد سے مروی ہے کہ ہمیں ابن العنبس نامی ایک بوڑھے نے بتایا جس نے زمانہ جاہلیت بھی پایا تھا جبکہ ہم غزوہ رودس میں مصروف تھے کہ میں اپنی قوم کی گائے ہانکتے ہوئے جا رہا تھا تو میں نے اُس کے اندر سے آواز سُنی ”اے آل ذریح کھلی اور واضح بات ہے ایک ہستی باآواز بلند لا الٰہ الا اللہ پکار رہی ہے“ ہم مکہ مکرمہ میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہو چکی تھی اور آپ دعویٔ نبوت فرما چکے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بھیڑیا آیا اور اس نے بھیڑ بکریوں کے گلہ سے ایک بکری پکڑ لی۔ چرواہا اس کے پیچھے بھاگا اور بکری چھین لی۔ بھیڑیا ایک بلند ٹیلہ پر چڑھ کر اس انداز سے بیٹھ گیا کہ اگلے پاؤں کھڑے رکھے اور دم پچھلی دونوں ٹانگوں کے درمیان دبا کر سرین کو زمین پر ٹیک دیا۔ اور زبان سے کہنے لگا جو رزق مجھے اللہ تعالےٰ نے دیا تھا تونے وہ مجھ سے چھین لیا ہے۔ آدمی نے بھیڑیے کی گفتگو سنی تو کہا خدا کی قسم آج کے دن جو عجیب واقعہ دیکھا یہ تو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بھیڑیا ہو کر انسانوں کی طرح کلام کر رہا ہے۔ بھیڑیئے نے کہا یہ تو کوئی تعجب خیز بات

نہیں ہے دراصل حیرت و تعجب کا موجب تو یہ بات ہے کہ سنگستانوں کے درمیان نخلستان میں ایک ہستی جلوہ فرما ہے جو گذرے ہوئے واقعات بھی بتلاتے ہیں اور آنے والے حوادث بھی۔ وہ شخص یہودی تھا (پہلا نام اس کا عمیر سطائی تھا اور بعد ازاں مکلم الذئب کے لقب سے مشہور ہوا) فوراً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا بھیڑیئے کا واقعہ عرض کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ یہ امر قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ عنقریب یہ امر بھی ظاہر ہوگا کہ گھر کا مالک گھر سے دور ہوگا اور وہ گھر نہیں لوٹے گا حتیٰ کہ اس کو اس کے جوتے اور ہاتھ کی چھڑی بتلا دے گی کہ اس کے گھر میں اس کے بعد کیا ہوتا رہا ہے اور اہل خانہ کیا کرتے رہے ہیں۔

تیسرا باب

فخر العالمین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی علامات نبوت جو آپ نے بعثت سے قبل دیکھیں

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوات نے مکہ مکرمہ میں پندرہ سال اس حال میں گذارے کہ پہلے سات سال صرف نور و ضیا کا مشاہدہ فرماتے تھے اور آواز سنائی دیتی تھی اور آٹھ سال وحی نازل ہوتی رہی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر آغاز وحی سچے خوابوں کے ساتھ ہوا۔ جو بھی خواب دیکھتے وہ سپیدۂ سحر کے مانند واضح طور پر پورا ہو جاتا اور خواب حقیقتِ واقعہ کے عین مطابق ہوتا۔ پھر آپ کے دل اقدس میں خلوت گزینی اور تنہائی کی محبت پیدا کر دی گئی۔ آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں عبادت فرماتے حتیٰ کہ وہیں اعلان نبوت کا حکم ہوا اور حضرت جبریل امین وحی کے ساتھ نازل ہوئے۔

حضرت ابومیسرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب کھلی فضا میں نکلتے تو پکارنے والے کی پکار (ندا) کو سنتے۔ یا محمد یا محمد کی آواز آتی جب آپ آواز سنتے تو وہاں سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ ایک دفعہ حسب سابق آواز سنی تو گھر تشریف لے آئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا

ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میرے عقل و فہم میں اختلاط و التباس کا عارضہ تو پیدا نہیں ہو گیا۔

انہوں نے عرض کیا اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے بہت بعید ہے کہ آپ جیسے پاکیزہ خصال اور بلند اخلاق ہستی کے عقل و فہم میں کسی قسم کا فتور و نقص پیدا ہونے دے۔

پھر انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ بیان کیا اور وہ بچپن سے ہی رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا کے ندیم و مصاحب تھے۔ انہوں نے آپ کے ہمراہ ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کا ارادہ کیا جب آپ سے وہاں چلنے کے متعلق عرض کیا تو فرمایا کیوں؟ عرض کیا اس امر کی تحقیق کے لیے جسکا تذکرہ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ جب ورقہ کے پاس تشریف لائے اور واقعہ بیان فرمایا تو انہوں نے دریافت کیا کوئی چیز بھی نظر آتی ہے؟ فرمایا نہیں۔ لیکن جب اکیلا کھلے میدانی علاقہ میں نکلتا ہوں تو آواز سنتا ہوں۔ پکارنے والا دکھائی نہیں دیتا اور میں جلدی سے اس جگہ کو چھوڑ دیتا ہوں مگر جب میں دوڑنے لگتا ہوں تو پکارنے والا بھی میرے ساتھ ساتھ پکارتا چلا آتا ہے۔ ورقہ ابن نوفل نے عرض کیا۔ آپ اب اگر آواز سنیں تو بھاگیں نہیں بلکہ اپنی جگہ ثابت قدمی سے کھڑے رہیں تاکہ جو کچھ وہ کہنا چاہتا ہے اسے سماعت فرما سکیں۔

اس کے بعد آپ باہر تشریف لے گئے تو یا محمد کی ندا سنی جواب میں لبیک فرمایا تو آواز دینے والے نے کہا کہیے۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ پھر کہا پڑھیے الحمد للہ رب العالمین حتیٰ کہ ساری سورۂ فاتحہ پڑھی۔

پھر آپ ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لائے اور یہ واقعہ ان سے ذکر کیا تو انہوں نے عرض کیا۔ تمہارے لیے بشارت ہو اور مبارک ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم محمد ہو یعنی ہر ایک کے نزدیک قابل ستائش خلق کے نزدیک بھی اور خالق کے نزدیک بھی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم احمد ہو یعنی سب سے زیادہ اللہ کی حمد بجا لانے والے۔ اور میں اس امر کی گواہی بھی دیتا ہوں کہ تم رسول رب العالمین ہو۔ وہ وقت قریب ہے کہ تمہیں اپنے مخالفین کفار و مشرکین کے ساتھ حرب و قتال کا حکم دیا جائے۔ اگر اس وقت میں زندہ ہوا تو میں تمہاری معیت میں تمہارے اعداء سے ضرور قتال کروں گا اور اپنی جان تم پر نثار کر دوں گا۔ لیکن وہ اذن قتال سے پہلے ہی دنیا سے رحلت فرما گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اس عالم و فاضل کو جنت میں دیکھا وہ سبز جنتی لباس زیب تن کیے ہوئے تھے۔

چوتھا باب

نباتات وجمادات کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں سلام پیش کرنا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا میں اب بھی اس پتھر کو جانتا ہوں جو مکہ مکرمہ کے اندر ہے اور وہ مجھے بعثت سے پہلے سلام کیا کرتا تھا۔

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں تھا ہم ایک طرف کو نکلے جدھر پہاڑ اور درخت تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جس درخت یا پتھر کے پاس سے گذرتے تھے وہ السلام علیک یارسول اللہ کہہ کر اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سید الخلق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جن دنوں مجھے اللہ تعالےٰ کی طرف سے اعلان نبوت کا حکم دیا گیا میں جس درخت اور پتھر کے پاس سے گذرتا وہ مجھے سلام پیش کرتے ہوئے السلام علیک یارسول اللہ کہتا۔

حضرت برہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب اللہ تعالےٰ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر فریضہ رسالت عائد فرمایا تو آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو دور نکل جاتے حتیٰ کہ کوئی گھر اور بشر نظر نہیں آتا تھا اور اسی دوران آپ گھاٹیوں اور وادیوں میں پہنچ جاتے۔ جس درخت اور پتھر پر جناب والا کا گذر ہوتا وہ السلام علیک یارسول اللہ عرض کرتا۔ آپ دائیں بائیں اور پیچھے دیکھتے مگر کوئی شخص نظر نہیں آتا تھا (تب مزید اطمینان ہوجاتا کہ واقعی درختوں اور پتھروں کی طرف سے سلام نیاز اور ہدیۂ شوق پیش کیا جارہا ہے)۔

پانچواں باب

ابتداءِ وحی کا بیان

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ پہلے پہل آغاز وحی سچے خوابوں کی صورت میں ہوا اور

جو کچھ آپ خواب میں ملاحظہ فرماتے اس کو بیداری کے بعد سپیدۂ سحر کے مانند واضح طور پر محسوس و معلوم فرما لیتے۔ پھر آپ کے دل اقدس میں خلوت اور گوشہ نشینی کی محبت پیدا کر دی گئی تو آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے، زادِ راہ ہمراہ ہوتا اور چند دن وہاں عبادت میں مصروف رہتے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور دوبارہ زادِ راہ لے کر غارِ حرا کو انوارِ عبادت سے منور فرماتے اور آپ غارِ حرا میں مصروف عبادت ہی تھے جب پیغام حق آپ کو پہنچا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اقرا یعنی پڑھو۔ سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں ؎۵ (تاکہ خود بخود پڑھنے لگوں) جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ کو سینہ سے لگایا اور اچھی طرح دبایا جتنا کہ آپ برداشت کر سکتے تھے۔ پھر کہا۔ پڑھیے۔ آفتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ دوبارہ بغلگیر ہو کر اتنا دبایا جس کے آپ متحمل ہو سکتے تھے۔ پھر چھوڑ کر کہا پڑھیے۔ آپ نے پھر فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ تیسری مرتبہ جبرئیل امین نے پھر چھاتی سے لگا کر اتنا دبایا جتنا آپ کی قوتِ جسمانی سہار سکتی تھی پھر چھوڑ دیا اور عرض کیا۔

اقرا باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرا و ربک الاکرم الذی علم بالقلم۔ علم الانسان ما لم یعلم۔ پڑھیں آپ اپنے رب کے نام اقدس کے وسیلہ سے جس نے سب مخلوق کو شرف وجود سے مشرف فرمایا۔ انسان (جیسی اشرف المخلوقات نوع کو) منجمد خون (جیسی حقیر شے) سے پیدا فرمایا۔

؎۵ ہر امی کو پڑھایا جائے تو وہ پڑھ ہی لیتا ہے تو پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب کا باعث و موجب کیا ہے اسلیے حضرات محدثین نے مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں اول۔ ما انا بقاری میں نفی نہیں ہے بلکہ استفہام ہے یعنی میں کیا پڑھوں اور جب تیسری مرتبہ حضرت جبرئیل امین نے آیات تلاوت کیں تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو تلاوت فرمایا اور اس کی تائید ما اقرا کی روایت سے ہوتی ہے۔ دوم۔ جبرئیل علیہ السلام نے جنتی ریشم کے قطعہ پر لکھی ہوئی یہ آیات سید السادات علیہ الصلوۃ کی خدمت میں پیش کر کے پڑھنے کے متعلق عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں رسم الخط کی واقفیت نہیں رکھتا تاکہ ان کو دیکھ کر پڑھ دوں اور علم بالقلم کے کلمات مبارکہ میں اسی امر کی طرف اشارہ بھی معلوم ہوتا ہے اور آئندہ صفحات میں اس امر کی تصریح بھی موجود ہے۔ سوم۔ جبرئیل امین کا اچانک تشریف لانا اور پڑھنے کے متعلق عرض کرنا بغیر اس کے کہ قبل ازیں بے تکلفی پیدا ہو چکی ہوتی اور الفت و موانست موجود ہوتی موجب اضطراب خاطر اقدس ہوا اور پڑھنے سے گریز فرمایا۔ جب بار بار انہوں نے گلے لگایا اور مخلص دوستوں کا طور و طریقہ اپنایا تو اضطراب سکون سے منقلب ہو گیا اور بے گانگی یگانگت میں تبدیل ہو گئی۔ لہذا اب کے پڑھنے کے متعلق عرض کیا تو پڑھنا شروع فرما دیا۔

(مزید تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو۔ عمدۃ القاری جلد اول۔ فتح الباری جلد اول۔ اشعۃ اللمعات و مرقاۃ)

پڑھیں آپ ، آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے جس نے قلم کو ذریعہ تعلیم بنایا۔ انسان کو وہ کچھ بتلایا جو قبل ازیں نہیں جانتا تھا۔

آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کے ان انوار کے ساتھ دولت کدہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے تو (ثقل وحی اور عظیم ذمہ داری کا بوجھ سر پر آجانے کی وجہ سے) جسم اقدس پر لرزہ طاری تھا اور گردن مبارک اور کندھوں کا درمیانی گوشت تھرتھرا رہا تھا۔ (اور سردی محسوس ہو رہی تھی) جب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پہنچے تو فرمایا مجھے چادر اوڑھاؤ۔ مجھ پر چادر ڈالو۔ آپ نے چادر زیب تن کرائی (گھر پہنچ کر آرام و سکون آگیا) اور حالتِ اضطراب ختم ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا یہ کیا ہے؟ مجھے تو خوف وخشیت کا احساس ہونے لگا ہے۔

انہوں نے عرض کیا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا (کہ آپ جیسی شخصیت کو اللہ تعالےٰ بے یار ومددگار چھوڑے اور کوئی آپ کو تکلیف پہنچا سکے) بلکہ آپ کے لیے مبارکبا د ہو اور خوشخبری۔ اللہ تعالےٰ ہرگز آپ کو شرمندہ اور نظر خلائق میں حقیر نہیں ہونے دے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں، ہر بات میں سچائی اور صداقت سے کام لیتے ہیں، لوگوں کے بوجھ برداشت فرماتے ہیں۔ مہمانوں کی میزبانی فرماتے ہیں اور مصائب ومشکلات میں گھرے ہوئے لوگوں کی نصرت و اعانت فرماتے ہیں۔

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ساتھ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ وہ حضرت خدیجہ کے چچازاد بھائی تھے جنہوں نے نصرانی مذہب اختیار کرلیا تھا اور وہ انجیل کا عربی زبان میں ترجمہ کرکے لکھتے تھے مگر اس وقت بہت عمر رسیدہ تھے اور بینائی سے محروم۔ حضرت خدیجہ نے ان سے کہا اے چچازاد بھائی۔ اپنے اس برادر زادہ سے حقیقت حال سنو (اور اپنی رائے سے آگاہ کرو) چنانچہ انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا واقعہ بیان فرمایا تو انہوں نے عرض کیا۔ یہ تو وہ ملکِ وحی ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا۔ اے کاش میں اس وقت جوان اور توانا ہوتا۔ اے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب کہ آپ کو قوم قریش مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور کردے گی (اور آپ کو بادل ناخواستہ مدینہ منورہ میں تبلیغ رسالت کا سلسلہ شروع کرنا پڑیگا) آپ نے پوچھا کیا وہ مجھے یہاں سے نکالیں گے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں، جو شخص بھی ان تعلیمات اور احکام کو لایا ہے، قوم کی طرف سے اسکے ساتھ عداوت ودشمنی کی گئی ہے اگر آپ کے وہ ایام میرے مقدر میں ہوتے تو میں ضرور تمہاری امداد ونصرت اور خدمتگذاری کی ہر ممکن کوشش کرتا۔ پھر جلد ہی اُن کا وصال ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی آمد بھی وقتی طور پر منقطع ہوگئی اور یہ انقطاع حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انتہائی حزن وملال کا موجب بنا حتیٰ کہ ہمیں یہ روایات بھی پہنچی ہیں کہ آپ شوق وحی میں جب انتہائی بیقرار ہوتے تو اپنے آپ کو پہاڑوں کی بلند چوٹیوں سے گرا کر ختم کردینے کا ارادہ فرماتے اور اسی جذبہ میں مدہوش ہوکر اور اپنے آپ سے بیگانہ ہوکر جب پہاڑ کی راہ لیتے اور اس کی چوٹی پر چڑھ کر اپنے آپ کو گرانے کا ارادہ کرتے تو فوراً جبرئیل امین علیہ السلام سامنے آ

موجود ہوتے اور عرض کرتے۔ اے جملہ اوصاف کمال کے مالک محمدِ خلق و خالق تم اللہ کے برحق رسول ہو۔ آپ کا اضطراب اور جوش سکون و اطمینان سے بدل جاتا اور نفس و روح کو تسلی و تشفی حاصل ہو جاتی تب آپ واپس لوٹتے پھر جب محبوب حقیقی کا نہ پیغام موصول ہوتا نہ قاصد آتا تو جذبۂ عشق بے چین و بے قرار کر دیتا اور روح اقدس بشریت کے پنجرہ سے آزاد ہو کر مرکزِ حُسن و جمال کی طرف پرواز کا عزم کرتی آپ پہاڑ کی بلندی پر چڑھتے تو جبرئیل امین پھر حاضر بارگاہ ہو کر تسلی دیتے ؏ہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو فترۂ وحی کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے سنا آپ نے اس ضمن میں فرمایا کہ ایک دفعہ میں کھلی جگہ چل رہا تھا کہ میں نے آسمان کی طرف سے آواز سُنی جب سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان کرسی بچھائے ہوئے جلوہ نما ہے۔ جوں ہی میں نے اس کو اس عظمت اور شان و شوکت سے عجیب حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا، مجھ پر حالت رعب طاری ہوئی اور میں گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر وہاں سے واپس ہوا تو اہل بیت سے کہا میرے اوپر چادر ڈالو انہوں نے چادر ڈالی اور میری طبیعت سنبھلی تو اللہ رب العزت نے سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔ یایھا المدثر قم فانذر و ربک فکبر (الآیۃ)۔

ان دونوں روایات کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

؏ہ اس انقطاع کا موجب اولاً تو یہ تھا کہ سابقہ تاثر و انفعال اور اضطراب و بیقراری پوری طرح زائل ہو جائے اور تسلسل کی صورت میں بنیاد جسمانی اور بنا دلبشری حد سے زیادہ متاثر ہو کر مقصد رسالت سے دور نہ ہو جائے۔ ثانیاً فراق اور جدائی میں محب ہر وقت محبوب کی یاد میں مصروف و منہمک ہوتا ہے اور اس توجہ اور استغراق کی وجہ سے اسے محبوب کے ساتھ مناسبت تامہ پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نہ قاصد و پیام آنے پر اضطراب اور بے چینی دامن گیر ہوتی ہے اور نہ ہی خود محبوب کے جلوے بے حجابانہ دیکھنے پر جس طرح شیوخ اپنے مریدین کو ذکر اور خلوت کی تعلیم دیتے ہیں تاکہ مذکور سے ذاکر کو مناسبت حاصل ہو جائے اور پھر عبادت میں لذت و سرور پیدا ہو مگر کہاں ذکرِ حبیب پاک اور کہاں غلبۂ شوق کی یہ فراوانی۔ اسلئے قرب مقام کا حال بھی یہ ہے کہ سیمرغ روح ہمکس از انبیا تاافت۔ آنجا کہ تو بابال کرامت پریدۂ۔ ہر یک بقدر خویش بجائے رسیدہ لست آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدۂ۔ موسیٰ ز ہوش رفت بیک پر تو صفات۔ تو عین ذات می نگری در تبسمی۔

اور وہ حامل وحی جو آج واسطہ فیض ربانی بنے ہوئے ہیں ایک وقت ایسا بھی آیا وہ خلوت گہ راز سے دور سرِ سدرہ دربان بن کر بیٹھے تھے اور حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حریم قدس میں دنیٰ فتدلیٰ کے مقام قرب پر فائز ہو کر فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ کے سرِ نہاں کے راز دار بنائے جارہے تھے۔ امام اہل سنت نے کیا خوب فرمایا۔

غنچے ما اوحیٰ کے جو چٹکے دنا کے باغ میں ۔۔۔ بلبل سدرہ تک ان کی بو سے بھی محرم نہیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ کے سامنے یہ تذکرہ کیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے جبرئیل علیہ السلام کا ذکر کیا ہے تو انہوں نے کہا سبوح سبوح (وہ پاک ہے پاک ہے) جبرئیل کے شان سے بعید ہے کہ اس کا تذکرہ اس زمین پر کیا جائے جہاں اصنام واوثان کی عبادت کی جارہی ہے۔ جبرئیل اللہ تعالےٰ کے امین وحی ہیں اللہ تعالےٰ اور رسل کرام کے درمیان پیغام رسانی کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ آپ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس مکان پر جائیں جہاں آپ نے اُن کو دیکھا ہے۔ جب وہ نازل ہوں تو تم اپنے (سر اقدس سے) دوپٹہ سرکا دینا اگر وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہوں گے تو پھر نگاہوں سے اوجھل ہوجائیں گے۔ چنانچہ (انہوں نے سرکار ابد قرار علیہ السلام کی معیت میں) ایسا ہی کیا تو جبرئیل امین غائب ہوگئے۔ جا کر ورقہ بن نوفل سے بتلایا تو انہوں نے کہا وہ ناموس اکبر (حامل وحی جبرئیل علیہ السلام) ہیں جس کی اطلاع بنو اسرائیل اپنی اولاد کو بھی مفت میں نہیں دیتے بلکہ قیمت وصول کرتے ہیں۔ پھر ورقہ بن نوفل سرور انبیاء ومرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا دعوت نبوت کا انتظار کرنے لگا۔

حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء سے عرض کیا۔ اے میرے چچازاد کیا مجھے بھی اس شخص کی اطلاع دے سکتے ہو جو آپ کے پاس آتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں تو انہوں نے عرض کیا پھر جس وقت وہ آئے مجھے مطلع فرمانا ایک دن جبرئیل امین ان کی موجودگی میں آگئے تو آپ نے فرمایا اے خدیجہ یہ ہیں وہ میرے رفیق ومصاحب جو میرے پاس آتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ آپ اٹھ کر میری ران پر بیٹھ جائیں پھر بتائیں کہ وہ نظر آرہے ہیں۔ آپ بیٹھ گئے اور فرمایا کہ نظر آرہے ہیں۔ میں نے بائیں ران پر بیٹھنے کا عرض کیا اور پھر پوچھا تو فرمایا اب بھی نظر آرہے ہیں۔ فرماتی ہیں میں نے اپنا دوپٹہ اتار دیا پھر پوچھا تو فرمایا اب نظر نہیں آرہے ہیں تو اس وقت میں پکار اٹھی کہ بخدا واقعی یہ بزرگ فرشتے ہیں اور نعوذ باللہ جن بھوت یا شیطان نہیں ہیں۔

محبوبۂ محبوب خدا علیہ وعلیٰ آلہ التحیۃ والثناء سے منقول ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں ایک اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی۔ اتفاقاً وہ مہینہ رمضان المبارک کا تھا۔ جب ایک رات آپ غار سے باہر نکلے تو السلام علیک کی آواز سنی فرمایا میں نے اس کو کسی جن کی غیر متوقع آواز خیال کیا اور تیزی سے گھر کی طرف آنکلا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا انہوں نے مجھے کپڑے کے ساتھ ڈھانپ دیا۔ اور پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے پورا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا آپ کے لیے بشارت ہو کیونکہ کلمہ سلام خیر وعافیت کا پیام ہے۔

فرمایا میں پھر ایک دفعہ نکلا تو یوں معلوم ہوا کہ جبرئیل امین علیہ السلام سورج پر تشریف فرما ہیں۔ اُن کا ایک پر مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں۔ مجھے ان کی یہ حالت دیکھ کر ہول اور دہشت کا احساس ہوا۔ تیزی سے غار کی طرف چلنے لگا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے پہلے غار کے دروازہ پر موجود ہیں۔ پھر انہوں نے میرے ساتھ گفتگو شروع

کردی حتیٰ کہ وحشت موانست اور الفت میں بدل گئی۔ پھر انہوں نے ایک جگہ میرے ساتھ ملاقات کرنے کا وعدہ کیا میں مقام وعدہ پر پہنچ کر انتظار کرنے لگا جب انہوں نے دیر لگائی تو میں نے واپسی کا ارادہ کیا، ناگاہ دیکھا تو حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہم السلام سامنے موجود ہیں اور سارے اُفق کو ڈھانپے ہوئے ہیں پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نیچے اترے مجھے سیدھا گدی کے بل لٹا کر میرے سینہ کو دل کے اوپر سے چاک کر کے اسے باہر نکالا اور پھر چیر کر اس میں جو کچھ نکالنا تھا وہ نکالا۔ پھر اسے سونے کے طشت میں رکھ کر ماءِ زمزم کے ساتھ دھویا۔ بعد ازاں اپنی جگہ رکھ کر اس کو درست کر دیا (اور سینہ اقدس کو بھی) پھر میری پیٹھ پر مہر نبوت لگائی بعد ازاں مجھ سے کہا۔

اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ۔ اپنے ربِ کریم کے مقدس نام کے وسیلہ واعانت سے پڑھیے۔

میں وہاں سے اُٹھ کر جس درخت یا پتھر کے سامنے آیا ہر ایک نے مجھے السلام علیک یا رسول اللہ کا پیارا سلام پیش کیا حتیٰ کہ حضرت خدیجہ کے پاس آیا تو انہوں نے بھی کہا، السلام علیک یا رسول اللہ۔

عبید بن عمیر سے سوال کیا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداءً نزول وحی کیسے ہوئی حتّٰی کہ پھر جبرئیل علیہ السلام نازل ہونے لگے تو انہوں نے کہا حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم غارِ حرا میں ہر سال اعتکاف بیٹھتے تھے اور عبادتِ اعتکاف قریش میں دورِ جاہلیت میں بھی مروج تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو جو شخص بھی مساکین میں سے وہاں حاضر ہوتا آپ اس کو کھانا کھلاتے۔ جب اعتکاف سے فارغ ہوتے تو گھر جانے سے قبل بیت اللہ شریف کا سات مرتبہ یا جو بھی اللہ تعالےٰ کی مشیت میں ہوتا اس قدر طواف فرماتے پھر دولت کدہ پر تشریف لے جاتے حتیٰ کہ جب وہ مہینہ آیا جس میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو رسالت ونبوت سے سرفراز فرمایا اور اعلان نبوت ورسالت کا سال آیا اور یہ ماہ رمضان تھا اس میں بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول غارِ حرا کی طرف تشریف لے گئے اور آپ کے اہل بیت بھی آپ کے ہمراہ تھے حتیٰ کہ وہ مبارک اور پاکیزہ رات آپہنچی جس میں آپ کو کرامت نبوت سے مکرم ومعظم فرمایا گیا تو جبرئیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ فخر عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں سویا ہوا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اُن کے ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا تھا جس کے اندر کچھ مرقوم ومکتوب تھا تو انہوں نے کہا پڑھیے۔ میں نے کہا کیا پڑھوں۔ انہوں نے مجھے سینہ سے لگا کر اس زور سے دبایا کہ مجھے اپنی موت کا اندیشہ لاحق ہونے لگا اور تین مرتبہ اسی طرح کیا پھر کہا آپ پڑھیں تو میں نے کہا کیا پڑھوں اور میں اس اندیشہ کے تحت یہ کہہ رہا تھا کہ پھر نہ کہیں مجھے گلے لگا کر دبائیں تو انہوں نے کہا۔ اقرء باسم ربك الذی خلق ۔ ؏

؏ حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کو تین مرتبہ بغل میں کیوں لیا اور اسقدر (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت مبعوث فرمایا جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال اور ایک دن تھی جبرئیل علیہ السلام ہفتہ کی رات پھر اتوار کی رات حاضر ہوئے اور پھر سوموار کی رات پیغام رسالت لے کر آئے جبکہ رمضان المبارک کی سترہ راتیں گذر چکی تھی اور آپ غار حرا میں جلوہ فرما تھے۔

اور وہ پہلا مقدس مقام ہے جس کو نزول وحی کا شرف حاصل ہوا ہے اور اس رات فقط اقرء باسم ربک سے لے کر مالم یعلم تک ہی نزول آیات ہوا پھر حضرت جبرئیل نے اپنی ایڑی سے زمین کو کھرچا تو اس سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا تب انہوں نے سید عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیفیت وضو کا عملی نمونہ دکھلایا اور دو رکعت نماز ادا کر کے کیفیت صلوٰۃ کا درس دیا۔

(بقیہ صفحہ ۱۹۶) قوت وشدت کے ساتھ کیوں دبایا، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کاملین کی تاثیر اور توجہ چار قسم کی ہوتی ہے۔ انعکاسی۔ القائی۔ اصلاحی۔ اتحادی اور اتحادی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شیخ اور مرشد کامل اپنی روح کو مرشد کی روح کے ساتھ ملا دیتا ہے اور جملہ کمالات جو اپنی روح میں موجود ہیں ان کو روح مرشد ومریدیں بھی پیدا کر دیتا ہے "وبالجملہ دریں افشردن تاثیر اتحادی بود کہ روح لطیف خود را از راہ مسام بدن درون بدن آنحضرت داخل فرمودہ باروح مبارک متحد ساختند وچوں شیر وشکر باہم آمیختند وحالتے عجیب درمیان ملکیت وبشریت پیدا شد کہ در بیان نمی آید"۔ (تفسیر عزیزی پارہ سی ام صفحہ ۳۳۸)۔

خلاصہ مرام یہ ہے کہ اس معانقہ میں تاثیر اتحادی تھی کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے اپنی روح لطیف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر کے مسامات میں سے اندر داخل فرما کر آپ کی روح اقدس کے ساتھ متحد کر دیا اور باہم شیر وشکر کے مانند ملا دیا اور اس وقت بشریت وملکیت کے درمیان ایک ایسی عجیب حالت ظاہر وہویدا ہوئی جو بیان سے باہر ہے۔

سبحان اللہ جن کا آغاز یہ ہے کہ جملہ کمالات جبرئیل اور ان کی تمام صلاحیات واستعدادات اس وقت حاصل ہو گئیں تو جب نبوت ورسالت کا منصب انتہا پر پہنچا ہو گا اور حسن باطن اور کمالات روحانیہ کی تکمیل ہو گئی ہو گی تو پھر منصب ومقام کیا ہو گا اور علوم واسرار پر اطلاع وواقفیت کا عالم کیا ہو گا؛ اسی لیے "دنٰی فتدلّٰی کی خلوت گہ راز میں جب آپ نے قدم رکھا اور فکان قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام قرب پر فائز ہوئے تو جبرئیل کو سر سدرہ دربان بنا کر بٹھا دیا گیا۔ امام اہل سنت نے فرمایا ؎

غنچے ما اوحیٰ کے جو چٹکے دنیٰ کے باغ میں
بلبل سدرہ تو ان کی بو سے بھی محرم نہیں

چھٹا باب

جبرئیل امین علیہ السلام کا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو وضو اور نماز کی ترکیب بتلانا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آغاز وحی کے دوران حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے تو آپ کو وضو اور نماز کی کیفیت بتلائی۔ جب وضو سے فارغ ہوئے تو ایک چلو پانی لے کر زیر ناف پر (کپڑوں کے اوپر سے ہی) ڈالا (تاکہ لوگوں کو خروج قطرات کے وسواس کا دفاع بتایا جائے) میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ اس حدیث میں کیفیت صلوٰۃ کا بیان مذکور نہیں ہے اور نہ تعداد رکعت مگر براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت (جو ابھی گذری ہے اس) میں رکعات کی تعداد دو بتلائی گئی ہے (اور ظاہر ہے کیفیت ادائی یہی تھی جواب شریعت مطہرہ میں مروج ہے ورنہ ضرور اسے بیان کیا جاتا)

مقاتل بن سلیمان فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ نے ابتداء اسلام میں اہل اسلام پر صرف دو نمازیں فرض فرمائیں۔ دو رکعت نماز فجر۔ اور دو رکعت بعد از زوال پھر شب معراج پانچ نمازیں فرض ہوئیں اور یہ بھی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہے کہ آپ نے ابتداء نبوت میں زوال آفتاب سے متصل نماز ادا فرمائی۔

علماء تفسیر فرماتے ہیں۔ سورۂ مزمل مکہ مبارکہ میں نازل ہوئی جبکہ قیام شب ونماز تہجد محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء پر فرض تھا۔ آپ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان ساری رات نماز اور عبادت میں مصروف رہتے۔ (جب اللہ تعالیٰ نے ان کا جذبہ امتثال اور اخلاص نیت آزمالیا) اور ان کی مشقت وریاضت کا مشاہدہ فرمایا تو اس امر کو منسوخ فرما دیا۔ اور سورۂ مزمل میں ارشاد فرمایا۔ اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ اللَّیْلِ الآیۃ۔

عطاء بن یسار اور مقاتل بن سلیمان رحمہم اللہ تعالےٰ سے منقول ہے کہ قول باری تعالیٰ ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ من ثلثی اللیل مدینہ منورہ میں نازل ہوئی مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ فریضۂ قیام لیل اور شب بیداری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سے اس آیت کریمہ میں منسوخ فرمائی گئی۔

ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک۔ اور رات کے کچھ حصہ میں نماز تہجد ادا کرو جو تمہارے لیے نفل ہے۔

اور اُمت پر سے اس کا نسخ پانچ نمازوں کی فرضیت سے ہوا۔
ایک قول یہ ہے کہ صرف اُمت سے یہ فریضہ منسوخ ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی فرضیت باقی تھی
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیام میں فرض بھی صرف نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء پر تھا اُمت پر فرض ہی نہیں تھا۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سورۂ مزمل کی ابتدائی آیات کے نزول اور آخری آیت کے نزول میں ایک سال کا وقفہ تھا۔

ساتواں باب

ابتداءِ نبوت میں فخرِ کون ومکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت خدیجہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو نماز باجماعت پڑھانا

ابن عفیف کندی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں تجارت پیشہ آدمی تھا میں حج کے لیے آیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تاکہ ان سے بعض اشیاء خریدوں جب میں میدان منیٰ میں اُن کے پاس تھا کہ ناگاہ ایک عظیم شخصیت قریب ہی نصب شدہ خیمہ سے باہر نکلی۔ سورج کی طرف (وقت نماز کا اندازہ لگانے کے لیے) دیکھا اور نماز شروع کر لی۔ پھر اس خیمہ سے ایک عورت نکلی۔ اس نے اُن کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر لیا۔ پھر ایک نوخیز جوان بھی اسی خیمہ سے نکلا جو بلوغت کے قریب پہنچا ہوا تھا وہ بھی اُن کے ساتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے میں مصروف ہو گیا میں نے حضرت عباس سے کہا یہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا یہ میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ میں نے کہا یہ عورت کون ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ ان کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ میں نے جوان کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔ میں نے سلسلہ سوالات جاری رکھتے ہوئے پوچھا یہ کر کیا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں اور ابھی تک اس دعویٰ میں ان کی تصدیق و تائید صرف ان کی زوجہ اور چچازاد بھائی نے کی ہے اگرچہ ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ قیصر وکسریٰ (کا ملک اُن کے اور ان متبعین کے ہاتھوں فتح ہو گا) اور اُن کے خزائن اُن کے (اور اُنکی امت کے) ہاتھ آجائیں گے۔ عفیف جو کہ اشعث بن قیس کے چچازاد بھائی تھے۔ اسوقت تو اسلام کے حلقہ میں داخل نہ

ہوئے مگر بعد ازاں اس سعادت سے بہرہ ور ہو گئے مگر ان کو ہمیشہ یہ حسرت رہی کہ اے کاش میں اسوقت اسلام لاتا اور علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے درجہ پر فائز ہوتا اور ثانی اسلام بن جاتا۔

آٹھواں باب

خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء پر وحی نازل ہونیکی کیفیت کا بیان

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حارث ابن ہشام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ کبھی تو ایسی آواز محسوس ہوتی ہے جیسے گھنٹی کی آواز ہوتی ہے اور یہ حالت وحی مجھ پر گراں بار ہوتی ہے اور جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میں وحی کو محفوظ کر چکا ہوتا ہوں۔ اور کبھی فرشتہ بشری حالت میں متشکل و متمثل ہو کر میرے سامنے آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے، میں سنتا جاتا ہوں اور ضبط کرتا جاتا ہوں۔ ؏

؏ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی ان دو صورتوں میں کیوں ہوتا تھا اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے محدثین و مفسرین حضرات نے فرمایا۔ ان سنۃ اللہ جرت بانہ لابد من مناسبۃ بین القائل والسامع فتلک المناسبۃ اما باتصاف السامع بوصف القائل بغلبۃ الروحانیۃ علیہ وہو النوع الاول۔ او باتصاف القائل بوصف السامع وہو النوع الثانی۔ عمدۃ القاری جلد اول ص۴۴۔

اللہ رب العزت نے قانون و قاعدہ یہ مقرر فرمایا ہے کہ قائل و سامع اور مفید و مستفید کے درمیان مناسبت کا تحقق ضروری ہے اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ سامع اور مستفید قائل اور مفید کے اوصاف سے متصف ہو جائے اور یہ وحی کا قسم اول ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ مفیض و قائل وصف سامع و مستفید کے ساتھ موصوف و متصف ہو جائے اور یہ وحی کی قسم ثانی ہے اور چونکہ صورۃ اولیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبیعت بشریہ سے الگ ہو کر ملکی حالت کی طرف منتقل ہونا پڑتا تھا اس لیے یہ صورت ذرا صعب اور دشوار تھی اور دوسری صورت میں آپ اپنی حالت پر برقرار رہتے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام حالت بشریہ کی طرف منتقل ہو جاتے لہٰذا یہ حالت سہل اور آسان ہوتی۔

یہی تقریر علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری جلد اول علامہ علی قاری علیہ الرحمہ نے اور امام سیوطی علیہ الرحمہ نے اتقان اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں درج فرمائی ہے۔

(ف) اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشریت سے ملکیت کی طرف منتقل ہو جاتے تھے جیسا کہ حضرت جبرئیل علیہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے آپ کو بارہا سخت سردی کے موسم میں دیکھا کہ آپ پر وحی نازل ہوتی، وہ حالت ختم ہوتی تو جبین اقدس سے پسینہ پھوٹ رہا ہوتا تھا۔

یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے بارہا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اپنا یہ اشتیاق ظاہر کیا کہ میں رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کو حالت نزول وحی میں دیکھوں (اور مزید اطمینان قلب اور عین الیقین کا مرتبہ حاصل کرلوں) جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مقام جعرانہ میں تشریف فرما تھے اور آپ کے لیے کپڑا پھیلا کر سایہ دار جگہ بنائی گئی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم ماہِ نبوت کے گرد ہالہ دار حلقہ باندھے بیٹھے تھے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اس وقت ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ ایک شخص عمرہ کا احرام باندھے جبکہ وہ جبہ بھی پہنے ہوئے ہو اور خوشبو والے مرکبات اس نے اپنے اوپر لیپ کر رکھے ہوں اور خود اس کا یہی حال تھا گویا اپنے متعلق ہی سوال کر رہا تھا مگر انداز و اسلوب میں ذرا تغیر و تبدل کر کے) تو کیا یہ جائز ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی

(بقیہ صـ) السلام کبھی ملکیت سے بشریت کی طرف کان یردنیھا من الطباع البشریہ الی الاوضاع الملکیۃ فیوحی الیہ کما یوحی الی الملائکۃ۔ تو اگر آپ بشر محض ہوتے تو یہ انقلاب متصور نہ ہوتا اور نہ ہی آپ منصب نبوت پر فائز ہو سکتے۔ جیسا کہ فاضل سیالکوٹی نے حاشیہ بیضاوی میں اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں انی جاعل فی الارض خلیفۃ کے تحت فرمایا کہ خلیفہ مقرر کرنے کا چونکہ مقصد یہ ہے کہ انسان براہِ راست اور بلاواسطہ اللہ رب العزت سے فیض لینے سے قاصر ہیں لہٰذا اس خلیفہ کا دونوں حیثیتوں کو اپنے اندر جمع کرنا ضروری ہے نورانیت جس کے ذریعے اللہ تعالےٰ سے فیض حاصل کر سکے اور ملائکہ سے ربط و تعلق پیدا کر سکے اور بشریت جس کی بدولت انسانوں کو فیض دے سکے۔

فلا بد من متوسط ذی جهتی التجرد والتعلق یستفید من جهة ویفید باخری

حاشیہ فاضل سیالکوٹی   اور روح المعانی جلد اوّل

اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء بھی ہیں اور نبی ملائکہ بھی لہٰذا ان کا نور جملہ انبیاء کرام اور ملائکہ کے نور سے اتم واکمل ہونا ضروری ہے اور اللہ رب العزت کے ساتھ اس کی مناسبت کاملہ اور قربت تامہ ضروری ہے ورنہ اُن کے توسط کی ضرورت کیا ہو سکتی ہے؟ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں۔ قد جاءکم من اللہ نور اور منیر بھی ہیں داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ اور اسی منصب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری یعنی میرا نور براہ راست نور باری تعالیٰ کے ساتھ مرتبط ہے اور باقی سب مخلوق میرے نور کے توسط و توسل ہے اور فرمایا اول ما خلق اللہ نوری، مرقاۃ جلد اوّل صـ۱۴۴۔

مدارج جلد اوّل صـ۲ جلد ثانی صـ۲

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتو آں   ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند   (محمد اشرف عفا اللہ عنہ)

دیر اس کی طرف دیکھا پھر خاموشی اختیار فرمائی۔ فوراً وحی نازل ہو گئی ادھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلی کی طرف اشارہ کیا کہ جلدی آجائیے۔

وہ حاضر ہو گئے اپنا سر اس پردہ کے اندر داخل کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بغرض سایہ تنا گیا تھا۔ دیکھا تو آپ کا چہرہ اقدس سُرخ تھا اور سانس میں شدت تھی۔ تھوڑی دیر اسی حالت میں گذری کہ وہ حالت جذب و مدہوشی دور ہو گئی تو آپ نے دریافت فرمایا: جس شخص نے ابھی مجھ سے عمرہ (کی کیفیت احرام) کے متعلق سوال کیا تھا، وہ کدھر ہے؟ اس شخص کو تلاش کر کے بارگاہ نبوی میں لایا گیا۔ آپ نے فرمایا جو خوشبو لگی ہے اس کو دھو ڈال اور جُبہ اتار دے پھر عمرہ میں اسی طرح (طواف بیت اللہ اور سعی بین الصفا والمروہ) کر، جس طرح کہ حج میں کیجاتی ہے۔

یہ اور اس سے پہلی دو نو روایتیں بخاری شریف اور مسلم شریف سے مروی و منقول ہیں۔

خارج بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ پر وحی نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکینہ (اللہ کی رحمت اور وحی رحمانی) نے ڈھانپ لیا۔ اسی دوران آپ کی ران مبارک میری ران پر آگئی بخدا میں نے کوئی چیز بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ران مبارک سے بھاری محسوس نہ کی۔ جب وہ حالت سکر و استغراق دور ہوئی تو آپ نے فرمایا اے زید (مجھ پر جو وحی آئی ہے) اسے لکھو (پھر آپ نے وہ آیات مبارکہ لکھوائیں)

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی سورۂ کریمہ نازل ہوتی جس میں سخت احکام یا جلال خداوند تبارک وتعالےٰ کا بیان ہوتا تو آپ کی طبیعت مبارکہ پر بھی شدت کرب اور اضطراب کے آثار نظر آتے اور اگر ایسی آیات یا سورۂ مبارکہ نازل ہوتی جس میں احکام سہل اور نرم ہوتے یا رحمت خداوند تبارک وتعالےٰ اور اُس کی نشان جمال کا بیان ہوتا تو پھر آپ کے جسد اطہر پر بھی بے چینی و بیقراری کم ہی نظر آتی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر وحی نازل ہوتی تو مزاج اقدس پر بوجھ اور گرانی محسوس ہوتی اور جبین اقدس سے موتیوں کے مانند پسینہ کے قطرات گرنے لگتے اگرچہ موسم سرد ہی کیوں نہ ہوتا۔

حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسالتمآب علیہ افضل الصلوات پر نزول وحی کے وقت ہم آپ کے منہ مبارک کے قریب شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کے مانند آواز محسوس کرتے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کو نزول وحی سے پہلے بھی احساس ہوتا ہے یا فقط نزول پر ہی پتہ چلتا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے پہلے ہی

محسوس ہوجاتا ہے کہ وحی نازل ہونے والی ہے کیونکہ گھنٹیوں کی آواز کے مانند آوازے آنے لگتے ہیں میں خاموش ہوجاتا ہوں اور اخذ وقبول کے لیے پوری طرح ادھر متوجہ ہوجاتا ہوں اور جس دفعہ بھی وحی ہوتی ہے میں (اسکی شدت کی وجہ سے یہی) گمان کرتا ہوں کہ میری جان قبض کر لی جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء مکہ مکرمہ میں اپنے گھر کے صحن میں جلوہ فرما تھے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا آپ پر گذر ہوا۔ انہوں نے آپ کو دیکھا تو مسکرائے اور گذرنے لگے۔ آپ نے فرمایا کیا میرے پاس بیٹھتے نہیں ہو۔ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور بارگاہ اقدس میں بیٹھتا ہوں۔ پھر وہ آکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بیٹھ گئے۔ باہم گفتگو جاری ہی تھی کہ اچانک آپ نے نگاہ اقدس آسمان کی طرف اٹھائی۔ تھوڑی دیر آپ اوپر دیکھتے رہے پھر آپ نے نگاہ اقدس ذرا اپنے دائیں پہلو کی طرف زمین پر لگائے رکھی اور آپ اپنے ہم نشین حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے منحرف ہو کر ادھر ہی متوجہ ہو گئے جدھر نگاہ اقدس لگا رکھی تھی اور آپ نے سر اقدس ہلانا شروع فرمایا گویا کہ آپ سے کچھ کہا جا رہا ہے اور آپ اس کو سمجھ رہے ہیں۔ جب مقصد پورا ہو گیا اور جو کچھ کہا جا رہا تھا وہ آپ نے پوری طرح ضبط کر لیا اور سمجھ لیا تو پھر پہلے کی طرح آپ کی نگاہ اقدس آسمان کی طرف بلند ہوئی حتیٰ کہ آپ جیسے دیکھ رہے تھے وہ آسمان میں پوشیدہ ہو گیا یہ سارا منظر حضرت عثمان دیکھتے رہے (اور مجسمہ حیرت بنے رہے) حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی کیفیت پر بیٹھے اور حضرت عثمان کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا اے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی خدمت میں آکر اور بیٹھ کر کیا کروں گا جب تک میں آپ کو ایسے ہی کرتے دیکھتا رہوں گا جیسے کہ آج دیکھا ہے؟ آپ نے پوچھا تم نے کیا کرتے دیکھا ہے؟ انہوں نے عرض کیا میں نے دیکھا کہ آپ کی نگاہ اقدس آسمان کی طرف بلند ہوئی۔ پھر آپ نے اسے اپنی دائیں جانب لگا دیا۔ پھر خود بھی ادھر پھر گئے اور مجھے نظر انداز کر دیا اور سر اقدس اس طرح ہلانا شروع کیا گویا کہ آپ کو کچھ بتایا جا رہا تھا اور آپ اُسے سمجھ رہے تھے۔ آپ نے پُوچھا تو میری کیفیت دیکھ کر اس حقیقت کا ادراک کر رہا تھا؟ عرض کیا ہاں! تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس اللہ تعالےٰ کے پیامبر ابھی آئے تھے انہوں نے دریافت کیا اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے؟ آپ نے فرمایا ہاں! عرض کیا تو انہوں نے آپ سے کیا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا وہ یہ آیات لے آئے تھے۔

انّ اللہ یأمر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون۔

بے شک اللہ تعالےٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے اور ذوی القربیٰ کے حقوق ادا کرنے کا، فحش اور برائی سے منع کرتا ہے اور بغاوت و سرکشی سے یہ پند و نصیحت تمہیں اس لیے فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت پر عمل پیرا ہو جاؤ

(اور اپنی دنیا و آخرت سنوار لو)۔

حضرت عثمان فرماتے ہیں یہ تھا وہ وقت جس میں ایمان میرے دل کے اندر جاگزین اور راسخ ہوگیا اور مجھے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی محبت و عقیدت پیدا ہوگئی۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ سیدِ خلق علی الاطلاق علیہ السلام والصلوٰۃ کی اونٹنی عضباء کی مہار تھامے ہوئے تھیں (آپ اس پر سوار تھے اور) اسی دوران سورۂ مائدہ نازل ہوئی۔ وحی کے ثقل اور بوجھ کی وجہ سے اونٹنی کی حالت اس طرح ہوگئی کہ گویا اس کے اگلے پاؤں ٹوٹنے کو ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب سید مرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر وحی نازل ہوتی تو مزاج اقدس پر کرب و اضطراب نظر آتا اور رنگت مبارک زردی مائل ہوجاتی۔

حضرت ابو اروٰی دوسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اس وقت آپ کو دیکھا جبکہ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور وحی نازل ہورہی تھی۔ اونٹنی ثقل وحی سے چنگھاڑ رہی تھی اور پاؤں کو موڑ رہی تھی اور پھیرتی تھی گویا کہ وہ ٹوٹنے کو ہیں اور وہ بچاؤ کر رہی ہے۔ بعض اوقات تو بیٹھ رہتی اور بعض اوقات کھڑی رہتی مگر پاؤں ایک ہی جگہ گڑے رہتے اور اٹھانے کی سکت اور ہمت نہیں ہوتی تھی حتیٰ کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حالت جذب و استغراق دور ہوتی اور آپ کی جبین اقدس سے موتیوں کی مانند پسینہ کے قطرات مسلسل ٹپک رہے ہوتے تھے۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جب رحمت عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ پر ایک ساعت کے لیے مدہوش لوگوں کی طرح نیند اور کیف و مستی کی حالت طاری ہوجاتی اور آپ سو جاتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر وحی نازل ہوتی تو سر اقدس کو درد ہونے لگتا۔ اور آپ (اس کے ازالہ کے لیے) سر اقدس پر مہندی لگاتے (لیکن ابن کثیر فرماتے ہیں یہ روایت بہت ہی ضعیف ہے)

ابن عقیل نے کفار و مشرکین کے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتہام جنون اور الزام دیوانگی عائد کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر حالت وحی میں طاری ہونے والی شدت و محنت کو اور مدہوشی و خود فراموشی کو بارہا دیکھا تو یہ گمان کیا اور اتہام باندھا۔

لیکن اس صورت و حالت کے پس پردہ جو حقیقت کارفرما تھی اس سے غفلت برتی اور حبیب پاک کی مدہوشی اور بے خودی کو (جس میں خلق سے منقطع ہوکر خالق کی طرف توجہ ہوجاتی اور بظاہر فرش نشین ہستی درحقیقت عرش نشین بلکہ لامکانی بن چکی ہوتی اور پھر خلق خدا کے لیے اسباب ہدایت اور زینہائے عروج و پرواز ملکوتی لے کر واپس ہوتے اور انہیں بھی وصول الی اللہ اور فنا فی اللہ و بقاء باللہ کا درس دیتے اور معراج روحانی کے منصب پر فائز فرماتے)

دیوانوں اور مجنونوں کے سکر و مستی پر قیاس کیا اور دونوں کے درمیان فرق کو نہ سمجھتے ہوئے مماثلت کا دعویٰ کر دیا حالانکہ آپ پر یہ حالت طاری ہوتی تو بعد ازاں نئے حقائق سامنے آتے اور ہدایت کی نئی راہیں خلق خدا پر منکشف ہوتیں۔ اس حالت کے ساتھ مجانین اور دیوانگان کی حالت کو کیا نسبت ہو سکتی تھی۔

لیکن اس فرق کو حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اچھی طرح محسوس فرمایا اور اس صورت کے اندر جو حقیقت مستور و محجوب تھی اس کو اچھی طرح بھانپ لیا (اسی لیے سرور انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے از راہ اطمینان قلب اور کامل تسلی و تشفی حاصل کرنے کے لیے۔ نیز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فہم و فراست اور عقل و کیاست کو معلوم کرنے کے لیے فرمایا کہ میرے ساتھ غار حرا میں یہ واقعہ پیش آیا ہے اور مجھے اپنے متعلق اندیشہ اور خوف و خطرہ لاحق ہو گیا ہے) تو انہوں نے عرض کیا بخدا اللہ رب العزت (آپ پر جنون وغیرہ کی حالت طاری کر کے) ہرگز آپ کو شرمندہ نہیں کرے گا اور نہ نگاہ خلق میں حقیر و بے قدر کریگا کیونکہ آپ ہر بات میں سچائی و صداقت دامن تھامے رہتے ہیں اور لوگوں کی مصائب و مشکلات میں امداد و نصرت فرماتے ہیں (ایسے بلند کردار اور عظیم اخلاق والی شخصیت کو اللہ تعالےٰ ایسی رذیل اور حقیر حالت میں قطعاً مبتلا نہیں فرمائیگا)

علامہ ابن عقیل نے فرمایا اگر کوئی یہ دریافت کرے کہ سید اولاد آدم صلی اللہ علیہ وسلم پر مدہوشی اور سکر کی حالت طاری ہوتی اور استغراق و انہماک نیز شدت و کرب حتیٰ کہ پسینے چھوٹ جاتے تو آیا اس حالت میں آپ کا وضو برقرار رہتا یا جس طرح عام لوگوں پر حالت بیہوشی طاری ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور شرعاً اس کا اعتبار نہیں رہتا کیا قائد الانبیاء المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وضوء کا حکم بھی یہی ہو گا؟

تو جواب یہ ہے کہ ہرگز ایسا نہیں۔ کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نیند کی حالت میں بھی وضوء باقی رہتا تھا۔ نیند اس کو نہیں توڑتی تھی حالانکہ حالت نیند میں اعضاء پہ کنٹرول نہیں رہتا اور مفاصل میں استرخاء پیدا ہو جاتا ہے تو سرورِ کونین علیہ السلام کی . . . . اس حالت میں وضوء کیوں کر ٹوٹ سکتا ہے جس میں آپ کو ہمکلامی اور سرگوشی کے ساتھ نوازا گیا ہو اور آپ کے دل اقدس پر رشد و ہدایت کا القاء کیا جا رہا ہو بلکہ اس حالت میں تو بطریق اولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اقدس حدث وغیرہ سے محفوظ و معصوم ہو گی۔

نواں باب

سیّد الکونین رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دورانِ نبوت کون کون سے فرشتوں کو شرف قرب حاصل رہا

حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید نسل آدم و آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کے بعد اعلان نبوت کا حکم ہوا۔ تین سال تک حضرت اسرافیل علیہ السّلام آپ کے ساتھ رہے۔ وہ آپ کو مختلف امور بتلاتے اور آپ کے ساتھ کلام بھی فرماتے مگر قرآن مجید اُن کی زبانی نازل نہیں ہوا۔

جب تین سال کا عرصہ گذر گیا تو جبرئیل علیہ السّلام آپ کے مصاحب و رفیق بنے اور انہی کی زبانی قرآنِ کریم اور کلام مجید آپ پر نازل ہوا۔

حضرت عامر سے ہی منقول ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے چالیس سال پورے ہوئے تو احکام نبوت آپ پر نازل ہوئے۔ تین سال تک حضرت اسرافیل علیہ السّلام کو شرف قرب و مرافقت حاصل رہا۔ پھر ان کو الگ کر کے جبرئیل علیہ السّلام کو آپ کا قرین اور ساتھی بنایا گیا جنہوں نے مکہ مکرمہ میں دس سال اور مدینہ میں دس سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔

ابن سعد فرماتے ہیں۔ میں نے یہ حدیث محمد بن عمر (واقدی) کو بیان کی تو انہوں نے کہا ہمارے شہر کے اہل علم اس امر کو نہیں جانتے کہ حضرت اسرافیل علیہ السّلام بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ بلکہ وہاں کے سب علماء بالعموم اور اہل سیرت بالخصوص صرف اسی امر کے قائل ہیں کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ آغاز نبوت سے وصال شریف تک صرف جبرئیل علیہ السّلام مصاحب و مفارن رہے ہیں۔

دسواں باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے معجزہ اور خرقِ عادت طلب کرنا جو دعویٰ نبوت میں موجب تائید وتقویت اور باعث اطمینان قلب ہو

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجون پر تشریف فرما تھے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں التجا کی کہ مجھے ایسی آیت کرامت اور دلیل صداقت دلائی جائے جس کے بعد قریش کی تکذیب اور جحود وانکار کا مجھے احساس نہ رہے (اور میرا دل اپنے دعویٰ پر پوری طرح مطمئن ہو جائے) تو آپ کو حکم ہوا کہ اس درخت کو اپنی طرف بلاؤ۔ آپ نے اس کو بلایا تو اس نے اپنی جڑیں زمین سے (آگے پیچھے اور دائیں بائیں جھک کر) کاٹ لیں اور پھر زمین کو چیرتا ہوا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گیا۔ پھر عرض کیا آپ کیا چاہتے ہیں جو بھی ارادہ ہو حکم فرماویں۔ آپ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا تو وہ اشارہ پا کر الٹے پاؤں چلتا ہوا اپنی جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ بخدا اب مجھے قریش کی تکذیب وغیرہ کی کوئی پروا نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل امین علیہ السلام ایک دن بارگاہ رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں حاضر ہوئے تو خون میں لت پت غمگین بیٹھے تھے۔ حامل وحی علیہ السلام نے سبب دریافت کیا تو فرمایا مجھے ان اہل مکہ نے زدوکوب کیا ہے اور خون آلود کر دیا ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا کیا آپ اس امر کو پسند کرتے ہیں کہ میں آپ کو آیۃ اور معجزہ دکھلاؤں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے وادی کی دوسری جانب ایک درخت کھڑا ہوا دیکھا تو عرض کیا اس کو اپنی طرف بلائیں جب محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کو بلایا تو وہ چلتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور سامنے آکر کھڑا ہو گیا جبرئیل امین نے عرض کیا اس کو حکم دیں کہ واپس چلا جائے۔ جب آپ نے واپسی کا حکم دیا تو وہ واپس جا کر اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے اسی قدر (ظہور اعجاز) کافی ہے۔

گیارہواں باب

بعثت مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کے وقت شیاطین پر شہب ناریہ کا پھینکا جانا اور اصنام و اوثان کا سرنگوں ہونا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی معیت میں سوق عکاظ کی طرف تشریف لے گئے اور چونکہ اعلان نبوت کے بعد شیاطین کو آسمانی خبریں (چوری چھپے) حاصل کرنے سے روک دیا گیا تھا اور ان پر آگ کے شعلے برسائے جاتے تھے۔ وہ اپنی قوم کی طرف (خائب وخاسر اور نامراد و ناکام) لوٹے تو انہوں نے پوچھا کیا ہوا (کوئی خبر نہیں لائے اور حالت بھی دگرگوں نظر آتی ہے) انہوں نے کہا اب تو ہمارے درمیان اور آسمانی اخبار و اطلاعات کے درمیان بڑے موانع درپیش ہو گئے ہیں اور ہمیں اوپر جانے پر آگ کے شعلوں سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔

انہوں نے کہا پھر ضرور کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے جس کی وجہ سے یہ رکاوٹ پیدا کر دی گئی ہے۔ للٰہذا زمین کے تمام اطراف واکناف میں گھوم پھر کر جائزہ لو کہ کونسا نیا امر رونما ہوا ہے۔ تمام شیطان شرق وغرب میں دوڑے۔ اور جائزہ لینے لگے کہ کونسا امر حائل ہو گیا ہے۔ جو جن اور شیاطین تہامہ (ارض حجاز) کی طرف متوجہ ہوئے تھے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپہنچے جبکہ آپ مقام نخلہ پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز فجر پڑھا رہے تھے۔ اور وہاں سے سوق عکاظ کی طرف جانے کا ارادہ تھا۔ جب قرآن مجید کی تلاوت کی آواز ان کے کانوں تک پہنچی تو وہ اس کو سننے کے لیے ہمہ تن گوش بن گئے۔ جب اس کی فصاحت وبلاغت اور تاثیر و اثر انگیزی کا ملاحظہ کیا اور اس میں جلال خداوندی اور اس کی شان رحیمی و رحمانی کا مشاہدہ کیا تو پکار اٹھے یہی وہ امر ہے جو ہمارے اور آسمانی خبریں حاصل کرنے کے درمیان حائل و حاجب بن گیا ہے۔

اسی مقام سے واپس ہوئے اور اپنی قوم سے جا کر کہا۔

یا قومنا انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی الی الرشد فآمنّا بہ ولن نشرک بربّنا احداً۔

اے ہماری قوم ہم نے ایک عجیب کتاب (کی تلاوت) سنی ہے جو صحیح راہ بتاتی ہے للٰہذا ہم تو اس کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں اور ہرگز اپنے رب تبارک وتعالٰے کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

اور ادھر اللہ تعالٰے نے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

قل اوحی الیٰ انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآن عجباً الایۃ

آپ فرما دیجئے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں میں سے ایک جماعت نے قرآن کریم کو کان لگا کر سنا اور پھر اپنی قوم سے جا کر کہا ہم نے عجب قرات و تلاوت سُنی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مبعوث ہوئے تو شیاطین اور جنوں کو (آسمانوں کی طرف جانے سے) روک دیا گیا اور ان پر شہاب ثاقب پھینکے گئے۔ حالانکہ قبل ازیں وہ آسمانوں پر جا کر بیٹھتے تھے اور جنوں کی ہر جماعت نے وہاں اپنے لیے جگہ متعین کر رکھی تھی جس میں بیٹھ کر ملائکہ کی باہمی گفتگو کو سنتے تھے۔

سب سے پہلے اہل طائف گھبرائے اور جن کے اونٹ تھے یا بھیڑ بکریاں انہوں نے روزانہ اپنے معبودات باطلہ کے لیے قربانیاں دینی شروع کر لیں حتیٰ کہ مال و منال ختم ہوتے نظر آئے تو رک گئے اور ایک دوسرے سے کہا کیا دیکھتے نہیں کہ آسمانی علامات و نشانات تو اسی طرح ہیں ان میں سے تو کوئی شے غائب نہیں ہوئی؟ (لہٰذا آسمان ٹوٹ پڑنے اور عالم دنیا کے تباہ ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں)۔

ابلیس نے کہا زمین میں کوئی حادثہ اور نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ میرے پاس زمین کے ہر حصہ سے مٹی لے آؤ چنانچہ اس کے چیلے ہر جگہ سے مٹی لے کر اس کے پاس پہنچے وہ ہر جگہ کی مٹی کو سونگھتا اور پھینک دیتا۔ جب تہامہ کی مٹی اس کو دی گئی تو سونگھ کر کہا اسی جگہ کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے۔

یعقوب ابن اخنس سے مروی ہے کہ عربوں میں سے سب سے پہلے اہل ثقیف نے ستاروں کو ٹوٹتے دیکھا تو گھبرائے اور عمرو بن امیہ کے پاس آکر کہا دیکھتے نہیں ہو یہ کیا رونما ہوا ہے؟ اس نے کہا ہاں دیکھ تو میں بھی رہا ہوں تم اچھی طرح دیکھو اگر ٹوٹنے والے ستارے وہ ہیں جن سے منازل کی طرف رہنمائی حاصل کی جاتی ہے یا موسم سرما اور گرما میں بارش برسنے کا پتہ چلتا ہے تو پھر دنیا کی بساط لپیٹی جا رہی ہے اور اہل دنیا کی ہلاکت و فنا کا وقت آپہنچا ہے اور اگر اس کے علاوہ دوسرے ستارے ہیں تو پھر یہ عظیم انعام و احسان کی علامت ہیں جس کا اللہ تعالےٰ نے اس مخلوق کے لیے ارادہ فرمایا ہے اور عرب میں پیغمبر آخر الزمان مبعوث ہونے والے ہیں کیونکہ پہلے سے ان کی علامات بعثت و ولادت میں اس امر کا تذکرہ بھی چلا آرہا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا، کوئی ستارہ ٹوٹتا نظر نہ آیا اور نہ شہاب گرتا نظر آیا۔ حتیٰ کہ جب رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اعلان نبوت فرمایا تو پھر ان ستاروں کا ٹوٹنا اور شہب ناریہ کا گرنا شروع ہوا۔ قریش نے یہ صورت حال پہلی دفعہ دیکھی تھی (سخت گھبرائے اور خوفزدہ ہو گئے) اور اپنے چوپایوں کو بتوں کے نام پر آزاد چھوڑنا شروع کیا اور غلاموں

کو آزاد کرنے لگے گمان یہ کرتے تھے کہ اب فنا و ہلاکت کا وقت ہے۔

جب ان کا یہ عمل و کردار اہل طائف کے کانوں تک پہنچا تو ثقیف نے بھی یہی اعمال شروع کر دیے جب عبد یالیل ابن عمر کو معلوم ہوا (کہ ثقیف یہ کر رہے ہیں) تو اس نے کہا میں جو کچھ عمل کرتے ہوئے تمہیں دیکھ رہا ہوں یہ کیوں کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا ستارے ٹوٹ رہے ہیں آسمان سے آگ کے شعلے برس رہے ہیں۔ ہم نے خیال کیا کہ آسمان ٹوٹنے والا ہے۔ اس نے کہا مال ضائع کر دینے کے بعد اس کا جمع کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے لہٰذا عجلت اور جلد بازی سے کام نہ لو اور انتظار کرو۔ اگر یہ ستارے وہ ہیں جو مشہور و معروف ہیں تو پھر لوگوں کی ہلاکت کا وقت ہے اور اگر دوسرے ستارے ہیں (جن کو لوگوں کی راہنمائی اور بارش کے اوقات پر دلالت وغیرہ میں کوئی داخل نہیں ہے) تو پھر نیا واقعہ اور حادثہ رونما ہونے والا ہے۔ لوگوں نے دیکھا تو یہ ستارے وہ نہ تھے۔ اسنے جا کر بتلایا تو اس نے کہا کہ ابھی فناءِ دنیا میں مہلت ہے اور یہ نبی آخر الزمان کے ظہور کی علامت ہے۔

چند دن گذرے تھے کہ ابوسفیان ابن حرب طائف میں اپنے اموال تجارت کی دیکھ بھال یا لین دین کے لیے گئے اور عبد یالیل کے پاس بھی گئے۔ جب ستاروں کے ٹوٹنے اور شہب ناریہ کے گرنے کا تذکرہ ہوا تو ابوسفیان بولے محمد بن عبداللہ نے دعویٰ نبوت کیا ہے۔ عبد یالیل نے کہا اب معلوم ہوا کہ اسی وجہ سے (آسمانی خبروں کی حفاظت اور شیاطین کے دفاع کے لیے) شہب ناریہ کو پھینکا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بعثت نبی الانبیاء علیہ السلام کے درمیانی عرصۂ فترت میں آسمان پر کوئی پہرہ نہیں تھا اور شیاطین و جن مختلف مقامات پر بیٹھ کر ملائکہ کی باتوں کو سن لیا کرتے تھے۔ جب اللہ تبارک وتعالےٰ نے خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کو مبعوث فرمایا تو آسمان پر حفاظتی انتظامات سخت کر دیے گئے اور شیاطین کا آگ کے شعلوں کے ساتھ رجم ہونے لگا۔ ان کے لیے یہ صورت حال بہت ہی غیر مانوس اور خلاف توقع تھی لہٰذا کہنے لگے۔

لَا نَدرِی اَشَرٌّ اُرِیدَ بِمَن فِی الاَرضِ اَم اَرَادَ بِھِم رَبُّھُم رَشَداً

ہمیں سمجھ نہیں آرہی کہ اہل زمین کے ساتھ بہت بڑا حادثہ فاجعہ اور اندوہناک معاملہ پیش آنے والا ہے یا ان کے رب کریم نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔

سب جن و شیاطین مل کر ابلیس کے پاس حاضر ہو گئے (اور صورت حال پر تبصرہ ہونے لگا) تو ابلیس نے کہا زمین میں کوئی بہت بڑا واقعہ رونما ہوا ہے لہٰذا تم ساری زمین میں پھیل جاؤ اور مجھے بتلاؤ کہ آسمان میں جو کچھ تغیر و تبدل ہوا ہے اس کا سبب و موجب کیا ہے؟ پہلی جماعت جو اس تحقیق و تفتیش کے لیے بھیجی گئی وہ اہل نصیبین میں سے تھی جو کہ اشراف جنوں پر مشتمل تھی۔ ان کو تہامہ (حجاز مقدس) کی طرف بھیجا گیا۔ وہ چلتے چلتے وادی نخلہ میں پہنچے

تو وہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز فجر ادا کرتے ہوئے پایا۔ جب آپ سے قرآن مجید کی تلاوت و قرات سُنی تو ایک دوسرے کو خاموشی کا حکم دینے لگے (اور پھر سُن کر اتنے متاثر ہوئے کہ نہ صرف خود مسلمان ہوئے بلکہ اپنی قوم کو بھی اسلام اور غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین کی)

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالےٰ سے منقول ہے کہ ابلیس لعین حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے دنیا پر تشریف لانے کے بعد سے عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک سب آسمانوں پر چڑھ جاتا تھا اور جیسے چاہتا ان میں گھومتا پھرتا، اس پر کوئی پابندی یا رکاوٹ نہیں تھی۔ جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لیے گئے تو چار آسمانوں پر اس کا صعود وعروج ممنوع قرار دیا گیا اور اس کے لیے رکاوٹ پیدا کر دی گئی مگر ابھی تک نچلے تینوں تک اسے رسائی حاصل تھی۔

جب امام رسل ہادیٔ سبل صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو مکمل پابندی عائد کر دی گئی اور اس کے بعد جب بھی ابلیس یا دیگر شیاطین چوری چھپے اُوپر جانے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو شہاب ثاقب نشانہ بناتے ہیں اور وہ مشکل جان بچا کر نیچے بھاگ آتے ہیں (اور بعض جل کر راکھ بھی ہو جاتے ہیں)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب رسول کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ مبعوث ہوئے اور وہ سراج منیر اور آفتاب ہدایت جس صبح افق بطن آمنہ سے طلوع ہو کر آسمان انسانیت پر جلوہ ریز اور ضو فشاں ہوا اس صبح معبودات باطلہ پر قیامت قائم ہو گئی اور ہر بُت اپنے بتکدہ میں منہ کے بل گر چکا تھا تمام شیاطین ابلیس کے پاس جمع ہو گئے اور کہا زمین پر جتنے اوثان واصنام ہیں وہ آج صبح اوندھے گرے ہوئے تھے اس نے کہا (اگر صورت حال یہ ہے) تو پھر کوئی سرچشمۂ ہدایت مخلوق کے لیے ہدایت کے آب حیات کے ساتھ پھوٹ پڑا ہے جو باطل کی ان چٹانوں کو بیخ و بن سے اکھیڑ کر پھینک دے گا اور خس و خاشاک کی طرح بہالے جائے گا تم ان کی تلاش کے لیے نکلو اور سرسبز و شاداب علاقوں (فلسطین و شام وغیرہ) میں ان کی جستجو کرو۔ وہ پھر پھرا کر آ گئے اور کہا ہم نے بہتیرا تلاش کیا ہے مگر اُن کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ اس نے کہا، اب میں خود تلاش کرتا ہوں۔ جب وہ تلاش کے لیے نکلا تو اس کو ندا دی گئی۔ عليك بجنة القلب مكة۔ جو تمام زمین کے قلب اور دل کا درمیانی نقطہ ہے یعنی مکہ مکرمہ وہاں جا تو تجھے مقصود کی اطلاع مل جائے گی۔

ابلیس نے اس اشارے کے مطابق جب تلاش شروع کی تو آپ کو قرن ثعالب میں موجود پایا۔ واپس شیاطین کے پاس پہنچا اور کہا میں نے اُن کو پا لیا ہے مگر اُن کے ساتھ جبرئیل تھے (لہٰذا ہم ان کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے) اب کیا کریں کیا مشورہ دیتے ہو؟ انہوں نے کہا (کوئی بات نہیں) ہم اُن کے متبعین کی نگاہوں میں خواہشات کو بڑے حسین انداز اور مزین پیرائے میں پیش کریں گے اور نفسانی تقاضوں کو ان کا محبوب ترین اور مرغوب ترین مطلوب و

مقصود بنا دیں گے۔ ابلیس بولا (تمہارے جیسی لائق ترین اور کارکن اولاد کے ہوتے ہوئے، مجھے کوئی غم نہیں ہوسکتا (شاباش خوب سوچا تم نے)

بارھواں باب

بعثتِ مصطفوی کے وقت کسریٰ پرویز کی مشکلات و حوادث

دریائے دجلہ قدیم زمانوں میں ارض خوجی کے اندر محفوظ و مضبوط راستوں سے گذرتا ہوا بحر فارس میں جا گرتا تھا۔ پھر وہ گذرگاہ خشک ہوگئی اور دریائے واسط کی طرف گذرگاہ بنالی تو فارس کے بادشاہوں نے یکے بعد دیگرے اس کو بند کرنے کی پیہم کوشش کی اور اس کو پرانی گذرگاہ کی طرف لوٹانے پر بے شمار مال و دولت صرف کی مگر کوئی بند قائم نہ رہ سکا۔

جب قباذ ابن فیروز والی بنا تو کسکر کے نیچے دریائے دجلہ کے بند میں بہت بڑا انشگاف پڑ گیا اور اس نے بہت سی عمارتوں کو غرق کر دیا جب نوشیرواں نے عنان حکومت سنبھالی تو اس نے کئی بند باندھے اس سے بعض عمارات اور آبادیاں پانی کی دستبرد سے محفوظ ہوگئیں اور یہ صورتحال پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں کی تخت نشینی تک برقرار رہی، جب وہ والی تخت بنا تو اس نے دجلہ کی طرف اتنی توجہ دی جتنی کسی اور امر کی طرف مبذول نہیں کی تھی اور وہ بہت سخت طبع اور مضبوط ارادہ کا آدمی تھا اور اُسے اسباب و وسائل بھی اس قدر حاصل تھے جتنے دوسروں کو حاصل نہ تھے۔ لہٰذا اس نے بے شمار سیم و زر وغیرہ خرچ کر کے دجلہ کی اندھی لہروں اور موجوں کو کنٹرول کر لیا۔

اس نے اپنی نشستگاہ میں محراب بنوایا اور اس میں اپنے تاج کو لٹکایا۔ خود اس کے نیچے بیٹھ جاتا اور تاج سر پر لٹکتا رہتا بغیر اس کے کہ سر پر اس کا وزن اور بوجھ پڑے یا تاج کے بارگراں سے تنگ آکر علامت شاہی اور نشان امارت و حکومت کو خیرباد کہنا پڑے۔

وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اس کے پاس تین صد اشخاص، کہانت، سحر اور نجوم کے تجربہ کار ماہرین موجود رہتے تھے اور ان میں اہل عرب سے بھی ایک آدمی تھا جس کو سائب کہا جاتا تھا وہ عربوں کے طور، طریقہ کے مطابق پرندوں سے فال نکالتا اور بہت کم ہی کبھی غلطی کھاتا۔ اس کو باذان نے یمن سے کسریٰ کی طرف بھیجا تھا۔

غرض کسریٰ کو جب کوئی امر پریشانی میں ڈالتا تو وہ اپنے کاہنوں اور جادوگروں اور نجومیوں کو جمع کر کے کہتا کہ اس معاملہ میں اپنی رائے دو۔

جب سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء مبعوث ہوئے تو ایک صبح جوں ہی کسریٰ بیدار ہوا، کیا دیکھتا ہے کہ اس کے دار السلطنت اور نشستگاہ کے محراب میں شگاف پڑ چکا تھا۔ سخت غمناک ہوا اور کہنے لگا کہ میرا طاق مجلس ٹوٹ گیا اور دجلہ کی اندھی موجوں نے کناروں کو پھاڑ دیا اور راستہ تبدیل کر لیا یہ تو گویا محراب اور دجلہ کی گذرگاہ کی شکست و ریخت نہیں ہے بلکہ ملک کی بربادی معلوم ہوتی ہے۔ پھر اپنے کاہنوں نجومیوں اور ساحروں کو بلایا اور اُن کے ساتھ ہی سائب کو بھی طلب کیا۔ صورتحال ان کے سامنے رکھی اور رائے زنی کے متعلق حکم دیا۔ سب نے اپنے اپنے علم کے زور سے حقیقت امر تک پہنچنے کی کوشش کی مگر ان پر زمین تعبیر و بیان تنگ و تاریک ہوگئی اور ان کے علوم و فنون قاصر رہ گئے۔ نہ ساحر کی سحر کاری کام آئی نہ کاہن کی کہانت نے کوئی اثر دکھلایا اور نہ منجم کو اس کے علم نجوم نے راہِ مقصود کا نشان بتایا۔ سائب رات کی تاریکی میں ایک ٹیلے پر جا کر بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ زمین حجاز سے بجلی چمکی ہے اور تیزی کے ساتھ مشرق تک پھیل گئی ہے۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ اس کے پاؤں کے نیچے (جہاں پہلے خشک اور چٹیل میدان تھا) اب سبزہ لہلہا رہا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں کہا اگر یہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں حقیقت و واقعہ ہے (اور محض فریب نظر نہیں ہے) تو حجاز مقدس سے ایک شہنشاہ کا ظہور ہوگا جس کی سلطنت شرق و غرب تک پھیل جائے گی اور وہ زمین کو اس کی نسبت زیادہ آباد کریں گے جو اُن سے پہلے بادشاہوں نے آباد کیا۔

جب سب ماہرین جمع ہوئے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ بخدا ہمارے علوم اور ہمارے درمیان جو رکاوٹ اور حجاب حائل ہوا ہے اور ہم اپنے علوم سے استفادہ کرنے میں ناکام رہے ہیں تو یہ کسی آسمانی امر کی کرشمہ سازی ہے اور یہ صورتحال یا تو کسی نبی کے مبعوث ہو جانے کی وجہ سے رونما ہوتی ہے اور یا وہ عنقریب بھیجے جانے والے ہیں جو کہ اس ملک کو چھین لیں گے اور سلطنت کو توڑ کر رکھ دیں گے۔

لیکن اگر تم نے کسریٰ کو صاف صاف بتلا دیا کہ تیرا ملک تباہ ہونے والا ہے تو وہ تمہیں قتل کر دے گا لہٰذا تم متفقہ طور پر ایک فیصلہ کر لو جو کسریٰ کے سامنے بیان کر دیا جائے۔ چنانچہ سب نے کسریٰ کے پاس آ کر کہا کہ ہم نے اس معاملہ میں بڑی تحقیق و جستجو کی ہے۔ ہمیں تو یہی معلوم ہوا ہے کہ جن حساب والوں کے حساب پر جناب نے طاق مجلس کی بنیاد رکھی اور دجلہ پر بند باندھا (انہوں نے غلطی کھائی) اور وقت نحس میں بنیاد رکھوا دی۔ اب ہم حساب لگا کر ساعت سعد میں بنیادیں رکھوا دیتے ہیں لہٰذا ان میں زوال و تغیر پیدا نہیں ہوگا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے تم حساب کرو چنانچہ انہوں نے جس وقت میں بنیاد رکھنے کو کہا اس نے اسی وقت بنیاد رکھ دی۔ دجلہ میں بند باندھنے پر آٹھ ماہ تک کام ہوتا رہا اور بے اندازہ مال و دولت صرف ہوا۔ جب مراحل تکمیل طے ہو گئے تو اس

نے کہا کہ اب اس بند کے اوپر بیٹھیں۔ انہوں نے کہا ہاں چنانچہ کسریٰ نے بچھونے اور قالین بچھانے اور خوشبوئیں چھڑکنے کا، پھول بکھیرنے کا اور جملہ امراء اور حکام کو جمع کرنے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ مجلس لہو ولعب منعقد کرنے کے لیے کھیلنے والے افراد کو جمع کرنے کا بھی حکم دیا۔ پھر خود اس مجلس میں جا بیٹھا۔ ابھی مجلس گرم ہوئی ہی تھی کہ دجلہ نے بند کو اُن کے نیچے سے اکھیڑ دیا اور کسریٰ پانی میں غرق ہو کر جان بلب ہو گیا اس کو بمشکل باہر نکالا گیا۔ جب ذرا اسی کی طبیعت سنبھلی تو اس نے ان ماہرین میں سے سو کو قتل کرا دیا اور کہا تم نے میرے ساتھ مذاق اور ٹھٹھا کیا ہے، ان میں سے چند نے کہا ہمیں بھی غلطی لگ گئی ہے جیسے کہ پہلے حساب دانوں کو مغالطہ ہو گیا تھا لیکن اب ہم پھر حساب لگاتے ہیں تاکہ تم ساعت سعیدہ میں بنیاد رکھو۔ اس نے کہا اچھی طرح غور و فکر کر لو (ورنہ وہی سلوک کروں گا جو پہلوں کے ساتھ کیا ہے) انہوں نے کہا ہم اچھی طرح حساب لگائیں گے اور صحیح اندازہ کر لیں گے۔

چنانچہ انہوں نے حساب لگایا اور اس سے کہا اب بنیاد رکھ۔ اس نے بنیاد رکھی اور آٹھ ماہ تک اس پر کام ہوتا رہا اور بے اندازہ مصارف برداشت کیے۔ پھر ان سے کہا اب میں دجلہ کی طرف نکلوں اور بند پر بیٹھوں تو انہوں نے کہا ہاں ضرور نکلو۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا۔ وہ بند پر چل ہی رہا تھا کہ دجلہ نے بند کو بہا دیا اور کسریٰ دریا میں بند کی بنیاد والے حصہ میں گر گیا اور مرنے کے قریب تھا کہ کھینچ کر باہر نکالا گیا۔ (ہوش میں آیا اور حواس بحال ہوئے) تو سب نجومیوں اور کاہنوں وغیرہ کو بلایا اور کہا میں تم سب (اوّل سے لے کر آخر تک) کو تلوار کے وار سے ہلاک کر دوں گا۔ تمہارے کندھوں کو ایک ایک کر کے جسم سے الگ کروں گا اور ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے پھینک کر پامال کراؤں گا یا پھر صحیح صحیح بتلاؤ حقیقتِ امر کیا ہے؟ جس کو تم مجھ سے چھپا رہے ہو۔ (کیونکہ تمہارا اس طرح غلطی کھانا بہت بعید از قیاس ہے اس لیے یقیناً تم مجھے مغالطہ دینے کی کوشش کر رہے ہو اور تمہیں اس طرح کی رسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے)۔

سب نے متفقہ طور پر کسریٰ سے کہا ہم سچی بات بتلاتے ہیں۔ اے بادشاہ عالم تم نے دجلہ کے بند ٹوٹنے اور طاق مجلس میں دراڑ پڑنے کے بعد ہمیں اپنے اپنے علوم کے مطابق سبب معلوم کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے بہت غور و فکر کیا مگر ہم پر زمین تاریک ہو گئی اور آسمان کے اطراف و جوانب میں ہمارے لیے کوئی راستہ باقی نہ رکھا گیا لہٰذا ہم میں سے ہر صاحب علم و فن کو اس کے علم و فن نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور کسی کام نہ آیا۔ ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ آسمان سے کوئی نیا امر رونما ہوا ہے اور وہ نبی کی ذات ہی ہو سکتی ہے جو مبعوث ہو چکی ہے یا ہونے والی ہے۔ اسی لیے ہمارے درمیان اور ہمارے علوم کے درمیان حجابات حائل ہو گئے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ بھی خطرہ لاحق تھا کہ اگر تمہیں بتلائیں (کہ اس نبی کے ہاتھ پر تمہارا ملک فتح ہو کر ہمیشہ کے لیے تمہارے قبضہ سے نکل جائے گا) تو تم کہیں

ہمیں قتل نہ کر دو۔ لہٰذا ہم نے اپنی جانیں بچانے کے لیے تمہیں بہلانے اور مصروف و مشغول رکھنے کی کوشش کی

جب کسریٰ نے ان کی زبانی یہ حقیقت معلوم کر لی تو ان کو بھی اور دجلہ کو بھی اپنے حال پر چھوڑ دیا کیونکہ وہ بار ہا بند باندھنے کے باوجود قابو میں نہ آسکا تھا۔

ابن اسحاق نے فرمایا جو روایات ہمیں پہنچی ہیں اُن کے مطابق کسریٰ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی موصول ہونے سے قبل دجلہ پر بند باندھ لیا تھا اور اس پر بے حد و حساب اخراجات برداشت کیے تھے اور پھر وہی روایت درج کی جو ہم نے تفصیلاً بیان کی ہے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے ان لوگوں نے روایت بیان کی ہے جن سے کذب اور غلط بیانی کا تصور نہیں ہوسکتا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے دریافت کیا کہ اللہ رب العزت نے آپ کے حق میں کسریٰ پر کونسی حجت و دلیل قائم فرمائی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف فرشتہ کو بھیجا جس نے اس مکان کی دیوار سے ہاتھ اندر داخل کیا جس میں کہ وہ آرام کر رہا تھا اور وہ ہاتھ نور سے جگمگا رہا تھا۔ وہ اس منظر کو دیکھ کر گھبرایا تو فرشتہ نے کہا اے کسریٰ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول مبعوث فرمایا ہے اور اس پر کتاب نازل فرمائی ہے ان کا طوق غلامی گلے میں ڈال لے۔ تیرا تخت و بخت سلامت رہے گا اور آخرت و عاقبت بھی سنور جائے گی۔ اس نے کہا میں سوچونگا۔

ابن اسحاق نے ہی ذکر فرمایا ہے کہ کسریٰ اپنے ایوان کے محلات میں سے ایک محل کے اندر قیلولہ کیوقت موجود تھا جبکہ کوئی شخص اس کے پاس نہیں آسکتا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف فرشتہ کو بھیجا۔ کسریٰ نے اچانک اس کو اپنے بچھونے پر ہاتھ میں عصا لیے ہوئے دیکھا تو سخت گھبرایا۔ فرشتہ نے کہا اے کسریٰ اسلام لاتا ہے یا پھر میں اس عصا کو توڑ دوں۔ تو کسریٰ نے کہا مہربانی کریں اور درگذر کریں۔ فرشتہ اس سے الگ ہوگیا تو اس نے اپنے دربانوں اور پہرہ داروں کو بلایا اور ان پر غضبناک ہوا۔ دریافت کیا کہ اس شخص کو میرے پاس آنے کی اجازت کس نے دی ہے۔ انہوں نے کہا نہ کوئی شخص داخل ہوا ہے اور نہ ہی ہم نے اُسکو دیکھا ہے۔

جب اگلے سال وہی ساعت آئی تو وہ فرشتہ پھر کسریٰ کے سامنے آیا اور پہلے کی طرح کہا کہ تو اسلام لاتا ہے یا میں اس عصا کو توڑ دوں۔ کسریٰ نے کہا رہنے دیں رہنے دیں (اسے نہ توڑیں)

فرشتہ چلا گیا کسریٰ نے اپنے دربانوں اور پہرہ داروں کو بلایا اور سخت غیظ و غضب کا مظاہرہ کیا اور ان سے پہلے کی طرح کہا کہ اس شخص کو اندر آنے کی کس نے اجازت دی ہے۔ انہوں نے کہا ہم نے کسی کو اندر داخل ہوتے دیکھا ہی نہیں ہے۔ جب تیسرا سال آیا تو اسی ساعت میں پھر فرشتہ آپہنچا اور پہلے کی طرح کہا اسلام لے آ

ورنہ میں اس عصا کو توڑتا ہوں۔ کسریٰ نے کہا جانے دیجئے اور اُسے مت توڑیے۔ مگر اس نے اس مرتبہ عصا کو توڑ دیا بس پھر ملک کسریٰ کا شیرازہ بکھر گیا اور انتظام درہم برہم ہوگیا۔

زہری فرماتے ہیں میں نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے یہ روایت بیان کی وہ فرماتے ہیں مجھے بیان کیا گیا کہ فرشتہ جب کسریٰ کے پاس گیا تو اس کے دونوں ہاتھوں میں دو بوتلیں تھیں پھر اس نے کسریٰ سے کہا تو اسلام لے آ۔ جب وہ مشرف باسلام نہ ہوا تو اس نے ایک بوتل کو دوسری پر زور سے مارا اور دونو کو ریزہ ریزہ کر دیا پھر وہاں سے چل دیا اور بعد ازاں کسریٰ تباہ و برباد ہوا۔

خالد بن وبدہ سے مروی ہے یہ پہلے مجوس کا رئیس و سردار تھا بعد ازاں مشرف بہ اسلام ہوگیا) کہ کسریٰ جب سوار ہوتا تو اس کے آگے آگے دو سوار اپنی اپنی سواریوں پر چلتے رہتے اور وہ ہر ساعت یہ ندا دیتے اے کسریٰ تو بندہ ہے رب نہیں ہے اور وہ سر ہلا کر ان کی تائید و تصدیق کرتا۔ خالد بن وبدہ کہتا ہے کہ ایک دن کسریٰ سوار ہوا تو ان دو سواروں نے حسب معمول نداء دی لیکن کسریٰ نے سر ہلا کر تائید و تصدیق نہ کی۔ کسریٰ کے سپہ سالار کو پتہ چلا تو وہ اس کے پاس آیا تاکہ اس فروگذاشت پر اس کو تنبیہ کرے۔

کسریٰ سو چکا تھا جب سواریوں کے سموں کی آوازیں اس کے کان میں پڑیں تو اس کی آنکھ کھل گئی سپہ سالار اس کے پاس پہنچا تو کسریٰ نے کہا تم نے مجھے بیدار کر دیا ہے اور مجھے آرام نہیں کرنے دیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے سات آسمانوں سے اوپر لے جایا گیا۔ میں اللہ تعالےٰ کے روبرو پیش کیا گیا۔ تو اس کے حضور ایک شخصیت حاضر تھی (محمد عربی علیہ السلام) جن پر صرف دو کپڑے تھے تہ بند اور اوڑھنے والی چادر۔ اللہ رب العزت نے مجھے حکم دیا کہ میری زمین کے خزانوں کی چابیاں ان کے حوالے کر دے۔ کیا تجھے اس امر کا حکم بار ہا نہیں دیا جا چکا کہ اسلام لے آ ورنہ ملک و سلطنت کو خیر باد کہنا پڑے گا۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ کسریٰ پرویز نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے کہہ رہا ہے کہ تمہارے اندر تبدیلی آگئی ہے اور راہ راست سے بھٹک گئے ہو۔ لہٰذا تمہاری حکومت اور سلطنت بھی بدل چکی ہے اور یہ مکان احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے (اب یہ حکومت ان کی امت کے ہاتھ میں ہوگی) اس قسم کے خوابوں اور اشارات کی وجہ سے کسریٰ اور اس کے حواری کسی حادثہ کے رونما ہونے کے منتظر تھے کہ نعمان بن منذر نے اس کی طرف لکھا کہ تہامہ (حجاز اقدس) میں طلوع ہونے والا ستارہ بتلاتا ہے کہ مالک ارض و سما کے رسول ظہور فرما ہونے والے ہیں۔ کسریٰ اس خبر سے سخت پریشان ہوا اور سمجھ گیا کہ یہی وہ ہستی ہیں جن کے ظہور کی ان کو توقع تھی۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تمام سلطنتیں اور مملکتیں ختم ہوگئیں۔

ماسوا سلطنت روما کے اور اس کے بقاء و دوام کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت اسحٰق علیہ السلام نے اپنے آخری ایام میں اپنے صاحبزادوں کو بلایا (تاکہ روحانی اور اخروی، دنیوی اور مادی لحاظ سے ان کو مالا مال کریں) تو حضرت یعقوب علیہ السلام ان کی خدمت میں پہلے حاضر ہو گئے تو وہ اور ان کی اولاد نبوت و رسالت کے انعام سے مشرف ہو گئے بعد میں حضرت عیصر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو افزائش نسل اور کثرت اولاد کی دعا دی (اور ساتھ ہی حکومت و سلطنت کی) اور اہل روم انہیں کی اولاد سے ہیں۔[1]

(الغرض روم کی سلطنت کے علاوہ جملہ حکومتیں نیست و نابود ہوئیں) جن میں سے فارس کی عظیم سلطنت بھی تباہ و برباد ہوئی۔ اس کی بربادی کا آغاز یوں ہوا کہ شیرویہ نے اپنے باپ پرویز کو قتل کیا۔ پھر اس کے ملک میں طاعون پھیلی جس میں وہ خود ہلاک ہوا۔ پھر یکے بعد دیگرے کئی حاکم بنتے رہے مگر زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے۔

---

[1] دوسرا سبب سلطنت روم کے فی الجملہ باقی رہنے کا وہ ہے جس کو سہیلی نے بیان کیا اور امام بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری میں اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے نقل فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام دیتے ہوئے قیصر روم کی طرف بھی خط مبارک بھیجا اور کسریٰ فارس کی طرف بھی لیکن قیصر نے اس خط کی تعظیم کی اور اُسے سونے کے ڈبے میں بند کر کے رکھا اور اس کی نسل و اولاد یکے بعد دیگرے اس کی تعظیم و تکریم کرتے چلے آئے اور کسریٰ نے آپ کے خط مبارک کی توہین کی اور اس کو پھاڑ دیا۔ جب دونو ایلچی واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت حال عرض کی تو آپ نے قیصر روم کے متعلق فرمایا ثبت اللہ ملکہ اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو باقی رکھے اور کسریٰ کی جسارت و گستاخی پر فرمایا۔ فرق اللہ ملکہ اللہ تعالیٰ اس کے ملک کے حصے بخرے کر دے گا۔

اور سعید بن ابی راشد کی روایت میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قیصر کے ایلچی کو فرمایا۔ انی کتبت الیٰ ملککم بصحیفۃ فامسکھا فلن یزال الناس یجدون منہ باسًا مادام فی العیش خیر۔ میں نے تمہارے بادشاہ کی طرف خط لکھا ہے (اُسے کہنا) کہ اُسے محفوظ رکھے اس کی بدولت لوگ اس وقت تک تائید و تقویت اور قوت و طاقت محسوس کرتے رہیں گے، جب تک زندگی اور جینے میں خیر اور بھلائی باقی رہے گی یعنی قیامت تک۔ چنانچہ نسلاً بعد نسلٍ وہ خط انہوں نے محفوظ رکھا اور ان میں سے ہر ایک اپنی اولاد کو وصیت کرتا کہ اس کی حفاظت کرنا اور تعظیم و تکریم سے پیش آنا۔ ھذا کتاب نبیکم الی جدی قیصر مازلنا نتوارثہ الیٰ الان و اوصانا آباءنا انہ مادام الکتاب عندنا لا یزال الملک فینا فنحن نحفظہ غایۃ الحفظ ونعظمہ ونکتمہ عن النصاریٰ لیدوم الملک فینا۔

فتح الباری جلد اول صـ ۴۲ اور عمدۃ القاری جلد اول صـ ۹۹۔ ھذا واللہ ورسولہ اعلم (محمد اشرف عفاہ اللہ عنہ)

اسی طرح اہل یمن کی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور بساطِ سلطنت لپیٹ دی گئی اور اس کا آغاز حبشہ کے سیف بن ذی یزن کو قتل کر دینے سے ہوا اور اس کے بعد حکومت کا معاملہ انتشار کی نذر ہو گیا اور ہر طرف الگ الگ حکمران اور سردار بنا لیے گئے حتیٰ کہ زمانۂ اسلام آپہنچا۔

نعمان بن منذر ہلاک ہوا تو ملک حیرہ کا خاتمہ ہو گیا اور ابی جفنہ کا ملک بھی درہم برہم ہو گیا اور ان کا آخری تاجدار جبلہ بن ایہم تھا جس نے عمر بن الخطاب کے دورِ خلافت میں نصرانی مذہب قبول کر لیا۔

تیرھواں باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو قبول اسلام کی دعوت دینا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے ابتدائی ایام میں لوگوں کو خفیہ طور پر اسلام کی دعوت دیتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اپنی قوم میں معتمد علیہ لوگوں کو خفیہ طور پر دعوتِ اسلام دیتے تھے۔ جب تین سال کا عرصہ اس حال میں گذر گیا تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ۔ جس امر کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے اس کو علانیہ کرو۔

تب سید انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے علانیہ دعوت اسلام و ایمان شروع فرمائی۔

ابوعبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نبوت کے ابتدائی تین سال خفیہ دعوت ایمان و اسلام دیتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کو حکم دیا گیا کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہے اس کا اعلان کر دو اور دعوت اسلام و ایمان بھی علانیہ دو۔

زہری فرماتے ہیں کہ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خفیہ اور علانیہ دعوت اسلام دی اور جن کے حق میں اللہ تعالےٰ نے یہ سعادت لکھی تھی، وہ اس سے بہرہ ور ہوئے کچھ نوخیز جوان اور بعض فقراء و مساکین۔ اہل اسلام کی اچھی خاصی تعداد ہو گئی مگر کفار و مشرکین آپ کی دعوت اور مذہب و ملت پر بالکل انکار وغیرہ نہیں کرتے تھے بلکہ جب آپ اُن کی مجالس کے قریب سے گذرتے تو وہ آپ کی طرف اشارہ کر کے کہتے کہ بنی عبد المطلب کے اس جوان کے ساتھ آسمان پر سے کلام کیا جاتا ہے (اور احکام نازل ہوتے ہیں)، یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا حتیٰ کہ سرورِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے معبوداتِ باطلہ کے عیوب و

نقائص بیان کرنے شروع کیے اور ان کے آباؤ اجداد جو حالت کفر و شرک میں مرے تھے ان کا انجام بد اور اخروی زندگی میں ذلت و رسوائی بیان فرمانی شروع کی تو وہ آپ کے مخالف ہو گئے اور عداوت و دشمنی کرنے لگے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دو بُرے پڑوسیوں کے درمیان تھا یعنی ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کے درمیان۔ وہ دونوں گوبر اُٹھا کر لاتے اور آپ کے گھر میں پھینک دیتے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلتے اور فرماتے اسے بنی عبد مناف یہ کیسا پڑوسی ہے؟ (اور کیا یہی حقوق پڑوسی کے ہوتے ہیں) پھر اس گندگی کو باہر گلی پر پھینک دیتے۔

چودھواں باب

رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کا اجتماعات میں لوگوں کو عذاب خداوندی سے ڈرانا

طارق بن عبد اللہ محاربی سے منقول ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مرتبہ دیکھا ایک دفعہ سوق حجاز میں جبکہ میں مال تجارت بیچنے میں مصروف تھا۔ آپ گذرے، سُرخ دھاری دار حلہ زیب تن کیے ہوئے تھے اور بلند آواز سے پکار کر فرماتے جا رہے تھے۔ ایھا الناس قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا۔ اے لوگو لا الٰہ الا اللہ کہو نجات پا جاؤ گے۔

ایک شخص آپ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اُس نے آپ کو پتھر مار مار کر لہو لہان کر دیا۔ اور خون آپ کے ٹخنوں اور ایڑیوں سے بہہ رہا تھا۔ اور وہ کہتا تھا اے لوگو! ان کی اطاعت نہ کرنا (العوذ باللہ) یہ جھوٹے ہیں۔ میں نے پُوچھا یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتلایا کہ (جو آگے آگے ہیں) یہ بنی عبد المطلب میں سے ایک جوان ہیں۔ "یہ پیچھے پیچھے جو چل رہا ہے اور ان کو مار رہا ہے یہ کون ہے"؟ تو انھوں نے بتلایا کہ یہ آپ کا چچا ہے جس کا نام عبد العزیٰ ابولہب۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء دس سال مکہ مبارکہ میں اس طرح قیام فرما رہے کہ آپ عکاظ اور مجنہ میں لوگوں کی قیامگاہوں پر جا کر اور منیٰ کے میدان میں موسم (دور جاہلیت کے حج یا میلہ) کے موقعہ پر لوگوں کو پکار پکار کر فرماتے کوئی ہے جو مجھے پناہ دے؟ کوئی ہے جو

میری تبلیغ احکام رسالت میں امداد و نصرت کرے اور جنت حاصل کرے؛ حتیٰ کہ یمن سے کوئی شخص چلنے لگتا یا قبیلہ مضر سے تو اس کی قوم کے لوگ اس کے پاس آکر کہتے کہ قریش کے جوان (محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء) کا خیال رکھنا کہیں تجھے فتنہ میں نہ ڈال دے۔

پندرھواں باب

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اقرباء کو عذاب خداوندی سے ڈرانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ رب العزت کا ارشاد وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (اپنے خویش و اقرباء کو عذاب خدا سے ڈرائیں) نازل ہوا تو آپ نے فرمایا اے گروہ قریش۔ اپنی جانوں کو (ایمان و اطاعت کے ذریعے) اللہ تعالےٰ سے خرید وا ور بچاؤ میں تمہیں (ایمان نہ لانے کی صورت میں) عذاب خداوندی سے کسی طرح نہیں بچاؤں گا۔ اے بنی عبدالمطلب میں تمہیں اللہ تعالےٰ کے عذاب اور گرفت سے کوئی نفع نہیں دوں گا۔ اے عباس بن عبدالمطلب۔ اے صفیہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی پھوپھی میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچاؤں گا (بغیر اللہ تعالےٰ کی مشیت کے)

اے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے میرے مال و منال میں سے جو چاہے لے لو مگر میں تمہیں اللہ تعالےٰ کے عذاب وعتاب سے نجات نہیں دوں گا (جب تک ایمان نہ لاؤ اور اذن شفاعت نہ ملے)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے وانذر عشیرتك الاقربین والاحکم نازل فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں کو اس دور کے رسم ورواج کے مطابق یا صباحاہ کہہ کر پکارا۔ (اے لوگو وقت صبح دشمن کے ناگہانی حملہ سے ہوشیار رہو) لوگ دوڑتے ہوئے آپ کی طرف آنے لگے جو خود نہیں پہنچ سکتا تھا اس نے اپنی طرف سے آدمی بھیجا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بنی عبدالمطلب۔ اے بنی فہر۔ اے بنی فلاں۔ مجھے یہ بتلائیے کہ اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی دوسری جانب دامن میں ہی دشمن کی گھوڑ سوار فوج پہنچ چکی ہے جو تم پر اچانک حملہ کا ارادہ رکھتی ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے اور میری اس بات کو سچا تسلیم کرلو گے۔ سب نے متفق ہو کر کہا ہم ضرور آپ کی تصدیق کریں گے تو آپ نے فرمایا کہ پھر میں تمہیں (دنیاوی اعداء کی نسبت سخت

ترین دشمن) عذاب قیامت اور نار جہنم سے ڈراتا ہوں (اور اس سے پناہ صرف میری اتباع اور غلامی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے)

ابولہب بولا (نعوذ باللہ) آپ کے لیے ہلاکت ہو۔ کیا آپ نے ہمیں صرف اس لیے بلایا تھا۔ اللہ تعالٰی (نے اس کی اس گستاخی و بے ادبی پر خود جوابی کاروائی فرمائی اور اس کی گالی کا جواب دیتے ہوئے) فرمایا۔

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۔ ہلاک ہوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک ہو۔

قبیصہ بن مخارق اور زہیر بن عمر نے کہا کہ جب آیت کریمہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی چوٹی پر موجود اونچے پتھر پر چڑھ کر کھڑے ہو گئے اور یوں پکارنا شروع فرمایا بنی عبد مناف میں تمہیں خطرہ سے آگاہ کرنے والا ہوں۔ میری اور تمہاری حالت ایسے ہے جیسے ایک آدمی دشمن کو اپنے اہل و عیال اور خویش و اقرباء پر حملہ آور ہوتے دیکھے اور دوڑ کر انہیں خبردار کرنا چاہیے مگر جب یہ خطرہ محسوس کرے کہ وہ مجھ سے سبقت نہ لے جائے اور میرے پہنچنے سے قبل ہی حملہ آور نہ ہو جائے تو دور سے ہی چلا چلا کر یاصباحاہ کہنا شروع کرے اور اہل و عیال اور خویش و اقرباء کو خبردار کرنا شروع کرے۔

یہ حدیث صرف امام مسلم نے روایت کی ہے اور اس سے قبل جو دو روایات ہیں وہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آیت مقدسہ وانذر عشیرتک الاقربین۔ نازل ہوئی تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کوہ صفا پر چڑھے اور قریش کو پکارا۔

قریش نے آپ کی آواز کو سُنا تو کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کوہ صفا پر کھڑے ہو کر پکار رہے ہیں۔ (دیکھیں کیا کہتے ہیں) سبھی آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے اردگرد جمع ہو گئے اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ بتائیے اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں دشمن فوج کے شاہسوار موجود ہیں تو کیا تم میری بات کو سچا مانو گے۔ سب نے بیک زبان ہو کر کہا ہاں۔ آپ ہمارے نزدیک نہ تو کذب اور غلط بیانی کرتے ہیں اور نہ ہی ہم نے کبھی جھوٹ بولتے سُنا ہے۔

آپ نے فرمایا میں تمہیں سخت ترین عذاب (عذاب دوزخ) سے ڈرانے والا ہوں۔ اے بنی عبدالمطلب اے بنی عبد مناف۔ اے بنی زہرہ۔ حتیٰ کہ آپ نے قریش کے تمام شعوب اور شاخوں کا بالخصوص نام لے کر فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں قریبی برادری کو عذاب اُخروی سے ڈراؤں۔ یقین جانیے میں تمہارے دنیوی منافع کا مالک ہوں اور نہ اخروی فوائد کا جب تک کہ تم لا الٰہ الا اللہ نہ کہو اور ایمان و اسلام سے بہرہ ور نہ ہو جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں جونہی ابولہب نے آپ کا یہ ارشاد سُنا تو کہا (العیاذ باللہ) ان تمام مشکلات و مصائب اور حوادث ہلاکتوں کا سامنا تمہیں کرنا پڑے۔ کیا تم نے ہم سب کو اس لیے جمع کیا تھا تو اللہ تعالٰے نے (حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف سے خود جواب دیا اور ان کی شان محبوبی کو ظاہر فرمایا) اور پوری سورت تبت یدا ابی لہب وتب نازل فرمائی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت کریمہ " وانذر عشیرتک الاقربین " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں تنگی اور اضطراب و بے چینی پیدا ہونے لگی کیونکہ (امر خداوندی کا ترک کرنا ناممکن ہے) اور یہ بھی مجھے یقین تھا کہ جب میں اُن کے سامنے اس امر کو ظاہر کروں گا تو انکا ردِّعمل ایسا ہوگا جو قطعاً ناپسندیدہ اور قابل نفرت و کراہت ہوگا۔ میں نے ذرا سکوت و توقف کیا تو فوراً جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم اللہ رب العزت کے امر و حکم کا امتثال و اتباع نہیں کروگے تو اللہ تعالٰے ناراض ہوجائے گا اور عذاب و عتاب فرمائے گا۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے علی میرے لیے ایک صاع (تقریباً چار سیر کا پیمانہ) طعام تیار کرو اور بکری کی ایک ٹانگ (بطور سالن تیار کرکے بھی) ساتھ رکھو اور ایک بڑا پیالہ دودھ کا بھی بھر کر رکھو۔ جب یہ سب چیزیں تیار کرکے رکھ دو تو پھر تمام بنی عبدالمطلب کو میری طرف بلاؤ اور اکٹھا کرو (تاکہ ان کو یہ دعوت کھلائیں) اور ان کو روحانی غذا دین اسلام بھی مہیا کریں اور اللہ تعالٰے کا حکم پہنچائیں اور اس ذریعہ سے سبکدوش ہوجائیں۔

وہ فرماتے ہیں میں نے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حکم کی تعمیل کی۔ پہلے کھانا وغیرہ تیار کیا پھر اُن کو بلایا اور وہ تقریباً چالیس آدمی تھے ایک آدھ کم ہوگا یا زیادہ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما بھی تھے اور جناب ابوطالب صاحب اور ابولہب بھی جب جمع ہوگئے تو آپ نے کھانا طلب فرمایا جو میں نے تیار کر رکھا تھا میں نے وہ حاضر کیا۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس میں سے ایک ٹکڑا روٹی کا دست اقدس سے اٹھایا دانتوں میں چبا کر اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے پیالہ کے اندر اطراف و جوانب میں پھیلا کر رکھ دیا۔ پھر ان کو فرمایا اللہ تعالٰے کے نام کے ساتھ شروع کرو اور اپنا اپنا نصیبہ وصول کرو وہ سارے کے سارے سیر ہوگئے اور کسی دوسری چیز کی ان کو حاجت نہ رہی اور اس پیالہ میں سے (جس سے وہ کھا رہے تھے) صرف اُن کے ہاتھوں والی جگہ میں کھانے کے اثرات و نشانات اور طعام میں کمی محسوس ہوتی تھی، باقی سارا پیالہ اسی طرح بھرا ہوا تھا۔ حالانکہ وہ کھانا بنظرِ ظاہر صرف اتنا تھا کہ ان میں سے ایک ہی آدمی کھا جاتا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ ان کو دودھ پلاؤ میں دودھ والا پیالہ اٹھا کر لایا سب نے باری باری پیا اور اچھی طرح سیراب ہو گئے۔ حالانکہ بادی النظر میں اللہ رب العزت کے نام اقدس کی قسم کھا کر کہتا ہوں ان میں سے صرف ایک شخص ہی اس کو بآسانی پی کر ختم کر سکتا تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوندی بیان کرنے اور اس کے پیغام کو پہنچانے کا ارادہ فرمایا تو ابولہب نے بڑی چالاکی سے کام لیتے ہوئے سب حاضرین کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر جادو کر دیا ہے (اس لیے تم کچھ کھا پی نہیں سکے ہو) اور سب فوراً اٹھ کر چل دیلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی کلام نہ فرمایا۔

دوسرے دن آپ نے فرمایا اے علی (المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) یہ شخص (ابولہب) جیسا کہ تم نے سُن لیا مجھ سے سبقت لے گیا اور مجھے تبلیغ کا موقعہ ہی نہ دیا تو آج پھر کھانا تیار کرو اور اُن کو میرے پاس بلاؤ اور اکٹھا کرو میں اٹھا اور اُن کو بلا لایا۔ انہوں نے کھانا کھایا، دودھ پیا۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ اسطرح سلسلہ گفتگو کا آغاز فرمایا۔

اے بنی عبد المطلب بخدا جہاں تک مجھے معلوم ہے عرب کا کوئی شخص اپنی قوم کے پاس اس سے افضل و اعلیٰ پیغام اور اس سے فائق و برتر انعام نہیں لایا جو میں تمہارے لیے لایا ہوں۔ کیونکہ میں تمہارے پاس دونو جہان کی بہتریاں اور بھلائیاں اور دنیا و آخرت کی خیر و برکت لایا ہوں اور مجھے میرے رب کریم نے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں اس امر کی دعوت دوں لہٰذا تم میں سے کون ہے جو اس معاملہ میں میری امداد و اعانت کرے اور میرا بھائی ہونے کا شرف و فضل حاصل ہے۔

ساری قوم چُپ چاپ رہی اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے عرض کیا حالانکہ میں سب سے عمر میں چھوٹا تھا۔ اے بنی خدا (علیہ التحیۃ والثناء) میں آپ کا ساتھ دوں گا اور سارے افراد قوم ہنستے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

سولھواں باب

فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت و نبوت کی عمومیت

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوات والتحیات

نے ارشاد فرمایا کہ پہلے ہر نبی کو صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا مگر مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا اور یہی مضمون حضرت علی المرتضیٰ، حضرت ابو ذر، حضرت ابو موسیٰ، حضرت ابو امامہ، حضرت ابو ہریرہ، اور حضرت عبداللہ بن عمر و رضی اللہ عنہم سے مروی و منقول ہے اور عنقریب اُن کی روایت کردہ احادیث کو بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

سترھواں باب

سیّد کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنّوں کی طرف مبعوث ہونا اور رسول الثقلین کے منصب پر فائز ہونا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے سورۂ رحمٰن ہمیں سنائی۔ جب تلاوت سے فارغ ہوئے اور ہمارے سکوت اور خاموشی کو ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کیا وجہ ہے۔ تم نے سکوت وجمود کا مظاہرہ کیا ہے (اور اللہ تعالےٰ کے ارشاد فبای آلاء ربکما تکذبان (یعنی اے جنّو اور انسانو تم دونوں فریق اللہ تعالےٰ کی نعمتوں میں سے کس نعمت کو جھٹلاتے ہو) کا جواب کیوں نہیں دیا یقین جانیے تمہاری نسبت جن بہت اچھے انداز میں اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کا جواب دیتے تھے (جب میں نے ان پر اس سورۂ مبارکہ کو تلاوت کیا) میں نے جب بھی فبای آلاء ربکما تکذبان پڑھا تو انہوں نے جواب میں کہا۔ اے ہمارے رب ہم تیری نعمتوں میں سے کسی کی بھی تکذیب و انکار نہیں کرتے۔ تو ہی سزاوار حمد اور مستحق ثنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے چلے اور مجھے بھی ہمراہی کا شرف بخشا۔ جب آبادی سے دور نکل گئے تو ایک دائرہ کھینچ کر مجھے اس کے اندر بیٹھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میری واپسی تک اس سے باہر نہ نکلنا چنانچہ آپ مجھے بٹھا کر تشریف لے گئے اور پھر سحر کے وقت واپس قدم رنجہ فرمایا۔ تب ارشاد فرمایا کہ میں جنّوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں نے عرض کیا یہ کیسی آوازیں تھیں۔ جو میں سنتا رہا ہوں (اگرچہ معنی و مفہوم کا پتہ نہیں چلتا تھا) فرمایا یہ آوازان کی اس وقت بلند ہو رہی تھی جب انہوں نے میری بارگاہ میں سلام و نیاز کے تحائف و ہدایا پیش کیے اور مجھے الوداع کہا۔

اٹھارھواں باب

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر سلسلۂ نبوت کو ختم کیا گیا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوات نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک کے موقعہ پر مدینہ طیبہ کے اندر اپنا قائم مقام بنایا تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑ کر جارہے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا تم اس امر پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں میری نسبت اس طرح منصب خلافت ونیابت حاصل ہو جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کی نسبت منصب خلافت ونیابت حاصل ہوا تھا۔ (جبکہ وہ کوہ طور پر اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے مطابق چالیس شب وروز ٹھہرے رہے اور تورات لے کر واپس ہوئے) عـــہ مگر میرے بعد کوئی نبی مبعوث ہونیوالا

عـــہ اس روایت سے شیعہ حضرات حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر استدلال پیش کرتے ہیں مگر اس میں کوئی وجہِ استدلال نہیں ہے کیونکہ یہ نیابت وخلافت عارضی تھی اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوہ تبوک سے واپسی پر خود بخود ختم ہوگئی جیسا کہ ہارون علیہ السلام کا منصب نیابت حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی واپسی پر ختم ہوگیا۔ نیز یہ خلافت اس وقت آپ کو حاصل ہوئی جب اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے لہٰذا ان پر آپ کا خلیفہ ہونا کیونکر ثابت ہوا بلکہ ایک روایت کے مطابق ستر ہزار صحابہ آپ کے ہمراہ تھے لہٰذا ان پر بھی خلافت ثابت نہ ہوئی اور یہی وجہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑ کر جارہے ہیں۔ گویا جیسے وہ جنگ کے اہل نہیں مجھے بھی اس قابل نہیں سمجھا گیا۔ اگر خلافت عامہ اور نیابت مطلقہ ہوتی تو اس عذر کو کوئی وجہ نہیں ہوسکتی تھی۔ نیز یہ نیابت وخلافت اس وقت آپ کو حاصل ہوئی جب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم سفر تبوک میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور بعد از وصال نبوی بھی آپ کو خلافت ونیابت اس وقت حاصل ہوئی جب وہ تینوں حضرات سفر آخرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی اور ان کی بارگاہ کی حاضری کا شرف حاصل کرچکے۔ لہٰذا اس سے خلافت بلافصل پر استدلال درست نہیں ہے۔

نہیں ہے (کہیں اس تمثیل وتشبیہ سے یہ مغالطہ نہ ہو جائے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی میرے بعد نبی ہوں گے) اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید الانس وجان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔[۱] یہ روایت صرف مسلم شریف میں مروی ہے۔ بخاری شریف میں مروی نہیں ہے۔

انیسواں باب

نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا کفار ومشرکین کی ایذا رسانیوں پر صبر وتحمل سے کام لینا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ومنقول ہے کہ قریش کے رؤسا مقام حطیم میں جمع ہوئے اور لات وعزیٰ اور تیسرے بت منات کی قسم کھا کر عہد وپیمان کیا کہ اگر ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا تو

تنبیہ :۔[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے مبعوث ہونیوالوں میں سے کوئی موجود نہیں رہے گا نعوذ باللہ جیسے کوئی کہے میں ماں باپ کا آخری فرزند ہوں میرے بعد ان کا کوئی بیٹا نہیں تو کوئی شخص بھی اس سے یہ نہیں سمجھ سکتا کہ جو پہلے پیدا ہوئے تھے وہ باقی نہیں ہیں البتہ پہلے نبی اپنی شریعت کے احکام نافذ نہیں کریں گے بلکہ صرف دین مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی پابندی کریں گے اور اس کی تبلیغ کریں گے جیسا کہ اللہ رب العزت نے روز میثاق عہد لیتے وقت فرمایا ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ (پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والے ہیں تو تم ضرور ان کے ساتھ ایمان لاؤ گے اور اسکے دین کی امداد ونصرت کرو گے) لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الزمان پیغمبر ہونے کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ جب وہ بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر ہونے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت میں قرآن مقدس اور شریعت مصطفوی کا درس دیں گے اور انجیل اور شریعت نصرانیہ کو ترک کر دیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا زیادہ واضح ہو جائے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان بھی ظاہر ہوگی اور امت کا مقام بھی کہ عیسیٰ روح اللہ ان میں سے ایک فرد ہیں۔

فرد واحد کی طرح یکبارگی ان پر حملہ آور ہو کر (خاکم بدہن) قتل کر ڈالیں گے اور اس اقدام کو انجام تک پہنچائے بغیر ان سے جُدا نہیں ہوں گے۔

حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا روتی ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا آپ کی قوم کے رؤساء دین سے ایک گروہ نے حطیم میں بیٹھ کر باہم عہد و پیمان کیا ہے کہ اگر آپ کو دیکھیں گے تو سارے حملہ آور ہو جائیں گے اور آپ کے خون اقدس سے اپنا اپنا حصہ (العیاذ باللہ) حاصل کریں گے تو آپ نے فرمایا اے میرے لختِ جگر وضوء کے لیے پانی لا دو۔

انہوں نے پانی پیش کیا، آپ نے وضو فرمالیا پھر بیت اللہ شریف اور مسجد حرام میں تشریف لے گئے جب انہوں نے دیکھا تو کہا یہ رہے محمد یہی ہیں وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر سب نے آنکھیں نیچی کر لیں اور سب کے گویا پاؤں کٹ چکے تھے نہ تو کسی کو آپ کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت ہوئی اور نہ کوئی شخص ان میں سے اپنی نشست سے اُٹھ سکا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے سروں پر جا کر کھڑے ہو گئے اور مٹی کی مٹھی اٹھا کر اُن پر پھینکی (اور فرمایا کمینوں اور بد طینت لوگوں کے چہرے بدصورت و بدشکل ہو گئے) ان میں سے جس کو خاک اور کنکریاں لگیں وہ میدان بدر میں بحالت کفر قتل ہو کر واصل بجہنم ہو گیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابوجہل نے کہا اگر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کعبہ مبارکہ کے گرد نماز پڑھتے دیکھوں گا تو (خاکم بدہن) ضرور ان کے پاس آکر ان کی گردن کو پامال کر دوں گا سرور عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اگر وہ ایسی جسارت کرے گا تو ملائکہ اس کو لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اچک لیں گے (اور تباہ و برباد کر دیں گے)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ قریش بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی عداوت اور دشمنی کا اظہار ہمیشہ کرتے ہی رہتے تھے ان میں سب سے زیادہ عداوت و شقاوت کا مظاہرہ تم نے کونسا دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ میں ان کے پاس اس وقت پہنچا جب کہ اُن کے اشراف و اکابر حطیم کعبہ میں جمع ہو چکے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو کہنے لگے ہم نے اپنے آپ کو اتنا صابر کبھی نہیں پایا جتنا کہ اُن کے معاملہ میں ہم نے صبر کیا ہے۔ انہوں نے ہمیں بے وقوف کہا، ہمارے آباؤ اجداد کو گالیاں دیں۔ ہمارے دین پر عیب جوئی اور طعن و تشنیع کی۔ ہماری جماعت و جمعیت کو پراگندہ اور منتشر کیا حتیٰ کہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں یقیناً ہم نے اُن کے معاملہ میں صبر عظیم کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ اسی گفتگو میں مصروف تھے کہ نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء وہاں تشریف لائے۔ آپ سیدھے حجر اسود کی طرف چلے آئے اس کا استلام کیا پھر بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے اُن کے پاس سے گذرے تو انہوں نے آپ کے بعض ارشادات کی وجہ سے

آپ پر طعن کیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں نے کراہت و ناپسندیدگی کے اثرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر دیکھے (مگر آپ نے زبان سے کوئی جواب نہ دیا) اور طواف میں مصروف رہے۔ جب دوبارہ دورانِ طواف آپ اُن کے پاس سے گذرے تو انہوں نے پھر طعن و تشنیع سے کام لیا۔ مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح آگے گذر گئے صرف چہرہ اقدس پر ناراضی اور ناپسندیدگی کے اثرات نظر آئے۔ تیسری بار گذرے تو انہوں نے پھر اسی بے ہودگی کا مظاہرہ کیا تو آپ نے فرمایا اے گروہ قریش سنتے ہو؟ غور سے سُن لو میں اس ذات اقدس کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے پاس ذبح اور ہلاکت لے کر آیا ہوں (جس کو عدم اطاعت اور عصیان و طغیان پر مداومت و اصرار کی وجہ سے تمہارا مقدر بنا دیا گیا ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سُن کر سبھی دم بخود ہو گئے اور یوں سر جھکائے لبوں پر مہر سکوت لگائے بیٹھے نظر آتے تھے گویا کہ اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں (ذرا جنبش ہوئی تو وہ اڑ جائیں گے) حتیٰ کہ جو شخص قبل ازیں آپ کے خلاف سب سے زیادہ لوگوں کو اکسانے والا تھا وہ احسن سے احسن اندازِ گفتگو اور نرم سے نرم گفتار کے ذریعے آپ کو راضی کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اور یوں کہتا تھا اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم آپ تشریف لے جائیں درآنحالیکہ آپ راہِ راست پر ہیں اور کامیاب و کامران۔ بخدا آپ کے مقام اور شان سے جاہل و نادان نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے گئے۔ دوسرا دن ہوا تو پھر وہ لوگ حطیم کعبہ میں جمع ہو گئے اور میں بھی اُن کے ساتھ تھا۔ ان میں سے بعض نے دوسروں سے کہا۔ تم نے اپنے صبر و تحمل کو بھی یاد کیا اور جو تکلیف تمہیں ان سے پہنچی اس کا تذکرہ بھی کیا مگر جب انہوں نے تمہیں علانیہ وہ بات سنائی جو تمہیں ناپسند تھی تو تم نے اُن کو چھوڑ دیا۔ وہ اسی گفتگو میں تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ وہ سبھی یکبارگی آپ کی طرف لپکے اور آپ کو گھیرے میں لے کر کہتے تھے تو ہی وہ شخص ہے جو ایسی باتیں کہتا ہے (جو کچھ انہیں آپ کی طرف سے اپنے دین اور معبودات باطلہ کی تنقیص وغیرہ کے متعلق پہنچا تھا وہ ذکر کرتے تھے) آپ فرماتے تھے ہاں میں ہی وہ شخص ہوں جس نے یہ کہا ہے عبداللہ فرماتے ہیں میں نے ان میں سے ایک شخص کو سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء علیہ وعلیہم السلام کے مجامع ردا (یعنی چادر مبارک کے جائے اجتماع اطراف کو پکڑے ہوئے دیکھا فرماتے ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُٹھے اور اس شخص کے آگے کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ (جب کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے) کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتے ہیں۔ میرا پروردگار اللہ تعالےٰ ہے۔ پھر وہ منتشر ہو گئے۔ یہ واقعہ ان تمام واقعات سے سخت تر ہے جو بھی میں نے قریش کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آتے دیکھا۔

عمرو نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے زیادہ قریش

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیف پہنچائی اتنا کہہ پائے تھے کہ اس واقعہ کو یاد کرکے آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہوگیا، پھر فرمایا، یہ ہے کہ حضور علیہ السلام بیت اللہ شریف کے گرد طواف کر رہے تھے اور انہوں نے اپنا ہاتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا ہوا تھا اور حطیم میں تین شخص عقبہ بن ابی معیط، ابوجہل بن ہشام اور امیہ بن خلف بیٹھے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے برابر سے گذر رہے تھے تو انہوں نے بعض ناپسندیدہ کلمات کہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر اس کے اثرات دیکھے۔ میں بھی آپ کے قریب ہوگیا حتیٰ کہ آپ میرے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوگئے اور آپ نے اپنی انگلیاں میری انگلیوں کے درمیان دے دیں اور ہم نے اس طرح مل کر طواف کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے برابر گذر رہے تھے تو ابوجہل نے کہا بخدا ہم آپ کے ساتھ اس وقت تک صلح نہیں کریں گے جب تک سمندر خشک نہ ہو جائیں اور صوف کے ٹکڑے کو بھی تر کرنے سے عاجز و بے بس نہ ہو جائیں اور کیسے صلح کر سکتے ہیں جب کہ تم ہمارے آباؤ اجداد کے معبودات ہم سے چھوڑتے چھڑاتے ہو اور ان کی پرستش سے منع کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا "میں ہوں تو وہی" پھر آپ طواف میں مشغول ہو گئے۔ جب تیسرے چکر میں پھر اُن کے قریب سے گذرے تو انہوں نے پھر اسی طرح کہا حتیٰ کہ چوتھے چکر میں وہ سب اٹھ کر آپ سے الجھ پڑے اور ابوجہل جھپٹ کر آپ کی چادر مبارک کے دونوں کنارے سینہ مبارک کے سامنے سے پکڑنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کو زور سے دھکا دیا تو وہ سرین کے بل جا گرا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے امیہ بن خلف کو دھکیل کر پیچھے ہٹا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن ابی معیط کو مار بھگایا۔ آپ ابھی وہیں کھڑے تھے اور وہ ذلیل و رسوا ہو کر حرم پاک سے نکل رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بخدا تم باز نہیں آؤ گے تاوقتیکہ عذاب باری تعالےٰ فوری طور پر تمہیں اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سُن کر مرعوب نہ ہوا ہو اور لرزنے کانپنے نہ لگا ہو۔ آپ نے فرمایا تم بہت ہی بُری قوم ہو اپنے نبی کے حق میں (کہ اطاعت کی بجائے مخالفت و مخاصمت سے کام لیتے ہو)۔ سید عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولتکدہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہم بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جب آپ اپنے دروازے کی دہلیز پر پہنچے تو ٹھہر گئے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہارے لیے مژدہ اور خوشخبری ہو اللہ تعالےٰ اپنے دین کو بہر حال ظاہر و غالب فرمائے گا، اپنے کلمۂ حق کو مکمل فرمائے گا اور اپنے نبی کی نصرت و امداد فرمائے گا۔ یہ کفار و مشرکین جن کو تم نے (ابھی معاندت و مخاصمت کرتے ہوئے) دیکھا اللہ تعالےٰ انہیں جلد ہی تمہارے ہاتھوں سے ذبح کرائے گا۔ پھر ہم اپنے گھروں کی طرف چل دیے۔ بخدا میں نے اُن کفار کو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق) دیکھا کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو ہمارے

ہاتھوں ذبح کرایا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ میں نے آج عجیب واقعہ دیکھا۔ میں نے مشرکین کی جماعت کعبہ کے گرد بیٹھی دیکھی جن کا رئیس ابوجہل تھا اور وہ باہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ الجھنے اور لڑائی کرنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رونما ہوئے اور فرمایا تم بھی قبیح و بدشکل ہو گئے اور تمہارا قائد و رہبر بھی۔ میں نے دیکھا گویا وہ گونگے اور بے زبان ہو چکے تھے۔ کسی میں بولنے کی سکت و طاقت باقی نہیں رہی تھی اور نہ ہی وہاں سے اُٹھنے کی۔ میں نے ان میں سے خبیث ترین اور انتہائی پلید شخص کو دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے معذرت خواہی کے لیے دوڑ رہا تھا اور کہتا تھا آپ ہم سے درگذر کریں اور ہم آپ سے تعرض نہیں کریں گے اور رسول گرامی فرماتے تھے جب تک تو اللہ رب العزت پر ایمان نہیں لائے گا میں درگذر نہیں کروں گا بلکہ قتل کر دوں گا۔ اس نے دریافت کیا تو کیا تم مجھے قتل کر سکتے ہو۔ آپ نے فرمایا تجھے اللہ تعالےٰ قتل کرائے گا اور لوگ قتل کرینگے تب ابوجہل اور دوسرے لوگ شکستہ خاطر اور بددل ہو کر واپس چل دیے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا مجھے اس سخت اور صعب ترین واقعہ کی اطلاع دو جو قریش کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ اور مسجد حرام کے احاطہ میں تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک کو پکڑا اور چادر مبارک کو آپ کی گردن میں لپیٹ کر سخت بل دیا اور آپ کی گردن کو سخت دبایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپہنچے اور عقبہ کو کندھے سے پکڑ کر پیچھے دھکیل دیا اور فرمایا کیا ان کو اس لیے شہید کرنے کے درپے ہو کہ وہ کہتے ہیں میرا رب اللہ تعالےٰ ہے (نہ کہ اصنام و اوثان) حالانکہ وہ تمہارے پاس اللہ تعالےٰ کی طرف سے آیات بیّنات اور واضح دلائل لائے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے صرف ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی ہلاکت اور مغلوبیت کے لیے دعا کرتے ہوئے دیکھا۔ واقعہ یوں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے اور قریش کا ایک گروہ بیٹھا ہوا تھا اور ایک اونٹ کا شکنبہ (اوجھری) قریب ہی موجود تھا تو انہوں نے کہا کون ہے جو اس شکنبہ کو اٹھا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پشت پر رکھے؟ عقبہ ابن ابی معیط نے (انتہائی شقاوت و بدبختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے) کہا میں رکھتا ہوں چنانچہ اس کو اٹھا کر حالتِ سجدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر رکھ دیا۔ آپ اسی طرح سجدہ کی حالت میں رہے۔ حتیٰ کہ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو انہوں نے اس بوجھ کو اتار پھینکا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ اے اللہ قریش کی اس جماعت کو اپنی گرفت

میں لے۔ اے اللہ عقبہ بن ابی معیط کو عذاب میں مبتلا فرما۔ اے اللہ تعالیٰ شیبہ کو عقاب و عتاب کا نشانہ بنا۔ اے اللہ ابوجہل بن ہشام کو قہر و جلال کا ہدف بنا۔ اے اللہ ابی بن خلف یا امیہ بن خلف پر غیظ و غضب نازل فرما۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اُن کو دیکھا کہ وہ لوگ بدر کے دن قتل ہو گئے اور ان سب کو کھینچ کر بدر والے ویران کنوئیں میں پھینک دیا گیا۔ ماسوا ابی یا امیہ کے (بلکہ ماسوا امیہ کے) کیونکہ وہ بہت موٹا تھا اور جسیم و لحیم تھا۔ گھسیٹتے وقت اس کی انتریاں باہر نکل آئی تھیں (لہذا اس مردار کو وہیں مٹی میں ڈال کر چھپا دیا گیا)۔

ابن اسحاق نے نقل کیا کہ جب تمام مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر مجتمع و متفق ہو گئے تو آپ کے چچا ابوطالب صاحب نے آپ کی امداد و اعانت کی اور کفار و مشرکین سے حفاظت کا اہتمام و انتظام فرمایا۔

چنانچہ قریش کے اشراف در وسا مثل عتبہ و شیبہ اور ابوجہل حضور کے چچا ابو طالب کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے کہا تمہارے بھتیجے نے ہمارے معبودات کو گالیاں دی ہیں۔ ہمارے دین و مذہب میں عیوب و نقائص نکالے ہیں۔ ہمیں بے وقوف اور کم عقل کہا اور ہمارے آبا و اجداد کو گمراہ اور بے دین کہا ہے یا تو اُن کو ہمارے ساتھ چھیڑ چھاڑ سے منع کر دو اور یا پھر ہمارے اور اُن کے درمیان حائل ہونا بند کر دو اور انہیں ہمارے حوالے کر دو۔ کیونکہ تم بھی اعتقاد و نظریہ میں اُن کے خلاف ہو اور ہمارے موافق ہو ہم خود انکو روک لیں گے۔

جناب ابوطالب صاحب نے اُن کے ساتھ نرم انداز میں گفتگو کی اور اُن کو احسن طریقہ پر جواب دیکر لوٹا دیا اور وہ چلے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ توحید و رسالت اور ابلاغ احکام و اوامر پر کاربند رہے۔ قریش اور آپ کے درمیان اختلافات شدت اختیار کر گئے۔ ان میں سے بعض نے دوسروں کو آپ کے خلاف اکسایا اور بھڑکایا۔ وہ پھر ابوطالب صاحب کے پاس آکر کہنے لگے یہ صورتحال ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے اور ہمارے صبر و ضبط کی اب انتہا ہو چکی ہے۔

تو جناب ابوطالب نے آپ سے عرض کیا اے عزیز من۔ آپ کی قوم میرے پاس آئی ہے اور وہ یہ شکایت کر رہے ہیں لہٰذا تم (اس دعوت کو جاری رکھ کر) مجھے اس بار گراں کے برداشت کرنے کی تکلیف نہ دو جس کا میں متحمل نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند اتار کر رکھ دیں اور پھر یہ مطالبہ کریں کہ میں دعوت توحید و رسالت کو ترک کر دوں تو میں قطعاً اس کو ترک نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ دین کو غلبہ و فتح مندی عطا فرمائے گا یا اس کی راہ میں شہید ہو جاؤنگا۔

فرطِ جذبات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو اُمڈ آئے اور آپ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے جب آپ چل دیے تو ابوطالب صاحب نے بلایا اور عرض کیا اے میرے عزیز ترین بھتیجے میری طرف آئیے آپ واپس آئے تو عرض کیا آپ جو چاہیں کہیں میری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے میں بخدا کبھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا اس کے بعد اہل ایمان اور مشرکین کے درمیان جنگ وجدال کا سلسلہ شروع ہوا اور ہر قبیلہ کے کفار و مشرکین نے وہاں کے مومنین کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا ، ان کو طرح طرح کے عذاب دینے اور دین سے برگشتہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ ابوطالب صاحب نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو خطاب کیا اور انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و اعانت پر آمادہ کیا۔

اہل اسلام نے جب نماز پڑھنی ہوتی تھی تو وادیوں اور گھاٹیوں میں چلے جاتے اور قوم کفار سے چھپ کر نماز ادا کرتے تھے لیکن انہوں نے وہاں بھی قتال وجدال سے گریز نہ کیا اس پر اہل اسلام نے بھی جوابی کاروائی شروع کی چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اونٹ کے جبڑے والی ہڈی ایک مشرک کے سر میں دے ماری اور اس کو پھاڑ دیا اور یہ پہلا خون تھا جو اہل اسلام نے بہایا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب ابوطالب صاحب بیمار ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے (ابوجہل اور دیگر مشرک پہلے وہاں موجود تھے) ابوطالب کے سرہانے ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ ابوجہل اپنی جگہ سے اُٹھ کر وہاں بیٹھ گیا اور اس نے اور دیگر کفار و مشرکین نے ابوطالب صاحب کو کہا کہ تمہارے بھتیجے ہمارے معبودات اور خداؤں کی توہین و تحقیر کرتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا۔ قوم آپ کے متعلق کیوں شکایت کر رہی ہے؟ آپ نے اُن کو یہ موقعہ کیوں دیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں ان سے صرف ایک کلمہ کے اقرار و اعتراف اور اُس کے اعتقاد و اذعان کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اگر وہ ایسا کر لیں تو سب عرب اُن کے مطیع و فرمانبردار بن جائیں گے اور عجم ان کی رعایا بن کر ان کو جزیہ ادا کرے گا۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ تو وہ چلانے لگے انہوں نے سب خداؤں کی خدائی اور معبودات کی عبادت کی نفی و انکار کر کے صرف ایک خدا کو ماننے کا مطالبہ کیا ہے (یہ تو عجب بات ہے اور ناقابل تسلیم) اس موقعہ پر یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی۔

ص والقرآن ذی الذکر بل الذین کفروا فی عزۃ وشقاق (الی) وعجبوا ان جاءھم منذر منھم وقال الکافرون ھذا ساحر کذاب اجعل الآلھۃ الھاً واحداً ان ھذا لشیئ عجاب (ذکر و نصیحت پر مشتمل قرآن کی قسم کافر حمیتِ جاہلیت اور تکبر اور غرور اور مخاصمت وعداوت میں غرق ہیں اور ان کو اس امر سے تعجب ہے کہ اُن کے پاس ان میں سے عذاب خدا سے ڈرانے والی ہستی آئی۔ اور

کافروں نے کہا یہ ساحر و کذّاب ہیں۔ انہوں نے سب خداؤں کی خدائی کی نفی کر کے صرف ایک خدا کا اثبات کیا ہے یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے)

بیسواں باب

اکثم بن صیفی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور و خروج کی خبر سنکر اسلام لانا

ابن عمیر سے مروی ہے کہ اکثم بن صیفی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی اطلاع پہنچی تو اس نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا ارادہ کیا لیکن اس کی قوم نے رکاوٹ ڈالی اس پر اس نے کہا کون شخص ہے جو میری عرض ان کی بارگاہ میں پیش کرے اور اُن کا فرمان مجھے پہنچائے۔ دو آدمیوں نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا ہم اکثم کے ایلچی ہیں وہ آپ کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہے کہ آپ کس نسبت سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا دعویٰ کیا ہے اور آپ کی دعوت کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ (ابن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہوں) اور میرا دعویٰ ہے کہ میں اللہ تعالےٰ کا عبد خاص اور اس کا رسول و نبی ہوں اور میری دعوت ہے۔ انّ اللہ یأمر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی الایۃ (البتہ اللہ تعالےٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے اور قرابت داروں پر خرچ کرنے کا اور بُری باتوں، غلط کاریوں اور بغاوت سے منع فرماتا ہے)۔

انہوں نے عرض کیا ذرا یہ کلمات دہرائیں تاکہ اچھی طرح یاد ہو جائیں چنانچہ آپ نے اُن کو یاد کرائے پھر وہ اکثم کے پاس پہنچے اور اس سے کہا ہم نے اُن کی نسبت کے متعلق دریافت کیا ہے وہ قبیلہ مضر میں بہتر نسب کے مالک ہیں اور انہوں نے ہمیں چند کلمات بتائے ہیں (جو ہم تمہیں سنائے دیتے ہیں) جب اس نے ان کی زبانی وہ کلمات طیبات سنے تو کہا اے میری قوم میں تو یہی سمجھتا ہوں اور اعتقاد رکھتا ہوں کہ وہ بلند ترین اور اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور بُرے اخلاق اور قابل ملامت اعمال سے منع کرتے ہیں۔ لہٰذا تم (اُن پر ایمان لاکر) دوسرے لوگوں سے سبقت لے جاؤ اور رؤساءِ اہل اسلام بنو نہ کہ گنہگار اور کافر اور پہلے مومن بنو نہ کہ آخری۔ اکثم نے کہا درد و رنج سے خالی لوگوں کی طرف سے مبتلائے رنج والم لوگوں پر ہمیشہ طعن و تشنیع اور زجر و ملامت ہوتی ہے۔ (دوسروں کو کیا خبر کہ بارگاہ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء سے دوری مجھ کو کس قدر ناگوار ہے اور میرے لیے سوہانِ روح ہے) اے میرے نفس و روح کی

حسرت اور ارمان ایسے امر پر جس کو نہ میں پا سکا اور نہ ابھی میرے ہاتھ سے فوت اور ضائع ہوا (بلکہ کوشش کروں تو ہو سکتا ہے بخت مدد کرے اور نصیبہ جاگ اٹھے) اے میرے نفس مجھے تجھ پر افسوس نہیں ہے بلکہ عام لوگوں پر افسوس ہے (کہ وہ کیوں اس سعادت سے بہرہ ور نہیں ہو رہے ہیں) مگر اس قدر افسوس کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حق جب ثابت و قائم ہو جاتا ہے) باطل خود بخود راہ فرار اختیار کر لیتا ہے (لہذا اسلام غالب آکر رہے گا اور کفر و ضلالت کی گھٹائیں چھٹ جائیں گی)

حضرت اکثم کی دعوت پر سو اشخاص نے اُن کی اتباع کی اور بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دینے کے لیے نکلے۔ ابھی تھوڑا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ حبیش نامی بدبخت شخص نے (موقعہ پاکر) سب کی سواریوں کو ذبح کر ڈالا اور پانی وغیرہ کے مشکیزے پھاڑ دیئے اور بھاگ گیا۔ حضرت اکثم رضی اللہ عنہ کو پیاس نے مجبور کیا اور اسی حالت میں اپنی اپنی جان جاں آفرین کے سپرد کر دی اور اپنے جملہ ہمراہیوں کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وصیت فرمائی اور انہیں اپنے اسلام و ایمان پر گواہ بنایا۔

اللہ رب العزت نے انہیں کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

ومن یخرج من بیتہ مھاجراً الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ۔

جو شخص بھی اپنے گھر سے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف ہجرت کے ارادہ پر نکلا پھر موت نے اس کو راہ میں ہی آلیا (تو اس کی ہجرت باطل نہیں ہوئی بلکہ) اس کا اجر و ثواب اللہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم سے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

اکیسواں باب

سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمانا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ ایسا عادل ہے کہ اس کے علاقہ میں کسی شخص پر ظلم نہیں کیا جاتا لہذا تم اس کے ہاں چلے جاؤ اور اپنے آپ کو کفار و مشرکین کے ظلم و عدوان سے محفوظ کر لو حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ اپنی قدرت کاملہ سے ان شدائد و مصائب سے چھٹکارا نصیب فرمائے۔

آپ کی اجازت کے بعد ایک جماعت تو وہاں چلی گئی جن میں گیارہ مرد تھے اور چار عورتیں۔ یہ اعلان نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں ہجرت کر کے حبشہ پہنچے تھے قریش نے ان کا تعاقب کیا مگر ناکام رہے۔ دوسرے حضرات وہیں رہے البتہ اپنے اسلام و ایمان کا اعلان و اظہار نہیں کرتے تھے۔

جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم تلاوت فرمائی اور کفار قریش نے دوران تلاوت یہ آواز سنا۔ تلک الغرانیق العلیٰ (وہ بہت بڑے شان والے سردار ہیں اور رؤسا) جو کہ بعض شیاطین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے مشابہ آواز بنا کر آپ کے سکوت اور وقف کے دوران پڑھ دیا نہ کہ آلسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان اقدس پر جاری ہوا[ع] جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدۂ تلاوت ادا فرمایا۔ تو مشرکین نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ البتہ ولید نے ایک مٹھی خاک کی اٹھائی اور اپنے ماتھے کے ساتھ لگائی اور کہا مجھے اس قدر کافی ہے، جب اہل حبشہ کو اس امر (توافق و اتحاد) کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے کہا جب وہ اسلام لے آئے ہیں تو پھر ہمیں اپنے قرابت داروں اور برادری کی طرف لوٹ جانا چاہیے۔ جب لوٹے تو راہ میں ان کو چند سواروں کی جماعت ملی ان سے حقیقت حال دریافت کی تو انہوں نے بتلایا کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے معبودات کا ذکر کیا تو انہوں نے طاعت و تابعداری کا مظاہرہ کیا۔ جب آپ نے ان کا ذکر ترک کر دیا تو انہوں نے بھی دوبارہ ایذا رسانی اور شر و فساد کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔

لہٰذا ان مہاجرین حبشہ میں سے ہر ایک مختلف رؤسا اور اکابر قریش کی پناہ لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ ماسوا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کیونکہ انہوں نے انتہائی قلیل وقت وہاں قیام کیا اور دوبارہ حبشہ کی طرف تشریف لے گئے اور جو حضرات جوار اور پناہ لے کر مقیم ہوئے تھے ان پر بھی برادری اور اہل قبیلہ نے جبر و سطوت اور ظلم و تشدد سے کام لینا شروع کر دیا تو انہیں دوبارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ بھی حبشہ کی طرف چل دیے اور ان کے ساتھ بہت سے دوسرے مسلمان بھی ہجرت کر کے حبشہ منتقل ہو گئے۔

ع فائدہ: تلک الغرانیق العلیٰ کے جملہ کا شیاطین کی طرف سے اضافہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک کے مشابہ آواز بنا کر وحی الٰہی پر سے اعتماد کو ختم کرنے کا موجب ہے اور التباس و اشتباہ کا موجب لہٰذا یہ واقعہ من گھڑت اور موضوع ہے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے شفا میں، علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اور علامہ نووی نے شرح مسلم جلد اول ص۲۱۵ پر اس کو موضوع بنایا ہے اور دیگر اکابر نے بھی فرماتے ہیں۔ لا یصح فیہ شیٔ لا من جھۃ العقل ولا من جھۃ النقل لان مدح الٰہ غیر اللہ کفر ولا ان یقولہ الشیطان علی لسانہ ولا یصح تسلیط الشیطان علی ذالک۔ مدارج النبوت جلد اول ص۳۸۵ پر شیخ محقق نے بھی تحقیق درج فرمائی ہے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں جو حضرات حبشہ پہنچے ان کی مجموعی تعداد بچوں کو چھوڑ کر اور جو حبشہ میں متولد ہوئے ان سے بھی قطع نظر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو شمار کر کے اسّی [۸۲] سے زیادہ بنتی ہے اور واقدی کہتے ہیں کہ مردوں کی تعداد تراسی [۸۳] ہے اور عورتوں میں گیارہ قریشی تھیں اور سات دوسری اقوام سے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب بحالت کفر ہم جنگ خندق میں ناکام ہو کر کفار عرب کے قبائل کے ساتھ واپس ہوئے تو میں نے قریش کے ان آدمیوں کو جمع کیا جو میرے مقام کو جانتے تھے اور میری بات مانتے تھے اور ان سے کہا تم جانتے ہو (تو بہتر ورنہ غور و فکر کرو) میں تو بخدا یہی عقیدہ رکھتا ہوں کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان و مقام بلند ہوگا اور ان کی کامیابی و کامرانی کا دائرہ بہت وسیع ہوگا جو ہم میں سے کسی کے لیے بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ مجھے ایک تجویز اور تدبیر سوجھی ہے بتلاؤ اس کے متعلق تمہاری رائے کیا ہے۔ انہوں نے کہا تم نے کیا سوچا ہے میں نے کہا میرا خیال تو یہ ہے کہ ہم نجاشی (بادشاہ حبشہ) کے پاس چلے جائیں اگر محمد (مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء) ہماری قوم پر غالب آ گئے تو ہم اُن کے ہاتھوں مغلوب ہونے سے بچ جائیں گے کیونکہ ہمارا نجاشی کی رعایا ہونا اس سے بہتر ہے کہ ان کی رعایا ہوں اور اُن کے زیر دست۔ اور اگر ہماری قوم غالب آ گئی تو وہ ہمیں جانتے ہیں اور ہمارے مقام و مرتبہ کو لامحالہ ان کی طرف سے خیر اور بھلائی ہی پہنچے گی اور قتل و ہلاکت کا کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا تو ان سب نے کہا یہ بہت ہی وزنی اور صحیح رائے ہے۔

میں نے کہا تو پھر ہمیں ایسی چیزیں جمع کرنی چاہئیں جو اس کو بطور ہدیہ و تحفہ پیش کریں اور ہمارے علاقہ سے جو اشیاء اس کو بطور تحفہ پیش کی جاتی تھیں ان میں سے رنگا ہوا چمڑا اس کو زیادہ پسند تھا۔ ہم نے اس کے لیے بہت سا چمڑا جمع کیا۔ پھر مکہ مکرمہ سے نکل کر اس کے پاس پہنچے۔ ہم ابھی اس کے پاس بیٹھے تھے کہ عمرو بن امیہ ضمری آ گئے جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کی سفارش کرتے ہوئے نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔ جب تھوڑی دیر ٹھہر کر وہ چلے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ عمرو بن امیہ ہے میں نجاشی کے پاس کیوں نہ جاؤں اور یہ مطالبہ کروں کہ یہ شخص میرے حوالے کر دیا جائے۔ اگر وہ اس مطالبہ کو مان لے تو میں اس کو قتل کر دوں گا اور اس واقعہ کا جب قریش کو علم ہوگا تو وہ سمجھیں گے کہ اس نے ہمیں امداد دی ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایلچی کو قتل کر کے ہماری کفایت فرمائی ہے۔

چنانچہ میں اس خیال سے نجاشی کے پاس پہنچا اور حسب سابق سجود و تحیت و تعظیم بجا لایا۔ اس نے کہا خوش آمدید اور مرحبا ہے میرے صدیق اور قدیم دوست کے لیے کیا میرے لیے اپنے علاقہ سے کوئی ہدیہ اور تحفہ لائے ہو۔ میں نے کہا ہاں اے بادشاہ میں بہت سا رنگا ہوا چمڑا بطور ہدیہ لایا ہوں۔ پھر میں نے وہ ہدیہ اسکی خدمت میں پیش کیا تو اسے بہت پسند آیا اور اس نے بڑی خوشی ظاہر کی۔ پھر میں نے اس سے کہا۔ اے بادشاہ میں

نے ایک شخص کو تمہاری کچہری اور دربار سے نکلتے دیکھا ہے جو کہ ہمارے دشمن کا ایلچی تھا وہ میرے حوالے کردو تاکہ میں اس کو قتل کردوں کیونکہ اس نے ہمارے اشراف واخیار کو قتل کیا ہے۔

عمرو بن العاص کہتے ہیں میری بات سن کر نجاشی سخت غضبناک ہوا۔ پھر اپنا ہاتھ بڑھایا اور اپنی ناک پر اس طرح زور سے مارا کہ میں نے سمجھا کہ اس نے ناک کو توڑ دیا ہے۔ مجھ پر اس کی یہ حالت دیکھ کر ایسا خوف طاری ہوا کہ اگر زمین پھٹ جاتی تو میں اس کے خوف و دہشت سے اس کے اندر داخل ہو جاتا۔

میں نے باندازِ معذرت اس سے کہا اے بادشاہ۔ بخدا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کو یہ بات اتنی ناگوار گذرے گی تو میں قطعاً یہ مطالبہ نہ کرتا۔ تو اس نے کہا کیا تو مجھ سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ میں تجھے اس ہستی کا ایلچی سونپ دوں جس پر وہ ناموس اکبر اور حامل وحی نازل ہوتا ہے جو کہ موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا تاکہ تو اسے قتل کردے۔

میں نے دریافت کیا اے شہنشاہ کیا واقعی وہ صاحب وحی ہیں اور ان پر آسمانی احکام نازل ہوتے ہیں۔ نجاشی نے کہا اے عمرو تیرے لیے افسوس ہے۔ میری بات کو مان اور ان کا تابعدار اور مطیع فرمان بن جا۔ بخدا وہ حق پر ہیں اور وہ ضرور اپنے مخالفین پر غالب آجائیں گے جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے عساکر وجنود پر غالب آگئے تھے۔

میں نے کہا کیا تم ان کی طرف سے مجھے بیعت کرتے ہو اور زمرۂ اہل اسلام میں شامل کرتے ہو تو اس نے کہا ہاں ضرور چنانچہ اس نے ہاتھ بڑھایا اور میں نے عہدِ اسلام وایمان پر اس کی بیعت کی۔

میں واپس اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو میری پہلی رائے اور عقیدہ و نظریہ بدل چکا تھا مگر میں نے اپنے ساتھیوں سے چھپائے رکھا اور انہیں اپنے اسلام لانے کا پتہ نہ چلنے دیا۔ پھر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادہ سے نکلا اور ان کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے نجاشی کے پاس بھیجا اور ہم تقریباً اسی (۸۰) آدمی تھے۔ ادھر قریش نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو عظیم ہدیہ دے کر بھیجا۔ جب وہ نجاشی کے دربار میں داخل ہوئے تو انہوں نے سجدہ تعظیم وتحیت ادا کیا اور کہا کہ ہمارے چچا زاد بھائیوں میں سے ایک جماعت تمہارے علاقہ میں آکر قیام پذیر ہو گئی ہے جنہوں نے ہم سے اور ہماری ملت سے اعراض وروگردانی کر رکھی ہے۔ اس نے پوچھا وہ لوگ کہاں ہیں؟ ان دونوں نے کہا تمہارے علاقہ میں ہیں۔ نجاشی نے ان کی طرف آدمی بھیجا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا میں تمہاری طرف سے کلام کروں گا، تم خاموش رہنا۔ چنانچہ ہم جعفر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہو لیے اور دربار میں داخل ہوئے حضرت جعفر

نے رسم دربار کے مطابق سجدہ کیے بغیر محض زبانی سلام پر اکتفا کیا۔ لوگوں نے کہا تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا تو انہوں نے کہا ہم صرف اللہ تعالٰی کو سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے ہمارے پاس اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے جس نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ سجدہ صرف اللہ تعالٰی کے شایان شان ہے اور کسی کو سجدہ ہرگز نہ کرو اور ہمیں نماز اور زکوٰۃ کا بھی حکم دیا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا کہ یہ لوگ عیسٰی علیہ السلام کے معاملہ میں بھی تمہارے عقیدہ کے مخالف ہیں۔ اس نے دریافت کیا عیسٰی علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے متعلق تمہارا عقیدہ و نظریہ کیا ہے ؟ آپ نے کہا وہ اللہ تعالٰی کے فرمان کے مطابق کلمۃ اللہ ہیں یعنی کلمہ کن سے پیدا ہونے والے۔ اور مقدس روح جن کو حضرت مریم علیہا السلام کی طرف القا کیا گیا۔ وہ کنواری تھیں جن کو نہ کسی بشر نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی مرد نے زوجہ بنایا۔ یہ جواب سن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا اے اہل حبشہ کی جماعت اور علماء و عباد کا گروہ تم اس پر اس تنکے کے مانند بھی کسی امر کا اضافہ نہیں کر سکتے جو کچھ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے متعلق بیان کیا ہے۔

پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ حضرات کا آنا مبارک ہو۔ ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور اس مقدس ہستی کو جن کے پاس سے تم آئے ہو۔ اشھد انہ رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالٰی کے برحق رسول ہیں) وہی مقدس ہستی ہیں جن کی بشارت عیسٰی علیہ السلام نے دی اور انجیل میں انہی کا تذکرہ موجود ہے۔ ہمارے علاقہ میں جہاں چاہو رہو تم پر کوئی پابندی نہیں ہے اور بخدا اگر ملک و سلطنت کے امور میں مصروفیت و مشغولیت نہ ہوتی تو میں ضرور خود ان کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتا اور ان کی کفش برداری کا شرف حاصل کرتا اور کفار قریش کے ہدیے اور تحفے واپس کر دیے اور ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

بائیسواں باب

مشرکین مکہ کا بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے قطع تعلق پر تحریری معاہدہ

جب بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رشتۂ قرابت کے پیش نظر دفاع کیا تو قریش نے باہمی مجلس مشاورت منعقد کر کے یہ طے کیا اور تحریری معاہدہ کیا کہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب

سے نہ رشتہ لیا جائے اور نہ ان کو رشتہ دیا جائے اور باہم خرید و فروخت اور لین دین بند کر دیا جائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے ساتویں سال یہ عہد و پیمان ہوا اور اُسے لکھ کر بیت اللہ شریف کے اندر لٹکا دیا گیا تاکہ اسمیں مزید تاکید پیدا ہو جائے اور کوئی اس کو توڑنے کی جسارت نہ کرے۔

جب مشرکین نے یہ عہد کر لیا تو بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے تمام افراد جناب ابوطالب صاحب کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے بھی شعبِ ابی طالب میں قیام کر لیا صرف ابولہب الگ ہو کر دوسرے مشرکین کا معاون و مددگار بنا۔ تین سال اسی حالت میں گذرے اور انہوں نے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب پر خورد و نوش اور خوراک و طعام کو بند کر دیا اور اسباب و ذرائع کو بھی منقطع کر دیا اور وہ موسم حج کے اندر ہی اس گھاٹی سے باہر نکلتے تھے حتیٰ کہ ان کو بہت زیادہ مشقت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ ہشام بن عمرو بن ربیعہ خفیہ طور پر متعدد اونٹوں پر کھانا اُن کے پاس بھیجا کرتا تھا جس پر اُن کا گزارا ہوتا تھا۔

اس کے بعد وہ تحریری معاہدہ ٹوٹ گیا اور اس کے ٹوٹنے کے دو سبب بیان کیے جاتے ہیں۔ پہلا تو یہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے نبی پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلع کر دیا کہ اس صحیفہ اور معاہدہ کا وہ حصہ جس میں جور و ستم اور ظلم و تعدی تھی دیمک نے کھا لیا ہے اور جہاں اللہ تعالےٰ کا ذکر تھا۔ صرف وہ حصہ باقی بچا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ ابوطالب صاحب سے کیا اور انہوں نے عرض کیا کیا واقعی حقیقت حال یہ ہے جو آپ بتلا رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ بخدا میں نے آپ سے حقیقت امر بیان کی ہے انہوں نے اپنے دونو بھائیوں کو اس کی اطلاع دی اور کہا آپ نے کبھی میرے ساتھ خلاف واقعہ بات نہیں کی ہے۔ انہوں نے دریافت کیا، پھر کیا خیال ہے؟ آپ نے کہا کہ تم اچھا لباس پہنو اور قریش کے پاس جا کر بتلاؤ کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خبر دی ہے قبل اس کے کہ وہ خود اپنے صحیفہ کا حال معلوم کر لیں۔

چنانچہ جناب ابوطالب اپنے بھائیوں کے ہمراہ مسجد حرام میں جا پہنچے اور قریش سے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ فیصلہ کن بات کرنے آئے ہیں لہٰذا تم ہماری اس بات کو قبول کرو انہوں نے کہا مرحبا۔ اہلاً وسہلاً ہمیں منظور ہے آپ نے کہا کہ میرے بھتیجے (حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) نے مجھے بتلایا ہے (اور اُن کا بیان میرے نزدیک بالکل درست ہے کیونکہ انہوں نے میرے ساتھ کبھی غلط بات نہیں کی کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے صحیفہ پر دیمک کو مسلط فرما دیا ہے اور وہ ان تمام مقامات کو چٹ کر گئی ہے جن کے اندر ظلم و ستم اور جور و جفا اور قطع رحمی کا ذکر تھا اور جہاں جہاں اللہ تعالےٰ کا ذکر تھا صرف وہ حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر ان کی بات درست ہے تو پھر اپنے بُرے خیال سے باز آجاؤ اور اگر ان کی بات (نعوذ باللہ) غلط ہے تو ہم ان کو تمہارے سپرد کر دیں گے خواہ اُن کو قتل کر دو خواہ زندہ رکھو۔ انہوں نے کہا واقعی انصاف کی بات ہے۔ آدمی بھیج کر صحیفہ کی حالت معلوم

کی اور اُسے کھول کر دیکھا تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی خبر بالکل درست نکلی۔ سبھی قریش دم بخود رہ گئے اور شرم و ندامت سے اُن کے سر جھک گئے تو جناب ابو طالب صاحب نے کہا کیا تم پر یہ حقیقت واضح نہیں ہو گئی ہے کہ تم ظلم و ستم، قطع تعلقی اور قطع رحمی کے مرتکب ہو۔ کسی نے بھی ان کو جواب نہ دیا۔ چنانچہ آپ بمعہ اپنے بھائیوں کے، وہاں سے واپس ہوئے۔ یہ روایت محمد بن سعد نے اپنے مشائخ سے نقل کی ہے۔

دوسرا سبب اس معاہدہ کے ٹوٹنے کا یہ ہے کہ ہشام بن عمرو بن الحارث العامری زُہَیر بن ابی امیہ بن المغیرہ کے پاس گیا اور اس سے کہا اے زہیر کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے، پسندیدہ کپڑے پہنے، عورتوں سے نکاح کرے اور تمہارے ماموں اس مقام پر ہوں جو تیرے علم میں ہے۔ نہ خرید و فروخت کر سکیں اور نہ اُن کو کوئی رشتہ دے اور نہ ہی کوئی اُن سے رشتہ لے۔ آگاہ رہو، میں اللہ تعالےٰ کے نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ابو الحکم بن ہشام (ابوجہل) تیری جگہ ہوتا اور تو اس کو اس امر کی دعوت دیتا جس کی طرف اس نے تجھے بلایا ہے تو ہرگز تیری بات نہ مانتا۔

اُس نے کہا تم پر افسوس ہے اے ہشام! میں کیا کروں میں اکیلا آدمی ہوں۔ بخدا اگر دوسرا آدمی میرے ساتھ ہوتا تو میں معاہدہ توڑنے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوتا۔ انہوں نے کہا آدمی تو موجود ہے۔ زہیر نے پوچھا وہ کون؟ ہشام نے کہا میں۔ اس نے کہا کوئی تیسرا بھی تلاش کرو تو ہشام مطعم بن عدی کی طرف گئے اور اُس سے کہا اے مطعم کیا تو اس بات پر رضامند ہے کہ بنی عبد مناف کے دو بطن بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہلاک ہو جائیں اور تو قریش کا ساتھ دیتا رہے۔ مطعم نے کہا افسوس ہے میں کیا کر سکتا ہوں۔ اکیلا آدمی ہوں۔ ہشام بولا۔ تجھے دو اور آدمی بھی ملتے ہیں اُس نے پوچھا وہ کون؟ وہ بولے میں اور زہیر بن امیہ۔ مطعم نے کہا۔ چوتھا بھی ڈھونڈ لے تو وہ ابو البختری ابن ہشام کے پاس گئے اور جو بات مطعم بن عدی سے کی تھی اس سے بھی کی تو ابو البختری نے کہا۔ کوئی میرا اس معاملے میں مددگار بھی ہو سکتا ہے یہ بولے ہاں۔ زہیر، مطعم اور میں تیرے ساتھ ہیں اُس نے کہا پھر پانچواں شخص بھی تلاش کیجئے تو وہ زمعہ بن اسود کے پاس گئے اس سے بات چیت کی تو اس نے پوچھا آیا اس اقدام پر کوئی اور بھی آمادہ ہے۔ انہوں نے کہا ہاں اور جملہ افراد کے نام گنوائے چنانچہ سب نے باہم عہد و پیمان کیا اور اکٹھے ہو کر معاہدہ کو توڑنے کے لیے تیار ہوئے۔ زہیر صبح سویرے گئے۔ بیت اللہ کا طواف کیا پھر کہا اے اہل مکہ! ہم کھانا کھاتے ہیں، مختلف مشروبات استعمال کرتے ہیں، پسندیدہ لباس زیب تن کرتے ہیں اور بنو ہاشم تمہارے بائیکاٹ کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچے ہوئے ہیں۔ بخدا میں اتنے وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک یہ صحیفہ پھاڑ نہ دیا جائے جو سراسر ظلم و ستم اور قطع رحمی پر مشتمل ہے۔ ابوجہل بولا! تم غلط کہہ رہے ہو۔ بخدا یہ صحیفہ نہیں پھاڑا جا سکتا۔ زمعہ نے کہا بخدا تو بہت جھوٹا ہے۔ ہم اُس صحیفہ کی تحریر پر قطعاً رضامند نہیں تھے جب

وہ لکھا گیا تھا۔ ساتھ ہی ابوالبختری نے بطور تائید کہا زمعہ سچ کہتے ہیں نہ تو ہم اس کی تحریر پر راضی ہیں اور نہ اس کا اقرار کرتے ہیں۔ مطعم بولے تم دونوں ٹھیک کہتے ہو اور جو اس کے خلاف کہتا ہے، وہ جھوٹا ہے۔ ہم اس صحیفہ اور اسکی تحریر سے اللہ کے حضور برأت کا اظہار کرتے ہیں اور ہشام ابن عمرو نے بھی انہی کی تائید کی۔ ابوجہل نے کہا اس امر کا فیصلہ رات میں کیا گیا تھا اور اس کا مشورہ دوسری جگہ ہوا تھا۔ مطعم صحیفہ کو پھاڑنے کے لیے اُٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دیمک سارے صحیفہ کو چاٹ کر گئی ہے۔ سوا اس جملہ کے بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ۔ اس صحیفہ کو تحریر کرنے والا منصور ابن عکرمہ ابن ہاشم تھا جس کا وہ ہاتھ شل ہو گیا، جس سے اس نے اس صحیفہ ملعونہ کو لکھا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر (دس ذوالحج) جب آپ منیٰ میں قیام فرما تھے ارشاد فرمایا کہ ہم کل انشاء اللہ خیفِ بنی کنانہ میں قیام کریں گے جہاں مشرکین مکہ نے کفر و شرک پر برقرار رہنے کا باہم عہد و پیمان کیا تھا یعنی وادی محصب میں اور اس معاہدہ کی تفصیل یہ ہے کہ قریش اور بنی کنانہ نے باہم عہد و پیمان کیا کہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے ساتھ نکاح، بیاہ اور خرید و فروخت اس وقت تک بند رکھی جائے جب تک وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے نہ کریں۔

تئیسواں باب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ضماد ازدی کا باہمی مکالمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ضمّاد جو کہ قبیلہ ازدشنوءہ کا فرد تھا، مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا اور وہ جن بھوت کے اثرات کو دور کرنے کا عمل جانتا تھا اُس نے اہل مکہ کے اوباش اور سفہاء کو یہ کہتے سنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجنوں ہیں۔ تو اُس نے کہا اگر میں ان کو دیکھوں تو ہو سکتا ہے اللہ رب العزت انہیں میرے ہاتھ پر شفایاب کر دے۔ ضماد کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جن بھوت کے اثرات کو دور کر سکتا ہوں اور اللہ رب العزت میرے ہاتھوں جنہیں چاہتا ہے شفا عطا فرماتا ہے تو کیا تم بھی اس امر کی خواہش رکھتے ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے سامنے یہ کلمات طیّبات زبانِ اقدس پر جاری فرمائے۔

اِنَّ الحمد لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ و نستعینه من یهده الله فلا مضل له و من یُضْلِلْ فلا هادی له

واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ۔ وان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔
اما بعد۔

تو اس شخص نے عرض کیا کہ یہ پاکیزہ کلمات ذرا دہرائیے تو سہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اُس کے سامنے یہ کلمات دہرائے اس نے عرض کیا میں نے کاہنوں، ساحروں اور شعراء کے کلمات کو سُنا ہے مگر میں نے آپ کے ان پاکیزہ کلمات جیسے کلمات کسی کے منہ سے بھی نہیں سُنے۔ یہ تو بحر بلاغت کی انتہاہ گہرائیوں تک پہنچنے والے ہیں۔ اپنا دستِ اقدس بڑھائیے "تاکہ میں اسلام پر آپ کے ساتھ بیعت کروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو شرف بیعت سے مشرف فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ کیا اپنی قوم کی طرف سے بھی اسلام پر بیعت کرتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا جی ہاں میں اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کرتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریّہ کو جہاد کے لیے روانہ فرمایا۔ وہ لشکر قوم ضماد کے پاس سے گذرا تو امیر جیش نے دریافت فرمایا کیا تم نے ان لوگوں سے کوئی چیز تو نہیں لی؟ تو ایک آدمی نے عرض کیا میں نے اُن سے سواری کے لیے ایک اونٹ لیا تو امیر جیش نے فرمایا کہ اسے واپس کر دے کیونکہ یہ حضرت ضماد کی قوم ہے۔

چوبیسواں باب

سیّد عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم کا عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ مکالمہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قریش ایک دن جمع ہوئے اور کہا ایسا شخص تلاش کرو جو سحر، کہانت اور شعر و شاعری میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہو "تاکہ وہ اس مدعی نبوت کے پاس آکر کلام کرے جس نے ہماری جماعت کو منتشر کر دیا ہے اور جمعیت کو پراگندہ کر دیا ہے اور ہمارے دین پر طعن و تشنیع کیا ہے۔ پھر دیکھیں وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ سب نے کہا۔ ہم عتبہ بن ربیعہ کے علاوہ اور کوئی شخص ان صفات کا حامل نہیں پاتے۔ چنانچہ سب نے متفقہ طور پر ابوالولید عتبہ بن ربیعہ کو مجبور کیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کرے۔ عتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اچھے ہو یا تمہارے باپ عبداللہ (رضی اللہ عنہ)؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا۔ دوبارہ اُس نے کہا۔ تم بہتر ہو یا عبدالمطلب۔ آپ نے پھر سکوت اختیار فرمایا۔ تیسری بار اس نے کہا اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ

لوگ (تمہارے آباو اجداد) تم سے بہتر ہیں تو انہوں نے انہی بتوں کی عبادت کی جن پر تم تنقید کرتے ہو اور اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ میں اُن سے بہتر ہوں تو پھر اپنا دعویٰ بیان کریں تاکہ ہم تمہارا کلام سنیں اور اس میں اچھی طرح غور و فکر کریں۔ ہم نے قوم کا کوئی فرزند قوم کے حق میں تم سے بڑھ کر بُرا .... نہیں دیکھا (العیاذ باللہ) تم نے ہماری جماعت کو منتشر کیا جمیعت کو پراگندہ کیا اور ہمیں سارے عرب میں رسوا کیا حتیٰ کہ ہر جگہ یہ بات مشہور ہوگئی کہ قریش میں ایک بہت بڑا جادوگر اور بہت بڑا کاہن ہے بخدا ہم نہیں انتظار کرتے مگر کسی ناگہانی حادثہ کے مانند حاملہ عورت کی چیخ کی جو بوقتِ وضع اُس سے نکلتی ہے (کیا معلوم کس وقت وضع حمل ہو جائے اور وہ اندوہناک آواز سننے میں آئے) عین ممکن ہے کہ ہم میں سے کچھ دُرمندوں کی طرف تلواریں لے کر اٹھیں اور باہم لڑبھڑ کر تباہ ہو جائیں۔ اے نبوت کے دعویدار اگر تمہیں شادی کا شوق ہے تو قریش کی عورتوں میں سے جنہیں بھی پسند کرو ہم دسیوں عورتیں تمہارے ساتھ نکاح کر دیتے ہیں اور اگر فقر و فاقہ کی وجہ سے ڈھونگ رچایا ہے۔ (العیاذ باللہ) تو ہم اپنے مال و متاع تمہارے سامنے ڈھیر کر دیتے ہیں حتیٰ کہ تم تمام قریش سے زیادہ غنی اور مالدار ہو جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بس تمہاری بات ختم ہو گئی۔ اس نے کہا ہاں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیاتِ مبارکہ تلاوت فرمائیں۔

حٰمٓ ۝ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ آيٰتُهٗ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (الیٰ) فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ۔

"حم۔ رحمٰن و رحیم کی ذات اقدس کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے جس کی آیات مفصل اور واضح ہیں عربی زبان میں (اس کو نازل کیا گیا ہے) صاحب علم لوگوں کے لیے۔ وہ بشارت سنانے والا ہے اور عذاب آخرت سے ڈرانے والا۔ پس اگر وہ منہ موڑیں اور اس کو قبول نہ کریں تو انہیں فرما دیں میں نے تمہیں ڈرایا ہے اس تباہ کن اور مہلک صاعقہ اور عذاب سے جس کے ساتھ عاد و ثمود کو تباہ و برباد کیا گیا تھا" (بس میری ذمہ داری ختم ہو گئی)۔

عتبہ نے آپ سے عرض کیا۔ یہی کچھ کہنا ہے یا اس کے علاوہ بھی کہنے کی کوئی بات ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ وہ قریش کی طرف واپس گیا تو انہوں نے دریافت کیا کیا خبر لائے ہو؟ اس نے جواب میں کہا۔ میں نے کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی جس کا تذکرہ ان کے سامنے تمہارے نزدیک ضروری تھا اور میں نے اُن کے سامنے وہ بات نہ کی ہو۔ انہوں نے پوچھا انہوں نے کوئی جواب بھی دیا؟ عتبہ نے کہا۔ ہاں۔ جواب تو دیا لیکن قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے بنائے کعبہ کو قائم فرمایا، میں نے ماسوا اس کے اور کچھ نہیں سمجھا اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ۔ میں نے تمہیں ڈرایا ہے اس قسم کی گرجدار تباہ کن آواز سے جس کے

ساتھ عاد و ثمود کو تباہ کیا گیا۔ انہوں نے کہا تیرے لیے ہلاکت ہو وہ تیری مادری زبان عربی میں کلام کرتے ہیں مگر تو نہیں سمجھتا کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا بخدا میں نے ان کے کلام سے سوائے ذکر صاعقہ کے اور کچھ نہیں سمجھا۔

پچیسواں باب

ولید بن مغیرہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قریش سے مشورہ

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ولید ابن مغیرہ جو سب قریش میں عمر رسیدہ آدمی تھا، کے پاس قریش کی ایک جماعت اس وقت پہنچی جب موسم حج قریب آپہنچا تھا تو ولید نے ان سے کہا اے گروہ قریش! حج کا موقعہ آپہنچا ہے۔ عرب وفود اس میں تمہارے پاس آئیں گے اور وہ تمہارے اس مدعی نبوت کے متعلق سن چکے ہیں (وہ تم سے ان کے متعلق دریافت کریں گے) لہٰذا تم کوئی متفقہ رائے قائم کرلو تاکہ باہمی اختلاف کی صورت میں ایک دوسرے کی تکذیب نہ کرتے رہو اور ایک دوسرے کو جھٹلاتے نہ رہو۔ انہوں نے کہا اے ابو عبد شمس! تو ہی بتلا! اور ہمیں مشورہ دے کہ ہم کیا کہیں؟ اس نے کہا نہیں۔ تم ہی بتلاؤ اور ہر ایک کی بات کو سنو اور اس میں غور و فکر کرو۔ انہوں نے کہا ہم کہیں گے کہ یہ کاہن ہیں (العیاذ باللہ) اس نے کہا۔ یہ کاہن تو نہیں ہیں ہم نے کاہنوں کو دیکھا بھالا ہے۔ نہ ان کا لب ولہجہ ان کی طرح ہے اور نہ کلام میں سجع بندی ان کے مانند۔ انہوں نے کہا تو پھر ہم کہیں گے کہ یہ مجنون ہیں (العیاذ باللہ) اس نے کہا یہ مجنون بھی نہیں ہیں ہم نے حالت جنون کو دیکھا بھالا ہے۔ نہ تو ان کو سانس کی تنگی ہوتی ہے۔ نہ اختلاج ہوتا ہے اور جنون والے وسوسے۔ انہوں نے کہا تو پھر ہم کہیں گے کہ یہ شاعر ہیں۔ ولید نے کہا یہ شاعر بھی نہیں۔ ہم شعر کی جملہ اقسام رجز، ہزج، مقبوض اور مبسوط کو جانتے ہیں یہ یقیناً شاعر نہیں ہیں۔ وہ بولے پھر ہم کہیں گے کہ ساحر ہیں (العیاذ باللہ) ولید نے کہا یہ بھی خلاف حقیقت ہے، وہ ساحر بھی نہیں ہیں۔ ہم نے ساحروں کو دیکھا ہے اور ان کی سحر کاریوں کو، نہ تو یہ ان کی طرح جھو منتر کرتے ہیں اور نہ تعویذ گنڈہ کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا تو پھر ہم کیا کہیں؟ اس نے جواب دیا بخدا ان کی گفتگو میں شیرینی اور مٹھاس ہے۔ ان کا کلام اس درخت کے مانند موجب فرحت اور لائق رغبت ہے جس کی بنیاد تر و تازہ ہے اور جس کا سر اور منتہا بار آور ہے اور تازہ پھلوں سے بھرپور۔

ان عیوب میں سے جو بھی ان کی طرف منسوب کرو، ہر کوئی سمجھے گا کہ یہ بہتان اور جھوٹ ہے البتہ اگر کوئی

بات قدرے قابلِ قبول ہو سکتی ہے تو یہ ہے کہ تم کہو یہ جادوگر ہیں۔ باپ بیٹے میں جدائی پیدا کرتے ہیں بھائی کو بھائی سے الگ کرتے ہیں خاوند کو بیوی سے جُدا کرتے ہیں، اہلِ قبیلہ کو قبیلہ اور برادری سے دور کرتے ہیں چنانچہ وہ اس رائے پر متفق ہو کر وہاں سے اُٹھ کر چل دیئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کہا میں نے شعر کے جملہ اقسام رجز اور قریض کو سُنا ہے مگر قرآن پاک کے مانند کوئی کلام سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ وہ شعر نہیں ہے۔ بے شک اس پر طراوت اور تر و تازگی ہے اور اس میں نور و ضیا ہے اور وہ غالب ہی رہتا ہے اور مغلوب بالکل نہیں ہوتا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی تو اس پر رقت طاری ہوگئی۔ جب ابوجہل کو اس کی اطلاع پہنچی تو اس نے ولید بن مغیرہ کے پاس آکر کہا کہ اے چچا تیری قوم چاہتی ہے کہ تیرے لیے مال جمع کرے۔ اُس نے پوچھا وہ کیوں؟ ابوجہل نے کہا وہ تجھے مال دینا چاہتی ہے۔ کیونکہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتا ہے "تاکہ اُن سے مال و دولت حاصل کرے اور ہم جو کچھ اُن کے متعلق کہتے ہیں اس سے اعراض کرتا ہے۔

ولید نے کہا سب قریش جانتے ہیں کہ میں اُن سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ تو ابوجہل نے کہا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات کر جس سے قوم کو پتہ چل جائے کہ تم اُن کے دعوئے نبوت کے مُنکر ہو اور اس سے متنفر اور بے زار۔ ولید نے کہا۔ اُن کے متعلق کہوں تو کیا کہوں؟ بخدا تم میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ اشعار کے متعلق علم نہیں رکھتا بخدا اُن کا قول ذرا بھر شعر کے مشابہ نہیں ہے اور بخدا اُن کے کلام میں حلاوت اور مٹھاس ہے اور اس میں رونق اور تر و تازگی ہے۔ اس کا اوپر والا حصہ بار آور ہے اور زیریں حصہ سر سبز و شاداب اور جو کچھ اُس کے نیچے ہے وہ اُسے توڑ کر رکھ دینے والا ہے اُس میں تفوق و برتری ہے اور مغلوبیت سے منزہ اور پاک ہے۔ ابوجہل نے کہا۔ بخدا تمہاری قوم اُس وقت تک تم سے راضی نہیں ہوگی جب تک تم مُحمّد کے متعلق زبانِ طعن و تشنیع دراز نہیں کرو گے اور ان پر تنقید و تنقیص نہیں کرو گے۔

ولید نے کہا! پھر مجھے اپنے حال پہ رہنے دیجئے "تاکہ میں اچھی طرح غور و فکر کر سکوں! چنانچہ اُس نے غور و فکر کے بعد یہ بہتان تراشا۔ ھذا سحر یؤثر۔ یہ کلام پاک سحر اور جادو ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں سے نقل کرتے ہیں۔

تو اس کے رد میں اللہ رب العزت نے فرمایا۔

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا۔

چھوڑیئے آپ مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے تنہا پیدا کیا۔ یعنی میں خود اس کو کیفر کردار تک پہنچاؤں

گا، آپ اُس کی فکر نہ کریں۔

چھبیسواں باب

سرورِ عالم علیہ التحیۃ والثناء کا طفیل ابن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکالمہ!

محمد ابن اسحاق فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم سے طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کرنے کے باوجود نصیحت وہمدردی کی ہر ممکن کوشش فرماتے اور اُن کو ہلاکت وبربادی سے فلاح ونجات کی طرف دعوت دیتے۔ ادھر قریش جب اللہ رب العزت کی حفاظت وحراست کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے تو لوگوں کو آپ سے دور رکھنے کی کوشش کرنے لگے اور عربوں کو آپ سے الگ رکھنے کی سعئ ناتمام کرتے۔ طفیل ابن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے تھے کہ میں مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہیں پر موجود تھے چونکہ طفیل بن عمرو رئیس اور سردار بھی تھے اور صاحب فہم وفراست شاعر بھی تو قریش اُن کے پاس دوڑے ہوئے آئے اور کہا۔ تم یہاں تشریف لائے ہو اور یہ شخص جو ہمارے ہاں موجود ہیں انہوں نے ہمیں بہت مشکل میں ڈال رکھا ہے اور ہماری جماعت کو پراگندہ کر دیا ہے۔ ان کی گفتگو سحر کی مانند ہے، جس سے باپ اور بیٹے میں جُدائی واقع ہوتی ہے، بھائی بھائی سے جُدا ہو جاتا ہے اور خاوند بیوی ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں۔ ہمیں خطرہ ہے کہ جس مشکل سے ہم دوچار ہیں کہیں تُم اور تمہاری قوم بھی اسی مصیبت کا شکار نہ ہو جائے۔ لہٰذا نہ تو ان سے کلام کرنا نہ ہی اُن کی بات سُننا۔ طفیل ابن عمرو فرماتے ہیں کہ مجھے اسی طرح نصیحتیں کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے عزم بالجزم کر لیا کہ نہ ہی ان کی بات سنوں گا اور نہ اُن سے کلام کروں گا چنانچہ جب صبح کے وقت میں مسجد حرام میں گیا تو میں نے اپنے کانوں میں روئی دے لی مبادا کہ میرے کانوں میں اُن کی کوئی بات سُنائی دے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کی بات سنوں۔

جب مسجد حرام میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر نماز ادا فرما رہے تھے۔ میں بھی آپ کے قریب کھڑا ہو گیا، میری سعی وکوشش کے باوجود اللہ رب العزت نے مجھے آپ کا کلام سُنا ہی دیا۔ میں نے سُن کر معلوم کیا کہ اُن کا کلام کتنا حسین ہے اور دل میں کہا مجھے میری ماں روئے! بخدا میں عقلمند بھی ہوں اور فنِ شعر وشاعری میں ماہر بھی۔ مجھ پر کلام کا حسن وقبح مخفی نہیں رہ سکتا۔ میرے

لیے اس میں رکاوٹ کی کونسی بات ہے کہ اُن کے کلام کو سنوں؟ اور اگر اچھا ہے تو قبول کر لوں! اس کے برعکس ہو تو چھوڑ دوں اور نظر انداز کر دوں۔ فرماتے ہیں میں وہیں ٹھہرا رہا تا آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولتکدہ کی طرف لوٹے تو میں بھی پیچھے پیچھے چل دیا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ سے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی قوم نے مجھے آپ کے متعلق یہ کہا تھا۔ اور بخدا وہ مجھے آپ کے متعلق اتنا ڈراتے رہے کہ میں نے اپنے کانوں کو روئی کے ساتھ بند کر لیا۔ تاکہ آپ کی بات سُن ہی نہ سکوں! مگر اللہ رب العزت نے مجھے آپ کا کلام سُنانے کا ہی فیصلہ کر رکھا تھا۔ میں نے انتہائی حسین اور پاکیزہ کلام کو سُنا لہٰذا میری درخواست یہ ہے کہ آپ اپنا دعویٰ اور اپنی دعوت مجھے بتائیں اور سُنائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر اسلام کو پیش کیا، قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ بخدا میں نے کبھی قرآن سے زیادہ حسین کلام نہیں سنا تھا اور نہ اسلام سے بڑھ کر کوئی عادلانہ نظام۔ میں مشرف بہ اسلام ہوا حق کی گواہی دی اور بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا اے نبی خدا (علیہ التحیۃ والثناء) میں اپنی قوم کا رئیس اور سردار ہوں۔ میں واپس جا کر انہیں بھی دعوتِ اسلام دوں گا۔ آپ اللہ رب العزت سے دُعا کریں کہ وہ میرے لیے ایک ایسی علامت اور نشانی قائم فرمائے جو میرے لیے اس دعوتِ اسلام اور رشد و ہدایت میں تعاون و مددگار ثابت ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ خداوندی میں دُعا کرتے ہوئے فرمایا۔

اللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَہٗ آیَۃً ۔ اے اللہ! ان کو مطلوبہ آیتِ صداقت اور علامتِ حقانیت عطا فرما۔

فرماتے ہیں جب میں اپنی قوم کی طرف نکلا تو ابھی اس گھاٹی تک ہی پہنچنے پایا تھا جس سے میں اپنے شہر کو دیکھ سکتا تھا تو میری آنکھوں کے درمیان چراغ کی مانند نور رونما ہوا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ اس نور کو میرے چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ ظاہر فرما۔ کیونکہ مجھے خوف یہ ہے کہ قوم یہ گمان کرے گی کہ یہ تغیر جو میرے چہرے میں رونما ہوا ہے یہ اُن کے دین کو چھوڑنے کی وجہ سے ہے۔ فرماتے ہیں کہ وہ نور وہاں سے میری چھڑی کے سرے پر منتقل ہو گیا تو شہر والے میری چھڑی کے اس نور کو ایسے دیکھ رہے تھے۔ جیسے کہ فضا میں لٹکا ہوا چراغ ہے جب کہ میں اُن کی طرف گھاٹی سے نیچے اُتر رہا تھا! میں چلتے چلتے اُن کے پاس جا پہنچا۔ صبح ہوئی تو میرے پاس میرا باپ آیا جو بہت ہی عمر رسیدہ تھا۔ میں نے کہا اے باپ مجھ سے دور ہو جائیے! میرا اور آپ کا کوئی رشتہ تعلق نہیں ہے۔ اُس نے پوچھا اے بیٹے یہ کیوں؟ میں نے کہا میں مسلمان ہو چکا ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کر چکا ہوں۔ انہوں نے کہا اے لختِ جگر! میرا دین وہی ہے جو تیرا دین ہے۔ تو میں نے عرض کیا پھر جائیے، غسل کیجئے پاک کپڑے پہنیے پھر میرے پاس تشریف لائیے تاکہ میں آپ کو وہ تعلیم دوں جو بارگاہِ نبوت سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔ وہ گئے، غسل کیا۔ پاک کپڑے پہنے اور پھر میرے پاس آئے۔

میں نے اسلامی تعلیمات انہیں بتائیں تو وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے پھر میری بیوی میرے پاس آئی تو میں نے اُسے کہا جائیے دُور ہو جا۔ میرا تیرا اب کوئی ربط و تعلق نہیں ہے۔ اُس نے مجسم سوال بن کر پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ایسے کیوں؟ میں نے کہا اسلام کی وجہ سے میرے اور تیرے درمیان جُدائی ہو چکی ہے چنانچہ وہ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئی۔ پھر میں نے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے تغافل اور تساہل کا مظاہرہ کیا۔

میں بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا یا نبی اللہ! صلی اللہ علیک وسلم دوس مجھ پر غالب آ گئے ہیں۔ آپ ان کی ہلاکت کے لیے دُعا فرمائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دُعا فرمائی۔

اللّٰھُمَّ اھْدِ دوساً۔ اے اللہ قبیلۂ دوس کو ہدایت سے سرفراز فرما۔

اور مجھے حکم فرمایا کہ اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ انہیں دعوتِ توحید و اسلام دو اور اُن کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرو۔ فرماتے ہیں، میں واپس ہوا۔ دوس کے علاقے میں رہ کر اُن کو دعوت اسلام دیتا رہا حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی اور بدر و احد اور خندق کی جنگیں لڑیں۔ پھر میں آپ کی بارگاہ میں اپنی قوم کے مسلم افراد کو ساتھ لے کر حاضر ہوا کہ قبیلۂ دوس کے ستر یا اسی گھر میرے ہمراہ مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے (اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاءِ مبارک کی شانِ اعجاز ظاہر ہوئی) مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف لے جا چکے تھے۔ ہم وہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ستائیسواں باب

سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی جناب ابوطالب صاحب کے ساتھ مرض وفات میں گفتگو

سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ جب ابوطالب صاحب کا وقت وفات قریب آ گیا تو سید رسل علیہ السلام اُن کے پاس تشریف لائے۔ وہاں عبداللہ بن ابی امیہ اور ابوجہل بن ہشام بھی بیٹھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا اے چچا تمہارا سب لوگوں سے مجھ پر زیادہ حق ہے حتیٰ کہ میرے والدین کی نسبت بھی زیادہ حق ہے اور تم مجھ پر بہت زیادہ شفقت اور مہربانی کرنے والے تھے۔ (میں چاہتا ہوں کہ اس

احسان کا بدلہ تمہیں دوں) اور قیامت کے دن تمہاری شفاعت کرسکوں مگر وہ اسی صورت میں ممکن ہوگی جب تم لا الہ الا اللہ کہو اور میرے دین میں داخل ہو جاؤ۔

عبداللہ بن ابی امیہ اور ابوجہل فوراً بولے اور کہا اے ابوطالب تم عبدالمطلب کے دین سے اعراض اور روگردانی کرتے ہو، تو انہوں نے کہا میں ملت عبدالمطلب پر ہوں اور اسی حالت میں اُن کا انتقال ہوگیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بخدا میں تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ اس سے منع نہ فرمائے گا تو اللہ رب العزت نے یہ آیت مقدسہ نازل فرمائی۔

ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ

"رسول خدا اور اہل ایمان کو یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب صاحب سے فرمایا لا الہ الا اللہ کہیئے اور دین اسلام میں داخل ہو جائیے میں قیامت کے دن تمہارے حق میں ایمان و اسلام کی گواہی دوں گا تو انہوں نے جواب میں کہا اگر مجھے قریش کی طرف سے عار اور اس طعن وتشنیع کا ڈر نہ ہوتا کہ حالت موت سے گھبرا کر اور بزدل ہو کر اسلام قبول کرلیا ہے تو میں ضرور کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا اور تمہیں خوش کرتا۔ تو اس وقت اللہ تعالےٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء

"بے شک تم ایمان عطا نہیں کرتے اور ہدایت پیدا نہیں فرماتے اس کے دل میں جس کا ایمان لانا تمہیں پسند ہو لیکن یہ تو اللہ تعالےٰ کا ہی کام ہے کہ جس کو چاہے دولتِ ایمان سے مشرف فرمائے"

اس روایت کو امام مسلم نے نقل فرمایا۔

ابن جوزی فرماتے ہیں روایت کے اندر جزع کا لفظ ہے جس کا معنی گھبراہٹ اور بے صبری ہے۔ مگر اہل لُغت اس مقام پر اس لفظ کو موزوں نہیں سمجھتے۔ ثعلب کہتے ہیں کہ در اصل لفظ خرع ہے جس کا معنی ضعف اور بزدلی ہے۔

عبداللہ بن ثعلبہ بن سعید عذری سے مروی ہے کہ ابوطالب صاحب نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ قریش کہیں گے مجھے موت کی گھبراہٹ نے ضعیف و کمزور کر دیا ہے۔ (اس لیے مذہب وملت میں تبدیلی پیدا کر لی ہے، جبکہ یہ بات تمہارے لیے بھی اور تمہارے چچازاد بھائیوں کے لیے بھی گالی بن جائے گی) تو میں ضرور تمہارے کہنے کے مطابق عمل کرتا اور بہر حال تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا کیونکہ

میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ میری خدمت کی قدر کرتے ہوئے اور اس کی جزاء اور بدلہ دینے کے لیے یہ فرما رہے ہو اور تمہیں میرے ساتھ پوری پوری ہمدردی ہے اور میری موت اور جدائی کا سخت غم و اندوہ ہے۔ پھر انہوں نے بنو عبدالمطلب کو بلایا اور اُن سے کہا جب تک محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی بات سنتے اور مانتے رہو گے خیر اور بھلائی تمہارے ساتھ رہے گی۔ لہٰذا ان کی اتباع کرنا اور ان کی امداد و نصرت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا انشاءاللہ راہ راست پالو گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا جس چیز کا ان کو حکم دے رہے ہو اس کو خود کیوں اختیار نہیں کرتے اور یوں نظر انداز کر رہے ہو۔ ابوطالب صاحب نے عرض کیا اگر آپ اس وقت مجھ سے اس کلمہ کا مطالبہ کرتے جب کہ میں صحتمند اور تندرست تھا تو میں ضرور آپ کے کہنے کے مطابق آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا۔ لیکن اب حالت موت اور احتضار میں کلمہ پڑھنا تو مجھے پسند نہیں ہے۔ قریش کہتے پھریں گے کہ انہوں نے کلمہ کو محض موت کے ڈر اور جزع کے تحت قبول کر لیا ہے جبکہ حالت صحت میں اس کو قبول نہیں کیا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ابوطالب صاحب کی وفات کی اطلاع دی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ جاؤ ان کو غسل دو، کفن دو اور زمین میں دفن کر دو اللہ تعالےٰ اُن کے لیے مغفرت فرمائے اور رحم کرے۔ چنانچہ میں نے فرمان نبوی کے مطابق عمل کیا۔ دوبارہ حاضر ہوا تو فرمایا خود بھی غسل کر و۔ چنانچہ میں نے غسل کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کئی دن تک اُن کے لیے استغفار کرتے رہے اور آپ گھر سے باہر نہ نکلے حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور یہ آیت کریمہ سنائی۔

ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ (الایۃ)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ میں بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ کے چچا ضلالت و گمراہی میں انتقال کر گئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان کو زمین میں دفن کرو اور پھر دوسرا کوئی کام کیے بغیر فوراً میرے پاس آنا۔ میں جب حاضر ہوا تو فرمایا غسل کرو۔ میں نے غسل کر لیا تو مجھے ایسی ایسی دعاؤں سے نوازا کہ اُن کے بدلے جتنے خزانے اور مال و متاع مجھے دیا جائے مجھے اس سے ذرہ بھر خوشی حاصل نہیں ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ سید کائنات مفخر موجودات علیہ افضل الصلوات و التحیات ابوطالب صاحب کے جنازہ یعنی نعش پر تشریف لائے اور فرمایا تجھے رحم کا رشتہ و قرابت ہم سے ملائے رکھے اور تمہیں اللہ تعالےٰ بہتر جزاء عطا فرمائے۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ آپ کے چچا ابو طالب آپ کی خاطر آپ کے اعداء پر غضبناک ہوتے تھے اور آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھنے کی جدوجہد فرماتے تھے۔ کیا یہ خدمات ان کو نفع دیں گی؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نار جہنم کی نچلی اور پایاب لہریں ہیں یعنی آگ صرف اُن کے ٹخنوں تک ہے اور اگر میرا وجود مسعود نہ ہوتا تو وہ آگ کے نچلے طبقہ میں غرق ہوتے۔ یہ روایت بخاری و مسلم نے نقل فرمائی۔

محمد بن کعب قرظی سے منقول ہے کہ جب ابو طالب صاحب اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس کے اندر اُن کا انتقال ہو گیا تو قریش نے کہا اے ابو طالب اپنے بھتیجے کی طرف آدمی بھیج کر یہ مطالبہ کرو کہ وہ تمہیں اس جنت میں سے کوئی چیز منگوا کر دیں جس کا وہ ہر وقت تذکرہ کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ تمہارے لیے موجب شفا بن جائے انہوں نے آدمی بھیج دیا۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کی خدمت میں ابو بکر صدیق کو بھی حاضر پایا آپ سے عرض کیا آپ کے چچا آپ سے عرض کرتے ہیں کہ میں عمر رسیدہ ہوں، ضعیف و ناتواں بھی ہوں اور بیمار بھی لہٰذا آپ میرے لیے جنت کے طعام اور مشروبات میں سے کوئی چیز بھیجیں جس کا آپ تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ میں شفایاب ہو جاؤں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اس جنت سے استفادہ کے لیے ایمان شرط اوّل ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کفار و مشرکین پر حرام فرما دیا ہے۔

وہ آدمی واپس آگیا اور صورتحال سے اُن کو مطلع کیا کہ میں نے محمد (مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء) کو تمہارا پیغام پہنچا دیا انہوں نے مجھے جنت کی کوئی چیز عطا نہیں کی بلکہ خاموش رہے البتہ ابو بکر صدیق نے یہ جواب دیا کہ جنت اللہ تعالیٰ نے کفار پر حرام فرما دی ہے۔ کفار قریش نے پھر ابو طالب صاحب پر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنی طرف سے آدمی بھیجیں۔ انہوں نے آدمی بھیجا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جگہ موجود پایا۔ ابو طالب صاحب کا پیغام پہنچایا تو سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے کھانے اور مشروبات کفار پر حرام فرما دیے ہیں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایلچی کے پیچھے پیچھے چلے اور اس کے ساتھ ہی ابو طالب صاحب کے گھر میں داخل ہوئے دیکھا تو سارا مکان لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے چچا کے پاس سے اُٹھ جاؤ اور تخلیہ کرو۔ قریش نے کہا ہم ایسا کرنے پر تیار نہیں ہو سکتے تم کوئی ان کے زیادہ حقدار تو نہیں ہو۔ اگر تمہیں اُن کے ساتھ رشتہ قرابت حاصل ہے تو ہمیں بھی یہ شرف حاصل ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اور فرمایا اے چچا جان تمہیں بہتر جزاء اور بدلہ دیا جائے۔ تم نے بچپن میں میری تربیت و کفالت کی اور بڑا ہو جانے کی بعد بھی حفاظت و حراست میں کوئی کمی نہیں کی۔ لہٰذا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

تمہیں بہتر جزاء اور بدلہ عطا کیا جائے۔ اگر تم اپنی خواہش نفس و تقاضائے طبیعت کے برعکس محض ایک کلمہ اپنی زبان پر جاری کر لو اور میری خواہش اور دلی تمنا میں میری امداد کرو تو میں روزِ جزاء اور میدانِ محشر میں تمہاری شفاعت کروں گا (جو بفضلہ تعالیٰ منظور و قبول ہوگی) انہوں نے پوچھا اے عزیز از جان وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہو لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہ۔ انہوں نے کہا بخدا تم میرے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ ہو، خدا کی قسم اگر مجھے موت کے بعد عار اور طعن و تشنیع کیے جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں ضرور آپ کو خوش کرتا اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا لیکن مجھے خطرہ یہ ہے کہ کہا جائے کہ تمہارے چچا نے موت کے وقت بے صبر ہو کر اور گھبرا کر کلمہ پڑھ لیا اور ملتِ آباء کو چھوڑ دیا۔

ادھر کفار قریش چلانے لگے اے ابوطالب تم اپنے آباء و اجداد کی ملت حنیفیہ کے سردار ہو اور رئیس و پیشوا (تم اس کو چھوڑنے لگے ہو) تو انہوں نے کہا میں اپنے آباء و اجداد کے دین و مذہب پر ہوں کہیں آپ کو لوگ یہ طعنہ نہ دیتے رہیں کہ ابوطالب موت کے وقت بزدل ہو گیا۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک مجھے اللہ تعالیٰ تیرے حق میں استغفار کرنے سے اور طلب مغفرت و بخشش سے منع نہیں فرمائے گا میں تیرے لیے دعاءِ مغفرت کرتا رہوں گا۔ جب اہل اسلام نے دیکھا کہ آپ ابوطالب صاحب کے لیے استغفار کر رہے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام نے بھی آزر کے لیے دعا کی تھی تو انہوں نے کہا پھر ہم بھی کیوں نہ اپنے آباء و اجداد اور دیگر قرابت داروں کے لیے دعاءِ استغفار اور دعاء مغفرت کریں۔ چنانچہ انہوں نے بھی دعائیں مانگنی شروع کیں تو اللہ رب العزت نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اُولی قربیٰ (الآیۃ)

اٹھائیسواں باب

امام الانبیاء والمرسلین کو حضرت ام المومنین خدیجہ اور ابوطالب صاحب کی وفات کے بعد پیش آنیوالے واقعات

عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر کہتے ہیں جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب صاحب کا انتقال ہو گیا (ان دونوں کی وفات میں صرف ایک ماہ اور پانچ دن کا وقفہ تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دو مصیبتیں جمع ہو گئیں تو آپ

نے باہر نکلنا بہت کم کر دیا اور گھر میں ہی قیام فرما رہتے۔ اور ادھر قریش کو ایذا رسانی کا وہ موقعہ ہاتھ آگیا جو انہیں پہلے کبھی میسر نہیں ہوا تھا اور نہ ہی وہ اس کی امید کر سکتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پریشانی کا ابولہب کو علم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا آپ جو بھی کرنا چاہیں کر گذریں اور جو کچھ ابوطالب صاحب کی حالت حیات میں کیا کرتے تھے وہ اب بھی بلا خوف وخطر کریں۔ مجھے لات کی قسم ہے جب تک میں زندہ ہوں کوئی شخص تمہارے قریب نہیں پھٹک سکے گا۔

ابن عیطلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب اقدس میں گستاخی کی اور بد کلامی سے پیش آیا تو ابولہب نے جوابی کارروائی کی اور اسے سخت زجر و توبیخ کیا تو وہ وہاں سے چیختا چلاتا ہوا بھاگا اور لوگوں میں مشہور کر دیا کہ ابوعتبہ یعنی ابولہب اپنے دین سے پھر گیا ہے۔

سبھی قریش دوڑے ہوئے اس کے پاس آکر جمع ہو گئے اور حقیقت حال دریافت کی اس نے کہا میں نے دین عبدالمطلب کو تو ترک نہیں کیا لیکن میں اپنے بھتیجے پر ظلم وزیادتی بہر حال نہیں ہونے دوں گا حتیٰ کہ وہ جو چاہیں کریں (میری امداد و نصرت اُن کو حاصل رہے گی) سب نے کہا تو نے اچھا کیا اور خوب کیا کہ صلہ رحمی کا حق ادا کیا سید عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم چند دن اسی حال میں رہے جدھر چاہتے آتے جاتے کوئی شخص آپ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا تھا اور ابولہب سے ڈرتے تھے کہ ناگاہ عقبہ بن ابی معیط اور ابوجہل مل کر ابولہب کے پاس آئے اور اُس سے کہا کیا تجھے تیرے بھتیجے نے تبلایا ہے کہ تیرے باپ کا ٹھکانا کہاں ہے؟ ابولہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے باپ کا ٹھکانا کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا اپنی قوم کے ساتھ۔ اس نے دونو کو جا کر تبلایا کہ مجھے محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ جواب دیا ہے تو انہوں نے کہا وہ تو کہتے ہیں کہ وہ نار جہنم میں ہے ابولہب نے پھر دریافت کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا میرا باپ آگ میں داخل ہو گا تو آپ نے فرمایا ہاں۔ اور جو بھی اس مذہب وملت پر مرا وہ آگ میں داخل ہو گا۔

ابولہب نے کہا بخدا میں ہمیشہ ہمیشہ تمہاری عداوت اور دشمنی پر قائم رہونگا کیونکہ تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ میرا باپ نار جہنم میں ہو گا۔ چنانچہ اس نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت رویہ اپنا لیا اور دیگر قریش نے بھی۔

محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب جناب ابوطالب صاحب کی وفات ہوئی تو قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے میں انتہا کر دی چنانچہ آپ مکہ مکرمہ سے طائف کی طرف تشریف لیگئے۔

انتیسواں باب

سیّد عالمین رحمتِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف میں پیش آنیوالے حالات کا بیان

محمد بن جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب صاحب کی وفات کے بعد طائف کی طرف تشریف لے گئے ۔ اعلان نبوت کا دسواں سال شروع تھا اور شوال کی صرف چند راتیں باقی تھیں اور آپ کے ساتھ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ محمد بن عمر نے اپنی سند کے ساتھ قیام طائف کی مدت دس دن بیان کی ہے اور دوسرے حضرات نے ایک ماہ۔ بہرحال آپ اپنے قیام طائف کے دوران ہر سردار اور کبیر قوم کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ تبلیغ دین میں امداد و تعاون کے متعلق بات کی لیکن کسی نے بھی آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا اور اس سعادت سے بہرہ ور نہ ہو سکے اور اپنے نوخیزوں اور سفہا سے خوف و خطر کا بہانہ بنایا اور آپ سے عرض کیا کہ آپ یہاں قیام نہ کریں اور دوسری پسندیدہ جگہ جا کر قیام کریں۔ جب آپ وہاں سے نکلنے لگے تو اپنے احمق اور کم عقل لونڈوں کو آپ کے خلاف اکسایا چنانچہ انہوں نے آپ کو پتھر مارنے شروع کر دیے حتیٰ کہ آپ کے قدم مبارک لہولہان ہو گئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنی جان کو آپ کے لیے ڈھال بنائے ہوئے تھے لہٰذا ان کے سر اقدس میں بھی کئی زخم آ گئے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی طرف انتہائی غمگینی کے ساتھ لوٹے جب وادی نخلہ میں پہنچے تو رات ہو چکی تھی وہیں قیام فرمایا۔ رات کو نماز میں قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے کہ اہل نصیبین میں سے سات جن آپ کے پاس آ پہنچے اور غور سے کلام مجید کو سنا۔ آپ نے چند دن وہاں قیام کرنے کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت زید نے عرض کیا۔ آپ وہاں کیوں تشریف لے جا رہے ہیں؟ جبکہ انہوں نے پہلے ہی آپ کو مکہ مبارکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا تو آپ نے قبیلہ خزاعہ میں سے ایک آدمی مطعم بن عدی کے پاس بھیجا اور دریافت فرمایا کہ آیا میں تیری نصرت و اعانت پر اعتماد کرتے ہوئے اور تیرے جوار و حمایت پر بھروسہ کرتے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہو سکتا ہوں۔ اس نے عرض کیا ہاں!

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں جب رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء طائف تشریف لے گئے تو ثقیف کے سادات و رؤسا کی جماعت میں سے ہر ایک کے پاس گئے ۔ جو تین بھائی عبد یالیل مسعود اور حبیب ۔ اولاد عمرو بن عمیر تھے۔ ہر ایک کو اللہ رب العزت کی طرف دعوت دی۔ ان کے ساتھ اس مقصد پر بھی گفتگو کی جس کے لیے آپ یہاں تشریف لائے تھے یعنی نصرت اسلام اور اعداء و مخالفین کے خلاف

امداد و اعانت (مگر ان کے مقدر میں یہ سعادت کہاں تھی) ان میں سے ایک نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے تو میں کعبہ کے غلاف اور پردے اتار لوں گا اور اس کی ہتک عزت کر دونگا (نعوذ باللہ)

دوسرا بولا کیا اللہ تعالےٰ کو تمہارے سوا اور کوئی شخص رسالت کے لیے میسر نہیں آسکتا تھا؟ تیسرے نے کہا کہ میں تو اس بارے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا اگر تم واقعی رسول ہو جیسے کہ تمہارا دعویٰ ہے تو پھر تمہارا مقام اس سے بہت بلند ہے کہ میں تمہیں جواب دوں اور رائے زنی کروں اور اگر تم اللہ تعالےٰ پر دعویٰ رسالت میں غلط بیانی سے (نعوذ باللہ) کام لے رہے ہو تو پھر بھی میں کلام کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ جب آپ ثقیف کی خیر اور بھلائی اور رشد و ہدایت سے نا امید ہوئے تو وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنے غلاموں اور اوباشوں کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اکسایا۔ انہوں نے آپ کی شان میں گستاخانہ لب ولہجہ اختیار کیا اور آپ پر آوازے کسنے لگے حتیٰ کہ سبھی لوگ وہاں اکٹھے ہو گئے اور آپ کو عتبہ اور شیبہ اولاد ربیعہ کے باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور وہ دونوں بھائی اس وقت باغ میں موجود تھے۔ چنانچہ وہاں پہنچنے کے بعد وہ سارے اوباش اور دوسرے لوگ منتشر ہو گئے۔ آپ انگور کے درخت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے سایہ میں تشریف فرما ہوئے۔ ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ آپ کو دیکھتے رہے اور جو کچھ آپ کو سفہاءِ ثقیف سے تکلیف و ایذا پہنچی اُسے بھی دیکھا۔

جب آپ کو اطمینان و سکون حاصل ہو گیا تو آپ نے بارگاہ خداوندی میں یہ التجا و دعا کی۔ اے اللہ میں تیری بارگاہ میں اپنے ضعف و ناتوانی اور وسائل و حیل کی کمی اور لوگوں کی نظروں میں بے قدری کی شکایت کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین تو ضعیفوں اور ناتوانوں کا رب ہے اور میرا رب تو ہی ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے اور کس کی پناہ میں دیتا ہے؟ ایسے شخص کی طرف جو ایمان و اسلام سے دور ہے (اور رحمت و انعام خداوندی سے دور ہے) جو منہ لسورے ہوئے اور ماتھے پر بل ڈالے ہوئے مجھے پیش آتا ہے۔ یا ایسے دشمن کی طرف جس کو تو نے میرے معاملات کا مالک بنا دیا ہے۔

اگر تو مجھ پر غضبناک اور ناراض نہیں ہے تو پھر ان مصائب و شدائد کی مجھے کوئی پروا نہیں ہے لیکن تیرا عفو و کرم اور عافیت و درگذر میرے لیے بہت وسیع ہے۔ میں تیرے نور ذات کے واسطہ و وسیلہ سے جس کی بدولت ظلمات اور تاریکیاں چھٹ گئیں بلکہ نور و ضیاء سے تبدیل ہو گئیں اور اسی پر دنیا و عقبیٰ کے جملہ امور کی صلاح و بہتری کا دارو مدار ہے، اس امر سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غضب نازل ہو یا میں تیری ناراضی کا نشانہ بنوں۔ تو ہی مالک ہے رضا کا، مجھ سے راضی ہو۔ نہ معصیت سے رجوع اور دوری کی ہمت ہے اور نہ طاعت و عبادت کی سکت جب تک تیری توفیق و تائید شامل حال نہ ہو۔

جب عتبہ اور شیبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف و پریشانی کو دیکھا تو اپنے نصرانی غلام کو بلایا جس کو عدرس کہا جاتا تھا اور اُسے کہا کہ ان انگوروں کا ایک گچھا تھال میں رکھ کر اس شخص کی خدمت میں لے جا کر پیش کر اور عرض کر کہ اسے تناول فرما دیں۔ عدرس نے انگور لیئے تھال میں رکھے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ جب آپ نے اپنا دست اقدس تھال کی طرف بڑھایا کہ انگور کھائیں تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی پھر انگور کھائے۔ عدرس آپ کے چہرہ انور کی طرف دیکھنے لگا اور عرض کیا بخدا اس شہر والے تو یہ کلام زبان پر نہیں لاتے۔ آپ نے دریافت فرمایا تو کس شہر سے تعلق رکھتا ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ اس نے عرض کیا میں نصرانی ہوں اور اہل نینوا سے ہوں تو آپ نے فرمایا اللہ کے نیک بندے حضرت یونس بن متیٰ کے شہر سے؟ تو اس نے مجسمہ حیرت بن کر پوچھا آپ کو یونس بن متیٰ کا پتہ کیسے چل گیا؟ آپ نے فرمایا (مجھے ان کا پتہ کیوں کر نہ ہو) وہ میرے بھائی ہیں وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔

عدرس نے جوں ہی آپ کا جواب سُنا تو ادب و نیاز سے جھک کر آپ کے سر اقدس بوسہ دیا پھر دست اقدس چومے اور بعد ازاں قدموں کو بوسہ دیا۔ ربیعہ کے بیٹوں نے یہ منظر دیکھا تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تیرے غلام کو اب تیرے کام کا نہیں چھوڑا۔ جب عدرس اُن کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا تیرے لیے افسوس ہے تجھے کیا ہو گیا تو اس شخص کے سر کو چومنے لگ گیا اور اُس کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لینے لگا۔

اس نے کہا اے میرے سردار اس ہستی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی شخص نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے ایسے امر کی خبر دی ہے جس کو صرف نبی ہی جانتا ہے!

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس وقت خوف و دہشت میں مبتلا کیا گیا جبکہ دوسرا کوئی شخص خائف نہیں تھا اور مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اسوقت اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں جب کسی کو اس کی راہ میں ایذاء و تکلیف نہیں دی جاتی تھی۔ مجھ پر تیس تیس دن اس حال میں گذرے کہ میرے لیے کھانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی جس کو کوئی جاندار لقمہ بنا سکے۔ ماسوا اس طعام کے جس کو حضرت بلال اپنی بغل کے نیچے چھپائے ہوئے ہوتے تھے۔

یہ روایت امام ترمذی نے نقل فرمائی اور اس کی صحت کا اعتراف و اقرار کیا۔

اور اس حدیث پاک کا معنیٰ و مفہوم یہ ہے کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے خوف اعداء کے پیش نظر نکل گئے اور حضرت بلال آپ کے ہمراہ تھے۔ اُن کے ہمراہ کھانا صرف وہی تھا جس کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ بغل کے نیچے دبا کر اٹھائے رکھتے تھے۔

تیسواں باب

تاجدارِ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف سے واپسی کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہونا

جب سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰت طائف سے مراجعت فرما ہوئے تو آپ نے اخنس بن قیس کی طرف آدمی بھیجا کہ آیا تو میری پشت پناہی کرتا ہے تاکہ میں بے خوف و خطر اپنے رب کریم کے احکام کی تبلیغ کر سکوں تو اس نے عرض کیا میرے جیسا حلیف اس تبلیغ اور دعوئ رسالت جیسے صریح امر پر پشت پناہی سے قاصر ہے۔

آپ نے اس ایلچی کو فرمایا کہ سہیل بن عمرو کے پاس جا کر کہہ کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے کہتے ہیں کہ تو میری حفاظت وحمایت کا دم بھرتا ہے تاکہ میں بغیر کسی فکر و اندیشہ کے فریضۂ رسالت ادا کر سکوں۔ جب آپ کا بھیجا ہوا آدمی اس کے پاس پہنچا اور آپ کا مدعا بیان کیا تو اس نے کہا بنی عامر بن لوی بنی کعب پر کسی کو امان اور حمایت ونصرت کا عہد نہیں دے سکتے۔ وہ آدمی واپس حاضر ہوا اور سہیل کا جواب عرض کیا تو آپ نے اسے فرمایا کہ مطعم بن عدی کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا تو تبلیغ رسالت اور امتثالِ امر خداوندی میں مجھے امداد وتعاون کا یقین دلاتا ہے تو اس نے عرض کیا ہاں۔ ضرور۔ آپ مکہ مکرمہ میں تشریف لے چلیں (ہم کا ساتھ دیں گے)

آپ کا آدمی واپس آیا اور آپ سے مطعم بن عدی کا جواب عرض کیا اور صبح ہوتے ہی مطعم بن عدی اس کی اولاد اور بھتیجے ہتھیار لے کر پہنچ گئے (اور آپ کی ہمراہی میں مکہ مکرمہ کے اندر داخل ہوئے) مطعم بن عدی مسجد میں داخل ہوا، جب ابوجہل نے مطعم بن عدی کو دیکھا تو پوچھا تم ان کے دین میں داخل ہو گئے ہو یا محض معاونت اور امداد ونصرت کے لیے ساتھ آئے ہو اس نے کہا ہم صرف ان کی پشت پناہی اور حفاظت ونگرانی کے لیے ساتھ دے رہے ہیں تو اس نے کہا جن کو تم نے پناہ دی ہم بھی ان کو پناہ دیتے ہیں اور ان کے ساتھ تعرّض نہیں کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے، حجر اسود کا استلام کیا، دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے دولتکدہ کی طرف تشریف لیگئے جب کہ مطعم بن عدی اور اس کی اولاد آپ کے چاروں طرف حفاظت کے لیے حلقہ بنائے ہوئے تھے۔

محمد بن جبیر بن مطعم بن عدی اپنے باپ جبیر سے راوی ہیں کہ سید عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان بدر

بیں فتحیابی اور کامرانی کے بعد فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ میرے پاس آکر ان سرداروں (یعنی اسیرِ کفارِ قریش) کے متعلق سفارش کرتا تو اس کی خاطر میں ضرور انہیں چھوڑ دیتا۔

اکتیسواں باب

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حج کے مواقع پر تبلیغ دین

فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موسم میں مختلف قبائل کے پاس تشریف لے جاتے اور فرماتے اے بنی فلاں میں تمہاری طرف بھیجا ہوا اللہ تعالےٰ کا رسول ہوں وہ تمہیں اس امر کا حکم دیتا ہے کہ صرف میری عبادت کرو اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے چلتا اور کہتا خبردار ان کی بات ہرگز نہ ماننا اور نہ ان کی اطاعت کرنا۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ کندہ کے پاس اُن کی قیامگاہوں میں تشریف لائے مگر انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ بنو حنیفہ کی منازل اور قیامگاہ میں تشریف لے گئے انہوں نے بھی دعوت قبول نہ کی اور انتہائی غلط انداز میں آپ کی دعوت کو ٹھکرایا۔ عامر بن صعصعہ کے پاس بھی تشریف لے گئے اور اسی طرح ہر اُس شخص کو آپ دعوتِ اسلام دیتے جس کو عرب میں شہرت حاصل تھی یا اس کا کوئی مقام و مرتبہ تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مکہ مکرمہ میں دس سال قیام فرما ہے اور لوگوں کے پاس ان کی قیامگاہوں یعنی عکاظ و مجنہ میں تشریف لے جاتے اور حج کے موقعہ پر ان سے فرماتے تم میں سے کون ہے جو مجھے مدد دے اور مجھے ٹھکانا مہیا کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قبائل کی منازل اور قیامگاہوں میں تشریف لے جاکر فرماتے کون ہے جو مجھے اپنی قوم اور علاقہ کی طرف لے جائے کیونکہ یہاں قریش احکام خداوندی اور کلام ربانی کی تبلیغ میں حائل ہوتے ہیں اور رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔

فصل

بسا اوقات (ان واقعات و حالات کو پڑھ کر اور دیکھ کر کسی ملحد بے دین کو یا ضعیف الایمان کو یہ خیال پیدا

ہوسکتا ہے کہ اللہ کا رسول ہو تو اس کو کیا ضرورت ہوسکتی ہے کہ وہ کسی کافر کی پناہ لے یا حج پر اور اجتماعات میں کہتا پھرے کہ کون ہے جو مجھے ٹھکانا مہیا کرے۔

اگر وہ رسول برحق ہوتے تو اُن کو مبعوث فرمانے والا خدائے بزرگ و برتر اور قوی و توانا ان کی مدد فرماتا۔ ایسے وساوس میں مبتلا شخص کو کہا جائے گا کہ یہ امر بہرحال مسلم و محقق ہے کہ اللہ تعالےٰ قدرت و قوت کے باوجود جو بھی کرتا ہے اس میں حکمت و مصلحت ہوتی ہے سمجھ میں آسکے تو بہتر ورنہ اس کا اعتراف و تسلیم کرنا بہرحال واجب ولازم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جو وقائع اور حوادث پیش آئے، وہ سب اسی صاحبِ حکمت ذاتِ اقدس خداوند جل وعلیٰ سے صادر ہوئے جس نے قواعد و قوانین کلیہ کو قائم و نصب فرمایا، افلاک کو گردش میں مصروف کیا، پانیوں کو بہنے اور جاری رہنے پر مامور کیا اور ہواؤں کو چلنے پر مجبور کیا اور ایسے محکم اور منضبط انداز میں کہ جس کے اندر خلل کا عمل و دخل نہیں ہے۔

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے ہیں، کبھی قوم کے سامنے مغلوب نظر آتے ہیں اور کبھی جور و ستم اور ظلم و تعدی کا نشانہ بنے ہوئے ہوتے ہیں تو ہمیں اس امر کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس کے پس پردہ بھی اللہ تعالےٰ کی حکمتیں کارفرما ہیں۔

اگر ہم ان میں سے بعض کو اچھی طرح سوچیں اور ان میں غور و فکر سے کام لیں تو بلیّات و شدائد کے پردوں سے دو حکمتیں ہمیں نظر آتی ہیں۔ پہلی حکمت مبتلائے تکلیف و شدائد کو آزمائشوں میں ڈالنا ہے تاکہ انکا دل بلیّات و مصائب پر رضا و سکون محسوس کرے اور جس امر کی بھی اُن کو تکلیف دی جائے شرح صدر کے ساتھ اُسے ادا کریں۔ دوسری حکمت حجت اور برہان کے درمیان شکوک و شبہات کا ظاہر کرنا ہے تاکہ ان دلائل کی روشنی میں شبہات کا ازالہ کر کے مجتہدین اجر و ثواب حاصل کریں ؎۔

؎ نیز اس میں اُمت کے لیے درس عبرت ہے اور سامان تربیت کہ جب انبیاء کرام اور علی الخصوص سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو تکالیف و شدائد کا سامنا کرنا پڑا تو ہم کون ہیں کہ ہمیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے اور جب انہوں نے صبر و رضا سے کام لیا ہے تو ہمارے لیے بھی صبر و رضا کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں ہے جیسا کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا فاصبر اولوا العزم من الرسل۔ اسی طرح صبر و استقامت سے کام لیں جس طرح پہلے ارباب عزم و استقامت رسل و انبیاء نے صبر سے کام لیا۔

علاوہ ازیں اُن کو درپیش ہونے والے مصائب کو دیکھ کر الوہیت اور خدائی کا توہم دور ہو جائے جو معجزات اور خوارق عادات کو دیکھ کر پیدا ہونے کا قوی امکان ہوتا ہے جیسے کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق گمان کیا اور گمراہ ہوئے۔

بتیسواں باب

اعلان نبوت کے گیارہویں سال امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی انصار کیساتھ ملاقات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج میں قبائل کے ہاں یکے بعد دیگرے تشریف لے گئے جیسا کہ قبل ازیں آپ کا معمول تھا اس دوران جبکہ آپ عقبہ کے پاس تھے تو آپ کی قبیلہ خزرج کے ایک گروہ سے ملاقات ہوئی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا کچھ دیر بیٹھتے نہیں ہو تاکہ میں تمہارے ساتھ کچھ بات چیت کرلوں۔ انہوں نے عرض کی کیوں نہیں وہ آپ کی بارگاہ میں بیٹھ گئے آپ نے انہیں اللہ رب العزت کی طرف دعوت دی اور اُن پر دین اسلام پیش کیا۔ قرآن مجید فرقان مجید کی تلاوت فرمائی۔ اُن کے آباؤ اجداد یہ سنتے آرہے تھے کہ بنی غالب میں سے عنقریب ایک پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوگا۔

ابن جمیع کہتے ہیں جب اوس ابن حارثہ ابن ثعلبہ ابن عمرو ابن عامر کا وقت وفات آیا تو لوگوں نے اُسے کہا ہم تجھے جوانی میں شادی کرنے کا مشورہ دیا کرتے تھے مگر تو مانتا نہیں تھا۔ یہ تیرا بھائی خزرج ہے جس کے پانچ بیٹے ہیں اور تیرے لیے سوائے مالک کے اور کوئی بیٹا نہیں ہے تو اُس نے جواب میں کہا ہرگز کوئی بھی مرنے والا نہیں مرے گا اور بے نام ونشاں نہیں ہوگا جس نے مالک جیسا فرزند اپنے پیچھے چھوڑا اور چند اشعار کہے جن کا مفہوم یہ ہے۔

"کیا میری قوم کو یہ اطلاع نہیں پہنچی کہ تحقیق اللہ رب العزت کے لیے دعوت ہے جس کے ساتھ اہلِ سعادت اور صاحب بر و احسان فیض یاب ہوں گے۔

جب مبعوث کیے جائیں آل غالب میں پیدا ہونے والے مکہ مکرمہ میں زمزم اور حطیم کے درمیان۔

اس وقت اے بنی عامر اُن کی امداد و نصرت کی کوشش کرو۔ اپنے شہروں اور علاقوں میں بے شک ان کی خدمت اور امداد میں ہی سعادت مندی اور بلند اقبالی ہے۔

اور خزرج کا یہ گروہ جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام اور قرآن پیش کیا یہود سے سُنا کرتے تھے کہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا زمان خروج وظہور قریب آچکا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے بات چیت فرمائی تو انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو کہا بخدا یہ وہی نبی ہے جن کے ظہور وخروج

کا یہود نہیں وعدہ دیا کرتے تھے تو وہ تم سے ایمان و اسلام میں سبقت نہ لے جائیں۔ لہٰذا فوراً ان کا شرف اتباع و اطاعت حاصل کر لینا چاہیے چنانچہ انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور دولتِ ایمان و اسلام سے مالامال ہو کر اپنے گھروں کی طرف لوٹے یہ گروہ چھ آدمیوں پر مشتمل تھا جن کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔

(۱) اسعد ابن زرارہ (۲) عوف ابن عفراء (۳) رافع ابن مالک (۴) قطبہ ابن عامر

(۵) عقبہ ابن عامر (۶) جابر ابن عبداللہ ابن رئاب۔

جب یہ اپنی قوم کے پاس مدینہ منورہ تشریف لائے تو اُن کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا اور انہیں دعوتِ اسلام دی حتیٰ کہ اسلام اُن کے اندر معروف و مشہور ہو گیا۔

اگلے سال انصار میں سے بارہ افراد مکہ مکرمہ حاضر ہوئے جنہوں نے مقام عقبہ میں آپ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ حضرت جابر کے علاوہ پانچ تو وہ تھے جو پچھلے سال شرفِ اسلام و ایمان حاصل کر چکے تھے۔

اور اُن کے علاوہ معاذ ابن عفراء، ذکوان ابن عبد قیس، عبادہ ابن صامت، یزید ابن ثعلبہ، عباس ابن عبادہ عویم ابن ساعدہ اور ابو الہیثم ابن التیہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔

حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کی رات ہم کو شرف بیعت سے مشرف فرمایا جب کہ ہم بارہ آدمی تھے۔ ہم نے آپ کے ساتھ انہیں شرائط پر بیعت کی جو قرآن پاک میں عورتوں کی بیعت کے لیے بنیاد بنائی گئی ہیں یعنی یہ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے نہ چوری کریں گے اور نہ زنا کا ارتکاب اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے اور نہ ایسے بہتان کا ارتکاب کریں گے جسے ہم اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اختراع کریں اور نہ ہی کسی نیکی کے کام میں آپ کی نافرمانبرداری کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن شرائط پر بیعت پر فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا۔ اگر اس عہد پر قائم رہو گے تو تمہارے لیے جنت ہے اور اگر اس میں خلل اندازی سے کام لو گے تو تمہارا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد ہے۔ اگر چاہے تو معاف کر دے، اگر چاہے تو عذاب دے۔ یہ عہد نامہ اس وقت طے ہوا جبکہ ابھی جہاد اور حرب و قتال کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ جب یہ حضرات مشرف بہ اسلام ہو کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے رخصت ہوئے تو آپ نے اُن کے ساتھ حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کی طرف روانہ فرمایا کہ اہل مدینہ کو دین اسلام کی تعلیم دیں اور قرآن پاک پڑھائیں۔ اُن کے ہاتھ پر بہت سے لوگ شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے۔

تینتیسواں باب

معراجِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

واقدیؔ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفرِ بیت المقدس اور معراج اعلان نبوت کے بارہویں سال اور ہجرت سے آٹھ ماہ قبل سترہ رمضان المبارک کو وقوع پذیر ہوا اور یہ بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسراء اور معراجِ ہجرت سے ایک سال قبل سترہ ربیع الاول کو وقوع پذیر ہوا اور یہی مختار ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا اور میں (ابن جوزی) نے اپنے شیخ ابو الفضل ابن ناصر کو فرماتے سُنا کہ ایک جماعت کا قول ہے کہ اسراء ہجرت سے ایک سال قبل تھا اور دوسری جماعت کا قول ہے کہ ہجرت سے چھ ماہ قبل جو ایک سال کے قائل ہیں، اُن کے نزدیک ربیع الاول میں ہو گا اور جو آٹھ ماہ کے قائل ہیں، اُن کے نزدیک رجب میں اور چھ ماہ والے قول کے مطابق رمضان المبارک میں۔ مگر میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ معراج رجب المرجب کی ستائیسویں رات کو ہوا۔

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مالک ابن صعصعہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب اسراء کا واقعہ یوں نقل کیا ہے کہ سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا۔ اس وقت جب میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا، میرے پاس ایک آنے والا آیا جو اپنے ساتھ والے کو کہہ رہا تھا۔

"یہ ہیں وہ شخص جو دو آدمیوں کے درمیان لیٹے ہوئے ہیں"۔

فرمایا کہ پھر وہ میرے پاس آئے اور میرے سینہ اقدس کو یہاں سے وہاں تک چیرا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے جارود سے کہا جو کہ میرے پہلو میں بیٹھے تھے، اس سے مراد کیا ہے تو انہوں نے کہا سینہ کے منتہیٰ سے ناف تک۔ اور میں نے اُن کو یہ بھی کہتے ہوئے سُنا۔

من قصتہ الی شعرتہ۔ یعنی سینہ کے منتہیٰ سے زیر ناف بالوں تک۔

تو اس نے میرے دل کو باہر نکالا پھر میرے پاس سونے کا ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھال لایا گیا۔ میرے دل کو دھونے کے بعد ایمان و حکمت سے بھر اگیا۔ پھر اُسے اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ بعد ازاں میرے پاس ایک سفید رنگت سواری لائی گئی جو قد و قامت میں خچر سے کم اور گدھے سے بلند تھی جارود نے دریافت کیا کہ اے ابا حمزہ! کیا وہ براق تھا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں کہ اُس کی نگاہ پہنچتی

تھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے اس پر سوار کیا گیا۔ جبریل علیہ السلام مجھے ہمراہ لے کر چلے حتیٰ کہ پہلے آسمان تک پہنچے۔ دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو پوچھا گیا کھٹکھٹانے والا کون۔ انہوں نے جواب میں کہا جبرائیل دربان نے پوچھا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم (دربان نے انتہائی فرحت و سرور کا اظہار کرتے ہوئے کہا) کیا ان کو آدمی بھیج کے بلایا گیا تو جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا ہاں۔ وہ پکارے

مرحبا بہ و نعمَ المجیُٔ جاءَ۔

"خوش آمدید ہے اس مہمان عزیز کے لیے اور بہت ہی مبارک ہے ان کا تشریف لانا"

تب دروازہ کھولا جب میں اندر داخل ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ حضرت جبریل امین نے کہا۔ یہ ہیں آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ان کو سلام دیجئے میں نے اُن کو ہدیہ سلام پیش کیا۔ انہوں نے جواب عنایت فرمایا۔ پھر فرمایا۔

مرحبا بالابن الصالح والنبیّ الصالح

"خوش آمدید ہو فرزند صالح کے لیے اور نبی صالح کے لیے"۔

جبرئیل امین علیہ السلام دوسرے آسمان تک پہنچے۔ دروازہ کھولنے کے لیے آواز دی۔ پوچھا گیا کون۔ جواب میں فرمایا میں جبرئیل ہوں۔ دوبارہ پوچھا گیا، ساتھ کون ہیں؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اُس دربان نے بھی (فرطِ مسرت سے) کہا۔ کیا آدمی بھیج کر آپ کو بلایا گیا ہے) جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا ہاں۔ آواز آئی۔

مرحبا بہ و نعم المجیُٔ جاء

"خوش آمدید ہے اس مہمان عزیز کے لیے اور بہت مبارک ہے آپ کا تشریف لانا"

پھر دروازہ کھولا جب میں اندر داخل ہوا تو ناگاہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو موجود پایا اور وہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں جبرئیل امین نے کہا۔ یہ ہیں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام۔ ان کو سلام دیجئے۔ میں نے انہیں سلام دیا۔ دونوں نے سلام کا جواب دینے کے بعد کہا۔

مرحباً بالاخ الصالح والنبی الصالح۔

"صالح بھائی اور نبی صالح کو خوش آمدید"۔

پھر تیسرے آسمان تک پہنچے، دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا کون؟ حضرت جبریل امین نے کہا میں جبرئیل ہوں۔ پوچھا گیا اور ساتھ کون ہیں؟ تو کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر آواز آئی کیا ان کو آدمی بھیج کر بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! تو دربان نے کہا۔

مرحباً بہٖ و نعم المجیُٔ جاء۔

" ان کو خوش آمدید اور تشریف لانے والے بہترین تشریف لائے "۔

پھر دروازہ کھولا جب میں اندر داخل ہوا تو ناگاہ حضرت یوسف علیہ السلام کو موجود پایا۔ جبرئیل امین بولے یہ ہیں حضرت یوسف علیہ السلام ان کو سلام دیجئے۔ میں نے اُن کو سلام دیا۔ انہوں نے جوابِ سلام دینے کے بعد کہا۔

مرحباً بالاخِ الصالح والنبی الصالح۔

پھر چوتھے آسمان پر پہنچے دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو جواب آیا کون؟ جبرئیل امین نے اپنا تعارف کرایا۔ پوچھا گیا ساتھ کون ہیں۔ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو دریافت کیا گیا۔ کیا اُن کے پاس کسی کو بھیجا گیا انہوں نے کہا ہاں۔ دربان پکارا۔

مرحبًا بہٖ ونعم المجیئُ جاء۔

پھر دروازہ کھولا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو حضرت ادریس علیہ السلام جلوہ فرما تھے۔ جبرائیل امین بولے یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں ان کی خدمت میں سلام پیش کیجئے۔ میں نے تحفۂ سلام ان کی بارگاہ میں پیش کیا تو انہوں نے جوابِ سلام کے بعد کہا۔

مرحباً با النبی الصالح والاخ الصالح۔

پھر جبرائیل امین پانچویں آسمان تک پہنچے دربان سے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو انہوں نے پُوچھا کون؟ جواب میں کہا کہ میں جبرائیل ہوں پوچھا گیا کہ ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو انہوں نے پُوچھا کیا آپ کی طرف کسی کو بھیجا گیا۔ فرمایا۔ ہاں۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہتے ہوئے کہا۔

مرحباً بہٖ نعم المجیئُ جاء۔

دروازہ کھلنے پر اندر داخل ہوا تو ہارون علیہ السلام نظر آئے۔ جبریل امین نے کہا۔ یہ حضرت ہارون ہیں اِن کو سلام دیجئے تو انہوں نے جوابِ سلام کے بعد خوش آمدید کہا۔

مرحباً بالنبی الصالح والاخ الصالح۔

جبرائیل امین مجھے ہمراہ لیے چھٹے آسمان تک پہنچے دربان سے دروازہ کھولنے کو کہا۔ تو پوچھا کون ہے۔ انہوں نے اپنا تعارف کرایا تو پھر پوچھا گیا کہ ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پُوچھا گیا۔ کیا ان کی طرف کسی کو بھیجا گیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں! اس دربان نے بھی خوش آمدید کہتے ہوئے۔

مرحباً بہٖ ونعم المجیئُ جاء کہا۔

اندر داخل ہونے پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ کہا گیا یہ ہیں حضرت موسیٰ انہیں سلام دیجئے۔

میں نے اُن کو سلام دیا تو انہوں نے خوش آمدید کہتے ہوئے۔
مرحباً بالنبی الصالح والاخ الصالح کہا۔

جب میں وہاں سے آگے گزر گیا تو حضرت کلیم روئے۔ اُن سے عرض کیا گیا تمہیں کونسی چیز رُلا رہی ہے انہوں نے جواب میں کہا۔

یہ نوجوان اور جواں ہمت نبی ہیں جو مبعوث تو میرے بعد ہوئے۔ مگر ان کی امت میں سے جو افراد جنت میں داخل ہوں گے وہ ان لوگوں کی نسبت بہت زیادہ ہیں جو میری اُمت میں سے جنت میں داخل ہوں گے۔

پھر جبریل امین مجھے ہمراہ لے کر ساتویں آسمان تک پہنچے جب دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو پوچھا گیا۔ کون؟ جواب دیا میں جبرائیل ہوں پوچھا گیا۔ تمہارے ساتھ کون ہیں۔ انہوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا گیا آیا آپ کی طرف کسی کو بھیجا گیا؟ انہوں نے کہا ہاں! اُس دربان نے بھی خوش آمدید کہتے ہوئے۔ مرحباً بہٖ ونعم المجئ جاءَ اور دروازہ کھول دیا۔ اوپر پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ جبرائیل امین بولے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں انہیں سلام دیجئے۔ میں نے ان کی بارگاہ میں ہدیہ سلام پیش کیا انہوں نے جواب عنایت فرمایا۔ پھر خوش آمدید کہتے ہوئے مرحباً بالابن الصالح والنبی الصالح کہا

پھر سدرۃ المنتہیٰ کو مجھ پر منکشف کیا گیا تو اُس کا پھل ہجر کے بڑے مٹکوں کی مانند تھا۔ اور اُس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں کی مانند۔ جبرائیل امین نے کہا کہ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ چار نہریں ہیں دو باطنی اور دو ظاہر (جو سدرۃ کے نیچے سے جاری تھیں) میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کیسی نہریں ہیں۔ انہوں نے کہا جو باطنی ہیں یہ جنت کی نہریں ہیں اور جو دو ظاہر ہیں تو یہ نیل و فرات ہیں۔ پھر بیت المعمور کو میرے سامنے لایا گیا۔

قتادہ حضرت حسن بصری کے واسطہ سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بیت المعمور کو دیکھا جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہونے کی سعادت حاصل کرتے اور جو ایک بار اس سعادت سے بہرہ ور ہو جاتے پھر دوبارہ اُن کی باری نہیں آتی تھی۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے (بیت المعمور کی اس شان کو بیان کرنے کے بعد) پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت کو بیان کرنا شروع کیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک برتن شراب کا دوسرا دودھ کا تیسرا شہد کا پیش کیا گیا (اور عرض کیا گیا کہ جو پسند فرماؤ لے لو) آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دودھ والا برتن لیا۔ جبرائیل امین نے کہا۔ یہ فطرت ہے۔ آپ اور آپ کی اُمت ہمیشہ اس پر قائم و دائم رہیں گے۔ آپ فرماتے ہیں۔ پھر ہر روز مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں واپس ہوا تو موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گذر ہوا انہوں نے دریافت کیا آپ کو کس چیز کا امر کیا گیا ہے۔ میں نے کہا ہر دن پچاس نمازیں پڑھنے کا۔ انہوں

نے کہا آپ کی امت پچاس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو آزمایا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ سخت محنت و مشقت سے دو چار ہوا آپ اپنے رب کی بارگاہ میں دوبارہ حاضری دیجئے اور اپنی اُمت کے لیے تخفیف کا مطالبہ کیجئے۔ آپ فرماتے ہیں میں بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوا (تخفیف کا مطالبہ کیا) تو اُس نے دس نمازیں معاف فرمائیں۔ میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف لوٹا تو انہوں نے دریافت کیا۔ کیا حکم ہوا؟ میں نے جواب میں کہا ہر دن چالیس نمازیں پڑھنے کا۔ انہوں نے کہا آپ کی اُمت ہر دن چالیس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو اچھی طرح آزمایا۔ اور بنی اسرائیل کے ساتھ بڑی جدوجہد کی۔ بارگاہِ خداوندی میں حاضری دے کر تخفیف کے لیے عرض کیجئے۔

امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء فرماتے ہیں کہ میں اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہوا تو اُس نے دس نمازیں معاف فرمادیں۔ واپسی پر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت کیا۔ کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے بتایا ہر دن تیس نمازوں کا۔ انہوں نے کہا۔ آپ کی اُمت ہر دن تیس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے ساتھ بہت کوشش کر کے دیکھ چکا ہوں اللہ کے حضور حاضر ہو کر اُمت کے لیے تخفیف کا مطالبہ کیجئے۔

سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں بارگاہِ قدس میں حاضر ہوا۔ اللہ ربّ العزت نے دس نمازیں معاف فرمائیں۔ واپسی پر موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے دریافت کیا کس چیز کا امر ہوا ہے میں نے کہا ہر دن بیس نمازیں پڑھنے کا۔ انہوں نے کہا آپ کی اُمت بیس نمازیں پڑھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے لیے جان جوکھوں میں ڈال چکا ہوں۔ لہٰذا بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر تخفیف کا مطالبہ اور سوال کیجئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے بارگاہِ رب العزت میں حاضری دے کر تخفیف کا مطالبہ کیا تو ہر دن دس نمازیں پڑھنے کا حکم فرمایا گیا۔ موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے پھر مشورہ دیا کہ آپ کی اُمت ہر روز دس نمازیں پڑھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ میں آپ سے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو اچھی طرح آزما چکا ہوں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تخفیف کے لیے دعا کیجئے۔

میں بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوا تخفیف کا سوال کیا تو ہر دن صرف پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم ہوا۔ واپسی پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اُن کے دریافت کرنے پر میں نے تبلایا کہ اب تو ہر دن صرف پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا آپ کی اُمت ہر دن پانچ نمازیں پڑھنے کی بھی ہمت نہیں رکھتی۔ میں لوگوں کے متعلق اچھی طرح خبر رکھتا ہوں اور بنی اسرائیل کا اچھی طرح تجربہ کر چکا ہوں لہٰذا اللہ رب العزت کے

حضور حاضری دے کر اُمت کے لیے تخفیف کا مطالبہ کیجئے۔

امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء فرماتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا۔ میں نے اللہ رب العزت سے اتنی بار تخفیف کا مطالبہ کیا ہے کہ اب مجھے یہ سوال والتجاء کرنے سے شرم وحیا آتی ہے۔ میں اب تسلیم ورضا سے کام لیتا ہوں؎ جب میں آگے گزرا تو اللہ رب العزت کی طرف سے ایک نداء دینے والے نے یہ ندا دی اور اعلان کیا۔

"میں نے (حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلیم ورضا کے بعد) اپنے فریضہ کو نافذ فرمادیا ہے اور اپنے بندوں سے تخفیف کردی ہے۔ یعنی ادائیگی کے لحاظ سے تو یہ پانچ ہیں لیکن اجر و ثواب کے لحاظ سے پچاس۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا۔ جب قریش نے اسراء ومعراج کے معاملہ میں مجھے جھٹلانے کی ناپاک کوشش کی (اور مجھ سے بیت المقدس کے متعلق سوالات کیے) میں حطیم کعبہ میں کھڑا ہوگیا۔ اللہ رب العزت نے بیت المقدس مجھ پر منکشف فرمادیا۔ میں اُسے دیکھتا جارہا تھا اور کفار قریش کے سوالات کا جواب دیتا جارہا تھا۔ اس روایت کو امام بخاری اور مسلم علیہ الرحمۃ نے نقل فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس رات مجھے معراج سے مشرف کیا گیا۔ صبح کے وقت مکہ مبارکہ میں میں نے اسراء اور معراج کا اعلان کیا حالانکہ میں جانتا تھا کہ کفار قریش مجھے جھٹلائیں گے فرماتے ہیں کہ میں لوگوں سے الگ تھلگ غمناک ہوکر بیٹھا تھا تو ابوجہل وہاں سے گذرا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بیٹھ گیا اور استہزاء اور مذاق کے انداز میں پوچھا کوئی نئی بات ہوئی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ تو اس نے دریافت کیا وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے آج کی رات

؎ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے یہ امر واضح ہے کہ آپ کو رحمت خداوندی اور اس کے فضل وکرم سے امید تھی کہ اگر میں اب بھی جاکر تخفیف کا سوال کروں تو تخفیف فرمادی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سرور انبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے متعلق عقیدہ یہ ہے کہ میں مستجاب الدعوات ہوں اور مقبول الشفاعت نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی آپ کے متعلق عقیدہ یہی ہے کہ آپ اگر سوال کریں تو اللہ تعالےٰ ضرور تخفیف فرمادے گا۔ لہٰذا ہم اہل السنت کا یہ عقیدہ کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں حبیب پاک اور موسیٰ کلیم علیہما السلام کے عقیدہ کے بالکل مطابق ہے اور یہی حق بھی ہے اور اس کا خلاف غلط اور ناقابل اعتبار علامہ عینی فرماتے ہیں عندی ان جمیع دعوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مستجابۃ۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ آپ کی سبھی دعائیں قبول ہیں۔ وللتفصیل موضع آخر۔

سیر کرائی گئی۔ اس نے دریافت کیا۔ کہاں تک؟ آپ نے فرمایا، بیت المقدس تک اُس نے کہا (رات کے حصے میں اتنا دور و دراز سفر طے کر کے) صبح کو آپ ہمارے درمیان موجود بھی ہوئے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ ابوجہل نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ظاہر نہ کیا کہ میں اس دعویٰ میں آپ کی تصدیق نہیں کر سکتا ہوں۔ مبادا کہ جب میں لوگوں کو آپ کی طرف بلاؤں تو آپ دعویٔ اسراء سے منحرف نہ ہو جائیں۔ اس لیے اس نے یہ انداز اختیار کیا کہ اگر میں آپ کی قوم کو آپ کے پاس بلاؤں تو جو مجھے بیان کر رہے ہو کیا انہیں بھی یہ بیان کر دو گے؟ آپ نے فرمایا ہاں! وہ پکارا اے بنی کعب ابن لوی کی جماعت ادھر آئیے حتیٰ کہ تمام مجالس کے لوگ دوڑے ہوئے اُس کی طرف آگئے اور آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل کے پاس بیٹھے۔ ابوجہل نے کہا اب اپنی قوم کے سامنے بھی بیت المقدس تک سیر کرنے کا واقعہ بیان کیجئے! سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا۔ آج کی رات مجھے سیر کرائی گئی۔ انہوں نے پوچھا کہاں تک؟ آپ نے فرمایا، بیت المقدس تک انہوں نے دریافت کیا (صرف ایک رات میں اتنا دور دراز سفر طے کر کے) صبح کے وقت ہمارے درمیان موجود بھی ہو گئے۔ آپ نے فرمایا ہاں! اُن قریش میں سے بعض تو تالیاں بجانے لگے اور بعض تعجب کے طور پر اپنے ہاتھوں کو سروں پر رکھے ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ مسجد اقصیٰ کی علامات ہمارے سامنے بیان کر سکتے ہیں (اُن کے سوال کا سبب یہ تھا) کہ ان میں بعض ایسے لوگ موجود تھے جنہوں نے بیت المقدس تک کا سفر کیا ہوا تھا اور مسجد اقصیٰ کو دیکھا ہوا تھا (اس بنا پر وہ آپ کے صداقتِ دعویٰ کو معلوم کر سکتے تھے) رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں۔ میں نے اُن کو مسجد اقصیٰ کی تفصیلات بیان کرنی شروع کیں۔ بعض امور میں اشتباہ و التباس پیدا ہونے لگا تو مسجد اقصیٰ کو اٹھا کر میرے سامنے اس طرح کر دیا گیا گویا کہ وہ دارِ عقیل کے قریب ہے تو میں نے اس کی جملہ تفصیلات کو بیان کیا جب کہ میں اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا تو ساری قوم پکار اٹھی کہ تفصیلات کا بیان انہوں نے صحیح صحیح کیا ہے۔

حدیث معراج و اسراء کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے جن میں سے چند اکابر کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ ۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ ۳۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت ابی۔ ۵۔ حضرت حذیفہ۔ ۶۔ حضرت ابوسعید۔ ۷۔ حضرت جابر۔ ۸۔ حضرت ابوہریرہ۔ ۹۔ حضرت عبداللہ ابن عباس۔ ۱۰۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہم نے نقل کی ہے، وہ شریک نے آپ سے روایت کی ہے اور حماد ابن مسلم نے ثابت کے واسطہ سے حضرت انس سے جو روایت نقل کی ہے اس میں نمازوں

کی تخفیف کے متعلق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس طرح نقل کیا ہے کہ میں بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوا تو اُس نے پانچ نمازیں معاف فرمائیں اور پھر میں اللہ رب العزت جل وعلیٰ اور موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے درمیان بار بار آتا جاتا رہا اور رب العزت پانچ پانچ معاف فرماتا رہا۔ (حتیٰ کہ پانچ باقی رہ گئیں) یہ روایت امام مسلم علیہ الرحمہ کی منفرد روایات سے ہے۔ بخلاف اوّل کے جس پر امام بخاری و مسلم دونوں متفق ہیں لہٰذا وہی زیادہ صحیح ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں دس دس معاف کیے جانے کا ذکر موجود ہے لہٰذا وہ روایت جس میں پانچ پانچ کی معافی کا ذکر ہے، راوی کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس رات مجھے اسراء و معراج سے مشرف کیا گیا جبرائیل علیہ السلام براق پر زین کسے ہوئے لگام ڈالے ہوئے میرے پاس لے آئے جب میں اس پر سوار ہونے لگا تو اس نے سرکشی والا انداز اختیار کیا۔ جبرائیل امین نے فرمایا اے بُراق کیا تو محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے؟ بخدا تیری پشت پر کوئی بھی نبی ایسا سوار نہیں ہوا جو ان کی نسبت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں زیادہ کرامت و عزت رکھتا ہو۔ جبرائیل امین کے یہ الفاظ سنتے ہوئے بُراق پسینہ پسینہ ہوگیا۔

چونتیسواں باب

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقبہ ثانیہ میں انصار کیساتھ ملاقات

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم اپنی قوم کے حجاج کے ساتھ موسم حج میں نکلے حتیٰ کہ مکہ مبارکہ میں حاضر ہوئے اور ایام تشریق کے دوران عقبہ میں بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے کا باہم عہد و پیمان کیا۔ ہمارے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہم اپنی قوم کے مشرکین سے خفیہ طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تھے اور اپنا معاملہ ان سے مخفی رکھے ہوئے تھے۔ ہم نے حضرت عبداللہ سے کہا اے ابو جابر تم ہمارے سرداروں میں سے ایک اہم ترین سردار ہو اور اشراف میں سے شریف ترین آدمی اور تم ابھی تک حالتِ کفر و شرک میں ہو اور ہمیں تمہارے متعلق یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم کل روزِ قیامت آگ کا ایندھن بنو۔

پھر ہم نے اُن کو دعوت اسلام دی اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقررہ کردہ وقت ملاقات کی بھی اطلاع دی۔ چنانچہ وہ مشرف باسلام ہوئے۔ ہمارے ساتھ عقبہ میں بارگاہ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء میں حاضر ہوئے اور اہل عقبہ کے نقیب ونگران بنے (اور وقت موعود پر عقبہ میں حاضری کی تفصیل یوں ہے) کہ ہم اپنی قوم کیساتھ اپنی قیام گاہوں میں سوئے۔ جب تہائی حصہ رات کا گذر گیا تو ہم اپنی منازل سے مقام موعود کی طرف نکلے اور ہم چھُپ چھپا کر آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ جیسے کہ قطا پرندہ۔ حتیٰ کہ ہم سبھی عقبہ کے پاس گھاٹی میں جمع ہو گئے ہماری مجموعی تعداد بہتر تھی جن میں ستر مرد تھے اور دو عورتیں نسیبہ بنت کعب ام عمارہ اور اسماء بنت عمرو بن عدی۔ ہم وہاں بیٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں آنکھیں فرش راہ کیے ہوئے تھے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی معیت میں ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ اگرچہ حضرت عباس ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقۂ غلامی میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ مگر وہ اس امر کے متمنی تھے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل مدینہ کے ساتھ طے پانے والے معاہدہ میں موجود ہوں اور ان کے لیے اچھی طرح اطمینان اور وثوق حاصل کرلیں۔ جب وہ بیٹھے تو انہوں نے کلام کا آغاز کرتے ہوئے کہا اے جماعتِ خزرج (اگرچہ اس میں قبیلہ اوس کے افراد بھی موجود تھے مگر عرب انصار کو خزرج ہی کہتے تھے خواہ وہ اوسی تھے یا خزرجی) تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ بنو ہاشم اور عبدالمطلب کے درمیان کیا ہے اور ہم نے اُن کی کفار ومشرکین سے حفاظت کی ہے اگرچہ وہ ہمارے ہمخیال تھے۔ محمد اپنی قوم میں عزت وتکریم کے ساتھ رہ رہے ہیں اور وہ قوم کی حفاظت میں ہیں انہوں نے اب ہم سے جُدا ہو کر تمہارے پاس قیام کرنے کا عزم مصمم کرلیا ہے اگر تمہارا اس امر میں پختہ ایمان اور یقین ہے کہ تم اُن کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو ہر حال میں پورا کرو گے اور اُن کے اعداء ومخالفین سے ان کی مکمل حفاظت کرو گے پھر تو تم جانو اور تمہارے عہد وپیمان اور اگر سمجھو کہ ہم دشمنوں سے ان کا دفاع نہیں کرسکیں گے اور ان کو تنہا چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے تو پھر ان کو ابھی سے عزت وحرمت کے ساتھ اپنی قوم کی حفاظت وحراست میں رہنے دو۔

ہم نے اُن سے کہا کہ جناب کی بات سن لی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ فرمادیں اپنی ذات کے لیے اور اللہ تعالےٰ کے لیے جو عہد ومواثیق آپ لینا چاہیں ہم وہ عہود وپیمان دینے کو تیار ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام مجید کی تلاوت فرمائی، دعوت اسلام دی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میں تم سے اس امر کا عہد لینا چاہتا ہوں کہ تم ہماری حفاظت اسی طرح کرو گے جس طرح کہ اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔

براء ابن معرور نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا دستِ اقدس پکڑا اور بیعت و عہد کرتے ہوئے عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، ہم آپ کی حفاظت و نگرانی اسی طرح کریں گے جس طرح کہ اپنے نفوس اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ ہمیں بیعت سے مشرف کریں، کیونکہ ہم جنگجو لوگ ہیں اور کثیر التعداد، اور آباؤ اجداد سے ہمارا کام حرب و قتال چلا آرہا ہے۔ سارے افراد بیعت کے لیے تیار ہو چکے تھے کہ ابو الھیثم بن التیہان سامنے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے دوسرے لوگوں کے ساتھ عہد و پیمان ہیں اور روابط و تعلقات جن کو ہم آپ کی خاطر قطع کرنے پر آمادہ ہیں مگر ہم آپ سے یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ ہم آپ کی ہر طرح خدمت اور خاطر داری کریں۔ آپ کے لیے جانوں کو قربان کرنے سے گریز نہ کریں۔ پھر اللہ تعالےٰ آپ کو غلبہ اور تسلط عطا فرمائے تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف نہیں لوٹیں گے اور ہمیں داغ مفارقت و مہاجرت نہیں دیں گے۔

رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے ان کی گذارش سن کر تبسم فرمایا اور فرمایا بلکہ تم مجھ سے کامل ارتباط و تعلق رکھتے ہو اور میں تم سے یعنی تمہارا میرا معاملہ ایک ہے جس سے تمہاری جنگ اس سے میری جنگ اور جس سے تمہاری صلح اس سے میری صلح۔

بعد ازاں فرمایا اپنی جماعت سے بارہ نقباء اور رؤسا منتخب کر کے میرے پاس بھیجو جو اپنی قوم کے ترجمان اور ضامن ہوں، ہم نے بارہ آدمی پیش کیے نو خزرج میں سے اور تین اوس میں سے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ معبد بن کعب نے اپنے باپ سے یوں روایت کی ہے کہ سب سے پہلے براء ابن معرور نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ پھر دوسرے لوگوں نے پے در پے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

جب ہم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت کر چکے تو شیطان عقبہ کی چوٹی سے نکل کر انتہائی بلند آواز سے چیخ چلا رہا تھا جس قدر بلند آواز آج تک میں نے نہیں سنی کہ اہل منازل اور خیموں میں غفلت کی نیند سونے والو کیا کوئی (محمد) مذمم (نعوذ باللہ) کی خبر ہے اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کی جو آباؤ اجداد کے دین سے منحرف ہو گئے ہیں کہ وہ تمہارے خلاف جنگ پر عزم بالجزم اور مصمم ارادہ کر چکے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عقبہ کا شیطان ہے پھر اس کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ تعالےٰ کے دشمن بخدا میں تیرے ساتھ نمٹ لوں گا۔ پھر ہمیں حکم فرمایا کہ اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف چلے جاؤ اور آرام کرو۔ عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو مبعوث فرمایا اگر آپ چاہیں تو ہم کل ہی اہل منیٰ پر اپنی تلواروں کے ساتھ یکبارگی حملہ کر دیں۔ آپ نے فرمایا مجھے ابھی قتال و

جہاد کا حکم نہیں دیا گیا۔ ہم وہاں سے واپس ہوئے۔ اپنی خواب گاہوں میں سو گئے۔ صبح اُٹھے تو سارے قریش جمع ہو کر ہماری قیامگاہ پر آ گئے اور کہنے لگے اے گروہ خزرج ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم ہمارے اس آدمی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے ہو اور اُسے ہمارے درمیان سے نکال کر لے جانا چاہتے ہو اور اُن کے ہاتھ پر ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بیعت کر رہے ہو۔ بخدا تمام اہل عرب میں سے کوئی بھی قبیلہ ایسا نہیں جس کے ساتھ جنگ وجدال اور حرب وقتال ہمیں ناپسند ہو جتنا کہ تمہارے ساتھ۔ ہماری قوم میں سے مشرکین اُٹھے اور ان کو قسمیں کھا کر مطمئن کرنے لگے کہ بخدا کوئی بیعت ہوئی ہے نہ عہد وپیمان اور نہ ہی ایسی کوئی بات ہمارے علم میں ہے اور وہ اپنی جگہ سچے بھی تھے کیونکہ اُن کو ہماری بیعت کا علم ہی نہیں تھا اور ہم ایک دوسرے کی طرف حیرانی سے دیکھتے تھے کہ اُن قریش کو کس طرح اطلاع پہنچی جب کہ وہ اشخاص ہمارے ساتھ لیٹے ہوئے تھے اُن کو حقیقت حال کی کوئی خبر نہیں تھی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج میں پکار پکار کر فرماتے کون ہے جو مجھے پناہ دے اور تبلیغ رسالت میں میرا معاون ومددگار بنے حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں یثرب (مدینہ منورہ) سے بھیجا۔ ہم نے آپ کی تصدیق کی اور اپنے گھروں میں آپ کو اور اہل ایمان مہاجرین کو جگہ دی۔ (پہلے پہل تو صرف ایمان لانے پر اکتفا کیا) بعد ازاں سوچا ہم کب تک سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کو مکہ مکرمہ کے پہاڑوں میں اکیلا اور تنہا چھوڑیں آپ ہر وقت خوف وہراس میں رہیں اور کبھی کہیں پناہ لے رہے ہوں اور کبھی کہیں سہارا ڈھونڈ رہے ہوں۔

چنانچہ ہم میں سے ستر آدمی مدینہ منورہ سے چلے اور موسم حج میں مکہ مکرمہ پہنچے آپ کے ساتھ عہد وپیمان کے لیے عقبہ میں اجتماع کا تعین ہوا۔ جب وہاں اکٹھے ہوئے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کس امر پر آپ کے ساتھ بیعت کریں؟ تو آپ نے فرمایا میرے ساتھ اس امر پر بیعت کرو کہ خوشی، غمی ہر دو حالت میں میری اطاعت کرو گے اور تنگدستی ہو یا خوشحالی ہر حال میں راہ خدا میں خرچ کرو گے۔ نیکی کے ساتھ حکم اور بُرائی سے رکاوٹ کرو گے اور اللہ تعالےٰ کی رضا کے لیے حق بات کہنے میں کسی دلالت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہو گے اور اس عہد پر بیعت کرو کہ تم اس وقت میری مدد کرو گے جب میں تمہارے پاس آؤں گا اور مجھے ان تمام تکالیف ومصائب سے محفوظ رکھو گے جن سے کہ اپنے آپ کو، ازواج اور اولاد کو محفوظ رکھتے ہو اور میری طرف سے تمہارے لیے جزاء اور بدلہ یہ ہے کہ اگر اس عہد کو نبھاؤ گے تو اللہ تعالےٰ تمہیں جنت عطا فرمائیگا۔
ہم سب اُٹھے اور آپ کے ساتھ بیعت کرنے والے ہی تھے کہ اسعد بن زرارہ نے جو کہ سب سے چھوٹے

تھے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کو پکڑ لیا اور کہا اے اہل یثرب (اہل مدینہ) ذرا ٹھہریئے اور جلد بازی سے کام نہ لیجئے۔ ہم نے یہ دور و دراز کا سفر طے کیا اور اپنے اونٹوں کو مشقت میں ڈالا تو صرف اس لیے کہ ہم آپ کے رسول برحق ہونے کا یقین رکھتے تھے مگر یہ بات غور و فکر کرنے کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں سے اپنے علاقہ میں لے جانا سب اہل عرب سے مفارقت اور علیحدگی اختیار کرنے کے مترادف ہے۔ اس میں تمہارے بہترین آدمی کام بھی آسکتے ہیں اور تلواریں تمہیں لقمہ بنانے کے لیے تیار ہونگی یا تو پھر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا اور اللہ تعالےٰ کے ہاں اجر پانا اور اگر اپنے اندر بزدلی اور کمزوری محسوس کرتے ہو تو ابھی اس عہد کو رہنے دو۔ یہ اللہ تعالےٰ کے ہاں تمہارے لیے عذر و معذرت کا موجب ہو سکتا ہے لیکن پختہ عہد کرنے کے بعد نہ نبھا سکو تو کوئی وجہ عذر نہیں ہو گی)

سب اہل مدینہ نے کہا اے اسعد ہم سے الگ ہو اور بزدلی اور بے حوصلگی کا داغ ہم سے دور رکھو۔ بخدا ہم اس بیعت کو کبھی ترک نہیں کریں گے اور نہ اس عہد کو واپس لیتے ہیں۔ ہم اُٹھے اور آپ کے ساتھ بیعت کی۔ آپ نے عہد لیا۔ شرائط عائد فرمائیں اور اس کے عوض ہمیں جنت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا۔

پینتیسواں باب

قریش کو بیعت انصار کا علم ہونا اور آئندہ لائحہ عمل کیلئے باہم صلاح و مشورہ کرنا

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب لوگ میدان منیٰ سے منتشر ہوئے اور اپنے گھروں کو لوٹے اور ادھر قریش انصار کی بیعت کے معاملہ کا کھوج لگا کر اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ واقعی بیعت ہو چکی ہے تو وہ انصار مدینہ کے پیچھے دوڑے اور سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو کو اذاخر میں پالیا۔ منذر نے تو قریش کو پکڑنے سے عاجز کر دیا البتہ انہوں نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا۔ ان کے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھے اور قیدی بنا کر مکہ مکرمہ کی طرف لے آئے۔ جبیر بن مطعم اور حارث بن امیہ آپہنچے انہوں نے کہا یہ ہمارے تاجروں کو جائزے اور عطیات دیا کرتے تھے (لہٰذا ان کو چھوڑ دیا جائے) چنانچہ ان کو چھوڑ دیا گیا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی رخصت دے دی۔ وہ گروہ در گروہ مدینہ منورہ میں جا پہنچے اور آپ اذن خداوندی کے انتظار

ہیں مکہ مکرمہ میں ہی قیام پذیر رہے اور آپ کے ساتھ یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رہ گئے اور یا وہ حضرات جن کو اہل مکہ نے گرفتار کر لیا اور مختلف اذیتیں اور تکلیفیں دینی شروع کر دیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کی اجازت طلب کرتے تھے مگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جلدی نہ کرو (مجھے اجازت ملی تو اکٹھے چلیں گے)

جب مشرکین مکہ کو معلوم ہو گیا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی جگہ قیام پذیر ہو چکے ہیں جہاں اُن کے خلاف کارروائی نہیں ہو سکتی تو انہیں یقین ہو گیا کہ رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثنا بھی ضرور ان کی طرف ہجرت کر کے چلے جائیں گے۔

چنانچہ وہ دارِ ندوہ (مجلس مشاورت) میں جمع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق باہم صلاح مشورہ کرنے لگے۔ دار ندوہ قصی بن کلاب کا مکان تھا اور قریش جو بھی فیصلہ کرتے، وہ اسی دار میں کرتے تھے۔ چنانچہ اس موقعہ پر بھی اس مکان میں داخل ہوئے تاکہ آئندہ لائحہ عمل کے متعلق مشورہ کریں۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جس کو میں کذب اور غلط بیانی کے ساتھ متہم نہیں کر سکتا۔ عبداللہ بن ابی نجیح نے مجاہد کے واسطہ سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل فرمایا کہ جب قریش صلاح مشورہ کے لیے جمع ہوئے تو شیطان لعین اُن کے سامنے ایک بزرگ نما انسان کی صورت میں آموجود ہوا۔ دروازے پر کھڑا دیکھ کر اہل ندوہ نے پوچھا بزرگوار کہاں سے ہیں اور کون ہیں۔ اس نے کہا میں اہل نجد سے ہوں میں نے تمہارے باہمی عہد و پیمان اور وعدہ وعید کو سُنا تو حاضر ہو گیا ہوں اور تمہیں یہ امید رکھنی چاہیے کہ اس لحظہ سے صحیح مشورہ اور خلوص و ہمدردی ہر وقت تمہیں حاصل رہے گی۔

انہوں نے کہا پھر تو اندر تشریف لائیے، چنانچہ شیطان شیخ نجدی کی صورت میں مجلس مشاورت کے اندر شریک ہو گیا اور ادھر ہر قبیلہ کے اشراف اور اصحاب رائے بھی مجتمع تھے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے، پہلے تو ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ تھا وہ سب کو معلوم ہے لیکن اب اُن کی جماعت اور پیروکار پھیلتے جا رہے ہیں اور ان کو معاون و مددگار ہاتھ آتے جا رہے ہیں لہٰذا اب ان کی طرف سے یہ خطرہ درپیش ہے کہ وہ اپنے متبعین کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہو جائیں لہٰذا غور و فکر کے بعد متفقہ فیصلہ کرو۔ بعض نے کہا ان کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر کمرے میں بند کر دو اور اُن کے متعلق بھی اسی طرح کی ہلاکت کا انتظار کرو جیسے کہ اُن جیسے شعراء کو پہلے پیش آچکی ہے۔

شیخ نجدی نے کہا یہ تو کوئی صحیح مشورہ نہیں ہے۔ اگر تم ان کو قید کر دو گے تو اُن کے قید کیے جانے کی اطلاع اُن کے متبعین تک جا پہنچے گی، وہ حملہ آور ہو کر ان کو تمہارے ہاتھوں سے چھین لیں گے

اور آزاد کرالیں گے۔

دوسرا شخص بولا ہمیں اُن کو جلا وطن کر دینا چاہیے۔

شیخ نجدی نے کہا یہ بھی کوئی سوچ ہے اور عقل کی بات ہے؟ دیکھتے نہیں ہو ان کا انداز گفتگو کتنا حسین ہے۔ کلام کتنا میٹھا اور پیارا ہے اور جو احکام وہ بیان کرتے ہیں وہ دلوں میں کس طرح گھر کر جاتے ہیں اگر اُن کو جلا وطن کر دیا گیا تو مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ عرب کے جس قبیلہ کے ہاں بھی جا کر ٹھہریں گے، اپنی حسین گفتگو سے اُن پر غلبہ و تسلط حاصل کر لیں گے اور اُن سے بیعت لے کر تمہارے خلاف چڑھائی کر دیں گے۔

ابو جہل بولا میری رائے اس سے مختلف ہے اور تم ابھی تک وہاں نہیں پہنچے۔ دوسروں نے پوچھا، وہ کیا ہے۔ اس نے کہا ہر قبیلہ سے ایک نوجوان بہادر بہترین نسب والا لے لیں اور ہر ایک کے ہاتھ میں تیز دھار تلوار دیں اور وہ سبھی جا کر یکبارگی اُن پر حملہ آور ہو جائیں اور ان کو (العیاذ باللہ) قتل کر دیں اور اس طرح اُن سے چھٹکارا حاصل کریں۔

جب ہر قبیلہ کا ایک ایک فرد اس قتل میں شریک ہوگا تو اُن کا خون سب قبائل پر تقسیم ہو جائے گا۔ لہٰذا بنو عبد مناف اپنی ساری قوم کے خلاف کاروائی کرنے سے قاصر رہیں گے اور لامحالہ دیت (خونبہا) لینے پر رضامند ہو جائیں گے تو ہم اُن کو اس مقتول کا خونبہا دے دیں گے۔

شیخ نجدی نے کہا بس اصل رائے اور صحیح مشورہ تو وہ ہے جو اس شخص نے دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صحیح تدبیر اور قابل قبول مشورہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس رائے پر متفق ہونے کے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چل دیے۔

جبرائیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بارگاہ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء میں حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آج رات اس خوابگاہ پر آرام نہ فرماویں جس پر پہلے آپ آرام فرمایا کرتے ہیں۔ جب تاریکی چھا گئی تو کفار قریش آپ کے در اقدس پر جمع ہو گئے اور آپ کے سونے کا انتظار کرنے لگے تاکہ آپ پر حالت نیند میں حملہ آور ہوں اور آپ کو شہید کر ڈالیں۔

جب آپ نے اُن کو کھڑے دیکھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آج رات تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میری سبز رنگ حضرمی چادر لپیٹ کر جاؤ اور یقین جانیے اُن کی طرف سے کوئی گزند اور تکلیف آپ کو نہیں پہنچ سکے گی اور جس چادر کو اوڑھ کر سونے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا یہ وہی چادر تھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ۔

واذ یمکربک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین ع۵

کی تفسیر میں منقول ہے کہ قریش مکہ نے ایک رات باہم مشورہ کیا بعض نے کہا کہ جب صبح ہو تو ان کو قید و بند میں جکڑ دیا جائے۔ بعض نے کہا ان کو قتل کر دیا جائے اور بعض کہتے تھے کہ ان کو ملک بدر کر دیا جائے تو اللہ تعالےٰ نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیا۔ آپ وہاں سے نکل کر غار ثور میں جا پہنچے اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بستر پر رات گذاری اور مشرکین ساری رات اس گمان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حراست میں لیے کھڑے رہے کہ یہ آرام فرما شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب صبح ہوئی اور آپ بیدار ہوئے تو سبھی آپ کی طرف حملہ کرنے کے لیئے بڑھے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ حیران ہو کر پوچھا تمہارے نبی کدھر ہیں انہوں نے کہا مجھے کیا پتہ؟ اس طرح اللہ تعالےٰ نے اُن کے مکر و فریب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دور فرمایا۔ یہاں سے ناکام ہوئے تو آپ کے نشان قدم تلاش کرتے ہوئے پہاڑ تک گئے مگر وہاں پہنچ کر اُن کو التباس و اشتباہ پیدا ہو گیا۔ پہاڑ پر چڑھے غار سے بھی گذرے۔ اس کے دروازہ پر عنکبوت کا تنا ہوا جالا دیکھا تو کہنے لگے اگر وہ یہاں داخل ہوتے تو تار عنکبوت کیوں کر باقی رہتے۔ (چنانچہ وہیں سے واپس ہو گئے) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین رات تک وہیں قیام فرما رہے۔

محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں۔ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر جمع ہو گئے آپ نکلے مٹھی بھر مٹی اٹھائی۔ کلام مجید کے یہ کلمات طیبات تلاوت فرمائے۔

وجعلنا من بین ایدیھم سدًا ومن خلفھم سدًا فاغشیناھم فھم لایبصرون۔

"ہم نے اُن کے سامنے اور ان کے پیچھے حجاب اور پردے قائم کر دیئے ہیں پس اُن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے لہٰذا وہ دیکھ نہیں سکتے۔"

اور مٹی اُن کے سروں پر پھینکی (وہ قدرت خداوندی سے اندھے ہو گئے) اور آپ نے جدھر جانا تھا تشریف لے گئے۔

بعد میں ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا یہاں کیوں کھڑے ہو اور کس کا انتظار کر رہے ہو۔ انہوں نے

ع۵ ترجمہ - اور اس وقت کو یاد کرو جب کفار و مشرکین آپ کو قید کرنے یا قتل کر دینے یا جلا وطن کر دینے کی تدابیر سوچ رہے تھے اور اللہ تعالےٰ ان کے مکر و فریب کو باطل کر رہا تھا اور اللہ تعالےٰ مکر کرنے والوں کو اچھی طرح دجل و فریب کا بدلہ دینے والا ہے۔

کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا۔ اس نے کہا وہ تو ابھی تمہارے درمیان سے نکل کر چلے گئے ہیں۔ انہوں نے اندر جھانکنا شروع کیا۔ اندر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک اوڑھے ہوئے لیٹے تھے لہٰذا وہ سمجھے کہ یہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور چادر اوڑھ کر سوئے ہوئے ہیں۔ صبح تک وہ اس انتظار میں کھڑے رہے۔ صبح ہوئی تو حضرت علی فرماتے ہیں۔ بستر پر سے میں اُٹھا تو وہ مجھے دیکھ کر (شرمسار ہوئے اور حیران بھی)۔

واقدی نے اپنے شیوخ اور اساتذہ کے واسطہ سے بیان کیا ہے کہ جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاک میں ساری رات در اقدس پر کھڑے رہے، اُن کے نام یہ ہیں۔

ابو جہل۔ حکم بن ابی العاص۔ عقبہ بن ابی معیط۔ نضر بن الحارث۔ امیہ بن خلف۔ ابن الغیطلہ۔ زمعہ بن اسود۔ طعمہ بن عدی۔ ابولہب۔ ابی بن خلف اور حجاج کے دو بیٹے نبیہ و منبہ۔

ابوابِ ہجرت

باب اوّل

حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا غار ثور کی طرف ہجرت فرمانا

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان میں بیٹھے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا کہ ناگاہ ایک شخص نے کہا یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سر اقدس کے گرد اور منہ مبارک پر کپڑے لپیٹے ہوئے تشریف لا رہے ہیں حالانکہ ایسے وقت میں آپ کبھی بھی ہمارے ہاں تشریف نہیں لاتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ اُن پر فدا ہوں۔ اس وقت آپکی تشریف آوری کسی اہم مقصد اور عظیم امر کے رونما ہونے کی وجہ سے ہے۔ جب آپ تشریف لائے تو اذن طلب کیا اور آپ کو اندر تشریف لانے کے متعلق عرض کیا گیا تو آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جتنے لوگ اندر موجود ہیں اُن کو فی الحال باہر نکال دو۔ انھوں نے عرض کیا وہ یا تو آپ کے اہل خانہ (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) اور یا ان کی بہن اسماء ہیں اور تو کوئی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا خیر میں تمہیں بتلانے آیا ہوں کہ مجھے ہجرت کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ انھوں نے عرض کیا تو کیا مجھے بھی شرف صحبت سے مشرف فرمائیں گے اور اپنے ہمراہ لے چلیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں! انھوں نے عرض کیا میں نے دو اونٹنیاں اس مقصد کے لیے پال رکھی ہیں۔ لہٰذا ان میں سے ایک آپ لے لیں جو بھی آپ کو پسند آئے۔ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مفت میں نہیں بلکہ قیمت کے ساتھ لوں گا اور ضرور لوں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم نے آپ کے سفر کی اچھی طرح تیاری کی اور خورد و نوش کا بہترین انتظام کیا۔ کھانے کا سامان مشکیزہ میں ڈالا اور اس کا منہ بند کرنے کے لیے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے کمربند کا ایک حصہ الگ کیا اور اس کے ساتھ توشہ دان کا منہ باندھا اور دوسرا حصہ بطور کمربند استعمال کیا

اسی لیے ان کو ذات النطاقین کا لقب دیا گیا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جبل ثور کی غار میں جا پہنچے اور تین رات وہاں قیام کیا۔ رات کو عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما وہاں حاضر خدمت رہتے۔ وہ نوخیز جوان اور مضبوط و طاقتور جسم کے مالک اور انتہائی زیرک اور معاملہ فہم تھے سحری کے وقت غار ثور سے نکلتے اور صبح سویرے قریش کے پاس ہوتے گویا کہ وہ رات سے ہی یہیں تھے۔ دن کو قریش کے ساتھ رہتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلاف جو مکر و فریب اور حیلہ و تدابیر اختیار کرتے وہ اُسے یاد کرتے اور رات کی تاریکی میں غار ثور پہنچ کر آپ سے عرض کر دیتے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ شیر دار بھیڑ بکریوں کو چراتے چراتے غار تک لے جاتا اور دودھ دوہ کر پیش کرتا اور دونو مقدس ہستیاں آرام و سکون سے رات بسر کرتیں۔ جب رات کا کچھ حصہ گذر جاتا تو عامر اپنی بھیڑ بکریوں کو ہانکتے ہوئے مکہ مکرمہ میں آجاتا تینوں راتوں میں اس کا معمول یہی رہا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنی دیل کا ایک آدمی اجرت پر لیا۔ وہ تھا تو دین کفار پر مگر امین اسرار تھا سواریاں اُس کے حوالے کیں اور اس کے ساتھ معاہدہ کیا کہ تین رات کے بعد غار ثور کے پاس یہ سواریاں لے کر پہنچ جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ گھر کی پچھلی جانب کھلنے والی کھڑکی سے نکلے اور جبل ثور کی طرف تشریف لے گئے۔

واقدی نے اپنے شیوخ کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات تک ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں ہی ٹھہرے رہے اور رات کی تاریکی میں غار کی طرف تشریف لے گئے اور ہجرت کا یہ مرحلہ اُس وقت آغاز پذیر ہوا جب کہ صفر کی صرف تین راتیں باقی تھیں۔

دوسرا باب

غار میں پیش آنے والے واقعات وحالات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے مجھے بتایا (کہ جب کفار غار کے منہ پر پہنچے تو) میں نے عرض کیا اگر ان میں سے کوئی شخص اپنے قدموں کی طرف دیکھے

تو ہمیں غار کے اندر بیٹھے ہوئے دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا اے ابو بکر ان دو شخصوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسری ذات اقدس اللہ رب العزت جل وعلیٰ کی ہو۔ یہ روایت بخاری و مسلم میں مروی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غار والی رات بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض پیش کی کہ آپ مجھے اجازت فرمائیں پہلے میں غار میں داخل ہوتا ہوں اگر اس میں کوئی تکلیف دہ اور موذی چیز ہو تو اس کی ایذا رسانی اور تکلیف سے آپ محفوظ رہیں اور میری جان آپ پر فدا ہو جائے، آپ نے رخصت دیدی، حضرت صدیق اندر داخل ہوئے اور ہاتھوں سے بلوں اور سوراخوں کو تلاش کرنا شروع کیا۔ جہاں کہیں کوئی بل اور سوراخ نظر آیا اپنے کپڑے پھاڑ کر اس کو بند کر دیتے۔ حتیٰ کہ زائد کپڑے سارے کے سارے ختم ہو گئے اور ابھی ایک سوراخ باقی بچ رہا تھا تو آپ نے اپنی ایڑی اس پر رکھ کر اس کو بند کیا۔

پھر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اندر تشریف لائے۔ صبح ہوئی تو دریافت فرمایا اے ابو بکر تیرے کپڑے کدھر ہیں؟ صورتحال عرض کی۔ آپ نے دست دعا بارگاہ رب قدوس میں بلند کیے اور عرض کیا۔

اللھم اجعل ابابکر معی فی درجتی یوم القیامۃ۔

اے اللہ ابو بکر کو میرے ساتھ میرے مقام میں قیامت کے دن جگہ عطا فرمانا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ آپ کی یہ دعا قبول ہو چکی ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بخدا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک رات اور ایک دن عمر بن الخطاب (کی زندگی بھر کی طاعات و عبادات) سے بڑھ کر ہے۔

رات سے میری مراد ہجرت والی تھی جس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ سے پوشیدہ طور پر نکلے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے کبھی تو آپ کے آگے چلنے لگتے اور کبھی پیچھے چلتے اور کبھی دائیں جانب تو کسی وقت بائیں جانب۔

رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اے ابو بکر چلنے کا یہ انداز تم نے کیوں اختیار کر رکھا ہے؟ آج سے قبل تمہارا ساتھ چلنے کا یہ انداز اور طور طریقہ نہیں ہوتا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کبھی مجھے یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ دشمن کہیں آگے تاک میں نہ بیٹھا ہو تو میں آگے ہو کر اپنی جان کو آپ کے لیے ڈھال بناتا ہوں اور کبھی پیچھے سے دشمن کے پہنچ جانے اور گزند پہنچانے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے تو پیچھے چلتا ہوں تاکہ جان حقیر کا نذرانہ پیش کر سکوں اور فدیہ دے سکوں اور کبھی دائیں بائیں خطرہ کا فکر دامن گیر ہوتا ہے تو دائیں یا بائیں چلنے لگتا ہوں (جان ایک ہے اور خطرات چاروں طرف لہٰذا مجبوراً مختلف جہات و اطراف میں چلنا پڑتا ہے)۔

رسول پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ اس رات اقدام مبارکہ کے صدور اور اگلے حصّہ کے بل چلتے تھے اور جوتا مبارک بھی پاؤں میں نہیں تھا حتیٰ کہ پاؤں زخمی ہونے کو تھے اور آبلے پڑنے والے تھے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو آپ کو کندھوں پر اٹھایا اور دوڑتے ہوئے غار تک پہنچے۔ اور آپ کو غار کے سامنے کندھوں سے اُتارا۔

پھر عرض کی اس ذات اقدس کا واسطہ جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا آپ اتنے وقت تک غار میں داخل نہ ہوں جب تک کہ میں پہلے داخل ہو کر اطمینان نہ کر لوں۔ اگر کوئی تکلیف دہ چیز ہو تو مجھے تکلیف و اذیت پہنچائے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ غار کے اندر گئے اچھی طرح جائزہ لیا۔ جب کوئی چیز نظر نہ آئی تو آپ کو اٹھایا اور غار کے اندر پہنچایا۔ غار کے اندر سوراخ تھے جن میں سانپ اور اژدھے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ کہیں اُن سے کوئی چیز نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچائے لہٰذا اس کا بندوبست اور سدِ باب یوں کیا کہ اپنا پاؤں وہاں رکھ دیا۔ وہ سانپ اور اژدھے ڈنک مارتے رہے اور زہر آپ کے بدن میں داخل کرتے رہے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے مگر پاؤں کو اپنی جگہ سے نہ ہٹایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تسلی و تشفی دیتے ہوئے فرماتے تھے۔

یا ابا بکر لا تحزن ان اللہ معنا۔

اے ابوبکر غمگین ہونے کی ضرورت نہیں یقیناً اللہ رب العزت ہمارے ساتھ ہے۔

تب اللہ رب العزت نے طمانیت و سکون اور سکینہ کو ابوبکر صدیق پر نازل فرمایا۔

یہ ہے اُن کی وہ رات جس کے ساتھ اہل دنیا کی کس رات کو برابری نصیب نہیں ہو سکتی۔[۵۰]

واقدی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ قریش نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈا اور آپ کی تلاش میں مقدور بھر سعی و کوشش کی حتیٰ کہ غار ثور کے قریب جا پہنچے جب غار کے منہ پر عنکبوت کا تنا ہوا پرانا جالا دیکھا تو کہنے لگے کہ اس غار کے دروازہ پر تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیدا ہونے سے بھی پہلے کا تارِ عنکبوت موجود ہے۔ (اس میں داخل ہوتے تو یہ کمزور ترین تار فوراً ٹوٹ جاتے) پھر وہیں سے واپس ہو گئے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ غار ثور سے ہجرت کے بعد ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ حتیٰ کہ ایک جن مکہ مکرمہ کی نچلی جانب سے آیا تو عربی لب و لہجہ میں اشعار پڑھتا تھا۔ آواز سنائی دیتی تھی مگر اس کا جسم نظر نہیں آتا تھا اور لوگ آواز سن کر پیچھے پیچھے چل رہے تھے حتیٰ کہ وہ مکہ مبارکہ کے بالائی حصّہ سے باہر نکلا ان اشعار میں سے ایک شعر یہ تھا۔

جزی اللہ رب الناس خیر جزائہ   رفیقین حلا خیمتی ام معبد

اللہ تعالےٰ لوگوں کی تربیت و پرورش فرمانے والا اپنی بہترین جزاء اور بدلہ عطا فرمائے ، ان دو رفقا سفر کو جو ام معبد کے دو خیموں میں تشریف فرما ہوئے۔

اس کے علاوہ دوسرے شعر اور باقی قصہ آئندہ سطور میں بالتفصیل مذکور ہوگا۔

تیسرا باب

غار ثور سے مدینہ منورہ تک راہ میں پیش آنیوالے واقعات وحالات

ابوالحسن بن البراء فرماتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خمیس کی رات ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو غار سے نکل کر عازم مدینہ منورہ ہوئے۔

محمد بن سعد نے ذکر فرمایا کہ آپ سوموار کی رات ربیع الاول کی چوتھی تاریخ کو غار سے نکل کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

میں (ابن الجوزی) کہتا ہوں آپ غار ثور میں تین رات قیام فرما رہے اور آپ کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور عامر بن فہیرہ اور راستہ کا ماہر راہنما عبداللہ بن اریقط لیثی تھا۔ جو کافر تھا اس نے ساحل سمندر والا راستہ اختیار کیا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عازب سے زین خرید فرمائی اور اُن سے فرمایا کہ اپنے بیٹے براء کو حکم دو کہ یہ زین اٹھا کر میرے گھر پہنچائے۔ انہوں نے کہا میں ایسا نہیں ہوسکتا جب تک تم ہمیں یہ بیان کرو کہ جب تم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ ہجرت کے دوران نکلے تھے تو تم نے اس وقت کیا کیا اور کیا صورتحال تمہیں درپیش آئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہم رات کے آخری حصہ میں نکلے بقیہ رات چلتے رہے

اور دن بھی حتی کہ دوپہر کا وقت ہوگیا۔ میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی تاکہ سایہ دار جگہ تلاش کروں جہاں آرام کر سکیں۔ ناگاہ ایک بڑی چٹان نظر آئی۔ میں اس کی طرف گیا تو اتفاق سے اس کا سایہ میسر آگیا۔ میں نے اس جگہ کو ہموار کیا اور خس وخاشاک کو صاف کیا۔ پوستین بچھائی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ لیٹ جائیں اور آرام فرمائیں۔

میں پھر ماحول کا جائزہ لینے کے لیے نکلا تاکہ دیکھوں کوئی شخص ہماری تلاش میں تو نہیں ہے۔ بھیڑ بکریوں کے چرواہے پر نظر پڑی۔ میں نے اس سے دریافت کیا تو کس کا غلام ہے اس نے کہا فلاں شخص کا۔ میں نے اس کو پہچان لیا۔ میں نے پھر پوچھا تیری بکریوں میں کوئی شیر دار بھی ہے اس نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا کیا مجھے دودھ نکال کر دے گا۔ اس نے کہا بصد شوق۔ میں نے اس کو بکری کے پاؤں قابو کرنے کو کہا پھر کہا کہ اسکے پستان اچھی طرح جھاڑ تاکہ گردوغبار اور بال وغیرہ جو جھڑ سکتے ہیں جھڑ جائیں۔ جب اس نے یہ کام مکمل کر لیا تو میں نے اسے کہا اب ذرا اپنے ہاتھ اچھی طرح جھاڑ۔ اس نے ہاتھوں کو بھی اچھی طرح جھاڑا اور میرے ساتھ پانی کا ایک برتن تھا جس کے منہ پر کپڑا باندھا ہوا تھا کہ گردوغبار اور خس وخاشاک اس کو خراب نہ کرے۔ ادھر غلام نے بڑا پیالہ دودھ کا نکالا۔ میں نے اس میں ٹھنڈا پانی ڈالا حتی کہ وہ دودھ اوپر سے نیچے تک ٹھنڈا ہوگیا (اور دوہتے وقت اس میں جو حرارت پیدا ہوئی تھی وہ ختم ہوگئی) پھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ نوش فرمائیں۔ آپ نے اچھی طرح سیر ہوکر پیا حتی کہ میرا دل خوش ہوگیا پھر میں نے عرض کیا اب کوچ کرنے کا وقت ہوگیا ہے۔

ہم وہاں سے چلے۔ قوم قریش ہمیں تلاش کرنے میں مصروف تھی مگر سوائے سراقہ بن مالک بن جعشم کے کوئی شخص ہم تک نہ پہنچا۔ وہ گھوڑے کو دوڑاتا ہوا جب قریب پہنچا تو میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہمیں ڈھونڈنے والے دشمن پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا۔

لا تحزن ان اللہ معنا۔

غم نہ کیجئے اللہ رب العزت ہمارے ساتھ ہے۔

حتی کہ جب وہ اتنا قریب آگیا کہ اس کے اور ہمارے درمیان تین نیزوں بلکہ دو بلکہ ایک نیزہ کے برابر فاصلہ رہ گیا تو میں نے عرض کیا دشمن تو ہمارے سر پر پہنچ گیا (اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کا احساس مجھے اس قدر تڑپانے لگا کہ) میں رونے لگا۔

آپ نے دریافت فرمایا ابوبکر کیوں روتے ہو؟ عرض کیا خدا کی قسم اپنی جان کے لیے نہیں روتا بلکہ آپ کو کوئی گزند اور تکلیف نہ پہنچ جائے اس لیے آنکھوں سے سیلاب اشک رواں ہوگیا ہے تب

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔
اللّٰھم اکفنا بما شئت۔

اے اللہ ہمیں شر اعداء سے کفایت فرما جیسے بھی چاہے اور تجھے پسند ہو۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے منہ مبارک سے جونہی یہ الفاظ نکلے، سراقہ کے گھوڑے کے چاروں پاؤں سخت زمین پتھریلی زمین میں دھنس گئے۔ وہ گھوڑے سے کود گیا اور کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس امر کا یقین رکھتا ہوں کہ یہ حادثہ تمہاری دُعا کی وجہ سے پیش آیا ہے۔ اب دُعا کریں اللہ تعالےٰ مجھے اس پریشانی سے نجات فرمائے۔ میں آپ کے ساتھ عہد کرتا ہوں (کہ خود تکلیف پہنچانے کا ارادۂ فاسدہ تو درکنار) بخدا جن کو اس راہ آتے دیکھوں گا انہیں بھی باز رکھوں گا۔ اور یہ میرا ترکش ہے اس میں سے ایک تیر لے لیں آپ کا اس راہ میں فلاں فلاں جگہ میری اونٹنیوں اور بھیڑ بکریوں پر گذر ہوگا تو جو بھی ضرورت ہو دودھ کی یا سواری کی وہاں سے لے لینا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں اور اُس کے لیے دُعا نجات وخلاص فرمائی فوراً گھوڑا زمین سے باہر آگیا۔ وہ واپس اپنے ساتھیوں کی طرف چلا گیا۔

عبدالرحمٰن بن مالک مدلجی نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ انہوں نے حضرت سراقہ بن مالک کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ہمارے پاس قریش کے آدمی آئے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں سے ہر ایک کے متعلق ہر اس شخص کے لیے جو اُن کو قتل کرے یا قید کر کے لے آئے سو سو اونٹ انعام مقرر کیا ہے چنانچہ میں اپنی قوم کی محافل میں سے ایک محفل کے اندر بیٹھا تھا کہ کفار کے ایلچیوں میں سے ایک شخص میری طرف آیا حتیٰ کہ ہمارے پاس آکھڑا ہوا اور کہا کہ اے سراقہ میں نے ابھی ابھی ساحل سمندر کی جانب چند اشخاص دیکھے ہیں، میرا خیال یہ ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور اُن کے ساتھی۔

حضرت سراقہ فرماتے ہیں میں نے بھی یقین کر لیا کہ واقعی بات تو اسی طرح ہے لیکن اس کو مغالطہ دینے کے لیے کہا نہیں وہ اشخاص جو تو نے دیکھے وہ فلاں فلاں ہیں جو ابھی ہمارے یہاں سے گذرے ہیں اور گمشدہ شے تلاش کر رہے ہیں۔ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب نہیں ہیں۔ پھر میں تھوڑی دیر مجلس میں بیٹھا رہا بعد ازاں اٹھ کر گھر میں داخل ہوا اور اپنی خادمہ سے کہا کہ میرے گھوڑے کو باہر نکالو اور اُسے ٹیلے کی اوٹ میں لے کر کھڑی رہنا۔ ادھر میں نے اپنا نیزہ سنبھالا اور گھر کی پچھلی طرف سے باہر نکلا۔ نیزے کا پھل زمین کی طرف رکھا اور دستہ بھی فضا میں بلند نہ ہونے دیا حتیٰ کہ اپنے گھوڑے کے قریب پہنچ گیا۔ جوں ہی اس پر سوار ہوا اس کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء سفر کے قریب جا پہنچا۔ لیکن یکایک گھوڑا پھسلا اور میں اُس سے گر پڑا۔ جلدی سے اٹھا ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا اور فال نکالنے والے تیر نکال

کر فال نکالی کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوں یا ناکام اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کوئی گزند پہنچا سکتا ہوں یا نہیں مگر فال میری خواہش کے برعکس نکلی۔ انعام کے لالچ میں فال کے برعکس پھر گھوڑے پر سوار ہوا اور اتنا قریب ہو گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرارت کی آواز سنائی دینے لگی آپ تو قرات و تلاوت میں اس طرح مستغرق و منہمک تھے کہ بالکل دوسری جانب التفات اور دھیان نہیں فرماتے تھے البتہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ اِدھر اُدھر دیکھتے تھے اور خطرات سے باخبر رہنے کی سعی فرماتے تھے۔ اسی دوران اچانک میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے میں اس کی پشت سے فرش زمین پر آ رہا۔ میں نے اس کو ڈانٹا اور جھڑکا تاکہ پاؤں باہر نکالے۔ چنانچہ اُس نے مشکل سے پاؤں باہر نکالے اور سیدھا کھڑا ہو گیا اور میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے پاؤں نکالنے کے بعد وہاں سے اس قدر غبار بلند ہوا کہ آسمان تک جا پہنچا اور دھوئیں کی طرح سیاہی میں تبدیل ہو گیا۔ میں نے پھر تیروں کے ساتھ فال نکالی تو میری خواہش پھر پامال ہوتی نظر آئی اور میں اپنے مقصد میں ناکام ہوتا نظر آیا۔ اب کے میں ازلام کی فرمائش اور فال کے مطابق عمل کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء سفر سے امان کا طلبگار ہوا۔ وہ حضرات ٹھہر گئے میں سواری پر سوار ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے دل میں اس امر کا یقین و اعتماد پیدا ہو چکا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غالب آکر رہیں گے (اور دشمن ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے) الغرض ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے آپ کے شہید کرنے والے شخص کے لیے اس قدر انعامات مقرر کر رکھے ہیں اور وہ آپ کے متعلق یہ عزائم اور ارادے رکھتے ہیں اور آپ پر اور آپ کے جملہ شرکاء سفر کے لیے زادِ راہ اور دیگر ضروری ساز و سامان پیش کیا مگر انہوں نے مجھے اس قسم کی تکلیف نہ دی اور نہ ہی مجھ سے کسی امر کا مطالبہ کیا البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا فرمایا کہ تو ہمارا معاملہ لوگوں سے مخفی رکھنا اور ان کو ہمارے متعلق اطلاع نہ دینا۔

میں نے آپ سے درخواست کی کہ میرے لیے امن و امان کا عہد تحریر فرما دیں۔ آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا۔ اس نے چمڑے کے ٹکڑے پر میرے لیے عہد امان لکھا اس کے بعد آپ نے اپنا سفر جاری فرما لیا (اور میں وہاں سے واپس ہوا)

زہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسی دوران ملاقات کی وہ سفر شام سے اہل اسلام تجارت کے قافلہ میں واپس آ رہے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے زیب تن کرنے کے لیے پیش کیے۔

چوتھا باب

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا کے ہاں سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا نزول اور عظیم معجزہ کا ظہور

ابو معبد خزاعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ کی ہمراہی میں اور عبد اللہ بن اریقط کی راہنمائی میں ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ سے چلتے ہوئے ام معبد خزاعیہ کے خیموں پر گذرے جو کہ بہادر اور دلیر عورت تھی وہ سردار تھی اور خیموں سے باہر کھلی جگہ میں بیٹھی گذرنے والوں کو کھلنے پینے کا سامان مہیا کرتی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کھجوروں اور گوشت وغیرہ کے متعلق دریافت فرمایا تاکہ خرید لیں۔ مگر اس کے ہاں کوئی چیز دستیاب نہ ہو سکی کیونکہ وہ قحط سالی کا شکار تھے اور مسکین وفقیر ہو چکے تھے۔ اُس نے عرض کیا بخدا ہمارے پاس اگر کوئی شے ہوتی تو مہمان نوازی میں پس وپیش نہ کرتی اور تم سے کوئی شئے بچا کر نہ رکھتی۔

سید الانس وجان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیمہ کے گوشہ میں ایک بکری دیکھی تو دریافت فرمایا اے ام معبد یہ کیسی بکری ہے۔ اس نے عرض کیا۔ یہ تو انتہائی لاغر اور کمزور بکری ہے جو ضعف اور ناتوانی کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ہمراہ نہیں جا سکی۔ آپ نے فرمایا تو اس کا دودھ نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا یہ تو دودھ دینے سے رہی (اس کی تو ہڈیوں میں مغز بھی نہیں اور بدن پر گوشت نام کو نہیں، دودھ کیسے دے) آپ نے فرمایا مجھے اجازت ہے میں اس کو دوہ لوں اور اس کا دودھ نکال لوں۔ انہوں نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اگر آپ کو دودھ نظر آتا ہے تو نکال لیں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے بکری کو اپنے پاس منگوالیا اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اُس کے پستانوں پر ہاتھ پھیرا اور دُعا فرمائی اے اللہ ام معبد کے لیے اس کی بکری میں برکت عطا فرما۔ ام معبد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بکری نے فوراً جگالی شروع کر لی۔ پاؤں چوڑے کر لیے اور دودھ سے پستان بھر لیے۔ آپ نے اتنا بڑا برتن طلب فرمایا جو ایک جماعت کو کفایت کر سکے۔ چنانچہ اس میں اس قدر قوت وطاقت سے دودھ دوہا کہ جھاگ برتن کے منہ تک چڑھ آئی۔ پہلے پہل آپ نے حضرت ام معبد کو دودھ عطا فرمایا۔ جب وہ اچھی طرح سیراب ہو گئیں تو پھر دوسرے ساتھیوں کو پلایا۔ سب سے آخر میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دودھ نوش فرمایا اور

دوسرے ساتھیوں کو دوبارہ پلایا حتیٰ کہ اور پینے کی گنجائش باقی نہ رہی۔

دوبارہ پھر اس برتن میں دودھ دوہا اور اسے ام معبد کے ہاں چھوڑ کر آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ اُن کا خاوند ابومعبد بوڑھی کمزور بدحال بکریاں ہانکتے ہوئے آپہنچا جو کہ ضعف اور لاغری کی وجہ سے آہستہ آہستہ چلتی تھیں جن کی ہڈیوں میں مغز قلیل بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا جب اس نے دودھ دیکھا تو حیران ہوگیا اور پوچھا یہ دودھ کہاں سے آگیا ہے؟ جو بکری گھر میں تھی وہ تو ربوڑ سے لاغری اور ناتوانی کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والی تھی اور کوئی شیردار جانور تھا نہیں۔ ام معبد نے کہا نہیں نہیں بخدا یہ ہماری اسی لاغر اور ضعیف نزار بکری کا دودھ ہے۔ ایک مبارک ہستی کا یہاں سے گذر ہوا جن کی صفت اور کیفیت ایسی ایسی تھی (انہوں نے اپنے شان اعجازی اور خداداد قدرت کا کرشمہ دکھاتے ہوئے ہمیں دودھ نکال کر دیا ہے) اس نے کہا مجھے تو یہ وہ ہستی معلوم ہوتی ہے جن کے تعاقب میں قریش دوڑ رہے ہیں۔ ذرا اُن کا حلیہ اور وضع قطع تو بیان کیجیئے۔

ام معبد نے کہا میں نے جس ہستی کا شرف دیدار حاصل کیا ان کی چمک دمک نمایاں تھی اور چہرہ انور کشادہ اور روشن۔ جسم کے اعضا میں مکمل تناسب تھا اور موزونیت کا ملہ، نہ ان کو پیٹ کے بڑھ جانے کا عیب لاحق تھا اور نہ سر اور گردن کے چھوٹا ہونے کا نقص، وہ انتہائی حسین وجمیل تھے انکی آنکھیں سیاہ اور موٹی تھیں، اور پلکیں گھنی تھیں اور دراز۔ آواز بلند کرجدار، رنگت سفید آنکھیں سرمگیں، بھویں باریک لمبی اور باہم ملی ہوئی، بال سخت سیاہ، گردن مبارک میں طول اور لمبائی، داڑھی مبارک گھنی، جب سکوت اور خاموشی اختیار کریں تو شان وقار نمایاں اور جب گفتگو کا آغاز کریں تو سر اقدس اور ہاتھ بلند فرماتے ہیں اور چہرہ اقدس پہ رونق وبہار نظر آتی ہے۔ ان کی گفتار پروئے ہوئے موتی معلوم ہوتے ہیں جو یکے بعد دیگرے نیچے گر رہے ہوں۔ باتوں میں شہد کی مٹھاس ہے اور کلام مقصد پہ دلالت میں واضح اور غیر ملتبس اور مقصد کیمطابق۔ نہ بالکل مختصر اور نہ بہت طویل بے مقصد اور موجب ملال۔ دور سے دیکھیں تو سب سے بلند قامت اور خوبصورت اور قریب سے دیکھیں تو سب سے شیریں اور حسین ترین۔ ایسے درمیانہ قد کہ نہ تو دیکھنے والی آنکھ ان کو درازی قامت کی وجہ سے عیب لگائے اور نہ کوتاہ قامتی کی وجہ سے آنکھ ان کو حقیر جانے گویا وہ دو نرم و نازک شاخوں کے درمیان ایک ایسی شاخ ہیں جو اُن دونوں سے دیکھنے میں خوش منظر اور قد وقامت میں حسین ترین۔ اُن کے رفقاء سفر یوں اُن کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے جیسے چاند کے گرد ہالہ، جب آپ بات کرتے تو رفقا مجسم کان بن جاتے اور جب حکم دیتے تو اطاعت وامتثال کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ وہ مخدوم ہیں اور مطاع جن کی خدمت میں لوگ ہروقت کمربستہ کھڑے رہتے

ہیں نہ ترش رو اور تیوری چڑھانے والے اور نہ لوگوں کی طرف سے کم عقلی اور ناسمجھی کا طعنہ سہنے والے۔
ابو معبد نے کہا بخدا یہ وہی قریش کی عداوت اور دشمنی کا نشانہ بننے والی ہستی ہیں جن کو اپنا مقام اللہ رب العزت کی طرف بتلا دیا گیا اور مرتبہ و درجہ (نبوت) واضح کر دیا گیا ہے۔ اگر میں آپ کو پالیتا تو اپنے ساتھ رکھنے کی ان سے التماس کرتا اور میں جب بھی موقعہ ملے گا ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔
اور صبح کو اہل مکہ نے زمین و آسمان کے درمیان گونجنے والی آواز کو سنا۔ آواز انہیں سنائی دینی جا رہی تھی مگر وہ آواز دینے والا شخص ان کو نظر نہیں آتا تھا وہ شخص دراصل جن تھا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق مدحیہ اشعار اس کی زبان پر تھے) اور وہ یوں کہہ رہا تھا۔

جزی اللّٰہ رب الناس خیر جزائہ　　رفیقین حلا خیمتی ام معبد

لوگوں کا پروردگار جو جزاء کا مالک ہے، بہترین جزاء عطا فرمائے ان دو رفیق سفر مقدس ہمراہیوں کو جو ام معبد کے خیموں میں تشریف فرما ہوئے۔

ھما نزلا بالبر وارتحلا بہ　　فافلح من امسی رفیق محمد

وہ دونو بر و احسان کے ساتھ نزول فرما ہوئے اور اسی صورت میں وہاں سے کوچ بھی فرمایا پس فلاح پانے والا ہے وہ شخص جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق بن گیا۔

فیال قصی ما زوی اللّٰہ عنکم　　بہ من فعال لا تجازی و سود د

اے آل قصی ان کی اطاعت نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالے نے تم سے کس قدر عظمتوں اور برتریوں کو سمیٹ لیا ہے اور ایسے افعال کو جن کی اپنی عظمت کی وجہ سے جزاء نہیں دی جا سکتی۔

سلوا اختکم عن شاتھا و انائھا　　فانکم ان تسألوا الشاۃ تشھد

اپنی بہن (ام معبد) سے اس کی لاغر اور ضعیف و نزار بکری کے متعلق دریافت کرو اور برتن کے متعلق جو دودھ سے بھر گیا بلکہ خود بکری سے دریافت کرو تو وہ بھی ان کی شان اعجازی اور فیوض و برکات کی گواہی دے گی۔

دعاھا بشاۃ حائل فتحلبت　　لہ بصریح ضرۃ الشاۃ مزبد

طلب فرمایا ان سے ایسی بکری کو (جو شیر دار تو کجا) حاملہ بھی نہیں تھی مگر وہی بکری ان کو خالص دودھ دینے لگی اور بکری کی شیر دانی جھاگ بہا رہی تھی۔

فغادرہ رھنا لدیھا لحالب　　بدرتھا فی مصدر ثم مورد

پس اس دودھ کو اس بکری کا دودھ نکالنے والے کے لیے دوسری بار ام معبد کے پاس چھوڑا،

قوم قریش نے صبح کو دیکھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن میں موجود نہیں تھے اور وہ ام معبد کے خیموں کی طرف دوڑے۔

اس ہاتف کے ان اشعار کا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان اشعار میں جواب دیا۔

لقد خاب قوم زال عنهم نبیهم　　وقُدِّس من یسری الیه ویغتدی

یقیناً وہ قوم رسوا ہوئی جن سے ان کا نبی (ننگ آکر) جدا ہوگیا اور پاکیزہ ہوئی وہ قوم جن کے ہاں رات کو یا دن کو وہ تشریف فرما ہوئے۔

ترحّلَ عن قومٍ فزالت[2] عقولهم　　وحلَّ علی قوم بنورٍ مجدَّدِ

ایک قوم سے انہوں نے رحلت اختیار فرمائی پس اُن کے عقول و افہام زائل ہو گئے اور ایک دوسری قوم پر تازہ نور لے کر نزول فرما ہوئے۔

وهل یَستوی ضُلاَّلُ قوم تسفَّهوا　　عمًی وهداةٌ یقتدون بمهتدی

کیا ایک قوم کے گمراہ لوگ جو اندھے ہونے کی وجہ سے بیوقوف بن بیٹھے اور دوسری قوم کے ہدایت یافتہ لوگ جو لوگوں کو راہ دکھانے والے ہیں اور عظیم ہدایت یافتہ راہنما کی اقتدا کرنیوالے ہیں باہم برابر ہو سکتے ہیں؟

نبیٌّ یری مالا یری الناسُ حولَه　　ویتلو کتاب الله فی کل مَشهدِ

وہ ایسے عظیم نبی ہیں جو دیکھتے ہیں اپنے اردگرد ان امورِ مخفیہ کو جو دوسرے لوگ نہیں دیکھ سکتے اور ہر مجمع و محفل میں اللہ تعالےٰ کی کتاب تلاوت کر کے سُناتے ہیں۔

وان قال فی یومٍ مقالةَ غائبٍ　　فتصدیقها فی ضحوة الیوم اُوغدِ

اگر کسی دن غائب امر کے متعلق بات فرمائیں اور خبر دیں تو اس کی تصدیق اس دن چاشت کے وقت یا اگلے دن ظاہر ہو جائے گی۔

لیهنِ اَبا بکر سعادةُ جَدِّه　　بصُحبته، مَنْ یُسعِدِ الله یَسعَدِ

مبارک ہو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ان کی نیک بختی اور سعادت مندی حبیب پاک کی صحبت اور رفاقت کے ساتھ اور جس کو اللہ تعالےٰ سعادتمند بناتا ہے وہ سعادت مند بن جاتا ہے۔

ویهنِ بنی کعب مکانُ فتاتهم　　ومقعدُها للمسلمین بمَرصَدِ

اور مبارک ہو بنی کعب کے لیے ان کی جواں ہمت ہم قوم عورت کا مسلمانوں کی راہ پر موجود

ہونا اور ان کے انتظار میں بیٹھنا۔

ام معبد رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ چار اشخاص دو اونٹنیوں پر سوار ہم پر رونما ہوئے۔ میرے پاس اترے میں ایک بکری سرکار دو عالم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی تاکہ اسے ذبح کر کے آپ کو کھلاؤں کیا دیکھتی ہوں کہ وہ دودھ سے بھرپور ہے۔ میں اسے آپ کے قریب لائی آپ نے اس کے پستانوں کو ہاتھ لگایا اور فرمایا اس کو ذبح نہ کرو۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا اور دوسری بکری لا کر ذبح کی اور گوشت پکا کر پیش کیا۔ آپ نے بھی تناول فرمایا اور آپ کے ساتھیوں نے بھی۔ اور جتنا ان کے دستر خوان میں سما سکتا تھا اور توشہ دان میں ان کے ہمراہ بھی دیا اور جو ہمارے پاس بچ گیا وہ اتنا تھا جتنا پوری بکری کا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

اور وہ بکری جس کے تھنوں کو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہاتھ لگایا تھا اس کی عمر میں وہ برکت پیدا ہوئی کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رونما ہونے والے قحط جس کو عام امادہ کہا جاتا تھا یعنی ہجرت کے اٹھارہویں سال تک صحیح وسالم رہی اور ہم اس زمانہ میں بھی اس کو صبح وشام دوہا کرتے (اور اس کے دودھ سے سیراب ہوا کرتے تھے) جب کہ زمین میں جانوروں کو کوئی شئے کھانے کی ملتی ہی نہیں تھی۔

پانچواں باب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کیلئے سفر مدینہ منورہ میں توریہ سے کام لینا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہجرت فرمائی تو جس سواری پر سوار تھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی اسی پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا اور چونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ شام کی طرف بغرض تجارت آتے جاتے رہتے تھے، اس لیے لوگ آپ کو پہچانتے تھے۔ لہٰذا جب بھی کسی قوم پر ان کا گذر ہوتا لوگ دریافت کرتے اے ابوبکر یہ تمہارے آگے کون ہیں؟ تو آپ فرماتے یہ وہ ہستی ہے جو مجھے راہ دکھلاتی ہے ؏ جب

؏ توریہ کہتے ہیں ایسے لفظ کا استعمال کرنا جس کے دو معانی ہوں بعید اور قریب۔ بولنے والا بعید معنی مراد لیتا ہے اور سننے والا قریب معنی سمجھتا ہے۔ کلام میں کذب بھی لازم نہیں آتا اور اظہار حقیقت جس سے مفاسد کا اندیشہ ہوتا ہے وہ بھی لازم نہیں آتا۔ یہاں حضرت صدیق نے راہ خدا مراد لیا اور سننے والوں نے زمین کی راہ دکھانا سمجھا۔

مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ میں سے جو مشرف باسلام ہوئے تھے یعنی انصار کی طرف آدمی بھیجا جن میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھی بھی شامل تھے۔ وہ سبھی دوڑے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا مطاع و حکم ہونے کی حیثیت سے امن کے ساتھ تشریف لائیے۔ چنانچہ آپ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس دن سے زیادہ کوئی دن روشن ترین اور حسین ترین نہیں دیکھا جس دن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم (اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے وہ فرماتے ہیں، میں آپ کے وقتِ وصال میں بھی مدینہ طیبہ میں موجود تھا۔ میں نے حضورؐ کے وصال کے دن جیسا تاریک ترین اور بھیانک کوئی دن نہیں دیکھا۔

چھٹا باب

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کے راستہ میں بریدہ اسلمی سے ملاقات فرمانا، اُن کے نام سے نیک فال لینا اور حضرت بریدہ کا آپکی خدمت بجا لانا

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کسی شے سے بد فال نہیں لیتے تھے البتہ نیک فال ضرور لیتے اور جب قریش نے آپ کو گرفتار کر کے اُنکے حوالے کرنے والے کے لیے انعام مقرر کر رکھا تھا۔ تو بریدہ اپنی قوم بنی سہم کے ستر سواروں کے ہمراہ سوار ہو کر اپنے گھر سے نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا آپ نے دریافت فرمایا تم کون ہو؟ عرض کیا میں بریدہ ہوں۔ آپ نے ابوبکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ ہمارا معاملہ حرارت و گرمی اور شدت و حدّت سے محفوظ ہو گیا بلکہ سرد اور خنک ہو گیا۔ پھر استفسار فرمایا کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا قبیلہ اسلم سے ہوں تو آپ نے فرمایا اے ابوبکر ہم سلامتی میں ہیں۔ پھر پوچھا قبیلہ اسلم میں سے کس شاخ سے تعلق رکھتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا بنی سہم سے تو آپ نے حضرت صدیق سے فرمایا تمہارا حصہ اور نصیبہ نکل آیا۔

حضرت بریدہ نے عرض کیا آپ کی تعریف کیا ہے؟ فرمایا میں محمد بن عبداللہ ہوں اللہ تعالےٰ کا رسول اور برگزیدہ بندہ۔ تو بریدہ نے عرض کیا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔

چنانچہ حضرت بریدہ اور اُن کے تمام ساتھی مشرف باسلام ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے عرض کیا مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت لوا ر سیادت اور علم قیادت آپ کے ہمراہ ضرور ہونا چاہیے۔ اپنی دستار کو سر سے اتارا اور نیزے پر باندھ کر اس کو فضا میں بلند کیے ہوئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ عرض کیا آپ میرے ہاں قیام فرماویں۔ آپ نے ارشاد فرمایا میری یہ اونٹنی اللہ تعالےٰ کی طرف سے مامور ہے اور اسے اس کی منزل اللہ تعالےٰ نے بتلا رکھی ہے۔ میں اس کو ادھر ادھر نہیں پھیر سکتا۔

حضرت بریدہ نے شرف اسلام سے مشرف ہونے اور ابدی سعادتوں کے حصول پر شکر ایزد تعالیٰ بجا لاتے ہوئے عرض کیا الحمد للہ کہ بنو سہم رضا و رغبت سے حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور جبر و اکراہ سے اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔

ساتواں باب

اہل مدینہ کا سید خلق صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات اور استقبال کے لیے نکلنا اور آپ کا اُن کی معیت میں مدینہ منورہ میں داخل ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مدینہ طیبہ میں اہل اسلام کو جب یہ خبر پہنچی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے سفر فرما ہو گئے ہیں، ہر دن مقام حرہ میں صبح سویرے انتظار میں آنکھیں فرش راہ کر کے بیٹھے رہتے اور جب دوپہر کو شدید گرمی پڑنے لگتی تو گھروں کو لوٹتے۔ ایک دن بہت انتظار کیا مگر جب طلعت مقصود و محبوب سے آنکھوں کو منور نہ کر سکے تو گھروں کو لوٹے۔ اسی دوران ایک یہودی مدینہ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر کوئی چیز دیکھنے کے لیے چڑھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ہمراہیوں کو دیکھا جو سفیدی اور نورانیت کی وجہ سے چمک رہے تھے اور جہاں اُن کے سائے پڑ رہے تھے، سراب زائل ہوتا نظر آتا تھا۔

یہودی یہ منظر دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھا۔ اے معشر عرب یہ رہا تمہارا بخت و اقبال جس کی انتظار کرتے رہتے تھے۔ مسلمانوں نے تیزی سے ہتھیار سنبھالے اور دوڑتے ہوئے استقبال کے لیے مقام حرا پر جا پہنچے آپ اُن کو لے کر راہ کی دائیں جانب بنی عمرو بن عوف میں قیام فرما ہوئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم چپ چاپ بیٹھے رہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے کھڑے رہے (ان کو تفصیلات سفر سے آگاہ کرتے

رہے اور سوالات کا جواب دیتے رہے)۔

آٹھواں باب

اُس دن کا بیان جس میں رحمۃ عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے

زہری کہتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء سوموار کے دن بارہ ربیع الاوّل کو مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے۔

حنش صنعانی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی ولادت باسعادت سوموار کو ہوئی۔ آپ کو منصب نبوت و رسالت بھی سوموار کو سونپا گیا اور اعلان نبوت کا حکم دیا گیا اور حجر اسود کو اپنی جگہ پر نصب بھی آپ نے سوموار کو کیا۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت بھی اسی دن فرمائی اور مدینہ منورہ کو قدوم میمنت لزوم سے مشرف بھی اسی دن فرمایا اور آپ نے اسی سوموار کے دن وصال پایا۔ بارگاہ خداوندی کی طرف سے آپ کو بلاوا اسی دن آیا اور عالم جاودانی میں قدم رکھا تو سوموار کا ہی دن تھا۔

نواں باب

اس مکان رفعت مقام کا بیان جسمیں سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء مدینہ منورہ تشریف آوری کیوقت قیام فرما ہوئے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور میں مکہ مکرمہ سے چل کر مدینہ طیبہ پہنچے تو لوگ آپ کے استقبال کے لیے نکلے۔ کچھ پیدل اور کچھ اونٹوں پر سوار تھے اور خدام و صبیان راستوں میں دوڑ رہے تھے اور پکار رہے تھے۔ اللہ اکبر جاء رسول اللہ جاء محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ اکبر رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء تشریف لائے۔ محمد (خدا و خلق کے نزدیک قابل حمد و ثنا) تشریف لائے اہل مدینہ

نے باہم اختلاف و نزاع کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس کے ہاں اور کس جگہ قیام فرما ہوں۔

امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آج رات تو بنی النجار کا مہمان ہوں گا جو کہ حضرت عبدالمطلب کے ماموں (ننھیال) ہیں۔ کیونکہ حضرت ہاشم نے وہاں شادی کی اور اُن کے ہاں حضرت عبدالمطلب متولد ہوئے تاکہ ان کو میری میزبانی کی وجہ سے کرامت و عزت حاصل ہو۔

اور جب صبح ہوئی تو جہاں سرکار دو عالم کو حکم دیا گیا وہاں پڑاؤ ڈالا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں گذرا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے ہاں قبا میں قیام فرما ہوئے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ رسول پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوات کلثوم بن الہدم کے ہاں قیام فرما ہوئے جو کہ بنی عمرو بن عوف سے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ سعد بن خثیمہ کے ہاں قیام فرما ہوئے کیونکہ وہ غیر شادی شدہ تھے اور بیوی بچے نہیں تھے (لہذا وہاں آپ کے قیام فرمانے سے بارگاہ اقدس میں حاضری دینے والے اُن کے لیے موجب کلفت نہیں بن سکتے تھے) چنانچہ آپ نے وہاں قبا میں سوموار سے جمعرات تک قیام فرمایا۔ پھر وہاں مسجد کی بنیاد رکھی اور جمعہ کے دن وہاں سے کوچ فرمایا اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے وہاں دس دن سے بھی زیادہ قیام فرمایا۔

پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور اس کی مہار کو اس کی گردن پر ڈال دیا۔ جہاں سے بھی آپکی سواری گذرتی اس جگہ والوں کی دلی تمنا ہوتی کہ آپ ہمارے ہاں قیام فرمادیں چنانچہ وہ عرض کرتے۔

هَلُمَّ يا رسول الله الى العدد والعدة

"آپ ایسے خدام کے مہمان بنیں جو عدد و شمار میں بھی کثیر ہیں اور ساز و سامان کے اعتبار سے بھی"

سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء فرماتے۔

خلوا زمامها فانها مامورة۔

"اس کی مہار چھوڑ دو اسے اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا ہے۔"

(اور جہاں کا اس کو حکم دیا گیا ہے، وہیں پڑاؤ ڈالے گی۔ دوسری جگہ اس کو نہیں بٹھایا جا سکتا) الغرض قصواء چل رہی تھی اور لوگ دیکھ رہے تھے کہ کس کا مقدر چمکتا ہے اور کون ان سعادتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ پہلے پہل اس جگہ بیٹھی جہاں اب مسجد نبوی ہے۔ اس کے دروازہ والی جگہ پر بیٹھی اس وقت وہاں کھجوریں سکھانے کا کھلیان تھا۔ آپ اس پر سے نہیں اترے تھے وہ فوراً تیزی کے ساتھ اٹھی اور تھوڑی دور جا کر پھر اپنی پہلی نشستگاہ کی طرف لوٹ آئی اور اس میں بیٹھ گئی اور اپنے حلقوم کو زمین پر رکھ دیا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس

کی پشت سے اترے اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ کا ساز و سامان اٹھا کر اپنی منزل میں رکھا اور جب تک مسجد شریف اور اس کے گرد حجرات مبارکہ تیار ہوئے آپ وہیں قیام فرما رہے۔

واقدی اپنے شیوخ اور اساتذہ کے واسطہ سے ناقل ہیں کہ جب ماہتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو پہلے پہل بنی عمرو بن عوف میں قیام فرمایا۔ جب جمعہ کے دن سورج اچھی طرح بلند ہو گیا تو آپ نے اپنی سواری منگوائی اور اس پر سوار ہوئے اور مہاجرین و انصار آپ کے دائیں بائیں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ انصار کے گھروں میں سے جس گھر کے قریب سے آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوتا تو وہ آپ سے عرض کرتے۔

ھلمّ یا نبی اللہ الی القوۃ والمنعۃ۔ یا رسول اس گھر میں قدم رنجہ فرمائیں جو کہ قوت و طاقت والا گھرانہ ہے اور دشمنوں اور بدخواہوں سے حفاظت کرنے والا۔ آپ ان کو دعاء خیر سے نوازتے اور فرماتے میری سواری اللہ تعالے کی طرف سے مامور ہے۔

آپ کی اونٹنی مبارک چلتی ہوئی مسجد شریف کے قریب بیٹھ گئی۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ آئے۔ پالان اور دیگر ساز و سامان اتارا اور اپنے گھر میں لے گئے۔ آپ نے فرمایا۔ المرء مع رحلہ۔ آدمی اپنے پالان اور سامان کے ساتھ ہوتا ہے یعنی میں ابو ایوب کا مہمان ہوں۔

اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور اونٹنی کو وہ لے گئے تا کہ اس کی خدمت کریں چنانچہ وہ انہی کے پاس موجود رہی۔

اور ہر رات تین یا چار آدمی باری باری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیامگاہ کے در اقدس پر پہرہ دیتے تھے یہاں تک کہ آپ اس منزل سے اپنی منازل کی طرف منتقل ہوئے۔ اور حضرت ابو ایوب کے ہاں آپ کا قیام سات ماہ تک رہا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہ کو دو اونٹ اور پانچ صد درہم دے کر مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ وہ دونوں حضرت فاطمہ اور ام کلثوم (سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں) اور آپ کی بیوی حضرت سودہ رضی اللہ عنھن کو مدینہ منورہ لے آئے اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی۔ اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما حضرت صدیق کے اہل و عیال کو جن میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں ہمراہ لائے۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے ان کو حارثہ بن نعمان کے گھر میں ٹھہرایا۔

محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں۔ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو کلثوم بن ہدم کے ہاں قبا میں قیام فرمایا اور سعد بن خیثمہ کی منزل میں بھی جسکو منزل عزاب کہا جاتا تھا، قیام فرماتے اور لوگوں کے

ساتھ بات چیت اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ وہاں قائم کیا جاتا۔ قبا سے مدینہ طیبہ کے ارادہ پر آپ جمعہ کے دن نکلے اور نماز جمعہ بنی سالم میں ادا فرمائی اور یہ پہلا جمعہ تھا جو رسول پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوات نے اہل اسلام میں ادا فرمایا۔

دسواں باب

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر اہل مدینہ کی فرحت و مسرّت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ مدینہ منورہ میں وارد ہوئے تو حبشی اپنے چھوٹے چھوٹے نیزوں کے ساتھ کھیلے۔ وہ آپ کی تشریف آوری پر فرحت و مسرت کا اظہار کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کی بچیوں کے پاس سے گذرے جو گا رہی تھیں۔

نحن جوارٍ من بنی النجار وحبذا محمدٌ من جارٍ

ہم بنی نجار کی بچیاں ہیں اور مبارک ہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے پڑوسی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اظہار عقیدت کے جواب میں فرمایا اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ میں تم سے محبت رکھتا ہوں اور تم میرے الطاف و عنایات کا مرکز اولین ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آفتاب نبوت و رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے افق مدینہ منورہ پر طلوع فرمایا نو عورتیں بچے بچیاں یہ اشعار گا رہے تھے۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا اللہ داع

ہم پر بدر منیر وداع کی گھاٹیوں سے طلوع فرما ہوا لہٰذا ہم پر اللہ تعالےٰ کے اس احسانِ عظیم کا شکریہ ادا کرنا واجب و لازم ہے۔ جب تک کوئی بھی دعا کرنے والا اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا رہے گا۔ یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ادائے شکر فرض ہے۔

گیارھواں باب

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونا

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو لوگ جوق در جوق آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے میں بھی ان کی حاضری دینے والوں میں شامل تھا جب میں نے آپ کے چہرہ اقدس کو دیکھا تو دل میں یہ اعتقاد اور یقین راسخ پیدا ہو گیا کہ یہ چہرہ انور جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی رونق اور رنگ و تازگی، درخشندگی اور نورانیت اس امر کی شاہد عدل ہے کہ اس سے کبھی کذب اور غلط بیانی صادر نہیں ہو سکتی۔

میں نے اس موقعہ پر آپ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اے لوگو باہم سلام و دعا کو عام کرو اور پھیلاؤ، صلہ رحمی کرو۔ لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور رات کی تاریکی میں اللہ رب العزت کی بارگاہ بے نیاز میں سر نیاز اور جبین نیاز جھکاؤ جب کہ دوسرے لوگ خواب غفلت میں مبتلا ہوں۔ تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

بارھواں باب

مدینہ طیبہ کی فضیلت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوند تبارک و تعالیٰ میں عرض کیا کہ مدینہ منورہ میں اس برکت کی نسبت دو چند برکت عطا فرما جو تو نے مکہ مبارکہ کو عطا فرمائی ہے۔

اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت فرمایا ہے۔

مسلم شریف میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"مدینہ منورہ کی شدت محنت، تکلیف اور دشواری پر جو شخص صبر کرے گا (اور محض میرے جوار و قرب کی خاطر سب کچھ برضا و رغبت برداشت کرلے گا) میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا"۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا جس میں یہ استطاعت ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں (قیام پذیر رہے اور بالآخر یہیں) فوت ہو تو ضرور بالضرور اسے یہیں رہ کر مرنا چاہیے کیونکہ جو شخص میرے مدینہ میں فوت ہو گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰت نے ارشاد فرمایا۔ مدینہ منورہ میں رمضان المبارک کے روزے رکھنا اتنے اجر و ثواب کا موجب ہے جتنا کہ دوسرے مقامات پر ہزار مہینہ کے روزے رکھنا اور مدینہ منورہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کی فضیلت اتنی ہے جتنی کہ دوسرے مقامات پر ہزار نماز ادا کرنے کی۔

حضرت ابو ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا غبار المدینہ شفاء من الجذام۔ مدینہ طیبہ کی خاک پاک جذام اور کوڑھ کے لیے موجب شفا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ اسلام کا قبہ ہے اور ایمان کے لیے بمنزلہ قلب کے ہے اور حلال و حرام کے درمیان حد فاصل اور موجب امتیاز ہے۔

تیرھواں باب

تعمیر و بناء مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بنی عمرو بن عوف میں دس اور بیس راتوں کے درمیان ٹھہرے۔ اور وہیں مسجد قبا کی بنیاد رکھی جس کے متعلق قرآن مجید نے گواہی دی ہے کہ اس کی بنیاد تقویٰ و اخلاص پر رکھی گئی تھی اور اسی میں سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز ادا فرمائی پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور آپ کے ساتھ دوسرے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بھی چلے حتیٰ کہ آپ کی سواری مسجد نبوی کے دروازہ (والی جگہ) پر بیٹھ گئی۔ اس جگہ بھی اہل اسلام میں سے چند آدمی نماز پڑھتے تھے اور اس جگہ اسعد بن زرارہ کی زیر کفالت تربیت پانے والے دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کا کھجوریں سکھانے

کا کھلیان ہوتا تھا جب آپ کی سواری یہاں پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ انشاء اللہ تعالےٰ یہی ہماری منزل ہو گی پھر آپ نے سہل اور سہیل کو بلایا اور اُن سے کھلیان والی جگہ کا سودا کرنے کا حکم فرمایا تاکہ آپ اس کو مسجد بنائیں انہوں نے عرض کیا ہم آپ کو یہ جگہ ہبہ کرتے ہیں اور اس کی قیمت لینے کے بجائے اجر آخرت اور ثواب اخروی حاصل کریں گے۔ پھر آپ نے اس جگہ مسجد کی بنیاد رکھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ آپ بھی کچی اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور زبان اقدس پر یہ کلام جاری تھا۔

هذا الحمال لا حمال خيبر۔ هذا ابر ربنا واطهر۔

بار برداری اور محنت و مشقت جو بار آور اور نتیجہ خیز ہے وہ تو یہی ہے نہ کہ خیبر سے کھجوروں وغیرہ کا بوجھ اٹھانا اے رب ہمارے کام ہیں بڑا اور نیکی زیادہ ہے اور پاکیزگی و طہارت بھی۔

اللهم ان الخير خير الآخره۔ فاغفر الانصار والمهاجره۔

اے اللہ خیر و برکت تو صرف آخرت کی خیر و برکت ہے پس انصار و مہاجرین کے لیے رحم و مغفرت فرما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو بنی عمرو بن عوف والے قبیلہ میں تشریف فرما ہوئے۔ چودہ دن آپ نے وہاں قیام فرمایا۔ پھر بنی النجار کی طرف آدمی بھیجا وہ تلواریں لے کر اور مسلح ہو کر حاضر ہو گئے۔ میں اس منظر کو اب بھی اپنے آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سواری پر سوار ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے سوار ہیں اور بنی النجار کی جماعت آپ کے اردگرد حلقہ بنائے چل رہے تھے حتیٰ کہ آپ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے نزول فرمایا۔ قبل ازیں آپ نے مسجد میں نماز کا التزام نہ فرمایا بلکہ جہاں بھی وقت ہو گیا نماز پڑھ لی خواہ بھیڑ بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں آپ نے مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اور مسجد کے لیے زمین حاصل کرنے کی خاطر بنو النجار کی طرف آدمی بھیجا اور فرمایا اپنا یہ باغیچہ مجھے قیمتاً دیدو انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ہم آپ سے دنیا میں اس کی قیمت وصول نہیں کرتے بلکہ آخرت میں اللہ تعالےٰ سے اجر و ثواب کی صورت میں قیمت وصول کر لیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس جگہ کی صورت حال یہ تھی کہ اس میں مشرکین کی قبریں تھیں کہیں ٹیلے اور ڈھیر کہیں نشیب اور گڑھے اور کھجوروں کے درخت بھی تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ مشرکین کی قبریں کھود کر ان کی ہڈیاں وغیرہ وہاں سے نکال دی جائیں اور نشیب و فراز کو ہموار کر دیا جائے اور کھجوریں کاٹ دی جائیں کھجوروں کے تنے قبلہ کی جانب رکھ کر دیوار کی شکل بنا دی گئی اور دروازہ کی دونوں جانب پتھر کے ستون کھڑے کیے گئے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور وہ رجز بھی پڑھتے جا رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بھی ان کے ساتھ شریک عمل تھے اور آپ کی زبان اقدس پر یہ کلمات طیبات تھے۔

اللھم لاخیر الاخیر الآخرہ فاغفر للانصار و المھاجرہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مسجد نبوی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں کچی اینٹوں سے تعمیر کی گئی تھی جس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور ستون کھجور کے تنوں سے بنائے گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اس میں اپنے دور خلافت میں کوئی اضافہ نہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کی توسیع کی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا و تعمیر کے مطابق کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے اس کی تعمیر کی اور اس کے ستون بھی کھجور کے تنے ہی کے بنائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کی توسیع بھی فرمائی اور اس کی تعمیر میں تبدیلی بھی فرمائی۔ جب کہ امام بخاری نے نقل فرمایا ہے کہ انھوں نے منقوش پتھروں اور چونے کے ساتھ دیواروں کی چنائی کی ستون بھی نقش ونگار والے پتھروں کے ساتھ تعمیر کیے اور ساگوان کی لکڑی کی چھت ڈالی۔

چودھواں باب

مسجد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر کے لیے سواریوں پر پالان نہ باندھے جائیں صرف تین مساجد کے لیے مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ۔ اور میری مسجد میں نماز ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد میں ہزار نماز ادا کرنے سے بھی افضل ہے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قائد مرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ باقی تمام مساجد میں ہزار نماز ادا کرنے سے بھی افضل ترین ہے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں کہ آپ کے الفاظ مبارکہ مسجدی ھذا (میری یہ مسجد) میں اس امر پر واضح دلالت موجود ہے کہ یہ فضیلت و برتری اس مقدس خطہ کو حاصل ہے جو سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے زمانہ اقدس میں مسجد ہونے

کے شرف سے مشرف تھا وہ نہیں جو بعد میں اس کے اندر شامل کیا گیا ہے عہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی و منقول ہے کہ دو آدمیوں میں یہ اختلاف و نزاع پیدا ہو گیا کہ وہ مسجد اقدس جس کی بنیاد تقویٰ و اخلاص پہ رکھی گئی ہے کون سی ہے۔ ایک نے کہا وہ مسجد قبا ہے اور دوسرے نے کہا، وہ مسجد نبوی ہے۔ آپ کی بارگاہ اقدس میں جب صورتحال عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا، وہ میری یہ مسجد ہے۔ یہ روایت مسلم شریف میں ہے۔

پندرھواں باب

سرور انبیاء و مرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے منبر شریف اور حرم سرا کی درمیانی جگہ کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی الثقلین علیہ السلام نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جتنی جگہ ہے وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (رواہ البخاری والمسلم)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض یعنی حوضِ کوثر پر ہے۔ (رواہ البخاری والمسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حجرہ

عہ فائدہ جلیلہ۔ یہی تصریح امام نووی نے شرح مسلم جلد اوّل میں فرمائی ہے لیکن ابن تیمیہ اور محب طبری کا مختار یہ ہے کہ بعد میں جو اضافہ کیا گیا یہ اجر و ثواب اس میں بھی ثابت ہے جیسا کہ روایت میں موجود ہے کہ اگر اس مسجد کو صنعاء یمن تک بڑھا دیا جائے تو بھی وہ میری مسجد ہو گی۔ اور محب طبری نے امام نووی علیہ الرحمہ کا اس قول سے رجوع بھی نقل کیا ہے اور شیخ محقق نے لمعات میں فرمایا کہ جمہور کے نزدیک مختار یہی ہے کہ اجر و ثواب اس حصہ میں بھی اتنا ہی ہے جو بعد میں بڑھایا گیا جتنا کہ زمانہ نبوی میں موجود مسجد شریف کے اندر اجر و ثواب ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ بخاری شریف جلد اوّل ص ۱۵۹ اقول۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں جو حصہ موجود تھا اس کا شرف لامحالہ زائد ہے اور کیف کے لحاظ سے وہاں کا اجر و ثواب بعد میں اضافہ کیے ہوئے حصہ سے بہرحال مختلف ہے اگرچہ کمیت کے لحاظ سے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ فافہم و تدبر۔

مبارکہ اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر جنت کے ٹیلوں اور بلند مقامات میں سے ایک سرسبز وشاداب ٹیلہ پر ہے اور میرے منبر اور حضرت عائشہ کے حجرہ کی درمیانی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے ۔

سولھواں باب

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات کے مساکن وبیوت کا ذکر

محمد بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے مالک بن ابی الرجاء سے دریافت کیا کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ وسلم کے منازل ومساکن کہاں تھے تو اس نے مجھے اپنے باپ سے اور اس کے باپ نے اپنی ماں کے حوالہ سے بتایا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے سارے گھر مسجد نبوی میں منبر شریف کے بالمقابل نماز پڑھنے والے کی بائیں جانب پڑتے تھے یعنی سمت مشرق میں اور جب زینت بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کی منزل میں ٹھہرایا ۔

محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ حارثہ بن نعمان کے مکانات مسجد شریف کے قریب تھے اور اس کے ارد گرد جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کو اپنی زوجیت کا شرف بخشتے اور اہل خانہ بناتے تو حضرت حارثہ آپ کے لیے مکان خالی کر دیتے حتیٰ کہ ان کے سارے مکانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم او ازواج مطہرات کی ملک میں آ گئے ۔

ابن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مکان کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کرنے کی وصیت فرمائی تھی اور حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے ورثاء نے ان کا مکان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک لاکھ اسی ہزار درہم میں فروخت کر دیا تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان کا مکان ایک لاکھ اسی ہزار درہم کے بدلے اور ایک قول کے مطابق صرف اسی ہزار درہم کے بدلے فروخت کیا تھا اور ان کو تا زیست اس میں رہنے کی اجازت دے دی۔ جب مال ان کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اس مجلس میں ہی اس کو راہ خدا میں بانٹ دیا اور جب تک اسے صدقہ نہ کر دیا اپنی جگہ سے نہ اٹھیں ۔

اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اُن کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے وہ مکان خرید لیا اور تا زیست اس میں رہائش کے لیے بھی عرض کیا۔ جب قیمت آپ کی خدمت میں پیش کی گئی جو کہ پانچ اونٹوں پہ لدا ہوا ساز و سامان تھا تو آپ نے اس کو فوراً فی سبیل اللہ تقسیم کر دیا۔ عرض کیا گیا کم از کم ایک درہم تو بچا لیتیں۔ فرمایا اگر اس وقت یاد دلاتے تو رکھ لیتی۔

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کا مکان حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بطور ورثہ ملا انہوں نے اس پر کوئی قیمت وصول نہ فرمائی اور اُسے مسجد نبوی میں شامل کر دیا گیا۔

محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن یزید ہذلی نے بتایا کہ میں نے ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرات مبارکہ کو دیکھا جبکہ ان کو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت مدینہ منورہ پر ولید بن عبدالملک کی طرف سے امیر تھے نے شہید کر کے مسجد نبوی میں شامل کیا۔ ان کی دیواریں کچی اینٹوں سے تعمیر کی گئی تھیں اور حویلی کھجور کی شاخوں سے تیار کی گئی تھی۔ اور وہ مجموعی طور پر نو مکان تھے بمعہ حویلیوں کے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مکان بھی دیکھا جس کی دیواریں اور حویلی دونوں کچی اینٹوں سے تیار کی گئی تھیں۔

محمد بن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دومۃ الجندل پر چڑھائی فرمائی تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس دوران اپنی حویلی کچی اینٹوں سے تیار کرائی۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ یہ کیسی تعمیر دینا ہے۔ انہوں نے عرض کیا میں نے لوگوں کی نگاہوں کو روکنے کے لیے اور اعلیٰ درجہ کا ستر پردہ حاصل کرنے کے لیے کھجور کی شاخوں کی بجائے اینٹیں استعمال کی ہیں تو آپ نے فرمایا، مرد مسلم کے مال استعمال ہونے کے بدترین مصارف میں سے بناء تعمیر ہے۔

عطاء خراسانی فرماتے ہیں میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ازواج مطہرات کے حجرے اور حویلیاں دیکھیں جو کہ کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھیں اور ان کے دروازوں پر سیاہ بالوں سے بنے ہوئے بولمبے لٹکے ہوئے تھے اور جب ولید بن عبدالملک کا خط وہاں پہنچا اور اس کو پڑھا جا رہا تھا میں اس وقت بھی موجود تھا۔ جس میں اس نے حکم دیا تھا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مقدس حجرات کو مسجد نبوی میں شامل کر دیا جائے تو میں نے اس دن میں لوگوں کو جس قدر روتے اور آنسو بہاتے دیکھا اس قدر کبھی بھی روتے نہیں دیکھا۔

عطاء خراسانی فرماتے ہیں میں نے سعید بن مسیب کو فرماتے ہوئے سُنا بخدا مجھے تو یہی امر مرغوب و پسندیدہ تھا کہ اُن حجرات مبارکہ کو اسی حالت پر رکھا جاتا حتیٰ کہ اہل مدینہ کی نئی نسل اور باہر سے آنے والے لوگ ان کو دیکھتے اور تکاثر و تفاخر سے گریز کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد اختیاری کی تقلید و اتباع کرتے۔

سترھواں باب

سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا دعا فرمانا کہ اللہ تعالےٰ مدینہ منورہ کو میرے اصحاب کا محبوب و مرغوب بنا دے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو وہ وباؤں کا گھر تھا، چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ جب تپ کی حدت اور شدت زور پکڑتی تو آپ فرماتے۔

کل امرء مصبح فی اھلہ ۔۔۔ والموت ادنی من شراک نعلہ

ہر شخص اپنے گھر میں دعائیں دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کی صبح بالخیر کرے اور حال یہ ہے کہ موت اس کے جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تپ چڑھتا اور اس کی شدت بڑھ جاتی تو فرماتے۔

الا لیت شعری ھل ابتین لیلۃً ۔۔۔ بوادٍ وحولی اذخر وجلیل

وھل اردن یوماً میاہ مجنۃ ۔۔۔ وھل یبدون لی شامۃ وطفیل

"آگاہ رہو اور غور سے سنو۔ اے کاش میری سمجھ موجود ہوتی اور مجھے میری عقل و فہم بتائی کہ میں کوئی رات بسر کروں گا اس وادی میں جہاں میرے اردگرد اذخر (سرکنڈے کی طرح خوشبودار پودا) اور جلیل (ضعیف و کمزور نباتات) ہوں اور آیا میں کسی دن مجنہ کے پانیوں پر وارد ہوں گا اور میرے سامنے شامہ اور طفیل پہاڑ ہوں گے۔

اے اللہ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ پر اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما جس طرح انہوں نے ہم کو مکہ مکرمہ سے نکالا جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حالت مشاہدہ کی تو دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمیں مدینہ محبوب بنا دے جیسے کہ مکہ مکرمہ محبوب بنایا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اے اللہ اس کو ہمارے لیے مقام صحت و عافیت بنا دے اور اس کے صاع (پیمانہ جس کی مقدار تقریباً چار سیر ہے) اور مُد (پیمانہ بمقدار ایک سیر) میں ہمارے لیے برکت پیدا فرما اور اس کی وبا اور تپ کو جحفہ کی طرف منتقل فرما۔[1]

---

[1] فائدہ۔ جحفہ میں یہود رہتے تھے جو بدترین دشمن اسلام تھے اس لیے وبا کو ادھر منتقل فرمانے کی دعا کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے مدینہ منورہ صحت افزا مقام بن گیا اور جحفہ وباؤں کا گھر۔

اٹھارھواں باب

امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس کو قبلہ بنانا اور پھر بیت اللہ کی طرف نماز ہی میں رجوع فرمانا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی۔ پھر کعبہ مبارکہ کی طرف منہ کرنے اور بیت اللہ شریف کی طرف منہ پھیرنے کا حکم دیا گیا۔

انیسواں باب

تحویل قبلہ کے وقت کا بیان

محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم ام بشر بنت براء بن معرور رضی اللہ عنہا کے پاس بنی سلمہ میں پندرہ شعبان بروز منگل تشریف لے گئے۔ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے صبح کا کھانا وہاں تناول فرمایا۔ ظہر کا وقت ہوا تو آپ نے شام (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز ادا کرائی اور عین نماز کی حالت میں آپ کو بیت اللہ کی طرف متوجہ ہونے اور کعبہ مبارکہ کو قبلہ بنانے کا حکم دیا گیا لہٰذا آپ اس طرف متوجہ ہو گئے اور صحابہ کی صفیں بھی آپ کے پیچھے اسی طرف متوجہ ہو گئیں اور اتمام نماز بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہونے کے بعد ہوا تو اس مسجد کو مسجد القبلتین کہا گیا۔

واقدی کہتے ہیں کہ یہ واقعۂ تحویل نصف رجب بروز سوموار ہجرت کے سترھویں مہینہ میں پیش آیا۔ اور سدی کہتے ہیں کہ ہجرت کے اٹھارہویں مہینہ میں پیش آیا۔

بیسواں باب

فریضہ رمضان کے نزول کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبلہ کی تبدیلی کے ایک ماہ بعد رمضان المبارک کے روزے رکھنے کا حکم نازل ہوا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فریضۂ زکوٰۃ نازل ہونے سے قبل صدقۂ فطر کا حکم دیا۔

ابواب المعجزات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت طیبہ ہیئت مبارکہ اور چال ڈھال عقلمند لوگوں کو آپ کی صداقت و حقانیت کی طرف رہنمائی کرتی تھی اس لیے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں نے چہرہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو دیکھا تو میں نے جان لیا کہ یہ جھوٹا چہرہ نہیں ہے۔

اور جس شخص نے بھی آپ کی گفتگو سنی اور آپ کے اخلاق عظیمہ کا مشاہدہ کیا اس کے دل میں آپکی نبوت و رسالت کے متعلق کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ بچپن ہی سے آپ صدق و امانت کے ساتھ معروف اور حسن اخلاق اور بلندی کردار کے ساتھ مشہور تھے

قیصر روم نے ابو سفیان کے ساتھ ہونے والے مکالمہ میں کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ لوگوں کے ساتھ تو جھوٹ نہ بولیں لیکن اللہ رب العزت پر جھوٹ بولیں اور اس کی طرف سے نبوت و رسالت نہ ملنے کے باوجود دعویٰ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی و رسول بنایا ہے۔

اور اب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت اور براہین رسالت کے طور پر چند بڑے بڑے معجزات مختلف ابواب میں ذکر کرتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب اوّل

قرآن عزیز اور فرقان حمید کی شان اعجازی کا بیان

زمانۂ موسیٰ کلیم علیہ السلام میں سحر کاری اور جادوگری عام تھی تو انہوں نے بھی اسی طرح کے معجزات ظاہر فرمائے کبھی عصا کو میدان میں پھینک کر اژدھا بنا دیا اور کبھی پانی کی موجوں کو منجمد کر کے خشک راستے پیدا کیے اور بنی اسرائیل کو خشک پاؤں وہاں سے گذار دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں جب طب کا دور دورہ تھا تو انہوں نے اس قسم کے معجزات ظاہر فرمائے جن میں اطبائے زمان عاجز تھے کبھی مردوں کو زندہ فرمایا اور کبھی مادر زاد اندھوں کو بینائی سے بہرہ ور فرمایا۔

نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے زمانہ اقدس میں چونکہ فصاحت و بلاغت عروج پر تھی، فن شعر اور اسالیب نظم و نثر میں لوگوں کو مہارت تامہ حاصل تھی لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے قرآن حکیم کا معجزہ ظاہر فرمایا۔

قرآن مجید کئی وجوہ سے معجزہ ہے اور وجوہ اعجاز یہ ہیں۔

اول ۔ قرآن مجید کا فصاحت و بلاغت پر مشتمل ہونا باعتبار ایجاز کے۔ ایک ہی مقصود و مطلوب کو کہیں طویل عبارت سے ادا کیا گیا ہے اور کہیں بالکل مختصر نظم میں لیکن پورا مقصد اس مختصر عبارت میں سمیٹ دیا گیا ہے اور احتمال خلل کو قطعاً ختم کر دیا گیا ہے۔

دوم ۔ کلمات عرب کے اصول یعنی حروف تہجی سے مؤلف و مرکب ہونے کے باوجود ان کے اسالیب نثر سے جداگانہ انداز اپنایا گیا ہے اور اوزان اشعار سے بھی کلی اجتناب کیا گیا ہے۔

اور انہی دو وجہوں کی بنا پر سارے اہل عرب کو مقابلہ کی دعوت دی اور وہ عاجز آ گئے، حیرت زدہ ہو گئے اور اُس کے فضل و تفوق اور بلندی مقام اور رفعت شان کے معترف ہو گئے حتیٰ کہ ولید بن مغیرہ نے کہا بخدا بیشک اس میں مٹھاس ہے اور اس پر تر و تازگی اور رونق و بہار ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ اور قریش کی ایک جماعت باہم مل کر بیٹھے۔ ولید سب سے عمر رسیدہ تھا۔ اس نے کہا موسم حج قریب آ پہنچا ہے اور لوگ دور دراز سے وفود کی صورت میں تمہارے پاس پہنچیں گے اور انہوں نے تمہاری قوم کے دعویدار نبوت (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق سن رکھا ہے لہٰذا اُن کے متعلق متفقہ فیصلہ کر لو تاکہ جو بھی پوچھے اس کو متفقہ جواب دو اور ایک دوسرے کی تکذیب و تردید ہی نہ کرتے رہ جاؤ۔

انہوں نے کہا تو ہی بتلا اور کوئی صحیح نظریہ و عقیدہ تجویز کر دے جس کو ہم لوگوں کے سامنے ظاہر کریں اُس نے کہا نہیں تم سوچ کر بتاؤ میں سنوں گا اور فیصلہ دوں گا۔

انہوں نے کہا ہم کاہن ہونے کا الزام عائد کریں گے۔

اُس نے کہا وہ کاہن نہیں ہیں۔ میں نے کاہنوں کو دیکھا بھالا ہے اُن کے کلمات سنے ہیں اُن میں نہ کاہنوں والا زمزمہ اور لب و لہجہ ہے اور نہ اُن کی طرح سحر کاری و عیاری۔

وہ بولے ہم مجنوں ہونے کا طعن دیں گے۔
اس نے کہا۔ وہ مجنوں بھی نہیں ہیں۔ ہم نے جنوں میں مبتلا لوگوں کو دیکھا ہوا ہے اور اس کو اچھی طرح جانتے ہیں نہ اُن کو گلے کی بندش درپیش ہوتی ہے اور نہ مجنونوں کی طرح اضطراب و بے سکونی اور نہ ہی وساوس داو ہام۔ انہوں نے کہا ہم اُن کے شاعر ہونے کا چرچا کریں گے۔
اس نے کہا وہ شاعر نہیں ہیں۔ ہم شعر کے جملہ اقسام رجز، ھزج کو جانتے ہیں اور قریض و مقبوض کو اور مبسوط کو پہچانتے ہیں ان کا کلام شعر نہیں ہے۔
انہوں نے کہا ہم ساحر ہونے کا عیب لگائیں گے۔
اس نے کہا حقیقت تو یہی ہے کہ وہ ساحر بھی نہیں ہیں۔ ہم نے ساحروں کو دیکھا اور ان کی سحر کاریوں کو۔ یہ نہ ان کی طرح جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور تعویذ گنڈا۔
انہوں نے کہا تو تم ہی بتلاؤ اے ابو عبد الشمس؟
اس نے کہا بخدا ان کی باتوں میں شہد کی سی مٹھاس ہے۔ اُن کا کلام (اس درخت کی مانند ہے جس کا اصل تر و تازہ ہے اور فرع اور شاخیں پھل دار۔ تم ان الزامات و اتہامات میں سے جو بھی الزام و اتہام اُن پر عائد کرو ہر کوئی اُس کے جھوٹ کو واضح طور پر محسوس کرلے گا۔
اگر کوئی بہتان قبولیت کے قریب ہو سکتا ہے تو وہ ساحر ہونے کا ہے۔ لہٰذا تم یہی کہنا کہ وہ (نعوذ باللہ) جادو گر ہیں جو خاوند کو بیوی سے جُدا کرتے ہیں اور بھائی کو بھائی سے۔ تب وہ مجلس کفر برخاست ہوئی اور سبھی اُٹھ کر چلے گئے۔
نضر بن حارث بن کلاہ کہتے تھے اے جماعت قریش تم پر ایک ایسی مشکل آپڑی ہے کہ تم آج تک ایسی مشکل میں کبھی مبتلا نہیں ہوئے تھے۔ بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ساحر و کاہن ہیں اور نہ شاعر و مجنوں ہیں۔
عتبہ بن ربیعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے اُس پر کلام مجید کی یہ آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں۔ حٰمٓ تنزیل من الرحمٰن الرحیم (الی) انذرتکم صاعقۃ۔ تو عتبہ نے آپ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا اور آپ کو رحم و قرابت کا واسطہ دے کر رکنے کے متعلق عرض کیا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا مجھے اس امر کا خوف لاحق ہو چلا تھا کہ کہیں ابھی عذاب نازل ہی نہ ہو جائے اور ہمیں تباہ و برباد نہ کر دیا جائے۔
مصنف (ابن جوزی) فرماتے ہیں جب وہ قرآن مجید اور فرقان حمید کو سُن کر متحیر ہو گئے اور دہشت زدہ اور

ہر لب ہوئے قرآن مقدس نے اُن کے مثل قرآن بلکہ اس کی سورتوں میں سے سب سے مختصر ترین سورۃ کی مثل سے بھی عاجز ہونے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔ فاتوا بسورۃ من مثلہ (الی) فان لم تفعلوا ولن تفعلوا۔ (الآیۃ) قرآن کی سورتوں میں سے مختصر ترین سورت کی مانند کوئی سورت بناؤ اور اپنے معبودان باطلہ کو بھی بلالو اور اگر اس کی مثل نہ لاسکو اور ہرگز نہیں لاسکو گے تو اس آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ جس کا ایندھن انسانی گوشت پوست اور پتھر ہے وہ کفار و مشرکین اور معاندین حق کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اور یہ امر واضح ہے اور ہر ایک کو معلوم کہ نفوس منکرین و متکبرین کو جب اس طرح کی چوٹ کی جائے تو وہ مقابلہ میں پوری طاقت و قوت صرف کر دیتے ہیں لیکن کفار و مشرکین فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار پر فائز ہونے کے باوجود جب حروف و کلمات کے ساتھ مقابلہ کرنے سے ہٹ کر جنگ و جدال اور حرب و قتال پر اُتر آئے اور اپنی جانیں دینے اور خون بہانے کے لیے آمادہ ہو گئے اور بیوی بچے قید کرانے اور مال و متاع گنوانے پر تیار ہو گئے تو ان کا عاجز اور بے بس ہونا دوپہر کے اجالے سے بھی زیادہ واضح ہو گیا

اور ان میں سے بعض لوگوں نے کمال ڈھٹائی سے کام لیتے ہوئے طویل سورتوں کے بجائے بعض مختصر سورتوں کا بدل لانے کی کوشش کی اور اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے کیونکہ بڑی سورتوں کی فصاحت و بلاغت تو حد سے زیادہ واضح اور نمایاں تھی۔

ایک نے سورۂ فیل کے مقابلہ میں یہ سورۃ تیار کی۔

الفیل وما ادراک ما الفیل لہ ذنب وبیل وخرطوم طویل۔ وان ذالک من خلق ربنا لقلیل۔

"ہاتھی اور تجھے کس نے بتایا کیا ہے ہاتھی۔ اس کی دم چھوٹی ہے اور سونڈ طویل ہے اور وہ ہمارے رب کی پیدا کردہ اشیاء عجیبہ میں سے قلیل ہے"۔

مینڈک کی مدح سرائی میں یہ کلام ترتیب دیا۔

یا ضفدع تانیث ضفدعین۔ نقی کما تنقین۔ اعلاک فی الماء واسفلک فی الطین لا الماء تکدرین ولا الشراب تمنعین۔

"اے مینڈک جو دو مینڈکوں کی مونث ہے۔ اپنے آپ کو پانی میں رہ کر صاف ستھرا رکھ جیسے کہ پہلے رکھا کرتی ہے یا ٹرٹرا جیسے کہ پہلے ٹرٹراتی تھی اور بولتی تھی۔ تیرا اوپر والا حصہ پانی میں ہے اور نچلا کیچڑ میں نہ تو پانی کو گدلا کرتی ہے اور نہ پینے میں مانع ہوتی ہے"۔

سیاہ بکری کے سفید دودھ دینے کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا۔

ومن العجائب شاۃ سوداء تحلب لبناً ابیض۔

الغرض ان کی یہ سعی ناتمام صرف جگ ہنسائی کا موجب اور فضیحت و رسوائی کا ساز وسامان ہوئی۔ اگر چپ رہتے تو اس بولنے کی نسبت اچھے رہتے۔

جن لوگوں کے دل بے نور کیے گئے اور ان پر مہر لگادی گئی اُن میں سے ابوالعلیٰ المعری بھی ہے جس نے اپنے کلام کا مجموعہ بنام الفصول والغایات تیار کیا اور بزعم خویش سور و آیات کا معارضہ کیا۔ میں نے اس کتاب کو دیکھا مگر اُس سے بڑھ کر ناقابل اعتبار اور ناقابل سماعت کوئی کلام نہ دیکھا نہ سنا۔ اُس نے اپنی کتاب کو کلمات کے آخری حروف معجمہ کی ترتیب پر مرتب کیا۔ حرف الف کے تحت وارد کیے گئے کلمات میں سے چند ملاحظہ ہوں۔

کان النعال علیٰ عصی الطلح یعارضون الرکائب فی الھوادج والظلماء تستغفر لھم نجت القمر وضیاء الشمس رھنیا لتارکی النوق طلائح فی غیطان الفلاۃ یحوم علیھا ابن دابۃ ویطیف بھا السرحان وسنان اور اک ترد الابان بینھا اقفد من الغطاء۔

جو تسمے خار دار درخت کی چھڑیوں پر تھے جو سواریوں کے محملوں کے ساتھ اٹکتے تھے اور تاریکی ان کو چھپائے ہوئے تھی پس چاند پوشیدہ ہوگیا اور ضیاء شمس بھی۔ اور خوشگواری ہو اُن لوگوں کے لیے جو اونٹنیوں کو چھوڑنے والے ہیں۔ درانحالیکہ وہ تھکی ماندی ہیں جنگلات میں گھنے درختوں والی جگہ پر کوے منڈلا رہے ہوں اور بھیڑیے اور درندے ان کا طواف کر رہے ہوں اور کمانوں سے چھوٹنے والے تیروں کے پھل ان کا دودھ پی رہے ہوں اور ان کا دودھ پردوں میں پوشیدہ رہنے سے عاجز ہو چکا ہو۔

اور اس کا سارا کلام طبائع سلیمہ کے نزدیک اسی طرح ناقابل قبول ہے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں کہ مجھے ابو محمد بن مسلم نحوی نے بیان کیا کہ ہم باہم اعجاز قرآن مجید پر گفتگو کر رہے تھے اور ایک عمر رسیدہ شخص اور بہت بڑا صاحب و کمال قریب بیٹھا تھا اس نے کہا قرآن مجید میں ایسی کوئی امتیازی خوبی اور شان اعجازی نہیں ہے کہ فضلاء اس کو اپنے کلام میں پیدا نہ کر سکیں۔ پھر وہ بالاخانہ پر چڑھ گیا اور اُسکے پاس صحیفہ تھا اور دوات (اور قلم) اور اُس نے وعدہ کیا کہ میں تین دن تک مضامین تیار کرتا ہوں اور جب تسلی کر لونگا کہ میرے یہ مضامین اور اُن کے الفاظ و عبارات قرآن کی مانند ہیں تو میں تمہیں پکاروں گا اور بلا لونگا جب تین دن گذر گئے (اور اس کی طرف سے کوئی بلاوا نہ آیا) تو ایک شخص اُس کے بالاخانہ میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ دیوار سے اوٹ لگائے خشک تنے کی مانند پڑا ہے اور اس کا ہاتھ قلم کے اوپر خشک ہو چکا ہے۔

میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ قرآن مقدس کے متعلق مرتضےٰ علوی کا خیال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ

نے اپنی قدرت کاملہ قاہرہ سے لوگوں کو اس کی مثل لانے سے عاجز کر دیا اور ان کی توجہات و تفکرات کو اس طرف سے ہٹا دیا۔ نہ یہ کہ وہ فی حد ذاتہٖ معجز ہے اور کفار و مشرکین اس کی مثل سے عاجز آ گئے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں کہ کلام مجید کی مثل لانے سے اُن کو ہٹا دینا اور اُن کی سوچ اور فکر کے رُخ کو موڑ دینا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ ان میں قدرت تھی (مگر اس کو بروئے کار نہ لایا جا سکا) اگرچہ اس صورت میں بھی قرآن مجید کا بعض وجوہ سے معجز ہونا ثابت ہو جاتا ہے لیکن فرقان حمید کا فی حد ذاتہٖ ایسے خصائص اور امتیازی اوصاف پر مشتمل ہونا جن کا مثل لانا قدرت بشر سے خارج ہو، فضیلت قرآن اور اس کی فوقیت و برتری کی بہت بڑی علامت اور دلیل ہوگا۔

جس شخص نے مدار اعجاز صرفہ کو بنایا ہے اس کی مثال یوں ہے جیسے کوئی کہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو دیکھنے والی آنکھوں کو محض تخیل و توہم کے طور پر وہ سانپ اور اژدھا نظر آیا ورنہ فی نفسہ تو وہ اسی طرح عصا ہی تھا اور اس میں کوئی انقلاب نہیں آیا تھا۔

نیز جس شخص کی قدرت و طاقت اور سوچ اور فکر کو بھی مثل قرآن بنانے سے پھیر دیا گیا ہو۔ اس کو مقابلہ و معارضہ کی دعوت دینا درست ہی کیوں کر ہوگا یہ تو ایسے ہوا جیسے کوئی کسی عجمی شخص کو عربی عبارت کے مقابلہ و معارضہ کی دعوت دے۔

یہ وجوہ ابطال تو وہ ہیں جو ابن عقیل نے بیان فرمائی ہیں اور میں اس قول کے رد و ابطال میں کہتا ہوں کہ صرف کا مطلب تو یہ ہے کہ نزول قرآن مجید کے وقت ان کی طبائع میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی جائے کہ وہ اس کی مثل نہ بنا سکیں تو اس وقت سے قبل دیکھنا چاہیے کہ ان فصحاء و بلغاء نے اپنی فصاحت و بلاغت پر نازاں ہونے کے باوجود کبھی کوئی ایسا کلام مرتب کیا جو کلام مجید کے برابر تو کجا اس کے قریب بھی ہو (اور اگر اہل عرب نے اپنی پیدائش سے لے کر اس وقت تک کبھی بھی ایسا کلام نہ مرتب کیا نہ اس کے ذرا قریب فصیح و بلیغ کلام کبھی ان کی زبان پر جاری ہوا تو صرف کو وجہ اعجاز قرار دینے کی لغویت و بطلان اظہر من الشمس ہے)

سوم ۔ تیسری وجہ اعجاز کلام مجید کی یہ ہے کہ وہ امم ماضیہ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے سیر و اخلاق پر مشتمل ہے جن کو اہل کتاب اپنی آسمانی کتابوں کے ذریعے جانتے تھے ۔ جنہوں نے ان حقائق و واقعات کو ان علماء اہل کتاب کے سامنے رکھا وہ امی لقب ہیں نہ علم خط اور رسم کتابت کو سیکھا اور نہ کسی مکتب و مدرسہ میں پڑھا اور نہ اُن کے متعلق کوئی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ انہوں نے احبار و رہبان یا ساحرین و کاہنین کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کی ہے اور اہل عرب میں سے جو شخص لکھنا پڑھنا جانتا تھا اور احبار و رہبان کے پاس بیٹھتا بھی تھا وہ بھی ان حقائق اور واقعات کو نہ جان سکا جو قرآن مجید اور فرقان حمید نے بیان فرمائے۔

چہارم - چوتھی وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن کریم آنے والے غیبی امور کے اخبار و اعلانات پر مشتمل ہے اور جس طرح قرآن مجید نے بتایا اسی طرح ہوا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نبوت و رسالت میں صادق ہونا قطعی طور پر واضح ہو گیا مثلاً۔

۱- یہود کو فرمایا کہ اگر تمہیں اپنے اس دعویٰ کی صداقت و حقانیت پر اعتماد و اعتبار ہے کہ تم اللہ تعالےٰ کے محبوب ہو تو پھر موت کی تمنا کرو فتمنوا الموت ان کنتم صادقین۔ کیونکہ محبوب کو محب کے ہاں جاتے ہوئے کیا ڈر اور خوف ہو سکتا ہے پھر دنیا جو قید خانہ کی مانند ہے اس سے نکل کر جنت جیسے راحت افزا مقام میں جانے پر تردد کی وجہ نہیں ہو سکتی مگر ساتھ ہی دعویٰ فرمایا ولن یتمنوہ ابداً۔ یہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے اور ایسا ہی ہوا (وہ غلط بیانی اور کذب سے کام لیتے ہوئے بھی نہ کہہ سکے کہ ہم نے تمنا کی ہے)۔

۲- قرآن مجید کو کلام بشر کہنے والوں کو فرمایا۔ فاتوا بسورۃ من مثلہ اور ساتھ ہی فرما دیا ولن تفعلوا تم ہرگز اس کی مثل ایک سورہ بھی نہیں لا سکو گے (چنانچہ وہ نہ لا سکے)

۳- اپنی وقتی قوت و طاقت پر اترانے والوں کے متعلق ارشاد ہوا۔ قل للذین کفروا ستغلبون ان کفار سے کہہ دیجئے یہ نازو نخرے اور تکبر و غرور عنقریب کافور ہو جائیں گے اور تم مغلوب و مقہور اور ذلیل و رسوا ہو کر رہو گے اور ایسے ہی ہوا۔

۴- اہل اسلام کو حدیبیہ کے مقام پر روک دیئے گئے اور اُس سال عمرہ نہ ادا کر سکے بشارت دیتے ہوئے فرمایا لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ آمنین۔ تم انشاء اللہ ضرور بالضرور مسجد حرام میں امن و سلامتی کی حالت میں داخل ہو گئے اور واقعی وہ داخل ہوئے اور امن و سلامتی کیساتھ۔

۵- ابولہب کو گستاخی و بے ادبی پر مژدہ نار اور ذلت و رسوائی کی موت مرنے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ سیصلیٰ نارا ذات لھب وامرأتہ۔ عنقریب وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہو گا اور اس کی بیوی بھی اس آیت مقدسہ میں ان کی موت علی الکفر کی خبر دی گئی تھی اور ایسے ہی ہوا ان بے ادب اور گستاخ میاں بیوی کو دولت ایمان نصیب نہ ہو سکی۔

(اور یہ مثالیں مشتے نمونہ از خروارے ہیں ورنہ بیسیوں آیات ایسی موجود ہیں)

پنجم - پانچویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ کلام مجید باہمی اختلاف و تناقض سے محفوظ ہے اور اگر غیر اللہ کا کلام ہوتا تو لامحالہ اس میں تناقض اور باہم اختلاف موجود ہوتا۔ اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم نے ہی ذکر حکیم اور کلام حمید کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں۔

ابن عقیل فرماتے ہیں۔ سارے قرآن مجید اور اس کی ہر سورت اور ہر ہر آیت کو تغیر و تبدیل سے محفوظ فرمایا کیونکہ تبدیلی تب ہوتی جب کوئی اس جیسا کلام بنا کر درمیان میں داخل کرتا جب اس کی مثل سے لوگ عاجز تھے تو اس میں تغیر و تبدل کیسے کر سکتے تھے۔ گویا قرآن مجید خود اپنا محافظ ہے کیونکہ سب مخلوق اس کی مانند کلام بنانے سے عاجز ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا۔ ہر نبی کو اس قدر معجزات اور خوارق عادات عطا فرمائے گئے جن پر ان کی امت نے اعتبار و اعتماد کیا اور مشرف با یمان و اسلام ہوئے اور جو معجزہ مجھے عطا کیا گیا ہے وہ محض وحی ربانی ہے جو اللہ تعالٰی نے مجھ پر نازل فرمائی ہے (اور چونکہ میرا معجزہ تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے عظیم و جلیل ہے) لہٰذا میں امید رکھتا ہوں کہ میرے متبعین اور امتی تمام انبیاء علیہم السلام کے امتیوں سے بروز قیامت زائد ہوں گے۔

ابوالوفا علی بن عقیل فرماتے ہیں۔ اگر یہ اطمینان اور تسلی کرنا چاہو کہ قرآن مجید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ذاتی کلام نہیں ہے بلکہ سرف اور صرف وحی الٰہی ہے جو ان پر نازل کی گئی ہے تو آپ کا کلام اقدس حدیث مبارک میں دیکھو اس میں اور کلام مجید میں کتنا فرق ہے اور دونوں کلاموں اور ان کے اسلوب بیان اور انداز کلام میں کتنا واضح اور بیّن تفاوت ہے اور یہ امر ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ایک ہی شخص خواہ جتنی بھی اسلوب میں تبدیلی اور تغیر کی کوشش کرے لامحالہ تشابہ و تماثل پایا جائے گا اور بالکل تباین و تغائر کا پایا جانا ممکن نہیں ہوگا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات میں سے ایک کلمہ بھی قرآن مجید کے مشابہ نہیں ہے۔

ابن عقیل نے فرمایا کہ اعجاز قرآن کے وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص پورے قرآن میں سے ایک آیت بھی ایسی نہیں بتا سکتا جس کا معنی اور عبارت پہلے کسی شخص کی کلام سے لی گئی ہوں حالانکہ دوسرے لوگوں کے مضامین و عبارات کے متعلق ہر شخص یہ واضح کر سکتا ہے کہ فلاں کا کلام فلاں سے ماخوذ ہے مثلاً متنبی نے بحتری کی تقلید کی ہے اور اس کے کلام اور مضامین کو اپنے کلام میں درج کیا ہے۔

علی بن عیسٰی سے پوچھا گیا اگر اس کلام عزیز کا عنوان عربی میں قائم کیا جائے تو کسی عبارت کے ساتھ تاکہ اس کے عنوان و تعبیر کا صحیح حق ادا کرے اور اس میں افراط و تفریط کا شائبہ باقی نہ رہے تو انہوں نے کہا قرآن مجید کا عنوان جو اسے دوسری کتابوں سے ممتاز کرے، آیت کریمہ ہی ہو سکتی ہے نہ کہ ہمارا کلام لوگوں نے دریافت کیا، اس تعبیر و عنوان کے لیے کونسی آیت مقدسہ موزوں رہے گی تو اس نے کہا اس قول باریتعالٰی کے ساتھ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب -

"یہ کتاب مقدس لوگوں کے لیے سراسر تبلیغ حق اور ارشاد حقیقت ہے اور اس کو اس لیے نازل کیا گیا

ہے تاکہ انہیں اس کے ساتھ عذاب آخرت سے ڈرایا جائے اور وہ اس حقیقت کا اذعان و اعتقاد رکھیں کہ صرف وہی معبود برحق و یکتا ہے، تاکہ عقلمند لوگ نصیحت کریں۔

ابن عقیل فرماتے ہیں میرے نزدیک ابن عیسیٰ نے درست نہیں کہا۔ کیونکہ کتاب کے لیے مخصوص عنوان اس لیے قائم کیا جاتا ہے تاکہ وہ دوسری کتابوں سے متشبہ نہ ہو جائے اور باہم اختلاط و التباس نہ لازم آجائے اور جب کلام مجید کی نظیر و مثال ممتنع ہے تو اس کے نفس ذات میں نظر و فکر کریں اور مخصوص عنوانات اور امتیازات قائم نہ بھی کریں تو کوئی التباس و اشتباہ لازم نہیں آئے گا لہٰذا کسی عنوان کے قائم کرنے کی ضرورت ہے اور نہ امتیازی علامات بیان کرنے کی۔

اور اگر یہ امر جائز ہو کہ اس کا عنوان قائم کیا جائے جیسا کہ دوسری کتابوں کے لیے قائم کیے جاتے ہیں (حالانکہ یہ کتاب عزیز اپنے اعجاز کی وجہ سے ممتاز ہے اور کسی کتاب سے اس کا اشتباہ ممکن نہیں ہے) تاکہ پتہ چلے کہ یہ کس کا کلام ہے اور کس کی تالیف ہے جیسا کہ دوسری کتابوں میں ہوتا ہے تو پھر یہ امر بھی درست ہونا چاہیے کہ جملہ حیوانات مثلاً گھوڑے اور اونٹ وغیرہ اور انسانوں کی جبینوں پر تحریر کیا جائے۔ ھذا صنعۃ اللہ یہ اللہ تعالےٰ کی تخلیق ہے اور اس کا شاہکار قدرت۔ اور جب یہ درست نہیں اسی علت کے پیش نظر جو میں بیان کر چکا ہوں (کہ اس عنوان کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جہاں التباس و اشتباہ ہو) تو یہ قول ابن عیسیٰ کا باطل ہو گیا کہ عنوان آیات کلام مجید کا آیات سے ہی مناسب ہے اور میں دوسرے کلام میں اس کا ترجمہ جائز نہیں رکھتا حالانکہ ہم اس مصحف عزیز کو جنگل کے اندر موجود پاتے اور کوئی دوسری ہستی ہمارے پاس اس کو نہ لاتی تو خود کلام مجید اپنی ذات میں ایسے دلائل رکھتا تھا جو ہمیں تبلا دیتے کہ یہ صرف اللہ رب العزت کا ہی کلام ہے اور اسی کی طرف سے نازل ہونے والا ہے تو اب کیونکر اس میں التباس و اشتباہ کا امکان ہو سکتا ہے۔ جبکہ اس کو لانے والی اور اس کے کلام خداوند قدوس ہونے کا دعویٰ کرنے والی وہ ہستی مقدس ہے جو معصوم بھی ہیں اور اللہ تعالےٰ نے معجزات و خوارق عادت سے اُن کی تائید و تصدیق بھی فرما دی ہے۔

مصنف (ابن جوزی) فرماتے ہیں کہ میں نے کلام مجید کے جملہ معجزات سے افضل و اعلیٰ اور فائق و برتر معجزات ہونے کی دو عجیب وجہیں معلوم کی ہیں۔

اوّل ۔ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات ان کے وصال کے ساتھ ہی معدوم ہو گئے اور اگر کوئی ملحد او بیدین آج کہے کہ محمد عربی اور موسیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدق پر کیا دلیل ہے؟ اور اس کے جواب میں اس کو کہا جائے کہ حضرت (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے سمندر کو پھاڑ دیا گیا تو وہ لامحالہ کہے گا یہ دونوں امر محال ہیں (جب ان کا وقوع ممکن نہیں تو اُن سے

ان کی صداقت پر استدلال کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی، لہٰذا اللہ تعالےٰ نے نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اس قرآن عظیم کو بنایا جو ہمیشہ ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔ تاکہ اُن کے وصال کے بعد بھی ان کا صدق ظاہر ہوتا رہے اور اس کو جملہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے صدق و حقانیت پر بھی دلیل ناطق اور شاہد صادق بنا دیا کیونکہ قرآن عظیم اُن کی تصدیق فرمانے والا ہے اور اُن کے احوال کی خبر دیتا ہے۔

دوم ۔ قرآن مقدس نے اہل کتاب کے متعلق دعویٰ فرمایا ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و ثناء اُن کے ہاں تورات و انجیل میں مذکور و مذبور ہے۔ اور اسی طرح حضرت حاطب کے لیے ایمان و تصدیق کی شہادت دی ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے تہمت و بہتان سے براءت و نزاہت کی اور یہ غیب پر شہادت ہیں لہٰذا اگر تورات و انجیل میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعریف و توصیف نہ ہوتی تو یہ دعویٰ اور اعلان الٹا ان کو آپ پر ایمان لانے سے متنفر اور بے زار کر دیتا اور اگر حضرت حاطب اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں قرآن مقدس کی شہادت کے برعکس صورتحال ہوتی تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی کتاب پر ایمان و اعتماد رکھنے کی بجائے متنفر اور منکر ہو جاتے۔

دوسرا باب

معجزۂ شق القمر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مشرکین مکہ ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا۔ اگر تم دعویٰ نبوت میں سچے ہو تو ہمیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلاؤ۔

آپ نے فرمایا اگر میں تمہارا مطالبہ پورا کر دوں تو پھر ایمان لاؤ گے اور کفر و عناد کو ترک کر دو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ مجھے چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا اذن عطا فرما۔ چنانچہ اذن خداوندی سے آپ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اور مشرکین کے سرغنوں کا نام لے کر فرمایا۔ اے فلاں۔ اے فلاں۔ دیکھ لو، دیکھ لو۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر نظر آتا تھا اور دوسرا

پہاڑ کے نیچے دامن میں۔

ابن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب چاند دو ٹکڑے ہوا تو اس کا نصف حصہ قیعان پر نظر آتا تھا اور دوسرا نصف حصہ کوہ ابوقبیس پر۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چاند سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں دو ٹکڑے ہو گیا۔ حتیٰ کہ جملہ کفار و مشرکین نے اس کو دیکھا۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھ لو، دیکھ لو۔ اس روایت کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے اور روایت کے لفظ یہ ہیں کہ چاند دو حصوں میں منقسم ہو گیا ایک حصہ تو پہاڑ پر نظر آتا تھا اور دوسرا پہاڑ کی اوٹ میں چلا گیا۔ تب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "دیکھ لو۔ دیکھ لو"۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ دکھلانے کا مطالبہ کیا۔ آپ نے اُن کو چاند کے دو ٹکڑے دکھلائے (حتیٰ کہ) انہوں نے کوہ حراء کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان حائل دیکھا اور دونوں حصے پہاڑ کے ادھر اُدھر دکھائی دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چاند شق ہو گیا تو قوم کفار نے کہا یہ سحر اور جادو ہے جو ابن ابی کبشہ (محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم پر کر دیا ہے۔ لہٰذا اطمینان اور تسلّی کے لیے باہر سے آنے والے لوگوں سے پوچھو۔ اگر وہ بھی اس امر کی گواہی دیں پھر تو ان کا دعویٰ درست ہے ورنہ یہ معجزہ نہیں بلکہ سحر ہے۔ جب لوگ سفر سے آئے اور اُن سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی گواہی دی کہ واقعی ہم نے اس کو دو ٹکڑے ہو جانے کی حالت میں دیکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالےٰ۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ قیامت قریب آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا، کی تفسیر میں منقول ہے کہ (قربت قیامت کی یہ علامت) زمانہ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء میں وقوع پذیر ہو چکی ہے اور چاند دو ٹکڑے ہو چکا۔

تیسرا باب

معجزہ تکثیرِ طعام

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسالتمآب علیہ افضل الصلوات کے ساتھ خندق

کھودنے میں مصروف رہے۔ میرے پاس ایک چھوٹی سی بکری تھی جو اچھی موٹی تازی تھی میں نے سوچا کتنا ہی اچھا ہو اگر ہم اس کو ذبح کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کریں۔

میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ گھر میں جو تھوڑے بہت جو پڑے ہیں ان کو پیس کر روٹیاں تیار کرے چنانچہ اس نے روٹیاں تیار کیں اور میں نے اس بکری کو ذبح کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھونا جب شام ہوئی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر لوٹنے کا ارادہ فرمایا اور ہمارا معمول یہی تھا کہ دن کو خندق کھودتے اور شام ہوتی تو گھروں کو لوٹتے۔ الغرض میں نے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ کے لیے ایک چھوٹی سی بکری ذبح کر کے اس کا سالن تیار کیا ہے اور تھوڑے سے جو تھے جن کی روٹی بھی پکائی ہے لہٰذا اس امر کا متمنی اور آرزومند ہوں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا میرے ہاں قدم رنجہ فرمائیں اور دل میں خیال یہی تھا کہ آپ اکیلے تشریف لائیں۔ بہرحال آپ نے میری درخواست قبول فرمالی اور تشریف آوری کا وعدہ فرمالیا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ بلند آواز سے اعلان کرے کہ تمام لوگ حضرت جابر کے گھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلیں میں نے وہ اعلان سنا تو کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تھوڑی دیر کے بعد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان تشریف لائے اور آپ بیٹھ گئے اور جو کچھ پکا تھا وہ حاضر خدمت اقدس کر دیا۔ آپ نے دعائے برکت فرمائی بسم اللہ پڑھی اور تناول فرمایا اور دوسرے حضرات گروہ در گروہ آتے گئے جب ایک جماعت فارغ ہو جاتی تو دوسری جماعت آجاتی حتیٰ کہ سب اہل خندق کھا کر اور سیر ہو کر وہاں سے لوٹے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عبداللہ بن حرام یعنی اُن کے والد گرامی رضی اللہ عنہ احد میں شہید ہو گئے اور ان پر قرض واجب الادا تھا۔ میں نے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اعانت و نصرت اور سفارش و شفاعت حاصل کی تاکہ قرض خواہ آپ کے فرمانے پر میرے والد کے قرضہ میں سے کچھ معاف کر دیں آپ نے میری عرض کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے سفارش فرمادی۔ مگر ان قرض خواہوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابر جاؤ اور اپنی کھجوروں کا پھل کاٹو اور اس کو الگ الگ ڈھیروں کی صورت میں رکھو یعنی عجوہ کو الگ اور ابن زید کے نام پر موسوم کھجوروں کو الگ رکھو اور دیگر اقسام کو الگ پھر مجھے مطلع کرنا (میں آکر تیرے قرض خواہوں کا قرض انہیں کھجوروں سے ادا کر دوں گا) میں نے کھجوروں کے الگ الگ ڈھیر لگا دیے (آپ کو عرض کر بھیجا) آپ تشریف لائے ان ڈھیروں میں سے ایک ڈھیر کے اوپر آپ تشریف فرما ہوئے اور مجھے فرمایا کہ پیمانہ سے ناپ کر ان کو دیتا جا۔ میں نے اسی ڈھیر سے سب کا قرضہ ادا کر دیا۔ وہ ڈھیر بھی بالکل ایسے معلوم ہوتا تھا گویا کہ اس سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی اور باقی بھی اسی طرح

صحیح وسالم بچ رہے ہے۔ یہ روایت امام بخاری علیہ الرحمہ نے نقل فرمائی ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ اپنے باپ ابوعمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ہم رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھ ایک غزوہ میں حاضر تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سخت بھوک لگی تو انہوں نے آپ سے اونٹوں کو ذبح کر کے کھانے کی رخصت طلب کی اور گزارش کی کہ ہم اس گوشت کے ذریعے رمق جان باقی رکھ سکیں اور زندہ وسلامت گھروں کو جاسکیں۔ جب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دیکھا کہ فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بعض جانوروں کے ذبح کرنے کی رخصت دینے کا ارادہ فرمالیا ہے تو آپ سے عرض کیا یارسول اللہ ہمارا اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم دشمن کے مقابل کل اس حال میں جائیں گے کہ پیٹ بھی خالی ہوں گے اور سواری بھی پاس نہیں ہوگی بلکہ پاپیادہ ہوں گے۔ لہٰذا اگر آپ اس رائے کو پسند فرمائیں تو ہم لوگوں میں اعلان کریں کہ جس کے پاس تھوڑا بہت زاد راہ ہے وہ بارگاہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں لے آئے۔ جب وہ جمع ہوجائے تو آپ اس میں دعائے برکت فرمادیں۔ اللہ رب العزت آپ کی دعا کی بدولت منزل مقصود تک پہنچنے تک کا زادراہ عطا فرمادے گا یا یوں عرض کیا کہ آپ کی دعائیں۔ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے (حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عرض کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے) لوگوں کو حکم فرمایا کہ جس کے پاس جتنا زادِراہ بچا ہوا ہے وہ میرے پاس لے آئے۔ چنانچہ لوگ ایک ایک کف دست طعام آپ کی بارگاہ اقدس میں لے آئے اور سب سے زیادہ جس کے پاس سامان خورد ونوش تھا یہ وہ شخص تھا جو ایک صاع آپ کی خدمت اقدس میں لایا۔

مالک خزائن خداوندی اور قاسم ارزاق الٰہیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب ازواد کو جمع فرمایا۔ پھر جو دعا اللہ تعالےٰ کی مشیت میں تھی وہ آپ کی زبان حق ترجمان پر جاری ہوئی۔ پھر آپ نے سب لشکر کو حکم دیا کہ اپنے توشہ دان لے آؤ اور ان کو اس جمع شدہ ذخیرہ سے بھرتے چلے جاؤ۔ چنانچہ سب اہل لشکر نے اپنے اپنے توشہ دان بھر لیے بلکہ لشکر میں کوئی ایسا برتن نہیں تھا جس کو صحابہ نے غلہ سے بھر نہ لیا ہو مگر جو بچی جمع ہوئی تھی وہ اتنی کی اتنی تھی اس میں ذرہ برابر کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ اور اس خزائن خداوندی پر مامون ومامور جبیب نے خزائن غیبیہ سے توشہ دان بھر دیے۔

جب آپ نے سب کی خوراک کا انتظام فرمادیا اور آپ کی شان اعجازی، خداداد قدرت وطاقت کا کرشمہ ظاہر ہوگیا اور دلیل نبوت اور برہان حقانیت ہر ایک پر روشن ہوگئی تو آپ خوشی میں آکر مسکرائے پھر ہنسے حتیٰ کہ سامنے والے دانت مبارک داڑھوں تک ظاہر ہوگئے اور آپ نے فرمایا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ۔ جو عبد مومن یہ دونوں شہادتیں یعنی شہادت توحید اور شہادت رسالت دے کر فوت ہوگا اور بارگاہِ

خداوندی میں پہنچے گا تو قیامت کے دن آگ کو اس سے دور رکھا جائے گا بلکہ اس کی نگاہ سے بھی اوجھل رکھا جائیگا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم فخر عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ تبوک میں نکلے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اہل روم ہمارے مقابلہ میں آئیں گے جبکہ وہ سیر اور سیراب ہوں گے اور ہم خالی پیٹ ہوں گے ـــــــ ادھر انصار نے اپنے اونٹ ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے (جو چند سواریاں ہیں وہ بھی ختم ہو گئیں تو واپسی کیسے ممکن ہو گی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منادی نے نداء دی جس کے پاس بچا ہوا زادراہ ہے وہ ہمارے پاس لے آئے۔ چنانچہ جو کچھ جمع ہوا ہم نے اس کا تخمینہ لگایا تو وہ ستائیس صاع بنا۔ محبوب خدا رحمت ہر دوسرا علیہ التحیۃ والثناء اس ڈھیر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ دعائے برکت فرمائی۔ پھر اعلان فرمایا کہ ہر شخص آکر اپنے برتن اور توشہ دان بھرے اور لوٹنے کا انداز اختیار نہ کرے۔ چنانچہ سب نے زنبیلوں اور بوروں میں اس کو بھرنا شروع کیا۔ بعض نے اپنے کرتے پھاڑ کر اس میں بھرنا شروع کیا حتیٰ کہ اہل لشکر جتنا لے سکتے تھے، لے کر واپس ہو گئے تو صحابہ نے اندازہ لگایا کہ اس ڈھیر کی جو مقدار ابتدا میں تھی وہی اب ہے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی (اور غزوہ تبوک کے اندر شامل حضرات ایک روایت کے مطابق بیس ہزار تھے اور دوسری روایت کے مطابق ستر ہزار۔)

حضرت ابو ایاس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک غزوہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ہمیں بھوک نے مشقت میں ڈال دیا حتیٰ کہ ہم نے سواریوں کی قلت اور سخت ضرورت کے باوجود ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہمارے حال زار پر رحم کھاتے ہوئے) فرمایا جس کے پاس جتنا زاد راہ ہے وہ لے آؤ۔ دستر خوان بچھا دیا گیا اور سارا غلہ وغیرہ اسی پر جمع ہوتا رہا۔ میں نے گردن اونچی کر کے جھانکا اور دیکھا کہ کس قدر جمع ہوا ہے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا حجم صرف اتنا تھا جتنا کہ بکری کا حجم ہوتا ہے جب وہ سونے کے ارادہ سے سر پاؤں پر رکھ کر اور چاروں پاؤں اکٹھے کر کے زمین پر بیٹھ جائے۔ کھانے والے چودہ سو افراد تھے (اور صرف ایک وقت نہیں کھانا تھا بلکہ گھروں کو واپس ہونے تک کھانا تھا) الغرض جمع ہونے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا، برکت فرمائی ہم سب جمع ہو کر کھانے بیٹھ گئے اور جب سیر ہو گئے تو بقایا۔ سے اپنے توشہ دانوں کو بھر لیا۔ یہ روایت صرف مسلم علیہ الرحمہ نے نقل فرمائی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی آواز مبارک میں ضعف محسوس کیا ہے۔ میرے خیال میں آپ کو سخت بھوک لگی ہے، کیا تیرے پاس کھانے کو کچھ ہے۔ انہوں نے کہا ہاں! چنانچہ انہوں نے جو کی چند روٹیاں

نکالیں اور اپنا دوپٹہ نکالا۔ اس کے ایک حصہ میں وہ روٹیاں باندھیں اور اس کو میری بغل میں چھپا کر دوسرا حصہ میرے اوپر لپیٹ دیا اور مجھے بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ ہدیہ پیش کرنے کا حکم دیا جب میں حاضر ہوا تو آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ کے ارد گرد بہت سے صحابہ بھی بیٹھے تھے میں جا کر کھڑا ہو گیا (اور طعام قلیل و مردماں بسیار والا معاملہ دیکھ کر حیران سا ہو گیا) حبیب پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے انس تجھے ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا جی حضور! فرمایا کھانا دے کر بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے جملہ حاضرین کو فرمایا اٹھو (ابو طلحہ کے ہاں تمہاری دعوت ہے) آپ مسجد شریف سے نکلے تو میں آپ سے پہلے دوڑتا ہوا حضرت طلحہ کے پاس پہنچا اور انہیں صورتحال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے گھبرا کر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے ام سلیم حبیب پاک تو بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ لا رہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے جو اُن کو کھلائیں۔ انہوں نے جواب میں کہا اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول پاک علیہ افضل الصلوٰت بہتر جانتے ہیں (ہم نے اپنی پونجی ان کی خدمت میں بھیج دی جن کو وہ لا رہے ہیں ہمارے گھر بٹھا کر کھلائیں یا کہیں اور یہ اُن کی مرضی اور صوابدید پر ہے، بہر حال میزبان خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ استقبال کے لیے گھر سے باہر نکلے اور راہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جا ملے اور پھر آپ اور ابو طلحہ مل کر گھر میں داخل ہوئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام سلیم جو کچھ تیرے پاس موجود ہے وہی لے آ۔ انہوں نے وہی چند روٹیاں حاضر خدمت اقدس کریں۔ آپ نے حکم فرمایا کہ ان کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دو۔ چنانچہ ان کو ٹکڑوں میں تبدیل کر کے اس پر گھی کا مشکیزہ انڈیلا اور ان کو تر کر دیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کچھ پڑھا جو بھی اللہ تعالےٰ کو منظور تھا۔ پھر فرمایا اے ابو طلحہ دس دس آدمیوں کو اندر بلاتے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے دس افراد کی جماعت کو بلایا وہ کھا کر اور سیر ہو کر چلدیئے تو دوسروں کو بلایا حتیٰ کہ سبھی لوگ سیر ہو کر واپس ہوئے (اور وہ کھانا اسی طرح موجود تھا) حالانکہ کھانے والوں کی اسی (۸۰) تعداد تھی۔ (رواہ البخاری والمسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی فرمائی اور اپنے اہل سے زفاف فرمایا تو میری ماں ام سلیم رضی اللہ عنہا نے (آپ کی دعوت ولیمہ کا بندوبست کرنے کے لیے) حیس (ایک قسم کا حلوہ) تیار فرمایا اور ایک بڑے تھال میں ڈال کر مجھے کہا کہ یہ بارگاہ حبیب کبریا، علیہ التحیۃ والثناء میں لے جاؤ اور عرض کرو کہ میری ماں نے یہ طعام آپ کی خدمت میں بھیجا ہے وہ سلام عرض کرتی ہیں اور آپ سے درخواست کرتی ہیں کہ قلیل سا ہدیہ ہے ہماری طرف سے (اسے قبول فرما کر ہماری عزت افزائی فرمائیں) فرماتے ہیں میں امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا میری ماں سلام عرض کرتی ہیں اور ساتھ ہی

یہ تھوڑا سا ہدیہ پیش کر کے عرض کرتی ہیں کہ اس کو شرف قبولیت بخشیں آپ نے فرمایا اس کو رکھ دو اور جا کر فلاں فلاں آدمی کو بلاؤ اور اُن کے علاوہ جو بھی ملے اس کو میری طرف بلاؤ۔ میں نے ان کو دعوت دی جن کا آپ نے نام لیا تھا اور اُن کے علاوہ جس کو ملا اس کو بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہونے کو کہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس طرح مجموعی طور پر تقریباً تین سو آدمی جمع ہوئے۔ وہ سارے حاضر ہو گئے حتیٰ کہ حجرہ مبارک اور صفہ آدمیوں سے بھر گیا تو آپ نے فرمایا اے انس وہ تھال لے آؤ اور لوگوں کو حکم دیا کہ دس دس آدمی بیٹھتے جاؤ اور ہر انسان اپنے سامنے سے کھائے۔ فرماتے ہیں سب نے یکے بعد دیگرے کھایا اور سیر ہو کر چلے گئے۔ پھر فرمایا اے انس اس تھال کو اٹھا کر لے جاؤ۔ میں نہیں جانتا کہ جس وقت میں نے اسے رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا جب میں نے اس کو اٹھایا اس وقت بھاری تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم تیس آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تم میں سے کسی کے پاس طعام ہے تو ایک آدمی کے پاس صرف ایک صاع کے قریب آٹا ملا۔ اس کو گوندھا گیا۔ اتنے میں ایک مشرک دراز قد پراگندہ بال بھیڑ بکریوں کو ہانکتے ہوئے لے آیا۔ نبی الانبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء نے دریافت فرمایا۔ کوئی بکری قیمتاً یا عطیہ و ہدیہ کے طور پر دے گا اس نے عرض کیا قیمت سے لے لو۔ تو آپ نے اس سے ایک بکری خرید فرمائی۔ اس کو ذبح کیا گیا اور گوشت تیار کیا گیا۔ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اس کے کلیجہ وغیرہ کو آگ بھون لیا جائے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کے کلیجہ کے ایک سو تیس ٹکڑے کیے جو حضرات موجود تھے ان کو اسی وقت کھلایا اور جو موجود نہیں تھے اُن کے حصے بچا کر رکھوا دیے اور اس بکری کا گوشت پکا کر دو کاسوں میں ڈال دیا گیا۔ ہم سب نے اس کو کھایا حتیٰ کہ اچھی طرح سیر ہو گئے اور ابھی گوشت پیالوں میں موجود تھا چنانچہ اس کو اپنے ہمراہ اونٹ پر رکھ کر مدینہ طیبہ لائے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھ نکلے آپ نے بنی عبدالمطلب کو بلایا اور پھر ایک پیالا دودھ کا منگوایا۔ ان سب کو پینے کا حکم دیا۔ سب نے پیا حتیٰ کہ اچھی طرح سیراب ہو گئے اور وہ دودھ اسی طرح بچ گیا گویا کہ اس کو کسی نے پیا ہی نہیں بلکہ ہاتھ ہی نہیں لگایا۔ تب آپ نے فرمایا اے بنی عبدالمطلب میں بالخصوص تمہاری طرف مبعوث ہوا ہوں اور بالعموم تمام لوگوں کی طرف اور تم نے میرے معجزے اور شان اعجازی کا مشاہدہ کر لیا ہے تو اب تم میں سے کون ہے جو ایمان و اسلام کے ساتھ میرے ہاتھ پر بیعت کرلے اور میرا بھائی اور مصاحب بنے لیکن ان میں سے کوئی شخص آپ کی طرف بیعت کرنے کے لیے نہ اٹھا۔

فرماتے ہیں میں اٹھا حالانکہ میں سب سے چھوٹا تھا اور عرض کیا میں عہد ایمان واسلام پر آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ بنی عبد المطلب کو تین مرتبہ دعوت اسلام و ایمان دی اور بیعت کرنے کا حکم دیا۔ ہر بار صرف میں اٹھتا اور بیعت کے لیے عرض کرتا۔ آپ فرماتے تم بیٹھ جاؤ۔ جب تیسری بار اٹھا اور بیعت کے لیے عرض کیا تو آپ نے اپنا دستِ اقدس میرے ہاتھ پر رکھا اور مجھے شرفِ بیعت سے مشرف فرمایا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بارگاہ نبوی میں حاضر تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک پیالہ لایا گیا جس میں ثرید (شوربا میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر بنایا ہوا کھانا) تھا آپ نے بھی اس کو تناول فرمایا اور ہم نے بھی۔ یکے بعد دیگرے ایک ایک جماعت کھاتی اور کھا کر اٹھ جاتی حتیٰ کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ ایک آدمی نے حضرت سمرہ سے عرض کیا کھانا میں اور کھانا ملایا جاتا تھا (کیونکہ ایک پیالہ کا اتنا بڑھ جانا اور اتنے افراد پر کافی ہونا تو بعید امر تھا) انہوں نے جواب میں فرمایا زمین سے تو اس میں اور کوئی شئے نہیں ملائی جاتی رہی تھی ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ آسمان سے اس میں اضافہ کیا جا رہا ہو۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کیا جو صرف انہیں کو کفایت کر سکتا تھا۔ جب آپ کی خدمت میں لے آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ اور انصار میں سے تیس اشراف اور اکابر کو بلا لاؤ۔ مجھے یہ حکم سن کر گرانی طبع لاحق ہو گئی اور بلانے کے لیے جانے سے قدم بوجھل ہوتے ہوئے محسوس ہوئے کیونکہ اور کھانا میرے پاس نہیں تھا اور یہ کھانا بظاہر صرف دو آدمیوں کو کفایت کر سکتا تھا۔ آپ نے زور دے کر فرمایا جاؤ اور تیس اشراف انصار کو بلا لاؤ۔ میں گیا اور بلا کر لے آیا۔ آپ نے ان کو کھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے۔ پھر آپ کے رسول خدا ہونے کی شہادت دی اور جب تک آپ کے دستِ اقدس پر بیعت نہ کر لی وہاں سے نہ اٹھے۔ پھر آپ نے فرمایا جاؤ اور نوے (۹۰) انصاریوں کو بلاؤ۔ میں نوے (۹۰) بلکہ ساٹھ کے بلانے پر بھی اس سے زیادہ خوفزدہ تھا جتنا کہ تیس کے بلانے سے مگر تعمیل ارشاد اور امتثال کے سوا بھی چارہ نہ تھا لہٰذا ان کو بلا لایا۔ انہوں نے بھی وہ کھانا کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے پھر آپ کے رسول برحق ہونے کی شہادت دی اور اسی مجلس میں آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کی بعد ازاں وہاں سے رخصت ہوئے۔ الغرض میرے اس تھوڑے کھانے کو ایک سو اسی (۱۸۰) آدمیوں نے کھایا جو سارے کے سارے انصار میں سے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک آدمی مہمان بن کر آٹھہرا آپ نے اس کی مہمانی کے لیے گھر میں بہت تلاش کی مگر کوئی شئے دستیاب نہ ہوئی۔ محض ایک لقمہ

دستیاب ہوا آپ نے اس کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تبدیل فرما کر اس کے سامنے رکھا اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ اس نے کھایا حتیٰ کہ پیٹ بھر لیا اور وہ ٹکڑے ابھی باقی بچ رہے تھے تو اس نے آپ سے عرض کیا یقیناً آپ بہت نیک شخص ہیں۔

چوتھا باب

گھی بڑھانے کا معجزہ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میری ایک بکری تھی میں نے اسکا گھی جمع کیا اور اس سے ایک چر میں ڈبہ بھر گیا۔ انہوں نے فرمایا اے زبیبہ یہ ڈبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جا تاکہ آپ اس کو بطور ادام (سالن) استعمال کریں۔ زبیبہ اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں لے گئیں اور عرض کیا کہ ام سلیمہ رضی اللہ عنہا نے یہ گھی آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ اس کو کام میں لائیں آپ نے اہل خانہ کو فرمایا یہ گھی لے لو۔ برتن خالی کر کے واپس کر دو۔

زبیبہ وہ برتن لے کر واپس آگئیں۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا گھر سے غائب تھیں۔ اس نے برتن کو ایک میخ پر دیوار کے ساتھ لٹکا دیا۔ جب ام سلیم رضی اللہ عنہا واپس ہوئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ وہ برتن گھی سے بھرپور ہے۔ بلکہ گھی اس کے منہ سے باہر قطرات کی صورت میں ٹپک رہا تھا۔ انہوں نے کہا اے زبیبہ میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ گھی کا یہ برتن نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں لے جاؤ۔

انہوں نے عرض کیا وہ برتن لے گئی تھی۔ گھی پیش کر آئی تھی اور اگر میری زبان پر اعتماد نہیں ہے تو خود جا کر سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء سے دریافت کر لو۔ حضرت ام سلیم بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا میں نے آپ کی خدمت میں گھی کا ڈبہ بھیجا تھا تاکہ آپ اس کو بطور سالن استعمال فرمادیں (مگر آپ نے اس کو واپس فرما دیا اور اس کو قبول فرما کر ہماری عزت افزائی نہیں فرمائی) سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بھیجا ہوا گھی پہنچ گیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ اور دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ میں نے تو اس برتن کو پہلے سے بھی زیادہ بھرا ہوا پایا حتیٰ کہ اس سے گھی باہر ٹپک رہا تھا۔

آپ نے فرمایا تو تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ جس طرح تم نے اللہ تعالٰے کے نبی و رسول کو یہ ہدیہ پیش کیا اللہ تعالٰے نے اس کے عوض تمہیں بطور انعام یہ گھی عنایت فرما دیا، لہٰذا جاؤ اس کو کھاؤ اور کھلاؤ۔

حضرت ام سلیم بارگاہ نبوی سے لوٹیں اور اس میں سے گھی کو دوسرے ڈبہ میں منتقل کیا اور ہم اس کو ایک ماہ بلکہ دو ماہ تک استعمال کرتے رہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ام مالک نہریہ رضی اللہ عنہا اپنے ڈبہ میں گھی ڈال کر بارگاہ نبوی میں بطور ہدیہ و نذرانہ حاضر کرتیں۔ جب کبھی ان کے بچے اُن سے ادام (سالن) کا مطالبہ کرتے اور اُن کے پاس کوئی شئے نہ ہوتی وہ برتن کو اٹھا کر انڈیل دیتیں جس میں بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گھی کا ہدیہ بھیجا کرتی تھیں تو اس سے حسب ضرورت گھی نکل آتا اور ان کے گھر کی ضرورت اس سے پوری ہو جاتی۔ عرصہ دراز تک جب یہ سلسلہ جاری رہا تو ایک دن انہوں نے اس کو اچھی طرح نچوڑا تاکہ اندازہ کریں کہ اسمیں کل کتنا گھی ہے (مگر اس کے بعد وہ برکت جاتی رہی کیونکہ توکل میں سابقہ پختگی نہ رہی بلکہ جو مقدار حاصل ہوتی صرف اسی پر اعتماد رہ گیا) بعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا کیا تو نے اس کو نچوڑ دیا تھا، عرض کیا جی حضور، فرمایا اگر تو اسے اپنے حال پر رہنے دیتی تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہاری ضروریات کو پورا کرتا رہتا۔ یہ روایت صرف مسلم شریف میں ہے، بخاری شریف میں نہیں ہے۔

پانچواں باب

کھجوریں بڑھانے اور ان کی مقدار زیادہ کرنیکا معجزہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں چند کھجوریں لیے حاضر بارگاہ اقدس ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں دعائے برکت فرما دیں۔ آپ نے اُن کو اپنے سامنے قطار بنا کر رکھا پھر دعا فرمائی اور مجھے حکم دیا کہ ان کو اپنی زنبیل میں ڈال لے اور جب نکالنی ہوں اس میں ہاتھ ڈال کر نکالنا اور اس کو پلٹنا نہیں۔ فرماتے ہیں میں نے اس زنبیل سے اتنے اتنے وسق (چھ من کا پیمانہ) راہ خدا میں خرچ کیے اور خود بھی کھاتا، مہمانوں اور حاضرین کو کھلاتا اور وہ زنبیل ہمیشہ میری کمر کے ساتھ بندھی رہتی تھی اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو میرا کمر بند کٹ گیا اور وہ زنبیل گر گئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے تین صدمے لاحق ہوئے ایک رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جدائی کا۔ میں آپ کا ادنیٰ سا صحابی تھا اور ادنیٰ غلام وخادم (اور آپ کے سہارے دنیا اور اہل دنیا سے بے نیاز) دوسرا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا اور تیسرا زنبیل کا صدمہ۔

حاضرین نے دریافت کیا وہ کیسی زنبیل تھی؟ (جس کے صدمہ کو اتنا عظیم صدمہ قرار دیا ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے وصال اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے مظلوم کی شہادت کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے) آپ نے فرمایا ہم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ہمیں سخت بھوک لگی۔ آپ نے دریافت فرمایا اے ابوہریرہ کوئی شئے کھانے کی تمہارے پاس ہے؟ میں نے عرض کیا تھوڑی سی کھجوریں اس توشہ دان میں ہیں آپ نے فرمایا وہی لے آؤ۔ میں نے وہ آپ کی خدمت میں حاضر کیں۔ آپ نے اپنا دست اقدس زنبیل میں داخل فرما کر ایک مٹھی کھجوروں کی نکالی۔ ان کو اپنے سامنے پھیلا دیا پھر فرمایا دس آدمی میرے پاس بلا لاؤ۔ میں ارشاد نبوی کی تعمیل کرتے ہوئے دس آدمی بلا کر لایا۔ آپ نے ان کو کھانے کا حکم دیا وہ سیر ہو کر چل دیے۔ پھر ایک اور مٹھی کھجوروں کی نکالی اور اپنے سامنے ان کو پھیلا کر رکھ دیا اور مجھے حکم دیا کہ دس آدمی اور بلا کر لاؤ میں نے حسب الحکم دس آدمی بلائے۔ وہ بھی حاضر ہوئے۔ کھجوریں کھائیں اور سیر ہو کر واپس ہوئے آپ اسی طرح نکالتے رہے اور دس دس کی ٹولی کو بلا کر کھلاتے رہے حتیٰ کہ سارا لشکر کھا کر اور سیر ہو کر واپس ہوا۔

پھر مجھے ارشاد فرمایا جو کچھ لائے تھے وہ لے جاؤ (ہم نے تمہاری زنبیل میں سے کچھ کمی نہیں کی ہے) اور اس میں سے بقدر ضرورت کھجوریں ہاتھ ڈال کر نکال لینا اور اسی صورت پر اکتفا کرنا ساری زنبیل کو نہ انڈیل دینا۔

آپ فرماتے ہیں جب میں نے زنبیل ہاتھ میں لی تو وہ پہلے سے زیادہ بھری تھی اور اس میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں بھی کھاتا رہا اور کھلاتا رہا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی یہی صورت حال رہی اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی زندگی مبارک اور دور خلافت میں بھی اسی زنبیل سے کھاتا رہا اور لوگوں کو کھلاتا رہا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ساری مدت خلافت میں بھی اس خزانہ غیب سے اسی طرح استفادہ کرتا رہا اور جب آپ شہید ہوئے تو میرے گھر کو لوٹ لیا گیا اور اس میں وہ زنبیل بھی چلی گئی۔

حضرت حریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ایک غزوہ میں شریک تھے اور ان کو طعام اور کھانے کے معاملہ میں عجز اور مجبوری لاحق ہوئی تو آپ نے دریافت فرمایا اے ابوہریرہ کیا تیرے پاس کھانے کی کوئی شئے ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! میری زنبیل میں چند کھجوریں ہیں۔ آپ نے فرمایا وہی لے آؤ میں نے وہ کھجوریں لا کر دستر خوان پر رکھ دیں۔ آپ نے دست اقدس زنبیل میں ڈالا اور مٹھی کھجوروں

کی نکالی جوکہ اکیس کھجوریں تھیں۔ پھر آپ نے بسم اللہ پڑھی اور آپ نے بالترتیب اُن کو دسترخوان پر رکھنا شروع فرمایا اور جو کھجور بھی رکھتے ساتھ بسم اللہ پڑھتے۔ پھر مجھے حکم دیا کہ فلاں فلاں صحابی کو بلاؤ اُن کے ساتھیوں کو بھی بلاؤ۔ میں نے حسب الارشاد ان صحابیوں کو بمعہ اُن کے ساتھیوں کے بلایا۔ سب نے کھایا اور سیر ہو کر وہاں سے نکلے۔ دوبارہ آپ نے فرمایا فلاں صحابی کو بمعہ اُن کے ساتھیوں کے بلاؤ۔ چنانچہ میں نے ان کو بلایا وہ بھی آئے اور سیر ہو کر وہاں سے نکلے۔

اور وہ کھجوریں بچ رہیں تب آپ نے مجھے فرمایا بیٹھو۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کھاؤ۔ میں نے وہ کھجوریں کھائیں اور آپ نے بھی تناول فرمائیں۔ پھر بھی بچ گئیں تو انہیں آپ نے میری زنبیل میں ڈال دیا۔ پھر مجھے فرمایا اے ابوہریرہ جب تو کھانے کا ارادہ کرے تو ہاتھ اندر ڈال کر نکالنا اور اسے نہ انڈیلنا ورنہ خیر و برکت ختم ہو جائے گی اور کمی واقع ہو جائے گی۔ فرماتے ہیں میں جب بھی کھجوریں کھانے کا ارادہ کرتا تو ہاتھ ڈال کر بقدر ضرورت نکال لیتا اور میں نے اس میں سے پچاس وسق (تین سو من) راہ خدا میں خیرات کیے اور وہ زنبیل میرے رحل اور پالان کے پیچھے لٹکی رہتی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ شہادت میں وہ زنبیل ضائع ہو گئی۔

بشیر بن سعد کی صاحبزادی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی بہن سے مروی ہے کہ مجھے میری ماں عمرہ بنت رواحہ نے کپڑے میں کھجوریں باندھ کر دیں اور مجھے کہا اے بیٹی اپنے باپ اور ماموں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ان کا صبح کا کھانا لے جا۔ میں وہ کھجوریں لے کر چلی اور اسی دوران جبکہ میں اپنے باپ اور ماموں کو تلاش کر رہی تو میرا گذر رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ پر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ اے بیٹی یہ تیرے پاس کیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کھجوریں ہیں جو میری ماں نے مجھے دیکر میرے باپ اور ماموں کی طرف بھیجا ہے تاکہ اُن کو بطور غذاء (دوپہر کے کھانا کے) تناول فرمائیں۔

آپ نے فرمایا۔ ادھر لے آؤ۔ میں نے وہ کھجوریں سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونو ہتھیلیوں پر ڈالیں اور ان کھجوروں سے وہ بھر نہ سکیں۔ آپ نے کپڑا بچھانے کا حکم دیا۔ جب اس کو بچھا دیا گیا تو آپ نے وہ کھجوریں اس پر پھیلا دیں۔ پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ اہل خندق کو بلاؤ اور اعلان کر دو کہ اے اہل خندق سبھی آ کر کھانا کھالو۔ سب اہل خندق جمع ہو گئے اور ان کھجوروں کو کھانا شروع کر دیا اور کھجوریں تھیں کہ بڑھتی چلی جا رہی تھیں حتیٰ کہ سبھی سیر ہو کر لوٹ گئے اور کھجوریں کپڑے پر سما نہیں رہی تھیں بلکہ ادھر ادھر گر رہی تھیں۔

چھٹا باب

شانِ اعجازی سے تھوڑے پانی کو زیادہ کر دینا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ساری رات سفر کو جاری رکھا۔ رات کے آخری حصہ میں نیند سے مجبور ہو کر سو گئے اور مسافر کے نزدیک اس وقت کی نیند سے کوئی شئے زیادہ عزیز اور پیاری نہیں ہوتی۔ ہمیں پھر سورج کی دھوپ نے بیدار کیا۔ سب سے پہلے فلاں شخص بیدار ہوا پھر فلاں، جن کا ابو رجا نام بیان کرتے تھے مگر حضرت عوف بھول گئے۔ بعد ازاں حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک خواب استراحت میں تھے اور جب آپ آرام فرما ہوئے تھے ہم آپ کو بیدار نہیں کرتے تھے تاآنکہ آپ خود بیدار نہ ہو جائیں کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ نیند میں آپ کو اللہ رب العزت کی طرف سے کیا تعلیم وتربیت فرمائی جا رہی ہو اور کیا کیا علوم ومعارف القاء کیے جا رہے ہوں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے نماز قضاء ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کا اضطراب دیکھا اور آپ جرأت مند بھی تھے اور مافی الضمیر کے اظہار میں جلدی کرنے والے انہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنا شروع کیا حتیٰ کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء خواب استراحت سے بیدار ہوئے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو صحابہ نے آپ کی بارگاہِ اقدس میں نماز کے معاملہ میں سرزد ہونے والی کوتاہی کی شکایت کی آپ نے فرمایا پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہاں سے کوچ کرو، تھوڑی دور جا کر پڑاؤ ڈالا۔ وضو کے لیے پانی طلب فرمایا۔ وضو فرمایا۔ اذان دی گئی اور بعد ازاں آپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز پڑھائی۔

جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جو الگ تھلگ کھڑا تھا اور باجماعت نماز ادا نہیں کی تھی۔ آپ نے فرمایا اے فلاں تجھے قوم کے ساتھ نماز ادا کرنے میں کونسا امر مانع ہوا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے حاجت غسل درپیش تھی اور پانی دستیاب نہیں تھا لہٰذا نماز نہیں پڑھ سکا آپ نے فرمایا پاک مٹی کے ساتھ تیمم کرلے اور نماز پڑھ۔

پھر آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ صحابہ نے آپ کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی آپ سواری سے اتر پڑے اور ایک شخص کا نام لے کر بلایا جس کا نام ابو رجا ذکر کرتے تھے مگر عوف اس کو بھول گئے اور

ساتھ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا (جب دونو حاضر ہو گئے) تو ان کو فرمایا جاکر ہمارے لیے پانی تلاش کرو۔

دونوں حضرات چلے۔ راہ میں ایک عورت ملی جو اونٹنی پر سوار تھی اور دو بڑی مشکیں پانی سے بھری اوپر رکھی تھیں اور خود درمیان میں بیٹھی تھی۔ اس سے دریافت کیا پانی کہاں ہے اور کتنی دور ہے؟ اُس نے کہا میں کل اس وقت پانی لے کر چلی ہوں اور ہماری جماعت پیچھے ہے۔ ان حضرات نے اس عورت کو فرمایا۔ پھر تم ہی چلو۔ اس نے دریافت کیا کدھر چلوں؟ انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں! اس نے کہا وہ شخص جس کو لوگ صابی (دین قوم سے الگ ہونے والے) کہتے ہیں! انہوں نے فرمایا جو ہستی تو نے سمجھی ہے اور جس کی طرف اس عبارت میں اشارہ کیا ہے ہماری مراد وہی ہے۔ لہٰذا چلو۔ چنانچہ اس کو بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لے آئے اور پانی کی دوری کے متعلق عرض کیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کو اونٹ سے اُترنے کے متعلق کہا اور مختار خزائن خداوندی صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن طلب فرمایا اور دونو مشکیزوں کا منہ کھول کر اس میں پانی پلٹا پھر اُن کے منہ بند کر کے نچلے دہانے کھولے اور لوگوں میں اعلان کر دیا گیا کہ آؤ پانی پیو اور جانوروں کو پلاؤ جس نے چاہا جانوروں کو پلایا اور آخر میں اس شخص کو پانی کا برتن بھر دیا جس کو غسل کی حاجت تھی اور حکم فرمایا کہ جا کر اس کے ساتھ غسل کرو۔ وہ عورت کھڑی دیکھ رہی تھی جو سلوک اس کے پانی کے ساتھ ہو رہا تھا۔

عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب پانی انڈیلنے کا سلسلہ ختم ہوا اور ہر ضرورت مند کی ضرورت پوری ہو گئی تو اُن کے مشکیزوں کے دہانے بند کر دیے گئے اور ہمیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کی نسبت اب زیادہ بھری ہوئی ہیں جتنی کہ ابتداء میں بھری ہوئی تھیں۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے لیے سامان خور و نوش جمع کرو۔ چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عجوہ جیسی عمدہ کھجوریں۔ گندم کا آٹا اور ستو اکٹھا کیا حتیٰ کہ بہت سارا طعام جمع ہو گیا۔ اس کو کپڑے میں باندھا اور اس عورت کو اونٹ پر سوار کر کے وہ گٹھڑی اس کے آگے رکھی۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو فرمایا اس امر کا یقین رکھنا ہم نے تیرے پانی کی ایک بوند بھی کم نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں سیراب فرما دیا ہے۔

حضرت عمران فرماتے ہیں وہ عورت اپنے گھر دیر سے پہنچی تو گھر والوں نے دیر کا سبب پوچھا اُس نے کہا کیا پوچھتے ہو میں نے عجب معاملہ دیکھا ہے مجھے دو آدمی ملے جو مجھے اس ہستی کے پاس لے گئے جن کو صابی کہا جاتا ہے انہوں نے میرے پانی کے ساتھ یہ سلوک کیا (اور جب دیکھا تو پانی پہلے سے زیادہ معلوم ہوتا تھا) بخدا یا تو وہ آسمان و زمین کے درمیان جتنی مخلوق بستی ہے ان سب سے زیادہ جادوگر ہیں

اور یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

حضرت عمران فرماتے ہیں جب صحابہ کفار و مشرکین پر حملہ فرماتے تو اس قبیلہ اور گردہ کے آس پاس حملہ آور ہوتے مگر ان کے ساتھ کوئی تعرض نہ کرتے۔ ایک دن اس عورت نے اپنی قوم سے کہا میرے خیال میں قوم مسلم تمہیں عمداً اپنے حملوں سے محفوظ رکھے ہوئے ہے اور میری وجہ سے تمہاری اعانت کر رہی ہے۔

کیا تمہارے لیے اسلام میں کوئی وجہ رغبت و میلان نہیں ہے؟ اہل قبیلہ نے اس کی اطاعت کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا اور اہل اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گئے۔ رواہ البخاری والمسلم

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حدیبیہ والے کنوئیں پر پہنچے اس میں جتنا پانی تھا وہ فوراً خالی کر دیا گیا اور پانی پینے والوں کی تعداد چودہ سو تھی (جب پانی کی قلت اور پیاس کی شدت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی گئی) تو آپ نے ایک ڈول پانی نکالنے کا حکم دیا۔ پانی کی کلی کر کے اس میں ڈال دیا اور دعا برکت فرمائی (کنوئیں کا پانی اتنا زیادہ ہو گیا کہ) حضرت براء فرماتے ہیں ہم خود سیراب ہوئے اور اپنے جانوروں کو سیراب کیا۔

مسعود بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے موقعہ پر چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ نکلے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو (بیت اللہ کے لیے ہدیہ) کے جانوروں کے گلے میں قلادے ڈالے اور نیزہ کے ساتھ اونٹوں کی کوہانوں کے قریب معمولی زخم لگائے تا کہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ یہ بیت اللہ کے لیے ہدیہ ہیں۔ اور عمرہ کا احرام باندھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف اور مکہ مکرمہ کو جانے والے معروف راستہ سے لے جانے کی بجائے حدیبیہ والی راہ پر چلنے کا حکم دیا اور حدیبیہ میں پہنچ کر ایک قلیل پانی والے کنوئیں پر پڑاؤ ڈالا جس سے صحابہ تھوڑا تھوڑا پانی حاصل کرتے تھے بس تھوڑی دیر میں وہ پانی ختم ہو گیا۔

صحابہ نے بارگاہ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء میں پیاس کی شکایت کی آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اس کو کنوئیں میں پھینکنے کا حکم دیا۔ جب حسب الارشاد اس تیر کو کنوئیں میں پھینکا گیا تو بخدا پانی کنوئیں کی تہ سے جوش و خروش کے ساتھ چشمہ کی مانند ابلنے لگا اور جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے وہاں پڑاؤ ڈالے رکھا وہ کنواں پانی کے ساتھ فوارہ صفت جاری رہا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان وہاں سے لوٹے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہمراہ تھے، ہم ایک کنوئیں پر پہنچے جس میں قلیل پانی تھا۔ چھ آدمی اس میں اترے جن میں ایک میں بھی تھا۔ ہماری طرف ایک ڈول لٹکایا گیا اور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کنوئیں کے کنارے پر تشریف فرما تھے۔

ہم نے اس سے جو پانی ڈول میں جمع کیا وہ نصف بلکہ تہائی ڈول ہوگا۔ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلند کیا گیا۔ آپ نے دستِ اقدس اس میں ڈبویا اور جو اللہ تعالےٰ نے چاہا پڑھا۔ پھر اس کو ہماری طرف لوٹا دیا گیا بمعہ اس پانی کے جو اس میں تھا۔ جوں ہی وہ پانی کنوئیں میں پہنچا تو وہ اس جوش و خروش سے فوارہ دار پانی کو اگلنے لگا کہ وہ ایک نہر جاری کی مانند معلوم ہوتے لگا اور ہم سے ایک شخص کو کپڑے کے ذریعے باہر کھینچا گیا کہ کہیں پانی میں غرق ہی نہ ہو جائے۔

زیاد بن حارث سے منقول ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کے دست اقدس پر بیعت اسلام کی۔ پھر میری قوم کا وفد حاضر ہوا جو خود مسلمان ہوا اور اپنی قوم کے مسلمان ہونے کی خوشخبری بھی لایا۔ پھر انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارا ایک کنواں ہے۔ جب موسم سرما ہو تو اس کا پانی ہمیں کافی ہو رہتا ہے۔ ہم اس پر جمع ہو جاتے ہیں اور جب گرمی کا موسم ہو تو اس کا پانی کم ہو جاتا ہے اور ہم ادھر ادھر پانی کی تلاش میں منتشر ہو جاتے ہیں اور ہماری جماعت پراگندہ ہو جاتی ہے۔ اور اسلام لانے کے بعد ہم متفرق ہو کر گزارا نہیں کر سکتے کیونکہ اطراف اکناف کے تمام لوگ ہمارے دشمن ہیں۔ لہذا بارگاہِ خداوندی میں دعا کریں کہ اس کا پانی ہماری قوم کو کافی ہو جائے۔

آپ نے سات کنکریاں طلب فرمائیں پھر ان کو دست اقدس پر الگ الگ کر کے رکھا اور ان پر دُعا فرمائی اور حکم دیا کہ جب اس کنوئیں پر پہنچو تو (اللہ تعالےٰ کا نام لے کر) یہ کنکریاں ایک ایک کر کے اس میں ڈالتے جانا چنانچہ انہوں نے حسب الارشاد عمل کیا تو اس کے بعد انہیں کبھی بھی کنوئیں کی تہ (پانی کی فراوانی کی وجہ سے) دیکھنے کا موقعہ نہ ملا۔

حضرت ابوایاس سے مروی ہے کہ ایک شخص بارگاہ نبوی میں چھوٹا سا مشکیزہ لایا جس میں پانی کی معمولی مقدار تھی۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک پیالے میں ڈالا۔ ہم کوئی چودہ سو آدمی تھے سب نے اس سے دل کھول کر وضو کیا اور کشادہ دلی کے ساتھ اسے استعمال کیا۔ جب ہم اپنی ضرورت پوری کر چکے تو بعد ازاں آٹھ آدمی حاضر ہوئے۔ انہوں نے دریافت کیا کیا وضوء کے لیے پانی ہوگا تو آپ نے فرمایا اب پانی ختم ہو گیا ہے اس روایت کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا کہ تم پچھلے پہر اور پھر ساری رات چلو گے تو کل انشاء اللہ پانی پر پہنچو گے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان یہ فرمان سن کر تیزی سے چلنے لگے اور صرف اسی خیال میں مستغرق ہو کر چل رہے تھے۔ ایک دوسرے کی طرف کوئی التفات اور دھیان نہیں تھا۔ آپ رات کے وقت سفر فرما رہے تھے کہ رات تقریباً آدھی ہو گئی۔ میں آپ کے پہلو میں تھا۔ آپ کو اونگھ آگئی اور آپ

سواری سے ایک طرف مائل ہو گئے اور جھک گئے میں قریب آگیا اور سہارا دے کر جگائے بغیر آپ کو سیدھا کر دیا آپ اسی طرح سفر میں رہے حتیٰ کہ رات کا اکثر حصہ گذر گیا تو پھر آپ سواری سے ایک طرف مائل ہو گئے۔ میں نے پھر سہارا دیا تو آپ سنبھل گئے اور بیدار ہوئے بغیر حالت اعتدال پر ہو گئے۔ آپ نے اسی حالت میں سفر کو جاری رکھا حتیٰ کہ وقت سحر آپہنچا تو آپ اتنے نیچے کی طرف مائل ہوئے کہ پہلے دو موقعوں پر بھی اتنے مائل نہ ہوئے تھے اور نہ جھکے تھے حتیٰ کہ قریب تھا کہ زین سے باہر آجائیں۔ میں قریب آیا اور آپ کو سہارا دیا۔

(آپ اس وقت بیدار ہوئے) سر اقدس اٹھایا اور دریافت فرمایا یہ سہارا دینے والا کون ہے؟ میں نے عرض کیا ابو قتادہ۔ آپ نے پوچھا تمہارا میرے ساتھ اس طرح کا چلنا کب سے ہے۔ میں نے عرض کیا میرا اندازِ سیر دسفر آپ کی معیت میں آج ساری رات اسی طرح رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے جس طرح تم نے اس کے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حفاظت کی ہے۔

پھر دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے خیال میں ہم لوگوں سے مخفی اور پوشیدہ ہیں۔ کیا تمہیں کوئی شخص اپنے رفقاء سفر میں سے نظر آتا ہے؟ میں نے عرض کیا ایک سوار یہ ہے (پھر دوسرا نظر آیا) تو عرض کیا یہ دوسرا سوار ہے حتیٰ کہ ہم سات سوار جمع ہو گئے۔ پھر آپ راستہ سے ایک طرف ہٹے اور سرِ ناز خواب استراحت کے لیے رکھا۔ اور ہمیں حکم فرمایا کہ نماز کا خیال رکھنا (اور وقت پر بیدار کر دینا) مگر ہم سب سو گئے حتیٰ کہ جب سورج اچھی طرح بلند ہو گیا تو سب سے پہلے آپ بیدار ہوئے اور بعد ازاں ہم گھبرا کر اُٹھے۔ آپ نے فرمایا اس جگہ سے نکلو اور سواریوں پر سوار ہو جاؤ ہم حسب الارشاد سوار ہو کر چلے جب سورج بلند ہو گیا تو اترے آپ نے وضوء کا برتن طلب فرمایا جو کہ میرے پاس تھا اور اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اس سے وضو فرمایا (مگر معمول سے کم پانی استعمال فرمایا) اور مجھے حکم دیا کہ اس برتن کو اچھی طرح محفوظ رکھنا (اور اس کا پانی ضائع نہ ہونے دینا) عنقریب اس کی عظیم شان ظاہر ہوگی۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ آپ نے دو رکعت راتبہ ادا فرمائیں اور پھر نماز فجر ادا فرمائی اور جو نماز فجر کے معمولات تھے وہ ادا فرمائے اور بعد ازاں آپ سوار ہوئے اور ہم بھی آپ کے ہمراہ سوار ہوئے ہم ایک دوسرے کے کانوں میں سرگوشی کرنے لگے اور آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے کہ جو فروگذاشت نماز کے معاملہ میں ہم سے ہوئی ہے اس کا کیا کفارہ ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے لیے میرے عمل میں رہنمائی اور سامان اتباع و تقلید نہیں ہے؟ پھر فرمایا سوئے رہنے میں اور اس طرح غیر امتیازی اور غیر ارادی طور پر نماز کے قضا ہو جانے میں تفریط و تقصیر نہیں ہے۔ تفریط و تقصیر اور قابل مواخذہ جرم یہ ہے کہ بیدار ہو کر گذاری ہوئی اور فوت شدہ نماز کو ادا نہ کیا جائے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔ اگر کسی سے حالت نیند میں نماز رہ جائے تو جوں ہی بیدار ہو (اور وقت کراہت

نہ ہو) تو فوراً ادا کرے۔

ہم چلتے چلتے جب صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس جا پہنچے تو انہوں نے فریاد کی یارسول اللہ ھلکنا عطشنا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم شدت پیاس سے جاں بلب اور قریب المرگ ہیں آپ نے فرمایا لا ھلک علیکم اب تمہارے لیے ہلاکت نہیں ہے (اب میں پہنچ گیا ہوں اور تمہاری سیرابی کا بندوبست کر دوں گا) پھر آپ نے فرمایا میرا چھوٹا پیالا (جو پالان کے ساتھ باندھا ہوا ہے) کھول کر لاؤ اور وضوء والا برتن بھی طلب فرمایا۔ آپ پانی پیالے میں پلٹتے اور انڈیلتے جا رہے تھے اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ پلاتے جا رہے تھے۔ جوں ہی لوگوں نے وضوء والے برتن میں پانی دیکھا تو جھرمٹ کر کے اکٹھے ہو گئے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسنوا الملاء کلکم سیروی۔ اچھی طرح جماعت بندی کر لو اور ترتیب وار کھڑے ہو جاؤ تم سارے سیراب ہو جاؤ گے (فکرمند ہونے کی اور جلد بازی سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہے) سرورعالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم پانی ڈالتے جا رہے تھے اور میں لوگوں کو پلاتا جا رہا تھا حتیٰ کہ سب لوگ سیراب ہو گئے اور صرف میں رہ گیا تھا یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ تب آپ نے پانی پیالہ میں پلٹ کر مجھے پینے کا حکم دیا میں نے عرض کیا جب تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پانی نہیں پئیں گے میں نہیں پیوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ ان ساقی القوم آخرھم شربا۔ قوم کا ساقی اور سیراب کرنے والا آخر میں پیتا ہے اور ادب و اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بعد میں پیئے۔ چنانچہ پہلے میں نے پیا۔ پھر رسول پاک علیہ افضل الصلوٰۃ نے پیا۔ بعد میں لوگ پانی والی جگہ پر پہنچے درانحالیکہ وہ خوش وخرم اور سیراب وسرشار تھے۔

فائدہ جلیلہ ۔ امام نووی نے شرح مسلم میں اس حدیث پاک کے تحت فرمایا کہ اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی معجزات ظاہر ہوئے ایک تو تھوڑے پانی کو بہت بڑی جماعت پر پورا فرما دینا جو تکوینی امور میں اختیار مصطفوی پر واضح دلیل ہے، دوسرا معجزہ اخبار بالغیب کے لحاظ سے ہے کہ آپ نے فرمایا وضو کے اس برتن سے عجب شان ظاہر ہوگی اور جس طرح فرمایا تھا اسی طرح ہوا تیسرا اور چوتھا معجزہ بھی علم غیب سے متعلق ہے یعنی یہ فرمایا کہ بقیہ دن اور ساری رات چلو گے تب کل پانی پر پہنچو گے یہ علم صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اور کسی صحابی کو نہ تھا اور یہ ارشاد کہ اچھی طرح جماعت بندی کرو۔ وسعت اخلاق اور عالی ظرفی کا مظاہرہ کرو تم بھی سیراب ہو جاؤ گے یہ بھی علم غیب سے متعلق ہے اور آپ نے جس طرح فرمایا تھا اسی طرح ہوا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ شرح مسلم للامام نووی جلد اول صفحہ ۲۴۰

ساتواں باب

سرورِ عالم مختارِ کائنات علیہ افضل الصلوٰت کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام زوراء پر تشریف فرما تھے۔ آپ کی بارگاہ اقدس میں پانی کا برتن لایا گیا جس میں (پانی اتنا قلیل تھا کہ اس میں) آپ کی انگلیاں بھی نہیں ڈوبتی تھیں۔ آپ نے کف دست اس میں رکھا اور فرمایا اے صحابہ آؤ اور وضو کر لو۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ آپ کی مقدس انگلیوں کے درمیان سے اور اُن کے اطراف سے پانی فوارہ کی صورت ابل رہا تھا حتیٰ کہ ساری قوم نے وضو کر لیا۔ آپ سے عرض کیا گیا وضو کرنے والوں کی تعداد کتنی تھی تو آپ نے فرمایا تین صد۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہمارے ساتھ پانی نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا ایسا شخص تلاش کرو جس کے ساتھ پانی ہو۔ ہم نے تلاش کیا اور پانی لاکر آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے اس پانی کو ایک برتن میں انڈیل کر اپنا ہاتھ مبارک اس میں رکھا۔ پانی پانچ چشموں کی صورت میں انگلیوں کے درمیان سے اُبلنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔

حیّ علی الطهور المبارک والبرکۃ من اللہ۔ آؤ بابرکت پانی پیو اور اللہ تعالےٰ کی برکت کی طرف آؤ اور اس سے استفاضہ واستفادہ کرو۔ میں نے اس سے پیٹ بھر کر پیا، اور لوگ بھی اچھی طرح سیراب ہوئے اور پانی کو حتی المقدور حاصل کر کے ذخیرہ کیا۔ رواہ البخاری۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح اُٹھے اور آپ کے لشکریوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ ایک صحابی حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل لشکر کے پاس پانی نہیں ہے آپ نے دریافت فرمایا کیا تیرے پاس قدرے پانی ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا وہی میرے پاس لے آ۔ وہ ایک برتن لایا جس میں بالکل قلیل مقدار میں پانی تھا آپ نے اپنی مقدس انگلیاں اکٹھی کر کے برتن کے منہ سے اندر داخل فرمائیں اور اس کے اندر اُن کو پھیلا دیا تو انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے اور آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جس نے بابرکت پانی لینا ہے، وہ فوراً آئے اور لے جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول معظم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ لوگوں کو پانی نہ مل سکا۔ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی خدمتِ اقدس میں ایک تگارا اور وسیع ظرف لایا گیا (جس میں تھوڑا

سا پانی تھا) آپ نے دستِ اقدس اس میں رکھا اور انگلیوں کو پھیلا دیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔ میں نے آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی چشمہ وار ابلتا ہوا دیکھا اور آپ نے فرمایا۔

حیّ علی الوضوء والبرکۃ من اللہ۔ وضوء کے پانی اور برکت خداوندی کی طرف آؤ اور اس سے استفادہ واستفاضہ کرو۔

اعمش کہتے ہیں کہ مجھے سالم بن ابی الجعد نے بتلایا کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اس دن کتنے آدمی تھے (جنہوں نے اس پانی سے استفادہ کیا) انہوں نے فرمایا کہ ہم ڈیڑھ ہزار آدمی تھے۔ اخرجہ البخاری۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو سخت پیاس لگی اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سامنے پانی کا پیالہ تھا آپ نے اس سے وضو فرمایا۔ سبھی لوگ آپ کی خدمت میں پہنچ گئے آپ نے فرمایا کیا بات ہے کیوں اکٹھے ہو کر آ گئے ہو؟ عرض کیا ہمارے پاس نہ وضوء کے لیے پانی ہے اور نہ پینے کے لیے۔ پورے لشکر میں صرف وہی پانی ہے جو آپ کے اس برتن میں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس اس برتن میں رکھا تو پانی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی مانند پھوٹ پڑا۔ فرماتے ہیں ہم نے پیا بھی اور وضوء بھی کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تم کتنے افراد تھے جنہوں نے اس پانی سے وضوء کیا اور پیا۔ آپ نے فرمایا اگر لاکھ افراد ہوتے تو بھی وہ پانی کفایت کر جاتا مگر اس وقت پندرہ سو آدمی تھے) رواہ البخاری والمسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لشکر میں تھے سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا اے جابر لوگوں میں اعلان کرو کہ وضوء کر لیں (اور پانی ادھر بھی لائیں) انہوں نے اعلان فرمایا کہ آیا لشکر میں پانی نہیں ہے؟ آیا لشکر میں پانی نہیں ہے؟

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس جماعت کے ہاں مجھے پانی کا ایک قطرہ بھی دستیاب نہیں ہوا۔ ایک انصاری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی (کے مشکیزوں کو لکڑیوں پر لٹکا کر اس کو) آنحضرت کے لیے ٹھنڈا کرتا تھا آپ نے حکم دیا کہ اس کے پاس جا کر پانی کا پتہ کرو۔ میں گیا تو اس کے ہاں بھی مشکیزہ کے نچلے (پانی حاصل کرنے والے) دہانے میں اتنا قلیل پانی تھا کہ اگر اوپر والے دہانے سے اس کو انڈیلا جاتا تو وہ پانی مشکیزہ کے خشک حصہ میں جذب ہو کر رہ جاتا اور ایک بوند بھی باہر نہ نکل سکتی (صورت حال رسالتمآب علیہ افضل الصلوٰۃ سے عرض کی) تو آپ نے فرمایا جاؤ اور وہی پانی لے آؤ۔ میں جب لے آیا تو آپ نے اس پانی کو دستِ اقدس پر لیا اور کچھ پڑھنا شروع فرمایا۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے کیا پڑھا اور پھر پانی کو مشکیزہ میں ڈال کر میرے حوالے کر دیا اور فرمایا کہ اسے جابر بڑا پیالہ (تھال) منگاؤ میں نے آواز دی لشکر کے لیے جو بڑا پیالہ یا تھال ہے، وہ جہاں ہے فوراً لاؤ۔ وہ اٹھا کر میرے پاس لایا گیا۔ آپ نے اسے اپنے سامنے

رکھا اور دست اقدس کو اس میں گہری جگہ رکھ کر انگلیاں مبارک پھیلادیں اور مجھے حکم دیا اسے جابر پانی ڈالو اور بسم اللہ پڑھو۔ میں نے بسم اللہ پڑھ کر پانی انڈیلا کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی نوارہ کی طرح ابل رہا تھا۔ پانی کی تہ سے بلند ہونے لگا اور چکر باندھ لیا حتیٰ کہ وہ بھر گیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ اعلان کردو جس کو پانی کی ضرورت ہے وہ آکر لے جائے۔

میں نے اعلان کیا تو لوگ دوڑے آئے اور پیا حتیٰ کہ سیراب ہو گئے۔ تب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تغار سے ہاتھ مبارک باہر نکالا۔

آٹھواں باب

دودھ کو زیادہ کرنے کا معجزہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے قلب وجگر کے بل زمین پر لیٹا ہوا تھا (اور قبل ازیں میں صحابہ رضی اللہ عنہم) کے راستہ پر بیٹھا ہوا تھا جہاں سے اُن کا گذر ہوتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گذرے تو میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے متعلق دریافت کیا اور اس سوال کا مطلب صرف یہ تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں اور کھانا کھلائیں۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا اُن سے بھی دریافت کیا (کہ قول باری تعالےٰ یطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینا۔ الآیۃ کا کیا مطلب ہے اور مقصد وہی تھا کہ یہ مجھ مسکین کو کھانا کھلائیں) مگر انہوں نے بھی ایسا نہ کیا۔ پھر حضور اکرم ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم گذرے اور میرے چہرے کو دیکھ کر جو کچھ میرے دل میں تھا اس کو بھانپ لیا اور جان لیا۔ فرمایا اے ابو ہریرہ میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ میرے پیچھے آؤ۔ میں نے آپ کے پیچھے چلنا شروع کر دیا آپ دولتکدہ پر تشریف لائے تو میں نے داخل ہونے کا اذن طلب کیا۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ گھر میں آپ کو دودھ کا پیالہ نظر آیا۔ دریافت فرمایا یہ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا فلاں شخص یا آل فلاں نے بھیجا ہے۔

آپ نے فرمایا ابا ہر میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اہل صفہ کے پاس جاؤ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے اُن کی نہ بیوی بچے تھے اور نہ ہی مکان اور مال ومنال۔ جب بھی بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی ہدیہ و نذرانہ آتا آپ بقدر حاجت اس کو استعمال فرماتے اور پھر اُن کے پاس بھیج دیتے

اور جب صدقہ آپ کی خدمت میں لایا جاتا تو آپ استعمال نہ فرماتے بلکہ سارے کا سارا انہیں کی طرف بھیج دیتے فرماتے ہیں میں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سُنا تو غمگین سا ہو گیا (کیونکہ) میں یہ امید رکھتا تھا کہ مجھے اتنا دودھ مل جائے گا کہ بقایا شب و روز کفایت کر جائے گا (اور اس وقت میرے سامنے یہ صورت حال تھی) کہ میں آپ کا ایلچی تھا اور جب اصحاب صفہ آئے تو لامحالہ میں ہی اُن کو پلانے والا ہوں گا تو (ستر وہ ہیں اور دودھ کا صرف ایک پیالہ) میرے لیے کیا بچے گا۔

اور اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت کے سوا کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ اصحاب صفہ کے پاس گیا اور ان کو بارگاہ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی طرف بلایا۔ وہ دوڑتے ہوئے حاضر ہوئے اذن طلب کیا آپ نے اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ وہ آپ کے دولتکدہ میں اپنی اپنی جگہ سنبھال کر بیٹھ گئے۔ مختار کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے ابوہریرہ پیالہ لو اور اُن کو باری باری دیتے جاؤ اور پلاتے جاؤ۔ میں نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے پیالہ ہاتھ میں لیا اور یکے بعد دیگرے ان کو دینا شروع کیا جو بھی لیتا وہ اتنا پیتا کہ سیراب ہو جاتا پھر پیالہ لوٹا دیتا میں دوسرے کے حوالے کر دیتا وہ بھی پی کر سیراب ہو لیتا تب واپس کرتا حتیٰ کہ (آخری فرد تک) سبھی سیراب ہو گئے۔ میں نے وہ پیالہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ (ابھی اس میں دودھ بچا ہوا تھا) آپ نے پیالہ لے کر اپنے دست اقدس پر رکھا پھر سر اقدس میری طرف اٹھایا اور تبسم فرمایا اور فرمایا اے اباہرّ میں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ آپ نے فرمایا اب صرف میں باقی رہ گیا ہوں اور تو (باقی تو سبھی سیراب ہو لیے) میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے بجا فرمایا آپ نے فرمایا تو اب تم بیٹھ جاؤ اور پیو۔ فرماتے ہیں میں بیٹھ گیا اور پیالہ کو منہ لگا کر جتنا پی سکتا تھا پیا۔ آپ نے فرمایا اور پیو میں نے پھر پیا حتیٰ کہ آپ اسی طرح فرماتے رہے اور پیو اور پیو اور میں پیتا رہا۔ یہاں تک میں مجبور ہو گیا اور عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اب میرے اندر کوئی گنجائش نہیں رہی اور نہ دودھ کے اندر جانے کا کوئی راستہ۔ تو آپ نے فرمایا اچھا تو پیالہ مجھے دو میں نے وہ پیالہ بارگاہ اقدس میں پیش کیا تو آپ نے بقایا کو پیا تب پیالہ خالی ہوا۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ صحابی ہیں۔ ہم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہمراہ تھے اور تقریباً چار سو افراد تھے۔ ایک ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں پانی نام کو نہیں تھا یہ امر اصحاب رسول اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم پر سخت گراں گذرا

ع۔ فائدہ جلیلہ ۔ اس روایت سے جہاں امور تکوینیہ میں اختیار مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء واضح ہے وہیں علم غیب کا تحقق بھی واضح ہے اگر یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ پیالہ بھر دودھ اصحاب صفہ کو اور ابوہریرہ کو کفایت کر جائے گا تو ان سب کے بلانے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ امام اہل سنت نے فرمایا

کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر　　جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا

اور پیاس کی وجہ سے جب سخت پریشان ہوئے تو آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر التجا کی۔ فوراً ایک چھوٹی سی سینگ دار بکری آموجود ہوئی اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ آپ نے اُس کا دودھ دوہا۔ خود بھی پیا اور صحابہ کرام کو بھی پلایا حتیٰ کہ سبھی سیراب ہو گئے پھر فرمایا اے نافع یہ بکری آج رات تمہاری ملکیت میں ہے اس کو قابو رکھنا مگر مجھے یقین ہے تم اس کو اپنے قبضہ میں نہیں رکھ سکو گے۔ فرماتے ہیں میں نے اسکو پکڑا ایک چوبیں میخ زمین میں گاڑ کر رسی کیساتھ اس بکری کو وہاں باندھ دیا جب رات کے کسی حصہ میں آنکھ کھلی اور بکری کی طرف دیکھا تو وہ غائب تھی یا میخ کھڑی تھی اور یا رسی پڑی تھی اسکو کوئی شئے نظر نہ آتی تھی۔ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا صورتحال عرض کی قبل اس کے کہ آپ دریافت فرمائیں تو آپ نے فرمایا یانافع ذھب بھا الذی جاء بھا۔ اے نافع جو اس کو لایا تھا وہی اس کو لے گیا۔ (اسی لیے میں نے کہہ دیا تھا تم اس کو اپنے قبضہ میں نہیں رکھ سکو گے)

نواں باب

درختوں کے بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے کا معجزہ

حضرت یعلیٰ بن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے ایک جگہ ہم نے پڑاؤ ڈالا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہوئے۔ ایک درخت زمین کو چیرتا ہوا حاضر ہوا حتیٰ کہ آپ پر جھک کر آپ کو چھپا لیا۔ پھر اپنی جگہ کی طرف لوٹ گیا۔

جب رسالتمآب علیہ افضل الصلوٰۃ کی چشم اقدس بیدار ہوئی تو آپ سے درخت کی حاضری کے متعلق عرض کیا گیا آپ نے فرمایا۔ اس درخت نے اللہ تعالےٰ سے حاضری کی اجازت طلب کی۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو اجازت فرمائی تاکہ حاضر ہو کر مجھے سلام عرض کر سکے۔

(فائدہ) حضور حالت نیند میں بھی ہیں اور درخت کے بارگاہ خداوندی میں حاضری کی درخواست پیش کرنے پر بھی مطلع ہیں اور اذن ملنے پر بھی اور کیوں نہ ہوں کہ حضور کی صرف آنکھیں محوِ خواب ہوتی ہیں، دل اقدس بیدار ہوتا ہے۔

فائدہ جلیلہ ۔ بکری کا غیب سے آموجود ہونا بھی معجزہ ہے اور پھر چھوٹی سی بکری کے تھوڑے سے دودھ کا چار سو افراد کو سیراب کر دینا دوسرا معجزہ۔ یہ فرمانا کہ اس کو قابو نہیں رکھ سکو گے اور ایسے ہی ہوا یہ علم غیب سے متعلق تیسرا معجزہ ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہمراہ صحرا اور بیابان کی طرف نکلا حتیٰ کہ ہم کھلی جگہ میں جا نکلے۔ آپ نے فرمایا ویحک (زبان زد کلمہ ہے لفظی معنی تیرے لیے افسوس ہے مگر مراد نہیں ہوتا) دیکھ تو سہی کوئی چیز ایسی نظر آتی ہے جو مجھے چھپائے اور پردہ وستر کا کام دے۔ میں نے عرض کیا اور تو کوئی شئے نظر نہیں آتی صرف ایک چھوٹا درخت ہے وہ بھی ستر اور پردہ کا فائدہ نہیں دے سکے گا۔ فرمایا اس کے قریب کوئی اور شئے نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا ایک اور درخت ہے مگر وہ ہر لحاظ سے اتنا ہی بڑا ہے جتنا پہلا ہے۔ آپ نے فرمایا، درختوں کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے امر سے اکٹھے ہو جاؤ چنانچہ (آپ کا پیغام میں نے اُن کو دیا تو) وہ فوراً اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے قضائے حاجت فرمائی، جب واپس ہوئے تو فرمایا اُن کے پاس جا کر کہو اللہ تعالیٰ کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اپنی اپنی جگہ کی طرف لوٹ جاؤ چنانچہ حسب الارشاد وہ اپنی جگہ کی طرف لوٹ گئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے یہاں تک کہ ایک کشادہ وادی میں پڑاؤ ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئے میں پانی کا برتن لے کر آپ کے پیچھے چلا۔ آپ نے اِدھر اُدھر نگاہ اقدس اٹھائی مگر ستر اور پردہ کے لیے کوئی شئے نظر نہ آئی ناگاہ وادی کے کنارے دو درخت نظر آئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اُن میں سے ایک کی طرف تشریف لے گئے اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی اور شاخ کو پکڑ کر فرمایا۔ انقادی علی باذن اللہ تعالیٰ۔ میرے ساتھ میری اطاعت میں چل اللہ تعالیٰ کے امر کے ساتھ۔ وہ درخت آپ کے ساتھ سر جھکا کر یوں چلا جیسے کہ نکیل والا اونٹ اپنے قائد کے ساتھ سر جھکا کر چلتا ہے حتیٰ کہ آپ دوسرے درخت کے پاس تشریف لائے اور اس کی شاخ کو پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ کے امر سے میری اتباع کر اور میرے پیچھے چل۔ انقادی علی بامر اللہ تعالیٰ۔ وہ درخت بھی پہلے کی مانند آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ حتیٰ کہ دونوں قریب ہو گئے اور آپ انکے درمیان کھڑے ہوئے اور حکم دیا۔ التئما باذن اللہ علیّ۔ اللہ تعالیٰ کے امر سے مجھ پر مل کر (پردہ بناؤ) چنانچہ وہ دونوں جڑ گئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں دوڑتا ہوا وہاں سے نکلا تا کہ کہیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے قرب کا احساس فرماتے ہوئے مزید دور جانے کی تکلیف نہ فرمائیں۔ میں دور جا کر بیٹھ گیا (اور کسی خیال میں مستغرق ہو گیا) اچانک دیکھا تو محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ تشریف لا رہے ہیں اور دونوں درخت جُدا ہو کر اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو چکے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور ایک ایسی جگہ پڑاؤ کیا، جہاں کوئی درخت نہیں تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ اے جابر پانی لاؤ اور میرے ہمراہ چلو چنانچہ میں پیچھے پیچھے چلنے لگا حتیٰ کہ ہم ایسی جگہ پہنچے جہاں دو درخت ذرا ایک دوسرے سے فاصلہ پر کھڑے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اے جابر ان کے پاس جا کر اُن سے کہو کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء تمہیں حکم دیتے ہیں کہ آپس میں مل جاؤ تو وہ زمین کو پھاڑتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ آملے آپ نے قضاء حاجت فرمائی اور استنجا کیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ ان کے پاس جا کر کہو کہ اپنی اپنی جگہ پر چلے جائیں (چنانچہ میرے پیغام دینے پر وہ اپنی اپنی جگہ جا کر کھڑے ہو گئے)

حضرت ابن بریدہ اپنے والد بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی بارگاہ مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں حلقہ اہل اسلام و ایمان میں داخل ہو چکا ہوں۔ ایسا معجزہ دکھلائیں جس سے میرا ایمان و یقین بڑھ جائے۔ آپ نے فرمایا اچھا تو کیا چاہتا ہے؟ (جو معجزہ تو کہے گا میں وہی دکھلادوں گا۔ یہاں تو سائل کی مرضی دیکھی جاتی ہے) اس نے عرض کیا اس درخت کو بلائیں تاکہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے آپ نے فرمایا تو جا کر اسے بلا (وہ تو پیغام ملنے پر بھی حاضر ہو جائے گا۔ خود میرے بلانے کی کیا ضرورت ہے) اعرابی گیا اور درخت سے کہا اللہ تعالےٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری دے (جونہی یہ پیغام سنا) ایک طرف جھکا اور دوسری جانب کی جڑوں کو زمین سے اکھیڑ لیا۔ پھر دوسری جانب جھک کر دوسری سمت کی جڑوں کو اکھیڑ لیا۔ پھر جڑوں پر چلتا ہوا بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ۔ اعرابی نے کہا مجھے یہی معجزہ کافی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو لوٹنے کا حکم دیا تو وہ لوٹ گیا اور اپنی سابقہ جگہ پر جا کر نصب ہو گیا اور ہر جڑ کو اپنی اپنی جگہ قائم کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ایک اعرابی سامنے سے آیا۔ جب آپ کے قریب ہوا تو آپ نے فرمایا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے عرض کیا اپنے گھر والوں کے پاس جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تجھے خیر اور سلامتی کی طرف رغبت و میلان نہیں ہے۔ اس نے عرض کیا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو شہادت دے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہٗ ورسولہ کی۔ اس نے عرض کیا آپ کے اس دعویٰ پر اور کون شہادت دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ درخت۔ درخت وادی کے کنارے کھڑا تھا، آپ نے اس کو بلایا وہ حاضر ہو گیا درانحالیکہ وہ زمین کو چیرتا ہوا آرہا تھا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس کو تین مرتبہ توحید و رسالت کی شہادت دینے کو کہا تو اس نے تین مرتبہ گواہی دی کہ آپ واقعی اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ پھر درخت اپنی جگہ پر لوٹ گیا اور اعرابی اپنی قوم کی طرف گیا اور حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ سے عرض کیا، اگر انہوں نے میری اتباع کی تو میں ان کو بھی آپ کی خدمت میں لاؤں گا ورنہ خود حاضر ہو کر آپ کی خدمت میں رہوں گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں کس دلیل اور علامت سے پہچانوں کہ آپ اللہ تعالےٰ کے برحق رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ میں اس

کھجور کے اس خوشہ کو بلاؤں اور وہ میرے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حاضر ہو جائے تو پھر میری رسالت کی گواہی دے گا، اور اس کو دل وجان سے تسلیم کرے گا۔ اس نے عرض کیا ضرور گواہی دوں گا۔

آپ نے اس خوشہ کو بلایا تو وہ کھجور سے نیچے اترنے لگا حتیٰ کہ زمین پر گر پڑا پھر اچھلتا ہوا بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ اپنی جگہ پر لوٹ جاؤ تو وہ اپنی جگہ پر لوٹ گیا۔ اعرابی نے یہ ایمان افروز منظر کو دیکھا تو عرض کیا۔ اشھد انك رسول اللہ اور شرف ایمان سے مشرف ہو گیا۔

ابو عبیدہ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ مجھے مسروق نے بتلایا کہ تیرے والد گرامی حضرت عبداللہ نے مجھے بتایا کہ ایک درخت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنوں کی موجودگی کی خبر دی تھی۔

فائدہ جلیلہ

اگر ملحد اور بے دین لوگ کہیں یہ تو سحر کاری اور جادوگری ہے تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ سحر محض خیال اور شعبدہ ہوتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعیٰ۔ حضرت موسیٰ کو ساحروں کے سحر سے اس امر کا خیال گذرتا تھا کہ یہ رسیاں اور چھڑیاں دوڑ رہی ہیں حالانکہ درحقیقت اُن میں کوئی حس وحرکت نہیں تھی۔

ابن عقیل فرماتے ہیں اگر سحر میں بھی اعیان کو تبدیل کیا جا سکے جیسا کہ معجزہ میں تھا سحر اور معجزہ برابر ہو جائیں گے اور صدق صادق کا علم متعذر و ناممکن ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے لیے علم واعتقاد کا ذریعہ صرف یہی بنایا ہے کہ جس کے ہاتھ پر ایسا معجزہ ظاہر ہو جس کا مقابلہ نہ کیا جا سکے، وہ اپنے دعویٰ میں صادق ہے۔

اور جب یہ مان لیں کہ ساحر بھی اپنے سحر اور جادو سے اعیان میں قلب ماہیت کر دیتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شان اعجازی سے اعیان میں تغیر و تبدیلی اور قلب ماہیت فرمائی۔ تو نبی اور ساحر میں کوئی وجہ امتیاز نہیں رہے گی اور ذرائع تحقیق مسدود ہو کر رہ جائیں گے۔

ایک سوال کا ازالہ کرتے ہوئے علامہ ابن عقیل نے فرمایا۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد وماقتلوہ وما صلبوہ ولکن شُبّہ لھم کے ہوتے ہوئے ہمیں اپنے مشاہدات پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے اپنے ادراک اور مشاہدہ کے مطابق تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی سولی پر لٹکایا اور اُن کو شہید کیا لیکن اللہ تعالےٰ فرماتا ہے نہیں وہ ان کی شبیہ تھی نہ کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اس وقت ذرائع ادراک کو ان سے سلب فرما لیا اور چھین لیا تاکہ اس کی وہ حکمت اور مصلحت خاصہ پوری ہو جائے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تحفظ و

عصمت کا اور کفار و معاندین کو اپنے برے عزائم میں ناکام اور عاجز کرنے کا تقاضا کر رہی تھی (نہ یہ کہ سرے سے حواس و مدارک پر اعتماد ہی نہیں اور وہ ہمیشہ غلطی کھا جاتے ہیں) اگر حقیقت حال یہ ہو تو ہمیں شہد کی مٹھاس کا کیا اعتماد ہو سکتا ہے کیونکہ بعض اوقات مختلف طعام کھانے یا مزاجوں میں تغیر و تبدل پیدا ہونے سے وہ کڑوا بھی محسوس ہونے لگتا ہے۔

اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ پھر معجزہ کے مجانس و مماثل امور سحر اور کہانت وغیرہ کے ذریعے کیونکر وقوع پذیر ہو جاتے ہیں (سرے سے یہ امور وقوع پذیر نہ ہوتے تو نظر ظاہر میں بھی التباس و اشتباہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہتی)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالے کو یہ منظور ہے کہ لوگوں کو اس امر کا مکلف ٹھہرایا جائے کہ وہ معجزہ اور شعبدہ میں خداداد عقل و فراست اور فہم و کیاست کو بروئے کار لاکر امتیاز کریں تاکہ ثواب اجتہاد سے بہرہ ور ہوں، نیز شعبدہ باز اور سحر کار ہمیشہ ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کرتے رہتے ہیں، مگر رسل کرام علیہم السلام ایک دوسرے کی تائید و تصدیق فرماتے ہیں۔

دسواں باب

فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم سے پہاڑ کا رقص و وجد اور آپکے فرمان پر سکون و اقرار کا اظہار

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب آپ نے کوہ حرا پر قدم رنجہ فرمایا اور کوہ حرا لرزہ بر اندام ہو گیا تو آپ نے پائے ناز سے اس کو ٹھوکر ماری اور فرمایا۔

اسكن حراء فانه ليس عليك الا نبي او صديق او شهيد

اے حرا، سکون و قرار میں آ اور اس اضطراب اور ہیجان کا مظاہرہ نہ کر کیونکہ تجھ پر یا نبی اکرم کی ذات جلوہ فرما ہے اور یا صدیق ہیں اور یا شہید۔

اور اس وقت آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہم تھے اور اگر میں چاہوں تو نواں آدمی جو آپ کے ساتھ تھا اس کا نام بھی بیان کر دوں، جب سامعین نے زور دے کر عرض کیا کہ اس آدمی کا نام بھی بتایا جائے تو فرمایا وہ میں (سعید بن زید) ہوں۔

گیارھواں باب

چوپایوں کا بارگاہ نبوی میں حالت زار عرض کرنا اور سرکش جانوروں کا آپ کیلئے رام ہونا

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء ایک دن انصار کے باغات میں سے ایک چار دیواری والے باغ میں داخل ہوئے ۔ ناگاہ ایک اونٹ کھڑا نظر آیا جس نے حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کو دیکھا تو محبت وعقیدت سے بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے ۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیٹھ اور گدی پر ہاتھ پھیرا تو اس کو سکون وقرار آگیا ۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا اس اونٹ کا مالک کون ہے ، انصار میں سے ایک جوان حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ! یہ اونٹ میرا ہے ۔ آپ نے فرمایا کیا تو اللہ تعالےٰ سے ان جانوروں کے معاملہ میں نہیں ڈرتا جس نے تجھے ان کا مالک بنا دیا ہے ۔ تیرے اس اونٹ نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور اس سے کام زیادہ لیتا ہے اور تھکا دیتا ہے اس روایت کو امام مسلم نے روایت کیا ہے ۔

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن بارگاہ نبوی میں حاضر تھا کہ ناگاہ ایک اونٹ آگیا اس نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تواضع اور انکساری کا مظاہرہ کیا حتیٰ کہ اپنے حلقوم کو آپ کے سامنے زمین پر رکھ دیا ۔ پھر اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہنے لگیں ۔ آپ نے فرمایا ۔ اے یعلی تم پر افسوس ہے ——— دیکھو تو اس اونٹ کا مالک کون ہے ۔ اس کو کوئی سخت امر درپیش ہے ۔ میں اس کے مالک کو تلاش کرنے نکلا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک انصاری کا اونٹ ہے ۔ میں نے اس کو بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا ۔ آپ نے دریافت فرمایا تیرے اس اونٹ کا معاملہ کیا ہے ؟ اس نے عرض کیا بخدا مجھے تو معلوم نہیں ہے کہ اس کا معاملہ کیا ہے ۔ ہم نے اس سے کام لیا حتیٰ کہ اب وہ کنوئیں سے پانی کھینچنے کے قابل نہیں رہا تھا تو گذشتہ رات ہم نے صلاح ومشورہ کیا کہ اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیں ۔

آپ نے فرمایا (اس اونٹ نے میری پناہ لی ہے) لہٰذا اب اس کو ذبح نہ کرو بلکہ مجھے ہبہ کر دو یا بیچ دو ۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ۔ یہ آپ کا مال ہے ۔ آپ نے اس پر صدقہ کے اموال والی نشانی لگائی اور پھر اسے اس طرف رکھنے کے لیے بھیج دیا ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار کے ایک گھرانہ کا اونٹ تھا جس کے ذریعے وہ کنوئیں

سے پانی کھینچتے تھے۔ اونٹ نے سرکشی شروع کر دی اور اُن کو پیٹھ پر سوار نہ ہونے دیا۔ وہ بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اونٹ کی سرکشی کا شکوہ کیا اور کھیتی کے خشک ہونے کی شکایت بھی کی۔

آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا اُٹھو (چل کر دیکھیں اونٹ اپنے مالکوں سے یہ سلوک کیوں کر رہا ہے) صحابہ کرام رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ اُٹھے۔ انصار کے چار دیواری والے باغ میں داخل ہوئے۔ اونٹ اس کے ایک گوشہ میں کھڑا تھا۔ آپ اس کی طرف چل پڑے تو انصاری عورت نے عرض کیا۔ یارسول اللہ یہ تو کتے کی مانند باؤلا سا ہو چکا ہے اور ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں آپ پر حملہ آور نہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

جب اس اونٹ نے نبی الانبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو آپ کی طرف چلنے لگا۔ حتیٰ کہ آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ آپ نے اس کو پیشانی سے پکڑا تو وہ اتنا مطیع اور رام معلوم ہوتا تھا کہ اتنا کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ آپ نے اس کو کام پر لگا دیا (تو اس نے حسب سابق کام کرنا شروع کر دیا)۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ یہ چوپایہ ہے اور عقل و دانش سے محروم وہ آپ کو سجدہ کر رہا ہے۔ ہم عقلمند ہیں (آپ کے منصب خداداد کو سمجھتے ہیں) ہم کیوں نہ سجدہ کریں بلکہ ہم اس اظہار عظمت کے اور تعظیم و تکریم بجا لانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا کسی بشر کو یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ بشر اور مخلوق کو سجدہ کرے۔ اگر بشر کا بشر کے لیے اور مخلوق کا مخلوق کے لیے سر بسجود ہونا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ خاوند کے حق عظمت کو ادا کرنے لیے اسے سجدہ کرے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہمراہ ایک سفر سے لوٹے۔ انصار کے باغات میں سے ایک باغ کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک سرکش اونٹ ہے جو شخص بھی اندر داخل ہوتا ہے وہ اس پر حملہ آور ہوتا ہے۔ یہ معاملہ لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ اس باغ میں تشریف لائے۔ جوں ہی اونٹ کی نظر آپ پر پڑی تو بڑبڑایا اور حاضر خدمت ہوا درانحالیکہ اپنے ہونٹ زمین پر رکھے ہوئے تھا۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہار لے آؤ۔ چنانچہ مہار پیش کی گئی۔ آپ نے اس کو مہار کے ساتھ باندھ کر مالک کے حوالے کر دیا۔ تب فرمایا کہ زمین و آسمان کے درمیان کوئی شے ایسی نہیں ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ کا رسول اور نائب نہ سمجھتی ہو ماسوا سرکش جنوں اور انسانوں کے جو وادیٔ ضلالت و گمراہی میں بھٹکنے والے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک سفر میں نکلا تو سامنے جنگل میں ایک اونٹ کھڑا تھا (جب آپ کو دیکھا تو راستہ کی طرف چلنے لگا) حتیٰ کہ جب آپ کے سامنے راستہ کے درمیان پہنچ گیا تو سجدہ میں گر پڑا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور فرمایا اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ناگاہ انصار کے چند جوان حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ اونٹ ہمارا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا کیا معاملہ ہے اور تمہارے متعلق کیا شکایت ہے؟ انھوں نے عرض کیا ہم نے بیس سال اس کے ذریعے پانی لا کر کھیتیاں سیراب کی ہیں (اب یہ اس کام کے تو قابل نہیں رہا) اور اس پر چربی بھی تھی لہٰذا ہم نے ارادہ کیا کہ اس کو ذبح کر دیں اور اس کا گوشت اپنے بال بچوں میں تقسیم کر دیں مگر یہ بھاگ نکلا۔

آپ نے دریافت فرمایا کیا تم اس کو بیچو گے۔ انھوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ یہ آپ کا مال ہے۔ آپ کے ہاتھوں بیچنے کا کیا مطلب؟ آپ نے فرمایا اگر اس کو بیچتے نہیں ہو تو اس کے ساتھ احسان و مروت سے پیش آؤ تا آنکہ قدرتی موت اس پر آئے اور یہ خود بخود مرنے لگے پھر ذبح کر لینا۔ اس روح پرور منظر کو دیکھ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا ہم چوپایوں کی نسبت زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کے سامنے جبین نیاز کو زمین پر رکھیں اور عظمت خداداد کا اس طرح عملی طور پر اظہار کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے علاوہ تمہارے سجدوں کا اور کوئی حقدار نہیں ہے اور اگر یہ غایت تعظیم غیر اللہ کے لیے جائز ہوتی تو اس کی حقدار سب سے پہلے عورتیں ہوتیں جو اپنے خاوندوں کے لیے سجود نیاز بجا لائیں۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا یہ اونٹ میرے پاس تمہاری شکایت لے کر حاضر ہوا ہے کہ تم نے جوانی کے اندر تو اس سے کام لیا ہے اور جب بوڑھا ہو گیا ہے تو اب اس کو ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

بارھواں باب

مختار کونین باذن اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے دوران میں ظاہر ہونے والے معجزات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات اہل مدینہ سخت گھبرائے اور خوفزدہ ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر اس طرف تشریف لے گئے جدھر سے خوفناک آواز سنائی دی تھی۔ لوگ نکلے تو آپ واپس آرہے تھے اور فرما رہے تھے ہرگز خوفزدہ نہ ہو (کوئی خوفناک امر نہیں ہے) حضرت انس فرماتے ہیں اس گھوڑے کو بہت ہی سست رفتار سمجھا جاتا تھا لیکن آپ کے سواری

فرمانے کے بعد کوئی گھوڑا اس سے سبقت نہ لے جا سکا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک اونٹ پر سوار تھا جو کہ تھک چکا تھا۔ میں نے اس سے تنگ آکر ارادہ کیا کہ اس کو یہیں چھوڑ دوں اور خود پاپیادہ گھر کو چل دوں۔ اسی اثنا میں حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء پیچھے سے پہنچ گئے۔ آپ نے اس کو اپنے پاؤں مبارک سے ٹھوکر ماری اور اس کے لیے دعا فرمائی پھر وہ اس طرح تیز چلنے لگا کہ اتنا تیز کبھی نہیں چلا تھا۔ رواہ البخاری والمسلم۔

تیرھواں باب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹھی بھر مٹی کفار کی طرف پھینکنا اور سب کی آنکھوں کا اس مٹی سے بھر جانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ حنین میں وقتی طور پر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ ذرا پیچھے ہٹے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے جس کو دلدل کے نام سے آپ پکارتے تھے آپ نے اس کو حکم دیا۔ دلدل البِدی۔ اے دلدل زمین کے ساتھ چمٹ جا۔ تو اس نے اپنا پیٹ زمین کے ساتھ چمٹا دیا۔ فوراً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے ایک مٹھی مٹی کی اٹھائی اور ان کفار کی طرف پھینک دی اور فرمایا۔

حم لا ینصرون۔ حم۔ (کی برکت سے) وہ نصرت و مدد نہیں دیے جائیں گے اور اہل اسلام پر غالب نہیں آسکیں گے۔ جونہی کفِ اقدس سے نکلنے والی مٹی ان پر پڑی تو وہ شکست خوردگی کے عالم میں پیچھے ہٹنے لگے۔ ہم نے نہ تیر پھینکا نہ ہی نیزہ مارا اور میدان ہمارے ہاتھ میں رہا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جتنے کفار موجود تھے ہر ایک کی آنکھیں اس مٹی سے بھر گئیں عہ۔ اس حدیث کی مختلف سندیں ہم انشاء اللہ غزوہ حنین کے تذکرہ میں ذکر کریں گے۔

عہ امام اہل سنت نے فرمایا۔

میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ جن سے اتنے کافروں کا دفعتہً منہ پھر گیا

چودھواں باب

سید کائنات علیہ افضل الصلوات کا اصنام کی طرف چھڑی سے اشارہ فرمانا اور ان کا منہ کے بل زمین پر گر پڑنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ۔ اس وقت کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے آپ ان کی طرف چھڑی سے اشارہ فرماتے گئے اور جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا پڑھتے رہے یعنی حق آگیا اور باطل بھاگ گیا ۔ بیشک باطل زائل ہونے ——— اور نیست ونابود ہو جانے والا ہے ۔ رواہ البخاری والمسلم ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ مبارکہ میں داخل ہوئے جبکہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے ۔ آپ کے دست اقدس میں چھڑی تھی ۔ آپ ان کی طرف اس چھڑی سے اشارہ فرماتے اور یہ آیت کریمہ پڑھتے ۔ جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا اور فرماتے جاء الحق وما یبدی الباطل وما یعید ۔ حق آگیا باطل نہ شروع ہو سکتا ہے اور نہ ہی لوٹ کر آسکتا ہے بلکہ وہ بالکل بے نام ونشان ہو گیا ۔

حضور بس یہ فرماتے اور بت اوندھے منہ گر پڑتے ۔ؑ

ع دست اقدس اصنام کو نہ لگانے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالے نے اصنام کو مع ان کے عبادت گذاروں کے جہنم میں پھینکنا ہے جیسا کہ فرمایا ۔ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم ۔ اور اگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک ان کو لگ جاتا تو آگ ان پر اثر انداز نہ ہوتی اس لیے آپ نے صرف چھڑی کے ساتھ اشارہ کر کے گرانے پر اکتفا فرمایا ۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مدارج النبوت جلد دوم صد ۲۹۱

پندرھواں باب

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا غیبی خبریں دینا اور انکا آپکے بیان کے مطابق وقوع پذیر ہونا

مصنف فرماتے ہیں آپ کی غیبی خبریں دینے کے چند دلائل اور واقعات پہلے گذر چکے ہیں جنہیں سے ایک یہ خبر بھی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بتلا دیا کہ دیمک نے اس صحیفہ کے وہ حصے کھا لیے ہیں جن میں ظلم و جور، تعدی اور زیادتی تھی اور بنی ہاشم و بنی عبد المطلب سے برأت تھی جس کو لکھ کر کفار و مشرکین نے بیت اللہ شریف میں رکھ دیا تھا۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کو فرماتے ہوئے سنا کہ اہل اسلام کی ایک جماعت کسریٰ کا وہ خزانہ بذریعہ جنگ حاصل کرے گی جو کہ قصر ابیض میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کسریٰ ہلاک ہوگا (اور یقیناً ہلاک ہوگا) تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا (بلکہ وہ ملک دار اسلام میں شامل ہو جائے گا) اور جب قیصر شاہ روم ہلاک ہوگا (اور یقیناً ہلاک ہوگا) تو اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا۔ (یعنی علاقہ شام و فلسطین وغیرہ میں اس کی سلطنت نہیں رہے گی اگرچہ آپ کے دعوت نامۂ اسلام کی قدر و منزلت اور تعظیم و تکریم کی بدولت قدرے علاقہ اُن کے قبضہ میں رہے گا)

—— قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ ضرور بالضرور قیصر و کسریٰ کے خزانے اللہ تعالےٰ کی راہ میں بانٹ دیے جائیں گے (اور ایسے ہی ہوا)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا۔ اور بخدا اُن کے خزانے (اہل اسلام کے ہاتھوں) اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے۔

مصنف (علامہ ابن الجوزی) فرماتے ہیں بسا اوقات اس حدیث پاک میں یہ اشکال سوجھتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کی ہلاکت کے بعد اُن کے ملک پر یکے بعد دیگرے ملوک و سلاطین کی ایک جماعت حکمران رہی جو انہی القاب کے ساتھ پکارے جاتے رہے اور قیصر و کسریٰ کہلاتے رہے کیونکہ جو ملک فارس کا بادشاہ بنا وہ کسریٰ کہلاتا تھا اور جو ملک روم کا بادشاہ بنتا تھا وہ قیصر کہلاتا تھا۔

توجوابِ اشکال یہ ہے کہ کوئی ایسا بادشاہ اُن میں سے نہ ہوا جس کے عہد میں ملک کو کوئی معتدبہ فائدہ ہوتا اور نہ ہی اُن کے ملک وسلطنت کو استحکام ودوام حاصل رہ سکا۔ بلکہ ان کا ملک ہمیشہ متزلزل رہا حتّٰی کہ بے نام ونشان ہوگیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہم نے چاند دیکھا۔ میں تیز نگاہ کا مالک تھا میں نے فوراً اس کو دیکھ لیا اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کرنا شروع کیا (وہ سامنے ہی تو ہے) آپ اسے نہیں دیکھ رہے ہیں آپ نے فرمایا میں عنقریب اس کو بستر پر لیٹے ہوئے دیکھ لوں گا۔

پھر انہوں نے ہمیں اہل بدر (کفار ومشرکین) سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی خبر بیان کرنی شروع فرمائی کہ رسول معظم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ سے ایک دن قبل کفار ومشرکین کے مقامات ہلاکت اور قطعہ ہائے قتل دکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے ھذا مصرع فلان غداً انشاء اللہ۔ ھذا مصرع فلان غداً انشاء اللہ یہ جگہ کل کو فلاں شخص کی جائے ہلاکت ہوگی اور یہ جگہ فلاں کا مقتل ہوگا (دوسرے دن حسب ارشاد وہ ہلاک ہو رہے تھے) اور ان مقامات پر ہی ہلاک ہو رہے تھے جن کے متعلق نبی خدا علیہ التحیۃ والثناء نے خبر دے دی تھی۔

فرماتے ہیں میں نے حبیب کریم علیہ السلام سے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا یہ کفار بالکل ان مقامات سے متجاوز نہیں ہوئے (جن کی آپ نے نشاندہی فرمائی تھی) بلکہ انہیں جگہوں پر گر کر ہلاک ہو رہے ہیں۔ اس روایت کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم جنگ خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے آپ نے ایک شخص جو اسلام کا دعویدار تھا، کے متعلق فرمایا کہ یہ اہل نار سے ہے اور دوزخی ہے۔

جب ہم جنگ میں مصروف ومشغول ہوئے تو اس شخص نے بے جگری کے ساتھ حرب وقتال میں حصہ لیا اور زخمی ہوا اور مر گیا۔ بارگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں عرض کیا گیا جس شخص کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ یہ جہنمی ہے اس نے آج بہت سخت لڑائی لڑی اور اسی دوران زخمی ہو کر مر گیا (تو وہ ہمارے خیال میں (اور بنظر ظاہر) تو شہداء کے اندر داخل ہوگیا ہے) آپ نے فرمایا نہیں نہیں وہ آگ میں داخل ہوگیا ہے۔

قریب تھا کہ بعض لوگ ریب وتردد میں پڑیں کہ آواز آئی وہ ابھی مرا نہیں ہے بلکہ اس کو شدید زخم لگے ہیں جب رات آئی تو وہ شخص زخموں کی تاب نہ لا سکا اور اس نے بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ آپ کی خدمت میں اس کی حالت وفات اور خودکشی کا قصہ عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ اکبر اشھد انی عبدہ ورسولہ۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں سوائے مسلمان کے اور کوئی شخص نہیں جا سکتا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی امداد ونصرت فاسق وفاجر آدمی کے ساتھ بھی فرما دیتا ہے لہٰذا

کسی کی تائیدِ دین اور نصرت اسلام اس کے متقی و پارسا ہونے اور جنتی ہونے کی دلیل نہیں ہے جب دوسرے اعمال صالحہ موجود نہ ہوں اور خاتمہ بالخیر نہ ہو)

امام بخاری و مسلم نے اس روایت کو سہل و سعد کی سند سے نقل فرمایا ہے۔

حضرت ابو حمید ساعدی سے مروی ہے کہ ہم غزوہ تبوک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو آپ نے فرمایا۔ آج رات سخت آندھی چلے گی لہٰذا اُس وقت کوئی شخص اُٹھ کر باہر نہ جائے اور جن کے اونٹ وغیرہ ہیں، وہ ان کو مضبوطی کے ساتھ باندھیں۔

حضرت ابو حمید فرماتے ہیں۔ ہم نے سواریوں کو بڑی مضبوطی کے ساتھ باندھا جب رات آئی تو سخت آندھی چلی۔ ایک آدمی اس وقت اُٹھا تو آندھی نے اس کو اٹھا کر قبیلہ طے کے پہاڑوں میں جا پھینکا اس روایت کو امام بخاری و مسلم نے نقل فرمایا ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ زوی لی الارض فرءیت مشارقھا و مغاربھا۔ اللہ تعالٰی نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا ہے۔ میں نے اس کے مغربی اور مشرقی کناروں تک کو دیکھ لیا ہے اور میری اُمت کی سلطنت (بالآخر) وہاں تک جا پہنچے گی جہاں تک سمیٹ کر اسے میرے سامنے کیا گیا ہے اور یقین جانیے مجھے سُرخ و سفید دونو خزانے عطا کر دیے گئے ہیں۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا جبکہ آپ بنظر ظاہر بے اختیار تھے اور علاقہ پر آپ کی حکومت و سلطنت نہیں تھی۔ لیکن جو خبر دی وہ بالکل درست نکلی اور آپ کی اُمت کی سلطنت و حکومت مشرق میں ترکستان تک پھیلی اور مغرب میں بربر اور بحر اندلس تک۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ رواہ مسلم۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے پاس تشریف لائے جب کہ میں مسجد نبوی میں لیٹا ہوا تھا۔ آپ نے پاؤں مبارک کے ساتھ مجھے ٹھوکر ماری تو میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا اس وقت تو کیا کرے گا جب کہ تجھے مدینہ منورہ سے نکل جانے کو کہا جائے گا؟ میں نے عرض کیا میں مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے گھر کی طرف رجوع کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ جب وہاں سے نکالا جائے گا تو پھر ردِ عمل کیا ہو گا؟ میں نے عرض کیا کہ تلوار سے کر اس شخص کو ٹھکانے لگا دوں گا جو مجھے وہاں سے بھی نکالنا چاہے گا۔ آپ نے فرمایا۔ عقرا (ہاتھ پاؤں کٹیں اس شخص کے جو ایسے عزائم اور ارادے رکھے، یہ زبان زد کلمہ ہے

محاورات میں بوقت استعمال لفظی معانی مراد نہیں لیے جاتے) ایسے نہ کرنا بلکہ وہ جدھر تجھے کھینچیں ادھر ہی کھنچ جانا اور جدھر چلائیں اور دھکیلیں ادھر ہی چل دینا۔ اگرچہ یہ اقدام کرنے والا سیاہ فام غلام ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مجھے ربذہ کی طرف جلاوطن کیا گیا تو وہاں نماز ادا کی۔ ایک سیاہ فام غلام جو صدقہ کے جانوروں کو چرانے پر مامور تھا وہاں آیا۔ جب مجھے دیکھا تو واپس لے جانے اور مدینہ منورہ پہنچانے کے متعلق عرض کیا میں نے کہا نہیں تم اپنے حال پر رہو (اور مجھے اپنے حال پر رہنے دو) میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کروں گا (اور اسی جگہ پر رہوں گا جہاں مجھے حاکم وقت نے رہنے کو کہا ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دن رسالتمآب علیہ افضل الصلوٰۃ نے ہمیں وعظ و نصیحت کی اور فرمایا جو شخص اپنے کپڑے کو اس وقت تک بچھائے رکھے گا جب تک میرا وعظ ختم نہیں ہو جاتا اور پھر اس کو اپنے سینہ سے لگائے گا تو وہ جو کچھ مجھ سے سنے گا اسے کبھی نہیں بھولے گا۔

میں نے اپنے کپڑے کو یا اپنے کمبل کو بچھا دیا۔ آپ کا سلسلہ کلام ختم ہوا تو اس کو اپنے سینہ کے ساتھ لگایا۔ بخدا اس دن کے بعد میں نے جو کچھ بھی حبیب پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوات سے سنا ہرگز نہیں بھولا؎ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت عبداللہ بن رافع سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت مقداد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ جاؤ خاخ والے باغیچہ کے پاس ایک عورت جا رہی ہے اور اس کے پاس ایک خط ہے (جس میں ہماری مخبری اور جاسوسی کی گئی ہے) وہ اس سے لے لو۔ ہم حسب الارشاد گھوڑے دوڑاتے ہوئے چلے حتیٰ کہ اس باغیچہ میں پہنچے۔ ناگاہ ایک عورت وہاں مل گئی۔

ہم نے کہا تیرے پاس جو خط ہے وہ نکال۔ اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا خط نکال کر دے دے۔ یا پھر کپڑوں کی تلاشی دینی پڑے گی۔ تو اس نے خط نکال کر دیدیا۔ ہم وہ خط لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر

؎ جس ذات اقدس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اسقدر حافظہ عطا فرما دیا۔ خود ان کے حافظے کا عالم کیا ہوگا۔ جو لوگ بات بات پر آپ کی طرف بھول چوک کی نسبت کرتے ہیں اُن کے لیے یہ حدیث محل عبرت ہے۔ نیز نسیان لوازم الانسان سے ہے لیکن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدرتِ خداداد سے اس کو تبدیل فرما دیا تو یہ امور تکوینیہ میں اختیار کی واضح دلیل ہے۔ نیز آپ کی عطا صرف اموال یا علم تک محدود نہیں بلکہ عام ہے۔ اللہ یعطی وانا قاسم۔ ہر نعمت اللہ تعالےٰ مجھے عطا فرماتا ہے اور میں اس کو تقسیم کرتا ہوں۔ فصلی اللہ علی حبیبہ وآلہ واصحبہ۔

ہوئے (وہاں کھول کر پڑھا گیا تو خط یوں شروع ہوتا تھا)

"حاطب بن ابی بلاقہ کی طرف سے۔ اہل مکہ کے فلاں فلاں افراد کی طرف (جو کہ مشرک تھے)" اور خط میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ ہونا بیان کیا گیا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ اے حاطب تو نے یہ کیا کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ذرا ٹھہریں میری عرض سماعت فرمالیں۔ میں قریش میں رہتا تھا مگر ان میں سے نہیں تھا۔ جتنے دوسرے مہاجرین صحابہ ہیں سب کی وہاں رشتہ داریاں ہیں اور ان کے قریبی اُن کے بال بچوں کی حفاظت اور دیکھ بھال کرتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ قرابت اور رشتہ داری نہیں تو ان پر یہ احسان کر دوں تا کہ اس کی بدولت وہ میرے اہل وعیال کی حفاظت ونگرانی کریں۔ میں نے جو قدم اٹھایا ہے نہ کفر وارتداد کے پیش نظر ہے اور نہ ہی اسلام کے بعد کفر پر رضامندی کی بنا پر (العوذ باللہ) جبکہ یہ بھی یقین تھا کہ اللہ تعالےٰ کی نصرت ومدد آپ کے شامل حال ہے وہ آپ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں خواہ جتنے چوکنے اور چوکس ہو جائیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غور سے سن لو۔ انہوں نے صحیح صحیح بات بیان کی ہے اور سچ سچ کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے اجازت فرمائیں میں اس شخص کی گردن اڑا دو جس نے عملی طور پر نفاق کا مظاہرہ کیا ہے اور منافقین کا طور طریقہ اختیار کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حاطب غازیان بدر سے ہیں اور آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے بدری صحابہ اور مجاہدین اولین کے دلوں میں جھانک کر اعلان فرمایا ہے۔

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔ جو بھی چاہو کام کرو میں مواخذہ نہیں کروں گا۔ میں نے تم کو بخش دیا ہے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرمارہے تھے۔ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما حالت سجود میں آپ کی پشت اقدس پر چڑھ کر بیٹھ جاتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان النبی ھذا سیدٌ وسیصلح اللہ بہ بین فئتین من المسلمین۔

بیشک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب ان کی بدولت اللہ رب العزت مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے۔ جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو اتنی سخت آندھی چلی کہ سوار کو سواری سے گرا دیتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آندھی مدینہ منورہ میں ایک منافق کے مرنے کی وجہ سے چل رہی ہے۔ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے

تو واقعی منافقین میں سے ایک بہت بڑا منافق اسی دن جہنم واصل ہو چکا تھا۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں بارگاہِ نبوی میں حاضر تھا کہ ایک آدمی نے حاضر ہو کر تفر و فاقہ کی شکایت کی۔ پھر دوسرے نے حاضر ہو کر راستہ کے خطرات اور ڈاکہ زنی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا اے عدی کیا تم نے حیرہ کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا میں نے دیکھا تو نہیں البتہ اس کے متعلق لوگوں سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تمہاری زندگی طویل ہو گی تو ضرور دیکھو گے کہ عورت تن تنہا حیرہ سے چل کر کعبہ کے گرد طواف کرے گی اور اُسے اللہ تعالےٰ کے علاوہ اور کسی کا ڈر اور خوف نہیں ہو گا۔

میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اس وقت قبیلہ طے کے اوباش اور آوارہ لوگ کہاں ہوں گے جنہوں نے ڈاکہ زنی اور لوٹ سے علاقوں میں فساد برپا کر رکھا ہے اور گویا آگ لگا رکھی ہے۔

آپ نے فرمایا اگر تمہاری عمر دراز ہوئی (تو دیکھو گے کہ) کسریٰ کے خزانے فتح کر لیے جائیں گے اور اہل اسلام قبضہ میں کر لیں گے۔ میں نے عرض کیا کسریٰ بن ہرمز کے خزانے؟ آپ نے فرمایا ہاں کسریٰ بن ہرمز!

اور اگر زندگی نے تمہارے ساتھ وفا کی تو دیکھو گے کہ ایک آدمی مٹھی بھر سونا اور چاندی لے کر ایسے لوگوں کو تلاش کرتا پھرے گا جو اس کو قبول کر لیں (حاجتمند اور فقراء ہوں اور اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے اس کو لے لیں) مگر اس کو کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا۔

حضرت عدی فرماتے ہیں۔ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عورتوں کو تن تنہا حیرہ سے چل کر کعبہ مبارکہ کے گرد طواف کرتے دیکھا ہے جن کو اللہ تعالےٰ کے علاوہ اور کسی سے کوئی ڈر خوف نہیں ہوتا تھا اور میں اُن لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو بزور شمشیر حاصل کیا اور اگر تمہاری زندگیاں دراز ہوئیں تو تم اس امر کا مشاہدہ بھی کر لو گے جس کی حضور اکرم ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ایک آدمی سونا چاندی ہاتھ میں لے کر ضرورت مند لوگوں کو تلاش کرتا پھرے گا۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ کے باغات میں سے ایک باغ میں تھے (جس کی چار دیواری تھی) ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھولنے کا تقاضا کیا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دیدو۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر دوسرے شخص نے دروازہ کھولنے کی استدعا کی آپ نے فرمایا اس کو بھی اندر آنے کی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی سُنا دو۔ میں دروازہ کھول کر دیکھا تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے ان کو اندر آنے کی اجازت دے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنت کی بشارت بھی دی۔ پھر تیسرے آدمی نے اذن طلب کیا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اوٹ لگا کر بیٹھے تھے۔ آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور مجھے فرمایا۔ دروازہ کھول دو اور اذن لینے والے کو جنت کی بشارت دیدو مگر اس امتحان و آزمائش کے بعد جس میں ان کو مبتلا ہونا پڑے گا۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور جنت کی بشارت دی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اطلاع دی۔ تو انہوں نے کہا اللہ المستعان۔ اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلبگار ہوں وہ ہی مدد طلب کرنے والوں کا ملجا و ماویٰ ہے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک تم اس قوم سے قتال نہ کر لو جن کے جوتے بالوں سے بنے ہوئے ہوں گے اور قیامت نہ ہو گی جب تک تم ترکوں کے ساتھ جنگ نہ لڑو گے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی چہرے سرخ ناک چپٹے اور چپکے ہوئے اور ان کے منہ چوڑائی اور گوشت کی موٹائی کے لحاظ سے یوں معلوم ہوں گے جیسے کہ کوٹ کر پھیلائی ہوئی ڈھال۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ہم بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے اور آپ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ آپہنچا جو کہ بنو تمیم میں سے تھا۔ اور آکر عرض کیا یا رسول اللہ عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا تیرے لیے ہلاکت ہو! کون عدل کرے گا اگر میں عدل نہیں کروں گا۔ اگر میں عادل نہیں ہوں تو پھر تو بہت بڑے خسارے میں ہے اور خائب و خاسر (کہ مجھ جیسے شخص کو نبی و رسول اور اپنا مقتدا و پیشوا بنا رکھا ہے)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے اجازت فرما دیں، میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو (ابھی اس کے اور بھی ساتھی پیدا ہوں گے) جن کی نمازوں کے مقابل تم اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابل ناقابل اعتبار سمجھو گے۔ وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن قرآن ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا (لہذا اس میں تدبر و تفکر سے محروم رہیں گے) وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جس طرح کہ تیر شکار سے پار نکلتا ہے۔ شکاری تیر اٹھا کر اس کے پھل کو دیکھتا ہے تو اسے اس پر کوئی اثر اور نشان نظر نہیں آتا۔ قبضہ کو دیکھتا ہے۔ تو وہاں کچھ نظر نہیں آتا۔ اس کے دستہ کو بغور دیکھتا ہے تو اس میں بھی کوئی علامت شکار کو لگنے کی نظر نہیں آتی۔ پھر دستہ پر لگے ہوئے پروں کو دیکھتا ہے (جو تیر کو نشانے پر گرانے کے لیے لگائے جاتے ہیں) وہاں بھی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔ وہ اس تیزی سے پار نکلا کہ گوبر اور خون وغیرہ سے سبقت لے گیا (اور یہ لوگ بھی دین سے اس تیزی کے ساتھ پار نکلے کہ دل و دماغ پر تو اس کا اثر کیا ہوتا ظاہری وجود پر بھی دین و ایمان نام کی کوئی شے دیکھنے والے کو نظر نہیں آسکتی) ان

کی علامت اور نشانی یہ ہے کہ ان کا پیشوا اور رہبر ایک سیاہ فام آدمی ہوگا اس کا ایک عضو (کہنی اور کندھے کا درمیانی حصہ) عورت کے پستان کی مانند ہوگا یا گوشت کے لوتھڑے کی مانند جو مضطرب و متحرک ہوگا اور وہ لوگ اس وقت نکلیں گے جب مسلمانوں میں باہم افتراق و انتشار پیدا ہو چکا ہوگا۔

حضرت ابوسعید فرماتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سُنی اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان کے ساتھ قتال کیا اور میں آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے اس کو تلاش کرنے کا حکم دیا (وہ قتل ہو چکا تھا اور سب مقتولین کے نیچے پڑا تھا اسے وہاں سے نکال کر) آپ کے سامنے لایا گیا تو میں نے اس کو حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق پایا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ خیبر کے دن حضرت صفیہ بنت حی کو لایا گیا اور اُن کے بھائی اور خاوند کو جن کو آپ نے اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ کوئی امر جس کے متعلق اُن سے دریافت کیا جائے گا، نہیں چھپائیں گے اور کوئی چیز چھپائیں گے تو ان کا خون حلال ہوگا۔ ان میں سے ایک تو سچ بولا اور کوئی چیز نہ چھپائی لیکن جو حضرت صفیہ کا خاوند تھا اُس نے اونٹ کے چمڑے کو جس میں بہت سے زیورات تھے، چھپا لیا۔ آپ نے فرمایا اے کنانہ تو نے تو عہد کیا تھا کہ ہم سے کوئی چیز نہیں چھپائے گا تو وہ اونٹ کے چمڑے سے بنا ہوا زیورات سے بھرا ہوا مشکیزہ کدھر ہے۔ اس نے کہا میں نے تم سے کوئی چیز نہیں چھپائی حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے اس مکان کی نشاندہی فرمائی جہاں وہ مدفون تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ وہ فلاں جگہ مدفون ہے۔ جب اس کو نکال کر لایا گیا تو آپ نے ان دونو کو قتل کر دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ ان کو قتل کر دیا گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ (حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا) کا ہاتھ پکڑ لو۔ وہ جب آپکا ہاتھ پکڑ کر دونو قبیلوں کے درمیان سے گذرے تو سرور عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کو پسند نہ فرمایا اور یہ اظہار ناپسندیدگی آپ کے چہرہ انور سے نمایاں تھا۔

آپ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اختیار دیا کہ چاہو تو تمہیں آزاد کر دیتے ہیں اور تم اپنے بقایا افراد قبیلہ کے پاس چلی جاؤ اور چاہو تو اسلام لے آؤ اور میں تمہیں اپنی زوجہ بنا لوں گا انہوں نے عرض کیا میں اللہ تعالٰے اور اُس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرتی ہوں۔ آپ نے ان لوگوں کو جو وہاں جمع ہو چکے تھے، فرمایا اپنی ماں (حضرت صفیہ ام المومنین) سے دور ہٹ جاؤ۔ (آپ نے اُن کو اپنے پیچھے سواری پر سوار فرمایا) حتیٰ کہ جب خیبر سے چھ میل دور نکلے تو راہ سے ایک طرف ہٹے تاکہ اُن کے ساتھ مباشرت فرمائیں لیکن انہوں نے آمادگی ظاہر نہ کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کا بہت احساس ہوا مگر آپ نے اس

کا اظہار نہ فرمایا۔ حتیٰ کہ جب مقام صہبا پر پہنچے تو آپ ایک ٹیلے کی طرف مائل ہوئے۔ اس وقت انہوں نے زفاف پر آمادگی ظاہر کی آپ نے دریافت فرمایا کہ قبل ازیں آمادگی ظاہر نہیں کی تھی۔ انہوں نے عرض کیا مجھے وہاں حالت عروسی سے قرب یہود مانع تھا اور اب وہ بہت دور رہ گئے ہیں لہٰذا مانع باقی نہیں رہا۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ خیمہ کے گرد پہرہ دیتے رہے۔ جب آپ نے قدموں کی آواز سُنی تو دریافت فرمایا کون ہے؟ آنیوالے نے عرض کیا میں ابو ایوب خالد بن زید ہوں۔ فرمایا تجھے کیا ہے اور خیمہ کے اردگرد کیوں پھر رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا میں آج ساری رات نہیں سویا کیونکہ مجھے آپ پر اس عورت سے خطرہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ جا کر آرام کریں (مجھے اُن سے کوئی خطرہ نہیں ہے)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو سفیان کے ساتھ طواف میں آمنا سامنا ہوا تو آپ نے فرمایا اے ابو سفیان کیا تیرے اور ہندہ کے درمیان ایسا ایسا معاملہ نہیں ہوا تو جناب ابو سفیان رضی اللہ عنہ دل ہی میں غمگین ہوئے کہ ہندہ نے واقعی راز افشا کر دیا ہے۔ میں اس کے ساتھ یہ سلوک کروں گا اور اس کو یوں سزا دوں گا۔ جب آپ طواف سے فارغ ہوئے تو ابو سفیان سے ملاقات فرمائی اور فرمایا کہ ہندہ پر کوئی سختی اور تشدد نہ کرنا اس نے تیرے راز کو فاش نہیں کیا۔ جناب ابو سفیان نے عرض کیا اشھد انک رسول اللہ آپ کو کس نے بتلایا کہ میں دل ہی میں ہندہ پر ظلم و زیادتی اور تشدد و سختی کا سوچ رہا تھا؟ (یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے راز کا اعلام بھی ہے اور دل میں جوابی کارروائی کے متعلق خیال لانے کا اعلام بھی ہے۔ فصلی اللہ علی حبیبہ تدارحسنہ وجمالہ۔

عاصم بن کلیب کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے ایک انصاری کی زبانی بتلایا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نکلا جبکہ میں نوخیز بچہ تھا۔ ہمیں ایک شخص سامنے سے آتا ہوا ملا جس نے عرض کیا یا رسول اللہ فلاں عورت نے آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی دعوت کی ہے اور کھانا تیار کیا ہے آپ بمع اپنے ہمراہیوں کے تشریف لے گئے اور ہم چھوٹی عمر والے بھی وہاں بیٹھے جیسے کہ بیٹے اپنے آباء کے ساتھ ادب و احترام سے بیٹھتے ہیں۔

کھانا لایا گیا جب آپ نے اور آپ کے صحابہ نے ہاتھ کھانے پر رکھا اور کھانے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا لقمہ منہ میں ڈال کر اس کو منہ میں ہی پھیر رہے ہیں اور پیٹ کی طرف جانے نہیں دیتے تو انہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے۔ آپ نے اس لقمہ کو باہر پھینک دیا اور فرمایا۔

لحم شاۃ اخذت بغیر اذن اھلھا۔ یہ اس بکری کا گوشت ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کر کے ذبح کی گئی ہے۔

وہ عورت اُٹھ کر کھڑی ہوگئی اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ارادہ کیا کہ آپ کو اور آپ کے صحابہ کو کھانے پر جمع کروں۔ میں نے نقیع (مویشیوں کی منڈی کا نام) کی طرف آدمی بھیجا مگر کوئی فروختنی وخریدنی جانور دستیاب نہ ہوا۔ پھر میں نے اپنے بھائی کی طرف آدمی بھیجا کہ اپنی بکری مجھے دیدو مگر وہ گھر پر نہیں تھے تو گھر والوں نے بکری بھیج دی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں منبر پر تشریف فرما تھے اور جنگ موتہ میں شہید ہونے والے سپہ سالاروں کی خبر شہادت دیتے جا رہے تھے۔ پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی خبر شہادت دی۔ پھر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی اور بعد ازاں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی۔ پھر فرمایا۔ اب علم جہاد کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک عظیم تلوار ہیں (اور اللہ تعالےٰ کی تلوار کو نہ کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ روک سکتا ہے لہٰذا ان کو فتح حاصل ہوگئی ہے)۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے مجھے ایک عورت کی طرف (اس کے حسن وجمال کا اندازہ لگانے کے لیے) بھیجا تو میں نے آپ سے عرض کیا۔ میں نے تو اس کو کسی اہمیت کی حامل نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا تو نے اس کے رخسار پر سیاہ تل دیکھا جس سے تیرے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوگئے (اتنا حسن دیکھ کر اور اس قدر متاثر ہو کر مجھے یہ جواب دے رہی ہو) تو آپ نے عرض کیا۔

ما دونك سرٌ و من يستطيع ان يكتمك۔ آپ سے کونسا راز پوشیدہ ہے اور کس میں طاقت ہے کہ آپ سے کوئی چیز چھپا سکے۔

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خندق کے موقعہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے بعد ہم اُن پر حملہ آور ہو کر جائیں گے اور وہ لوگ ہم پر حملہ آور ہونے کی جرائت نہیں کرسکیں گے۔ اللہ رب العزت نے آپ کے فرمان کو سچا کر دکھایا اور بعد ازاں آپ ہی حملہ آور ہوئے، وہ حملہ کی جرائت نہ کرسکے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا دین غالب ہو کر رہے گا حتیٰ کہ سمندروں سے پار جا پہنچے گا اور مجاہدین اسلام اپنے گھوڑے سمندروں میں سے پار لے کر نکلیں گے اور اللہ تعالےٰ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

حضرت عثمان بن صہیب اپنے باپ صہیب رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن حبیب کریم

علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ یہ بتلاؤ پہلے لوگوں میں سے بدبخت شخص کون تھا۔ آپ نے عرض کیا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کیا اور پاؤں کاٹے (اور خلق خدا کو اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ کی عظیم علامت اور نشانی سے محروم کیا) آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک جواب دیا ہے۔ یہ بتلاؤ پچھلے لوگوں اور آنے والوں میں سے سب سے بدبخت کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا معلوم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص آپ کو کنپٹی پر وار کر کے شہید کر دے گا (یوں لوگوں کو سرچشمۂ ولایت کے فیوض و برکات سے محروم کرے گا اور وہ بھی لذت نفس اور خواہش نفسانی کے پیش نظر)

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اہل عراق کو فرماتے تھے بخدا میں چاہتا ہوں اور پسند کرتا ہوں کہ کوئی بدبخت اٹھتا اور اس اور اس جگہ یعنی داڑھی مبارک اور سر اقدس کی اسی جانب کو خون آلود کرتا اور میں درجۂ شہادت کو پالیتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ ہم طائف سے نکلے اور ایک قبر کے قریب سے گذرے کہ یہ قبر ابورغال کی ہے جو کہ قبیلہ ثقیف کا مورث اعلیٰ تھا اور قوم ثمود سے تھا۔ جب تک حرم میں تھا، قہر خداوندی اور عذاب سماوی سے محفوظ رہا۔ جب حرم مکرم سے نکلا تو جو عذاب اس کی قوم پر نازل ہوا تھا وہ اس کو بھی آپہنچا۔ اور اس کو یہیں دفن کر دیا گیا (اس امر کی تصدیق کرنی ہو کہ واقعی یہ ابورغال کی قبر ہے) تو اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ساتھ قبر میں سونے کی چھڑی اور سلاخ بھی مدفون ہے اگر تم قبر کو کھودو تو اس کو پالو گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے فوراً قبر اکھیڑ دی اور وہاں سے حسب فرمان وہ چھڑی اور سلاخ نکال لی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس رات اسود عنسی (مدعی نبوت) قتل ہوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آسمان سے خبر اور وحی نازل ہوئی تاکہ ہمیں بشارت دیں تو آپ نے فرمایا آج رات اسود عنسی قتل کر دیا گیا ہے اور اس کو بابرکت جوان نے قتل کیا ہے۔ عرض کیا گیا وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ فیروز کیونکہ وہ فیروز اور کامیاب ہے یعنی نام جیسا تھا کام بھی ویسا ہی کیا۔

ام ذر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا وقت وصال آیا تو میں رونے لگی آپ نے فرمایا رو نہیں بلکہ بشارت سنو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جماعت کے متعلق فرماتے سنا جن میں میں بھی تھا کہ تم میں سے ایک آدمی جنگل میں فوت ہو گا جس کے جنازہ اور کفن و دفن میں مومنین کی ایک عظیم جماعت شامل ہو گی۔ اس جماعت میں سے ہر شخص یا اپنے دیہات اور آبادی میں فوت ہوا اور یا جماعت رفقاء کے اندر اور صرف میں ہی وہ شخص ہوں جو چٹیل میدان اور جنگل میں تنہائی کے عالم میں فوت ہو رہا ہوں۔ بخدا نہ میں نے

جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے لہٰذا راہ کی طرف دیکھو۔

میں نے کہا حجاج کرام حج سے فارغ ہو کر جا چکے اور راستے گذرنے والوں سے خالی اور منقطع ہو چکے، اب کون نظر آئے گا مگر ان کے کہنے پر ٹیلے پر دوڑ کر چڑھتی ادھر ادھر دیکھتی پھر ان کی تیمارداری اور خدمت کے لیے لوٹ آتی۔ ناگاہ کیا دیکھتی ہوں کہ چند آدمی اونٹوں پر سوار گذر رہے ہیں۔ میں نے کپڑا ہوا میں لہراتے ہوئے ان کو اشارہ کیا وہ جلدی آپہنچے اور دریافت کیا کیا بات ہے؟ میں نے کہا مسلمانوں میں سے عظیم مسلمان سیاق موت میں ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ میں نے کہا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ۔

انہوں نے کہا صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔ میں نے جواب میں کہا ہاں! تو انہوں نے اُن کو دعائیں دیتے ہوئے کہا ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کفن دیا اور پھر (نماز جنازہ پڑھ کر) دفن کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو گروہ اہل نار کے ہیں (جو بعد میں پیدا ہوں گے) میں نے اُن کو (چشم ظاہر سے) نہیں دیکھا۔ ان میں سے ایک گروہ تو اُن لوگوں کا ہے جن کے ہاتھوں میں گاؤ دم کی طرح چابک ہوں گے اور وہ لوگوں کو اُن کے ساتھ ماریں گے۔

اور دوسری جماعت عورتوں کی ہے جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی (کپڑوں کی باریکی کی وجہ سے یا بدن کے اکثر حصے ننگے ہونے کی وجہ سے) خود لوگوں کی طرف برائی کے لیے مائل ہوں گی اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کی کوہانوں کی طرح ایک طرف کو جھکے ہوں گے نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھیں گی۔ حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت (ستر سالہ راہ) سے سونگھی جا سکے گی۔

حضرت ابونوفل سے مروی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہید کر دیے گئے تو حجاج بن یوسف نے آپ کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی طرف آدمی بھیجا (تاکہ ان کو اپنے ہاں بلائے اُن کے انکار پر اس نے کہلا بھیجا خود بخود آجاؤ ورنہ میں ایسے شخص بھیجوں گا جو تمہیں بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے یہاں لائیں گے آپ نے کہا ہاں بھیجئے ایسے لوگ میں خود نہیں آؤں گی وہ خود اٹھا اور ناز و نخرے سے پھدکتا ہوا چلا اور جا کر کہا دیکھا میں نے تیرے بیٹے کے ساتھ کیا سلوک کیا انہوں نے کہا تو نے اس کی دنیا خراب کی اور اس نے تیری عاقبت تباہ کر دی)

—— میں نے رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء سے سنا کہ ثقیف میں ایک کذاب ہو گا اور ایک مفسد کذاب تو ہم نے دیکھ لیا یعنی مختار بن عبید رہا مفسد تو میرے خیال میں وہ تو ہی ہے (تو حجاج وہاں سے اُٹھ کر چلا آیا اور اُن کو کوئی جواب

نہ دیا۔

ابوہارون عبدی کہتے ہیں ہم جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ فرماتے۔ مرحباً بوصیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ خوش آمدید ہو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے لیے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ یقیناً لوگ تمہارے پاس زمین کے اطراف واکناف سے علم دین حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوں گے۔ جب وہ حاضر ہوں تو اُن کے ساتھ حسن سلوک سے کام لینا اور میری اس وصیتِ خیر کو قبول کر لو اور اسے ذہن میں بلکہ دل میں جگہ دو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھ سے (دین و مذہب) کے مسائل غور سے سنو اور آنے والے لوگ تم سے سُنیں گے اور پھر آنے والے اُن سے سنیں گے جو تم سے سنیں گے۔

حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ اُن کے ہاں تشریف لاتے تھے۔ جب جنگ بدر کا دن تھا تو انھوں نے آپ سے عرض کیا مجھے اجازت فرمائیں کہ میں بھی آپ کے ساتھ جہاد کے لیے نکلوں۔ مریضوں کی دیکھ بھال اور زخمیوں کی مرہم پٹی کروں گی۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالےٰ مجھے بھی شہادت نصیب فرمادے۔

حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اپنے گھر میں ہی ٹھہرو کیونکہ اللہ تعالےٰ یقیناً تمہیں یہیں شہادت عطا فرمادے گا۔ انہوں نے ایک لونڈی اور غلام کو اپنی موت کے بعد آزاد کر رکھا تھا یعنی مدبر بنا دیا تھا۔ آپ جب زیادہ عرصہ رہیں تو انھوں نے یہ سوچ کر کہ پتہ نہیں یہ کب فوت ہوں اور ہمیں مزید کتنا عرصہ غلامی میں گذارنا پڑے آپ کو کمبل میں باندھ دیا اور آپ کا سانس بند کر دیا حتیٰ کہ وصال ہو گیا۔ پھر وہ دونوں بھاگ گئے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا آپ کو صورتحال عرض کی گئی۔ آپ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تھے اور ہمیں بھی فرماتے تھے چلو شہید عورت کی زیارت کریں۔ پھر اس غلام اور لونڈی کو پکڑ لیا گیا اور (ثبوت جرم کے بعد) ان کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب جنگ بدر میں ستر کفار کے ساتھ حضرت عباس بھی قید ہو گئے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فدیہ طلب فرمایا تو انھوں نے عرض کیا میرے پاس تو مال نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا عباس وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت اُم فضل کے پاس رکھا اور

اس وقت صرف تم دونوں میاں بیوی تھے اور تیسرا کوئی فرد تمہارے ساتھ نہیں تھا اور تم کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں اور جنگ میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال فضل کے لیے ہے، اتنا حصہ تیرا ہے اور اتنا حصہ عبداللہ کا۔

انہوں نے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس مال کو میرے اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کو اس کا علم تھا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد بن اسحاق نے روایت کی ہے کہ عمیر بن وہب صفوان بن امیہ کے پاس بدر والے واقعہ کے بعد بیٹھا جب کہ وہ حطیم کعبہ میں تھا اور عمیر قریش میں شرارتی اور مفسد لوگوں میں شمار ہوتا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ایذا اور تکلیف پہنچایا کرتا تھا اور اس کا بیٹا وہب بن عمیر بدر کے قیدیوں میں شامل تھا۔ عمیر نے بدر کے کنوئیں میں پھینکے ہوئے کفار کے روساء کا اور ان پر آنے والی مصیبت کا ذکر کیا تو صفوان نے کہا بخدا ان کے بعد زندہ رہنے کا کوئی مزہ نہیں ہے اور نہ ایسی زندگی میں کوئی خیر و برکت ہے۔

عمیر بولا تو نے ٹھیک کہا ہے خدا کی قسم اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جس کی ادائی کے لیے میرے پاس مال نہیں ہے اور چھوٹے چھوٹے بال بچے نہ ہوتے جن کا کوئی سرپرست نہیں ہے اور ان کے ضائع ہونے کا مجھے سخت اندیشہ ہے تو میں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سوار ہو کر پہلی فرصت میں پہنچتا اور (خاکم بدہن) ان کو ٹھکانے لگا دیتا کیونکہ مجھے بھی ان سے دکھ پہنچا ہے اور میرا بیٹا ان کے ہاں قیدی بنا ہوا ہے۔

صفوان نے کہا تیرا قرض میرے ذمہ آگیا میں اس کو ادا کر دوں گا اور تیرے اہل و عیال میرے لیے بمنزلہ میرے اہل و عیال کے ہیں۔ ان کی دیکھ بھال اور خدمت و خاطر اسی طرح کی جائے گی جیسے کہ اپنے اہل و عیال کی اور ان سے وہی سلوک کیا جائے گا جو اپنے اہل و عیال سے کروں گا۔ عمیر نے کہا پھر اس معاملہ کو جو تیرے اور میرے درمیان ہے پوشیدہ رکھنا صفوان نے کہا ٹھیک ہے۔ میں اس راز کو فاش نہیں ہونے دوں گا۔

پھر عمیر نے اپنی تلوار کے متعلق حکم دیا کہ اسے اچھی طرح تیز اور زہر آلود کیا جائے۔ پھر گھر سے نکلا اور مدینہ منورہ پہنچ کر اپنی سواری مسجد نبوی کے دروازے پر بٹھائی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب اس کو دیکھا کہ اس نے تلوار حمائل کی ہوئی ہے جس نے ہمارے اور قوم قریش کے درمیان جنگ بھڑکائی اور ان کو جنگ و جدال پر آمادہ کیا۔

پھر وہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کا دشمن عمیر تلوار حمائل کیے ہوئے آپہنچا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ۔ انہوں نے آکر اس کی تلوار والے میان اور پٹے سمیت اس کو گریبان سے پکڑا اور انصار کو کہا کہ سبھی بارگاہ نبوی میں پہنچ جاؤ اور جاکر بیٹھو اور اس خبیث کے شر و فساد کا خیال رکھنا کہیں سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے کیونکہ اسکا اعتبار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ پھر آپ اس کو بارگاہ نبوی میں لائے۔ جب آپ نے اس کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو حمالہ سیف اور گریبان سے پکڑے ہوئے ہیں تو فرمایا اے عمر اس کو چھوڑ دیجئے۔ پھر عمیر کو فرمایا قریب آجا۔

جب وہ نزدیک آگیا تو اس نے عرض کیا انعم صباحًا۔ صبح بخیر! اور یہ اہل جاہلیت کا سلام تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالے نے تیرے تحفہ سلام کی نسبت بہتر تحفہ و تحیہ ہمیں عطا فرمایا ہے اے عمیر السلام علیکم اہل جنت کا تحیۃ اور تحفہ ہے۔ اچھا تو یہ بتا تو کیسے آیا ہے اور آنے کا موجب و باعث کیا ہے؟ اس نے عرض کیا میرا بیٹا جو تمہارے ہاتھوں میں قیدی اور اسیر ہے اس کا فدیہ دے کر چھڑانے کے لیے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو پھر تلوار کو گردن میں حمائل کرنے کا باعث کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالے ان تلواروں کا برا کرے۔ انہوں نے ہمیں کیا فائدہ دیا۔

آپ نے فرمایا سچی بات تبلا کس مقصد کے لیے آیا ہے۔ اس نے کہا میں صرف اور صرف اسی مقصد کے لیے آیا ہوں (جو تبلا چکا ہوں) آپ نے فرمایا جھوٹ بول رہا ہے تو اور صفوان حطیم کعبہ میں بیٹھے تھے اور تم نے قریش کے ہلاک شدگان کا تذکرہ کیا اور کنوئیں میں پھینکے جانے والے مرداروں کا۔ پھر تو نے کہا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جس کی ادائی فی الحال ممکن نہیں ہے اور چھوٹے چھوٹے بال بچے نہ ہوتے تو میں جاکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیتا۔ پھر صفوان نے تیرا بوجھ اٹھانے کا عہد کیا۔ قرضہ ادا کرنے اور اہل و عیال کا نفقہ برداشت کرنے کا ذمہ اٹھایا۔ اس شرط پر کہ تو مجھے قتل کرے۔ لیکن اللہ تعالے میرے درمیان اور تیرے اس برے ارادے کے درمیان حائل ہے اور میرا محافظ و نگران ہے۔

عمیر نے کہا اشھد انك رسول اللہ۔ ہم قبل ازیں آپ کی رسالت سے انکار کرتے تھے مگر یہ ایسا واقعہ ہے جس میں میرے اور صفوان کے علاوہ اور کوئی حاضر و شاہد نہیں تھا۔ بخدا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ کو اس کی اطلاع صرف اللہ تعالے نے ہی دی ہے۔ اس خدائے بزرگ و برتر کی حمد ہے جس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی اور مجھے اس راہ پر چلایا۔ پھر کلمہ شہادت پڑھا اور حلقہ اسلام میں داخل ہوگیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے اس بھائی کو دین اسلام کی تعلیم دو اور قرآن پڑھاؤ اور اس کا

قیدی بیٹا آزاد کردو۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ارشادِ نبوی کی تعمیل کی۔

پھر عمیر نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نورِ خداوندی کے بجھانے میں کوشاں تھا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا دین قبول کرتا اس کو سخت ایذاء اور تکلیف دیتا تھا اب میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ میں مکہ مکرمہ میں جا کر اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ اور دین اسلام کی دعوت دوں۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ انکو ہدایت نصیب فرمائے ورنہ میں اُن کو اسی طرح زک پہنچاؤں گا جس طرح آپ کے اصحاب کرام علیہم الرضوان کے لیے موجب اضطراب اور پریشانی بنا رہا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمیر کو رخصت عطا فرمائی۔ وہ مکہ مبارکہ میں پہنچے اور جب عمیر مدینہ منورہ کی طرف غلط ارادہ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے تو صفوان بن امیہ قریش کو کہا کرتا تھا تمہیں عنقریب ایک عظیم واقعہ کی بشارت ملے گی جو تمہیں بدر والی مصیبت بھلا دے گی۔

صفوان آنے جانے والے سواروں سے حضرت عمیر کے متعلق دریافت کرتا رہتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک سوار نے اس کو حضرت عمیر کے اسلام کی خبر دی تو اُس نے قسم کھالی کہ میں نہ تو عمیر سے کلام کروں گا اور نہ ہی اس کو کسی قسم کا نفع پہنچاؤں گا۔ جب عمیر مکہ مکرمہ میں پہنچے تو لوگوں کو دعوت اسلام دیتے رہے اور مخالفین کو طرح طرح ایذائیں پہنچاتے رہے چنانچہ بہت سے لوگ اُن کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ علامہ ابوالوفاء ابن عقیل نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غیبی امور اور آنے والے واقعات سے متعلق خبریں دینا انتہائی پرخطر امر تھا کیونکہ اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کو ان کی پیشگوئیوں نے رسوا و ذلیل کیا جن کی مدار محض تخمین اور ظن و گمان پر ہوتی تھی لہٰذا وہ خلاف واقعہ نکلتیں اور وہ لوگوں کے سامنے ذلیل و خوار ہو جاتے۔

اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مثلاً) ابولہب کے متعلق اعلان فرمایا سیصلیٰ ناراً ذات لہب۔ وہ عنقریب دہکتی آگ میں داخل ہوگا۔ (اور حالت کفر میں مرے گا) اگر وہ اسلام لے آتا تو اس میں نبی خدا علیہ التحیۃ والثناء کی کتنی سبکی اور جگ ہنسائی ہوتی۔ لہٰذا آپ نے انجام و عواقب کا پوری طرح جائزہ لے کر اعلان فرمایا۔ آپ کے اس قسم کے اعلانات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے دعاوی میں کتنا اعتماد اور وثوق تھا۔ اور الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثابت قدم رکھا اور آپ نے ایسی مضبوط بنیاد رکھی تھی جسکے موجب تہمت امور سے گرنے کا کوئی اندیشہ نہیں تھا بلکہ وہ درحقیقت اس ذات اقدس سے صادر ہونے والی اساس و بنیاد تھی جو اتمام و اکمال پر پوری طرح قادر ہے۔ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

سولھواں باب

پتھروں کا نبی العالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موم کیطرح نرم ہوجانا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان تین دن تک مسلسل خندق کھودتے رہے اور کھانا چکھا بھی نہیں تھا۔ بعض صحابہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا ہمارے حصہ میں خندق کے اندر ایک ایسی چٹان نمودار ہوئی ہے جو ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ آپ نے فرمایا اس جگہ ذرا پانی چھڑکو۔ پھر آپ نے کدال ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر تین ضربیں اس پر لگائیں تو وہ ریت کی طرح بہنے لگ گئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نگاہ اٹھائی اور غور سے دیکھا تو آپ نے پیٹ مبارک پر پتھر باندھا ہوا تھا۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو خندق میں ایک جگہ ایک سخت چٹان سی رونما ہو گئی جس پر کدالیں وغیرہ اثر ہی نہ کرتی تھیں۔ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں اس کی شکایت کی، آپ تشریف لائے، کدال ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر ایک ضرب لگائی جس سے اس چٹان کا ایک تہائی حصہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ آپ نے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا اور فرمایا مجھے شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بخدا میں اس کے سرخ محلات کو اپنی اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر دوسری بار ضرب لگائی اور دوسری تہائی کو توڑ دیا اور فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔ بخدا میں (اپنے اس مقام سے) مدائن کو اور اس کے سفید محلات کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری بار بسم اللہ پڑھ کر اس پر ضرب لگائی اور بقیہ حصہ کو ریت کی طرح کر کے رکھ دیا اور فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک یمن کی چابیاں دے دی گئی ہیں، اور بخدا میں صنعا کے ایوان کو اپنے اس مقام پر کھڑا ہو کر دیکھ رہا ہوں۔

سترھواں باب

کھجور کے خشک تنے کا آپ کے فراق میں آہ وزاری کرنا

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایک ستون کا سہارا لے کر خطبہ دیتے تھے۔ ایک انصار عورت نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میرا ایک غلام بڑھئی ہے کیا میں اس کو یہ حکم نہ دے دوں کہ وہ آپ کے لیے منبر تیار کرے جس پر تشریف فرما ہو کر آپ خطبہ دیں آپ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں۔

اس غلام نے منبر تیار کیا جب جمعہ کا دن آیا تو حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے منبر پر تشریف ارزانی فرمائی اور خطبہ دیا تو وہ ستون جس کے ساتھ سہارا لگا کر آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرماتے تھے وہ اس طرح رویا جس طرح بچہ (ماں کی جدائی پر) روتا ہے تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ستون اس لیے رو رہا ہے کہ وہ ذکر جو میرے منہ (مبارک) سے قریب ہو کر سنتا تھا اس سے محروم ہو گیا ہے اور اس قرب کو گنوا بیٹھا ہے۔

حضرت ابی بن کعب کے بیٹے طفیل نے آپ سے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ اس امر کو پسند فرمائیں گے کہ میں آپ کے لیے منبر تیار کردوں جس پر جمعہ کے دن آپ خطبہ دیں تاکہ سبھی حاضرین جناب کے دیدار سے مشرف ہو سکیں اور آپ ان کو اپنا خطبہ سنا سکیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

انہوں نے منبر بنایا جس کے تین درجے تھے اور اسے اٹھا کر مسجد شریف میں اپنی جگہ پر نصب کیا گیا اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر کھڑے ہونے کا ارادہ فرمایا۔ جوں ہی آپ اس کی طرف چلے تو اس ستون نے اس زور سے چلانا اور رونا شروع کیا کہ قریب تھا کہ فرط غم واندوہ سے پھٹ جائے۔ رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور ستون پر دست رحمت وشفقت پھیرا حتیٰ کہ اس کو قرار وسکون حاصل ہو گیا۔

جب مسجد نبوی کو شہید کیا گیا اور اس میں تبدیلی کی گئی تو اس ستون کو ابی بن کعب نے اپنے قبضہ میں لے لیا اور وہ ان کے گھر پڑا رہا حتیٰ کہ بوسیدہ ہو گیا اور دیمک نے اس کو کھا لیا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء جمعہ کے دن ایک خشک لکڑی کے ساتھ پیٹھ مبارک لگا کر خطبہ دیتے تھے۔ جب لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ نے حکم دیا میرے لیے منبر بناؤ صحابہ رضی اللہ عنہم نے منبر تیار کیا جس کی دو سیڑھیاں تھیں۔ جب آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے کہ خطبہ دیں تو اس خشک ستون نے آہ وزاری کر کے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے شوق اور قلبی لگاؤ کا مظاہرہ کیا۔

حضرت انس فرماتے ہیں میں خود مسجد میں موجود تھا میں نے لکڑی سے ایسی آہ وزاری سنی جیسے کوئی محبت میں والہ اور شیدا ہو اور فراق محبوب کی وجہ سے درد وغم کا اظہار کر رہا ہو۔ وہ ستون اسی طرح آہ وبکا میں مصروف رہا حتیٰ کہ محبوب خدا وخلق صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو اپنی بغل میں لیا۔ تب اس کو سکون قرار نصیب ہوا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث بیان فرماتے تو رو دیتے اور پھر فرماتے اے اللہ کے بندو خشک لکڑی اپنے شوق و ذوق اور محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہوئے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی تعلق اور دلی رغبت کا اس انداز میں اظہار کرے اور اُن کے قرب خداوندی اور منصب محبوبیت کی قدر کرے تو تم اس امر کے زیادہ حقدار ہو کہ اُن کی ملاقات سے مشرف ہونے اور اُن کے جمال جہاں آرار کو دیکھنے کی تمنا کرو اور قسمت یاوری نہ کرے اور بخت مدد نہ کرے تو اس حسرت میں آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ستون کا سہارا لے کر خطبہ ارشاد فرماتے۔ جب منبر بنا یا گیا تو آپ اس کی طرف منتقل ہو گئے۔ ستون نے آہ وزاری شروع کی آپ نے اس کی حالت زار پر ترس کھاتے ہوئے اس کے پاس آکر اس پر دست شفقت ورحمت پھیرا۔ رواہ البخاری۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء خطبہ ارشاد فرماتے۔ ایک رومی شخص آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کو فرمایا میرے لیے منبر تیار کرو اس نے یہ منبر تیار کیا جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جب آپ اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے تو وہ ستون اس طرح دھاڑنے لگا جیسے اونٹنی اپنے بچوں کے لیے۔ آپ اتر کر اس کے پاس تشریف لائے۔ اُس کو سینہ اقدس سے لگایا تب وہ چُپ ہوا۔ اور آپ نے حکم دیا کہ اس کے لیے زمین میں گڑھا کھود کر اُسکو دفن کر دیا جائے۔

حضرت بریدہ کے بیٹے آپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو خطبہ طویل ہو جاتا اور آپ کو زیادہ دیر قیام کرنا پڑتا جو کہ آپ پر گراں گذرتا۔ کھجور کا ایک تنا لایا گیا اور گڑھا کھود کر اس کو زمین میں گاڑ دیا گیا اور آپ کے پہلو میں اس کو نصب کر دیا گیا۔ جب آپ خطبہ دیتے اور زیادہ دیر کھڑا ہونا دشوار ہوتا تو اس کے ساتھ سہارا لے کر کھڑے ہوتے اور اس پر تکیہ لگا لیتے۔

مدینہ منورہ میں ایک آدمی وارد ہوا اس نے آپ کی اس تکلیف کو دیکھا تو اپنے قریب بیٹھے ہوئے صحابہ سے کہا کہ اگر میں ایسی چیز تیار کر دوں جو آپ کے لیے موجب راحت اور باعث سکون

ہو اور حضور اسے پسند فرمائیں تو میں آپ کے لیے بیٹھنے کی ایسی جگہ بنادوں کہ جس پر جب تک چاہیں بیٹھ کر خطاب فرمائیں اور جب چاہیں کھڑے ہو کر خطاب فرمائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ۔ اسے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر کیا گیا تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ میرے لیے (منبر کی) سیڑھیاں بنا دُ تا کہ اُن پر بیٹھ کر خطبہ دوں جب وہ بن گئیں اور آپ اُن پر رونق افروز ہوئے) تو آپ نے راحت محسوس فرمائی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ستون سے الگ ہوئے اور منبر کا قصد فرمایا تو اس نے جزع اور بیقراری کا مظاہرہ کیا اور اسطرح آہ وزاری کی جیسے اونٹنی اپنی اولاد کے لیے کرتی ہے۔

ابن بریدہ نے اپنے والد گرامی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ستون کے رونے اور چیخنے چلانے کی آواز سنی تو اس کی طرف رجوع فرمایا اور اس پر دست کرم رکھا اور حکم دیا کہ دو باتوں میں سے جو چاہے اختیار کرے۔ یا تو میں تجھے اس جگہ لگا دوں جہاں تو پہلے تھا اور تو اسی طرح سرسبز و شاداب ہو جائے جیسے کہ پہلے تھا۔ یا چاہے تو میں تجھے جنت میں گاڑ دوں تو اس کی نہروں سے سیراب ہو اور اس کے جانفزا چشموں سے تیری نشو ونما عمدہ ہو جائے اور تو پھل دار ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پیارے لوگ تیرا پھل کھائیں الغرض جو چاہے میں وہی کر دوں گا۔

حضرت بریدہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو فرماتے ہوئے سُنا نعم قد فعلت مرتین ہاں میں نے کر دیا۔ ہاں میں نے کر دیا۔ آپ سے عرض کیا گیا آپ کے ارشاد کا اس نے کیا جواب دیا اور کونسا امر اختیار کیا آپ نے فرمایا کہ اس نے جنت میں کاشت کیے جانے کو پسند کیا (اور میں نے اسے کہا کہ میں نے تیری استدعا کو شرف قبولیت بخشا اور تجھے جنت میں لگا دیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز ادا فرماتے تو وہ ایک چھپر کی صورت میں تھی۔ نیچے کھجوروں کے ستون تھے اور اوپر سایہ کے لیے کھجور کی شاخیں ڈال دی گئی تھیں آپ کی سجدہ گاہ میں ستون تھا جس کی طرف آپ منہ کر کے نماز ادا فرماتے اور بوقت خطبہ اس کے ساتھ اوٹ لگاتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چند حضرات نے آپ سے عرض کیا۔ کیا ہم آپ کے لیے ایسی قیامگاہ نہ بنا دیں۔ جس پر آپ کھڑے ہوں تو سب لوگ آپ کے دیدار سے آنکھوں کو منور کر سکیں اور آپ کا خطبہ بھی سن سکیں۔

آپ نے فرمایا ہاں۔ تو آپ کے لیے تین درجات پر مشتمل منبر تیار کیا گیا۔ آپ اس پر قیام فرما ہوئے (جس طرح بوقت خطبہ قیام فرماتے تھے) تو وہ ستون آپ کی طرف مائل ہوا اور اضطراب اور بیقراری کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے

فرمایا۔ آرام اور سکون سے کام لے۔ وہ دوبارہ آپ کی طرف مائل ہوا اور اپنا درد و غم ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا۔
— اگر تو چاہے تو میں تجھے جنت میں لگا دوں تاکہ نیک لوگ تیرا پھل کھائیں اور اگر چاہے تو میں تجھے اپنی جگہ لوٹا دوں اور ترو تازہ کر دوں جیسے کہ پہلے تھا۔ اس نے دنیوی زندگی اور سرسبزی و شادابی پر اخروی زندگی کو ترجیح دی۔
جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو وہ ستون حضرت ابی کے حوالے کر دیا گیا اور ہمیشہ اُن کے پاس رہا حتیٰ کہ اس کو دیمک کھا گئی۔

ابن عقیل فرماتے ہیں ستون کے آپ کے لیے آہ و بکا اور اظہار رنج و الم کرنے میں تعجب کرنا مناسب نہیں ہے اور نہ درختوں کے جڑوں پر چل کر حاضر بارگاہ ہونے پر حیرانی کا اظہار موزوں ہے کیونکہ جس ذات اقدس نے مقناطیس میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ لوہے کو اپنی طرف جذب کرے اور کھینچ لے، وہ ذات اقدس اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی خاصیت رکھے جو ان چیزوں کو اپنی طرف کھینچ لے تو کیا بعید ہے۔

اٹھارھواں باب

کنکریوں کا دست کریم میں تسبیح ربّ العالمین ادا کرنا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ایک جگہ تشریف فرما ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کنکریاں دست اقدس میں لیں تو انہوں نے تسبیح کہی اور سبحان اللہ سبحان اللہ ان کا ورد بن گیا حتیٰ کہ میں نے ذکر خدا کے ساتھ اُن کا زمزمہ اس طرح محسوس کیا جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔ پھر آپ نے اُن کو رکھ دیا تو (گویا) وہ گونگی ہو گئیں اور ان کی تسبیح کی آواز سنائی نہ دی۔

آپ نے پھر اُن کو اُٹھا کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا تو انہوں نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا شروع کیا حتیٰ کہ شہد کی مکھیوں کی طرح اُن کی دلنواز آواز سنائی دینے لگی۔ جب آپ نے اُن کو رکھ دیا تو پھر اُن کی زبان قال بند ہو گئی۔ پھر آپ نے اُن کو اٹھایا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھا تو انہوں نے تسبیح شروع کر دی اور ان کی آواز میں اپنے کانوں سے سُن رہا تھا۔ جب آپ نے اُن کو زمین پر رکھا تو انہوں نے چُپ سادھ لی۔

بعد ازاں آپ نے وہ کنکریاں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مقدس ہاتھ میں دیں تب بھی انہوں نے تسبیح اقدس الالہی اورغل عسل کی مانند رسیلا نغمہ سنائی دینے لگا۔ پھر انہوں نے اُن کو زمین پر رکھا تو وہ گونگی بن گئیں۔

انیسواں باب

ایذا رسانی کا قصدِ فاسد رکھنے والے مشرکین کی نگاہوں سے آپکا پوشیدہ ہو جانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب سورہ "تبت یدا ابی لہب" نازل ہوئی تو ابو لہب کی بیوی ام جمیل بنت حرب جو کہ ابوسفیان کی بہن تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئی۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ جب حضرت صدیق نے اس کو دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ یہ بد کلام اور بدزبان عورت ہے۔ اگر آپ یہاں سے اُٹھ کر تشریف لے جائیں تو بہتر ہو گا تاکہ وہ آپ کو تکلیف نہ پہنچائے۔ آپ نے فرمایا وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی۔

جب وہ اس مجلس شریف تک پہنچی تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابوبکر تیرے صاحب (نبی) نے اپنے شعر (قرآن) سے میری ہجو کی ہے۔ آپ نے کہا نہیں وہ تو شعر کہتے ہی نہیں ہیں۔ وہ کہنے لگی تم میرے نزدیک سچے ہو۔ اور اتنا کہہ کر واپس ہو گئی۔

انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ واقعی اس نے آپ کو نہیں دیکھا؟ آپ نے فرمایا نہیں اللہ تعالے کا ایک فرشتہ اپنے نورانی پر اور بازو کے ذریعے مجھے اس سے پوشیدہ رکھے ہوئے تھا تاآنکہ وہ واپس لوٹ گئی۔

بیسواں باب

اللہ تعالے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انسانی ایذاؤں اور ایذاء رسانوں کو دُور کرنا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نجد کی طرف جہاد

کے لیے نکلے ۔ واپسی پر بھی میں آپ کے ہمراہ تھا ۔ قیلولہ کا وقت آیا تو ہم ایک کثیر التعداد درختوں والی جگہ میں پہنچ چکے تھے ۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم ادھر اُدھر درختوں کے نیچے آرام فرما ہو گئے اور حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء بھی ایک خاردار درخت کے نیچے محو استراحت ہو گئے اور اپنی تلوار مبارک کو اس درخت کے ساتھ لٹکا دیا ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم تھوڑی دیر سوئے ناگاہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کی آواز آئی ۔ ہم حاضر ہوئے تو ایک اعرابی آپ کے پاس بیٹھا تھا ۔ آپ نے فرمایا اس شخص نے مجھ پر تلوار سونت کر حملہ کرنا چاہا جب کہ میں سویا ہوا تھا ۔ میں بیدار ہوا تو وہ تلوار بے نیام حالت میں اس کے ہاتھ میں تھی اور یہ مجھ سے کہنے لگا ۔ تجھے اب میرے حملہ اور ضرب کاری سے کون بچا سکتا ہے ۔ میں نے کہا ۔ اللہ تعالےٰ (تو یہ لرزنے لگا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی) اور اب وہ تمہارے سامنے موجود ہے ۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے درگذر فرمائی اور اس کو عقاب و عتاب نہ فرمایا ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بنی محارب کے ساتھ جہاد کرنے کے بعد مراجعت فرما ہوئے تو غورث بن الحارث نامی ایک شخص آپ کے پاس آپہنچا اور تلوار سونت کر آپ کے سر اقدس پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے ؟ آپ نے فرمایا اللہ رب العزت ۔ تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی ۔ آپ نے اس تلوار کو اٹھا لیا اور فرمایا ۔

اب تو تبلا تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے ؟ تو اُس نے عرض کیا اپنے ہاتھوں مقہور اور مغلوب شخص کے ساتھ حسن سلوک فرماؤ اور مواخذہ میں نرمی اور رحم و کرم کا مظاہرہ فرماؤ ۔ آپ نے فرمایا کیا تو لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہے ۔ اُس نے کہا نہیں ۔ لیکن یہ عہد کرتا ہوں کہ نہ خود تمہارے ساتھ قتال کروں گا اور نہ اُن لوگوں کا ساتھ دوں گا جو تمہارے ساتھ جنگ و جدال کریں گے تو آپ نے اس کو چھوڑ دیا ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ محمد (عربی صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے درمیان رہتے ہوئے تمہاری آنکھوں کے سامنے اپنے چہرہ کو سجود باری تعالےٰ کی حالت میں خاک آلود کرتے ہیں ؟ لوگوں نے کہا ہاں ۔ وہ کہنے لگا مجھے لات و عزیٰ کی قسم اگر میں اُن کو اس طرح کرتے دیکھوں گا تو (نعوذ باللہ) ان کی گردن پامال اور اُن کا چہرہ خاک آلود کر دوں گا ۔

حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نماز ادا کر رہے تھے وہ آیا تاکہ اپنے زعم باطل کے مطابق آپ کی گردن اقدس پر اپنے ناپاک قدم رکھے مگر اس کی قوم نے اچانک دیکھا کہ وہ الٹے پاؤں ایڑیوں کے بل چل رہا ہے اور دونوں ہاتھ آگے پھیلا کر کسی سے بچاؤ کر رہا ہے ۔

لوگوں نے پوچھا تجھے کیا ہے ؟ اس نے کہا میرے اور اُن کے درمیان ایک خندق ہے جو آگ سے

بھری ہے اور ہول و دہشت ہے اور کچھ غیبی ہاتھ اور بازو نظر آتے ہیں۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ میرے قریب آتا تو ملائکہ اس کو اچک لیتے اور اس کا جوڑ جوڑ الگ الگ کر دیتے۔ رواہ مسلم۔

واقدی نے اپنے شیوخ کی سند سے نقل کیا ہے کہ فتح مکہ کے دن نماز ظہر کا وقت آیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ نماز ظہر کی اذان کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر دیں۔ اس وقت قریش پہاڑوں پر جا چکے تھے اور اُن کے رؤسا وہاں سے بھاگ گئے تھے اور روپوش ہو چکے تھے۔

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اشھد ان محمداً رسول اللہ کہا تو عکرمہ بن ابی جہل کہنے لگا مجھے زندگی بخشنے والے کی قسم۔ یقیناً تمہارا ذکر بلند کر دیا گیا ہے۔ نماز تو ہم ادا کرتے ہیں مگر بخدا ہم اس شخص کو پسند نہیں کرتے جس نے ہمارے احباء کو قتل کیا۔

خالد بن اسید کہنے لگا اس خدا کے لیے حمد ہے جس نے میرے باپ کو یہ کرامت اور عزت دی کہ اُس نے یہ دن نہ دیکھا اور سُنا (بلکہ اس سے قبل دار بوار میں پہنچ گیا) حارث بن ہشام نے کہا۔ اے کاش مجھے میری ماں روتی اور میں مر چکا ہوتا قبل اس کے کہ بلال کو کعبہ کی چھت پر (نعوذ باللہ) ہینگتے ہوئے سنتا۔

حکم بن ابی العاص نے کہا مجھے لات کی قسم یہ بہت بڑا حادثہ ہے۔ بنی جمح کا غلام چلا رہا ہے اور ابو طلحہ کی بنیاد پر کھڑے ہو کر (نعوذ باللہ) ہینگ رہا ہے۔

سہیل بن عمرو نے کہا اگر یہ امر اللہ تعالےٰ کو پسند نہ ہوا بلکہ اس کے نزدیک موجب سخط ہوا تو لامحالہ اس کو تبدیل فرما دے گا۔

ابو سفیان نے کہا میں تو کچھ نہیں کہتا کیونکہ کچھ کہوں گا تو انہیں اگر اور کوئی شخص نہیں تبلائے گا تو اس وادی کی کنکریاں ان کو ہمارے مقالات بیہودہ سے آگاہ کر دیں گی۔

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حاضر بارگاہ ہوئے اور اُن کے مکالمہ کی خبر دی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے فلاں تو نے یوں کہا ہے۔ اے فلاں تو نے یوں کہا ہے۔ ابو سفیان فوراً بولے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے تو کچھ نہیں کہا۔ تو آپ ہنس پڑے۔

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ شیبہ بن عثمان نے کہا جب نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی جنگ لڑی تو مجھے اپنا باپ اور چچا یاد آئے جن کو حضرت علی المرتضےٰ اور حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہما نے قتل کیا تھا۔ میں نے دل میں سوچا آج کے دن میں ان کا بدلہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے لے سکتا ہوں۔ میں آپ کے پاس پچھلی طرف سے چھپ کر آیا اور اتنا نزدیک آگیا کہ تلوار کا وار کر کے بآسانی اُن کو شہید کر سکتا تھا، فوراً آگ کا ایک شعلہ

بجلی کی تیزی کے ساتھ میری طرف بڑھا تو میں الٹے پاؤں واپس ہونے لگا۔ فوراً نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے شیبہ ادھر آؤ۔ میں حاضر ہوا تو آپ نے دستِ اقدس میرے سینہ پر رکھا اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو میرے سینہ سے نکال دیا۔

جب میں نے نگاہ اٹھائی اور چہرہ اقدس کو دیکھا تو آپ مجھے اپنی آنکھوں اور کانوں سے بھی زیادہ محبوب نظر آنے لگے (اور دست مصطفوی نے بغض کو محبت میں تبدیل فرما دیا اور دل کی دنیا بدل کر رکھ دی)

معتمر بن سلیمان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی مخزوم کا ایک آدمی ہاتھ میں پتھر لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھا تاکہ آپ پر وار کرے۔ جب آپ کے پاس پہنچا تو آپ سجدہ کی حالت میں تھے (موقعہ غنیمت جانا) اور پتھر والا ہاتھ اٹھا کر حملہ کرنے لگا تو ہاتھ فوراً خشک ہو گیا۔ واپس اپنے شیطان ساتھیوں کے پاس گیا تو انہوں نے کہا تو بزدل ہو گیا اور مہم سر کیے بغیر واپس آ گیا۔ اس نے کہا، یہ بات نہیں لیکن یہ پتھر میرے ہاتھ میں ہے اور میں اس کو پھینکنے کی استطاعت اور طاقت نہیں رکھتا۔ وہ حیران ہوئے اور دیکھا تو اس کی انگلیاں اس پتھر پر خشک ہو چکی تھیں۔ انہوں نے بڑا زور لگایا اور حیلہ گری اور چارہ سازی کی تب انگلیوں سے پتھر کو نکالا اور کہنے لگے یہ تو قدرت کے ارادے سے رونما ہونے والا واقعہ ہے (عالم ظاہر اور اسباب عادیہ میں تو ایسی صورت حال دیکھنے میں نہیں آتی)۔

ابوبکر بن ابی الدنیا نے حدیث حکم میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ کفار نے اس شخص کو کہا ہم نے تجھ سے زیادہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاملہ میں عاجز کسی کو نہیں دیکھا۔ اس نے کہا ہمیں ملامت نہ کرو ہم نے ان کے لیے باہم وعدو عہد کیے جب اُن کے قریب ہوئے تو ہم نے اپنے پیچھے آوازیں سُنیں آوازے کیا تھے، یوں معلوم ہوتا تھا کہ وادی تہامہ کے جتنے پہاڑ تھے وہ سبھی یکدم گرا دیے گئے ہیں۔ پھر دوسری رات باہم عہد و پیمان باندھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ صفا و مروہ دونوں پہاڑیاں مل کر ہمارے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حائل ہو گئی ہیں۔

اکیسواں باب

جن لوگوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی انکی کیفیت ہلاکت اور انجام بد کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نصرانی شخص حلقہ اسلام میں داخل ہوا۔ وہ سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران

پڑھتا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کتابت وحی کرتا تھا۔ وہ نعوذ باللہ مرتد ہوگیا اور نصرانی بن گیا اور کہا کرتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف وہی جانتے ہیں جو میں اُن کے لیے لکھتا ہوں۔ اللہ تعالٰے نے اس کو ہلاک فرمایا۔

لوگوں نے اس کو دفن کیا صبح ہوئی تو زمین اس کو باہر پھینک چکی تھی۔ انہوں نے گمان کیا یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے ساتھیوں کا اقدام ہے کیونکہ یہ اُن سے بھاگ آیا تھا، انہوں نے آکر اس کی قبر کھود کر اس کی نعش کو باہر پھینک دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اٹھایا اور اچھی طرح گہری قبر کھودی جتنی کہ وہ کھود سکتے تھے اور اُس کو دفن کیا مگر صبح آکر دیکھا تو اس کا مردار جسم قبر سے باہر پڑا تھا۔

انہوں نے پھر بھی گمان کیا کہ یہ محمد عربی اور اُن کے صحابہ کا فعل ہے انہوں نے حملے اس آدمی کی قبر اکھیڑ کر اس کا جسم باہر نکال پھینکا ہے۔ پھر قبر کھودی اور مقدور بھر اس کو گہرا کیا اور اس کو دفن کیا۔ صبح آکر دیکھا تو زمین اس مردار کو باہر پھینک چکی تھی اس وقت ان کو تسلی ہوگئی کہ یہ لوگوں کا فعل نہیں ہے بلکہ (خود زمین اس کو قبول نہیں کر رہی ہے)۔

مفسرین کرام نے قول باری تعالٰے اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ کے تحت وضاحت فرمائی ہے کہ ایک جماعت کفار و معاندین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے ساتھ مذاق اور استہزا کرتی تھی ایک دن جبرئیل امین علیہ السلام بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور وہ لوگ بیت اللہ شریف کے گرد طواف کر رہے تھے۔ ولید بن مغیرہ اُن کے پاس سے گذرا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا آپ اس شخص کو کیسے پاتے ہیں آپ نے فرمایا یہ بہت برا شخص ہے۔ انہوں نے عرض کیا آپ کو اس سے کفایت کر دی گئی ہے اور ولید کی پنڈلی کی طرف اشارہ کیا۔

ولید ایک شخص کے پاس سے گذرا جو تیروں کو پر لگا رہا تھا (تاکہ سیدھے نشانہ پر جا کر گریں) تو اس کے تیروں میں سے ایک تیر کے پھل کا تیز دھار ٹکڑا اس کی چادر سے اٹک گیا اور تکبر و غرور نے اس کو اس سے باز رکھا کہ سر جھکا کر اس کو کھینچ ڈالے چنانچہ وہ اس تکلیف سے بیمار ہوگیا اور اسی مرض میں ہلاک ہوگیا۔

عاص بن وائل گذرا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا آپ اس کو کیسا پاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ بہت خراب آدمی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اُس کے قدم کی درمیانی خمیدہ جگہ کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ ہلاک ہوگیا۔

اسود بن عبد یغوث وہاں سے گذرا تو عرض کیا یہ کیسا شخص ہے آپ نے فرمایا یہ بہت ذلیل اور کمینہ اور انتہائی بُرا آدمی ہے جبرئیل علیہ السلام نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا تو وہ پیٹ کی بیماری سے واصل جہنم

ہوا۔ حارث بن قیس گذرا تو انھوں نے اس کے متعلق دریافت کیا آپ نے فرمایا یہ بھی بہت بُرا ہے جبرئیل علیہ السلام نے اس کے سر کی طرف اشارہ فرمایا تو اس کا سر پھول گیا اور وہ اس حال میں ہلاک ہوگیا۔

عکرمہ فرماتے ہیں کہ استہزا اور ٹھٹھا کرنے والے جنگ بدر سے قبل ہلاک ہو گئے تھے اور ابن سائب کہتے ہیں کہ وہ سبھی صرف ایک دن رات (چوبیس گھنٹے کے) اندر ہلاک اور واصل جہنم ہو گئے

بائیسواں باب

اللہ تعالےٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درپئے آزار شیاطین کو آپ سے دور رکھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ ایک سرکش جن گذشتہ رات قید وبند توڑ کر بھاگ نکلا اور میرے پاس گیا تاکہ میری نماز توڑ ڈالے اور مجھے ایذاء و آزار پہنچائے۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے اس پر قدرت اور غلبہ عطا فرمایا۔ میں نے اس کو گلے سے پکڑ لیا اور ارادہ کیا کہ مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ اسے باندھ دوں تاکہ تم سبھی اس کو صبح دیکھو۔ پھر مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دُعا یاد آئی رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی اے اللہ مجھے ایسی سلطنت عطا فرما کہ میرے بعد وہ سلطنت کسی کے شایانِ شان نہ ہو تو میں نے ذلت و رسوائی کے ساتھ اس کو لوٹا دیا۔ ؏

ابو التیاح سے منقول ہے کہ میں نے حضرت عبد الرحمٰن بن جیش رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ نبی اکرم حبیب

؏ شیخ المحققین عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز اس حدیث مبارک کے تحت فرماتے ہیں "خواست کہ اظہار تصرف کند در وے و شکستگی در کار خانۂ ملک سلیمان افگند والا بقوت و تصرف و قدرت و سلطنت زیادہ بر آں بود و ملک و ملکوت جن و انس و تمامۂ عوالم بتقدیر و تصرف الٰہی در حیطۂ قدرت و تصرف دے بود۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص۴۶۳" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ چاہا کہ اس شیطان میں تصرف ظاہر فرما دیں اور کار خانۂ ملک سلیمان علیہ السلام میں شکست و ریخت کا عملی نمونہ دکھلائیں ورنہ قوت و تصرف اور قدرت و سلطنت کے لحاظ سے آپ ان پر فائق و برتر تھے۔ جن و انس اور جمیع عوالم کا ملک و ملکوت باذن اللہ آپ کے احاطہ قدرت اور تصرف میں تھا ایک جن کی کیا حیثیت تھی۔

کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کیا کیا جب شیاطین نے آپ کے ساتھ کید و مکر کیا تھا انہوں نے فرمایا کہ اس رات پہاڑوں اور وادیوں میں جتنے جن اور شیاطین موجود تھے وہ سبھی آپ کی طرف اترے جن میں خود شیطان بھی تھا اور اس کے ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا جس سے وہ لعین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو جلانا چاہتا تھا۔

جبرئیل حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اے محمودِ خدا و خلق آپ کہیے آپ نے فرمایا میں کیا کہوں تو انہوں نے یہ کلمات عرض کیے کہ انہیں پڑھیے۔

اعوذ بکلمات اللہ التامات کلھا من شر ما خلق و ذرا و برأ و من شر ما ینزل من السماء ومن شر ما یعرج فیھا ومن شر فتن اللیل والنہار ومن شر کل طارق الا طارقا یطرق بخیر یا رحمٰن

میں اللہ تعالےٰ کے تمام کلمات کے وسیلہ سے ہر اس شے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کو اللہ تعالےٰ نے وجود عطا کیا جس کو پھیلایا اور عام کیا اور جس کو مکمل خلقت سے نوازا اور ان امور کے شر سے جو آسمان سے نازل ہوتے ہیں اور ان چیزوں کے شر سے جو آسمان کی طرف بلند ہوتی ہیں اور شب و روز کے فتنوں کے شر و فساد سے اور رات کو آنے والے ہر شخص کے شر سے ماسوا اس کے جو خیر کے ساتھ وارد ہے اے رحمٰن۔

جوں ہی سرورِ عالم و عالمیاں، سیدِ والنس و جان صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات پڑھے تو وہ شیطان بھاگ گئے۔ ان کی وہ آگ بجھ گئی اور وہ شکست عزائم و مقاصد سے دوچار ہوئے۔

تیئسواں باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ "قرین" کا ہونا اور اطاعت گذاری سے پیش آنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کو باہر تشریف لے گئے۔ مجھے غیرت آئی کہ باری میری تھی اور میرا محبوب مجھے تنہا چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ تشریف فرما ہو گیا۔ جب آپ تشریف لائے تو میرے کرب و اضطراب کو ملاحظہ فرمایا اور بے چینی و بیقراری سے کروٹیں بدلنے کا مشاہدہ کیا تو فرمایا اے عائشہ کیا بات ہے کیا غیرت لاحق ہو گئی ہے۔ انہوں نے عرض کیا تو کیا مجھ جیسے محب و مشتاق کو آپ جیسے محبوب پر غیرت نہیں ہونی چاہیے۔

آپ نے فرمایا تجھے تیرے قرین (شیطان) نے وسوسے ڈالے ہیں؟ میں نے عرض کیا تو کیا میرے ساتھ شیطان

ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ۔ میں نے عرض کیا کیا ہر انسان کے ساتھ شیطان ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تو کیا آپ (جیسی عظیم المرتبت ہستی) کے ساتھ بھی شیطان ہے؟ میں نے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا ہاں موجود تو ہے لیکن اللہ تعالےٰ نے میری اعانت فرمائی اور مجھے اس پر غلبہ عطا فرما دیا ہے لہذا میں اس کے شر سے محفوظ رہتا ہوں یا وہ میری اطاعت کرتا ہے اور وساوس وخواطر سے باز رہتا ہے یا وہ اسلام سے مشرف ہوگیا ہے اور میرے شرف قرب کی بدولت اس کی شیطنت ختم ہوگئی ہے۔ رواہ البخاری

اکثر محدثین نے ولکن ربی اعانني علیه فاسلم میں فاسلم کو فتح میم کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کے دو معنے ہوئے (وہ شرف اسلام سے مشرف ہوگیا ہے یا اس نے میری اطاعت گذاری کو اپنا لیا ہے) اور سفیان بن عینیہ نے ضم میم کے ساتھ روایت کیا ہے (جس کا معنیٰ یہ ہوا کہ میں اس کے شر سے محفوظ رہتا ہوں) مگر یہ روایت درست نہیں ہے کیونکہ بعض روایات میں حدیث مبارکہ کے الفاظ یوں ہیں۔ فلا یا مرنی الا بخیر۔ کہ وہ مجھے صرف خیر اور بھلائی کا مشورہ دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے حضرت آدم علیہ السلام پر دو وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ میرا شیطان کافر تھا مگر اللہ تعالےٰ نے میری اعانت فرمائی تو وہ مسلمان ہوگیا اور میری ازواج مطہرات میرے لیے معاون ومددگار ثابت ہوئیں بخلاف حضرت آدم علیہ السلام کے۔ ان کا شیطان کافر تھا (اور کافر ہی رہا) اور ان کی بیوی ان کی لغزش کا سبب بن گئیں۔

---

۱ قول۔ عدم صحت کے حکم کی کوئی وجہ وجیہ نہیں ہے بلکہ جب وہ شیطانیت سے باز آگیا تو وہ بجائے وساوس ڈالنے کے خیر کا مشورہ دیتا ہے لہذا آپ محفوظ رہتے ہیں تو گویا "فلا یا مرنی الا بخیر" فاسلم والی شق کے لیے دلیل اور بیان علت ہے لہذا اس کو وجہ عدم صحت قرار دینا درست معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

چوبیسواں باب

رب کریم جل وعلیٰ کا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زہریلے جانوروں کے شر کو دور رکھنا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونو موزے طلب فرمائے تاکہ ان کو پہنیں آپ نے ایک کو پہن لیا مگر دوسرے کو عقاب نے اٹھا لیا اور دور جا پھینکا تو اس سے سانپ نمودار ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا اللہ تعالےٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہے وہ موزے (اور جوتے) اتنے وقت تک نہ پہنے جب تک ان کو جھاڑ نہ لے۔ ف

پچیسواں باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض صحابہ کی نکلی ہوئی آنکھ کو اپنی جگہ پر لوٹا کر درست فرمادینا اور اسکی بینائی کو بحال فرمادینا

ہیثم بن عدی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ بن نعمان ظفری رضی اللہ عنہ کی آنکھ جنگ احد میں زخمی ہوئی اور ڈھیلا باہر نکل آیا۔ وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور ڈھیلے کو ہاتھ پر اٹھائے ہوئے تھے آپ نے دریافت فرمایا۔ اے ابوقتادہ یہ کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ بندہ کی حالت آپ کے سامنے ہے (یہ آنکھ کا ڈھیلا ہے جو باہر نکل آیا ہے)

ف۔ حضرت رومی علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا کہ صحابہ کو تعجب ہوا کہ فضاؤں میں اڑنے والے جانور کو موزہ میں موجود سانپ کیسے نظر آگیا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانور کو بلالیا اور اس کو خدا بزرگ و برتر نے قوت گویائی عطا فرمائی اور اس نے عرض کیا سہ مار در موزہ بہ بنیم در ہوا نیست از من عکس تست اے مصطفےٰ۔ یعنی میں سر اقدس کے قریب سے گذرا تو انوار حبیب سے پورا جہاں مجھ پر روشن ہوگیا اور اس وقت سانپ بھی موزہ میں موجود پایا تو یہ خدمت سر انجام دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چاہو تو صبر کرو اللہ تعالےٰ تمہیں اس تکلیف پر صبر کے بدلے جنت عطا فرمائے گا اور اگر چاہو تو میں اس کو اپنی جگہ پر رکھ کر اللہ تعالےٰ سے دُعا کروں گا اور تو اس میں کوئی کمی محسوس نہیں کرے گا (بلکہ حسب سابق آنکھ کار آمد بن جائے گی) عہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت جزا ء جزیل اور عطا جمیل ہے لیکن میں ایسا شخص ہوں جو عورتوں اور بیویوں میں مبتلا ہوں۔ جب وہ مجھے کانا دیکھیں گی اور لوگوں کی زبان پر میرا یہی لقب بن جائے گا تو وہ مجھے قطعاً پسند نہیں کریں گی اور مجھے آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گی۔ لہٰذا آپ مجھے آنکھ بھی لوٹا دیں اور میرے لیے اللہ تعالےٰ سے جنت کی دُعا فرمائیں (مجھے آپ کی دُعا سے انشاء اللہ ضرور جنت حاصل ہو جائیگی)

آنحضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے درخواست کو شرف قبولیت بخشتا ہوں اور آنکھ لوٹا دیتا ہوں اور حصول جنت کی دُعا بھی کر دیتا ہوں۔ آپ نے اُن کے ہاتھ سے آنکھ کا ڈھیلا لیا اور اس کو اپنی جگہ پر رکھ دیا تو وہ دوسری آنکھ سے بھی بہتر ہو گئی اور تا زیست وہ آنکھ کام دیتی رہی۔ حضور نے جنت کی دعا بھی فرمادی۔

ہیثم فرماتے ہیں کہ حضرت ابو قتادہ کا بیٹا حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے استفسار فرمایا اے جوان تو کون ہے؟ اس نے اپنا تعارف اُن اشعار میں کرایا ؎

۱۔ انا ابن الذی سالت علی الخد عینہ فردت بکف المصطفی احسن الردِ

میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ رخسار پر لٹک آئی اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفِ دست کے ساتھ بہتر طریقہ پر اس کو اپنی جگہ پر لوٹا دیا گیا۔

۲۔ فعادت کما کانت لا حسن حالھا فیا حُسن ما عینٍ ویا طیب ما یدِ

وہ پہلے کی مانند بڑی اچھی حالت پر لوٹ آئی پس کتنی حسین آنکھ ہے لوٹنے والی اور کتنا پاکیزہ ہاتھ ہے اس کو لوٹانے والا۔

عہ۔ اس حدیث پاک سے معجزات کا صدور بالاختیار واضح ہو گیا اور ان لوگوں کے توہم کا ازالہ ہو گیا جو کہتے ہیں معجزہ میں نبی کے ارادہ واختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے متعلق یہ اعتماد تھا کہ میری دُعا بارگاہ خداوندی میں لامحالہ مقبول ہو گی۔ اس لیے صبر کرنے اور جنت حاصل کرنے کے مقابل آنکھ کا ڈھیلا اپنی جگہ رکھنے اور دُعا کرنے کا ذکر فرمایا اور ساتھ ہی اعلان فرما دیا۔ فلم تفقد منھا شیئا تو اس میں کوئی کمی محسوس نہیں کرے گا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہماری طرف توسل کرنے والوں کو اس قسم کا وسیلہ اختیار کرنا چاہیے پھر فرمایا۔

؎ تلک المکارم لا قعبان من لبن   شیبا بماء فعادا بعد ابوالا

یہ ہی حقیقی کرامات اور خصائل محمودہ ہیں نہ کہ دودھ کے دو پیالے جن میں پانی ملا کر ٹھنڈا کیا گیا ہو وقتی طور پر تو وہ بہت موجب لذت بھی ہیں اور باعث فرحت بھی، مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ پیشاب بن جانے والے ہیں۔

چھبیسواں باب

دیوار کا بارگاہ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں کلام کرنا

حضرت ابو اسید ساعدی بدری سے منقول ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے ابوالفضل کل تم اور تمہاری اولاد اپنے گھر میں ہی رہنا باہر کہیں نہیں جانا مجھے تمہارے ساتھ کام ہے۔ وہ اپنے گھر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ کی تشریف آوری کے منتظر رہے آپ قدم رنجہ فرما ہوئے اور فرمایا السلام علیکم۔ انہوں نے جواب میں عرض کیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ صبح کس حال میں کی ہے؟ آپ نے دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا خیر و عافیت کے ساتھ، پھر عرض کیا یارسول اللہ آپ نے صبح کس حال میں کی ہے۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ خیر و عافیت کے ساتھ۔

پھر آپ نے فرمایا ذرا قریب قریب ہو جاؤ اور ایک دوسرے کی طرف کھسک کر نزدیک ہو جاؤ تین مرتبہ آپ نے یہ کلمات دہرائے جب وہ اس قدر اکٹھے ہو گئے کہ آپ کا ان کو ایک کپڑے کی لپیٹ میں لینا ممکن ہو گیا۔ تو آپ نے اپنی چادر ان کے ارد گرد پھیلا دی اور اس کے گھیرے میں لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا فرمائی۔ ھذا العباس عمی وصنو ابی وھولاء اھل بیتی۔ اللھم استرھم من النار کستری ایاھم بملائتی ھذہ۔ یہ عباس ہیں جو کہ میرے چچا ہیں اور میرے باپ کے ساتھ والی شاخ (جو ایک تنے سے نمودار ہونے والی ہے) اور یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اے اللہ ان کو آگ سے پوشیدہ رکھ (اور دور) جیسے کہ میں نے ان کو اپنی اس چادر میں چھپایا ہوا ہے اور نگاہ اغیار سے پوشیدہ اور دور کر رکھا ہے ؎

آپ کے منہ مبارک سے یہ کلمات نکلتے تھے کہ دروازے کی دہلیز اور اس منزل کے سبھی در و دیوار نے تین مرتبہ آمین کہی۔

؎ اس حدیث پاک سے واضح ہو گیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور ان کی اولاد کو بھی اپنے اہل بیت قرار دیا ہے اور جس طرح حسنین کریمین اور سیدہ فاطمہ زہرا اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو چادر میں لے کر دعا فرمائی اسی طرح ان کے لیے بھی دعا فرمائی لہذا اہل بیت کا صرف پانچ تن میں حصر درست نہیں ہے بلکہ اہل بیت عام ہیں جن میں نسبی لحاظ سے بنو ہاشم و بنو عبد المطلب داخل ہیں ولادت کے لحاظ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد صلبی بیٹے اور بیٹیاں اور حضرات حسنین اور ان کی بہنیں ملحق ہیں اور سکونت کے لحاظ سے جملہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم داخل ہیں۔ کذا حققہ الشیخ المحقق المحدث الدہلوی فی اشعۃ اللمعات جلد رابع

ستائیسواں باب

ہرنی کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ کلام کرنا اور آپکا اسکی عرض کو شرف قبولیت بخشنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہرنی کے پاس سے گذرے جو ایک خیمے میں بندھی ہوئی تھی۔ آپ کو دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کھول دیں تاکہ میں جا کر اپنے بچوں کو دودھ پلاؤں پھر لوٹ آؤں گی، مجھے اسی جگہ باندھ دینا۔ آپ نے فرمایا تو کسی کا شکار ہے۔ کسی نے تجھے باندھا ہے میں کیونکر کھولوں (کیا ضمانت ہے کہ تو کھل جانے کے بعد لوٹ آئے گی) چنانچہ آپ نے اس سے عہد و پیمان لیا اس نے قسم کھائی میں ضرور لوٹ آؤں گی۔

آپ نے اس کو کھول دیا (وہ چوکڑیاں بھرتی ہوئی وہاں سے نکلی) اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آگئی اور اس نے اپنے پستانوں کو خالی کیا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو باندھ دیا۔ پھر اس کے خیمہ کے مالکوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا یہ ہرنی مجھے ہبہ کردو۔ انہوں نے وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ و ہدیہ کر دی۔ آپ نے اس کو آزاد فرمادیا اور اس کی رسی کھول دی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی کام کے لیے تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک ہرنی پر نظر پڑی جو ایک قوم کی قیامگاہ میں بندھی ہوئی تھی۔ اس نے آپ کو دیکھا تو پکارا یا رسول اللہ! آپ ٹھہر گئے اور دریافت فرمایا کیا معاملہ ہے مجھے کیوں پکارا ہے۔

اس نے عرض کیا میرے دو شیر خوار بچے ہیں جو کہ بھوکے ہیں۔ آپ مجھے کھول دیں تاکہ میں ان کو دودھ پلاؤں اور پھر حاضر ہو جاؤں گی لہٰذا مجھے اسی طرح یہاں باندھ دینا۔ آپ نے فرمایا۔ واقعی تو لوٹ کر آجائے گی اس نے عرض کیا ضرور لوٹ آؤں گی اور اگر نہ لوٹوں تو اللہ تعالے مجھے اس عذاب میں مبتلا کرے جس میں عشار یعنی جبراً لوگوں سے عشر وصول کرنے والے کو مبتلا کرے گا۔

نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کو کھول دیا اور آپ اسی جگہ بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ وہ لوٹ کر آگئی اور اس کے پستان دودھ سے خالی تھے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اقدس اس کے لیے پسیج گیا اور آپ کو اس پر ترس آیا۔ آپ نے اس شخص سے اس کو ہبہ کر دینے کا مطالبہ فرمایا جس نے اس کو باندھ رکھا تھا۔ اس نے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ اسے پیش کر دیا تو آپ نے اس کو آزاد فرما دیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم صحراء میں تھے کہ اچانک ایک پکارنے والے نے پکارا۔ یا رسول اللہ! آپ ادھر متوجہ ہوئے تو کوئی چیز نظر نہ آئی، پھر توجہ فرمائی تو ایک ہرنی بندھی ہوئی کھڑی تھی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے قریب تشریف لائیے۔ آپ اس کے قریب گئے اور دریافت فرمایا کوئی حاجت ہے تو بتلا۔ اس نے عرض کیا اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے چھوٹے دودھ پیتے بچے ہیں آپ ازراہِ کرم مجھے کھول دیں، میں جاکر اُن کو دودھ پلاؤں پھر میں لوٹ آؤں گی آپ نے دریافت فرمایا واقعی تو اس عہد کو نبھائے گی اور اس وعدہ پر قائم رہے گی اُس نے عرض کیا۔ اگر میں اس عہد کو نہ نبھاؤں تو اللہ تعالےٰ مجھے عشار (جو بلا اذن حاکم لوگوں سے جبراً عشر وصول کرے) والے عذاب سے دوچار کرے۔ آپ نے اس کو کھول دیا، وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی گئی، اپنے بچوں کو دودھ پلایا، پھر لوٹ آئی۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سابقہ جگہ پر باندھ دیا۔ اتنے میں اعرابی جس نے اس کو قید کر رکھا تھا بیدار ہو گیا۔ آپ کو وہاں تشریف فرما دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ کوئی کام ہو تو حکم فرما دیں۔ فرمایا ہاں کام یہ ہے کہ اس ہرنی کو آزاد کر دے۔ اس نے رسی کھول دی اور وہ دوڑتی جا رہی تھی اور کلمہ شہادت پڑھتی جا رہی تھی۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ

اٹھائیسواں باب

ضب (سوسمار) کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنا اور رسالت کی گواہی دینا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اعرابی نے ضب (گوہ) کو شکار کیا اور اُسے اپنی آستین میں ڈالے اپنے اہل خانہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا تاکہ اس کو ذبح کرے اور بھون کر کھائے۔ ناگاہ دیکھتا ہے کہ لوگوں کی ایک جماعت موجود ہے۔ اس نے پوچھا یہ کیسا مجمع لگا ہے؟ لوگوں نے بتلایا کہ ایک شخص محمد بن عبد اللہ پر لوگ جمع ہیں جو کہ نبی ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔

وہ آدمیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اور کہنے لگا مجھے لات وعزیٰ کی قسم میں نے کسی ذی روح کو سلام نہیں دیا (اور اس سے ملاقات نہیں کی) جو آپ سے زیادہ مجھے مبغوض ہو (نعوذ باللہ) اور اگر مجھے میری قوم جلد باز اور سبکسار ہونے کا طعنہ نہ دیتی اور مجھے اس الزام کا ڈر نہ ہوتا تو میں فوری حملہ کر کے تمہیں قتل کر دیتا اور تمہارے

قتل کے ذریعے سیاہ وسفید کو خوش کرتا اور بنو ہاشم اور دیگر قبائل عرب کو راحت پہنچاتا کیونکہ تم ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتے ہو!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو پہچان لیا اور فرمایا اے بنی سلیم قبیلہ کے فرد! تجھے اس قول اور بیہودہ گوئی پر کس امر نے برانگیختہ کیا اور تو نے میری مجلس میں میری تعظیم و تکریم کیوں نہیں کی۔

اس نے کہا مجھے لات وعزیٰ ابھی روئیں میں اتنے وقت تک تم پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک یہ سوسمار تم پر ایمان نہ لائے اور اس کو آپ کے سامنے پھینک دیا۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا مجھے اجازت فرمائیں میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا (حلم و حوصلہ اور تحمل و بردباری سے کام لو) تمہیں معلوم نہیں ہے کہ صاحب حلم اور بردبار منصب نبوت کے قریب ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گوہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے پکارا اے گوہ۔ اس نے عرض کیا لبیک وسعدیک (میں آپ کی خدمت اقدس میں بار بار حاضر ہونے والا ہوں اور آپ کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار) واضح عربی زبان میں جواب دیا جس کو ساری قوم نے سمجھا۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا تو کس کی عبادت کرتا ہے؟ عرض کیا اس ذات اقدس کی جس کا عرش عظمت و کبریائی آسمانوں میں ہے اور جس کی حکومت وسلطنت زمین میں ہے اور جس کے دلائل قدرت اور علامات عظمت سمندروں میں ہے اور جنت میں جس کی رحمت ہے اور نار جہنم میں جس کی عقوبت ہے۔

میں کون ہوں؟ آپ نے دریافت فرمایا۔ اس نے عرض کیا آپ رسول رب العالمین اور خاتم النبیین ہیں جس نے آپ کی تصدیق کی وہ فلاح پا گیا اور جس نے تکذیب کی وہ خائب وخاسر ہو گیا۔

اعرابی نے عرض کیا میں مشاہدہ کے بعد حکایت و روایت کا طلبگار نہیں ہو سکتا۔ صرف میں ہی نہیں بلکہ میرے بدن کا ہر بال، جلد اور میرا ظاہر و باطن یہ گواہی دیتا ہے۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمد اعبدہ ورسولہ۔

بخدا میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تھا تو روئے زمین پر آپ سے زیادہ کوئی شخص مجھے مبغوض اور ناپسندیدہ نہیں تھا اور اب یقیناً آپ مجھے میرے سمع و بصر اور باپ بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں آپ نے فرمایا اس اللہ تعالےٰ کے لیے حمد و ثنا ہے جس نے میری بدولت تجھے ہدایت عطا فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنو سلیم میں سے ایک اعرابی جنگل کی طرف نکلا تو ناگاہ اسے ضب (گوہ) نظر پڑی۔ اسے شکار کیا اور اپنی آستین میں ڈال لیا۔ پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور پکار کر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم ساحر ہو اور اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ مجھے میری قوم عجول اور جلد باز کہے گی تو میں

اس تلوار سے تمہارا کام تمام کر دیتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا بیباکانہ اور گستاخانہ کلام سنا تو تیزی سے اٹھے تاکہ اس کو سزا دیں اور گرفت کریں۔

حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوحفص بیٹھ جاؤ صاحب حلم شخص منصب نبوت کے قریب ہے (لہٰذا تم حلم و حوصلہ سے کام لو) پھر آپ اعرابی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو فرمایا أَسْلِمْ تَسْلَمْ مِنَ النَّارِ۔ اسلام لے آ تو جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جائے گا۔ اس نے کہا مجھے لات و عزیٰ کی قسم جب تک یہ گوہ تم پر ایمان نہ لائے میں ایمان نہیں لاؤں گا اور گوہ کو آستین سے باہر پھینک دیا۔ اس نے پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کیا تو آپ نے اس کو فرمایا۔

اے ضب ادھر آ۔ وہ حاضر خدمت اقدس ہو گیا۔ آپ نے فرمایا یہ بتلاؤ میں کون ہوں؟ اس نے عرض کیا۔ آپ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں پھر اس نے یہ اشعار پڑھے ؎

۱۔ الا یا رسول اللہ انک صادق   فبورکت مهدیا وبورکت هادیا

اے رسول خدا بیشک آپ دعوئ رسالت میں صادق ہیں پس آپ برکت دیے ہوئے ہیں درانحالیکہ مہدی ہیں اور برکت دے گئے ہیں درانحالیکہ آپ ہادی ہیں۔

۲۔ شہرت لنا دین الحنیفة بعدما   عبدنا کامثال الحمیر الطواغیا

آپ نے ہمارے لیے دین حنیف کو ظاہر فرمایا بعد اس کے کہ ہم نے گدھوں جیسے طواغیت اور اصنام کی عبادت کی۔

۳۔ فیا خیر مدعو ویا خیر مرسل   الی الجن ثم الانس لبیک داعیاً

پس اے ان لوگوں میں سے بہترین جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بلایا اور سب رسولوں سے افضل جو جنوں اور انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے۔

۴۔ اتیت ببرهان من اللہ واضح   فاصبحت فینا صادق القول واعیاً

آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک واضح برہان و دلیل لائے اور ہمارے درمیان سچے قول والے اور احکام خداوندی کو محفوظ رکھنے والے ہو گئے۔

۵۔ فبورکت فی الاحوال حیاً ومیتاً   وبورکت مولوداً وبورکت ناشئاً

آپ سب حالات میں بابرکت ہیں حالت حیات ظاہرہ ہو یا حالت ممات، حالت بچپن ہو یا حالت جوانی۔

اتنا عرض کر کے گوہ نے سکوت اختیار کیا تو اعرابی نے کہا تعجب کی بات ہے گوہ ہے جس کو جنگل سے میں نے شکار کیا ہے اور اپنی آستین میں ڈال کر اس کو یہاں لایا ہوں۔ وہ بھی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ

یہ کلام کر رہا ہے اور اس طرح شہادت رسالت وحقانیت دے رہا ہے۔
میں آنکھوں کے ساتھ ان کی شان رسالت دیکھنے کے بعد کسی نقل یا روایت واثر کو کیا طلب کروں۔
اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ پس وہ اسلام لایا اور مخلص مسلمان بن گیا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو حکم دیا کہ اس اعرابی کو کلام مجید کی چند سورتیں سکھلاؤ اور یاد کراؤ۔

فصل

اگر کوئی شخص کہے کہ جو معجزات تم نے روایت کیے ہیں وہ تواتر کے ساتھ منقول نہیں ہیں۔ تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ ان واقعات ومعجزات کا مجموعی طور پر لحاظ کیا جائے تو ان کی قدر مشترک اسی طرح قطعی اور حتمی معلوم ہوتی ہے جس طرح کہ شجاعت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اور جود حاتم۔
علاوہ ازیں ہمارے پاس قرآن مجید ہے جس میں شک وتردد کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا اس کا اعجاز ہمیشہ ہمیشہ کے لیے برقرار ہے۔ جو تحدی ومقابلہ کے بلند مینار پر کھڑے ہو کر اعلان بلکہ مطالبہ فرما رہا ہے۔ فاتوا بسورۃ من مثلہ۔ میری سورتوں میں سے چھوٹی سی سورت جیسی سورت بنا کر لاؤ۔
نیز ملوک وسلاطین کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتراف کرنا اور اُن کا گرویدہ ہونا باوجود آپ کے فقر وزہد اختیاری کے (حالانکہ امراء وملوک اپنے نشہ امارت وملوکیت کے پیش نظر فقراء وضعفاء سے نفرت کرتے ہیں) اور اہل کتاب کا آپ کے متعلق اقرار واعتراف کرنا کہ واقعی انہی کے اوصاف وکمالات ہماری کتابوں میں مرقوم ومسطور ہیں نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ رسالت اور حقانیت وصداقت پر بہت بڑی دلیل اور عظیم براہین میں ایک عظیم برہان ہے۔

انتیسواں باب

نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا یہود کے ایسے سوالات کا جواب دینا جن کو سوائے نبی صادق اور رسول برحق کے نہ کوئی جانتا تھا اور نہ جان سکتا تھا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

بارگاہ اقدس میں اس وقت حاضر ہوئے جبکہ آپ مدینہ منورہ تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ سے تین چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں جن کو سوائے ذات نبی کے اور کوئی شخص نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا پوچھو۔ انہوں نے عرض کیا۔

۱۔ قیامت کے علامات میں سے پہلی علامت کون سی ہے۔

۲۔ پہلا کھانا جو اہل جنت کھائیں گے وہ کیا ہوگا۔

۳۔ لڑکا کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماں کے اس اختلاف کی وجہ کیا ہے؟۔

آپ نے فرمایا حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ابھی ابھی مجھے یہ تینوں امور بتلا کر گئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا یہ فرشتہ تو یہود کا دشمن ہے (باعتبار یہود کے زعم فاسد کے) الغرض آپ نے ہر سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ (۱) علامات قیامت میں سے پہلی علامت وہ آگ ہے جو مغرب سے نمودار ہوگی اور لوگوں کو مشرق یعنی میدان محشر کی طرف دھکیلے گی۔

۲۔ اہل جنت کا پہلا کھانا مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا ٹکڑا ہوگا۔

۳۔ اور لڑکے کے کبھی باپ اور کبھی ماں کے مشابہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ مرد کا مادہ منویہ جب عورت کے مادہ پر سبقت لے جائے تو وہ جنین کی شکل وصورت میں اثر انداز ہو کر باپ کی شکل وصورت کی طرف لے جاتا ہے اور عورت کا مادہ منویہ سبقت لے جائے تو وہ بچے کو ماں کی شکل وصورت کیطرف لے جاتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہ جوابات سن کر پکار اٹھے: اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ یہودی انتہائی کم عقل اور سوچ وفکر سے محروم قوم ہے، اگر ان کو میرے اسلام لانے کا پتہ چل گیا تو وہ مجھے آپ کے سامنے ——— الزامات کا نشانہ بنائیں گے۔ لہٰذا آپ ان کی طرف آدمی بھیج کر دریافت فرمائیں کہ ابن سلام تم میں کیسا آدمی ہے۔ آپ نے آدمی بھیجا اور دریافت فرمایا۔ عبد اللہ بن سلام تم میں کس پایہ کا آدمی ہے؟ انہوں نے کہا وہ ہم سب سے بہتر ہے اور اس کا باپ ہمارے آباء سے بہتر تھا وہ ہمارا عالم ہے اور ہمارے عالم کا فرزند ہے۔ وہ ہم سب سے زیادہ فقیہ اور دانا ہے اور ہم سے بڑے فقیہ اور دانا کا لخت جگر ہے۔

آپ نے فرمایا مجھے یہ تبلاؤ اگر وہ اسلام لے آئے تو تم اسلام لے آؤ گے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالے اسے اس سے محفوظ رکھے کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر اس دین میں داخل ہو۔ اسی اثناء میں حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ پڑھتے ہوئے نمودار ہوئے۔ سب یہودیوں نے اس مجلس میں کہا یہ سب سے بدتر ہے اور اس کا باپ ہم سب سے بدتر تھا۔ یہ ہم سب سے بڑا

جاہل ہے اور ایک بہت بڑے جاہل کا بیٹا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہی خطرہ تھا (جس کے تحت میں نے عرض کیا کہ پہلے ان سے میرے متعلق دریافت فرمالیں۔ اب انہوں نے دو متعارض اور متناقض باتیں کر کے اپنے آپ کو خود جھوٹا ثابت کر دیا ہے) رواہ البخاری

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ یہودی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کرتے ہیں اگر آپ ہمیں اُن کا جواب دے دیں تو ہمیں اطمینان ہو جائے گا کہ آپ نبی ہیں اور ہم آپ کی اتباع کر لیں گے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے عہد لیا جیسے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے عہد لیا تھا جب کہ انہوں نے کہا۔ واللہ علی ما نقول وکیل۔ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اللہ تعالےٰ اس پر وکیل ہے اور اللہ تعالےٰ پر ہی اس کے اتمام میں اعتماد و بھروسہ ہے۔

۱۔ انہوں نے کہا ہمیں نبی کی علامت کے متعلق خبر دیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔

۲۔ اولاد کبھی مذکر ہوتی ہے اور کبھی مونث اس کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اولاد کا تولد و تکون دو مادوں سے ہوتا ہے اگر عورت کا مادہ تولید غالب آجائے تو جنین مؤنث بن جاتا ہے اور اگر مرد کا مادہ تولید غالب آجائے تو جنین مذکر ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا ہے۔

۳۔ رعد کیا ہے اور یہ چمک کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ انہوں نے پوچھا؟ آپ نے فرمایا ملائکہ میں سے ایک ملک سحاب پر مؤکل ہے جس کے ہاتھ میں چابک ہوتا ہے جس کے ساتھ وہ بادلوں کو ہانکتا ہے اور جدھر اللہ تعالےٰ کا امر ہوتا ہے ادھر اُن کو چلاتا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا تو پھر آواز کیوں سنائی دیتی ہے اور یہ کیسی آواز ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ اسی فرشتہ کی آواز ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔

۴۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر کونسی شے حرام فرمائی تھی؟ آپ نے فرمایا ان کو عرق النساء کا عارضہ لاحق ہوا تو انہوں نے اپنے لیے کوئی شے ملائم طبع اور موافق مزاج نہ پائی ماسوا اونٹنیوں کے دودھ کے لہٰذا انہوں نے ان کا گوشت اپنے آپ پر حرام کر لیا۔ یعنی اس سے عملی طور پر اجتناب کا التزام کر لیا نہ کہ اعتقادی طور پر۔ انہوں نے کہا آپ نے ٹھیک فرمایا۔

۵۔ انہوں نے کہا اب آخری سوال رہ گیا ہے اگر آپ اس کا جواب دے دیں تو ہم آپ کی اتباع کریں گے۔ وہ سوال یہ ہے کہ ہر نبی پر آسمان سے فرشتہ وحی لے کر نازل ہوتا ہے تو جو فرشتہ آپ پر وحی لاتا ہے وہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا میرے حامل وحی حضرت جبریل امین علیہ السلام ہیں۔

وہ بولے جبریل! وہ تو حرب اور قتال کے ساتھ نازل ہوتا ہے اور ملائکہ میں سے صرف وہی ہمارا دشمن ہے۔ اگر آپ کہتے کہ مجھ پر وحی لانے والا فرشتہ میکائیل ہے جو کہ رحمت نازل کرتا ہے، بارشیں برساتا ہے اور سبزے اور انواع و اقسام کے غلہ جات اور پھل اگاتا ہے (تو ہم ضرور آپ کی اتباع کرتے) تب اللہ تعالے نے یہ آیات مبارکہ نازل فرمائیں۔

من كان عدوا لجبريل فانه نزله على قلبك الاية

جو جبریل علیہ السلام کے لیے دشمن بنتا ہے تو وہ صرف اُن کا دشمن نہیں بلکہ اللہ تعالے کا دشمن ہے کیونکہ انہوں نے کلام مجید کو آپ کے دل اقدس پر اذنِ خداوندی سے نازل کیا ہے۔ الخ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرا۔ اور آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محو گفتگو تھے۔ قریش نے اس کو کہا اے یہودی! یہ شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ (اُن سے کوئی ایسا سوال کر جس سے معلوم ہو سکے کہ وہ واقعی نبی ہیں؟) اس نے کہا میں ایسا سوال کروں گا جس کا جواب صرف نبی کو معلوم ہو سکتا ہے۔ تب وہ آپ کے پاس حاضر ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انسان کس سے پیدا کیا جاتا ہے؟

آپ نے فرمایا دونوں سے پیدا ہوتا ہے مرد کے نطفہ سے اور عورت کے نطفہ سے۔ مرد کا مادہ تولید غلیظ اور گاڑھا ہوتا ہے۔ اس سے ہڈیاں اور اعصاب پیدا ہوتے ہیں اور عورت کا مادہ تولید رقیق ہوتا ہے اس سے خون اور گوشت پیدا ہوتا ہے۔

یہودی کھڑا ہو کر کہنے لگا آپ سے پہلے پیغمبر کرام بھی یوں ہی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ثوبان خادم رسول رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عالم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں بھی اس وقت آپ کے پاس کھڑا تھا۔ تو اس نے کہا السلام علیک یا محمد۔ میں نے اس کو زور سے دھکا دیا قریب تھا کہ گر پڑے تو اس نے پوچھا تو مجھے کیوں دھکے دیتا ہے؟ میں نے کہا تو یا رسول اللہ کیوں نہیں کہتا۔ اس نے کہا میں ان کو اسی نام سے پکارتا ہوں جس نام کے ساتھ اُن کے گھر والوں نے اُن کو موسوم کیا آپ نے فرمایا ٹھیک ہے میرا نام محمد ہے جس کے ساتھ میرے گھر والوں نے موسوم کیا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ میں کچھ پوچھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر میں تیرے سوالات کا صحیح جواب دے دوں تو اس سے تجھے کچھ نفع بھی ہوگا اور میری اطاعت قبول کرے گا؟ اس نے کہا میں غور سے سنوں گا (ایمان لانے نہ لانے کا کچھ نہیں کہہ سکتا)

آپ کے پاس ایک لکڑی تھی اس کے ساتھ زمین کو کھرچنا شروع کر دیا اور فرمایا پوچھ جو پوچھنا ہے۔

۱۔ اس نے کہا جب زمین و آسمان کو تبدیل کر دیا جائے گا (اور قیامت قائم ہو جائے گی) تو لوگ کہاں ہونگے؟
آپ نے فرمایا کہ وہ پل صراط کے قریب ظلمت میں ہوں گے۔
۲۔ تو سب سے پہلے کون لوگ اس پل کو عبور کریں گے اور جنت کی طرف جائیں گے؛
آپ نے فرمایا فقراء مہاجرین رضی اللہ عنہ۔
۳۔ تو جب یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے لیے کونسا تحفہ و ہدیہ اور کیسی مہمانی پیش کی جائیگی۔
آپ نے فرمایا جنتی مچھلی کے جگر کے ساتھ جو زائد ٹکڑا ہو گا وہ انہیں کھلایا جائے۔
۴۔ اس نے کہا تو اس کے بعد ان کی غذا کیا ہو گی؟
آپ نے فرمایا ان کے لیے جنت کا وہ بیل ذبح کیا جائے گا جو ان اطراف و جوانب میں ہر طرف آزادی کے ساتھ چرتا پھرتا ہو گا۔
۵۔ تو اس کے ساتھ ان کا مشروب کونسا ہو گا؛
آپ نے فرمایا جنت کے اس چشمہ کا پانی جس کو سلسبیل کہتے ہیں۔ اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔
۶۔ آخر میں اس نے کہا کہ میں تم سے ایک ایسا سوال کرتا ہوں جس کا جواب صرف نبی کو معلوم ہو سکتا ہے یا ایک دو اور آدمیوں کو، عام مخلوق اس کو قطعاً نہیں جانتی۔ آپ نے فرمایا اگر جواب صحیح دیدوں تو کیا تجھے نفع دے گا؟ اس نے کہا کان لگا کر سنوں گا! میں آپ سے اولادِ انسانی کے متعلق پوچھنے آیا ہوں! آپ نے فرمایا مرد کا مادہ تولید سفید ہوتا ہے اور عورت کا زرد۔ جب دونو مواد اکٹھے ہوتے ہیں اور مرد کا مادہ عورت کے مادہ پر غالب آجاتا ہے تو ان سے اللہ کے امر سے مذکر تولد ہوتا ہے اور اگر عورت کا مادہ مرد کے مادہ پر غالب آجائے تو اللہ تعالےٰ کے امر سے مونث کا تولد ہوتا ہے۔

یہودی نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ یقیناً آپ اللہ تعالےٰ کے نبی و رسول ہیں پھر وہ چلا گیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص نے جس وقت مجھ سے سوال کیا تو اس سے پہلے مجھے ان امور میں سے کسی کا علم نہیں تھا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے مجھے ان امور کی اطلاع دی۔ اس روایت کو امام مسلم نے ذکر فرمایا ہے۔

تیسواں باب

نبی امّی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی پشت اقدس کے پیچھے اشیاء کو مشاہدہ فرمانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ فرمانے سے قبل ہماری طرف متوجہ ہوکر فرماتے تَرَاصُّوا واعتدلوا فانی اراکم من وراء ظھری ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہواکرو اور صفوں میں اعتدال اور ہمواری کو ملحوظ رکھاکرو کیونکہ میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

فوائد جلیلہ:- (۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پشت اقدس کے پیچھے سے دیکھنا آیا حالت نماز کے ساتھ خاص ہے یا جمیع احوال میں یہ شان اعجاز ثابت ہے۔ حضرت مجاہد عموم کے قائل ہیں اور الفاظ حدیث سے بھی عموم ہی معلوم ہوتا ہے۔ علی الخصوص جن روایات میں اس رویت کو سامنے والی جہت سے دیکھنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کما اراکم من بین یدی۔ اور خصوص مورد یعنی رکوع وسجود میں احتیاط برتنے کے ضمن میں اس حکم کے ورود کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ عموم لفظ کا اعتبار کیا جائے گا جیسے کہ مسلم قاعدہ ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں اللفظ یقتضی العموم السیاق یقتضی الخصوص قلت نقل من مجاهد انه کان فی جمیع احواله۔

عمدۃ القاری جلد رابع ص۱۵۸ و فتح الباری جلد اوّل ص۴۳۱۔

۲۔ اس میں اختلاف ہے کہ ملاحظہ ومشاہدہ اپنے ظاہری معنی ومفہوم پر محمول ہے یا وحی والہام کے معنی میں ہے۔ صورت اولیٰ میں آیا۔ انہیں آنکھوں کے ساتھ ہے یا اُن سے علاوہ آپ کو آنکھیں عطا کی گئی تھیں اور انہیں آنکھوں کے ساتھ ہے تو نمازیوں کی صورتیں سامنے والی دیوار میں متمثل ہوجاتی تھیں اور ان کو دیکھ لیا جاتا تھا یا نمازیوں کو پس پشت ہونے کے باوجود مشاہدہ فرمالیا جاتا تھا۔ ان سب اقوال میں جمہور علمائے ومحدثین کے نزدیک مختار اور راجح یہی ہے کہ یہ مشاہدہ اور روایت حقیقی معنی پر محمول ہے اور آپ صحابہ کرام کی ذات کو مشاہدہ فرماتے تھے کیونکہ عقلاً سامنے والی آنکھ سے پچھلی سمت میں دیکھنا ممکن ہے اور شرعاً ثابت ہے۔ لہٰذا اہل ایمان کا اس پر ایمان رکھنا واجب و لازم ہے۔ عمدۃ القاری ص۲۵۴ جلد خامس وجلد رابع ص۱۵۷۔ فتح الباری۔ جلد ثانی ص۱۷۳ پر علامہ ابن حجر فرماتے ہیں مختار یہی ہے کہ یہ حدیث پاک اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ زین بن المنیر فرماتے ہیں کہ خلاف ظاہر پر محمول کرنا گویا الفاظ حدیث کو بلا وجہ معطل کرنا ہے اور قرطبی فرماتے ہیں کہ ظاہری مفہوم مراد لینا ہی اولیٰ اور انسب ہے کیونکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اعجاز و کرامت ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

شیخ محقق مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ گفتہ اند صواب آنست کہ چنانکہ قلب شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را احاطہ و دستی در درک وعلم معقولات دادند حواس لطیف او را نیز احاطہ در درک محسوسات بخشیدند وجہات ستہ را در حکم یک جہت

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ھل ترون قبلتی ھھنا فو اللہ ما یخفی علیّ خشوعکم ولا رکوعکم انی لا رٰئکم من وراء ظھری۔

کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ میری توجہ قبلہ کی طرف ہے (لہٰذا مجھے پیچھے کا علم نہیں ہے) بخدا مجھ پر نہ تمہارا خشوع وخضوع پوشیدہ ہے اور نہ ہی رکوع۔ یقین جانیے میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

یہ دونوں روایات بخاری ومسلم میں ہیں۔

(بقیہ) گردانیدند مدارج النبوت جلد اول ص۷۔

محدثین وعلما محققین فرماتے ہیں صحیح اور صواب یہی ہے کہ جس طرح قلب مصطفوی کو معقولات کے علم وادراک میں وسعت اور احاطہ کی قدرت بخشی گئی ہے اسی طرح آپ کے حواس لطیفہ کو محسوسات کے شعور وادراک میں احاطہ بخشا گیا ہے اور جہات ستہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بمنزلہ جہت مقابل کردی گئی ہے۔

امام اہل السنت فرماتے ہیں ؎

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال　　دھوم والنجم میں ہے آقا تیری بینائی کی

۳۔ ما یخفی علیّ خشوعکم سے آیا سجود والا معنی مراد ہے یا قلبی کیفیت ظاہر یہی ہے کہ مراد قلبی کیفیت ہے اور سجود اس کی ظاہری علامت ہے لہٰذا لفظ کو عام معنی پر محمول کرنا ہی مناسب ہے اور سجود بھی اس میں داخل ہو جائے گا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم باعلام اللہ تعالےٰ اُمت کے احوال قلوب پر بھی مطلع ہیں لہٰذا جب مخصص موجود نہیں اور لفظ عام ہے تو تحقیق درست نہیں ہوگی۔

۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتمام رکوع وسجود اور حضور قلب کا حکم دیتے وقت اپنے دیکھنے کا ذکر فرمایا حالانکہ اللہ رب العزت بھی دیکھتا ہے اور اس سے خوف وخشیت بھی زیادہ ہونی چاہیے تو مقام تعلیل میں اپنی رویت کے ذکر کی کیا وجہ ہے؟ علامہ ابن حجر نے فرمایا رویت مصطفوی سے بطریق اولیٰ رویت باری تعالیٰ　　ثابت ہو جائیگی لہٰذا اس میں مقام احسان کی طرف بھی رہنمائی پائی گئی ہے فانہ یراک۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اُمت کے لیے شاہد اور مزکی ہوں گے جب ان کو معلوم ہوگیا کہ آپ اس حال میں ہمیں دیکھ رہے ہیں تو وہ عبادت کے حقوق وآداب کا پورا پورا خیال رکھیں گے تاکہ آپ بروز قیامت اُن کے حسن عبادت اور اخلاص عمل کی گواہی دیں۔ فتح الباری جلد ثانی ص۱۸۸۔

اقول: اس تحقیق سے فائدہ ثالثہ میں درج تحقیق کی تائید وتصدیق　　ہوگئی کیونکہ محض ظاہری آداب کا بجالانا کافی نہیں بلکہ اخلاص بھی واجب ولازم ہے اور مدار تزکیہ وتعدیل اس پر بھی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عین نماز کی حالت میں مقتدیوں کی ظاہری وباطنی کیفیات پر مطلع ہیں۔ فصلی اللہ علیٰ حبیبہ ومحبوبہ بقدر حسنہ وجمالہ ورفعتہ وکمالہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ اقیموا الصفوف فانی اراکم من خلف ظہری۔ اپنی صفیں درست رکھا کرو کیونکہ میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

اکتیسواں باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تاریکی شب میں اسی طرح دیکھتے تھے جیسے کہ روزِ روشن میں

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم "کان یری فی الظلمۃ کما کان یری فی الضوء" رات کی تاریکی میں اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔ع۵

بتیسواں باب

حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کا مستجاب الدعوات ہونا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے خیبر کے دن فرمایا۔ علی کہاں ہیں؟

ع۵ ف نگاہ خلق دیکھنے میں سورج کے نور کی محتاج ہے اور رات اگر تاریک ہو تو معمولی طور پر دکھائی دیتا ہے مگر حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب و روز یکساں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوا وہ نور آفتاب کے محتاج نہیں ہیں ایسا کیوں ہو جبکہ وہ استفادہ نور میں اُن کی طرف محتاج ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ موسیٰ کلیم باری تعالیٰ کی صفاتی تجلی دیکھنے کے بعد تیس میل تک رات کی تاریکی میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلتی ہوئی چیونٹی دیکھ لیتے تھے تو کیا بعید ہے کہ نبی انبیا صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج عین ذات کا دیدار کرنے کے بعد اس سے بھی زیادہ دور تک اور تاریکیوں میں دیکھنے پر قادر ہوں۔ شفا جلد اول صـ۴۳ نیز عیسیٰ روح اللہ لوگوں کو جو کچھ وہ کھا کر یا گھروں میں رکھ کر آتے تھے وہ بھی تبلا دیتے تھے خواہ رات ہوتی یا دن۔ نہ رات کی تاریکی مانع ہوتی اور نہ حجاب جسم اور نہ ہی چار دیواریوں کا حجاب لہٰذا یہاں استبعاد کی کیا وجہ ہو سکتی ہے نیز یہ روایت تقی بن مخلد کے واسطہ سے عمدۃ القاری جلد خامس صـ۲۵۴۔ فتح الباری جلد اول صـ۴۳۱ شفا جلد اول صـ۴۲ عینی جلد رابع صـ۱۵۸ پر موجود ہے اور مدارج جلد اول صـ۶ پر بروایت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا منقول ہے۔

عرض کیا گیا کہ اُن کی آنکھیں دکھتی ہیں (آشوب کی شکایت ہے اور اپنے پاؤں کی پشت دیکھنے سے بھی قاصر ہیں) آپ نے فرمایا آدمی بھیج کر بلاؤ۔ چنانچہ ان کو لایا گیا تو آپ نے اُن کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور دُعا فرمائی تو وہ اتنا جلد صحت یاب ہو گئے کہ گویا اُن کو تکلیف تھی ہی نہیں۔ رواہ البخاری والمسلم۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے منقول ہے کہ میرا باپ رات گئے تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بات چیت میں مصروف رہتا تھا اور شیر خدا رضی اللہ عنہ گرمیوں میں سردیوں والے موٹے اور گرم کپڑے استعمال کرتے تھے اور سردیوں میں گرمیوں والے پتلے اور ٹھنڈے کپڑے زیب تن فرماتے تھے۔ تو ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا سبب تو دریافت کریں۔

انہوں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف خیبر کے موقعہ پر آدمی بھیجا اور میری آنکھوں سے پانی بہتا تھا۔ میں نے آپ سے اپنی تکلیف کے متعلق عرض کیا تو آپ نے میری آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور فرمایا۔

اللھم اذھب عنہ الحر والبرد۔ اے اللہ تعالےٰ ان سے گرمی اور سردی کی کلفت دور فرما دے۔ تو اس دن سے میں گرمیوں میں گرمی کی تکلیف محسوس نہیں کرتا اور سردیوں میں مجھے سردی محسوس نہیں ہوتی۔

حضرت یعلیٰ ابن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں نکلا کچھ فاصلہ ہی طے کر پائے تھے کہ ہمارا گذر راستے میں بیٹھی ہوئی ایک عورت پر ہوا جس کے ساتھ چھوٹا سا بچہ تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اس بچے کو بیماری ہے، پتہ نہیں کتنی بار حالت نیند میں اس پر غشی سی طاری ہوتی ہے۔ آپ نے اس کو فرمایا بچہ مجھے دے۔ اس نے آپ کے ہاتھوں میں دے دیا تو آپ نے اُس کو اپنے اور پالان کے اگلے حصے کے درمیان رکھ کر اس کا منہ کھولا اور اس میں تین مرتبہ لعاب دہن ڈالا۔ اور فرمایا۔

بسم اللہ یا عبد اللہ۔ اخسا یا عدو اللہ۔ اے اللہ کے بندے اللہ تعالےٰ کے اسم گرامی کی برکت سے بابرکت رہ اے اللہ تعالےٰ کے دشمن ذلیل و رسوا ہو کر دور ہو جا۔

بچہ اس عورت کے حوالے فرما کر ارشاد فرمایا کہ جب ہم واپس ہوں گے تو ہمیں اسی جگہ پر ملنا اور بچے کی حالت بتلانا۔ فرماتے ہیں ہم چلے اور مقصد پورا کرنے کے بعد واپس ہوئے تو وہ عورت اسی جگہ موجود تھی اور اُس کے ساتھ تین بکریاں تھیں۔ آپ نے دریافت فرمایا تیرے بچے کا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا بخدا ہم نے اس میں وہ تکلیف اب تک نہیں دیکھی (اور یہ بکریاں آپ کے لیے نذرانہ و ہدیہ ہیں) لہٰذا ان کو آپ قبول فرما کر لے جائیں۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ سواری سے اترو اور صرف ایک بکری لے لو اور باقی واپس کر دو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت اقدس میں لے آئی اور عرض کیا کہ اس کو آسیب ہے اور جب کھانا کھانے لگتا ہے تو اس کو اثر ہو جاتا ہے۔ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے اس کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور دُعا فرمائی تو اُسے کھانسی آئی اور قے ہوئی پھر اس کے منہ سے کتے کے پلے کی مانند سیاہ جانور باہر آگیا اور زمین پر دوڑنے لگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں کو سخت قحط سالی درپیش ہوئی۔ آپ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی نے اُٹھ کر عرض کیا یارسول اللہ مال مویشی ہلاک ہو گئے ہیں اور اہل وعیال بھوکے تڑپ رہے ہیں لہذا اللہ تعالےٰ سے دُعا کریں کہ ہم پر باران رحمت نازل فرمائے اور ہماری پیاس بجھائے۔

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حالت میں دست رحمت بارگاہ خداوندی میں دعا کے لیے اٹھائے۔ جس وقت آپ نے ہاتھ اٹھائے تھے اس وقت آسمان پر کوئی چھوٹا سا بادل کا ٹکڑا بھی نظر نہیں آتا تھا۔ فوراً بادل اُمڈ آئے اور گھٹائیں چھا گئیں جیسے کہ پہاڑ ہوں۔ اور آپ ابھی منبر شریف سے اترے نہیں تھے (کہ بارش برسنے لگ گئی) حتیٰ کہ بارش کا پانی آپ کے چہرہ اقدس اور داڑھی مبارک پر چھت سے ٹپکنے لگا۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم پر اس دن، دوسرے دن حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک بارش برستی رہی۔ تب وہی اعرابی یا کوئی دوسرا شخص اٹھا اور حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء سے عرض کیا۔ یارسول اللہ اب تو مکان گرنے لگے ہیں اور مال غرق ہونے لگا ہے، دعا فرمائیں بارش رک جائے۔

محبوب خدا وخلق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے اور عرض کیا اللّٰھم حوالینا ولا علینا۔ اے اللہ ہمارے اطراف وجوانب میں بارش برستی رہے مگر ہم پر نہ برسے اور دستِ اقدس سے بادل کی طرف اشارہ فرماتے جاتے تھے اور جدھر بھی اشارہ ہوتا بادل چھٹ جاتا حتیٰ کہ مدینہ منورہ پر سے بادل ہٹ گئے، بارش رک گئی، دھوپ نکل آئی اور ادھر اُدھر اسی طرح موسلا دھار بارش برس رہی تھی۔ مدینہ منورہ درمیان میں یوں چمک رہا تھا جیسے دھوپ میں پانی کا تالاب (یا تاج کی سنہری پٹی جو اس کے گرد محیط ہوتی ہے) وادی قناۃ ایک مہینے تک پانی سے لبالب ہو کر بہتی رہی اور جو شخص بھی باہر سے آیا اُس نے بہت بارش برسنے کی خبر دی۔

رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اپنے ہاتھ مبارک اُٹھایا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں ایک دفعہ جب آپ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے تو آپ سے عرض کیا گیا، بارش رُک گئی ہے اور زمین اور ویران ہو چکی ہے لہذا اللہ تعالےٰ سے دُعا کریں۔

آپ نے دونو ہاتھ مبارک دُعا کے لیے بلند فرمائے اور اتنے بلند فرمائے کہ ہم نے آپ کے مبارک بغلوں کی سفیدی دیکھی۔ جب آپ نے بارش کی دُعا مانگنے کے لیے ہاتھ اٹھائے تو آسمان پر کوئی بادل

موجود نہیں تھا (مگر دعا کرنے ہی فوراً گھٹائیں چھا گئیں اور اس زور کا مینہ برسا) کہ وہ جوان آدمی جن کا گھر مسجد کے قریب تھا، ان کو بھی گھر جانے کی ہمت نہیں پڑتی تھی اور وہ بارش پورا ہفتہ جاری رہی۔ جب دوسرا جمعہ آیا تو صحابہ نے عرض کیا۔ اب تو گھروں کے مکان گرنے کو ہیں اور مسافروں کے راستے رک گئے ہیں اور اموال غرق ہونے لگے ہیں عہ۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور دست اقدس سے اشارہ فرمایا اور اس کو اپنے سامنے والی جہت میں پھیلا کر (فضا میں گھمایا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا) اللّٰھم حوالینا ولا علینا اے اللہ ہمارے ارد گرد ہو ہم پر نہ ہو تو بارش اور بادل مدینہ طیبہ پر سے چھٹ گئے اور ادھر ادھر مینہ برستا رہا۔

عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (جنگ بدر) کے موقعہ پر بے آب و گیاہ وادی میں اترے اور مشرک آپ سے قبل وہاں پہنچے تھے لہذا پانی کے کنوؤں پر اترے اور ان پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کو سخت پیاس لگی تو انہوں نے بارگاہ نبوی میں اپنی حالت زار عرض کی۔ ادھر منافقین کا نفاق سر اٹھانے لگا اور ان میں سے بعض نے کہا اگر یہ واقعی نبی ہوتے جیسے کہ اُن کا گمان ہے تو اپنی قوم کے لیے پانی کا بندوبست کرتے جس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے کیا تھا۔ جب امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بات بلکہ منافقانہ تنقید و تنقیص کا علم ہوا تو فرمایا۔ واقعی انہوں نے ایسے کہا ہے؟ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پانی عطا فرمائے گا۔

پھر آپ نے دونوں ہتھیلیاں بارگاہ خدائے کریم میں پھیلائیں اور یوں عرض کیا۔

اے اللہ ہمیں ڈھانپ ایسے کثیف اور پر آب بادل کے ساتھ جو زور سے برسنے والا ہو اور اطراف و اکناف اس سے چمک اٹھیں اس سے ہمیں آہستہ آہستہ اور تھوڑی تھوڑی بارش عطا فرما جس کی انتہا اور اختتام موسلا دھار بارش اور گھن گرج پر ہو۔ اے جلال و اکرام کے مالک و مستحق خدا کریم۔ آپ نے اپنے ہاتھ ابھی واپس اپنی چادر میں نہیں ڈھانپے تھے کہ ہم پر ایسا بادل سایہ فگن ہو گیا جو ان تمام اوصاف اور کیفیات کا حامل تھا جن کا نبی اکرم حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دُعا میں ذکر فرمایا تھا۔

پھر تمام انواع و اقسام کی بارش ہمیں عطا کی گئی جس کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی تھی اور سیلاب اور طغیانی نے وادی کو بھر دیا۔ لوگوں نے پانی پیا اور اچھی طرح سیراب ہو گئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے دن کفار قریش میں سے اسّی ۸۰ آدمی مسلح ہو کر جبل تنعیم کی طرف سے نیچے اتر کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر حملہ آور ہوئے وہ اہل

عہ امام اہلسنت نے فرمایا

جن کو سوئے آسماں پھیلا کے جل تھل بھر دیے | صدقہ ان ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے

اسلام کی بےخبری سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے (اور انہوں نے عفان کا مال لوٹا) رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اُن کے خلاف دُعا فرمائی (اور وہ مرعوب ہوکر اس طرح ہو گئے جیسے بھیڑ بکریاں جن کو فردِ واحد ہانک کر جدھر چاہے جائے) اور انہیں کے حق میں یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی۔

هو الذی کف ایدیهم عنکم و ایدیکم عنهم ببطن مکة من بعد ان اظفرکم علیهم۔

اللہ ہی وہ عظیم قدرت والا ہے جس نے کفار کے دست ظلم و تعدی کو تم سے دور رکھا اور تمہارے ہاتھوں کو اُن سے روک رکھا، وادی مکہ میں جبکہ تم کو ان پر فتح مند اور غالب و کامران کر دیا تھا۔

حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا میں پانی کا پیالہ لے کر حاضر ہوا۔ اس میں ایک بال تھا میں نے اس کو نکال دیا تو حبیب پاک علیہ السلام نے دُعا فرمائی۔ اے اللہ اس کو جمال عطا فرما۔ اُن کی عمر شریف پورا نوے سال کی ہو چکی تھی اور دیکھنے والوں کو اُن کی داڑھی شریف میں کوئی سفید بال نظر نہیں آتا تھا۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے میرے لیے دُعا فرمائی، اے اللہ اُن کے مال اور اولاد میں کثرت (اور برکت) عطا فرما اور اُن کو عمر دراز عطا فرما۔ تو اللہ تعالےٰ نے میرے مال کو اتنا زیادہ فرمایا کہ میرا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا ہے اور دو مرتبہ میں اس کی آمدنی کو حاصل کرتا ہوں۔ اور اولاد میں اس قدر کثرت ہوئی کہ میری صلبی (اور بلاواسطہ) اولاد ایک سو چھ تک پہنچ چکی ہے (بوقت تحدیث و روایت۔ فوت ہو جانے والے سو کے قریب اس کے علاوہ ہیں)

حضرت نوفل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ابولہب کا بیٹا عتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرتا تھا۔ آپ نے دُعا فرمائی اللّٰهم سلط علیه کلبًا من کلابك۔ اے اللہ اس پر اپنے کتوں (اور درندوں) میں سے ایک کتا اور درندہ مسلّط فرما۔

وہ اپنے قافلہ کے ہمراہ شام کی طرف نکلا۔ ایک جگہ رات کو پڑاؤ ڈالا تو اس نے کہا بخدا مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعائے ہلاکت سے ڈر لگتا ہے اور اندیشہ ہے کہ مجھے کوئی جنگلی جانور چیر پھاڑ نہ جائے۔ انہوں نے کہا ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا (ہم اتنے افراد تیرے ساتھ ہیں۔ رات کو تیری حفاظت اور نگرانی کریں گے) اپنے ساز و سامان کو اونٹوں سے اتارا (اور بغرض آرام و استراحت پڑاؤ ڈالا) اور اس کی حفاظت کے لیے ارد گرد بیٹھ گئے۔ رات کو درندہ (شیر) آیا اور عتبہ کو اُن کے ہاتھوں سے چھین کرلے گیا (اور چیر پھاڑ کر ہلاک کر دیا)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سخت سرد صبح کو اذان دی۔ مگر نماز کی طرف کوئی صحابی نہ آیا۔ پھر نماز کے وقت کا اعلان کیا اور اطلاع دی مگر کوئی شخص نہ حاضر ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا انہیں کیا ہے نماز کے لیے کیوں نہیں آتے۔ میں نے عرض کیا، سردی سخت ہے۔ اس نے اُن کو شدت و محنت میں مبتلا کر رکھا ہے اور وہ باہر نکلنے سے قاصر ہو رہے ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی اللھم اکسر عنھم البرد۔ اے اللہ اُن سے سردی کی شدت کم کر اور اس کی تیزی کو دور فرما (جونہی یہ دعائیہ کلمات زبان نبوی سے نکلے سردی بالکل کافور ہو گئی) اور حضرت بلال فرماتے ہیں میں نے صحابہ کو دیکھا کہ وہ گرمی کو دور کرنے کے لیے پنکھے ہلاتے تھے۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ جناب ابوطالب بیمار ہوئے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیادت فرمائی۔ انہوں نے عرض کیا اے بھتیجے اپنے اس معبود سے دُعا کرو جس کی ہر وقت عبادت کرتے ہو کہ مجھے شفا اور صحت و عافیت عطا فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی تو فوراً صحتیاب ہو گئے جیسے اونٹ رستے میں جکڑا ہوا ہو اور اسے کھول دیا جائے اسی طرح بیماری مرض کی شدت و محنت سے فوری طور پر رہائی اور چھٹکارا پا گئے۔ انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے میں یقین رکھتا ہوں کہ تمہارا معبود تمہارا کہنا مانتا ہے اور جو کہتے ہو کرتا ہے اور تمہاری اعانت فرماتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے چچا اگر تو بھی اس کی اطاعت کرتا تو وہ تیری اعانت فرماتا اور تمہاری عرض کو شرف قبولیت بخشتا۔

فصل

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ظاہر ہوئے تو اہل ایمان نے آپ کی اتباع محض تقلید کے طور پر نہیں کی بلکہ دلیل اور برہان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے آپ کی اطاعت اور اتباع کی۔ اسی لیے جس امر کی حکمت سمجھ نہیں آتی تھی تو اس میں استفسار و استکشاف کی سعی فرماتے تاکہ سبب واضح ہو جائے۔ کبھی عرض کیا آپ صوم وصال رکھتے ہیں مگر ہمیں منع فرمایا ہے اس کی وجہ اور سبب کیا ہے؟ اور یہ کام کیا ہے تو اس میں حکمت کیا ہے۔ تب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اسباب و علل بیان فرماتے۔

جب اہل اسلام و ایمان کے قلوب اُن کے گرویدہ ہو گئے اور اسلام شائع اور عام ہو گیا تو مکذبین اور حاسدین کے دلوں میں تنگی پیدا ہوئی اور بخل و حسد کی آگ میں جلنے لگے۔ یہود تو حسد و عناد کے سبب نار جہنم میں ہمیشہ رہنے پر آمادہ ہو گئے حالانکہ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا یقین و اذعان اضطراری تھا اور بعض لوگوں نے اپنے زعم فاسد اور خیال باطل کے مطابق یہ کہنا شروع کیا کہ قرآن کی مانند (العیاذ باللہ) کلام تو مسیلمہ کذاب جیسے آدمی نے بنا لیا ہے جس نے کہا یا ضفدع نقی کم تنقین اے مینڈک پانی میں تنقیہ و طہارت حاصل کر جیسے کہ ہمیشہ حاصل کیا کرتا تھا۔

(اسی طرح بزعم خویش دوسرے معجزات میں مماثلت کے خیال محال میں مبتلا ہوکر اپنی ذلت ورسوائی کا سامان اس طرح کیا کہ) لوگوں سے سرور انبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء کے متعلق سُنا کہ آپ نے گنجے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کے بال اُگ آئے لہٰذا اس نے بھی ہاتھ پھیرا مگر جو چند بال تھے وہ بھی ختم ہو گئے اور جب یہ خبر پہنچی کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خشک کنوئیں میں لعاب دہن ڈالا تو وہ پانی سے ابلنے لگا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمیوں کو سیراب کر دیا۔ تو اس نے بھی ایک کنوئیں میں تھوکا مگر پانی جو موجود تھا وہ بھی خشک ہو گیا) اور اس طرح خرق عادت تو ظاہر ہوا مگر اس کی مرضی کے برعکس اور اس طرح اس کی الٹی تکذیب واہانت ہوگئی۔

جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد اسلام رو بہ ترقی رہا اور عام ہوتا چلا گیا اور مختلف بلاد اور علاقہ جات فتح ہو کر دار اسلام میں شامل ہو گئے تو ملحدین کی ایک جماعت نے کہا۔ ہم اہل اسلام کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں اور اُن کے سامنے مجبور اور بے بس ہیں لہٰذا آؤ اور ایک دوسری چال چلیں اور دوسرا محاذ کھولیں (ہو سکتا ہے اس کے ذریعے کامیاب ہو جائیں) اور وہ یہ ہے کہ ہم اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام میں رخنہ اندازی کریں اور مختلف آفات وحوادثات میں اہل اسلام کو مبتلا کریں۔

یہ بدبخت اور بدطینت فرقہ باطنیہ کا تھا جو اسلام ظاہر کرتے تھے اور عبادت وطاعت بھی بظاہر بجالاتے تھے اور ان کا مقصود جہال ہوتے تھے اور انہیں کو شکار کرتے اور اپنی زندیقیت اور الحاد کا نشانہ بناتے پہلے پہل اپنی بے دینی اور الحاد کو مخفی رکھتے جب پوری طرح اُن کو اپنے چنگل میں لے لیتے تو اُن پر الحاد اور بے دینی کا انکشاف کرتے اور دام اعتقاد وعقیدت میں گرفتار ہونے کے بعد وہ اُن سے نہ منہ موڑ سکتے اور نہ اُن کے اعتقادات ونظریات کو غلط کہہ سکتے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں اگر میں رئیس باطنیہ کو مل سکتا اور اس سے گفتگو کا مجھے موقعہ ملتا تو میں اوّل اوّل اسکی عقل ودانش پر تنقید واعتراض کرتا اور اُس کے عقل وفہم اور اس کے اتباع کے عقول وفہوم کو ہدف طعن وتشنیع بناتا۔

میں آغاز کلام یوں کرتا۔ کہ آرزوؤں اور تمناؤں کے مختلف انداز اور طریقے ہوتے ہیں مگر آرزو وامید کو ناامیدی اور یاس کی طرف پھیرنا اور ناکامی ونامرادی کی سمت لے جانا سخت حماقت اور کم عقلی ہے۔ شریعت اسلام پوری دنیا میں پھیل چکی ہے اور بحمد اللہ اس کو تمکن اور رسوخ حاصل ہو چکا ہے۔

ہر سال اس کا عرفات میں مجمع لگتا ہے اور پوری دنیا سے اہل اسلام وہاں اکٹھے ہوتے ہیں اور ایکدوسرے سے استفادہ کرتے ہیں۔ ہر ہفتہ میں جمعہ کے دن اجتماع میں اور ہر وقت کی جماعت میں مساجد کے اندر شریعت کا پرچار ہوتا ہے اور اس کی حقانیت کو اجاگر کیا جاتا ہے تو تم اپنے نفوس کو کیا بتاتے ہو اور کس وقت کی امید

ولانے ہو کہ ہم ناپاک چالوں سے اس بحر زلفر کو گدلا کرلیں گے اور اس نور اسلام کو ختم کردیں گے جو کہ تمام آفاق میں ظہور پذیر ہو چکا ہے بلکہ پورا جہاں جس کے انوار سے مستفید ہو چکا ہے۔ اور ہر دن دو لاکھ میناروں (بلکہ کروڑوں میناروں) پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اور اسم گرامی اذان میں لیا جاتا ہے۔

تمہارے نظریہ فاسدہ اور عقیدۂ باطلہ کا منتہائے غایت یہی ہے کہ خلوت میں ان وساوس کا ذکر کیا اور اگر یہ خرافات منصہ شہود وظہور پر آئیں تو اُن کے قائل کا قتل ہو جانا عین ممکن ہے اور خود قائل کو امن وتحفظ کا احساس نہیں ہوسکتا لہٰذا میرے علم وعقل کے مطابق تم سے بڑھ کر کوئی احمق نہیں ہے۔

(لہٰذا جب خفیہ طور پر اس عقیدہ کی ترویج کا کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا، تو وہ مناظرہ کی صورت میں اور علانیہ اس الحاد و بے دینی کا پرچار کرنے پر آمادہ ہوگا (تو ویسے ہی اس کو ٹھکانے لگا دیا جائے گا)

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں ملحدین کی ایک جماعت اہل اسلام میں گھس گئی جیسے کہ ابوالعلاء معرّی اور ابن الراوندی اور ان دونوں کا بُرا حشر ہوا اور بہت خراب حالت میں ہلاک ہوئے۔

ایک گروہ محدثین میں گھس گیا اور چند احادیث کو گھڑا تاکہ اس دسیسہ کاری سے شریعت مطہرہ پر عیب لگائیں اور اس کے اندر باہمی تخالف وتضاد ثابت کریں تو اللہ تعالٰی نے ایسے علماء ربانیین پیدا فرمادیے جنہوں نے اُن کی فضیحت ورسوائی فرمائی اور غلط وصحیح اور خطا وصواب میں باہم امتیاز فرمادیا۔

ان کا ایک طائفہ کاہن بن بیٹھا اور بزعم خویش غیبی خبریں دینا شروع کیں اور دوسرے گروہ نے قلبی کیفیات وحالات پر کلام کرنا شروع کیا اور لوگوں کے خیالات کا اندازہ لگا کر دلوں کی حالت پر اطلاع کا دعوٰی کرنا شروع کیا اور اسی طرح نجومی لوگ ظاہر ہو گئے جنہوں نے آنے والے حالات کے متعلق خبریں دینی شروع کیں۔

اور ان تمام ترفریب کاریوں اور مکاریوں سے مقصود صرف یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں یہ وساوس پیدا کر سکیں کہ دین اسلام نے کوئی معجزہ ظاہر نہیں کیا (بلکہ جو کچھ کمالات اس میں اور اس کے بانی صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہیں وہ تو دوسرے لوگوں میں بھی موجود ہیں) مگر اللہ تعالٰی نے ہر حال میں اپنے اس نور کو تمام اور مکمل کرنا تھا لہٰذا اسے حسب وعدہ غالب کرکے دکھا دیا جیسے کہ ارشاد فرمایا۔

یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق دعوٰی اور حقانیت رسالت پر سب سے بڑی دلیل اور برہان یہ ہے کہ اللہ تعالٰی جھوٹے دعویدار کو بہت کم مہلت دیتا ہے پھر اس کو عذاب میں مبتلا کرکے بیخ وبن سے اکھیڑ پھینکتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ایسی ذات کو جو اس پر بہتان باندھے اور افترا کرے سالہا سال تک مہلت دے اور اُن کے وصال کے بعد بھی اُن کی شریعت وملت کو دائم وبرقرار رکھے

حالانکہ وہ پہلی دو عظیم موسوی اور عیسوی شرائع کے نسخ کی جرأت کریں اور سبت کو حلال قرار دیدیں باایں ہمہ اللہ تعالےٰ ان کی اور اُن کے اتباع کی جملہ امم و اقوام پر مدد فرمائے اور معجزات کے ساتھ ان کی حکمت کی تائید و تقویت فرمادے۔ حاشا و کلا اللہ تعالےٰ کی شان سے یہ امر بہت بعید ہے۔ اگر وہ اس طرح کرے تو حق و باطل اور صداقت و فریب کاری میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا (اور سرے سے سلسلہ نبوت ہی بے مقصد اور بے فائدہ ہو کر رہ جائے گا)

کیا تم نے سُنا نہیں اللہ تعالےٰ کیسے اعلان فرما رہا ہے۔

ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین الایۃ اگر وہ ہم پر تمام اقوال تو کجا صرف بعض میں ہی افتراء سے کام لیتے اور اپنی طرف سے باتیں ہمارے ذمہ لگاتے تو ہم ان کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی شاہ رگ کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی بھی ان کو اللہ تعالےٰ کی گرفت سے نہ بچا سکتا۔

لہٰذا جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت پر اعتراض کرتا ہے وہ در اصل اللہ تعالےٰ کی حکمت و عدالت کو طعن و تشنیع کا ہدف بنا رہا ہے کیونکہ کسی شخص پر اعتراض در اصل اُس کے معاونین و انصار پر اعتراض ہوتا ہے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار معجزات کی شعاعیں آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر بھی منعکس ہوئیں (اور اُن سے بھی وہی انوار بصورت کرامات نمودار ہوئے) حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے نیل مصر کی طرف پروانہ روانہ فرما کر اس کو جاری ہونے کا حکم دیا تو وہ اُس دن سے آج تک جاری و ساری رواں دواں ہے۔

حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو نہاوند میں ہونے کے باوجود دیکھ لیا) اور ان کے دشمن کے نرغہ میں آجانے کا خطرہ بھانپ لیا) اور منبر نبوی پر کھڑے ہونے کی حالت میں ندا دے کر اور یا ساریۃ الجبل کہہ کر رہنمائی فرما دی اور اُن کو اپنی آواز سنا دی۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی برکت سے ان کو دشمن کے شر سے بچا لیا بلکہ فتح و نصرت سے ہمکنار فرمایا حتیٰ کہ کسریٰ کے خزائن مسجد نبوی میں لائے گئے اور وہاں اُن کو تقسیم کیا گیا۔

درج ذیل موضوعات سے متعلق

ابواب

۱۔ جملہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر نبی الانبیاء امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت
۲۔ شریعت مصطفوی کی تمثیل و تشبیہ عجیب۔
۳۔ امام المرسلین علیہ الصلوٰۃ التسلیم کی امت کی تمثیل و تشبیہ۔
۴۔ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی طاعت کا وجوب۔
۵۔ حبیب اکرم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجوب محبت۔

باب اوّل

انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت وبرتری

تمہید:۔ اس امر کو اچھی طرح ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے نفوس و ارواح کو اصل خلقت میں مختلف پیدا فرمایا ہے بعض اپنے جوہر حقیقت میں انتہائی لطافت و جودت پر ہیں اور بعض میں کدرت و کثافت موجود ہے اور ہر مرتبہ والے نفوس باہم بھی درجات جودت و لطافت کے اعتبار سے اور درکات کدرت و کثافت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔

حضرات انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم غایت لطافت و طہارت کے مالک ہیں ان کے ابدان واجساد عیوب و نقائص سے منزہ و مبرا پیدا کیے گئے ہیں لہذا ان میں یہ صلاحیت پیدا ہوگئی کہ وہ ارواح طیبہ اور نفوس کاملہ کا محل و متعلق بنیں پھر ان میں بھی باہم تفاوت مراتب و مقامات ہے، ہمارے نبی پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوات ان تمام سے مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے کمال اعتدال پر ہیں اور بدن وجسد کے لحاظ سے بھی کامل و اکمل اور روح و نفس کی رو سے سب سے زیادہ مصفیٰ و منزہ (یہ محض دعویٰ نہیں) بلکہ ہم ان کے جن اخلاق و عادات کریمہ اور صفات کمال اور اوصاف جمال کا تذکرہ کریں گے ان کی معرفت و واقفیت حاصل ہو جانے کے بعد یہ حقیقت پوری طرح مدلل اور مبرہن ہو کر سامنے آجائے گی۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ نے انہیں

سب پر مقدم فرمایا۔

۱۔ تخلیق کے لحاظ سے کہ سب ارواح و نفوس سے قبل ان کی حقیقت اور ذات گرامی کو پیدا فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت نے فرمایا کنت اول النبیین فی الخلق و آخرھم فی البعث۔ میں سب انبیاء کرام علیہم السلام سے تخلیق و ایجاد میں مقدم تھا اور بعثت و رسالت میں اور ظہور و وجود عنصری کے اعتبار سے سب سے آخری ہوں۔ رواہ الدیلمی ابونعیم۔ ابن ابی حاتم مرفوعاً۔

۲۔ اخذ میثاق و عہد کی رو سے بھی آپ کو جملہ انبیاء علیہم السلام پر مقدم فرمایا اور تمام پیغمبران کرام سے آپ کی اتباع و اطاعت کا عہد لیا جس طرح کہ ارشاد باری تعالے ہے۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب و حکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ (الایۃ)

اے حبیب اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالے نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا تھا کہ میں جب تمہیں کتاب و حکمت عطا کروں پھر تمہارے پاس وہ رسول معظم تشریف لائیں جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والے ہیں تو تم ضرور بالضرور اُن پر ایمان لاؤ گے اور ان کی نصرت و امداد کرو گے۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالے نے جملہ انبیاء و مرسلین کو نبی کریم علیہ و علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے بمنزلہ اتباع و خدام کے بنا دیا ہے اور انہیں آپ کی طاعت کا الہام فرمایا۔ اگر وہ اپنے اجساد عنصریہ کے ساتھ اور ظاہری حیات دنیوی میں آپ کا شرف صحبت حاصل کرتے اور اس وقت تک موجود رہتے تو لامحالہ اُن کی اتباع کرتے اور اُن کے لیے خدمتگاری اور غلامی کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہوتا جس طرح کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ کلیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا " لو کان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی" اگر موسیٰ علیہ السلام ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ زندہ ہوتے تو اُن کے لیے اتباع و اطاعت کے علاوہ اور کسی امر کی گنجائش اور وسعت نہ ہوتی۔

۳۔ تیسری وجہ تقدیم یہ ہے کہ اللہ تعالے نے آپ کو ذکر میں انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر تقدیم و فوقیت بخشی۔ اللہ رب العزت نے فرمایا " انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ " ہم نے آپ کی طرف وحی نازل کی جس طرح کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد تشریف لانے والے انبیاء کرام کی طرف وحی نازل فرمائی (پہلے آپ پر وحی نازل کرنے کا ذکر فرمایا اور بعدازاں دوسرے انبیاء علیہم السلام پر)

۴۔ چوتھی وجہ تقدیم و فوقیت یہ ہے کہ اللہ تعالے نے ہر نبی و رسول کا ذکر نداء و خطاب کی صورت میں اُن کے ذاتی نام کے ساتھ کیا حضرت آدم علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ " اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں سکونت اختیار کرو۔ ۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کو نداء کرتے

ہوئے فرمایا "یانوح اھبط بسلام منا وبرکاتٍ" اے نوح علیہ السلام ہماری برکات وسلامتی کے ساتھ کشتی سے نیچے اترو۔ (۳) حضرت خلیل علیہ السلام کو ارشاد فرمایا "یا ابراھیم اعرض عن ھذا" اے ابراہیم قوم لوط علیہ السلام کے لیے دعا نجات کرنے سے باز رہیں۔ (۴) حضرت کلیم اللہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا "یاموسیٰ انی اصطفتلك علی الناس برسالاتی" اے موسیٰ ہم نے آپ کو لوگوں پر رسالت ونبوت کی خاطر چن لیا ہے اور ان پر فوقیت وبرتری عطا فرمائی ہے"۔ (۵) حضرت داؤد علیہ کو حکم دیا۔ "یا داؤد انا جعلناك خلیفة فی الارض" اے داؤد ہم نے آپ کو زمین کے اندر اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ہے (۶) حضرت عیسیٰ کو فرمایا یاعیسیٰ ابن مریم اذکر اے عیسیٰ بن مریم میری ان نعمتوں کو یاد کرو جن کے ساتھ میں نے تمہیں اور تمہاری والدہ کو بہرہ ور فرمایا۔ (۷) حضرت زکریا علیہ السلام کو ندا دی تو فرمایا "یازکریا فبشرك بغلام اسمه یحییٰ" اے زکریا ہم آپ کو ایسے بیٹے کی بشارت دیتے ہیں جن کا نام نامی یحییٰ ہے۔ (۸) اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا "یایحییٰ خذ الکتاب بقوة" اے یحییٰ ہماری عطا کردہ کتاب کو مضبوطی کے ساتھ تھامو۔

(الغرض ہر نبی ورسول کو نداء وخطاب کے وقت ذاتی نام کے ساتھ نداء کی گئی، مگر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی نام کے ساتھ خطاب نہیں فرمایا گیا بلکہ وصف نبوت ورسالت کے ساتھ اور لقب وصف کے ساتھ نداء وخطاب سے مشرف فرماتے ہوئے یا ایھا النبی یا ایھا الرسول کہہ کر پکارا گیا۔

یا آدم است باپدر انبیاء خطاب — یا ایھا النبی خطاب محمد است (صلی اللہ علیہ وسلم)

۵۔ پانچویں وجہ تقدیم وتشریف یہ ہے کہ جہاں تعریف وتعیین کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کا ذکر ناگزیر تھا تو وہاں نام نامی کی تصریح کے ساتھ وصفِ رسالت کا ذکر اور نزول وحی اور کلام مجید کا بیان لازماً فرمایا گیا۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل" نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر محض رسول اور نائب خداوند جل وعلیٰ اور مجسم رسالت ونبوت (نہ کہ خدا اور الٰہ) ان سے قبل بھی رسل گذرے ہیں۔

آمنوا بما نزل علیٰ محمد" وہ ایمان لائے اس کتاب مجید پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔

لیکن جب خلیل اللہ علیہ السلام کا ذکر فرمایا تو محض اُن کے نام اقدس پر اکتفاء فرمایا اور انہیں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا تو لقب نبوت سے موصوف فرماکر ذکر کیا۔

اِنَّ اولی الناسِ بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی" سب لوگوں سے زیادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی اتباع کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۶۔ چھٹی وجہ تقدیم وتشریف یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے امم سابقہ کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ اپنے انبیاء علیہم السلام کو ذاتی اسماء کے ساتھ پکارا کرتے تھے۔

۱۔ حضرت ہود علیہ السلام کو قوم نے کہا "یا ھود ماجئتنا ببینۃ" اے ہود تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل نہیں لائے۔

۲۔ حضرت صالح علیہ السلام کو پکارا تو کہا "یا صالح قد کنت فینا مرجوا قبل ھذا" اے صالح تم ہمارے درمیان قبل ازیں امیدوں اور آرزوؤں کا مرکز تھے (مگر آپ نے اس دین کا اظہار کر کے ہماری امیدوں پر پانی پھیر دیا)

۳۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے قوم اُن سے خطاب کے دوران کہا "یا موسیٰ اجعل لنا الٰھا کما لھم آلھۃ" اے موسیٰ ہمارے لیے معبود بناؤ جیسے کہ ان لوگوں کے لیے معبود (اصنام و اوثان کی صورت میں) ہیں۔

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قوم نے نداء دی تو یہ انداز اختیار کیا۔ "یا عیسیٰ ابن مریم ھل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السماء" اے عیسیٰ بن مریم کیا تمہارا رب اس امر کی طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے انواع و اقسام کے کھانوں پر مشتمل دستر خوان نازل فرمائے۔

الغرض ہر نبی کو ان کی قوم نے بوقت نداء و خطاب ذاتی نام سے پکارا مگر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی تو آپ کی امت کو وہ انداز تخاطب و نداء ترک کر کے پیارے پیارے القابات اور اوصاف کمال کے ساتھ خطاب و نداء کا حکم دیا اور فرمایا۔

ولا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً۔

رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کو اس طرح نہ پکارو جس طرح کہ ایک دوسرے کو ذاتی نام لے کر پکارتے ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت مقدسہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ یا محمد کہہ کر نہ پکارو بلکہ یا رسول اللہ کہہ کر پکارو۔

(ف) گویا اللہ تعالیٰ نے خود بھی انداز نداء و خطاب کو بدل دیا اور امت کو بھی اس امر کا پابند کیا کہ اپنے نبی و رسول کو پکارتے وقت میری سنت پر عمل کرو اور یہود و نصاریٰ یا دوسری امتوں کی اتباع ہرگز نہ کرنا۔

۷۔ ساتویں وجہ تقدیم و تشریف اور فوقیت و فضیلت یہ ہے کہ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام اپنی امم کافرہ کے اعتراضات اور طعن و تشنیع کا جواب خود دیتے تھے (لیکن نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خود اللہ رب العزت نے دفاع کیا اور جوابی کاروائی فرمائی)

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا "انا لنراک فی ضلال مبین" بے شک ہم آپ کو کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا یقوم لیس بی ضلالۃ ولکنی رسول من رب العالمین" اے

میری قوم میرے ساتھ تو گمراہی کا ذرا سا تعلق بھی نہیں ہے بلکہ میں تو اللہ رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں۔

۲۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے اُن سے کہا "اِنَّا لَنَرٰكَ فِی سَفَاهَةٍ وَاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ۔" "یقیناً ہم آپ کو سفاہت اور کم عقلی میں مستغرق دیکھتے اور اعتقاد کرتے ہیں اور کاذبین میں سے ایک کاذب گمان کرتے ہیں۔ آپ نے خود جواب دیتے ہوئے فرمایا" یَا قَوْمِ لَيْسَ بِی سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّی رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ" اے میری قوم سفاہت و کم عقلی کا میرے دامن علم و حکمت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے لیکن میں تو رب العالمین کی طرف سے برحق رسول ہوں۔

۳۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اوپر زبان طعن دراز کرتے ہوئے کہا "اِنِّی لَاَظُنُّكَ يَا مُوْسٰى مَسْحُوْرًا" میں البتہ یہ گمان رکھتا ہوں کہ اے موسیٰ تم پر سحر اور جادو کیا گیا ہے۔ آپ نے اپنا دفاع کرتے ہوئے فرمایا۔ "اِنِّی لَاَظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا" اے فرعون میں تجھے ہلاکت اور تباہی میں مبتلا گمان کرتا ہوں۔

الغرض جس نبی پر بھی زبان طعن دراز کی گئی خود انہوں نے جواب دیا اور اپنا دامن عصمت ان غلاظتوں سے صاف رکھا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تنقید کی گئی خود اللہ تعالےٰ اس کے جواب اور دفاع کا متولی اور ذمہ دار بن گیا۔ عہ

ا۔ جب انہوں نے کہا کہ یہ شاعر ہیں بل هو شاعر تو اللہ تعالےٰ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِیْ لَهٗ ہم نے ان کو شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی یہ ان کے شایان شان اور منصب

عہ کفار و مشرکین نے قرآن مجید کو کلام شعری اور مقدمات مخیلہ وہمیہ سے مولف و مرکب کہا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق وضاحت فرمائی کہ یہ وصف شعر سے موصوف نہیں بلکہ یہ کلام صداقت نشان حقیقت بیان ذکر حکیم اور قرآن مبین ہے لہٰذا اس سے علم شعر کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔ البتہ شعر گوئی کا ملکہ اور بالقصد کلام موزون کو بنانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ممنوع قرار دیا گیا ہے مگر علم اور چیز ہے اس کے ایجاد و اختراع کا ملکہ اور شئے ہے۔

ف اور یہی سنت احبا ہے کیونکہ حبیب جب کسی کو دیکھتا ہے کہ وہ میرے حبیب کو گالی دے رہا ہے تو وہ صرف اپنے حبیب اور قلبی دوست کو تبلانے پر اکتفا نہیں کرے گا۔ کیونکہ ایسا کرنا دوستی نہیں بلکہ بقول سعدی دشمنی ہے کہ دشمن نے تیر مارا جو راہ میں گر پڑا مگر اس نے اٹھایا اور آکر پہلو میں چبھو دیا۔ بلکہ حقیقی دوستی یہی ہے کہ خود جوابی کاروائی کرے۔ امام رازی فرماتے ہیں۔ هكذا سنة الاحباب فان الحبيب اذا سمع احداً يشتم حبيبه تولى بنفسه جوابه

۔ تفسیر کبیر جلد ثانی زیر آیت ان شانئک ہو الابتر۔

جلیل کے لائق ہے بلکہ جو کچھ اُن کو پڑھایا سکھایا ہے اور ان کی زبان اقدس پر جاری ہے وہ ذکر حکیم اور قرآن مبین ہے۔ ان ہو الا ذکر وقرآن مبین۔

۲۔ انہوں نے زبان طعن وتشنیع استعمال کرتے ہوئے کاہن کہا اور قرآن مجید کو کاہنین کا کلام بتایا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا" ولا بقول کاھن" یہ کلام کاہن نہیں ہے۔

۳۔ انہوں نے ضال اور گمراہ ہونے کا الزام عائد کیا تو اللہ تعالےٰ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ ما ضل صاحبکم وما غوی۔ تمہارے نبی نہ بے راہ ہوئے ہیں اور نہ بھٹکے ہیں۔

۴۔ جب انہوں نے آپ کے عقل وفہم پر اعتراض کیا تو اللہ رب العالمین نے فرمایا۔ ما انت بنعمۃ ربك بمجنون"۔ آپ اللہ تعالےٰ کی نعمت اور نظر عنایت کی بدولت مجنوں نہیں ہیں۔ (بلکہ آپ خلق عظیم کے مالک ہیں اور آپ کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر عظیم ہے اور مجنون کے لیے یہ ممکن نہیں ہے)

۸۔ آٹھویں وجہ تقدیم وتعظیم یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی زندگانی کی قسم کھائی ہے اور قسم عظمت والی چیزوں کی ہی کھائی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اللہ تعالےٰ نے کوئی ایسا نفس تخلیق نہیں فرمایا اور نہ دنیا میں ظاہر فرمایا جو اللہ تعالےٰ کے ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ معظم ومکرم ہو اور میں نے نہیں سُنا کہ اب کائنات نے بجز زندگانی حبیب کے کسی پیغمبر کی زندگی مقدس کی ساتھ قسم کھائی ہو۔ صرف انہی کے متعلق فرمایا۔ لعمرك انھم لفی سکرتھم یعمھون۔ مجھے تمہاری حیات مقدسہ اور زندگانی مبارکہ کی قسم تمہارے مخالفین اپنی بدمستی میں بھٹک رہے ہیں اور تمہیں جان پہچان نہیں سکے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ اعجاز بخشا واصطنعتك لنفسی۔ میں نے تمہیں اپنے لیے بنایا ہے اور اپنا ساتھ مخصوص فرمالیا ہے۔ مگر اس سے عظیم ترین اعزاز واکرام حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ کو بخشا کہ ان کے بیعت لینے کو اپنا بیعت لینا اور اُن کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیدیا۔

ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔

نیز جس شہر میں اُن کے مقدس پاؤں لگ گئے اور اس خطہ کی خاک پاک کو اُنکے پائے ناز پر بوسے دینے کا موقعہ مل گیا تو اس شہر کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا۔

لا اقسم بھذا البلد وانت حلٌّ بھذا البلد۔ معنی یہ ہے کہ میں قسم اٹھاتا ہوں مگر بلد اور شہر کی قسم نہیں اٹھاتا ہاں اس وقت اس شہر کی بھی قسم اٹھاتا ہوں کیونکہ تم اس میں موجود ہو[عہ] اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا

[عہ] حضرت بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں ؎

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا جو کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر وکلام وبقا کی قسم

اے موسیٰ جوتے اتار دو اور وادی مقدس میں چل کر میری بارگاہ تک آؤ۔ اخلع نعلیك انك بالوادی المقدس طویٰ۔ مگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اے حبیب براق پر سوار ہو کر آؤ اور سواری کی حالت میں آؤ کہاں پیدل اور جوتے اتار کر چلنا اور کہاں احکم الحاکمین کی بھیجی ہوئی براق برق رفتار جیسی سواری پر سوار ہو کر آنا یعنی محبوبانہ اور شاہانہ شان اور آن بان سے آنا فصلی اللہ علیٰ حبیبہ و محبوبہ۔ عہ

۹۔ نویں وجہ تعظیم و تشریف۔ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے افعال و احوال اور لغزشات و زلات ذکر کرنے کے بعد اُن سے درگذر فرمانے اور ان کی توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا۔ مگر حبیب پاک علیہ افضل الصلوٰۃ کی مغفرت و بخشش اور ان سے اپنی عفو و درگذر کا ذکر فرمایا بغیر اس کے کہ اُن کی کسی لغزش کا ذکر یا کسی زلت کی نشاندہی کی جائے۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ۔ آدم علیہ السلام نے رب تبارک و تعالیٰ کی فرمان کی پابندی نہ کی اور راہ راست پر ثابت قدم نہ رہے۔ ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وھدی پھر ان کے رب نے اُن کو چُن لیا اور اُن پر نظر رحمت فرمائی اور استقامت عطا فرمائی۔

۲۔ حضرت موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے متعلق بطور حکایت فرمایا " انی قتلت منھم نفسا " میں نے ان میں سے ایک قبطی آدمی کو خطاءً قتل کر دیا تھا۔ پھر ان کی عرضداشت نقل فرمائی "رَبِّ اغفر لی" اے میرے رب میرے لیے مغفرت و بخشش فرما" تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مغفرت فرمائی۔

۳۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے بطور نقل و حکایت فرمایا۔ لقد ظلمك بسؤال نعجتك الیٰ نعاجہ وان کثیراً من الخلطاء لیبغی بعضھم علیٰ بعض۔ "ننانوے بھیڑوں والے نے تجھ سے صرف ایک بھیڑ کا مالک ہونے کے باوجود یہ مطالبہ کر کے کہ یہ بھی مجھے دیدے تاکہ میں اس کو ساتھ ملا کر سو پوری کر لوں اور مجھے عزت و عظمت حاصل ہو جائے، تجھ پر ظلم اور تعدی کی ہے اور بہت سے مال میں اشتراک و اختلاط کرنے والے ایک دوسرے پر ظلم و تعدی سے کام لیتے ہیں۔

جب انہوں نے سائلین کے اس سوال میں غور و تدبر کیا تو سمجھ گئے کہ یہ سائل فرشتے ہیں اور یہ اُن کو میری

ف عہ علامہ نبہانی جواہر البحار میں فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو طور کے قریب جوتے اتارنے کا حکم دیا گیا جبکہ احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ علیہ السلام کو سر عرش بھی یہ رخصت نہ ملی۔ لدی الطور موسیٰ نودی اخلع و احمد۔ علی العرش لم یوذن بخلع نعالہ۔ علیٰ راس ھذا لکون نعل محمدٍ۔ علت فجمیع الخلق تحت ظلالہ۔ حبیب پاک کے نعلین پاک ساری مخلوق کے سروں پر بلند ہو گئے اور سبھی اُن کے سایہ میں آرام کرنے والے ہیں۔

نصیحت کے لیے اللہ رب العزت نے میرے پاس بھیجا ہے تو بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے اور رجوع الی اللہ کیا اور اپنی لغزش پر معذرت چاہی تو اللہ تعالےٰ نے اُن سے درگذر فرمایا فغفرنا لہ ذالك

۳۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو آزمائش میں ڈالا اور اُن کے اس دعوی پر کہ میں تمام بیویوں سے آج رات مباشرت کروں گا اور ان میں سے ہر ایک شاہسوار کو جنم دے گی جو اللہ تعالےٰ کی راہ میں جہاد کرے گا مگر وہ انشاء اللہ کہنا بھول گئے،، ہم نے ان کو تنبیہ فرمایا اور سوائے ایک نا تمام حمل کے جو ساقط ہو گیا کسی کو بھی حمل نہ ٹھہرا۔ تب انہوں نے بارگاہ خداوندی میں انابت کی اور ہماری طرف رجوع کیا۔

الغرض ہر پیغمبر کے متعلق یہی انداز اختیار فرمایا گیا لیکن حبیب پاک علیہ افضل الصلوات کے غفران ذنوب کی خبر دی تو کسی لغزش اور زلت کا تذکرہ نہ فرمایا بلکہ محض اظہار فضل و کرم کے انداز میں فرمایا ہم نے آپ کے پہلے پچھلے گناہ (بالفرض ہیں یا ہوں) سبھی معاف کر دیے ہیں اور آپ سے روز قیامت قطعاً باز پرس نہیں ہوگی۔ لیغفر لك اللہ ما تقدم عن ذنبك وما تاخر۔ لہذا آپ کو اپنی ذات کے متعلق کسی قسم کا خوف و حزن نہیں کرنا چاہیے۔

۱۰۔ دسویں وجہ تعظیم و تکریم اور سبب فوقیت و برتری۔ ۱۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ خداوند قدوس میں اپنی خطاء اجتہادی اور لغزش و زلت کی معافی مانگنے کے لیے آپ کی حرمت و عزت کے وسیلہ جلیلہ سے دعا کی تب اللہ تعالےٰ نے اُن کے لیے مغفرت فرمائی اور اس کا تفصیلی بیان قبل ازیں ابواب ہدایت میں گذر چکا ہے۔

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے عذاب طلب کیا اور طوفان بلا میں گھر کر ہلاک ہو گئے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان اُحد میں اُن کے ہاتھوں تکلیف شدیدہ پہنچنے کے باوجود اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے دعاء ہلاکت کے متعلق عرض کرنے کے باوجود یہ دُعا فرمائی۔ اللّٰھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون۔ اے اللہ میری قوم کو مغفرت عطا فرما اور ان سے درگذر فرما کیونکہ وہ بے خبر ہیں اور میرے مقام اور منصب کو نہیں جانتے۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے منصب خلت عطا فرمایا وتخذ اللہ ابراھیم خلیلا تو حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کو بھی یہ منصب عطا فرمایا جیسا کہ ارشاد نبوی ہے ولکن صاحبکم خلیل اللہ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا "ان صاحبکم خلیل اللہ،، تمہارا نبی ور سول اللہ تعالےٰ کا خلیل ہے۔

مزید براں آپ کو منصب محبوبیت بھی عطا فرمایا جو اور کسی کو عطا نہیں فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا میں

نے تمہیں اپنا خلیل بنالیا ہے ۔ تورات میں آپ کے متعلق لکھا ہے محمد حبیب الرحمن محمد صلی اللہ علیہ وسلم رب رحمن کے حبیب ہیں ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالٰی نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور حضرت موسیٰ کو اپنے ساتھ ہمکلام اور سرگوشی کرنے والا بنایا اور مجھے اپنا حبیب بنایا اور پھر فرمایا وعزتی لا وثرن حبیبی علیٰ خلیلی ونجیی ۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم میں اپنے حبیب کو اپنے خلیل وکلیم پر ترجیح اور فوقیت وفضیلت دوں گا۔ للہ الحمد

۱۱ ۔ گیارہویں وجۂ تکریم ۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع کمالاتِ انبیاء علیہم السلام ہونا ۔

۱ ۔ ابراہیم علیہ السلام کو اگر اللہ تعالٰی نے یہ شرف عطا فرمایا کہ انھوں نے اصنام و اوثان کو توڑ ڈالا تو ہمارے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ شرف بخشا کہ آپ نے ہبل بُت کو کعبہ کی بلندی سے نیچے اتار پھینکا اور فتح مکہ کے دن تین سو ساٹھ بتوں کو چھڑی کا اشارہ فرما کر سرنگوں کر دیا اور اوندھے منہ گرا دیا ۔

۲ ۔ اگر ہود علیہ السلام کو یہ فضیلت و فوقیت بخشی کہ باد دبور کے ذریعے ان کی نصرت و امداد فرمائی اور ان کی قوم کو مغلوب و مقہور بلکہ نیست و نابود فرمایا تو نبی الانبیاء فخر المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بھی یہ فضیلت عطا فرمائی خندق کے موقعہ پر باد صبا کے ذریعے آپ کی نصرت و امداد کا سامان فرمایا اور سبھی احزاب اور جنود اعداء بدحواس ہو کر بھاگ گئے ۔

۳ ۔ اگر صالح علیہ السلام کو اونٹنی کا معجزہ عطا فرمایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اونٹ سربسجود ہوئے اور ان کی عظمت خداداد کو لوگوں پر ظاہر کرنے کا سبب بنے ۔

۴ ۔ اگر یوسف علیہ السلام میں حسن صورت اور صباحتِ رخسار تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کی طرح چمکیلا تھا ۔

۵ ۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کے لیے پتھر سے چشمے پھوٹے تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس انگلیوں سے پانی کے چشمے اُبلے ۔ پتھروں سے پانی کا نکلنا اتنا عجیب اور انوکھا امر نہیں کیونکہ ہمیشہ پانی پتھروں اور پہاڑوں سے ہی نکلتا ہے ۔ گوشت پوست اور خون کے درمیان سے پانی کا نکلنا عجیب ترین اور حیرت انگیز ہے ۔

موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اژدھا کا روپ دھار لینا اور اس میں زندگی کا آجانا عظیم معجزہ اور عجیب ہے مگر اس سے بھی عجیب ترین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجور کے خشک ستون کا آواز حزیں نکالنا ۔ اپنے ذوق و شوق کا مظاہرہ کرنا اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں آہ و بکا کرنا ہے پھر اُن کا

عصا کو حیات بخشنا بالارادہ تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستون کو حیات بخشی۔ درد و ذوق تو یہاں محض آپ کے جسد اطہر سے مس ہو جانے کی وجہ سے ہے اور بلا ارادہ ہے

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو بلایا تو وہ زمین کو چیرتا ہوا آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا گویا صرف عصا نہیں پورا درخت آپ کی توجہ سے جاندار بھی بن گیا اور عقلمند بھی اور زمین کو چیرتے ہوئے چل کر حاضر ہونے پر قادر بھی۔

۶۔ پہاڑوں نے داؤد علیہ السلام کے ساتھ مل کر اللہ تعالےٰ کی تسبیح و تنزیہ کے نغمے الاپے تو کنکریوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں تسبیح باری کہہ سنائی (بلکہ حضرت صدیق و فاروق اور ذی النورین رضی اللہ عنہم کے مقدس ہاتھوں میں بھی)

حضرت داؤد علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں میں لوہا موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا جس سے وہ زرہیں تیار فرماتے تو نبی الانبیاء قائد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پتھر موم کی طرح نرم ہو گیا۔

ابونعیم اصبہانی نے فرمایا کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم غار میں داخل ہوئے اور اعداء دین غار کے اُوپر آپہنچے تو آپ نے اپنے سر اقدس کو ایک طرف جھکایا تاکہ اپنے آپ کو ان کی نظروں سے چھپائیں۔ جب سر اقدس غار کی دیوار سے ٹکرایا تو وہ موم کی طرح نرم ہو گئی اور آپ نے اپنا سر اقدس اس کے اندر چھپا لیا۔

اور ایک مرتبہ آپ نے راحت حاصل کرنے کے لیے اور تھکان دور کرنے کے لیے اپنی کلائی اور کہنی مبارک کو سخت ترین پہاڑ کے ایک پتھر پر رکھا تو وہ اس قدر نرم ہو گیا کہ دست اقدس کے نشانات اس پر ثبت ہو گئے۔ وہ پتھر مشہور و معروف ہے اہل اسلام حج کے موقعہ پر اس کی زیارت کو جاتے ہیں اور دیدار کرتے ہیں۔

شب معراج بیت المقدس کے صخرہ کے ساتھ براق کو باندھنا تھا تو وہ آٹے کی مانند نرم اور ملائم ہو گیا آپ نے اس کے ساتھ اپنی سواری کو باندھ دیا (تو وہ پھر سابقہ حالت پر آگیا) لوگ اب تک اس پتھر کی زیارت کرتے ہیں اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

۷۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو روئے زمین کی حکومت و سلطنت عطا کی گئی تھی تو نبی مکرم حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خزائن ارضی کی چابیاں دے دی گئیں اگرچہ آپ نے زہد اور فقر کو اختیار فرمایا اور ان خزائن کو استعمال نہ فرمایا (مگر حصول خزائن الگ چیز ہے اور ان کا استعمال الگ امر اور استعمال نہ کرنے سے ملکیت کی نفی لازم نہیں آتی جنت اور اس کے جملہ نعم کا مالک اللہ رب العزت ہے لیکن اُنکو استعمال

فقط اہل جنت مومنین کریں گے،

حضرت سلیمان علیہ السّلام کے لیے اس ہوا کو مسخر کر دیا گیا تھا جس کی صبح کی سیر ایک مہینہ کی راہ تھی اور پچھلے وقت کی سیر بھی ایک مہینہ کا راستہ۔ تو حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شب اسراء بیت المقدس تک کا ایک ماہ کا راستہ، رات کے تھوڑے سے حصہ میں طے فرمالیا اور عرش علیٰ تک پچاس ہزار سال کی مسافت (اور لامکان تک کی مسافت کی تعیین و تحدید ممکن ہی نہیں) بھی رات کے تھوڑے سے حصہ میں طے فرمالی۔

اور آپ کا رعب و دبدبہ ایک مہینہ کی مسافت پر پھیلا ہوا تھا (اور اتنی دور بیٹھے ہوئے امراء و سلاطین آپ سے مرعوب اور خوفزدہ تھے)

حضرت سلیمان کو پرندوں کا کلام سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائی گئی تھی علمنا منطق الطیر۔ تو یہ وصف ہمارے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علی الوجہ الاتم حاصل تھا۔ آپ نے اونٹ، بھیڑیئے اور شجر و حجر کے کلام کو سمجھا۔
اگر سلیمان علیہ السّلام کے لیے سرکش جنوں اور شیاطین کو مسخر کر دیا گیا تھا تو ہمارے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جنوں کے ایک طائفہ کو مطیع و غلام بنا دیا گیا اور ان کو دولتِ اسلام و ایمان سے مالا مال کر دیا گیا (اور جبر و قہر کے ساتھ تعمیل حکم کرا لینا اور بات ہے اور خوشی سے اور تحصیل سعادت کی خاطر خدمت بجا لانا دوسرا امر ہے)

حضرت سلیمان علیہ السّلام اگر سرکش جنوں اور شیاطین کو قید کر سکتے تھے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ قدرت و طاقت عطا فرمائی گئی جب ایک سرکش جن آپ کی نماز قطع کرنے کے لیے آیا تو آپ نے اس کو پکڑ لیا اور قید فرمالیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے معاون و مددگار جن تھے جو آپ کی خدمت بجا لاتے تھے مگر نبی عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت گذار اور لشکری ملائکہ تھے جو آپ کے سامنے آپ کے اعداء سے قتال کرتے اور آپ کے دشمنوں کو آپ سے دور رکھتے۔

قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ ابوجہل لعین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا تاکہ جب آپ سجدہ میں سر اقدس رکھیں تو وہ خبیث آپ کی گردن مبارک پر پاؤں رکھے اور پامال کرے مگر فوراً الٹے پاؤں واپس ہونے لگا اور کہا کہ میرے اور ان کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے اور ہول و دہشت بھی ہے اور پروں کے پھڑ پھڑانے کی آوازیں بھی ہیں۔

۸۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز اور اعجاز بخشا کہ وہ غیبی خبریں دیتے تھے۔

(اور جو کچھ لوگ کھا کر آتے اسے بیان فرما دیتے اور جو کچھ گھروں میں رکھ کر آتے اُسے بھی بیان فرما دیتے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کے ساتھ اس وصف کمال میں شریک ہیں (بلکہ ان پر فائق کہ آپ کے علوم غیبیہ سب پیغمبران کرام کے علوم پر محیط ہیں اور وہ اسرار و رموز بھی حاصل ہیں جو اوروں سے مخفی اور پوشیدہ تھے)

۱۲۔ بارہویں وجہ تعظیم و توقیر اور باعث تفضیل ذکر کریم۔ اللہ تعالےٰ نے جہاں اپنا نام نامی اور اسم گرامی ذکر فرمایا ساتھ ہی اپنے حبیب کے نام اقدس کا ذکر فرمایا۔ خواہ طاعت و اتباع کا مقام ہو یا استکبار و عصیان کا۔ ارشاد باری ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول یطیعون اللہ ورسولہ۔ اور فرمان خداوندی ہے۔ ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبیناً۔

فیصلہ و تحکیم کے متعلق فرمایا "فردوہ الی اللہ والی الرسول" وہ اس امر کو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹائیں۔ مال کی تقسیم کے موقعہ پر فرمایا۔ فانّ للہ خمسہ وللرسول۔ مال غنیمت کا خمس اللہ تعالےٰ کے لیے ہے اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔ منافقین کی ناشکر گذاری بیان کرتے وقت فرمایا۔ وما نقموا الا ان اغناھم اللہ ورسولہ" انھوں نے معیوب نہیں سمجھا مگر اس امر کو کہ انہیں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غنی کر دیا۔ مقام ایذا رسانی اور اساءت ادب میں فرمایا انّ الذین یُؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذابا مھینا۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ تعالےٰ نے ان کو دنیا و آخرت میں ملعون قرار دے دیا ہے اور اُن کے لیے ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے الم یعلموا انّہ من یحادد اللہ ورسولہ۔ کیا ان کو معلوم نہیں ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت و دشمنی کی۔

بیان احکام کے ضمن میں فرمایا ولا یحرمون ماحرم اللہ ورسولہ۔ وہ اس چیز کو حرام نہیں سمجھتے جس کو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔

اور ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ لا اذکر الا ذکرت معی۔ جب بھی میرا ذکر کیا جائے گا تمہارا ذکر بھی میرے ساتھ کیا جائے گا۔

فخر الانبیاء والمرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی جملہ انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت و فوقیت پر دلالت کرنے والی احادیث کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ

ایسی خصوصیات عطا فرمائی گئی ہیں جو اور کسی نبی و رسول کو عطا نہیں گئیں۔

(۱) مجھے ایک ماہ کی مسافت تک رعب و دبدبہ عطا فرما کر منصور و غالب کیا گیا ہے۔

(۲) تمام روئے زمین کو میرے لیے قابل نماز اور قابل طہارت بنا دیا گیا ہے۔ میرے امتی کو جہاں بھی وقت نماز آپہنچے، وہ وہیں نماز پڑھ لے اور پانی دستیاب نہ ہو تو تیمم کر لے۔

(۳) میرے لیے اور میری خاطر میری امت کے لیے اموال غنیمت کو حلال قرار دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے کے پیغمبر پر اموال غنیمت کو حلال نہیں کیا گیا۔

(۴) مجھے شفاعت عظمیٰ عطا کی گئی ہے (اور تمام انبیاء علیہم السلام کی شفاعات اسی میں مندرج ہیں جب تک آپ باب شفاعت نہیں کھولیں گے کوئی نبی و رسول شفاعت نہیں کر سکے گا)

(۵) ہر نبی مخصوص قوم و قبیلہ اور علاقہ کی طرف مبعوث ہوا اور میں سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) مجھے کلمات جامعہ کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا ہے (جن میں لفظی طور پر انتہائی اختصار ہے مگر معانی کے لحاظ سے ہر ایک کلمہ معانی و مطالب کے ایک جہاں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے)

(۲) اور رعب و دبدبہ عطا فرما کر میری امداد و نصرت فرمائی گئی ہے۔

(۳) اس دوران کہ میں سویا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ تمام زمین کے خزائن کی چابیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ ان دونوں روایات کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا مجھے پانچ خصوصیات سے نوازا گیا ہے جو پہلے کسی پیغمبر کو عطا نہیں کی گئیں۔

(۱) مجھے سبھی سیاہ و سفید کی طرف بھیجا گیا ہے یعنی تمام نوع انسانی کی طرف بغیر تخصیص رنگ و نسل کے۔

(۲) میرے لیے تمام روئے زمین کو حکم مسجد میں کر دیا گیا ہے اور بطریق تیمم طہارت و نزاہت کا موجب بنا دیا گیا ہے۔

(۳) میری خاطر اموال غنیمت کو حلال قرار دیا گیا ہے حالانکہ قبل ازیں کسی پیغمبر پر ان کو حلال نہیں کیا گیا تھا۔

(۴) مجھے رعب و دبدبہ عطا فرما کر امداد دی گئی ہے۔ میرے اعداء مجھ سے ایک مہینہ کی مسافت پر دور ہونے کے باوجود مرعوب و خوفزدہ ہیں۔

(۵) اور مجھے کہا گیا ہے سل تعطہ، جو بھی مجھ سے طلب کرو تمہیں عطا کر دیا جائے گا تو میں نے اپنی دعا کو روز قیامت کے لیے محفوظ رکھ لیا گیا ہے تاکہ اپنی امت کے لیے شفاعت کروں اور ان کی نجات و فلاح کے لیے اس دعا کو استعمال کروں اور وہ دعا انشاء اللہ میری امت کے ہر اس شخص کو شامل ہوگی جو

شرک سے محفوظ ہوکر مرا اور توحید و رسالت کا اقرار و اعتراف کر کے دنیا سے رخصت ہوا۔

حضرت ابو امام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے چار وجوہ سے تمام انبیاء و مرسلین پر فضیلت و برتری عطا کی گئی ہے (جن میں سے دو یہ ہیں) میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور قابل طہارت بنایا گیا ہے اور اموال غنیمت میرے لیے حلال کیے گئے ہیں۔

حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سید کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ نے فرمایا۔ مجھے وہ خصوصیات عطا کی گئی ہیں جو انبیاء کرام علیہ السلام میں سے کسی کو عطا نہیں کی گئیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔

۱۔ رعب و دبدبہ کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔

۲۔ مجھے خزائن ارضی کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔

۳۔ مجھے احمد کے مقدس نام کے ساتھ موسوم کیا گیا ہے۔ یعنی سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ کی تعریف کرنے والے یا سب سے زیادہ تعریف کیے ہوئے۔

۴۔ ساری زمین اور اس کی گرد و غبار میرے لیے موجب طہارت بنا دی گئی ہے۔

۵۔ میری امت سب امم و اقوام سے افضل و اعلیٰ بنا دی گئی ہے۔

عمرو بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے سال رات کو نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ کے پیچھے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے چند حضرات جمع ہوکر حراست و حفاظت کرنے لگے۔ جب آپ نماز پڑھ کر فارغ ہو گئے تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں آج رات پانچ ایسے انعامات دیا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی شخص کو نہیں دیے گئے۔

۱۔ میں سب انسانوں کی طرف بغیر تخصیص علاقہ و قوم اور بلا امتیاز رنگ و نسل رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور مجھ سے قبل جتنے رسل کرام تھے وہ صرف اپنی اپنی قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔

۲۔ میں اپنے اعداء و مخالفین پر رعب و دبدبہ اور شان و شکوہ کے ساتھ مدد دیا گیا ہوں ۔ میرے اور ان کے درمیان ایک مہینہ کی مسافت ہی کیوں نہ ہو، وہ میرے رعب و دبدبہ سے مرعوب و خوفزدہ اور دہشت و ہیبت سے لرزہ بر اندام ہوں گے۔

۳۔ میرے لیے سب غنائم کو حلال کیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام ان کے تناول اور استعمال کو امر عظیم اور گناہ سمجھتے تھے اور ان کو جلا دیتے تھے۔

۴۔ میرے لیے تمام روئے زمین مسجد اور طہارت کا موجب بنا دیا گیا ہے۔ مجھے جہاں بھی نماز کا وقت آجائے گا زمین پر مسح کر کے نماز ادا کر سکوں گا (اور اسی طرح میری امت بھی) اور مجھ سے قبل جتنے انبیاء علیہم السلام تھے وہ اس امر کو عظیم سمجھتے تھے اور وہ صرف اپنی عبادت گاہوں میں ہی نماز ادا کرتے تھے۔

۵۔ پانچویں خصوصیت اتنی عظیم ہے کہ اس کا بیان ہی ممکن نہیں ہے۔ مجھے اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ جو چاہو طلب کرو (تمہیں دیا جائے گا) ہر نبی کو بھی اسی طرح کا حق دیا گیا مگر انہوں نے دنیا میں ہی اپنے اس حق کو استعمال کر لیا۔ لیکن میں نے اپنے سوال کو قیامت کے دن کے لیے موٴخر کر دیا ہے لہذا یہ تمہارے لیے ہے اور ہر اس شخص کے لیے جس نے توحید باری تعالےٰ اور میری رسالت کی گواہی دی اور اسی پر فوت ہوا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک صحیفہ لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو ان کو بعض اہل کتاب سے ہاتھ لگا تھا اور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پڑھا تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کیا تمہیں میری شریعت میں کوئی خوف اور ڈر ہے! مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے پاس شریعت غراء اس حالت میں لایا ہوں کہ وہ واضح اور صاف ستھری ہے جس میں باطل کی ذرا بھر ملاوٹ نہیں ہے۔ تم اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرو کہیں وہ تمہیں حق بیان کریں اور تم اس کی تکذیب نہ کر بیٹھو، کبھی باطل و ناحق بیان کریں اور تم ان کی تصدیق نہ کر بیٹھو۔

مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ لو کان موسیٰ حیاً ما وسعہ الا ان یتبعنی۔ اگر موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم زندہ ہوتے تو ان کے لیے سوائے میری اتباع کے کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو بدا لکم موسیٰ فا تبعتموہ ثم ترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان موسیٰ حیاً ثم ادرک نبوتی لا تبعنی۔ اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے سامنے نمودار ہو جائیں اور تم ان کی اتباع کر لو پھر مجھے نظر انداز کر دو اور میری اطاعت و اتباع سے منہ موڑ لو تو تم سبھی سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے۔ اور اگر موسیٰ کلیم علیہ السلام حیات ظاہرہ کے ساتھ دنیا میں موجود ہوتے اور میرے زمانہ نبوت کو پا لیتے تو ضرور بالضرور اتباع و اطاعت کرتے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہمیں لوگوں پر تین وجوہ

سے فضیلت دی گئی ہے۔ ہماری صفیں ملائکہ کی صفوں کی مانند بنائی گئی ہیں اور ہمارے لیے ساری زمین مسجد بنادی گئی ہے اور اس کی خاک اور غبار ہمارے لیے موجب طہارت بنادی گئی ہے جب کہ ہمیں پانی میسر نہ آئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے انبیاء کرام علیہم السلام پر چھ امور کے ساتھ فضیلت و فوقیت عطا فرمائی گئی ہے۔

۱۔ مجھے جوامع الکلم عطا فرمائے گئے ہیں۔

۲۔ رعب و دبدبہ کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی ہے۔

۳۔ اموال غنیمت ہمارے لیے حلال قرار دیے گئے ہیں۔

۴۔ تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور سبب طہارت و تیمم بنادیا گیا ہے۔

۵۔ مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ وارسلت الی الخلق کافۃ عہ

۶۔ مجھ پر سلسلہ نبوت اور سلسلہ انبیاء علیہم السلام ختم کر دیا گیا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مسجد نبوی میں موجود تھا کہ ایک آدمی نماز پڑھنے کے لیے اندر آیا۔ اس نے قرارت ایسی کی جس کو میں نہیں جانتا تھا۔ پھر ایک اور شخص داخل ہوا اس نے اس شخص سے مختلف قراءت کی۔ جب ہم سب نے نماز ادا کر لی اور فارغ ہو گئے تو مل کر بارگاہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

میں نے عرض کیا اس شخص نے ایسی قرارت کی ہے جس پر میں نے انکار کیا اور دوسرا شخص داخل ہوا تو اس نے اس سے بھی مختلف قراءت کی (گویا سورت ایک ہے مگر ہم تینوں کی قرارت مختلف)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قرارت کرائی۔ انہوں نے وہ سورہ پڑھ کر سنائی۔ آپ نے ان کی قرارت کو درست اور صحیح قرار دیا۔ تو میرے دل میں شیطانی وساوس اس قدر پیدا ہوئے کہ اس طرح کے وساوس اس وقت بھی پیدا ہوئے تھے جب کہ میں جاہلیت کی حالت پر تھا اور یہ محض وساوس و خواطر تھے نہ کہ نعوذ باللہ

عہ اس حدیث پاک سے واضح ہو گیا کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت صرف جنوں اور انسانوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ جہاں تک ربوبیت باری تعالےٰ کی وسعت ہے وہیں تک رسالت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پھیلی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وما ارسلناك الا رحمۃ للعالمین۔ اور اصل رحمت نبوت و رسالت ہے اسی لیے شیخ محقق عبد الحق علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ وے صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث است بجمیع اجزاء عالم والتفصیل مقام آخر۔

آپ کی نبوت و رسالت کا بالفعل انکار اور تکذیب البتہ مشرف اسلام ہونے کی وجہ سے وہ معمولی تھے تو بھی عظیم معلوم ہو رہے تھے۔ جب حضور علیہ السّلام نے مجھے اپنے گھیرے میں لینے والے وساوس و خواطر کو ملاحظہ فرمایا اور ان کا خداداد فراست و نور نبوت سے مشاہدہ فرمایا تو میرے سینہ پر ہاتھ مارا میں خوف و دہشت سے پسینہ پسینہ ہوگیا اور مجھے خوف و خشیت کی حالت میں یوں معلوم ہو رہا تھا کہ میں اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہوں اور اس کا دیدار کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے ابی مجھ پر قرآن مقدس نازل کیا گیا کہ ایک قرات پر پڑھو، میں نے اس کو اللہ کی طرف لوٹا دیا اور عرض کیا۔ ھوّن علی امتی۔ میری امت پر آسانی فرما۔

دوبارہ قرآن مقدس مجھ پر نازل کیا گیا اور دو قراتوں پر پڑھنے کی رخصت دی گئی تو میں نے پھر لوٹا دیا اور عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما۔

سہ بارہ نازل ہوا اور سات قرات پر پڑھنے کی اجازت ملی اور ساتھ ہی یہ انعام و احسان بھی فرمایا گیا۔ ولک بکل ردۃ رددتکھا مسئلۃ تسالنیھا۔ تمہارے لیے ہر بار لوٹانے کے بدلے ایک دُعا کا حق ہے جو تم مجھ سے طلب کروگے اور میں ضرور اس کو قبول کرلوں گا تو میں نے عرض کیا اے اللہ میری اُمت کے صغیرہ گناہ معاف فرما۔ اے اللہ میری اُمت کے کبیرہ گناہ معاف فرما۔

واخرت الثالثۃ لیوم یرغب الیہ الخلق کلھم حتی ابراھیم۔ اور تیسری دُعا کو میں نے اس دن کے لیے بچا کے رکھا ہے جس دن ساری مخلوق حتیٰ کہ ابراہیم خلیل علیہ السّلام بھی میری پناہ لینے پر مجبور ہوں گے۔ اور میرے در اقدس کے علاوہ اُن کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی۔

یہ روایت اور اُس سے پہلی دو روایات مسلم کے منفردات میں سے ہیں۔

حضرت ابو امامہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ مجھے اللہ رب العزت نے تمام انبیاء علیہم السّلام پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور میری امت کو تمام امم پر فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے اور مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور رعب و دبدبہ کے ذریعہ سے میری مدد فرمائی ہے جو ایک ماہ کی مسافت میرے آگے آگے چلتا ہے جس کو میرے اعداء کے قلوب میں ڈال دیا ہے۔ تمام روئے زمین میرے لیے مسجد اور موجب طہارت بنا دیا گیا لہٰذا جس عبد کو جہاں کہیں نماز پالے تو اس کے لیے اس کے پاس ہی مسجد ہے اور موجب طہارت اور میرے لیے اموال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے پانچ امتیازی خصوصیات عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔

ا۔ میرے لیے تمام روئے زمین کو محل سجود و عبادت اور وجہ طہارت و نزاہت بنا دیا گیا ہے اور پہلے انبیاء

بھی مساجد سے باہر نماز ادا نہیں کر سکتے تھے۔

۲۔ میری نصرت و امداد خداداد رعب و دبدبہ کے ذریعہ کی گئی ہے۔ میرے اور میرے اعداء کے درمیان ایک مہینہ کی مسافت ہوتی ہے مگر اللہ تعالےٰ اُن کے دلوں میں رعب اور خوف و دہشت پیدا فرما دیتا ہے۔

۳۔ پہلے ہر نبی کو خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا لیکن میں سب جنّوں اور انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

۴۔ پہلے انبیاء علیہم السّلام اموالِ غنیمت سے خمس الگ کرتے تھے جس کو آسمانی آگ آکر کھا جاتی تھی اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کو اپنی امت میں تقسیم کر دوں۔

۵۔ ہر نبی کو ایک دعا کا حق دیا گیا تھا انہوں نے وہ دعا دنیا میں ہی مانگ لی اور اللہ تعالےٰ نے ان کا مطلوب و مسئول ان کو دے دیا اور میں نے اپنا حق شفاعت اور دُعا اپنی امت کے لیے بچا کر رکھی ہے (جو بروز قیامت اُن کے کام آئے گی)۔

سوال:۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کے پاس لونڈیاں تھیں اور یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کہ لونڈیاں اور غلام مال غنیمت میں ہی ممکن ہیں اور غلامی آثار غنیمت سے ہی ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا مطلب کیا ہوگا کہ اموال غنیمت صرف میرے لیے حلال قرار دیے گئے ہیں۔

جواب:۔ انبیاء علیہم السلام جب جہاد فرماتے اور مال غنیمت جو کہ ساز و سامان اور مطعومات و ماکولات کے قبیلہ سے ہوتا اس کو آگے رکھتے تو آگ آتی اور ان کو کھا جاتی خواہ اس میں خمس نبی علیہ السّلام کا ہوتا یا اُمّت کے حصص ہوتے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انبیاء کرام علیہم السّلام میں سے ایک نبی نے جہاد کیا۔ جو کچھ بطور مال غنیمت ہاتھ لگا اس کو جمع کیا۔ آگ آئی تاکہ اس کو کھائے مگر قریب آکر اس کو کھانے اور جلانے سے رک گئی اس نبی مکرم نے فرمایا اے میری امت تم میں سے کسی نے خیانت کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے گائے کے سر جتنا سونے کا عظیم ٹکڑا نکالا اور اس کو مال غنیمت میں رکھا تب آگ آئی اور اس سب مال کو جلا کر بھسم کر گئی۔

تو اموال غنیمت ہم سے پہلے کسی شخص کے لیے حلال نہیں ہوئے اور ہم پر حلال اس لیے کئے گئے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے عجز اور ضعف کو ملاحظہ فرمایا تو ان کو ہمارے لیے طیب اور پاکیزہ قرار دے دیا۔

یہ تو ہے حکم ساز و سامان اور ماکولات و مطعومات کا رہا معاملہ حیوانات کا اور عورتوں، بچوں وغیرہ کا تو وہ مجاہدین کی ملکیت ہو جاتے تھے۔ انبیاء علیہم السّلام کے لیے ان میں سے کوئی شے بطور مال غنیمت لینے کی رخصت اور اجازت نہیں ہوتی تھی۔ البتہ غانمین سے خریدنا اور ان کے ہدایا کو قبول کر لینا وغیرہ ان کے لیے جائز تھا لہٰذا حضرت

سلیمان علیہ السلام کا ان لونڈیوں کو حاصل کرنا اور اُن کے ساتھ ازدواجی برتاؤ کرنا اسی امر پر مبنی تھا اور نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مال خمس اور اموال فے حاصل فرماتے اور ان میں حسب منشا تصرّف فرماتے اور یہ دونو قسم کے اموال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھے بخلاف دوسرے انبیاء کرام کے۔

سوال :۔ اگر یہ کہا جائے کہ لونڈیاں اور غلام بھی تو اموال غنیمت سے ہیں اور وہ پہلی امتوں کے لیے حلال تھے تو خصوصیت نبوی اس سلسلے میں باقی نہیں رہے گی۔

جواب :۔ ٹھیک ہے کہ لونڈیاں اور غلام اموال غنیمت میں سے تھے اور امم سابقہ کے لیے حلال بھی مگر خصوصیت نبوی دوسرے انبیاء علیہم السلام کے لحاظ سے ہے کہ پہلے انبیاء کرام پر ان کو حرام قرار دیا گیا اور صرف نبی اکرم علیہ السلام کے لیے ان کو حلال ٹھہرایا گیا۔ لہٰذا آپ دوسرے انبیاء کرام سے اس معاملہ میں منفرد اور ممتاز ہو گئے۔

خصائص نبویہ اور اوصاف امتیازی کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" انا سید الناس یوم القیامۃ" میں بروز قیامت سب لوگوں کا سردار اور ملجا و ماویٰ اور مرکز حاجات ہوں گا کیا جانتے ہو کہ یہ کیسے ہوگا؟ اللہ تعالٰی اولین و آخرین کو (ایک میدان میں) جمع فرمائے گا۔ سورج لوگوں کے بہت قریب آجائے گا اور ان کو اس قدر رنج و الم اور کرب وغم لاحق ہوگا جس کی ان میں قوت برداشت نہیں ہو گی۔ وہ ایک دوسرے کو کہیں گے۔ کیا ایسے مقدس شخص کو تلاش نہیں کرتے جو بارگاہ خداوندی میں تمہاری سفارش وشفاعت کرے۔ تب وہ آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے (اور مختلف انبیاء کرام کی خدمت میں حاضر ہونگے اور اُن کے معذوری ظاہر فرمانے کے بعد بالآخر نبی الانبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر حالت زار عرض کریں گے اور شفاعت کا سوال کریں گے) اور آپ شفاعت فرما کر ان کو اس کرب و الم سے نجات دلائیں گے۔

لہٰذا صرف وہی سید ناس اور سبھی اہل محشر کا ملجا و ماویٰ اور آسرا و سہارا ہوں گے۔

یہ حدیث تفصیلاً باب شفاعت میں نقل کی جائے گی اور وہاں احادیث نبویہ کی روشنی میں ثابت کیا جائے گا کہ اس دن ساری مخلوق ان کی نگاہ لطف وکرم کی محتاج ہو گی اور سب انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تقدم اور سبقت حاصل ہو گی اور سب کی سیادت وقیادت کا سہرا آپ کے سر اقدس اور جبین انور پر ہوگا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں ہی سب لوگوں سے پہلے اپنی قبر انور سے نکلنے والا ہوں گا۔ جب اُن کو اپنی اپنی قبروں سے اٹھایا جائے گا اور جب وہ بارگاہِ

خداوندی میں حاضر ہوں گے تو میں ہی ان کی طرف سے اللہ رب العزت کے ساتھ کلام کرنے والا اور ان کی ترجمانی کرنے والا ہوں گا اور میں ہی ان کو بشارت دینے والا ہوں گا جبکہ وہ ناامید ہونے لگیں گے اور میں ہی اللہ رب العزت کے ہاں سب اولادِ آدم علیہ السلام سے مکرم و معظم ہوں گا اور میں نے جو کچھ اپنا خداداد منصب و مقام بیان کیا ہے تو یہ بطور فخر و ناز نہیں ہے بلکہ اظہار حقیقت اور تحدیث نعمت ہے تاکہ تم میرے مقام کو صحیح طور پر سمجھو اور اس کے مطابق عقیدہ رکھو۔

اور ایک روایت میں ہے انا اکرم الاولین والاخرین علی اللہ ولا فخر۔ میں اللہ رب العالمین کے ہاں سب پہلوں اور پچھلوں سے زیادہ عزت و کرامت کا حقدار ہوں اور یہ بات محض فخر کے لیے نہیں کر رہا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں سب لوگوں سے اول ہوں قبر سے نکلنے میں جبکہ لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا اور میں اُن کا وافد و ترجمان ہوں گا جب کہ وہ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے اور میں ہی ان کی طرف سے وکالت کرنے والا ہوں گا جب کہ وہ مہر بلب ہو جائیں گے اور میں ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا جب کہ انہیں میدان محشر میں روک دیا جائے گا۔ اور میں ہی ان کو بشارت دینے والا ہوں گا جبکہ وہ خلاص و نجات سے ناامید ہو جائیں گے۔ سبھی خزائن کی چابیاںؓ اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ میں ہی اللہ رب العزت پر تمام اولاد آدم علیہ السلام سے زیادہ مکرم و معظم ہوں۔ میری بارگاہ میں ہزار خادم خدمتگذاری کے لیے دوڑے پھر رہے ہوں گے گویا کہ وہ سفید چمکدار موتی ہیں جن کو پردوں میں چھپا کر رکھا گیا ہے یا لو لو آبدار جو ابھی کان سے باہر آئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ آپ باہر تشریف لے آئے حتی کہ اُن کے قریب ہو گئے تو آپ نے انہیں باہم مذاکرہ اور مباحثہ کرتے ہوئے سُنا بعض کہہ رہے تھے۔

عہ پچھلی روایات سے خزائن ارضی کی چابیوں کا آپ کے دست اقدس میں دیا جانا واضح ہو چکا اور عنقریب ایک روایت میں مقالید دنیا کا آپ کے حوالے کیا جانا مذکور ہوگا اور اس روایت سے خزائن جنت کی چابیوں کا آپ کے دست اقدس میں دیا جانا واضح ہو گیا تو ثابت ہو گیا کہ نبی اکرم حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم مالک کونین ہیں اور دنیا و آخرت ان کے قبضہ اقتدار و اختیار میں ہے ۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں　　دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب　　یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

عجب بات ہے کہ اللہ نے ساری مخلوق میں سے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ دوسرے نے کہا اس سے تعجب والی بات کیا ہو گی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلام بنایا۔

تیسرا بولا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں اور روح اللہ۔ چوتھے نے کہا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو (اپنی خلافت و نیابت کے لیے) چن لیا اور ساری مخلوق میں سے منتخب فرمالیا۔

آپ تشریف لائے انہیں سلام فرمایا، پھر ارشاد فرمایا میں نے تمہارے کلام کو بھی سُنا اور تمہارے تعجب کا ملاحظہ و مشاہدہ بھی کیا کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں واقعی ان کا منصب خداداد یہی ہے۔ حضرت موسیٰ الکلیم اللہ ہیں واقعی ان کا مقام رفیع یہی ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں واقعی وہ اسی شان کے مالک ہیں (اب میری زبانی میری ارفع و اعلیٰ شان سُنو) الا وانا حبیب اللہ ولا فخر۔ غور سے سنو میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور میں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا ہوں۔ وانا حامل لواء الحمد یوم القیامہ ولا فخر۔ اور میں ہی قیامت کے دن لواء حمد کو اٹھانے والا ہوں گا اور یہ اعلان بھی بطور فخر نہیں اور میں ہی پہلا نبی ہوں گا جو جنت کے دروازہ کی زنجیر کھٹکھٹاؤں گا تو اللہ تعالیٰ اُسے کھولے گا حب کہ میرے ساتھ فقراء مہاجرین ہوں گے اور یہ دعویٰ میں بطور فخر نہیں کر رہا ہوں بلکہ نعمت خداوندی کا شکر ادا کرنے کے لیے اور اس کے حکم کے مطابق اس کی نعمتوں کا اظہار کرنے کے لیے۔

وانا اکرم الاولین والآخرین علی اللہ ولا فخر۔ اور میں ہی سب اولین و آخرین میں سے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت و کرامت والا ہوں اور میں اس امر کا بطور فخر اظہار نہیں کر رہا ہوں بلکہ بیان واقعہ کے لیے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ نے کسی ایسی مخلوق کو خلعت وجود عطا نہیں کی اور اسے کمال حسن سے نہیں نوازا جو اسے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب ہو یعنی ہر وہ چیز جس کا اللہ تعالیٰ خالق ہے اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان تمام میں سے سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ صرف اور صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ فصلی اللہ علیہ قدر حسنہ وجمالہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ اور عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں تو آپ فرمائیں آپ کو کیا منصب و مرتبہ خصوصی عطا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا۔

ولد آدم کلھم تحت لوائی وانا اول من یفتح لہ باب الجنۃ۔ ساری اولاد آدم علیہ السلام بروز قیامت میرے لوار سیادت اور علم قیادت کے نیچے لشکریوں اور سپاہیوں کی مانند جمع ہو گی اور میں وہ پہلا نبی و رسول ہوں گا جس کے لیے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء فرماتے ہیں میں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ تو نے ہر ایک نبی کو مخصوص عزت و کرامت اور مرتبہ و مقام دے کر سرفراز فرمایا۔ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے پہاڑ مسخر فرمائے اور حضرت سلیمان کے لیے ہوا اور شیاطین مسخر فرمائے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مردے زندہ فرمائے۔ یہ تو فرما کہ مجھے کونسا خصوصی مرتبہ و مقام اور امتیازی اعزاز و اکرام عطا فرمایا ہے؟ اللہ رب العزت نے فرمایا کیا میں نے تمہیں ان سب سے افضل و اعلیٰ مقام و مرتبہ عطا نہیں کیا ہے۔ لا اذکر الا ذکرت معی میں جہاں بھی یاد کیا جاؤں گا تمہیں میرے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ اور میں نے آپ کی اُمت کے سینوں کو مجسم قرآن بنا دیا ہے اور وہ اسے شب و روز یاد پڑھ سکیں گے اور پہلی کسی اُمت کو یہ مرتبہ عطا نہیں کیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج و اسرا سے مشرف کیا گیا اور آسمانوں تک پہنچایا گیا تو میں نے عرض کیا اے اللہ تو نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا اور حضرت ادریس علیہ السلام کو مکان بلند اور بام رفیع (جنت) تک پہنچایا، حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ ملک عطا فرمایا جو اُن کے بعد (ان کی دُعا کے پیش نظر) کسی دوسرے شخص کے شایان شان نہیں ہے تو اے میرے رب میرے لیے کیا ہے؟

اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے محمد خدا و خلق و محمود خالق و مخلوق میں نے تمہیں بھی اپنا خلیل بنایا جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور تمہیں شرف ہمکلامی بخشا جیسے کہ حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام کو۔ علاوہ ازیں تمہیں فاتحۃ الکتاب (سورۃ فاتحہ) عطا فرمائی ہے اور سورہ بقرہ کی آخری آیات جو میں نے اور کسی نبی کو عطا نہیں کیں اور میں نے تمہاری نبوت و رسالت کو اتنا عام کیا ہے کہ وہ سبھی اہل ارض کو شامل ہے گورے ہوں یا کالے اور جن ہوں یا انسان؛ اور تم سے پہلے کسی نبی کو اسقدر عام نبوت و رسالت عطا نہیں فرمائی۔ نیز میں نے تمہارے لیے تمام روئے زمین کو جائے نماز و سجود اور قابل طہارت و تیمم بنایا ہے۔ تمہاری امت کو مال فے اور مال غنیمت کھانے کی اجازت و رخصت مرحمت فرمائی ہے حالانکہ پہلے کسی اُمت کو یہ رخصت نہیں دی۔ مزید برآں قدرتی رعب و دبدبہ عطا فرما کر تمہاری نصرت و امداد فرمائی ہے حتیٰ کہ تمہارا دشمن (سینکڑوں

میں تم سے دور ہونے کے باوجود تم سے خوفزدہ رہتا ہے۔ میں نے تمہیں وہ کتاب عطا کی ہے جو سب کتابوں کی سردار ہے یعنی قرآن عربی۔ ورفعت لك ذكرك حتى لا اذكر الا ذكرت معی۔ میں نے تمہارا ذکر تمہاری خاطر اتنا بلند کر دیا ہے کہ جہاں بھی میرا ذکر ہو گا ساتھ ہی تمہارا ذکر ہو گا۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہمکلامی عطا فرمایا اور مجھے (اس سے مزید اور افضل و اعلیٰ درجہ) دیدار ذات عطا فرمایا۔ نیز مجھے مقام محمود کے ساتھ فضیلت و برتری عطا فرمائی اور اس حوض کے ساتھ جس پر پیاسی امت وارد ہو گی اور ایک جام جاں فزا پینے پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پیاس بجھ جائے گی۔

حضرت جابر سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اہل جہاں بالخصوص انبیاء و مرسلین میں سے چن لیا ہے اور پسند فرما لیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دو امتیازی خصوصیات اور خوبیوں کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام پر فضیلت دیا گیا ہوں۔

۱۔ میرا قرین شیطان کافر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو مشرف باسلام فرما دیا اور اس طرح میری معاونت و نصرت فرمائی (وہ مجھے وساوس و خواطر ڈالنے کے بجائے مجھے خیر اور بھلائی کا مشورہ دیتا ہے)

۲۔ میری ازواج مطہرات میرے لیے طاعت باری میں معاون و مددگار ثابت ہوئیں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ ان کی لغزش اور خطا اجتہادی کا موجب بن گئیں اور ان کا شیطان کافر تھا اور کافر ہی رہا۔

فصل دفع اشکال و رفع اعضال

سوال:۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو اس وقت اگر دوسری قوم اور قبیلہ سے اور دوسرے بلاد و علاقہ جات سے کوئی شخص حاضر ہو کر آپ سے تبلیغ احکام کا مطالبہ کرتا، جن کے ساتھ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا تو ظاہر ہے ان احکام کا چھپا لینا اور تبلیغ نہ کرنا آپ کے لیے قطعاً جائز نہیں تھا بلکہ ان کا اظہار اور تعلیم و تلقین آپ پر واجب و لازم تھی لہذا عموم نبوت و رسالت ثابت ہو گیا تو سرور انبیاء علیہم السلام کا یہ ارشاد کہ صرف مجھے سب مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، کیسے درست ہو گا؟

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں سب لوگوں کو ہلاک فرما دیا جو انکے حلقۂ غلامی

اور دائرہ اطاعت و انقیاد میں داخل نہ ہوئے اور یہ ہلاکت اور تباہی بھی فقط اسی وجہ سے ہے کہ ان کی نبوت ورسالت عام تھی تو دعویٰ خصوصیت کا محل کیا ہوگا؟

جواب: ۔ علامہ ابن عقیل نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے نبی پاک علیہ افضل الصلوٰت کی شریعت سب پہلی شریعتوں کے لیے ناسخ ہے بخلاف پہلے ادوار و ازمان کے کہ ایک ہی زمانہ میں دو دو بلکہ تین تین انبیاء مختلف علاقوں میں موجود ہوتے جن میں سے ہر ایک لوگوں کو اپنی شریعت وملت کی طرف دعوت دیتا اور دوسرا پیغمبر نہ اس شریعت کی طرف دعوت دیتا اور نہ ہی اس کو منسوخ اور ناقابل عمل قرار دیتا لیکن نبی الانبیاء امام رسل قائد الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے سب اقوام و امم کو اپنی شریعت وملت کی طرف دعوت دی اور دوسری شریعتوں اور ملتوں کو منسوخ فرما دیا۔ اور اعلان فرمایا" لو کان موسیٰ حیًّا لما وسعہ الا اتباعی" کہ اگر موسیٰ علیہ السلام ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع و اطاعت کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔ یہ دعویٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ممکن نہیں ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمادیں کہ وہ میرے زمانہ میں بقید حیات ظاہر ہوتے تو لامحالہ میری اتباع کرتے۔

رہا نوح علیہ السلام کا عموم نبوت والا خدشہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ عموم لازم آگیا کیونکہ اور کوئی نبی اس وقت موجود نہیں تھا جو اپنی شریعت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ورنہ درحقیقت ان کو سبھی لوگوں کی طرف مبعوث نہیں فرمایا گیا تھا۔

ھ رسالت نام ہے فریضۂ تبلیغ احکام کا، لہٰذا جس قوم اور جس علاقہ کی طرف کوئی نبی ہوگا اس علاقہ اور قوم کے لوگوں کو احکام خداوندی پہنچانا فرض ہے ویسے کسی کا استفادہ کرلینا یا زمانہ دراز تک تبلیغ ہوتی رہے اور دوسرے لوگوں کو حقیقت توحید ورسالت کی اطلاع ہوجائے اور وہ نہ مانیں تو ان پر مواخذہ وغیرہ یہ دوسرا امر ہے لہٰذا نہ موسیٰ علیہ السلام سے استفسار پر جواب دینے سے عموم نبوت ورسالت ثابت ہوسکتا ہے اور نہ نوح علیہ السلام کے طوفان سے سبھی لوگوں کے غرق ہونے سے۔

نیز بعثت انسانوں کی طرف علیٰ سبیل العموم ثابت ہو بھی جائے تو اس سے ساری مخلوق کی طرف رسول ہونا کیسے ثابت ہوگیا جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اس عموم کے لحاظ سے ہے کہ وہ جن و انس بلکہ ملائکہ اور ہر ذرہ کائنات کی طرف رسول بن کر تشریف لائے۔ لیکون العالمین نذیرًا ۔ اور وما ارسلناك الا رحمة للعالمین اور ارسلت الی الخلق کافۃ اس عموم کی واضح دلیل ہیں۔ نیز آپ کی نبوت ورسالت کا عموم ازمان کے لحاظ سے بھی ہے یعنی ابدیت اور دوام کے لحاظ سے بخلاف انبیاء سابقین علیہم السلام کے ۔ امام اہلسنت نے فرمایا ؎

ان کی ابوت انکی نبوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے

دوسرا باب

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات بحسب الاحکام

نبی اکرم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کو چند واجبات، منہیات، مباحات اور تکریمات کے ساتھ مخصوص فرمایا گیا ہے۔

۱۔ واجبات میں مسواک، وتر، قربانی، فجر کی دو رکعت راتبہ میں داخل ہیں اور بعض کے نزدیک قیام لیل اور نماز تہجد بھی آپ پر واجب تھی۔

۲۔ محظورات و ممنوعات میں آنکھ کے ساتھ خفیۃً اشارہ کرنا، صدقہ مفروضہ کا تناول فرمانا، لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنا (بغیر اس کے کہ ان کو آزاد کیا جائے اور وہ آپ کی ملکیت میں آئیں) اور دشمن پر حملہ آور ہوئے بغیر اوزار حرب پہن کر اتار دینا داخل ہیں۔

شعر گوئی اور کہانت بھی محظورات و ممنوعات میں داخل ہیں لیکن ان سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کیا گیا مگر آپ پر ان کو حرام نہیں کیا گیا یعنی یہ ممنوعیت عظمت شان اور رفعت مقام کے تحفظ کے لیے ہے اور نہی تنزیہ کے قبیلہ سے ہے۔

۳۔ مباحات۔ صوم وصال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مباحات میں سے ہے اور امت کے حق میں ممنوع۔ جو شخص خود پیاسا ہو اور پانی کا محتاج ہو اس سے پانی کا لے لینا۔ خمس کا پانچواں حصہ محض اپنی ذات پر صرف کرنا۔ مال غنیمت میں سے جو چیز چاہیں اپنے لیے مخصوص فرمالیں۔ جتنی عورتوں کے ساتھ نکاح فرمانا چاہیں بغیر تحدید و تعیین عدد کے (بخلاف امت کے کہ چار سے تجاوز ان کے حق میں حرام ہے) نیز بغیر مہر کے اور شہود و اولیاء کے انعقاد نکاح اور لفظ ہبہ کے ساتھ نکاح کا تحقق و انعقاد یہ سب امور آپ کے لیے مباحات کے زمرہ میں داخل ہیں۔

۴۔ تکریمات۔ آپ کی ازواج مطہرات کا غیروں پر حرام ہونا اور ان کے ساتھ نکاح کا حرام ہونا (ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا) اور آپ کی ازواج مطہرات کو آپ کے ساتھ جنت میں داخل فرمانا۔ آپ کا تمام مخلوق کے لیے رسول بنا کر مبعوث فرمانا اور آپ کے بعد نئے نبی کی بعثت کا ممتنع ہونا۔ آپ کی شریعت مطہرہ کا ابدی اور ناقابل نسخ ہونا۔ آپ کی کتاب معجز نشان کو قیامت تک باقی رکھنا جس کی تحقیق معانی اور استنباط مطالب کا سلسلہ تا قیامت جاری ہے اور اس کے مقابلہ کے لیے مخالفین کو چیلنج اور تحدی بھی باقی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے لوگوں پر چار

وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے جود وسخا بسالت و شجاعت۔ کثرت جماع اور شدت بطش و باس کے ساتھ عله

تیسرا باب

رب العالمین کی طرف سے انگوروں کا گچھا سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام بارگاہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا بیشک اللہ رب العزت آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ گچھا انگوروں کا دے کر مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گچھے کو جبرئیل امین علیہ السلام سے حاصل فرما کر اپنے قبضہ میں لے لیا۔ عله۲

عله محشی نے اس روایت کے متعلق کہا ہے کہ اس کو ذہبی، حافظ ابن الجوزی نے سعید بن بشیر کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے لیکن ضعف سند اور راوی سے ضعف متن و مفہوم و مضمون لازم نہیں آتا، علی الخصوص جبکہ دوسرے دلائل متکاثرہ ان امور میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازی مقام پر دال ہوں۔ جود وسخا کا یہ عالم کہ نہیں کا لفظ زبان مبارک پر جاری نہ ہوا۔ شجاعت کا یہ عالم کہ جہاں شیر دل صحابہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوتے آپ آگے بڑھتے اور انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب کا رجز زبان اقدس پر ہوتا بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر بندھے ہوتے اور بایں ہمہ تمام ازواج مطہرات سے ایک ہی رات میں مباشرت بھی فرماتے۔ چار ہزار آدمی کی قوت پر بھی آپ کی قوت و طاقت زائد تھی لہذا شدت بطش و باس کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مزید تحقیق کے لیے مدارج جلد اول صفحہ ۵ و صفحہ ۴۷،۲ ملاحظہ فرما دیں۔

عله۲ اس روایت پر بھی محشی نے اعتراض کیا ہے اور اس کو منکرات اور اباطیل میں سے شمار کیا ہے، جہاں تک سند کے لحاظ سے بحث کا تعلق ہے اس سے ضعف متن و مفہوم لازم نہیں آتا۔ حضرت مریم علیہا السلام کے لیے اگر جنتی میوہ جات آ سکتے تھے تو سید الخلق علی الاطلاق کے لیے استبعاد کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے لیے اگر آسمان سے مائدہ اور دستر خوان انواع و اقسام کے کھانوں کا اتر سکتا ہے تو حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک گچھے کے اعتراف و تسلیم میں تامل کیوں۔ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کے لیے جنت سے انگور بھیجے گئے جبکہ وہ اہل مکہ کی قید میں تھے جیسا کہ بخاری شریف میں تفصیلی روایت مذکور ہے تو جن کے غلاموں کے لیے وہاں سے میوہ جات بھیجے خود اس مولائے کائنات اور سید السادات کے لیے کیا وجہ استبعاد ہو سکتی ہے؟ اور نماز کسوف ادا کرتے ہوئے جنت کا سامنے آ جانا اور آپ کا انگوروں کے گچھے کو پکڑنا بخاری و مسلم باب الکسوف میں صراحتاً مذکور ہے فتنا ولت منها عنقوداً شیخ محقق نے اس کے تحت تصریح فرمائی کہ آپ نے اپنے لیے گچھا لے لیا۔ امت کے لیے بھی لینا چاہا مگر پھر ارادہ بدل دیا اور علامہ عینی نے تصریح فرمائی کہ صحابہ کرام نے آپ کو کسی چیز پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا اور عرض کیا ہم نے آپ کو کوئی چیز پکڑتے ہوئے دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا میں نے انگوروں کا گچھا پکڑا۔

چوتھا باب

تمام خزائن دنیا کی چابیوں کا سیدِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سپرد کیا جانا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا۔" اتیت بمقالید الدنیا علی فرس ابلق علیہ قطیفۃ من سندس" میرے پاس تمام دنیا کے خزائن کی چابیاں ابلق (چتکبرے) گھوڑے پر لاد کر لائی گئیں جس پر جنتی ریشم کی چادر ڈالی ہوئی تھی اور وہ میرے حوالے کر دی گئیں۔

پانچواں باب

ذکرِ مصطفوی کا بلند کیا جانا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول معظم حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور مجھے کہا اللہ تبارک وتعالےٰ آپ سے فرماتا ہے۔
جانتے ہو میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا ہے اور عام کیا ہے؟ اذا ذُکِرتَ ذُکِرتَ معی۔
جب بھی میں یاد کیا جاؤں گا تمہیں میرے ساتھ ضرور یاد کیا جائے گا۔

چھٹا باب

امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی مثل وصفت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا علیہ السلام نے فرمایا میری صفت وحالت اور

پہلے انبیاء علیہم السلام کی حالت وکیفیت ایسے ہے جیسے کہ ایک شخص مکان بنائے اور اس کی تحسین وتکمیل اور آرائش وزیبائش میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے صرف اس کے گوشوں میں سے ایک گوشہ سے ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دے۔ لوگ آکر اس کے گرد گھومیں پھریں اور اس کے حسنِ تعمیر پر تعجب و حیرانی کا اظہار کریں اور مالک مکان کو کہیں کہ اس جگہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھی تاکہ تیرے مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی۔

حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (وہ مکان قصر رسالت ہے ہر نبی اس میں بمنزلہ ایک ایک اینٹ کے ہے اور وہ آخری اینٹ جس پر اس قصر اور مکان کی تکمیل موقوف ہے) وہ اینٹ میں ہوں۔

طفیل ابن ابی اپنے باپ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں میری حالت وکیفیت یوں ہے جیسے کہ ایک شخص مکان تیار کرے اور اس کی ہر ممکن آرائش و زیبائش کرے اور اور تکمیل و تحسین میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے اور اس میں ایک جگہ چھوڑ دے جہاں اینٹ نہ رکھے۔ لوگ اس کے ارد گرد گھوم پھر کر اس کا نظارہ کریں اور اس کے حسن وجمال پر تعجب کریں اور کہیں یہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی۔ پس میں انبیاء علیہم السلام میں وہ اینٹ ہوں (جس سے قصرِ نبوت و رسالت کی تکمیل ہوئی ہے)؏

ساتواں باب

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت وکیفیت اور آپکی شریعت وملت کی صفت وکیفیت کا بیان

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری حالت

؏ معلم حکمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ختم نبوت والی شان کو کس قدر عام فہم زبان میں جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا ہے جس کے بعد ادنیٰ سمجھ والا آدمی بھی کسی نئے نبی کی گنجائش کا تصور نہیں کر سکتا۔ اگر ایک اینٹ کی کمی اس مکان کے حسن میں کمی کا موجب تھی تو بلا وجہ بغیر موزوں جگہ کے ویسے ہی کہیں اینٹ کا اضافہ بھی قبح کا موجب ہوگا۔ لہذا نئے نبی کی گنجائش کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لیے خاتمہ فرما دیا۔ نیز دوسری روایت میں مطلقاً انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے جس نے پہلی روایت کی وضاحت کر دی کہ وہاں پہلے انبیاء کا جو ذکر ہے وہ بیان واقعہ کے لیے ہے نہ کہ وہ قید احترازی ہے اور بعد والوں کے لیے جواز کا موجب بلکہ فی الواقع چونکہ سبھی پہلے مبعوث ہو چکے تھے لہذا قبلی کا لفظ فرما دیا۔

اور جس دین وملّت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی حالت وکیفیت یوں ہے جیسے ایک شخص اپنی قوم کے پاس آئے اور اس سے کہے اے میری قوم میں نے تم پر حملہ آور دشمن کا لشکر اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا ہے لہذا میں تمہارے لیے نذیر عریاں ہوں کہ اپنے بچاؤ کے لیے دوڑو اور بھاگو۔ ایک جماعت نے اس شخص کا کہنا مانا اور رات کی تاریکی میں ہی گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور مہلت پاکر چل دیے اور بچ نکلے اور دوسرے طائفہ نے تکذیب کی اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر موجود رہے لشکر اعدار نے صبح کے وقت اچانک حملہ کر کے ان کو ہلاک کر دیا اور بے نام ونشان۔

یہ ہے مثل وکیفیت اس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور میری ملت وشریعت کی اتباع کی اور اس شخص کی حالت وکیفیت جس نے میری نافرمانبرداری کی اور میری دعوت کو جھٹلایا اور حق کی تکذیب کی۔

(رواہ البخاری والمسلم)

آٹھواں باب

اُمت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا امم انبیاء پر شرف وفضل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک علیہ افضل الصلوٰت نے فرمایا۔ ہم آخری ہیں بعثت وظہور کے لحاظ سے اور سابق واول ہیں قیامت کے دن شرف وفضیلت کے اعتبار سے۔ فرق صرف یہ ہے کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب عطا کی گئی اور ہمیں بعد میں عطا کی گئی۔

یہ جمعہ کا دن ہی تھا جس کے متعلق انھوں نے اختلاف کیا اور اس کی طرف انہیں رہنمائی نصیب نہ ہوئی۔ یہود نے ہفتہ کا دن (عبادت کے لیے) منتخب کر لیا اور نصاریٰ نے اتوار کا لیکن ہمیں اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے جمعہ کے دن کو عبادت کے لیے مخصوص کرنے کی طرف رہنمائی فرمائی۔ لہٰذا دوسرے سبھی لوگ اس میں ہمارے تابع اور ہم سے مؤخر ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بخدا میں امید

عہ حضرت بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؂ وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا۔ ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی (صلی اللہ علیہ وسلم)

رکھتا ہوں کہ تم تمام اہل جنت میں سے ایک چوتھائی ہو گئے۔ بخدا مجھے فضل خداوندی سے امید ہے کہ تم اہل جنت میں سے ایک تہائی ہو گے۔ بخدا میں رحمت خداوندی سے پر امید ہوں کہ تم اہل جنت میں سے نصف ہو گے ؎۱ یہ دونوں روایات بخاری و مسلم میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی حالت و کیفیت یوں ہے جیسے ایک شخص لوگوں کو کام پر لگائے اور کہے جو شخص صبح سے ظہر تک کام کرے گا اس کے لیے ایک قیراط اجرت ہو گی۔ تو یہود نے اس شرط پر کام کیا۔

پھر اس نے کہا کون ہے جو ظہر سے لے کر عصر تک کام کرے تو نصاریٰ نے کام کیا۔ پھر اس نے اعلان کیا اور کہا کون ہے جو عصر سے لے کر مغرب تک کام کرے اور دو قیراط اجرت حاصل کرے۔ غور سے سنو تم ہی ہو وہ لوگ جنہوں نے اس شرط پر کام کیا۔

تو یہود و نصاریٰ ناراض ہو گئے اور کہنے لگے ہمارا کام زیادہ ہے اور عطا و اجرت کم ہے تو وہ مالک کہتا ہے کیا میں نے تمہارے حق میں کمی کی ہے اور تمہارا حق نہیں دیا جو مقرر کیا تھا۔ انہوں نے کہا نہیں۔ مقررہ اجرت میں کمی تو نہیں کی۔ وہ کہنے لگا یہ میری عنایت ہے اور فضل و کرم جس کو جتنا دے دوں ؎۲ رواہ البخاری۔

بہز بن حکیم بن معونہ نے اپنے باپ حکیم سے انہوں نے اپنے باپ معونہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے میری امت تم ستر امتوں کی تکمیل کرنے والے ہو جن میں سب سے افضل و اعلیٰ تم ہی ہو اور سب سے زیادہ معظم و مکرم اللہ تعالیٰ کے ہاں تم ہی ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے شب معراج

؎۱ تین مختلف امیدیں ایک دن کے اندر اور ایک امت کے متعلق کہ وہ اہل جنت کا چوتھائی ہو اور ایک تہائی بھی ہو اور نصف بھی ہو بظاہر متعارض اور متضاد امور کا اجتماع ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پہلے آپ نے سب امم و اقوام میں سے محمدیوں کا ایک چوتھائی ہونا بیان فرمایا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم کا اظہار کرتے ہوئے ایک تہائی کی خبر دی تو آپ نے اس کا اعلان فرما دیا۔ پھر فضل و کرم میں زیادہ وسعت ہوئی تو نصف کا اعلام فرمایا گیا آپ نے اس کا اعلان فرما دیا۔

نیز مسلم قاعدہ ہے کہ عدد اقل زائد کے لیے قاطع نہیں ہوتا لہذا نصف اہل جنت ہونے کے اعلان کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے زیادہ نہیں ہونگے بلکہ بحمد اللہ محمدی اہل جنت سے دو تہائی زیادہ ہوں گے کل ایک سو بیس صفیں ہونگی جن میں سے اسی صفیں آپ کی امت کی ہونگی اور چالیس صفیں باقی امم کی۔ مشکوٰۃ شریف شرح مسلم جلد اول ص۱۱۷۔

؎۲ ہماری عمریں تھوڑی، کام یعنی عبادات و ریاضات کم مگر اجر و ثواب زیادہ بخلاف یہود و نصاریٰ کے۔

آسمان کی طرف لے جایا گیا تو اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنے قریب کیا حتیٰ کہ جب میرے اور اُس کے درمیان دو کمانوں کے درمیانی وتر کی مقدار یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا تو فرمایا اے حبیب۔ اے محمد! میں نے عرض کیا اے میرے رب تبارک وتعالےٰ لبیک میں حاضر بارگاہ ہوں۔

فرمایا کہیں تمہیں یہ خیال غم میں مبتلا تو نہیں کرتا کہ میں نے تمہیں آخری نبی بنایا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ نہیں اے میرے رب کریم۔ پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ میری طرف سے اپنی امت کو سلام پہنچانا اور انہیں یہ بتلانا کہ میں نے اُن کو آخری اُمت اس لیے بنایا ہے کہ دوسری امم کے احوال وافعال اُن کے سامنے آئیں اور ان کی تباہی وبربادی کے قصے پڑھیں اور ان کی فضیحت ورسوائی اُن کے سامنے آئے مگر اُن کی بدعملی وغیرہ کی بناء پر دوسری امم واقوام کے سامنے ان کی فضیحت ورسوائی نہ ہو۔

نواں باب

سیّد عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل وصفت اور اُمت کی حالت وکیفیت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ میری حالت وکیفیت یوں سمجھو جیسے ایک شخص نے آگ جلائی۔ جب آگ نے اس کے اردگرد کو منور کر دیا تو پتنگے اور حشرات الارض آگ میں گرنے لگے۔ وہ شخص ان کو دور کرنے کی کوشش کرتا رہا تاکہ اس میں گر کر جل نہ جائیں مگر وہ اس پر غالب آنے لگے اور زبردستی آگ میں کودنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیند کی حالت میں میرے پاس دو فرشتے آئے۔ ان میں سے ایک میرے پاؤں کی طرف بیٹھ گیا اور دوسرا سر کی جانب۔ جو پاؤں کی جانب بیٹھا تھا اس نے دوسرے سے کہا کہ اُن کی اور اُن کی اُمت کی باہمی حالت وکیفیت بیان کرو۔ وہ فرشتہ کہنے لگا۔ ان کی حالت اور اُن کی اُمت کی حالت ایسی ہے جیسے ایک مسافر قوم جنگل کے کنارے جا پہنچے۔ نہ تو اُن کے پاس اتنا زادِ راہ ہو جس سے وہ جنگل کو عبور کر سکیں اور نہ ہی اتنا خرچ کہ واپس جا سکیں۔ وہ اسی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو کر بیٹھے تھے کہ اُن کے پاس ایک حلہ پوش سوار آ پہنچا اور اس نے کہا مجھے بتاؤ اگر میں اپنے اونٹ کو سبزہ زاروں میں اور سیراب کرنے والے حوضوں پر داخل کروں تو کیا تم میری اتباع

کروگے۔سب نے کہا ہاں کیوں نہیں!
اس نے کہا تمہارے آگے اُن سے زیادہ سیر کرنے والے سبزہ زار اور اُن حوضوں سے زیادہ سیراب کرنے والے حوض ہیں لہٰذا میرے پیچھے پیچھے چلو۔ ایک جماعت نے کہا بخدا اس نے سچ کہا ہے۔ ہم ضرور اس کی اتباع کریں گے اور دوسری جماعت نے کہا ہم اسی جگہ بیٹھے رہنے پر راضی ہیں، اس کی اتباع نہیں کرتے۔

دسواں باب

حضور کی دعوت کو قبول کرنے اور نہ کرنے والوں کی مثل وصفت کا بیان

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے جس علم اور ہدایت کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی حالت وکیفیت یوں ہے جیسے موسلا دھار بارش زمین پر برسے۔ اس زمین کا ایک قطعہ تو ولیسا صاف ستھرا اور پاکیزہ تھا جس نے پانی کو اپنے اندر جذب کرلیا اور سبزہ اگایا۔ ایک حصہ نشیبی اور سخت تھا اس میں گڑھے وغیرہ تھے۔ اس نے پانی کو جذب کرنے کے بجائے اپنی سختی اور نشیب کی وجہ سے روک رکھا۔ اس کی بدولت اللہ تعالےٰ نے لوگوں کو نفع پہنچایا۔ انہوں نے خود پیا، جانوروں کو پلایا اور کھیتوں میں استعمال کیا اور زمین کا ایک حصہ ولیسا تھا جو چٹیل میدان اور سخت تھا۔ نہ جذب کیا کہ سبزہ اور گھاس وغیرہ اُگے اور نہ روک رکھا کہ انسان اور حیوان فائدہ اٹھائیں۔

یہ ہے کیفیت اس شخص کی جس نے دین خداوندی میں فقاہت اور مہارت حاصل کی اور اسے اس دین نے نفع دیا جس کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے مجھے مبعوث فرمایا۔ اُس نے خود اُسے پڑھا اور لوگوں کو پڑھایا (وہ خود بھی سرسبز وشاداب ہوا اور لوگوں کو بھی سرسبز وشاداب کیا اور نفع پہنچایا۔ اگر علم کے مطابق عمل بھی کیا تو زمین کے پہلے قطعہ کی مانند ہے ورنہ دوسروں کو تعلیم سے نفع پہنچایا، اگرچہ خود نفع نہ اٹھا سکا تو یہ زمین کے دوسرے طبقہ کی مانند ہے) اور جس نے ادھر توجہ ہی نہیں کی اور اللہ کی ہدایت کو قبول ہی نہیں کیا۔ جس کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں (تو یہ زمین کے تیسرے طبقہ کی مانند ہے کہ موسلا دھار بارش برسی مگر نہ خود فائدہ اٹھایا اور نہ لوگوں کو نفع پہنچایا بلکہ جیسے بارش سے قبل تھی ویسی ہی رہی)

حضرت ابوعثمان نہدی سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطحا کی طرف نکلے اور آپ کے ساتھ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کو ایک جگہ بٹھا دیا اور ان کے گرد دائرہ کھینچ دیا اور فرمایا۔ اسی خط اور دائرہ کے اندر بیٹھے رہنا۔ عنقریب تمہاری طرف کچھ لوگ آئیں گے اُن کے ساتھ کلام نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارے ساتھ کلام نہیں کریں گے۔

ان کو بٹھا کر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جدھر جانا تھا تشریف لے گئے۔ حسب ارشاد اُن کے پاس کچھ لوگ آئے مگر اس دائرہ پر آکر رُک جاتے اور اس سے آگے نہ گزرتے۔ بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ جاتے۔ جب رات کا آخری حصہ ہوا تو آپ تشریف لائے اور میری ران کو تکیہ بنا کر محوِ استراحت ہو گئے اور جب آپ سو جاتے تو خراٹوں کی آواز سنائی دیتی۔

اسی دوران کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری ران کو تکیہ بنائے محو خواب تھے۔ میرے پاس چند آدمی آئے جو اتنے بلند قامت تھے جیسے اونٹ اور ان پر سفید کپڑے تھے اور وہ اتنے حسین و جمیل تھے کہ اُن کے حُسن کا صحیح علم صرف اللہ رب العزت کو ہی ہے۔ ان میں سے ایک گروہ میرے سر کی جانب بیٹھ گیا اور دوسرا گروہ پاؤں کی جانب۔

انہوں نے آپس میں سلسلہ کلام کا آغاز اس طرح کیا۔ ہم نے کسی بندۂ خدا کو نہیں دیکھا کہ اس کو وہ خصوصیت عطا کی گئی ہو جو اُن کو عطا کی گئی ہے۔

ان عینیہ لتنامان و ان قلبہ لیقظان۔ ان کی دونوں آنکھیں تو محو خواب ہیں مگر ان کا دل اقدس بیدار ہے۔ ان کی حالت وکیفیتِ دعوت اُن کے سامنے بیان کرو (کیونکہ نیند کے باوجود بیدار ہیں اور سُن رہے ہیں)۔ (پھر انہوں نے کیفیت دعوت یوں بیان کی) ایک سردار اور رئیس آدمی ہے جس نے محل تیار کرایا پھر اس میں دستر خوان لگایا اور ایک شخص کو بھیج کر لوگوں کو مطعومات اور ماکولات کی طرف بلایا اور کھانے پینے کی دعوت دی۔ اتنا کہا اور وہ آسمان کی طرف پرواز کر گئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت بیدار ہوئے اور مجھ سے دریافت فرمایا۔ کیا جانتے ہو یہ لوگ کون تھے۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں! آپ نے فرمایا یہ فرشتے تھے۔

پھر دریافت فرمایا کیا جانتے ہو جو صفت وکیفیت انہوں نے بیان فرمائی ہے وہ کیا ہے یعنی اس کا مقصد کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ آپ نے فرمایا رحمٰن تبارک وتعالےٰ نے جنت بنائی (اس میں انواع واقسام کی نعمتیں پیدا فرمائیں) اور اپنے بندوں کو اس کی طرف بلایا۔ جس نے اس کی دعوت قبول کی، جنت خداوندی میں داخل ہوا اور جس نے دعوت قبول نہ کی وہ اللہ تعالےٰ کے عقاب وعذاب کا نشانہ بن گیا۔

گیارھواں باب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجوب طاعت و اتباع کا بیان

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالےٰ کی اطاعت کی۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ان کے ساتھ قبیلۂ انصار کے ایک آدمی نے مخاصمت و منازعت کی جس نے میدان بدر میں غازیان اسلام کی طرف سے حصہ لیا تھا اور وجہ مخاصمت حرہ اور پتھریلی زمین سے نکلنے والی پانی کی نالی اور گذرگاہ تھی جس سے وہ دونو اپنی کھیتی اور کھجوروں کو پانی سے سیراب کیا کرتے تھے اور کھجوروں کو پانی دیتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زبیر تو اپنی کھیتی اور کھجوروں کو پانی سے سیراب کر کے پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دیا کر۔

وہ انصاری غضبناک ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں (اس لیے گویا آپ نے ان کی اعانت فرمائی ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سُن کر سخت غضبناک ہو گئے اور چہرہ انور سُرخ ہو گیا۔ پھر آپ نے حضرت زبیر سے فرمایا۔ تم اپنی کھجوروں اور کھیتیوں کو پانی دو۔ پھر اس کو روکے رکھو۔ جب تک پانی نہ پہنچ جائے۔

پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو ایسا مشورہ دیا تھا جس میں انصاری کی بھی بھلائی تھی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بھی فائدہ تھا۔ مگر جب انصاری نے آپ کو غصہ دلانے والی بات کی تو آپ نے حضرت زبیر کو پورا پورا حق عطا فرمایا اور اُن کے لیے صریح حکم فرما دیا۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر فرمایا کرتے تھے مجھے یہی گمان بلکہ یقین ہے کہ یہ آیت مقدسہ اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی۔

فلا و ربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ مجھے قسم ہے اے حبیب تیرے رب کی وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک تمہیں اپنے تمام جھگڑوں میں حاکم اور فیصل نہ بنائیں۔ پھر آپ کے فیصلہ کے بعد اپنے دلوں میں کسی قسم کی تنگی اور اضطراب نہ پائیں اور اس فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کریں۔ اس روایت کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔

بارھواں باب

حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کا محبت میں والد، ولد اور سب لوگوں پر مقدم ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین" تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اپنے والد سے اور اولاد سے اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ مبارک پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں ماسوا میری جان کے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا نہیں نہیں مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جب تک میں تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (تم کامل مومن نہیں ہو سکتے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ بخدا اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز اور محبوب ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلآن یا عمر۔ اب تمہارا ایمان کامل بلکہ اکمل ہو گیا ہے ؏

فائدہ جلیلہ:۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت لازم کیوں ہے اور آپ کی محبت والد، مولود اور سب لوگوں سے مقدم کیوں ہے محبت اور میل قلب کی طرف یا اُس کے حسن ظاہر کی وجہ سے ہوتا ہے یا حسن باطن اور بلند کرداری اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسن ظاہر میں اور حسن باطن میں، حسن صورت میں اور حسن سیرت میں سب مخلوق سے افضل و اعلیٰ اور برتر و بالا ہیں۔ اور یا محبت کسی سے اس لیے ہوتی ہے کہ وہ بہت بڑا محسن اور تکالیف و شدائد کو دور کرنے والا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

؏ حضرت عمر بن الخطاب نے طبیب رُوحانی کے سامنے اپنا مرض بیان کیا اور محبت غیر امتیازی میں اپنے نفس کے تقدم کی شکایت کی۔ جہاں تک اختیار و قدرت کا تعلق تھا تو ہر وقت اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر حبیب پاک پر نثار کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ آپ نے نگاہ کرم فرمائی اور توجہ قلبی سے اُن کے دل کی کیفیت کو بدل دیا۔ جیسے کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے اپنا دستِ اقدس ان کے سینہ پر رکھا اور پھر حضرت عمر نے یہ تبدیلی محسوس کی اور یہی منصب کلام مجید نے بیان فرمایا ہے ویزکیھم آپ صحابہ کا تزکیہ بھی فرماتے ہیں والحمد للہ۔

میں یہ سبب بھی علیٰ الوجہ الاتم موجود ہے۔ ہمارا بلکہ پوری کائنات کا وجود اور ہم پر اور ساری مخلوق پر پے در پے ہونے والے انعامات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہیں اور دین و ایمان جو اصل انعامات ہے وہ بھی آپ کا صدقہ اور اخروی وابدی راحتیں بھی آپ کا صدقہ لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واجب ولازم ہے کیونکہ جملہ اسباب محبت نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں علیٰ الوجہ الاتم والاکمل موجود ہیں۔

رہی وجہ تقدیم تو محبت تین قسم کی ہے۔ محبتِ اجلال واعظام جیسے باپ کی محبت، محبتِ شفقت ورحمت جیسے بیٹے کی محبت۔ اور محبتِ مجانست و استحسان جیسے عام لوگوں سے محبت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں تینوں امر موجود ہیں اور اتم واکمل طریقہ پر کیونکہ والد کا اعظام واجلال سبب تولد ہونے کے لحاظ سے ہے اور اگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود نہ ہوتا تو نہ اجرام علویہ ہوتے جو کائنات کے لیے بمنزلہ آباء کے ہیں اور نہ عناصر جو کائنات کے لیے بمنزلۂ امہات ہیں۔ نہ آدم وحوا علیہما السلام ہوتے اور نہ باقی سلسلہ آباد۔

نیز کوئی اولاد اپنے آباء واجداد کے لیے نہ اتنا دکھ اٹھاتی ہے اور نہ تکلیف برداشت کرتی ہے اور نہ ہی اس قدر رنج والم جھیلتی ہے جتنا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی اُمت کے لیے اٹھایا۔ لہذا محبتِ شفقت ورحمت میں بھی آپ سب سے مقدم ہیں اور جو فوائد وفیوض آپ سے پہنچے دنیا میں اور آخرت میں پہنچیں گے، وہ کسی دوسرے سے ممکن ہی نہیں۔ نیز مجانست بھی متحقق ہے اور باقی وجوہ استحسان بھی لہذا آپ محبت میں سب سے مقدم ہیں۔

نیز چونکہ امتی کا نفس اور جان بھی اُن کے ہی مرہون منت واحسان ہیں وجود وتحقق میں، بقا وحیات میں، اسلام وایمان میں، اخروی راحت وسکون اور انعامات واکرامات میں ورنہ وہ نہ دنیا میں کسی قدر وقیمت کا مالک ہوتا نہ آخرت میں کسی وقعت وعزت کا حقدار، لہذا جن کی بدولت اس کو یہ نعمتیں ملیں، اسے انہیں کا بے دام غلام اور انہیں کا گرفتار محبت ہونا چاہیے ورنہ اسکا عدم اس کے وجود سے بہتر ہے۔ مزید تفصیل کے لیے نووی شرح مسلم جلد اول ص۴۹ فتح الباری جلد اول ص۵۶ ملاحظہ ہو۔

تیرھواں باب

ذکر میں نبی خدا علیہ التحیۃ والثناء کو مقدم رکھنے کا وجوب

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سوار

کے پیالہ کی مانند نہ بناؤ۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا آدمی حالت سفر میں اپنا سامان سواری پر لادتا ہے (اور پیاس لگے) تو مشکیزہ سے پانی پیالہ میں ڈال کر پیتا ہے۔ جب بچ جاتا ہے تو وہ پھر واپس اسی مشکیزہ میں ڈال دیتا ہے تم مجھے سلسلہ گفتگو کے آغاز میں، درمیان میں اور آخر میں بھی یاد کرو۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں: "مجھے سوار کے پیالے کی مانند نہ بناؤ" کا ایک معنی تو اسی روایت میں مذکور ہے۔ دوسرا قول اس کے معنی میں یہ ہے کہ سوار جب اپنے سامان کی تیاری اور ترتیب سے فارغ ہوتا ہے تو سب سے آخر میں پیالہ کو سنبھالتا ہے اور اسے سامان کے ساتھ رکھتا ہے۔

اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ مجھے ذکر میں مؤخر نہ کرو اور یہ معنی اوّل کی طرف راجع ہے۔

ابواب
صفات وکیفیّت جسدِ اطہر (صلی اللہ علیہ وسلم)

پہلا باب

سرِ اقدس

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سرِ ناز عظیم تھا۔

حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا سرِ ناز عظیم تھا یعنی مقدار اور حجم میں جیسے کہ کیف میں اور معنوی عظمت میں ؑ۔

ؑ سر اقدس کا عظیم ہونا قوتِ دماغ، ونورِ عقل اور جودتِ فکر کی علامت ہوتا ہے اور یہاں مقصود صرف یہ ہے کہ سر اقدس چھوٹا نہیں تھا نہ یہ کہ مقدار میں اعتدال نہیں تھا۔ العیاذ باللہ بلکہ جملہ اعضاء مبارکہ میں کمال اعتدال اور انتہائی موزونیت تھی۔ شیخ محقق فرماتے ہیں وجود اعتدال مرعیست در ہمہ اعضا وجوارح شریف وایں قاعدہ کلیہ است ہمہ جا باید نگاہداشت۔ (مدارج النبوت جلد اول ص۱۲)۔

دوسرا باب

جبینِ مقدس

حضرت امام حسن بن الامام علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہما نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی جبین اقدس کشادہ تھی۔

تیسرا باب

ابرو مبارک اور بھویں

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ابرو مبارک مقدار میں طویل، تھے اور ان پر بال مناسب مقدار میں نہ بہت زیادہ اور نہ بالکل کم اور باہم ملے ہوئے نہیں تھے اتنے قریب تھے کہ دور سے باہم ملے ہوئے معلوم ہوتے دونو ابرؤوں کے درمیان ایک رگ مبارک تھی جو حالت رعب وجلال میں تڑپتی تھی اور خون میں جوش پیدا ہونے سے اس کے اندر لرزہ سا معلوم ہوتا۔

چوتھا باب

چشمانِ اقدس اور مژگانِ مبارکہ

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا

علیہ التحیۃ والثناء کی مقدس آنکھوں کی پتلی بہت سیاہ۔ بھویں مبارک طویل اور باریک بالوں والی اور مکمل طور پر ملی ہوئی نہیں تھیں (اگرچہ قریب تھا کہ مل جائیں) اور پلکیں مبارک دراز۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آنکھیں سفید سرخی مائل تھیں یعنی سفیدی میں سُرخ باریک دھاریاں تھیں اور ابوداؤد نے شعبہ سے جو روایت نقل کی ہے اُس میں اشکل العینین کی بجائے اشھل العینین وارد ہے اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ آنکھوں کی پتلیاں سیاہ سرخی مائل تھیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں جب رسول اکرم علیہ افضل الصلوات کی طرف دیکھتا تو دل میں کہتا کہ آپ نے آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ وہ قدرتی سرمہ کی دھاریاں تھیں نہ کہ سرمہ لگانے کی وجہ سے ؎

لسانِ سرمہ سیاہ کردہ خانۂ مردم دو چشم تو کہ سیاہند سرمہ ناکردہ

پانچواں باب

رخسارِ اقدس

حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہندؓ سے راوی ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک ڈھلواں تھے اور زیادہ اُبھرے ہوئے نہیں تھے (نہ جبڑوں سے چپکے ہوئے بلکہ پُر گوشت تھے) اور چہرہ اقدس کو چودھویں کے چاند کی مانند گول اور مدور بنائے ہوئے تھے۔

چھٹا باب

بینیٔ اقدس

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اقنی العرنین

لہ نور یعلوہ یحسبہ من لم یتاملہ اشم۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بینی مبارک درمیان سے ذرا خمیدہ تھی اور بلند۔ اس پر نور نمایاں نظر آتا۔ جو شخص غور سے نہ دیکھتا تو اس کو گمان گزرتا کہ ناک مبارک زیادہ بلند ہے حالانکہ بلندی فی الواقع نہیں تھی بلکہ کمال موزونیت تھی اور اعلیٰ درجہ کا تناسب محض جلوۂ نور کی وجہ سے بادی النظر میں بلندی محسوس ہوتی تھی۔

(اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

بینیٔ پُر نور پر رخشاں ہے بُکہ نور کا　　　ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا)

ساتواں باب

دہنِ مبارک اور دندانِ مقدسہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ مبارک ذرا چوڑا (مگر انتہائی مناسب انداز میں) تھا۔

حضرت جمیع سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ مبارک ذرا چوڑا اور دانت مبارک باہم مکمل طور پر ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں ذرا ذرا فاصلہ تھا اور کشادگی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب مکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دانت مبارک باہم ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں مناسب کشادگی اور فاصلہ تھا۔

حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے ہونٹ مبارک اگر دانتوں سے تبسم اور ضحک کی حالت میں الگ ہوتے تو دانت مبارک یوں معلوم ہوتے جیسے کہ اولوں کے دانے (جو پردہ میں تھے اور اب ظاہر ہو گئے ہیں) ان کی سفیدی اور چمک، صفائی اور رطوبت اولوں کی مانند معلوم ہوتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان اقدس کا مسوڑھوں اور جبڑوں کے اندر جڑاؤ انتہائی حسین انداز میں تھا اور ترتیب میں کمال حسن محسوس ہوتا۔

ولنعم ما قال البوصیری ؎

کانما اللؤلؤ المکنون فی صدف　　　من معدنی منطق منہ ومتبسم

گویا کہ صدف میں چھپا رہنے والا آبدار موتی۔ محبوب کریم علیہ السلام کے معدن نطق اور تبسم سے ہے ف

آٹھواں باب

نکہتِ اقدس

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دس سال تک حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل کیا اور ہر قسم کے عطر سونگھے اور اُن کی خوشبوؤں کا اچھی طرح اندازہ لگایا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نکہتِ اقدس اور طیبِ ریح اور جسد اطہر سے پھوٹنے والی خوشبو اور مہک بالکل نرالی تھی (کہ دنیا کے مشک و عنبر وغیرہ کو اس کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں تھی

دراں زمیں کہ نسیمے وزد ز طرۂ یار — چہ جائے دم زدن نافہائے تاتار یست عہ

نواں باب

چہرۂ انور کی تابانی اور صباحت وملاحت

حضرت حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کان

ف منہ مبارک کی چوڑائی عربوں کے نزدیک محمود اور پسندیدہ وصف ہے لیکن مردوں میں البتہ عورتوں کے اندر تنگی دہاں تو وصف محمود سمجھا جاتا ہے لیکن مردوں میں اس کو وصف مرغوب نہیں سمجھا جاتا اور فراخی دہاں گویا کمال فصاحت وبلاغت کی علامت ہے۔

اور بعض حضرات کے نزدیک ضلیع الفم کا معنی بجائے کشادگی دہاں اقدس کے منہ مبارک کی گولائی اور ہونٹوں کا طولانی میں باہم قرب ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

عہ اعلیحضرت بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎ ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں — جس راہ چل دئے ہیں کوچے بسا دیے ہیں

گذرے جس راہ سے وہ سیدِ والا ہو کر — رہ گئی ساری زمین عنبرِ سارا ہو کر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخماً مفخما یتلا لا وجہہ کتلالؤ القمر لیلۃ البدر ۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عظیم اور بزرگ تھے اور خدا داد رعب وجلال کے مالک آپ کا چہرہ اقدس ایسے چمکتا تھا جیسے کہ چودھویں رات کا چاند ؎

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس میں تدویر اور گولائی تھی (جیسے چودھویں کے چاند میں)

؎ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو نورانیت اور تابانی کے لحاظ سے چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی ہے۔ سورج کے ساتھ نہیں دی تو اس کی وجہ محدثین حضرات نے یہ بیان کی ہے کہ چاند کو دیکھا جا سکتا ہے اور سورج کو دیکھا نہیں جا سکتا۔ نیز چودھویں کے چاند سے آنکھوں کو جو لذت حاصل ہوتی ہے اور دل کو جو سرور حاصل ہوتا ہے وہ سورج سے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی فرق کو واضح کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا املح واخی یوسف اصبح۔ گویا حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ اقدس اتنا روشن تھا کہ اس پر نظر جمائی نہیں جا سکتی تھی اور ادھر نظارگیوں کو وہ ذوق اور سرور حاصل ہوتا کہ جو ایک نظر دیکھ لیتے ہیں تو پھر چہرہ اقدس سے نظر ہٹائی نہیں جا سکتی اور آنکھوں کے واسطہ سے وہ صورت دلپذیر دل میں یوں نقش ہو جاتی ہے کہ پھر وہاں غیر کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور ان کی زبان ان نغمات کے ساتھ مترنم ہوتی ہے ؎

آئینہ نیست دل کہ دہد جا بہر کسے ‌ ‌ ‌ ‌ این پارۂ عقیق بنامِ تو کندہ شد

اور اسی معنی کو شعراء نے بیان کرتے ہوئے اور فرق کو واضح کرتے ہوئے کہا ؎

شاہد آں نیست کہ موئے میانے دارد ‌ ‌ ‌ ‌ بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد

البتہ آپ کی ذات اقدس کو سطوت وجلال کے لحاظ سے اور جہاں کو انوار ذات سے منور ومستنیر کرنے کے لحاظ اور ادراک حقیقت اور احاطہ کنہ ذات کے ناممکن ہونے کے اعتبار سے سورج کے ساتھ تشبیہ دینا درست اور صحیح ہے کیونکہ اس آفتاب آسمانی کے ادراک میں جہاں آنکھیں خیرہ ہو کر رہ جاتی ہیں اس آفتاب رحمانی کے ادراک کنہ حقیقت سے عقول خلق عاجز وقاصر ہیں۔ امام بوصیری نے کیا خوب فرمایا ؎ اعیی الوری فھم معناہ فلیس یری ۔ بالقرب والبعد منہ غیر منفحم + کالشمس تظھر للعینین من بعد ۔ صغیرۃ وتکل الطرف من امم + ان کے فہم حقیقت نے مخلوق کو عاجز کر دیا ہے اور قرب وبعد ہر دو حال میں اپنے عجز فہم کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا جیسے کہ سورج دور سے چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے مگر دیکھنے سے آنکھ عاجز ہو جاتی ہے۔ مواہب لدنیہ میں نہایہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو چہرہ اقدس آئینہ کی مانند ہوتا اور جو چیز بھی سامنے ہوتی صحابہ رضی اللہ عنہم یا در ودیوار یا درخت وغیرہ ان کے عکس اور تمثال کو چہرہ انور میں دیکھا جا سکتا تھا ؎

رُخِ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ نہیں ہے دوسرا آئینہ ‌ ‌ ‌ ‌ نہ ہماری چشمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کا چہرہ انور مستدیر اور گول تھا۔

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرمایا میں نے ایسی ہستی کو دیکھا جن کا رنگ مبارک چمکیلا اور چہرہ انور انتہائی نورانی تھا اور تاباں

دسواں باب

ریش مبارک

حضرت حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک (داڑھی شریف) گھنی تھی۔

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ریش مبارک عظیم اور مقدار میں بڑی معلوم ہوتی۔

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے بھی یہی منقول ہے کہ آپ کی ریش مبارک گھنی تھی۔

عمرو بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء اپنی داڑھی مبارک کو لمبائی اور چوڑائی میں کاٹتے اور طول و عرض میں برابر رکھتے۔ ف

ف بعض روایات میں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک طبعاً چار انگشت کی مقدار پر رک گئی تھی اور اس سے متجاوز نہیں ہوتی تھی مگر مؤلف نے جو روایت نقل کی ہے (اور یہ ترمذی شریف میں موجود ہے) اس سے ظاہر ہے کہ آپ اس کو کاٹتے تھے اور صحیح بھی یہی روایت ہے۔ مشہور مذہب احناف یہ ہے کہ چہار انگشت کی مقدار واجب ہے اور علماء و مشائخ کے لیے اس سے ذرا زیادہ طویل رکھنا مستحب ہے البتہ عوام کو چہار انگشت سے زائد نہیں رکھنی چاہیے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبضہ یعنی مشت بھر سے زائد کو کاٹ دیتے تھے۔

کذا فی المدارج و فی رد المحتار علی الدر المختار وغیرہ۔

گیارھواں باب

موئے مبارک

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسو مبارک عظیم تھے اور اپنی درازی اور طولانی کی وجہ سے کان مبارک کے نرمہ تک ہوتے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے کہ آپ کے سر اقدس کے بال مبارک آپ کے کندھوں کو چھوتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک درمیانے گھنگریالے تھے نہ بالکل سیدھے اور نہ انتہائی سخت گھنے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ واصف مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء سے راوی ہیں کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے بال مبارک درمیانے گھنگریالے تھے۔ جب اُن میں کنگھی کی جاتی تو الگ الگ ہو جاتے۔ اور کنڈل سیدھے ہو جاتے (کندھوں تک یا اُن کے قریب جا پہنچتے) اور اگر اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو اکٹھے ہو جاتے اور حلقہ دار۔ پھر کانوں سے نیچے نہیں جاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے بال مبارک کانوں کے درمیان تک پہنچتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک جمہ اور وفرہ کے درمیان تھے یعنی کانوں اور کندھوں کے درمیان۔ ؏

؏ وفرہ ان بالوں کو کہا جاتا ہے جو کانوں کے نرموں تک پہنچیں اور جمہ وہ جو کندھوں تک پہنچیں اور لمہ جو ان کے درمیان ہوں۔ کانوں سے نیچے اور کندھوں سے اوپر۔

گویا تازہ کنگھی فرماتے تو دوش اقدس تک پہنچ جاتے اور بعد ازاں گھنگریالے ہونے کی وجہ سے سکڑ کر کانوں تک پہنچ جاتے۔ یا تازہ حجامت بنوانے پر کانوں کے قریب ہوتے اور چند دن کے بعد کندھوں تک پہنچ جاتے۔

(واللہ ورسولہ اعلم کذا فی المدارج والمواہب)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو آپ کے بال مبارک چار حصوں میں تقسیم کر کے گندھے ہوئے تھے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ مکہ مبارکہ میں تشریف لائے تو میں نے آپکی چار مینڈھیاں دیکھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ موئے مبارک کو کنگھی فرماتے تو وہ یوں معلوم ہوتی جیسے ریت میں اُگے ہوئے کانٹے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ناصیہ اقدس اور سامنے والے بال مبارک بغیر مانگ نکالے پیچھے ہٹا دیتے تھے جیسے کہ اہل کتاب کرتے تھے اور بعد ازاں آپ نے مانگ نکالی جیسے کہ اہل عرب مانگ نکالا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عرصہ سدل فرمایا[۱] اور اسکے بعد مانگ نکالی ؏۔

بارھواں باب

گردن مبارک

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف میں فرمایا کہ آپ کی گردن مبارک بلند تھی یعنی اس میں قدرے درازی تھی جو موجب سر فرازی تھی۔

حضرت حسن مجتبٰے رضی اللہ عنہ حضرت ہند سے ناقل ہیں کہ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی گردن مبارک طولانی اور درازی میں تمثال اور صورت مصورہ کی گردن کی مانند تھی اور اس میں چاندی کی مانند صفائی تھی اور سفیدی۔

؏ جن امور کا وحی کے ذریعے حکم نازل نہیں ہوتا تھا تو آپ ان میں اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے اور اہل کتاب سدل کرتے اور بال بغیر مانگ نکالے پیچھے ہٹا دیتے تھے تو آپ نے بھی ان کی موافقت فرمائی بعد ازاں وحی نازل ہوئی اور فرق کا حکم دیا گیا یعنی مانگ نکالنے کا تو آپ نے اس پر عمل فرمایا اور یہی حکم اُمت کے لیے ہے نہ کہ یہود و نصاری کی طرح سدل کرنا یا ایک پہلو سے مانگ نکالنا۔ (رزقنا اللہ اتباع حبیبہ رسولہ علیہ السلام)

عثمان بن عبد الملک روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی اور وہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک صفائی اور سفیدی کے لحاظ سے چاندی کے کوزہ کی مانند تھی۔

تیرھواں باب

کندھوں کا درمیانی فاصلہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کندھوں میں مناسب فاصلہ تھا۔ (ذرا بعد اور دوری تھی) یہاں لفظ منکب وارد ہے۔ جس سے مراد بازو اور شانہ کا محل اجتماع ہے۔

چودھواں باب

شانۂ اقدس

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے کندھوں اور گردن مبارک کی درمیانی جگہ یعنی شانے فربہ تھے اور جلالت وہیبت کا مظہر اتم اور قوت و توانائی کی عظیم نشانی یہاں لفظ کتد وارد ہے اور اس سے دو کندھوں کا باہمی مقام اتصال و اجتماع مراد ہے۔

پندرھواں باب

سینۂ اقدس

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان

فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چوڑا تھا۔ نیز سینہ اور پیٹ برابر اور متوازی تھے ۔

سولھواں باب

بطنِ اقدس

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں پیٹ کی بڑائی اور آگے کی طرف بڑھنے نے عیب ناک نہیں کیا ۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میری نظر جب بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن اقدس پر پڑی تو مجھے تہ بہ تہ رکھے ہوئے اوراق یاد آئے (ملائمت اور سفیدی کے لحاظ سے)

مُحرِّش کعبی سے مروی ہے کہ سید خلق صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے رات کے وقت عمرہ فرمایا (اور احرام باندھا) تو میں نے آپ کی پیٹھ مبارک کو دیکھا گویا کہ وہ چاندی (پگھلا کر) ڈھالی گئی ہے (اور جب پشت اقدس کی سفیدی اور دلربائی کا عالم یہ ہے تو لامحالہ پیٹ مبارک کی کیفیت بھی یہی ہوگی)

سترھواں باب

ناف مبارک

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فخر اولین وآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن اقدس بالوں سے خالی تھا۔ صرف سینہ اقدس اور ناف مبارک کے درمیان بال تھے ۔

حضرت حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ہند بن ابی ہالہ فرماتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر چمکدار اور شفاف اور بالوں سے خالی تھا البتہ سینہ اقدس سے ناف تک بالوں کا ایک

باریک ساخط تھا یا سینہ اقدس کے اوپر والے حصّہ۔ کلائیوں اور کندھوں پر بال تھے۔ اس کے علاوہ سینہ اور پیٹ پر بال نہیں تھے۔

اٹھارھواں باب

باکرامت انگلیاں

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باکرامت انگلیاں ہتھیلیوں اور قدموں کی جانب سے موٹی اور طویل ہیں۔

انیسواں باب

کفِ دستِ اقدس

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہتھیلیاں پُرگوشت تھیں۔

حضرت حسن مجتبٰی رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ صاحب جود و عطا صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہتھیلیاں کشادہ اور فراخ تھیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے نازنین خلق صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں کو مس کرنے اور ہاتھ لگانے کا شرف حاصل ہوا، وہ اس قدر ملائم تھیں اور مجسم لطافت کہ میں نے کوئی خز اور ریشم ان سے زیادہ ملائم نہیں پایا۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ میں نے اتنا ملائم کسی ریشم کو بھی نہیں پایا جتنا کہ اس محبوب کریم کا دست اقدس ملائم تھا۔

عون بن ابی جحیفہ اپنے والدگرامی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا وادی ابطح کی طرف نکلے۔ ایک نیزہ بطور سترہ آپ کے سامنے گاڑا گیا۔ آپ نے اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی (نماز سے فارغ ہونے کے بعد اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کا دست اقدس پکڑ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے تو میں بھی حاضر خدمت ہوا اور دستِ اقدس کو پکڑ کر اپنے چہرہ پر ملا تو گیا محسوس کرتا ہوں کہ وہ برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہے اور کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار۔

بیسواں باب

مبارک کلائیاں

حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلائیاں مناسب طولانی رکھتی تھیں اور ہڈیوں کے جوڑ ضخیم تھے (جو کہ قوت و توانائی کی علامت تھے)

صالح مولی التوأمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و کیفیت جسمانی بیان کرتے وقت فرماتے تھے کہ آپ کی کلائیوں میں طولانی اور درازی تھی۔

ف۔ اصحاب کرام علیہم الرضوان کے عمل سے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سے یعنی منع نہ کرنے سے دست بوسی کا جواز اور مقدس ہستیوں کے ہاتھوں کو آنکھوں پر لگانے کا استحباب واضح ہو گیا۔

نیز نماز کے بعد مصافحہ بلکہ اکابرین کی دست بوسی کا حکم بھی معلوم ہو گیا اگرچہ اس کا التزام اولیٰ و انسب نہیں ہے مگر فی الجملہ جواز واضح۔ ہے۔

سوال:۔ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج اقدس انتہائی معتدل تھا اور اعتدال مزاج اس امر کا مقتضی ہے کہ ہاتھوں میں درمیانی حرارت ہو تو پھر آپ کے ہاتھوں کا برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہونا کیونکر ممکن ہے۔

جواب:۔ یہ برودت اور ٹھنڈک برودت مزاج و طبیعت کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ محض حاسہ ذوق و محبت سے محسوس ہو رہی تھی جو اہل ذوق ہیں اس معنی کو سمجھتے ہیں دوسرے کیا سمجھیں۔

کذا قال الشیخ الاجل فی المدارج جلد اول ص ۱۹

اکیسواں باب

مبارک پنڈلیاں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک پنڈلیاں قدموں کی طرف سے (انتہائی موزوں انداز میں) پتلی تھیں (اور زیادہ موٹی نہیں تھیں)

عبدالرحمٰن بن مالک بن جُعشُم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں اُن کے بھائی حضرت سراقہ نے بتلایا کہ میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو قریب سے دیکھا جب کہ آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کی طرف جارہے تھے۔ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور پاؤں مبارک غرز (رکاب) میں تھے۔ تو آپ کی پنڈلیاں (اپنی سفیدی اور چمک دمک کی رو سے) یوں معلوم ہو رہی تھیں جیسے کھجور کا خوشہ اپنے پردہ سے ابھی باہر نکلا ہو۔

بعض بلغاء نے ان مقدس قدموں کی عظمت شان بیان کرتے ہوئے اور ان سے توسل کرتے ہوئے کہا۔

یا رب بالقدم التی اوطأتہا　　من قاب قوسین المحل الاعظما

اے رب کریم صدقہ اس قدم اقدس کا جس سے تو نے پامال کرایا قاب قوسین کے محل اعظم اور مقام ارفع کو۔

وبحرمۃ القدم التی جعلت بہا　　کتف البریۃ بالرسالۃ سُلّما

اور اس قدم اقدس کی حرمت وکرامت کا صدقہ جس کے طفیل مخلوق کے کندھے کو رسالت کے لیے زینہ بنایا گیا۔

ثبت علیٰ متن الصراط تکرّماً　　قدمی وکن لی منقذا ومُسَلِّماً

ازراہ کرم میرے قدموں کو صراط کی پشت پر ثابت رکھ اور عذاب جہنم سے بچانے والا اور صحیح وسالم رکھنے والا بنا۔

واجعلہا ذخری ومن کانا لہٗ　　اٰمِنَ العذاب ولا یخاف جہنّماً

ع غرز: چمڑے کے تسمہ سے بنی ہوئی پاؤں رکھنے کی دو جگہیں جیسے گھوڑے کی زین کے لیے رکابیں ہوتی ہیں۔

اور ان دونوں کو میرے لیے ذخیرہ آخرت بنا اور جس کو یہ دونو وسیلے میسّر آگئے وہ عذاب سے بے خوف ہو گیا اور جہنم کے ڈر سے محفوظ ر

بائیسواں باب

مقدس ایڑیاں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑیاں مبارک زیادہ بھاری اور پُر گوشت نہیں تھیں بلکہ خفیف اللحم اور ذرا پتلی تھیں۔ (رواہ مسلم)

تیئسواں باب

پائے اقدس

امام حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ پاؤں مبارک اور قدم اقدس کے باطنی حصّہ اور نچلی جانب ذرا خم تھا اور زیادہ پُر گوشت بھی نہیں تھے۔ تروتازگی کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتے کہ ابھی ان سے پانی بہ کر الگ ہوا ہے۔

عثمان بن عبدالملک کہتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور وہ آپ کے حاشیہ نشین اور حاضر بارگاہ تھے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کف دست اقدس اور قدم مبارک ضخیم تھے۔

چوبیسواں باب

رُؤس عظام کا ضخیم ہونا

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اعضاء مبارکہ اور ہڈیوں کے منتہا ضخیم وعظیم تھے (جو کہ خداداد قوت وطاقت کے مظہر تھے)

حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہما (جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسل پاک سے ہیں) روایت فرماتے ہیں کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلیل المشاش تھے یعنی آپ کے اعضاء مبارکہ کے آخری حصے عظیم وضخیم تھے مثلاً گھٹنے، کہنیاں اور کندھے۔

پچیسواں باب

اعتدال خُلق

حضرت حسن مجتبٰے رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جسد اطہر میں کمال اعتدال تھا۔ آپ کا بدن اقدس نہ بالکل دُبلا پتلا تھا اور نہ بہت بھاری اور عمر مبارک کے آخری حصہ میں بھی بدن اقدس میں ڈھیلا پن اور استرخاء لحم پیدا نہیں ہوا تھا۔

چھبیسواں باب

قامتِ رعنا

حضرت ربیعہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نعت رسول مقبول اور وصف حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہوئے سُنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے نہ انتہائی

طویل اور نہ بالکل مختصر۔

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قامت رعنا نہ انتہائی دراز اور نہ بالکل کوتاہ بلکہ انتہائی موزوں اور مناسب تھی۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قامت کے مالک تھے

حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہما اپنے جدِ اکرم حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کرتے وقت فرماتے تھے کہ آپ نہ طویل ممغط تھے اور نہ قصیر متردد یعنی نہ انتہائی بلند قامت اور نہ بالکل کوتاہ قد بلکہ درمیانہ قد رعنا تھا اور موزوں قامت زیبا۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عام درمیانہ قد لوگوں سے دراز قامت تھے اور بہت طویل القامت لوگوں کی نسبت درمیانہ قد رکھتے

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدِ زیبا کا اعجاز یہ تھا کہ جس طویل سے طویل آدمی کے ساتھ مل کر آپ چلتے تو آپ اس سے بلند نظر آتے اور لمبا اور قامت دو بلند و بالا قامت آدمیوں کے درمیان چلتے تو آپ اُن سے بالا و بلند نظر آتے اور وہ جب آپ سے الگ ہوتے تو وہ دراز قد اور طویل قامت معلوم ہوتے مگر آپ میانہ قد ہی دکھائی دیتے۔

ستائیسواں باب

جلد اقدس

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کف دست اقدس کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ ملائم تھے۔ میں نے ہر قسم کے خز و دیباج اور ریشم دیکھے بھالے ہیں مگر جو لطافت و نفاست اور نرمی و ملائمت حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کف دست میں محسوس ہوتی تھی وہ کہیں نظر نہیں آئی۔

عثمان بن عبد الملک اپنے ماموں سے ناقل ہیں اور وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ

صفین میں شریک تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جلد اقدس اور بشرہ مبارکہ انتہائی ملائم اور رقیق و نفیس تھا۔

اٹھائیسواں باب

رنگت مبارک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک میں بہت ہی آب و تاب اور چمک و دمک تھی نہ بالکل گندم گوں اور نہ بالکل سفید۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ نبی خدا علیہ التحیۃ والثناء کا رنگ مبارک سفید تھا اور یوں لگتا تھا کہ گویا آپ چاندی سے بنائے گئے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک سفید تھا۔ جس پر سرخی جھلکتی تھی (جیسے چاندی پر سونے کا پانی چڑھا یا گیا ہو) یعنی بظاہر سرخی مائل تھا مگر غور سے دیکھنے والے کو اندر سے انوار پھوٹتے نظر آتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک گندمی تھا۔ ابن جوزی فرماتے ہیں یہ حدیث درست نہیں ہے اور دوسری تمام صحیح احادیث کے خلاف ہے جو کہ پندرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں لہٰذا ناقابل اعتبار ہے اور علی التقدیر الصحت گندم گوں ہونے سے مراد سرخی مائل ہونا ہے نہ کہ سیاہی مائل ہونا۔ ہذا واللہ و رسولہ اعلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم رنگت مبارک کی رو سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے (اور جاذب نظر و دلکش)

انتیسواں باب

حُسن و جمال

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ما رءیت شیئا قط احسن من رسول اللہ

سلی اللہ علیہ وسلم میں نے کبھی بھی کوئی چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھی بلکہ سب سے زیادہ حسین وجمیل صرف نبی اکرم حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی پایا ہے۔ (اخرجہ البخاری والمسلم)۔

ابو اسحٰق سے مروی ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس تلوار کی مانند تھا؟ تو انہوں نے کہا نہیں بلکہ وہ (چودھویں کے چاند) کی مانند تھا۔ یعنی تلواریں بھی چمک تو ہوتی ہے لیکن پھر بھی سیاہی کلیتۃً زائل نہیں ہوتی لیکن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس سیاہی کی طرف ذرہ بھر میلان سے بھی منزہ ومبرا تھا۔ نیز تلوار کے ساتھ تشبیہ میں چہرہ انور کی طولانی کا بھی توہم پیدا ہو سکتا تھا حالانکہ وہ چودھویں کے چاند کی طرح گول تھا۔ (بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ما رءیت شیئا احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان الشمس تجری فی وجھہ میں نے حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء سے زیادہ حسین وجمیل کسی کو نہیں پایا چہرہ تاباں یوں معلوم ہوتا کہ اس میں سورج رواں دواں ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رءیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حلۃ حمراء فجعلت انظر الیہ والی القمر فلھو احسن فی عینی من القمر میں نے نازنین خلق صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ دھاری دار لباس میں ملبوس دیکھا اور ادھر چاند اپنی پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا میں کبھی ماہتاب آسمانی کو دیکھتا تھا اور کبھی حبیب رحمانی کو دیکھتا تھا بالآخر میری نگاہوں نے فیصلہ یہ کیا کہ وہ چاند سے زیادہ حسین ہیں۔ عہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ما رءیت احداً فی حلۃ حمراء مرجلا احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان لہ شعر قریب من المنکبیہ میں نے کسی شخص کو جو سرخ دھاریدار حلہ زیب تن کیے ہوئے ہو اور تازہ کنگھی کیے ہوئے ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اور آپ کے بال مبارک کندھوں کے قریب تھے۔ (اخرجہ البخاری والمسلم)۔

سعید جُریری سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میں

عہ یہ صرف حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ سبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اعتقاد ونظریہ یہی ہے مگر حبیب پاک کا ذکر کرتے وقت فرحت وسرور اور لذت وکیف کے حصول پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا فلھو عندی الخ اور احسن ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ چاند کی چاندنی عالم محسوس میں اثر انداز ہے اور حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پر تو جمال عالم ظاہر وباطن دونو منور کرنیوالا ہے پھر چاند کبھی روشنی دیتا ہے اور کبھی کلیتۃً آنکھوں سے اوجھل ہو کر ہماری راتوں کو تاریک بنا دیتا ہے مگر ان کے انوار ہر وقت نگاہ حقیقت بین سے عالم کو منور کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ کا شرف دیدار حاصل کیا اور اب روئے زمین پر میرے علاوہ کوئی شخص ایسا موجود نہیں جو آپ کی زیارت سے مشرف ہوا ہو (یعنی صحابہ کرام میں سے) میں نے عرض کیا آپ کا حلیہ مبارک تو مجھے بتائیے، تو انہوں نے فرمایا۔ کان ابیض ملیحا مقصدا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفید چمکیلی رنگت والے تھے اور جاذب و دلکش اور درمیانہ قد اور جسد اطہر بھی درمیانی حالت پر تھا نہ بہت بھاری اور بالکل چھریرا۔

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم دور سے سب لوگوں سے زیادہ جمیل اور جاذب و دلکش لگتے اور قریب سے دیکھیں تو سب سے واضح ترین اور حسین معلوم ہوتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یوں معلوم ہوتے تھے گویا کہ چاندی سے ڈھالے گئے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس وجها وانورهم لونا۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور حسین و جمیل چہرہ انور کے لحاظ سے اور رنگت کے اعتبار سے سب سے زیادہ نورانی اور چمکیلے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کے حلقہ اور دائرہ کی مانند تھا۔

محمد بن عمار فرماتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک مجھے بیان فرمائیں تو انہوں نے فرمایا اے بیٹے لو رأيته رأيت الشمس طالعة۔ اگر تو آپ کو دیکھتا تو تجھے یوں معلوم ہوتا جیسے سورج طلوع ہو رہا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل ولم یقم مع شمس قط الا غلب ضوؤه ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوؤه علی ضوء السراج۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک نہیں تھا، جب آپ سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ کے چہرہ انور کی چمک دمک اور ضیاء و نورانیت سورج کی ضیاء و نورانیت پر غالب آجاتی اور جب کبھی چراغ کے ساتھ کھڑے ہوتے تو آپ کی ضیائیں چراغ کے نور پر غالب آجاتیں۔

فائدہ جلیلہ:۔ امام سیوطی علیہ الرحمہ نے خصائص کبریٰ جلد اول ص۶۸ پر حکیم ترمذی کے حوالہ سے (باقی اگلے صفحہ پر)

تیسواں باب

پسینہ مبارک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کی عدم موجودگی میں اُن کے بستر پر آرام فرماتے۔ ایکدفعہ آپ تشریف لائے اور بستر پر آرام فرما ہو گئے۔ ان کو آ کر کسی نے بتلایا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے گھر تشریف لا کر محو استراحت ہیں۔ وہ جب حاضر ہوئیں تو آپ کے پسینہ مبارک سے ان کا بستر (چمڑے کا بنا ہوا بچھونا) تر ہو چکا تھا اور عرق آلود۔ انہوں نے اپنے قیمتی ساز و سامان والا تھیلا کھولا اور اس میں سے خوشبو والی شیشیاں اور بوتلیں نکالیں۔ پسینہ مبارک کو کپڑے کے ذریعے بچھونے سے اٹھاتیں اور ان شیشوں میں نچوڑتیں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک کھلی تو فرمایا یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ نرجو برکتہ لصبیاننا۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ اس انوکھی خوشبو کو جب بچوں پر لگائیں گے اللہ تعالےٰ انہیں بابرکت فرمائیگا

(بقیہ) حضرت ذکوان کی روایت درج فرمائی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ سورج کی روشنی میں نظر آتا تھا اور نہ چاند کی چاندنی میں لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر اور فرمایا کہ ابن ربیع نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں ذکر فرمایا کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور یہ کہ آپ نور تھے لہذا جب دن کی روشنی یا چاند کی چاندنی میں چلتے تو سایہ نظر نہیں آتا تھا اور بعض نے اس پر دعا و نوریعنی" واجعلنی نوراً - اے اللہ مجھے مجسم نور بنادے" سے استدلال کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بارگاہ نبوی میں انک کے متعلق مشورہ کے موقعہ پر عرض کرنا اللہ نے آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا۔ علامہ نسفی نے اپنی تفسیر میں ص ۱۳۵ جلد ۳ پر نقل فرمایا اور شیخ محقق نے مدارج جلد ثانی ص ۱٦۱ پر فرمایا کہ حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان سے سورج اور چاند کے اندر سایہ نہ ہونے کی روایت نقل کی ہے اور ساتھ ہی فرمایا ان بزرگوں پر تعجب ہے کہ چراغ کا ذکر نہیں کیا حالانکہ سایہ چراغ کی روشنی میں بھی نظر نہیں آتا تھا اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء طیبہ میں سے نور بھی ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا کیونکہ نور محض ایسا نام نہیں جس کے تحت کوئی معنی اور حقیقت جلوہ گر نہ ہو۔ مولوی رشید احمد دیوبندی نے امداد السلوک میں نقل کیا ہے کہ آپ کا سایہ نہ ہونا تواتر اور شہرت کے ساتھ ثابت ہے۔ اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؂

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا　　سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

آپ نے فرمایا تم نے صحیح سوچا ہے اور درست کہا ہے۔ رواہ مسلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی رنگت مبارک چمکیلی اور آپ کا پسینہ مبارک لؤلؤ آبدار کی مانند تھا جبکہ قطرات کی صورت میں ڈھل جاتا تھا۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا پسینہ مبارک چہرہ انور پر یوں معلوم ہوتا تھا۔ جیسے لؤلؤ آبدار اور خوشبو کے لحاظ سے وہ خالص کستوری سے زیادہ پاکیزہ اور مہک والا ہوتا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے پسینہ مبارک کے قطرات چمک دمک میں موتیوں کی مانند تھے اور خوشبو و مہک کے لحاظ سے کستوری کی مانند۔

حبیب بن ابی حردہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت اپنے باپ کے ساتھ تھا جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کا حکم فرمایا۔ جب انہیں پتھر لگے (تو وہ حالت دیکھ کر) میں خوفزدہ ہو گیا تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی بغل مبارک میں لے لیا۔ —————— آپ کی بغل مبارک سے پسینہ بہا تو وہ کستوری کی مانند خوشبودار تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے اپنی بیٹی کی شادی کرنی ہے اور میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ آپ میری معاونت فرما دیں۔ آپ نے فرمایا مالی تعاون تو میں نہیں کر سکتا کیونکہ فی الحال میرے پاس کوئی شے موجود نہیں ہے۔ البتہ کل میرے پاس آنا اور ایک کھلے منہ والی بوتل اور درخت کی ایک چھوٹی سی لکڑی ہمراہ لانا۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے اس لکڑی کے ساتھ اپنی کلائیوں سے پسینہ پونچھنا شروع فرمایا اور شیشی میں جمع فرمانے لگے حتیٰ کہ وہ شیشی بھر گئی۔ پھر آپ نے فرمایا اس کو لے جا اور گھر والوں سے کہنا جب خوشبو لگانے کا ارادہ ہو تو اس لکڑی کو بوتل میں ڈبو کر بدن پر لگائیں (ان کے لیے یہ عظیم خوشبو ثابت ہو گی) جب اس گھر والے اس خوشبو کو بدن پر لگاتے تو سب اہل مدینہ اس خوشبو کو سونگھتے اور اس گھر والوں کا نام ہی مطیبین پڑ گیا یعنی خوشبودار لوگ۔

اکتیسواں باب

مہرِ نبوّت

حمید بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ مجھے میری خالہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں لے گئی اور عرض کیا کہ میرا یہ بھانجا دردمند ہے اور مبتلائے درد و الم۔ آپ نے اپنا دست اقدس میرے سر پر پھیرا اور میرے لیے دعائے برکت فرمائی۔ آپ نے وضو فرمایا تو میں نے آپ کے وضو والے پانی سے قدرے پانی پیا اور آپ کی پشت اقدس کی طرف کھڑا ہوا تو میں نے مہرِ نبوّت کو دیکھا جو آپ کے کندھوں کے درمیان تھی اور حجلہ عروس کی گھنڈی کی مانند تھی اس روایت کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے محمد بن عبداللہ اور حاتم کے واسطہ سے اسی طرح نقل کیا ہے اور حجلہ سے مراد وہ چھوٹا سا گھر ہے جو قبہ کی مانند ہوتا ہے اور اس کو پردوں سے مستور کر دیا جاتا ہے اور اس کا دروازہ اس کا ہمجنس ہوتا ہے اور اس پر گھنڈیاں لگائی جاتی ہیں اور اسی معنی پر محمول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اعزوا النساء یلزمن الحجال۔ عورتوں کو اس طرح عزت و وقار عطا کرو کہ وہ حجلہ جات کو لازم پکڑیں اور ابراہیم نے حمزہ اور حاتم کے واسطہ سے جو روایت کی ہے اس میں رزالحجلہ کا لفظ موجود ہے اس تقدیر پر حجلہ ایک قسم کا پرندہ ہے اور رز اس کے انڈے کو کہتے ہیں لہٰذا خاتم نبوّت کو حجلہ کے انڈے سے تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ ابو سلیمان خطابی نے بعض سے یہ تفسیر نقل کی ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جو کہ سرخ رنگ کا ابھرا ہوا گوشت پارہ تھا جیسے کہ شتر مرغ کا انڈا۔

عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اے ابوزید میرے قریب ہو اور میری پیٹھ کو ہاتھوں سے ملو۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کی پیٹھ مبارک کو ملا تو میری انگلیاں خاتم نبوت پر جا لگیں۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ خاتم نبوت کیا تھی؟ تو انہوں نے فرمایا چند بالوں کا گچھا تھا۔

ابو نضرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم نبوت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کی پشت اقدس پر ابھرا ہوا گوشت پارہ تھا۔

عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہ اقدس میں حاضر

ہوا۔ آپ اس وقت چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہم نشین تھے۔ میں پھر کر پچھلی طرف ہو گیا تو آپ میرے مقصد اور ارادہ کو بھانپ گئے تو آپ نے چادر مبارک پیٹھ پر سے ذرا نیچے سرکا دی۔ تو میں نے خاتم نبوت کی جگہ کندھے مبارک کے قریب مٹھی کی مانند اُبھرا ہوا گوشت دیکھا جس کے ارد گرد سیاہ بال تھے۔

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا شرف دیدار حاصل کیا اور آپ کے ساتھ روٹی اور گوشت تناول کیا۔ یا ثرید کھانے کا تذکرہ کیا۔ فرماتے ہیں میں بعدازاں حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پشت اقدس کی طرف پھر احتیٰ کہ میں نے خاتم نبوت کو دیکھا جو کندھوں کے درمیان تھی مگر بائیں کندھے کے منتہا پر موجود ملائم حصّہ کے قریب جو کہ مٹھی کی مانند اُبھرے ہوئے گوشت سے تھی اور اس پر سیاہ بال تھے۔

ابو معونہ بن قرّہ کہتے ہیں کہ میں بارگاہ مصطفوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوا اور میں نے اذن طلب کیا کہ مجھے گریبان کے اندر ہاتھ ڈال کر خاتم نبوت کو مس کرنے کی رخصت مرحمت فرمائی جائے جب کہ آپ مجھے دعاء خیر و برکت سے بھی نواز رہے تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ گریبان کے اندر داخل کیا اور آپ نے دعا اسی طرح جاری رکھی اور اس میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوئی تو میں نے خاتم نبوت کو بائیں کندھے کے منتہا پر اُبھرے ہوئے گوشت پارہ کی شکل میں محسوس کیا۔

ابواب صفات معنویہ صلی اللہ علیہ وسلم

باب اوّل

اخلاقِ حمیدہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لائے اور عرض کیا یارسول اللہ انس سمجھدار اور عقلمند بچہ ہے آپ اس کو اپنی خدمت کے لیے قبول فرماویں۔ فرماتے ہیں۔ میں نے آپ کی سفر و حضر میں (مقدور بھر) خدمت کی سعادت حاصل کی بخدا آپ نے مجھے کسی کام کے متعلق جو میں نے کر دیا کبھی یہ نہ فرمایا کہ یہ کیوں کیا۔ اور جو کام میں نے نہیں کیا اس کے متعلق یہ نہ فرمایا کہ یہ کیوں نہیں کیا۔ رواہ البخاری والمسلم۔

ابوعبداللہ جدلی سے مروی ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اہل خانہ کے ساتھ برتاؤ کیسے تھا آپ نے فرمایا آپ سب لوگوں سے احسن اخلاق کے مالک تھے۔ نہ طبعاً نہ بتکلف فحش گوئی کی طرف میلان تھا نہ بازاروں میں آواز بلند کرنے والے اور نہ برائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے بلکہ عفو و درگذر سے کام لیتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لعن وطعن اور سب و شتم کبھی نہ فرماتے اور نہ ہی فحش کلام زبان اقدس پر کبھی آتا۔ کبھی ناراضگی پیدا ہوتی تو فرماتے ترب جبینہ اس کی جبین خاک آلود ہو (یعنی وہ بارگاہ خداوندی میں سربسجود ہو اور عبادت کا عادی بن جائے)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم اسّی آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھے جو سارے کے سارے قریش سے تھے۔ بخدا میں نے کبھی کسی شخص کا چہرہ اتنا حسین نہیں دیکھا جس قدر کہ اس دن قریش کے ان نونہالوں کا حسن و جمال تھا۔ عورتوں کا ذکر چل نکلا تو انہوں نے انکے متعلق بڑی طویل گفتگو کی۔ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے بھی ان کی دلجوئی کرتے ہوئے ان کو منع نہ فرمایا بلکہ اُن کے ساتھ اس گفتگو میں شامل رہے حتیٰ کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش آپ سکوت فرماتے (اور اُن کے ساتھ اسقدر خوش طبعی

کا مظاہرہ نہ فرماتے۔

سماک سے مروی ہے کہ میں نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ کیا تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں بیٹھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! آپ اکثر سکوت اور خاموشی اختیار فرمائے رکھتے اور بہت کم ہنستے۔ آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے پاس اشعار کا اور دوسرے امور کا ذکر کرتے اور ہنستے مگر آپ صرف تبسم پر اکتفاء فرماتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُن کے ہاں تشریف لائے اور اُن کے پاس دو بچیاں بیٹھی دف بجا رہی تھیں اور یہ عید قربان کا موقع تھا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے ہوئے آرام فرما تھے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان بچیوں کو زجر و توبیخ فرمائی تو صاحب خلق عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کپڑا منہ مبارک سے ہٹایا اور فرمایا اے ابوبکر ان کو اپنے حال پر رہنے دیجئے کیونکہ یہ عید اور خوشی کے دن ہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا مظاہرہ اس طرح دیکھا کہ حبشی لوگ مسجد کے سامنے کھلی جگہ پر (جنگ کی تیاری کے سلسلہ میں نیزوں کیساتھ) کھیلتے تھے۔ آپ مجھے اپنی ردا اقدس (چادر مبارک) سے ڈھانپے رہتے اور میں ان کا کھیل دیکھتی رہتی اور جب تک میں خود بیٹھ نہ جاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے کھڑے رہتے۔ (امام بخاری و مسلم)

خارجہ بن زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ ایک جماعت اہل اسلام کی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا ہمیں رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی احادیث مبارکہ سناؤ۔

انہوں نے فرمایا جب ہم آپ کی مجلس پاک میں موجود ہوتے ہوئے دین کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہماری تطییب قلوب کے لیے اس کا ذکر فرماتے اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اس ذکر میں شریک ہوتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے حسن خلق میں فائق تھے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ دنیا کا کوئی فرد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن خلق میں برابری نہیں کر سکتا۔ آپ سب سے زیادہ اخلاق حمیدہ کے مالک تھے۔

جب کبھی بھی صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے آپ کو بلایا یا ازواج مطہرات میں سے کسی نے پکارا تو آپ نے جواب میں لبیک فرمایا۔ اسی لیے اللہ تعالے نے آپ پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ انک لعلیٰ خلق عظیم۔

یقیناً اے حبیب آپ خلق عظیم پر حاوی و غالب ہیں اور مقتدر و مختار۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں (سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سلسلہ ازدواج میں منسلک ہو جانے کے بعد) گھر میں گڑیوں کے ساتھ کھیلا کرتی اور میری سہیلیاں میرے ساتھ کھیلا کرتیں۔ جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتیں تو کھیل چھوڑ کر چھپ جاتیں۔ آپ ان کو چھپی ہوئی جگہوں سے نکال کر باہر لاتے (اور میرے ساتھ کھیلنے کا حکم دیتے) تو وہ میرے ساتھ کھیلتی رہتیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے کسی کو (راہ چلتے مل جاتے تو) ان کے ساتھ کھڑے رہتے اور جب تک وہ صحابی الگ نہ ہوتے (اور رخصت نہ لیتے) آپ اس سے الگ نہیں ہوتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے قریب سے گزرتے تو اُن کو سلام سے مشرف فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا اور ہم سبھی بچے تھے آپ نے فرمایا اے بچو تم پر سلام ہو۔

دوسرا باب

شان حلم و عفو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مکہ کے کفار و مشرکین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ کوہ صفا ہمارے لیے سونا بن جائے اور مکہ مکرمہ کے سارے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں یہ علاقہ میدانی اور ہموار ہو جائے تاکہ ہم یہاں کھیتی باڑی کر سکیں۔

(آپ نے اللہ تعالےٰ سے عرض کیا) تو حکم ہوا اگر چاہو تو ان کو مہلت دو اور آہستگی سے کام لو اور اگر چاہو تو ہم ان کا مطالبہ پورا کر دیں گے لیکن اس کے بعد اگر کفر کریں گے تو ان کو پہلی امتوں کی طرح

ف۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ؎

تیری خلق کو حق نے جمیل کیا تیرے خلق کو حق نے عظیم کیا   کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

ہلاک کر دیا جائے گا۔ آپ نے عرض کیا نہیں میں اُن کے ساتھ نرمی اور بُردباری سے کام لیتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت طفیل بن عمرُ دوسی رضی اللہ عنہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا (میں نے قبیلہ دوس کو دعوتِ اسلام دی ہے) مگر انہوں نے انکار کر دیا ہے اور خدا و رسول کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے لہذا ان کے لیے تباہی کی دُعا فرما دیں آپ قبلہ رو ہوئے اور دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا دوسی ہلاک ہو گئے مگر سراپا عفو و کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلاکت کی دعا کی بجائے دعائے رشد و ہدایت سے نوازتے ہوئے فرمایا اللھم اھد دوسا وائت بھم۔ اے اللہ دوس کو ہدایت عطا فرما اور انہیں میرے پاس لے آ آپ کی دعائے مبارک قبول ہوئی اور قبیلہ دوس کے ستر گھرانے مدینہ طیبہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ سید عالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دراز گوش پر سواری فرمائی جس پر اکاف یعنی لکڑی سے بنی زین ڈالی گئی تھی (جیسے کہ اونٹ کے لیے پالان) اور اس پر فدک کی کمبل تھا اور آپ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار فرمایا جبکہ آپ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ دوران سفر آپ کا گذر ایک ایسی مجلس پر ہوا جس میں ملے جُلے لوگ بیٹھے تھے چند مسلمان، کچھ مشرکین اور یہود بھی تھے اور ان میں عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین بھی موجود تھا اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی۔ جب اہل مجلس کو سواری کے قدموں سے اڑنے والی غبار نے ڈھانپ لیا تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک کو ڈھانپتے ہوئے نیچے کی طرف جھکا یا پھر کہا ہم پر گرد و غبار نہ اڑاؤ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام فرمایا۔ ذرا رُکے اور پھر سواری سے اتر پڑے۔ ان کو دعوتِ اسلام دی اور قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ عبداللہ بن ابی نے کہا جو کچھ آپ کہتے ہیں اگر یہ حق ہے تو اس سے اچھی کوئی بات نہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہماری مجالس میں آکر ہمیں تکلیف نہ دیا کرو۔ اپنی قیامگاہ کی طرف تشریف لے جائیں جو ہم میں سے وہاں آجائے اس کو بیان کر دینا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور آپ ہماری مجلس میں تشریف لاویں اور ہمیں تلاوت قرآن سے محظوظ فرما دیں کیونکہ ہم اس امر کو پسند کرتے ہیں اور محبوب رکھتے ہیں۔

اس اختلاف رائے کے اظہار پر یہود و مشرکین اور اہل اسلام کے درمیان باہم تلخ کلامی تک نوبت پہنچ گئی۔ قریب تھا کہ ایک دوسرے پر حملہ کر دیں مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ٹھنڈا کرتے اور خاموش کراتے رہے حتیٰ کہ وہ چپ ہو گئے۔

پھر آپ سوار ہوئے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو فرمایا اے سعد کیا تم نے سُنا نہیں جو کچھ ابوحباب یعنی عبداللہ بن ابی نے کہا ہے۔ اس نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ اس سے درگذر فرمادیں اور اس کو معذور رکھیں بخدا اللہ تعالےٰ نے جو مقام رفیع اور مرتبہ بلند آپ کو عطا کر رکھا ہے وہ ہمارے وہم وگمان اور فکر وقیاس سے بھی بالاتر ہے (اس قماش کے کمینہ لوگوں کی بدزبانی سے آپ کے منصب خداداد میں کیا فرق پڑتا ہے) اس شخص کے غیظ وغضب کیوجہ یہ ہے کہ اس آبادی والوں نے آپ کی تشریف آوری سے قبل یہ صلاح بنا رکھی تھی کہ اس کو اپنا سردار بنائیں اور اس کے سر پر تاج سیادت رکھیں اور اکلیل قیادت اس کے سر پر باندھیں مگر اللہ تعالےٰ نے لوگوں کے اس منصوبہ کو اس حق وصداقت کے ذریعے ختم کر دیا جو آپ کو عطا فرمایا ہے تو وہ اس پر غیظ وغضب سے بھر گیا اور حسد کی آگ میں جل رہا ہے چنانچہ آپ نے اس سے درگذر فرمادیا۔ (رواہ البخاری والمسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے فاروق اعظم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب عبداللہ بن ابی مرا تو حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے عرض کیا گیا۔ آپ تشریف لے گئے اور جب نماز پڑھنے کے ارادہ سے اس کی نعش پر کھڑے ہوئے تو میں آگے آکر سینۂ اقدس کے مقابل کھڑا ہوگیا اور عرض کیا۔ یارسول اللہ کیا آپ اللہ تعالےٰ کے دشمن ابن ابی پر نماز جنازہ پڑھنے لگے ہیں جس نے فلاں فلاں دن ایسے ایسے کلمات دل آزار کہے اور گستاخی وبے ادبی کی انتہا کر دی۔ میں اس کی بدزبانی وبدکلامی اور اساءت وبے ادبی کے ایام شمار کرتا جارہا تھا اور آپ تبسم فرمارہے تھے حتیٰ کہ میں نے بہت زیادہ اس کے ایسے واقعات ایذارسانی بیان کر ڈالے مگر آپ نے فرمایا اے عمر آگے سے ہٹ جائیے اور نماز جنازہ پڑھنے دیجئے کیونکہ مجھے ابھی اس سے منع نہیں کیا گیا بلکہ اس معاملہ کو میری مرضی واختیار پر چھوڑا گیا ہے اور میں نے استغفار کو ہی اختیار کیا ہے اور نماز جنازہ ادا کرنے کو ہی ترجیح دی ہے۔

مجھے اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے۔ استغفر لھم اولا تستغفر لھم وان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم۔ ان منافقین کے لیے استغفار کرو یا نہ کرو اور خواہ ستر مرتبہ بھی استغفار کرو ان کو اللہ تعالےٰ معاف نہیں فرمائے گا اور ہرگز نہیں بخشے گا۔

اگر بالفرض مجھے معلوم ہوتا کہ ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرنے پر ان کو بخش دیا جائے گا تو میں ستر بار سے زیادہ مرتبہ بھی استغفار کے لیے تیار ہوتا۔ (لیکن چونکہ مغفرت تو بہر حال نہیں ہونی لہذا میں اس مشقت کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں)

بہر حال آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے ساتھ قبر تک تشریف لے گئے حتیٰ کہ اس کے دفن سے فارغ ہوئے (تب واپس ہوئے) فرماتے ہیں تعجب ہے میرے لیے اور میری رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس جرات و جسارت پر حالانکہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جاننے والے ہیں۔

بخدا آپ تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ منهم مات ابدًا ولا تقم علی قبره انهم کفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون ۔ (التوبہ ۸۴)

ترجمہ: ان منافقین میں سے جو شخص بھی فوت ہو جائے اس پر ہرگز نماز نہ پڑھیں نہ اس کے لیے دعا رحمت کریں اور نہ ہی اس کی قبر پر پائے رحمت رکھیں۔ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور وہ اسی فسق اور نافرمانی کی حالت میں مرے۔

جب یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں تو پھر آپ نے اپنی پوری حیات طیبہ دنیویہ میں کسی منافق پر نہ نماز پڑھی اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔ عہ

عہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ ادا فرمائی اور بعد میں منع کا حکم نازل ہوا پہلے اس کی ممنوعیت وارد نہیں تھی لہٰذا آپ کا یہ فعل العیاذ باللہ کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی نہیں تھی کہ اس پر کسی قسم کی زجر و توبیخ یا تنبیہہ و تہدید کی نوبت آتی جیسا کہ بعض اذہان فاسدہ میں اس قسم کا توہم پیدا ہوتا ہے حرمت خمر سے قبل شراب پینے والے کیا نگاہ شرع میں مجرم تھے؟ علیٰ ہذا القیاس لہٰذا یہ توہم لغو و باطل ہے۔

عہ۲ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز ادا فرمانے کے بعد منع فرمایا کہ آئندہ ان میں سے کوئی مرے تو یہ سلوک اُن کے ساتھ نہ فرماویں پہلے منع نہیں فرمایا تو معلوم ہوا اس میں کوئی خاص حکمت و مصلحت تھی جب تک وہ پوری نہیں ہوئی اس تخییر کو ختم نہیں کیا گیا اور وہ حکمت یہ تھی کہ ابن ابی کی بدترین دشمنی کے باوجود رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رحیمانہ و کریمانہ سلوک دیکھ کر ایک ہزار منافق عبداللہ بن ابی کی قوم کا مخلص مومن بن گیا اور نفاق سے توبہ کر گیا جیسا کہ فتح الباری اور عمدۃ القاری جلد ۸ صہ ۵۴ ۔ اشعۃ اللمعات جلد اول صہ ۶۷ پر تصریح موجود ہے۔

عہ۳ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ میں ستر سے زیادہ مرتبہ بھی استغفار کر دوں تو بھی یہ بخشا نہیں جائے گا تو معلوم ہوا نماز ادا کرنا محض اپنی شان رحمت کا اظہار تھا اور مروت و حسن سلوک کا اور بعد ازاں یہ رواداری

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمرۂ حدیبیہ کے موقعہ پر جبکہ آپ حدیبیہ میں قیام فرما تھے اصل مکہ کے اسّی آدمی مسلح ہو کر پہاڑ سے نیچے اترے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی بے خبری اور بے التفاتی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اچانک حملہ کریں مگر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر جنگ و جدال کے ان کو پکڑ لیا اور ان کے خلاف کارروائی نہ فرمائی (عفو و درگذر سے کام لیا) تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

ھُوَ الَّذِی کَفَّ اَیْدِیَھُمْ عنکم وایدیکم عنھم ببطن مکۃ من بعد ان اظفرکم علیھم۔

اور ظاہری طور پر ایسی مروت وغیرہ کا اظہار بھی منسوخ فرما دیا گیا لہذا اس کو آپ کے غیر مستجاب الدعوات ہونے پر دلیل بنانا لغو ہے کیونکہ اعلان خداوندی کے بعد کہ میں ہرگز ان کو نہیں بخشوں گا۔ اس قسم کی امید رکھ کر استغفار کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی علی الخصوص جبکہ آپ خود فرما رہے ہیں کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کروں تو اسے بخش دیا جائے گا تو میں اس سے بھی زیادہ استغفار کرتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو اس کی مغفرت و بخشش کی کوئی امید نہیں تھی۔

۴۔ اللہ رب العزت نے آپ کو ایسے لوگوں کے حق میں دعا کرنے سے منع فرمایا ہے اور ان کی قبر پر کھڑے ہونے سے بھی اگر آپ کی دعاؤں کی کوئی اہمیت نہ ہوتی اور قدم اقدس میں یمن و برکت غایت درجہ کی نہ ہوتی تو منع نہ کیا جاتا معلوم ہوتا ہے کہ محبوب کی دعائیں رد کرنا اور جہاں ان کا قدم کرامت و رحمت پڑے وہاں زحمت عذاب و عقاب بھیجنا بھی مناسب نہیں ہے اور حتمی و قطعی تقدیر کا خلاف بھی ممکن نہیں اسی لیے ایسے مواقع پر دعائیں کرنے اور قدم رنجہ فرمانے سے منع فرما دیا گویا امر خداوندی یہ ہے کہ حبیب تمہاری رحمت عامہ کا تقاضا تو یہی ہے کہ ایسے بدترین دشمنوں کو بھی محروم کرم نہ رکھو مگر ہماری آپ سے جو محبت ہے اس کا بھی تقاضا ہے کہ ایسے مجرموں کو قطعاً معاف نہ کریں جو محبوب خدا کی عظمت و توقیر کا بھی خیال نہ رکھیں اور ہر وقت ایذا رسانی کے درپے رہیں۔

۵۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ان میں سے جو مر جائے اس پر نماز نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر قدم نہ رکھیں تو معلوم ہوا کہ آپ کو منافقین کا علم تھا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ کون کون شخص منافق ہے تو ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے گریز اور قبر پر قدم رکھنے سے اجتناب ممکن نہیں ہے اور یہی مضمون و مفہوم دوسری آیت کریمہ سے واضح ہے۔

لَتَعْرِفَنَّھُمْ بِسِیْمٰھُمْ ولتعرفنھم فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ۔ آپ ضرور بالضرور ان کی پیشانیاں دیکھ کر انہیں جان لیں گے اور ان کے انداز گفتگو سے ان کو پہچان لوگے۔

ترجمہ: یہ صرف اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ کا کرشمہ تھا کہ اُس نے بطن مکہ میں تم پر سے اُن کے دست ظلم و تعدی کو دور رکھا اور تمہارے دست مکافات کو ان سے دور رکھا بعد اس کے کہ تمہیں ان پر ظفرمند اور کامیاب فرما دیا۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی کسی خادم کو مارا نہ ہی کسی عورت کو اور نہ ہی اپنے ہاتھ مبارک کو مارنے اور زد و کوب کرنے میں کسی جگہ استعمال فرمایا نہ ہی آپ نے ایذاء اور تکلیف دینے پر انتقامی کارروائی فرمائی ہاں جب کبھی اللہ تعالےٰ کے محرمات کی ہتک کی گئی تو پھر آپ نے اللہ تعالےٰ کے لیے انتقام لیا اور اس جرم کے مرتکب کو بہرحال کیفر کردار تک پہنچایا اور جب کبھی آپ کو دو امور کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے اُمت پر سہولت پیدا کرنے کے لیے اور ان کو مشقت سے بچانے کے لیے آسان ترین امر کو ہی اختیار فرمایا۔ لیکن جہاں تک گناہ کا تعلق ہے تو آپ اس سے سب لوگوں کی نسبت زیادہ اجتناب اور تقویٰ سے کام لینے والے تھے۔

حضرت حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہ ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور دنیاوی اشیاء ناراض نہیں کرتی تھیں۔ جب حق پر تعدی کی جاتی تو پھر آپ کے غیظ و غضب کے آگے کوئی شئے ٹھہر نہیں سکتی تھی جب تک کہ اس کا بدلہ نہ لے لیتے۔ نہ آپ اپنی ذات کے لیے ناراض ہوتے تھے اور نہ ہی اس کے لیے بدلہ لیتے تھے۔

حضرت محبوبۂ محبوب خدا علیہ وعلیہا التحیۃ والثناء سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا کیا آپ پر اُحد کے دن سے بھی کوئی سخت ترین دن آیا ہے جس میں آپ کو تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہو تو آپ نے فرمایا: میں نے تمہاری قوم قریش سے ایسے کئی دن دیکھے ہیں اور ان میں سب سے سخت اور مشکل ترین دن عقبہ کا دن تھا جب کہ میں نے طائف میں جا کر اپنے آپ کو عبد کلال کے بیٹوں پر پیش کیا (اور ان سے دین اسلام قبول کرنے کو کہا اور تبلیغ اسلام میں معاونت و نصرت کے لیے کہا) مگر انہوں نے میری دعوت کو قبول نہ کیا (بلکہ اوباش اور آوارہ لوگوں کو میری ایذا رسانی پر مامور کر دیا جنہوں نے مجھے پتھر مار مار کر لہو لہان کر دیا) میں انتہائی غمگینی کی حالت میں جدھر منہ آیا چل دیا۔ اور جب قرن ثعالب میں پہنچا تو طبیعت میں افاقہ ہوا۔ اور رنج و الم اور درد و غم سے طاری ہونے والی مدہوشی ختم ہوئی۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ ایک بادل سا مجھ پر سایہ فگن ہے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھ کو پکار کر کہا اللہ تعالےٰ نے آپ کی قوم کا جواب اور ردِ عمل سنا اور دیکھا ہے اور آپ کی طرف پہاڑوں پر مامور فرشتہ کو بھیجا ہے تاکہ آپ جو چاہیں اس کو حکم دیں۔ اتنے میں پہاڑوں پر مامور فرشتہ نے مجھے ندا دی اور سلام پیش کرنے کے

بعد کہا بے شک اللہ تعالےٰ نے آپ کی قوم کا جواب سُنا ہے اور میں ملک الجبال ہوں مجھے آپ کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ جو چاہیں مجھے حکم فرما دیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو میں دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں اور اہل طائف کو اُن کے درمیان پیس کر اور مسل کر رکھ دوں۔

سرور عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان کی پشتوں سے ایسے افراد پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالےٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے (لہٰذا میں تجھے یہ حکم نہیں دیتا ع۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپ نجرانی چادر جس کا کنارہ موٹا اور سخت تھا اوڑھے ہوئے تھے پیچھے سے ایک اعرابی آیا اور اُس نے آپ کی چادر مبارک پکڑ کر زور سے کھینچا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ چادر کا کنارہ گردن مبارک پر لگنے سے خراش آگئی اور اس پر نشان نظر آرہا تھا۔ پھر اس نے کہا مُرْلِی من مال الله الذی عندك۔ اللہ تعالےٰ کا جو مال آپ کے پاس ودیعت ہے اس میں سے میرے لیے (دیے جانے کا) حکم فرمادیں۔

رحیم و کریم نبی اس کی طرف متوجہ ہوئے (اور اس کی اس جرات و جسارت کے باوجود) ہنس دیے اور اس کے لیے مال عطا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب حنین کا دن تھا اور آپ اس جنگ میں ہاتھ آنے والے مال غنیمت کو تقسیم فرمانے لگے تو آپ نے بعض افراد کو دوسروں پر ترجیح اور فوقیت دی۔ اقرع بن حابس کو سو اونٹ عطا فرمائے اور عیینہ بن حصن کو بھی اتنا ہی مال عطا فرمایا۔ علیٰ ہذا القیاس اشراف عرب میں سے چند لوگوں کو دوسروں پر عطا اور قسمت میں فوقیت دی۔

تو ایک آدمی نے کہا بخدا یہ ایسی تقسیم ہے جس میں عدل سے کام نہیں لیا گیا۔ اور نہ اس میں اللہ تعالیٰ کی

ع۹ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اہل طائف کا اتنی بڑی گستاخی و بے ادبی اور تکلیف و ایذا دینے کے باوجود بچ رہنا آپ کے بے اختیار ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ عفو و درگذر اور رحم و کرم کی وجہ سے اُن کے حق میں عذاب کا ارادہ نہیں فرمایا۔ اس قسم کے واقعات سے عجز ثابت کرنے والوں اور بے بسی و مجبوری کا توہم کرنے والوں کے لیے مقام عبرت ہے۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں ؎

نجدی اس نے تم کو مہلت دی کہ اس دنیا میں ہے کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ کی ــــ!

یہ بھی معلوم ہوا کہ ملائکہ بھی باذن اللہ آپ کے زیر حکومت ہیں اور غلام امر اور بندگان حکم۔ والحمد للہ۔

رضامندی مدنظر رکھی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو سنا تو کہا کہ میں ضرور بالضرور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی اطلاع دوں گا چنانچہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا (کہ فلاں شخص یوں کہہ رہا تھا) آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ ایذا اور تکلیف پہنچائی گئی مگر انہوں نے صبر سے کام لیا (لہٰذا میں بھی صبر سے کام لیتا ہوں اور ان اخلاق عالیہ میں ان پیغمبران کرام کی موافقت کرتا ہوں)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا مشرکین اور اعدار دین پر اللہ تعالیٰ سے ہلاکت کی دعاء فرمائیں تو آپ نے جواب میں فرمایا۔

انی لم ابعث لعانا و انما بعثت رحمۃ ۔ مجھے لعنت بھیجنے والا عذاب میں مبتلا کرانے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ اس میں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر کعبہ مبارکہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور اس کی دونوں جانب ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

اے اہل مکہ تم کیا کہتے ہو اور تمہارا میرے متعلق کیا گمان ہے؟ کہ میں اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ تو انہوں نے متفقہ طور پر کہا ہم یہی کہتے اور سمجھتے ہیں کہ آپ کریم و رحیم بھائی ہو اور چچازاد سوائے رحم و کرم کے اور کیا سلوک کرو گے تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا تو آپ نے فرمایا میں آج اسی طرح اعلان عفو و درگذر کرتا ہوں۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے متعلق کیا تھا۔

لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔

آج کے دن تم پر کوئی سختی و تشدد نہیں اور نہ زجر و توبیخ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے وہ سب سے زیادہ رحم و کرم فرمانے والا ہے۔

پھر وہ (مکہ سے) یوں نکلے جیسے کہ ان کو قبروں سے نکالا گیا ہو (ان میں نئی زندگی آ گئی) اور پھر زمرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن ابی امیہ، ابوسفیان اور حارث بن ہشام کی طرف آدمی بھیجا۔ میں نے سوچا آج اللہ تعالیٰ نے مجھے ان دشمنان خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کارروائی کا موقعہ عطا فرمایا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کی قدرت دی ہے مگر جب وہ حاضر ہوئے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا میری اور تمہاری حالت وہی ہے جس طرح

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو فرمایا تھا، لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم۔ فرماتے ہیں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حیاء و لحاظ کی وجہ سے اپنے ارادہ سے باز آگیا اور اپنے عزم میں ناکام ہو گیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قاسم کنز رحمت حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے بعد وہ چاندی لوگوں میں تقسیم کرنی شروع کی جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں تھی تو ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ تیرے لیے افسوس ہے اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون شخص دنیا میں عدل کرنے والا ہو گا۔ اگر بالفرض میں عدل و انصاف سے کام نہ لوں تو میں (العیاذ باللہ) سخت رسوائی اور خسران سے دوچار ہوں گا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا میں اس کی گردن نہ اڑا دوں کیونکہ یہ منافق ہے۔ سراپا عفو و مغفرت اور رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذاللہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرا دیتا ہوں (اور جو لوگ خلوص دل سے حلقۂ اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں وہ دشمنان دین کے اس زہریلے پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر دین سے محروم نہ رہ جائیں)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوی میں تھوڑا سا سونا اور چاندی لائے گئے تو آپ نے انہیں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کرنا شروع فرمایا۔ ایک بدوی آدمی اٹھا اور کہنے لگا بخدا اللہ تعالیٰ نے آپ کو عدل کرنے کا حکم دیا ہے مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ (العوذ باللہ) تم عدل نہیں کر رہے ہو۔ آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے اور کون تیرے ساتھ میرے سوا عدل کرے گا۔ جب وہ لوٹا تو آپ نے فرمایا اس کو نرمی اور حسن سلوک کے ساتھ میری طرف لاؤ۔

بہز بن حکیم اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے بھائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میرے پڑوسیوں نے جو کچھ لیا ہے وہ مجھ پر لازم ہے اور میں ضامن ہوں لہٰذا انہیں چھوڑ دو۔ آپ نے چہرہ مبارک ان سے پھیر لیا۔ اس نے (غصہ کی حالت میں اور جفاء طبع کے پیش نظر کہا) لوگ تو کہتے ہیں تم بغی و فساد سے منع کرتے ہو۔ پھر تم اس پر رضامندی کیسے ظاہر کر رہے ہو اور اس کو برداشت کیسے کر رہے ہو، آپ نے فرمایا اگر میں اس طرح کرتا ہوں (العیاذ باللہ) تو اس کا بوجھ مجھ پر ہے تم پر تو نہیں ہے۔ پھر فرمایا اس کی خاطر اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے اونٹ خرید فرمایا اور اس کے عوض ذخیرہ کی کھجوروں میں سے ایک وسق یعنی چھ من ادا فرمانے کا عہد کیا۔ جب گھر تشریف

لائے تو کھجوروں کو دیکھا تو وہ ختم ہو چکی تھیں اور گھر میں کوئی ایسی جنس موجود نہیں تھی۔ آپ اعرابی کی طرف تشریف لے گئے اور اُسے فرمایا اے بندۂ خدا ہم نے تجھ سے اونٹ خریدا اور اس کے عوض ذخیرہ کردہ کھجوروں میں سے ایک وسق ادا کرنے کا عہد کیا اور ہمارا خیال یہ تھا کہ کھجوریں ہمارے پاس ہیں مگر کھجوریں تو ختم ہو چکی تھیں تو اعرابی نے کہا اس عہد شکنی اور غدر پر افسوس ہے

لوگوں نے اس کو تھپڑ مارے اور کہا کہ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کہہ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ اسے بالکل کچھ نہ کہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ بیکس پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تاکہ آپ سے کسی امر میں امداد و تعاون حاصل کرے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کو کچھ عطا فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے تیرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں اور آپ نے کسی خوبی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اہل اسلام ناراض ہوئے اور اس کو اس جسارت پر سزا دینے کے لیے اُٹھے۔

آپ نے اشارہ فرمایا کہ رُک جاؤ اور اپنے آپ پر کنٹرول کرو۔ پھر آپ گھر تشریف لے گئے اور اس اعرابی کی طرف آدمی بھیج کر اس کو اپنے دولت کدہ پر حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا اور مزید عطیہ دیا تو وہ راضی ہو گیا (اور اس نے تعریف و توصیف پر مشتمل کلمات عرض کیے) آپ نے فرمایا تم نے ہم سے سوال کیا ہم نے جو کچھ مناسب سمجھا دیا اور پھر تو نے اس کے ردِ عمل میں جو کچھ کہا وہ تجھے معلوم ہی ہے اور اہل اسلام تیرے ان کلمات کو سُن کر سخت غضبناک ہو چکے ہیں اگر تو مناسب سمجھے اور پسند کرے تو جو کلمات یہاں کہہ رہا ہے وہ اُن کے سامنے بھی کہہ دے تاکہ اُن کے دلوں میں تیرے خلاف جو غیظ و غضب ہے وہ دور ہو جائے تو اُس نے عرض کیا ہاں میں اُن کے سامنے یہ کلمات کہوں گا۔

جب دوسرے دن صبح ہوئی یا اسی دن پچھلے وقت وہ شخص حاضر ہوا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا یہ ساتھی بھوکا تھا ہمارے پاس آیا اور سوال کیا ہم نے اس کو عطا کیا مگر اُس نے جو کہا وہ تمہارے علم میں ہے۔ پھر اس کو ہم نے گھر پر بلایا اور مزید عطا کیا۔ اس نے کہا کہ میں راضی ہو گیا ہوں۔ پھر اس کی طرف توجہ فرمائی اور دریافت کیا کیا معاملہ ایسے ہی ہے؟ اعرابی نے کہا جی حضور! اللہ تعالےٰ آپ کو اہل اور عشیرت و قبیلہ کی طرف سے احسن جزاء عطا فرمائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور اس اعرابی کی مثل و کیفیت اس طرح ہے جیسے کہ ایک آدمی کی اونٹنی جو اس سے بھاگ نکلی۔ لوگ اس کے پیچھے دوڑے تو وہ اور زور سے بھاگی اور بہت دور نکل گئی تو اونٹنی والے نے کہا مجھے اور میری اونٹنی کو اپنے حال پر چھوڑ دو اور تم اپنی راہ لو۔ میں تمہاری نسبت اس پر زیادہ رفیق

ہوں لہٰذا اس کو اپنے احسان اور نرمی سے قابو کر لوں گا، تو وہ اونٹنی کے آگے سے آیا، زمین سے چند تنکے گھاس پھوس کے اُس کے سامنے کیے وہ آئی اور بیٹھ گئی۔ اُس نے پالان اس پر رکھا اور اس پر اچھی طرح جم کر بیٹھ گیا اور غلبہ پا لیا۔ میں بھی اگر تمہیں نہ روکتا اور اس کو تمہارے ہاتھوں میں دے دیتا جب اس نے وہ کلمات کہے تھے تو تم اس کو قتل کر دیتے اور یہ العیاذ باللہ آگ میں داخل ہو جاتا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا آپ نے چند دن اسی وجہ سے تکلیف محسوس فرمائی۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور ایک دھاگے پر چند گرہیں لگائی ہیں۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے وہ اشیاء جو جادو میں استعمال کی گئی تھیں ان کو نکالا اور آپ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے ان گرہوں کو کھولنا شروع کیا تو جونہی ایک گرہ کھولتے تو آپ کو ہلکا سا سکون محسوس ہوتا۔ جب ساری گرہیں کھل گئیں تو آپ بالکل صحت یاب ہو گئے اور اتنے جلدی کہ گویا ڈور کے ذریعے بندھن تھی جو کھولنے پر فوراً ختم ہو گئی۔ نہ آپ نے کبھی اس یہودی کے سامنے اس کا تذکرہ فرمایا اور نہ ہی کبھی اس کے چہرے کو قہر و غضب کے ساتھ دیکھا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی نہ تو آپ نے کبھی مجھ پر غصہ فرمایا اور زد و کوب کیا نہ زجر و توبیخ فرمائی اور نہ ہی چہرہ اقدس پر ایسے آثار نمودار ہوئے اور نہ چیں بجبیں ہوئے۔ نہ ہی کبھی یہ اتفاق ہوا کہ آپ نے کسی کام کا حکم دیا ہو اور میرے سستی کا مظاہرہ کرنے پر عتاب فرمایا ہو۔ اگر کبھی اہل خانہ میں سے کوئی عتاب فرماتا تو آپ فرماتے انہیں کچھ نہ کہو اگر اس امر کی تقدیر ازل میں ہو چکی ہو تو ہو جاتا جب یہ مقدر ہی نہیں تھا تو کیونکر ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زید بن سعیہ کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تو زید کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ میں نے تمام علامات نبوت کو چہرہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں جان پہچان لیا ہے۔ صرف دو علامتیں ہیں جو میں نے ابھی تک نہیں آزمائیں اور ان کا جائزہ نہیں لیا۔ ایک یہ کہ آپ کا حلم جہل جاہل پر سبقت لے جاتا ہے اور غالب آ جاتا ہے۔ دوسری یہ کہ شدت جہل آپ کے حلم اور بردباری میں اضافہ کرتی ہے آپ غیظ و غضب میں نہیں آتے۔

فرماتے ہیں میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا تاکہ آپ سے میل جول رکھوں اور آپ کے حلم اور تحمل کا اندازہ لگاؤں۔ آپ ایک دن باہر نکلے اور آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے تو آپ کے پاس ایک بدوی سا آدمی حاضر ہوا۔ جس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ بنی فلاں کا قصبہ اہل اسلام کا قصبہ بن چکا ہے۔ اور میں نے ان کو یہ کہا تھا کہ اگر اسلام لاؤ گے تو تمہارے رزق بڑی فراخی کے ساتھ تمہارے پاس آئیں گے اور

اب ان کو سخت قحط سالی اور شدت محنت نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں (العیاذ باللہ) اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ اگر مناسب سمجھو تو اُن کے پاس امداد و اعانت کے طور پر کوئی شے ارسال فرمادو۔

زید بن سعیہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں تم سے اتنے درہم و دینار کے بدلے ایک وسق خرید لوں گا اور اسّی دینار میں نے پیشگی آپ کو دے دیئے جو آپ نے اس شخص کے حوالے فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ دینار جلدی ان کے پاس لے جا اور ان کو فائدہ پہنچا اور فقر و فاقہ سے مستغنی کر دے۔

ابھی آپ کے ایفاء عہد کا وقت نہیں پہنچا تھا کہ میں دو تین دن پہلے ہی آپ کے پاس پہنچ گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے کسی کے جنازہ کے لیے جماعت صحابہ میں نکلے تو میں نے آپ کی چادر مبارک کو پکڑ کر بڑے زور سے کھینچا حتیٰ کہ چادر آپ کے کندھے سے گر گئی اور ساتھ ہی میں نے ترشروئی اور تشدد آمیز لب و لہجے میں کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم میرا قرض ادا نہیں کرو گے۔ بخدا جہاں تک مجھے معلوم ہے تم بنی عبد المطلب سارے ہی ٹال مٹول سے کام لینے والے ہو۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے میرا یہ سلوک دیکھا تو غیظ و غضب سے ان کے کندھوں کا گوشت لرزنے لگا وہ اپنے اعصاب پر کنٹرول کرنے میں ناکام ہو چکے تھے اور فلک مستدیر کی مانند لرزہ براندام تھے مجھے کہنے لگے۔ اے دشمن خدا کیا اللہ تعالے کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کلام کر رہا ہے اور ایسی بدکلامی اور ادب و نیاز سے دور بلکہ بے حیائی اور مخاصمت سے بھرپور کلام کر رہا ہے جس کو میں اپنے کانوں سے سُن رہا ہوں۔ اس ذات اقدس کی قسم جس نے ان کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر وہ امر مانع نہ ہوتا جس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے تو تیرا سر مجھ سے سبقت لے جا چکا ہوتا یعنی میں کب کا تجھے ٹھکانے لگا چکا ہوتا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی سکون کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے تھے پھر آپ مسکرائے اور فرمایا اے عمر میں اور یہ شخص ایک دوسرے امر کے زیادہ حق دار تھے اور ضرورتمند تمہارا حق تو یہ تھا کہ مجھے حسن ادائیگی کا مشورہ دیتے اور اس کو حسن طلب کا (تم نے اس پر الٹا سختی شروع کر لی ہے) جاؤ اور اس کو اس کا قرض ادا کر دو اور بیس صاع یعنی دو من کھجوریں مزید دے دینا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرا قرضہ ادا کر دیا تو دو من کھجوریں زائد دیں میں نے پوچھا یہ کیا ہے ؟ تو انہوں نے کہا مجھے رسول اکرم خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ تیرے ساتھ میں نے جو منازعت اور سخت کلامی کی تھی اس کے عوض مزید اتنی کھجوریں دوں۔

میں نے اُن سے کہا مجھے جانتے ہو ؟ انہوں نے فرمایا نہیں تم کون ہو اور کیا تعریف ہے ؟ میں نے کہا،

ہیں زید بن سعیہ ہوں۔ علماء یہود میں سے عظیم عالم؟ حضرت عمر نے کہا۔ میں نے کہا وہی بالکل وہی!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر تجھ جیسے صاحب عقل و علم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سلوک پر اور اس انداز کلام پر کس امر نے برانگیختہ کیا۔ میں نے کہا بات دراصل یہ تھی کہ علامات نبوت میں سے کوئی ایسی علامت نہیں رہ گئی تھی جسکو میں نے آپ کے چہرہ اقدس اور ذات مبارکہ میں دیکھ نہ لیا ہو اور یقین کامل اور معرفت تامہ حاصل نہ کرلی ہو۔ جب سے میں نے ان کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ صرف دو علامات رہ گئی تھیں جن کو میں ابھی تک آزما نہیں سکا تھا۔ اول یہ کہ آپ کا حلم و تحمل جہل جاہل پر غالب و سابق ہے ثانی یہ کہ آپ کو لوگوں کی شدت جہل غیظ و غضب کی بجائے زیادہ حلم و تحمل اور حوصلہ و بُردباری پر آمادہ کرتی ہے تو میں نے یہ دو علامتیں آزمائی ہیں۔

اے عمر بن الخطاب میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ تعالےٰ کے رب ہونے پر راضی ہوں اور اسلام پر بطور دین کے خوش ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر اور ان کا امتی ہونے پر خوش ہوں اور میں تمہیں اس امر پر بھی گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال اللہ تعالےٰ کے لیے (صدقہ) ہے جو امت محمدیہ پر صرف ہوگا کیونکہ میں ساری امت سے زیادہ مال رکھتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ساری امت کا نام نہ لو بلکہ بعض کا کیونکہ تم ساری امت پر خرچ کرنے سے قاصر ہو تو میں نے کہا بلکہ بعض پر خرچ کروں گا۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں واپس پہنچے اور حضرت زید نے عرض کیا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً عبدہ و رسولہ۔ آپ پر ایمان لائے اور آپ کے دعویٰ رسالت و نبوت کی تصدیق کی شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور بہت سارے غزوات میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے کہا کہ میں تورات میں بیان کردہ صفات نبویہ میں سبھی دیکھ چکا صرف آپ کے حلم و بردباری کا مشاہدہ اور تجربہ نہیں کرسکا تھا۔ چنانچہ میں نے آپ کو ایک مدت معینہ کے لیے تیس دینار بطور قرض دیے ابھی مدت مقررہ میں ایک دن باقی تھا کہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میرا حق پورا پورا ادا کریں کیونکہ تم بنی عبدالمطلب ٹال مٹول اور پس وپیش سے کام لینے والے ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے یہودی کیا پاگل تو نہیں ہوگیا؟ بخدا اگر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے تو میں تیرا سر قلم کردیتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ آپ سے درگذر فرمائے اے ابا حفص ہمیں تمہاری طرف سے اس سے مختلف سلوک اور برتاؤ کی ضرورت تھی۔ مجھے واجب الاداء قرض کی ادائیگی کا مشورہ دیتے

اور اس کو حق سے کر دلانے میں مددگار ثابت ہوتے کیونکہ وہ اس امر کا زیادہ حاجتمند تھا۔ وہ یہودی کہتا ہے کہ میرے جہل اور احمقانہ سلوک نے آپ کے حلم و تحمل میں اضافہ کیا نہ کہ غیظ و غضب میں۔

پھر آپ نے فرمایا اے یہودی تیری مقرر کردہ مدت کل پوری ہو گی اور تیرا قرض واجب الادا ہو گا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابا حفص فلاں باغ کی طرف کل جانا جس کا مطالبہ اس نے پہلے دن کیا تھا اور اس سے اس کا قرض ادا کرنا۔ اگر راضی ہو جائے تو بہتر نیز اسے مزید اتنے اتنے صاع دے دینا اور اگر وہاں سے اپنے قرض کا عوض وصول کرنے پر رضامند نہ ہو تو پھر فلاں باغ سے اس کا قرض ادا کرنا اور اتنے اتنے صاع مزید بھی دینا تاکہ جو تغلیظ و تشدید تم نے اس سے کی ہے اس کا کفارہ ہو جائے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کو حسب الارشاد اس باغ میں لائے جس کا پہلے دن اس کی طرف سے مطالبہ ہوا تھا وہ وہیں سے اپنا حق وصول کرنے پر رضامند ہو گیا تو آپ نے حسب فرمان نبوی اس کا قرض وہاں سے ادا کر دیا اور جتنے اضافے کا آپ نے حکم دیا وہ بھی ادا کر دیا۔

جب یہودی نے ان کھجوروں پر قبضہ کر لیا تو کہا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانہ رسول اللہ۔ بخدا اے عمر مجھے اس سلوک پر جو تم نے دیکھا اور سخت ناراضگی کا اظہار کیا صرف اور صرف اس چیز نے برانگیختہ کیا کہ میں آپ کی جملہ علامات نبوت کو پرکھوں جو کہ تورات میں مذکور تھیں اور صرف یہی علامت پرکھنی باقی تھی۔ تو میں نے آج کے دن ان کے حلم و حوصلہ اور تحمل و بردباری کو آزمایا۔ اس وصف کمال کو بھی علامات تورات کے بالکل مطابق پایا اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ یہ کھجوریں اور میرے تمام مال کا نصف سب فقراء و مساکین کے لیے صدقہ ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعض فقراء کہو (کیونکہ سب فقراء پر خرچ کرنا تمہارے بس کا روگ نہیں ہے) چنانچہ اس نے بعض فقراء پر خرچ کرنے کا عہد کیا اور اس یہودی کا سارا گھرانہ مشرف باسلام ہو گیا ماسوا ایک بوڑھے کھوسٹ کے جس کی عمر سو سال تھی وہ کفر پر اڑا رہا۔ (نعوذ باللہ من سوء الخاتمۃ)

تیسرا باب

نامناسب امور کی اطلاع

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی صحابی دوسرے صحابی کے متعلق کوئی ایسی بات میرے علم میں نہ لائے (جو مجھے ناراض کرنے اور کبیدہ خاطر

کرنے کا موجب بنے) کیونکہ میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ میں تمہاری طرف نکلوں تو میرے دل میں کسی کے خلاف کوئی بات نہ ہو بلکہ میرا سینہ اور دل غیظ و غضب وغیرہ سے محفوظ ہو۔

فرماتے ہیں آپ کی بارگاہِ اقدس میں مال آیا۔ آپ نے اس کو تقسیم فرمایا۔ اس دوران میں دو آدمیوں کے آیا جو باہم گفتگو کر رہے تھے اور ان میں سے ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی اس تقسیم میں اللہ تعالےٰ کی رضا اور دار آخرت کو مدِنظر نہیں رکھا۔

فرماتے ہیں میں تیزی کے ساتھ آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور صورت واقعہ آپ سے عرض کی، اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھے کوئی صحابی دوسرے صحابی کی طرف سے کوئی بات نہ پہنچائے اور میں نے فلاں فلاں شخص کو ایسے ایسے کہتے سُنا ہے۔ آپ کا چہرۂ انور غصہ کی وجہ سے سُرخ ہو گیا اور فرمایا مجھے ایسے امور میں معاف رکھو (میں کوئی انتقامی کاروائی کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں) کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو اس سے زیادہ ایذا اور تکلیف پہنچائی گئی مگر آپ نے صبر سے کام لیا۔

چوتھا باب

شفقت و مدارات

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جب نماز شروع کرتا ہوں تو ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز کو لمبا کروں گا مگر کسی بچے کے رونے کی آواز کان میں پڑتی ہے۔ تو یہ جانتے ہوئے کہ اس کی ماں کو اس کے رونے کی وجہ سے سخت پریشانی ہو گی میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو اس کو طویل کرنے کا ارادہ ہوتا ہے۔ لیکن جب کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو نماز میں اختصار کر دیتا ہوں۔ اس امر کو ناپسند اور مکروہ سمجھتے ہوئے کہ اس کی والدہ کو مشقت میں نہ ڈالوں اور زیادہ پریشان نہ کروں۔

یہ روایت امام بخاری کے مفردات میں سے ہے اور پہلی پر بخاری و مسلم متفق ہیں

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گرد چٹائی کا ایک پردہ مسجد کے اندر بنایا (جن دنوں آپ اعتکاف بیٹھے تھے) آپ نے چند راتیں اس کے اندر نماز

تراویح ادا فرمائی حتیٰ کہ آپ کی آواز سُن کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے (جو کہ آپ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے تھے) پھر ایک رات آپ کی آواز نہ سنائی دی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے گمان کیا کہ آپ سوئے ہوئے ہیں تو بعض نے کھنگھارنا شروع کیا تاکہ آپ ان کی طرف نکلیں تو آپ نے فرمایا: میں نے تمہاری کارروائی کو مسلسل دیکھا سُنا اور محسوس کیا (مگر میں باہر نہ نکلا اور تمہیں نماز ادا نہ کرائی) کیونکہ مجھے خطرہ تھا کہ کہیں نماز تراویح تم پر فرض نہ کر دی جائے اور اگر فرض کر دی جاتی تو تم اس کی ادائیگی کی ہمت نہ کر سکتے۔ لہٰذا اپنے اپنے گھروں میں نماز ادا کرو۔ کیونکہ بہتر نماز وہی ہے جو کہ گھر کے اندر ادا کی جائے ماسوا فریضہ کے کہ اس کا مسجد میں ادا کرنا بلکہ باجماعت ادا کرنا واجب ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرا باپ کہاں ہے، جنت میں یا جہنم میں۔ آپ نے فرمایا جہنم میں، جب اس کی پریشانی کو دیکھا تو فرمایا ان ابی و اباك فی النار۔ میرا اور تیرا باپ آگ میں ہیں۔ اس روایت کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کفارِ قریش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے کوہ صفا کو سونا بنا دے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ نے فرمایا کیا واقعی ایمان لے آؤ گے؟ انھوں نے عرض کیا ہاں، حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کا ارادہ فرمایا تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ تعالےٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور آپ کو ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو کوہ صفا ان کے لیے سونا بن جائے گا لیکن اس کے بعد اگر کوئی کفر کرے گا تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا جیسا کہ جہاں میں سے کسی کو بھی نہیں دیا اور اگر آپ چاہیں تو میں ان کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دوں تو آپ نے عرض کیا بلکہ توبہ و رحمت کا دروازہ ہی کھولا جائے۔ ف

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک جوان آدمی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

ف : پہلے اس امر پر تنبیہ گذر چکی ہے کہ اسلام ابوین کا مسئلہ متقدمین و متاخرین میں مختلف فیہ ہے اور اس میں مختار مذہب متاخرین کا ہے کہ جملہ آباؤ اجداد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام و توحید پر تھے۔ لہٰذا اس روایت میں توجیہ لازم ہے اور وہ یہ ہے کہ علی تقدیر الصحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی و اباک فی النار میں ابی سے چچا والا معنی مراد لیا ہے اور لفظ اب کا اطلاق چچا پر مجازاً آتا رہتا ہے جیسے کہ کلام مجید میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے اسماعیل علیہ السلام کو ان کے آباء میں شمار کرتے ہوئے عرض کیا: قالوا نعبد الٰہک و الٰہ آبائک ابراھیم و اسماعیل و اسحاق الٰھا واحدًا۔

میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ مجھے زنا کی رخصت دی جائے۔ حاضرین مجلس اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو سخت زجر و توبیخ کی اور کہا ایسی بیہودہ گوئی سے باز آ۔ (ورنہ تجھے ٹھکانے لگا دیا جائے گا)

آپ نے اس کو فرمایا میرے قریب آ۔ وہ قریب ہوا تو فرمایا کیا تو ماں کے لیے بھی زنا کا رہونا پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں بخدا ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا سبھی لوگ اس امر کو اپنی ماؤں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تو اس برائی کو اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا بخدا ہرگز نہیں پسند کرتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا اور قربان کرے۔ آپ نے فرمایا لوگوں میں سے کوئی بھی اپنی بیٹیوں کے لیے اس کو پسند نہیں کرتا۔ آپ نے پوچھا کیا یہ امر قبیح اپنی بہن کے لیے پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا میری جان آپ پر فدا ہو بخدا میں ہرگز اس امر کو بھی پسند نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اس کو پسند نہیں کرتے کہ ان کی بہنوں میں یہ قباحت پائی جائے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تو اس برائی کو اپنی پھوپھی کے لیے پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں بخدا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا فرمائے۔ آپ نے فرمایا سبھی لوگ اپنی پھوپھیوں کے حق میں اس کو پسند نہیں کرتے۔

آپ نے استفسار فرمایا کیا تو یہ خرابی اپنی خالہ کے اندر پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا بخدا یا رسول اللہ نہیں پسند کرتا اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے۔ آپ نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی خالاؤں کے لیے اس قبیح امر کا ارتکاب پسند نہیں کرتے پھر آپ نے اپنا دست شفقت و عفو اس پر رکھا اور دعا فرمائی۔

اللھم اغفر ذنبہ وطھر قلبہ وحصن فرجہ۔ اے اللہ اس کا گناہ معاف فرما۔ اس کے دل کو پاک صاف فرما اور اس کی شرمگاہ کو ارتکاب سیئات سے محفوظ فرما۔ اس کے بعد وہ جوان کسی بھی برائی کی طرف مائل نہیں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد جو کہ ابراہیم علیہ السلام سے حکایت ہے تلاوت فرمایا۔ رب انھن اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم۔ اے میرے رب تبارک و تعالیٰ ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے تو ان میں سے جو شخص میری اتباع کرے وہ مجھ سے ہے اور جو میری نافرمانی کرے اور احکام کی خلاف ورزی تو بیشک تو غفور رحیم ہے۔

اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کی التجا و آرزو کو یاد کیا ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر معاف فرما دے تو بیشک تو عزیز و غالب ہے اور صاحب حکمت ہے۔

ان دونوں عظیم و جلیل پیغمبروں کی امت پر شفقت اور نظر عنایت کو ملاحظہ کیا تو اپنے ہاتھ بارگاہ خداوندی

میں اٹھائے اور عرض کیا اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما میری امت کی مغفرت فرما اور آپ بہت روئے تو اللہ تعالےٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا اے جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کرو تمہارے رونے کا موجب و باعث کیا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالےٰ خود بہتر جاننے والا ہے۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور سبب دریافت کیا نو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی (کہ مجھے امت عاصی کا غم کھائے جا رہا ہے اور اُن کے لیے رو رہا ہوں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کا جواب عرض کیا) تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے جبرئیل جا کر ان سے عرض کرو کہ ہم تمہیں امت کے معاملہ میں راضی کریں گے اور کسی طرح کی پریشانی اور مشقت میں نہیں ڈالیں گے۔ ف

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بارگاہ مصطفوی میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگ گیا۔ تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سرزنش کی اور اس حرکت سے باز آنے کو کہا۔ مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو قطع بول اور پیشاب روکنے کی مشقت میں نہ ڈالو اصحابہ نے اس سے تعرض ترک فرمادیا حتیٰ کہ وہ فارغ ہو گیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا کر فرمایا کہ یہ مساجد پیشاب اور غلاظت کے لائق نہیں ہوتیں بلکہ یہ مقدس مقامات اللہ تعالےٰ کے ذکر، نماز اور تلاوت کلام مجید کے لیے ہوتے ہیں اور آپ نے ایک شخص کو حکم دیا وہ پانی کا ڈول بھر کر لایا تو اسے پیشاب والی جگہ پر پلٹنے کا حکم دیا (تاکہ اس جگہ سے بُو وغیرہ زائل ہو جائے اور لوگوں کو اس جگہ سے نفرت نہ ہو)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری کا اذن طلب کیا اور آپ نے اذن دینے کا حکم بھی فرمایا اور ساتھ ہی اس شخص کی حقیقت حال واضح کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ اپنی برادری اور قبیلہ کا بدترین آدمی ہے۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپ نے اس کے ساتھ کلام میں بڑی نرمی کا مظاہرہ فرمایا۔ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اس کے اندر آنے سے قبل تو آپ نے اس کے متعلق یہ ارشاد فرمایا۔ مگر بعد ازاں اس کے ساتھ نرم سلوک فرمایا اور نرم لب و لہجہ میں کلام فرمایا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ اللہ تعالےٰ کے ہاں بروز قیامت سب سے بدتر وہ شخص ہے جس کو لوگ اس کی فحش گوئی اور بدکلامی کی وجہ سے ترک کر دیں (جو میں نے قبل ازیں کہا وہ بیان حقیقت تھا تاکہ لوگ اس سے مغالطہ میں نہ پڑیں اور جو بعد ازاں تھا یہ میرا اقتضائے طبیعت تھا تاکہ کوئی شخص بھی استفادہ سے محروم نہ رہے)۔

ف ۔ حضرت بریلوی فرماتے ہیں ؎ اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا۔ رو رو کے مصطفےٰ نے دریا بہا دیے ہیں۔

مسعود بن الحکم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے دوران نماز رحمک اللہ کہہ دیا۔ لوگوں نے مجھے قہر آلود نگاہوں سے دیکھا اور اپنی رانوں پر ہاتھ مار کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جب میں نے سمجھا کہ وہ مجھے چپ رہنے کو کہہ رہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میں نے آپ سے بہتر تعلیم دینے والا کوئی معلم نہیں دیکھا۔ آپ نے نہ مجھے مارا اور نہ ناراضگی کی بلکہ صرف اتنا فرمایا کہ عام لوگوں کے ساتھ عام حالت میں جو کلام کی جاتی ہے وہ حالت نماز میں کرنی درست نہیں ہوتی۔ نماز صرف تحمید اور تکبیر کا نام ہے۔ عہ

مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی رحیم اور نرم دل تھے ہم آپ کی خدمت میں بیس دن رات ٹھہرے۔ آپ نے ہمارے چہرے دیکھ کر اندازہ فرمایا کہ ہم گھروں کے لیے اداس ہو گئے اور سخت شائق۔ آپ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ ہم نے اپنے پیچھے گھروں میں کون کون لوگ چھوڑے ہیں۔ ہم نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا۔ اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کے اندر نماز کو اور دین کو قائم کرنا اور اس کی تعلیم و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھنا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب صحابہ کرام یا قریبی رشتہ داروں میں سے کوئی شخص تین دن تک حاضر بارگاہ نہ ہوتا تو آپ اس کے متعلق دریافت کرتے اگر غائب ہوتا تو اس کو دعائے خیر سے نوازتے اور اگر موجود ہوتا تو اُس کے ہاں دیکھ بھال کے لیے تشریف لے جاتے اور اگر بیمار ہوتا تو اس کی عیادت فرماتے۔

پانچواں باب

شانِ حیاء

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کنواری پردہ نشین عورتوں

عہ یہ امر ذہن نشین رہے کہ نماز کے آداب بھی تدریجی طور پر اور آہستہ آہستہ سکھلائے گئے اسی لیے اعرابی کو کلام کرنے کے باوجود اعادہ کا حکم نہیں دیا گیا اور صحابہ کرام نے اشاروں سے جو کچھ سمجھایا یہ بھی بعد میں منسوخ کر دیا گیا ان فی الصلوٰۃ شغلاً لہٰذا اب کسی کو اشاروں وکنایوں سے کچھ سمجھانا بھی نماز کے لیے مفسد ومبطل ہے۔

سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ اور جب آپ کسی چیز کو پسند نہ فرماتے تو ہم آپ کے چہرۂ اقدس سے معلوم کر لیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجسم حیا، صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص پر زردی دیکھی یعنی زرد رنگ شوخ کپڑے دیکھے تو اس امر کو پسند نہ فرمایا اور فرمایا تم نے اس شخص کو کیوں نہ کہا کہ اس زردی کو دھو ڈالے اور یہ رنگ دور کر دے اور آپ براہِ راست کسی شخص کے سامنے ایسی بات نہ فرماتے جس کو آپ پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ دوسروں کے ذریعے سے ارشاد فرماتے۔

جبینۂ حبیب خدا علیہ وعلیہا التحیۃ والثناء سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص کی طرف سے کوئی بات پہنچتی جو آپ کو ناپسند ہوتی تو آپ اس کو نہ جتلاتے کہ تو نے ایسے ایسے کہا ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بہت شرمیلے تھے۔ آپ سے جس چیز کا سوال کیا جاتا وہ ضرور عطا فرما دیتے۔

چھٹا باب

تواضع وانکساری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مسلمان اور یہودی باہم گالی گلوچ پر اتر آئے مسلمان نے قسم کھاتے ہوئے کہا والذی اصطفٰی محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی العالمین۔ اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب اہل جہان پر فوقیت دی اور ان کو اپنی محبوبیت کے لیے چن لیا تو یہودی نے اس کے مقابلے میں والذی اصطفٰی موسیٰ علی العالمین کہہ دیا۔ مسلمان یہودی پر سخت ناراض ہوا اور اس کو تھپڑ دے مارا۔ یہودی رسول خدا علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا حقیقت حال عرض کی۔ آپ نے مسلمان شخص کو بلایا اور واقعہ دریافت کیا تو اُس نے زدوکوب کا اقرار و اعتراف کر لیا (کہ اُس نے موسیٰ علیہ السلام کو آپ پر فضیلت دی اور ان کو عالمین سے فائق و برتر کہا۔ جن میں آپ بھی داخل ہیں تو مجھے غصہ آیا اور میں نے اس کو مارا)

سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔ کیونکہ لوگ قیامت کے دن بیہوش ہو جائیں گے تو میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو موسیٰ علیہ السلام کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے پاؤں گا میں اس کا اپنے طور پر فیصلہ نہیں کر سکتا کہ آیا وہ بھی بے ہوش ہوئے تھے اور مجھ سے قبل ان کو افاقہ ہو گیا۔

یا وہ ان لوگوں میں داخل ہوں گے جو اس غشی اور مدہوشی سے اللہ تعالےٰ نے مستثنیٰ فرما دیے ہیں [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے کو یہ بات زیبا نہیں ہے کہ وہ میرے متعلق کہے میں حضرت یونس بن متّیٰ علیہ السلام سے افضل ہوں یا اپنے متعلق کہے کہ میں اُن سے بہتر ہوں ۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مدح و ثنا میں حد سے تجاوز نہ کرو جیسے کہ نصاریٰ نے اپنے نبی کے معاملہ میں حد سے تجاوز کیا (اور ان کو منصب نبوت سے منصب الوہیت تک اور اللہ تعالےٰ کا بیٹا ہونے تک جا پہنچایا (العیاذ باللہ) میں صرف اللہ تعالےٰ کا عبد ہوں ۔ لہٰذا یہ کہو ۔ عبداللہ و رسولہ یعنی نہ خدا کہو نہ خدا کا بیٹا کہو اور نہ خدائی صفات سے موصوف و متصف تسلیم کرو [2]

---

[1] جزوی فضیلت کلی فضیلت کو مستلزم نہیں ہوتی لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدہوشی اور بیہوشی سے محفوظ رہنا سرور انبیاء علیہ السلام پر افضل ہونے کو مستلزم نہیں ہے ۔ رہا یہ امر کہ آپ نے موسیٰ علیہ السلام پر آپ کو فوقیت دینے سے منع فرما دیا ہے تو یہ تواضع اور انکساری کے پیش نظر ہے ۔ یا آپ کو افضل الخلق ہونے کا علم بعد میں عطا کیا گیا اور آپ نے اس کا اعلان بعد میں فرمایا مقصد ایسی تفصیل سے منع فرمانا ہے جو موجب نزاع و اختلاف ہے ۔ یا ایسے انداز سے افضلیت بیان کرنا جن سے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تنقیص شان لازم آتی ہو اور یا اصل نبوت و رسالت میں افضلیت بیان کرنے سے منع فرمایا کیونکہ نبی ہونے میں سبھی انبیاء علیہم السلام برابر ہیں اگرچہ لوازمات اور خصائص نبوت میں تفاوت موجود ہے الغرض افضلیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام مجید اور احادیث صحیحہ صریحہ سے مبرہن ہے اور یہ اجماعی مسلک ہے اس کے مخالف اگر روایت آئے تو اس کی تاویل واجب و لازم ہے ۔ خاتم النبیین ہونا ، رحمۃ للعالمین اور مبعوث الی الخلق کافۃ ہونا ، شفیع محشر اور صاحب مقام محمود ہونا ایسے کمالات ہیں جن میں کوئی آپ کے ساتھ شریک اور مشابہ و مماثل نہیں ہے لہٰذا آپ کی جملہ انبیاء علیہم السلام پر افضلیت شک و شبہ سے بالاتر ہے ۱۲ ۔

[2] و لنعم ما قال البوصیری ؎

دع ما ادعتہ النصاریٰ فی نبیھم　　واحکم بما شئت مدحاً فیہ واحتکم

فان فضل رسول اللہ لیس لہٗ　　حد فیعرب عنہ ناطق بفم

یعنی جو کچھ نصاریٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا ہے وہ نہ کہو اور اس کے علاوہ جو شرف و فضل اور عزت و عظمت ثابت کر سکتا ہے ثابت کر کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا داد فضل و شرف کی کوئی حد نہیں ہے کہ کوئی صاحب زبان اپنی زبان و کلام سے اس کو ظاہر کر سکے ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قول باری تعالیٰ فسئلہ ما بال النسوۃ التی قطعن ایدیھن تلاوت فرمایا جو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قول کی حکایت ہے (شاہ مصر کو کہا کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے (میرے دیدار کے موقعہ پر) اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے، آیا وہ میری برأت و پاکدامنی کی گواہی دیتی ہیں یا نہیں ؟!)

تو بطریق تواضع ارشاد فرمایا اگر میں یوسف علیہ السلام کی طرح قید خانہ میں اتنا عرصہ رہ چکا ہوتا اور پھر مجھے اس طرح بلایا جاتا تو میں فوراً بادشاہ کا حکم مان کر باہر آجاتا اور عذر تاخیر تلاش نہ کرتا۔ ؎

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو کیا کرتے آپ نے فرمایا آپ گھر والوں کے ضروری امور سرانجام دیتے اور جونہی نماز کا وقت ہوتا مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز ادا فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے آپ کو ندا دیتے ہوئے کہا یا محمد یا سیدنا وابن سیدنا وخیرنا وابن خیرنا تو آپ نے فرمایا اے لوگو ایسے انداز خطاب وندا اور ایسے القاب استعمال نہ کیا

اور دوسرے قصیدہ میں فرماتے ہیں ؎

ان من معجزاتك العجز عن وصفك اذ لا يحده الاحصاء

وكيف يستوعب الكلام ثناياك وهل تنزح البحار الدلاء

ترجمہ: آپ کے معجزات میں سے یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ خلق خدا آپ کی کما حقہ تعریف وتوصیف سے عاجز ہے کیونکہ وہ اوصاف وکمالات گنتی وشمار میں آسکتے ہی نہیں اور کلام خلق کیسے آپ کی ثناؤں کا احاطہ کرسکتی ہے؟ کیا کبھی ڈول سمندروں کو خالی کرسکے ہیں؟ تو پھر آپ کے اوصاف وکمالات جو سب سمندروں سے زائد ہیں وہ زبان سے کیسے بیان کرکے ختم کیے جاسکتے ہیں۔

حضرت بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری — حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کردیا — خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے (صلی اللہ علیک وسلم)

؎ حضرت یوسف علیہ السلام کو تبلیغ حق کا موقعہ مل رہا تھا لہٰذا انہیں بھی جلد از جلد باہر آجانا چاہیے تھا مگر جب تک آپ کی براءت ظاہر نہ ہوتی تبلیغ صحیح معنوں میں موثر ثابت نہیں ہوسکتی تھی اس لیے تحقیق حال کی طرف ان کو توجہ دلائی۔ جب مقصد پورا ہوگیا تو باہر تشریف لائے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر اظہار حق اور دعوت الی اللہ کی اہمیت تھی۔ لہٰذا آپ نے فرمایا کہ میں اپنی ذات کو مدنظر رکھے بغیر اس موقع سے جلد از جلد فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا اور تبلیغ حق میں ذرہ بھر توقف روا نہ رکھتا کذا قال المحدثون۔

کرو اور شیطان تمہیں ہوائے نفس اور گمراہی میں نہ ڈالے میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ اللہ تعالےٰ کا عبد ہوں اور اُس کا رسول۔ بخدا میں اس امر کو پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے میرے مقام سے بلند مقام تک لے جاؤ (اس میں عاجزی و انکساری کی تعلیم ہے)۔

جبیبۂ حبیب خدا علیہ وعلیہا التحیۃ والثناء سے عرض کیا گیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے فرمایا آپ (گھر میں تشریف لاتے) کان بشرا من البشر یعنی عام لوگوں کی طرح اپنے کام میں مصروف ہوجاتے اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال کرتے۔ ان کی صفائی پاکیزگی اور نظافت کو ملاحظہ فرماتے۔ بکریوں کا دودھ خود نکالتے اور اپنے کام خود انجام دیتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنے گھر میں ایسے ہی کام کاج کرتے جیسے کہ تم میں سے کوئی ایک کرتا ہے۔ اپنے جوتے خود سیتے اور اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتے۔ ف

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کی کھدائی کے دوران دیکھا کہ آپ خود خندق کھود رہے ہیں اور مٹی کو خندق سے باہر منتقل فرما رہے ہیں مٹی سے آپ کا جسد اطہر ڈھک چکا ہے حتیٰ کہ پیٹ مبارک کی سفیدی مٹی کی تہ میں پوشیدہ ہو چکی ہے اور دیکھنے والوں کو نظر نہیں آتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں بنفس نفیس شمولیت فرماتے۔ مریضوں کی عیادت اور غلاموں کی دعوت بھی قبول فرماتے، دراز گوش پر سواری سے بھی نفرت نہیں کرتے تھے بلکہ اس کو بھی یہ اعزاز بخشتے۔ میں نے ایک دن آپ کو ایک دراز گوش پر سوار دیکھا جس کی لگام کھجور کی چھال سے تیار کی گئی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا تو آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور فرمایا کیا تو اس امر کی گواہی دیتا ہے۔ ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ۔ اس لڑکے نے باپ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا جو کچھ تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں وہ کہہ دے اور اعتراف توحید و رسالت کرے۔ چنانچہ اُس نے کلمہ شہادت

ف۔ کان بشرا من البشر کا مقصد نہ نفس بشریت کا اثبات ہے کیونکہ اس سے سوال ہی نہیں تھا اور نہ عام لوگوں کی مانند عامی شخص ہونے کا بیان مطلوب و مقصود ہے (العیاذ باللہ) ورنہ نبوت و رسالت اور دوسرے خداداد مقامات کا انکار لازم آئیگا بلکہ آپ کا مقصد صرف یہ ہے کہ گھر کے اندر بھی آپ کسی طرح اپنی بڑائی اور خداداد عظمتوں کا اظہار نہیں فرماتے تھے اور چھوٹے موٹے کام خود کرتے حتیٰ کہ ازواج مطہرات کے ہوتے ہوئے اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال اور ان کو ٹانکے لگانے میں بھی عار نہیں سمجھی اور یہی دوسروں کو اس کام کا حکم دیتے اور کان بشرا من البشر کی جگہ دوسری روایت میں یصنع کما یصنع احدکم فی بیتہ سے اس معنی کی پوری طرح وضاحت ہوجاتی ہے۔ فافہم وتدبر (محمد اشرف)

پڑھ لیا اور فوت ہو گیا تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے بھائی پر نماز جنازہ پڑھو اور اس کو اپنے قبرستان میں دفن کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا اگر مجھے کراع یعنی جانور کے گھٹنوں سے نچلے حصے والے گوشت کے کھانے کی دعوت بھی دیجائے تو میں اس کو قبول کرنے سے گریز نہیں کروں گا اور اس دعوت کو بنظر استحقار نہیں ٹھکراؤں گا اور اگر مجھے بھیڑ بکری کا بازو بھی بطور ہدیہ پیش کیا جائے تو میں اس کے قبول کرنے میں عار نہیں سمجھوں گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں تھا اور جب آپ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھتے تو قیام نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی شان تواضع اور انکساری کے پیش نظر) اس کو پسند نہیں فرماتے۔

حضرت حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو فرمایا بخدا آپ کے دولتکدہ کے دروازے لوگوں پر بند نہیں کیے جاتے تھے اور نہ آپ کے آگے دربان کھڑے ہوتے تھے (جس طرح ملوک وسلاطین کے درباروں میں کھڑے ہوتے ہیں) اور نہ ہی صبح کے کھانے کے وقت اور نہ ہی شام کے کھانے کے وقت برتن یکے بعد دیگرے رکھے اور اٹھائے جاتے یعنی آپ بیک وقت متعدد انواع و اقسام کا کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔

آپ کھلی جگہ تشریف رکھتے جہاں ہر ایک بسہولت حاضری دے سکتا تھا زمین پر تشریف فرما ہوتے اور آپ کا کھانا بھی زمین پر (دستر خوان لگا کر) رکھا جاتا موٹے اور کھردرے کپڑے زیب تن فرماتے اور دراز گوش پر بھی سواری فرمالیتے اور اپنے پیچھے غلاموں اور نیازمندوں کو بھی سوار فرمالیتے اور کھانا تناول فرمانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹتے اور بخدا آپ اس کو اپنی عظمت کے منافی نہیں سمجھتے تھے۔

قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ کے سامنے کھڑا ہوا (اور خداداد شان و شوکت اور رعب و دبدبہ ملاحظہ فرمایا) تو لرزنے لگ گیا نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ھون علیك فانی لست ملكاً انما انا ابن امرءة من قريش كانت تاكل القديد۔ آرام وسکون سے کام لے اور گھبراہٹ میں نہ پڑ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں یعنی اُن کے عادات و اطوار تکلف و تصنع اور بطش و مواخذہ جیسے امور مجھ میں نہیں ہیں میں تو ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو کہ خشک گوشت کھایا کرتی تھی (اگرچہ ایک ماہ کی مسافت پر دور بیٹھے ہوئے شاہان روم و فارس

ہیبت خداداد سے لرزہ براندام ہیں ۔ ف

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت کی عقل میں ذرا فتور سا تھا۔ اس نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ میں نے کچھ گذارشات پیش کرنی ہیں (وقت عطا فرماویں) آپ نے فرمایا اے ام فلاں جس راہ پر چاہے کھڑی ہوجانا اور جو کہنا ہو کہہ لینا میں کھڑا رہوں گا اور تیری باتیں سنتا رہوں گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو الگ وقت عطا فرمایا اور علیحدگی میں اس سے سرگوشی فرماتے رہے حتیٰ کہ اُس نے اپنا مدعا بیان کیا اور رخصت ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ کی بچیوں میں سے کوئی بچی بھی آکر اگر عرش نشین نبی کا دست اقدس پکڑ لیتی تو آپ اس کا ہاتھ نہیں جھٹکتے تھے حتیٰ کہ وہ جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی۔

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مساکین اور بیوہ عورتوں کے ساتھ چلنے اور ان کی ضروریات پوری کرنے سے نفرت کرتے اور نہ ہی اسے اپنی خداداد بڑائی کے منافی سمجھتے۔

حضرت قدامہ ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفیدی مائل اونٹنی پر سوار ہو کر جمرہ کو کنکریاں مارتے ہوئے دیکھا۔ آپ کے آگے سے لوگوں کو نہ ہانکا جارہا تھا اور نہ ان کو مار اپیٹا جارہا تھا اور نہ ہی ہٹو ہٹو کا اعلان کیا جارہا تھا۔

حضرت نصر بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کو دراز گوش پر سواری فرماتے ہوئے دیکھا جس کو رسا ڈالا ہوا تھا اور زین وا کاف اس پر نہیں تھی صرف قصبہ جور میں تیار شدہ چادر اس پر تھی۔ آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں اپنے پیچھے سوار فرمایا۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم چند عورتوں کے پاس سے گذرے تو ان کو سلام کیا اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ آپ بچوں کو سلام فرماتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان تشریف فرما ہوتے (بغیر اس کے کہ آپ کے لیے کوئی امتیازی مسند ہوتی یا لباس میں کوئی قائدانہ اور شاہانہ انداز ہوتا) اگر کوئی اجنبی شخص حاضر ہوتا تو وہ پوچھے بغیر معلوم نہ کرسکتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں کون ہیں (اگرچہ چہرہ اقدس کی تابانیاں اور انوار سب سے نمایاں ہوتے تھے) ہم نے آپ سے

ف ۔ تواضع زگردن فرازاں نکوست — گدا گر تواضع کند خوئے اوست

وہ علو کہ گم ہیں نسبتیں — وہ کرم کہ سب کے قریب ہیں ۔

التجا کی آپ ایسی مسند اور نشستگاہ بنانے کی اجازت دیں کہ اجنبی آدمی آئے تو اس کو بغیر سوال کیے معلوم ہو جائے تو آپ کی اجازت اور رضامندی سے ہم نے مٹی کا اونچا چبوترہ سا بنایا آپ اس پر تشریف فرما ہوتے اور ہم آپ کے ارد گرد نیچے بیٹھتے۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا اللہ تعالے مجھے آپ پر فدا کرے آپ اوٹ لگا کر کھانا تناول فرماویں۔ اس میں آپ کے لیے زیادہ آسانی رہے گی تو آپ نے فرمایا نہیں نہیں میں تو ایسے کھاؤں گا جیسے کہ عبید اور غلام کھاتے ہیں اور ایسے بیٹھوں گا جیسے عبید اور غلام بیٹھتے ہیں (شاہوں اور ناز پروردہ لوگوں کی طرح نہ بیٹھوں گا اور نہ ان کی طرح کھاؤں گا)

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس ایک فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے کہا بے شک تمہارا رب تبارک و تعالے تمہیں سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے۔ ان شئت نبیا عبدا وان شئت نبیا ملکاً۔ اگر چاہو تو نبی عبد بنو اور چاہو تو بادشاہ نبی رہیں تو میں نے بطور مشورہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ تواضع سے کام لیں۔ تو میں نے کہا میں نبی عبد بنتا پسند کرتا ہوں۔ ف

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت ذکر خدا فرماتے اور بے مقصد بات بہت کم کرتے (بلکہ اس کے قریب ہی نہ جاتے) نماز کو لمبا فرماتے اور خطبہ میں اختصار فرماتے اور اس امر سے نفرت اور تکبّر کا اظہار نہ کرتے کہ مساکین اور بیوہ عورتوں کے ساتھ چلیں اور ان کی ضرورت کو پورا فرمادیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مہاجرین کی ایک جماعت (اہل صفہ) میں بیٹھا تھا اور وہ کپڑے مکمل نہ ہونے[۲] کی وجہ سے ایک دوسرے کے ذریعے ستر اور پردہ حاصل کر رہے تھے اور ایک

ف۔ من تواضع للہ رفعہ اللہ۔ جو اللہ تعالے کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ تعالے اس کو بلند مقامات اور مراتب عالیہ پر فائز فرماتا ہے آپ نے عبدیت اختیار فرمائی تو اللہ تعالے نے وہ حکومت و سلطنت عطا فرمائی کہ ملک سلیمان علیہ السلام بھی اس کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا اور آخرت میں مقام محمود پر فائز ہونا اور جملہ اولین و آخرین اور انبیاء مرسلین کا آپ کے زیر سایہ ہونا اور آپ کی شفاعت اور نظر عنایت کا محتاج ہونا ہر اہل ایمان کو معلوم ہے

ہر مرتبہ کہ بود در امکان بروست ختم ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام

[۲] ممکن ہے موسم سرما ہو اور سردی کے بچاؤ کے لیے ایک دوسرے سے مل کر بیٹھے ہوں یوں کپڑوں کی کمی کو پورا کر رہے ہوں۔

شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا اور ہم سبھی غور سے اس کی تلاوت و قرارت کو سن رہے تھے۔ سیّدِ کل صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے حمد ہے جس نے میری اُمت میں ایسے (عابد و زاہد) لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے اپنے آپ کو ان کے ساتھ وابستہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھے تاکہ اپنے آپ کو ہمارے ساتھ برابر کریں اور ہم گداؤں کو شہنشاہ کونین کی ہمنشینی کا شرف حاصل ہو ؎

(گدایاں را ازیں معنی خبر نیست　　　که سلطانِ جہاں باماست امروز)

پھر آپ نے فرمایا اے فقراء مہاجرین تمہارے لیے قیامت کے دن نورِ تام اور ضیاءِ کامل کی بشارت ہے تم اغنیاء صحابہ رضی اللہ عنہم سے آدھا دن یعنی پانچ سو سال قبل جنت میں پہنچو گے۔

ساتواں باب

رحمت مجسم (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا مشرکین کے لیے ہلاکت کی دُعا فرمادیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا میں لعنت کرنے اور ہلاکت آفرینی کے لیے مبعوث نہیں ہوا بلکہ سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میں سراپا اللہ تعالٰے کی رحمت ہوں جو بطور ہدیہ و کرامت اللہ تعالٰے نے تمہیں عطا فرمائی ہے۔

میں (ابن الجوزی) کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کا صفت رحمت میں انحصار (یعنی یہ اعلان کہ میں مجسم رحمت ہوں اور سراپا رحمت ہی ہوں) اللہ تعالٰے کے اس ارشاد سے تائید و تقویت حاصل کیے ہوئے ہے۔

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين

آٹھواں باب

جلالیت بصورت رحمت ونعمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ میں تیرے کرم وفضل پر امید رکھتے ہوئے تجھ سے یہ عہد لیتا ہوں جس میں تو ہرگز خلاف نہیں فرمائے گا۔ میں شان بشریت اور اس کے لوازمات ومقتضیات سے بھی موصوف ہوں۔ لہذا اگر جلال میں کسی مسلمان کو مجھ سے ایذاء پہنچے۔ خفگی یا سختی ہو جائے تو اس کی تکلیف کو اس شخص کے حق میں رحمت و کرم سے تبدیل فرما اور سبب تطہیر وتزکیہ اور بروز قیامت موجب ترقی درجات اور باعث قربت بنا تاکہ اس وجہ سے تو اس کو اپنے قرب سے مشرف فرمائے۔ ف

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یتیم بچی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا ارے تو وہی ہے اتنی بڑی ہوگئی ہے۔ تیری عمر بڑی نہ ہو اور ایام عمر دراز نہ ہوں۔ جوں ہی نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے یہ کلمات اس بچی نے سنے تو روتی ہوئی ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس لوٹی۔ انہوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے یہ دعا کی ہے کہ تیری عمر دراز نہ ہو اب میں تو زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکتی اور یقیناً جلد ہی مر جاؤں گی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بڑی عجلت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں حتیٰ کہ اپنا دوپٹہ بھی پوری طرح سر اور بدن پر لپیٹ نہیں پائی تھیں کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئیں۔ آپ نے دریافت فرمایا اے ام سلیم کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا آپ نے میری یتیم بچی کے متعلق یہ دعا کی ہے کہ اس کی عمر دراز نہ ہو اور وہ جلدی مر جائے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور فرمایا۔ اے ام سلیم تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میرا اللہ تعالےٰ کے ساتھ کیا عہد وپیمان ہے؟ میں نے اپنے رب تبارک وتعالےٰ سے یہ عہد لیا ہے کہ میں باقی لوگوں کی طرح کبھی راضی اور خوش ہوتا ہوں اور کبھی ناراض اور غضبناک ہو جاتا ہوں۔ لہذا جس شخص کے خلاف میری زبان سے دعا نکلے اور وہ اس کا اہل نہ ہو تو اس کو اپنے فضل وکرم سے اس شخص کے حق میں بروز قیامت موجب

ف۔ دلنعم ما قال سعدی ؒ

بیداد تو عدل است جفائے تو کرامت ۔۔۔ دشنام تو خوشتر کہ ز بیگانہ دعائے

تزکیہ وطہارت بنانا اور ذریعہ ترقی درجات اور باعث تقرب بارگاہ قدس۔

ابن عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ شراب خوری کے معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متعلقہ افراد پر لعنت فرمانا زجر و توبیخ کے لیے ہے (اور اگر لعنت فرما کر جو زجر و توبیخ کے لیے موضوع و متعین ہے) یہ واضح کیا جائے کہ وہ متعلقہ افراد کے لیے رحمت ہے تو لعنت کرنے کا مقصد بھی ختم ہو جائے گا بلکہ الٹا معصیت کی ترغیب لازم آئے گی اور شارع علیہ السلام کے حق میں ایسی ترغیب دینا ناممکن ہے بلکہ محال۔ ہاں اگر اس معنی میں اس کو رحمت تصور کر لیا جائے کہ جس امتی کو معلوم ہو جائے کہ اس فعل پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے تو وہ شخص اس موجب لعنت فعل سے انتہائی درجہ گریزپا ہو گا اور متنفر و بیزار اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تہدید سرزنش اس کے لیے تائب ہونے اور طالب عفو و مغفرت ہونے کا باعث بنے گی تو اس لحاظ سے لعنت کو رحمت کہا جا سکتا ہے کیونکہ لعنت فرمانا اس کے لیے باعث اور موجب رحمت بن گیا اور سبب ندامت و توبہ بنا جو کہ مستجاب و مستوجب رحمت ہے تو یہ مجازی اطلاق تسمیۃ الشی باسم مایؤل الیہ کے قبیل سے ہو جائے گا۔ ع

ف۔ اقول اس توجیہ کا ایک تو سیاق کلام یعنی انما انا بشر ارضی کما یرضی البشر و اغضب کما یغضب الرجل سے کوئی تعلق نہیں۔ غیر شرعی امور کے ارتکاب پر ناراض ہونا ہر اہل ایمان کے لیے لازم و فرض ہے چہ جائیکہ خود صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم اور یہاں عام بشری تقاضاؤں اور بشری لوازمات کا ذکر ہو رہا ہے نہ کہ بالخصوص اہل ایمان کے ایمانی تقاضوں کا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں حالت غضب میں اس شخص کے لیے ایسے کلمات کہہ جاؤں جو اس کا اہل نہیں ہے فایما احد دعوت علیہ من امتی لیس لھا باھل۔ تو ان کو رحمت و قربت سے تبدیل فرمانا اور جو لوگ محرمات کے مرتکب ہیں اور دیدہ و دانستہ احکام خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کرنے والے تو لامحالہ ایسی تغلیظ و تشدید اور زجر و توبیخ کے اہل ہیں لہذا اس توہم کی یہاں گنجائش ہی نہیں تاکہ اس کے ازالہ کے لیے سیاق و سباق سے صرف نظر کر کے ایسی توجیہ باردہ کی جائے۔

علاوہ ازیں جو لوگ ایسے امور کے مرتکب نہیں ہوئے اور ان کے حق میں ایسے کلمات زبان نبوت سے سرزد ہو گئے ہیں اُن کے حق میں یہ مجازی معنیٰ تو متحقق نہیں ہے اور جمع بین الحقیقۃ والمجاز خلاف تحقیق ہے تو اس عہد کے تحت انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا اور جن کو پہنچا وہ محض توبہ و استغفار کی وجہ سے پہنچا تو اس عہد و پیمان کا مقصد ہی فوت ہو کر رہ جائے گا فتامل حق التامل حتی یظھر لک ان الحق فی عکس ما قال ابن عقیل و اقرہ ابن الجوزی۔ (محمد اشرف عفا اللہ عنہ)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یتیمہ کے حق میں یہ کلمات صادر ہونے کے بعد اس کا پریشان ہونا اور یہ کہنا فالآن

نواں باب

شانِ جود و کرم

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی شئی طلب کی گئی ہو (اور موجود ہونے کے باوجود آپ نے جواب نفی میں دیا ہو)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ جواد و کریم تھے اور آپ جملہ اوقات کی نسبت رمضان المبارک میں جود و کرم کا اظہار بہت زیادہ فرماتے جبکہ جبرئیل امین علیہ السلام آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتے اور حامل وحی ہر رات رمضان المبارک میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور قرآن مجید کا دور اور تکرار فرماتے۔ فرماتے ہیں نبی خدا علیہ التحیۃ والثناء بارانِ رحمت کے ساتھ بھیجی ہوئی ہواؤں کی نسبت بھی زیادہ جواد و کریم تھے عہ

لا یکبر سنی ابداً۔ اب تو میری عمر قطعاً بڑی نہیں ہو سکتی اس امر کی دلیل ہے کہ صحابہ اور صحابیات تو درکنار ان کی اولاد صغار اور اُن کے زیر کفالت یتیم بچوں بچیوں کا بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ ایمان و اعتقاد تھا کہ آپ کی زبان اقدس سے جو بات نکلتی ہے وہ تیر قضا دبن کر اور ترجمان کلمہ کُن بن کر نکلتی ہے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کا یتیمہ کی زبانی یہ کلمات سُن کر اتنی شدید گھبراہٹ کے عالم میں حاضر ہونا اور اظہار اضطراب کرنا اُن کے عقیدہ کی بھی وضاحت کر رہا ہے اگرچہ آپ نے واضح فرما دیا کہ زبان زد محاورات کے متعلق یہ بات نہیں ہے بلکہ وہاں میں نے اللہ تعالےٰ سے دوسرا عہد لے رکھا ہے ہاں البتہ جو اہل ہوں گے ان کلمات کے یا بالارادہ صادر ہوں تو واقعی اس طرح ہیں تیر قضا بھی ہیں اور کن کی کنجی بھی۔ یہاں سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو شب و روز حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مستجاب الدعوات ثابت کرنے کے درپے ہیں اور آپ کی دعاؤں کو بارگاہ خداوندی میں انتہائی غیر اہم سمجھتے ہیں (العیاذ باللہ) اور آپ کو مستجاب الدعوات ماننے والوں پر زبان طعن دراز کرتے رہتے ہیں۔

عہ ان ہواؤں کا جود و سخا صرف عالم ظاہر سے متعلق ہوتا ہے اور وہ بھی وقتی طور پر فائدہ پہنچاتی ہیں اس میں دوام نہیں ہوتا۔ مگر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا جود و کرم ظواہر و بواطن اور اجساد و ارواح اور جمیع عوالم پر ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آغاز بھی انہیں کی بدولت اور تربیت و پرورش اور حیات و بقا بھی انہیں کی بدولت۔ ہے لہذا ریاح مرسلہ کے ساتھ تشبیہ نطاق بیان کی تنگی کے پیش نظر ہے اور محض فہم عوام کے لیے۔ کذا فی عمدۃ القاری۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اسلام کے زمانہ میں جس شئ کا سوال کیا جاتا آپ ضرور عطا فرماتے۔ ایک شخص آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ سے سوال کیا تو آپ نے اس کو صدقہ کی بھیڑ بکریوں سے بھری وادی عطا کر دی۔ وہ اپنی قوم کی طرف لوٹا اور ان سے کہا اے میری قوم حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤ کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اتنا بخشتے ہیں اور عطا کرتے ہیں کہ آپ کو اپنے فقر و فاقہ کا سرے سے اندیشہ ہی نہیں ہوتا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حنین سے واپسی کے موقعہ پر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اعراب اور بدوی لوگ آپ کو چمٹ گئے۔ ہر ایک ان میں سے عطا کا سائل و طلبگار تھا حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو دھکیلتے دھکیلتے ایک خار دار درخت تک جا پہنچایا جس سے آپ کی چادر مبارک اٹک گئی۔ آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا میری چادر میری طرف لاؤ اور فرمایا کیا تم مجھ پر بخل کا اندیشہ کرتے ہو اگر ان جھاڑیوں کی گنتی و شمار کے مطابق بھی سونا میرے پاس ہوتا تو میں لا محالہ اُسے تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے نہ غلط بیانی اور کذب سے کام لینے والا اور نہ ہی جبان و بزدل۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور اُن کے سامنے کھجوروں کا ڈھیر سا تھا تو فرمایا۔ اے بلال یہ کیا ہے۔ عرض کیا کھجوریں ذخیرہ کر رکھی ہیں (تاکہ بوقت ضرورت کام آئیں) تو فرمایا تجھے اس امر کا خوف نہیں ہے کہ ان کی وجہ سے آگ بھڑکے اور دوزخ گرم کیا جائے۔ انہیں خرچ کر دو اور مالک عرش کی طرف سے فقر و فاقہ اور قلت کا خوف ہرگز نہ کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے۔

حضرت ہارون بن رئاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہِ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم میں ستّر ہزار درہم پہنچے اور یہ مال تمام اموال سے زیادہ تھا جو کسی وقت بھی آپ کی بارگاہ اقدس میں لائے گئے۔ آپ نے ان کو چٹائی پر رکھا۔ پھر تقسیم فرمانے لگے اور جو سائل بھی آیا اس کو عطا فرمایا حتیٰ کہ سبھی تقسیم فرما دیا اور ایک درہم بھی باقی نہ رکھا۔

دسواں باب

کمالِ شجاعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے حسین تھے اور سب سے شجاع و دلیر اور سب سے زیادہ جواد و کریم۔ مدینہ منورہ کے اندر (خوفناک آوازہ سُن کر) گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ لوگ اس طرف نکلے جدھر سے آواز آئی تھی مگر کیا دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے آرہے ہیں اور حضرت ابوطلحہ کے ننگی پیٹھ گھوڑے پر سوار ہیں اور تلوار مبارک گردن اقدس میں حمائل کی ہوئی ہے اور اس خوفناک آواز کی تحقیق و تسلی کر کے آرہے ہیں اور لوگوں کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کوئی بات نہیں گھبراؤ نہیں اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے متعلق فرمایا ہم نے اس کو روانی میں دریا کی مانند پایا ہے اور یہ درحقیقت دریا کی مانند ہے (حالانکہ قبل ازیں سُست رفتار تھا اور تکلیف دہ چال چلتا تھا مگر آپ کی سواری فرمانے کی برکت سے چال ہموار ہوگئی اور رفتار تیز ہوگئی ۔

تو مرا دل دہ و دلیری ہیں ۔۔۔ روباہ خویش خواں و شیری ہیں

حضرت برا ابن عازب رضی اللہ عنہ سے بنی قیس کے ایک آدمی نے سوال کیا تم حنین کے دن میدان جنگ سے بھاگ نکلے تھے تو انہوں نے فرمایا لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے بلکہ آگے بڑھ کر داد شجاعت دیتے رہے (پھر پیچھے ہٹنے والوں کا عذر بیان کرتے ہوئے فرمایا) قبیلہ ہوازن کے لوگ سخت تیر انداز تھے اور جو تیر پھینکتے وہ نشانے پر گرتا لیکن بایں ہمہ ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ میدان چھوڑ گئے ہم اموال غنیمت پر ٹوٹ پڑے تو انہوں نے پھر پلٹ کر تیر برسانے شروع کر دیے (اس لیے وقتی طور پر اہل اسلام ذرا پیچھے ہٹے) میں نے اس موقعہ پر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سفید خچر پر سوار ہیں۔ اور ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ اس کی لگام تھامے ہوئے ہیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس پر یہ رجز ہے۔

انا النبی لا کذب ۔۔۔ انا ابن عبد المطلب

میں سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں اور میں عبد المطلب جیسے شجاع و بہادر کا لختِ جگر ہوں۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے اپنے آپ کو میدان بدر میں دیکھا کہ ہمارے شیر دل صف شکن مجاہد بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لیتے تھے اور آپ ہم سب کی نسبت

دشمن کے قریب تھے اور اس دن آپ سب لوگوں سے جرأت و دلیری میں اور بسالت و شجاعت میں بڑھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب جنگ کی آگ زوروں پر ہوتی اور خوب بھڑک رہی ہوتی اور دو نو جنگجو فریق ایک دوسرے سے برسرپیکار ہوتے تو ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لیتے اور اُن کے دامن میں آکر اپنا بچاؤ کرتے۔ آپ سے زیادہ دشمن کے قریب کوئی شخص نہیں ہوتا تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بخدا جب جنگ کی آگ بھڑکتی تو ہم دامن محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں پناہ ڈھونڈتے اور ہم میں سے بڑا بہادر وہی ہوتا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ صف قتال میں رہتا۔

گیارھواں باب

مزاح اور خوش طبعی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل بادیہ میں سے زاہر نامی ایک شخص بادیہ میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو چیزیں وہاں دستیاب ہوتی تھیں، ہدیۃً پیش کرنے حاضر ہوتا تو واپسی پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے تحائف سے نوازتے۔ آپ فرماتے زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اسکے شہری۔ ایک دن وہ بازار میں اپنا مال فروخت کر رہا تھا تو آپ اس کے ہاں تشریف لائے اور اس کی بےخبری میں پیچھے سے آکر اس کو سینہ اقدس سے لگا لیا تو اس نے کہا کون ہے؟ چھوڑ دے۔

جب ذرا توجہ دی اور دھیان سے کام لیا تو سمجھ گیا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جب جان لیا تو پھر مقدور بھر جدوجہد اور سعی و کوشش کرنے لگا تاکہ جہاں تک ہو سکے اپنی پشت کو رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس کے ساتھ چمٹائے رکھے اور زیادہ سے زیادہ برکت و فیض حاصل کرے۔

ظاہری طور پر اس کی شکل و صورت کوئی اتنی خوب نہیں تھی بلکہ غلاموں کی طرح لگتا تھا تو آپ فرمانے لگے یہ عبد اور غلام مجھ سے خریدنے والا کوئی ہے؟ وہ عرض کرنے لگے جب تم اس غلام کو بیچ دو اور اپنے لیے قبول نہ کرو تو پھر یہ غلام کھوٹے سکے کی مانند بے قدر و قیمت ہو گا اس کو کون لے گا؟ اس وقت بیکس نواز، درغریب پرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کھوٹا نہیں اور نہ بے قدر و قیمت،

یا یوں فرمایا۔ لیکن تو اللہ تعالےٰ کے ہاں بڑا قیمتی ہے ا اور کیوں نہ ہو نگاہ نبوت میں جو قیمتی ٹھہرا ؎

وہی ہے طور جہاں پڑ گئی نگاہ تیری وہی چمن ہے جہاں مسکرا دیا تو نے

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں ایک سفر کے دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اور اس وقت میں کم عمر لڑکی تھی نہ بدن بھاری تھا اور نہ کوئی زیادہ گوشت ہی بدن پر تھا۔ آپ نے لوگوں کو فرمایا تم آگے نکل جاؤ۔ جب وہ دور جا چکے تو فرمایا آؤ میں تمہارے ساتھ دوڑوں، میں ساتھ دوڑی اور آپ سے دوڑ میں سبقت لے گئی۔ آپ خاموش رہے کافی دن گذرے مجھے وہ واقعہ بھول گیا ادھر میرا بدن بھاری ہو گیا اور گوشت چڑھ گیا پھر ایک سفر میں ہمراہی کا شرف حاصل ہوا تو آپ نے لوگوں کو فرمایا آگے نکل جاؤ۔ وہ آگے نکل گئے تو فرمایا آؤ مل کر دوڑیں۔ ہم مل کر دوڑے تو آپ مجھ سے سبقت لے گئے اور پھر ہنستے ہوئے فرمایا یہ اس دن کا بدل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بطور مزاح فرمایا۔ یاذا الاذنین۔ اے دو کانوں والے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بہلانے کے لیے اپنی زبان مبارک باہر نکالتے جب وہ زبان مبارک کی سُرخی دیکھتے تو ادھر راغب ہوتے اور اُسے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھاتے۔

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی مزاح اور خوش طبعی کرنے والا نہیں دیکھا۔

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مزاح کرتا ہوں مگر اس دوران بھی میری زبان حقیقت ترجمان سے حق ہی نکلتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ مجھے سواری کے لیے اونٹ عطا فرماؤ۔ آپ نے اس کو فرمایا ہم اونٹنی کے بچے پر تجھے سوار کریں گے اور وہ سواری کے لیے مہیا کریں گے تو وہ چلانے لگا یا رسول اللہ میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ آپ نے فرمایا کوئی ایسا اونٹ ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو۔ جو بھی دیں گے وہ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ایک بڑھیا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئی اور کسی چیز کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے جواب دیا اور ساتھ ہی بطور مزاح فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں داخل نہیں ہو گی۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا آپ نماز کے لیے تشریف لے گئے اور

اس عورت نے زار و قطار رونا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپ واپس ہوئے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ یارسول اللہ یہ عورت اس وقت سے رو رہی ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ آپ ہنس پڑے اور فرمایا ہاں ہاں کوئی بڑھیا بڑھاپے کی حالت میں جنت کے اندر داخل نہیں ہوگی بلکہ ان کو جوان بنا کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ انا انشا ھُنَّ انشاءً فجعلنٰھن ابکاراً عرباً اترابا الایۃ ہم ان کو از سر نو پیدا کریں گے اور اٹھائیں گے خوب اٹھا نا پس کریں گے ان کو باکرہ اور نوخیز ناز و انداز والی اور اصحاب یمین کے لیے ہم عمر اور حالانکہ وہ بوڑھی تھیں جن کی آنکھوں سے پانی بہتا تھا اور مواد غلیظ آنکھوں میں مجتمع ہوجاتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو ابوعمیر کو غمناک پایا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا ابوعمیر غمگین و حزین کیوں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا اس کا پرندہ نغیر (جس کے ساتھ کھیلا کرتا تھا) مر گیا ہے تو آپ نے روئے سخن اس کی طرف پھیرتے ہوئے فرمایا۔ یا ابا عمیر ما فعل النغیر، اے ابوعمیر نغیر کا کیا ہوا؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوش گفتار اور خوش طبعی فرمانے والے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز گفتگو مزاحیہ ہوتا تھا۔ ؏

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کافی مزاح اور خوش طبعی فرماتے اور فرماتے کہ اللہ رب العزت صحیح اور درست مزاح کرنے والے پر مواخذہ نہیں فرماتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں میں جو کچھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سنتا تھا اس کو سپرد قلم کر لیتا اور صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیتا تاکہ محفوظ رہے۔ مجھے قریش نے اس سے منع کیا اور کہا تو جو کچھ سنتا ہے لکھ لیتا ہے حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کبھی حالت غضب اور ناراضگی میں ہوتے ہیں (اور کبھی مزاح و خوش طبعی فرماتے ہیں) میں نے اُن کے کہنے پر لکھنا ترک کر دیا اور سید الانبیاء صلی اللہ

؏ اگر اس طرح ——— خوش طبعی مزاج اقدس میں نہ ہوتی تو خداداد ہیبت اور رعب و دبدبہ اور شان و شکوہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل ہر وقت لرزتے رہتے اور زہرہ گداز رہتے لہٰذا یہ اللہ تعالےٰ کا اور آپ کا ان پر خصوص کرم تھا کہ آپ اس انداز سے ان کے ساتھ پیش آتے تاکہ ان پہ ہر وقت مرعوبیت کا عالم طاری نہ رہے۔

علیہ وسلم سے اس کے متعلق عرض کیا تو آپ نے فرمایا لکھو اور ضرور لکھو مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میرے منہ مبارک سے ہر وقت حق ہی صادر ہوتا ہے خواہ جمالی حالت ہو یا جلالی۔

خوات بن جبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مرالظہران میں قیام پذیر ہوا خیمہ سے باہر نکلا تو چند عورتیں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں میں ان کی گفتگو وغیرہ سے بہت متاثر ہوا۔ واپس خیمہ میں آیا میں نے چادروں کا جوڑا نکالا ایک کو تہ بند بنایا۔ دوسری کو اوپر اوڑھا اور پھر اُن کے پاس باتوں کے چسکا میں جا بیٹھا۔ ادھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو مجھے اُن کے پاس بیٹھا دیکھ کر فرمایا اے ابو عبد اللہ تو ان کے پاس کیوں بیٹھا ہے؟ میں آپ سے خوفزدہ ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا اونٹ وحشی ہے اور بھاگ جانے والا ہے اس کے لیے قید و بند یعنی رستا تلاش کر رہا ہوں تاکہ باندھنے کی صورت نکل سکے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور میں آپ کے پیچھے چلنے لگا۔ آپ نے اُوپر والی چادر اتار کر رکھی اور پیلو کے درختوں میں قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ استنجا اور وضو فرمایا پھر واپس تشریف لائے تو فرمایا۔

اے ابو عبد اللہ تیرے اونٹ کی وحشت و نفرت اور بھاگ نکلنے والی خصلت بد کا کیا ہوا؟

خوات کہتے ہیں میں جلد از جلد مدینہ منورہ پہنچا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری (شرمندگی کی وجہ سے) ترک کر دی جب کافی دن گذر گئے تو میں نے مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے خلوت و تنہائی کی ایک ساعت مقرر کر لی تاکہ میں اکیلا نماز ادا کر سکوں۔ ایک دن میں مسجد میں نماز ادا کرنے حاضر ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض ازواج مطہرات کے گھروں سے باہر تشریف لائے۔ آپ نے آکر نماز پڑھنی شروع فرمائی اور دو رکعت ادا فرمائیں مگر مختصر انداز میں اور میں نے دیدہ دانستہ نماز کو طویل کر دیا تاکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جائیں اور مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ آپ نے بھی میرے ارادہ کو بھانپ لیا اور فرمایا اے ابو عبد اللہ نماز جتنی لمبی کرنی ہے کر لے اٹھ کر جانے والا میں بھی نہیں ہوں جب تک تیری نماز ختم نہ ہو لے اور سلام نہ پھیر لے۔

میں نے تہیہ کر لیا کہ بخدا آج میں ضرور بالضرور آپ کی بارگاہ میں معذرت کروں گا اور آپ کا دل ٹھنڈا کر دونگا۔ نماز سے فارغ ہوا سلام پھیرا تو آپ نے فرمایا السلام علیک یا ابا عبد اللہ۔ تیرے اونٹ کی سرکشی کا کیا ہوا تو میں نے عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس کی سرکشی اور وحشت اس دن سے ختم ہو گئی ہے جس دن سے تمہارے دامن میں پناہ لے لی ہے اور شرف اسلام سے مشرف ہو گیا ہوں۔ تو آپ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا رحمک اللہ پھر اس کے بعد آپ نے کبھی بھی مجھے وہ بات یاد نہ دلائی۔

ابواب آداب و سیرت مصطفویہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

باب اوّل

طہارت کے لیے ہاتھوں کا استعمال

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں ہاتھ مبارک طہارت اور کھانے کے لیے تھا اور بایاں ہاتھ مبارک بیت الخلاء میں جانے کے وقت اور استنجا کے وقت استعمال فرماتے۔

دوسرا باب

چھینکنے کا طریقہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنی آواز مبارک پست رکھتے اور چھینک آنے سے پہلے ہی جب اس کی آمد کا احساس ہوتا تو کپڑے سے اپنے منہ مبارک کو ڈھانپ لیتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو چہرہ انور ڈھانپ لیتے اور اُس کی آواز کو مقدور بھر کم رکھنے کی سعی فرماتے۔

تیسرا باب

آغازِ کار

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم

جب کوئی شئ لیتے تو دائیں ہاتھ سے اور عطا فرماتے تو دائیں ہاتھ سے اور ہر عزت و عظمت والے کام اور فعل خیر کا آغاز دائیں جانب سے فرماتے۔

چوتھا باب

بیٹھنے کی کیفیت

قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں اسطرح بیٹھے ہوئے دیکھا جیسے قرفصا یعنی پیٹ مبارک رانوں سے چمٹا کر سر اقدس کو جھکائے ہوئے۔ فرماتی ہیں میں نے جب آپ کو اس حالت خشوع وخضوع میں دیکھا تو میں خوف وخشیت سے لرزہ براندام ہوگئی اور کانپنے لگ گئی۔

پانچواں باب

بیٹھنے کے انداز

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات مجلس شریف میں تشریف فرما ہوتے تو تھکان دور کرنے کے لیے احتباء والی صورت اختیار فرمالیتے یعنی گھٹنے مبارک کھڑے کرکے دونو ہاتھ مبارک پنڈلیوں پر جمع کرکے ان کا سہارا لے کر بیٹھتے جس طرح بعض لوگ دستار یا اور کوئی کپڑا کمر اور پنڈلیوں کے گرد لپیٹ کر اس کا سہارا لے کر بیٹھتے ہیں۔

چھٹا باب

سہارے سے بیٹھنا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب

کہ آپ ایک تکیہ کو بائیں جانب رکھ کر اس پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

ساتواں باب

گدی اور پیٹھ کے بل لیٹنا

حضرت عباد بن تمیم اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم سے راوی ہیں کہ انہوں نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد شریف میں پیٹھ مبارک اور گدی کے بل لیٹے دیکھا اور آپ نے ایک پاؤں مبارک کو دوسرے پاؤں مبارک پر رکھا ہوا تھا یعنی ایک پاؤں کھڑا کر کے دوسرے کو گھٹنے پر رکھا ہوا تھا۔ ف

آٹھواں باب

کیفیت تکلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دوران خطاب وکلام عموماً ہر جملہ تین مرتبہ دہراتے تاکہ سامعین کو اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کلام فرماتے تو ہر کلمہ کو تین مرتبہ بیان فرماتے اور جب کسی قوم کے ہاں تشریف لاتے تو تین مرتبہ سلام فرماتے یعنی طلب اذن کے لیے۔ داخل ہونے کے بعد اور رخصت ہوتے وقت۔ مطلب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ سلام فرمانے پر اندر آنے کی اجازت نہ ملتی تو دوبارہ سلام فرماتے پھر بھی اجازت نہ پاتے تو تیسری بار سلام فرماتے اور اس کے بعد اذن نہ ملتا تو واپس تشریف لے جاتے۔

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری مانند تیزی اور

ف۔ اس طرح لیٹنے سے آپ نے منع بھی فرمایا ہے جب کہ کشف ستر اور شرم گاہ کے کھلنے کا اندیشہ ہو اور بیان جواز کے لیے خود اس پر عمل پیرا ہو کر بھی دکھلایا اور دونو پہلو جواز و عدم جواز کے واضح فرمائے۔ ۱۲۔

روانی کے ساتھ کلام نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ اس طرح کلام فرماتے کہ ہر کلمہ الگ الگ ہوتا اور سننے والا اس کو اچھی طرح ضبط اور یاد رکھ سکتا تھا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ سیّد بنی آدم و آدم صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو سامعین میں سے کوئی شخص اگر آپ کی جملہ باتوں اور کلمات طیبات کو شمار کرنا چاہتا تو شمار کر سکتا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے طرز گفتار اور انداز کلام کی خبر دو تو انہوں نے فرمایا آپ بلا مقصد و ضرورت بات نہیں کرتے تھے۔ آپ کا سکوت اور خاموشی طویل ہوتی۔ آپ کا آغاز کلام اور اس کا اختتام منہ مبارک کی جانبوں اور کناروں سے ہوتا یعنی ہر کلمہ کی ادائیگی مکمل طور پر ہوتی اور مخارج پر زبان کا اعتماد پوری طرح ہوتا اور آپ کا کلام مبارک جوامع الکلم پر مشتمل ہوتا یعنی مختصر کلمات ہوتے مگر معانی و مطالب کے سمندر ایک ایک کلمہ میں سمٹے ہوتے نیز کلمات میں باہمی مناسب فاصلہ ہوتا تاکہ سامعین اچھی طرح سُن سمجھ سکیں اور یاد رکھ سکیں)، نہ الفاظ ضرورت سے زیادہ ہوتے اور نہ ادائیگی مقصد میں قاصر (بلکہ حق بلاغت ادا کرتے ہوئے ایسی گفتگو فرماتے کہ بالکل مقصد پر منطبق ہوتی)

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سکوت اختیار فرماتے تو چہرہ اقدس سے وقار و عظمت اور جلال و ہیبت جھلکتی اور کلام فرماتے تو یوں معلوم ہوتا کہ پروئے ہوئے موتیوں کا ہار ہے جو نیچے ڈھلک رہا ہے اور کلام و گفتگو میں شہد کا سا مٹھاس نہ کلام اتنا قلیل اور مختصر کہ مطلب کی ادائیگی مشکل ہو اور فہم مقصود میں مخل اور نہ اتنا طویل کہ غیر ضروری کلمات پر مشتمل ہو۔ ف

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم جب کلام فرماتے تو سامنے کے دانت مبارک سے نور نکلتا ہوا محسوس ہوتا۔

ف اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں ؎

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں

وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا تكلم رئى كالنور يخرج من بين ثنا ياه عه

نواں باب

دورانِ تکلم دست اقدس کی کیفیت

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اشارہ فرماتے تو ساری ہتھیلی کے ساتھ اشارہ فرماتے اور جب تعجب کا اظہار فرماتے تو کف دست کو الٹتے اور باطنی حصہ اپنے منہ مبارک کی جانب پھیرتے اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا باطنی حصہ مارتے اور جب حالت جلال میں ہوتے تو منہ مبارک پھیر لیتے۔

دسواں باب

منبر شریف

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر شریف کس لکڑی سے بنا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا غور سے سنو بخدا میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کس لکڑی سے بنایا گیا ہے۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ کس کا بنایا ہوا ہے اور کس دن بنایا گیا اور جس دن سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

عہ یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجسم نور ہونے کی واضح دلیل ہے کیونکہ دہان اقدس سے نکلتا ہوا نور امر محسوس تھا جو آنکھوں سے دیکھا جاتا تھا اور بشریت کا حجاب و نقاب حالت تکلم میں الگ ہوتا تو اس کا مشاہدہ ہو جاتا اس سے بشریت کا اس نور مجسم پر محض حجاب و نقاب ہونا بھی واضح ہو گیا اور یہی اکابرین ملت کا عقیدہ ہے شیخ اجل محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ وے صلی اللہ علیہ وسلم از فرق تا قدم ہمہ نور بود اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بودے ہیچ کس را مجال نظر و ادراک حسن وے ممکن نہ بودے۔ مدارج النبوت جلد اول ص۱۰۹ وص۱۱۱۔ ہمیشہ جوہر وے نوری بود کہ انتقال کرد در اصلاب آباء وارحام امہات تا انتقال بصلب عبد اللہ و آمنہ سلام اللہ علیہم اجمعین۔

اس پر تشریف فرما ہوئے تھے میں نے اُس دن آپ کا شرف دیدار بھی حاصل کیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاریہ عورت کی طرف آدمی بھیجا جس کا ایک غلام بڑھئی تھا وہ لکڑی کا کام کرتا تھا اور فرمایا کہ اپنے غلام سے کہو کہ میرے لیے چند لکڑیوں کو جوڑ کر منبر بنا دے تاکہ بوقت خطاب اور تبلیغ اس پر بیٹھوں۔

اس عورت نے اپنے غلام کو حکم دیا وہ غابہ (جگہ کا نام ہے جہاں درخت عام تھے) کی طرف گیا اور اُس درخت کو کاٹا جس کو طرفاء کہا جاتا ہے اور تین درجات پر مشتمل منبر تیار کیا۔ چنانچہ اس انصاری عورت نے تیار ہونے کے بعد وہ منبر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اُس کو اس جگہ رکھوایا جس میں اب تم دیکھ رہے ہو اور وہ پہلا دن تھا جس دن آپ اس پر تشریف فرما ہوئے (اور خطاب فرمایا جب نماز ادا کرنے کا وقت آیا تو آپ نے منبر شریف پر کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ فرمائی پھر رکوع بھی وہیں فرمایا اور سجدہ کرنے کے لیے آپ اُلٹے پاؤں چل کر منبر سے اترے اور زمین پر سجدہ فرمایا اور لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر آپ منبر پر قیام فرما ہوئے اور تمام رکعات میں یہی طریقہ اختیار فرمایا حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا اے لوگو! میں نے آج یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا ہے تاکہ تم عملی طور پر بھی مجھ سے نماز کا طریقہ سیکھ لو میری نماز کی حالت و کیفیت عین حالت نماز میں دیکھو اور میری اقتداء کرو کیونکہ زبانی اور عملی دونوں طرح پر تعلیم دینا زیادہ موثر ہوتا ہے اور موجب ضبط وحفظ)

گیارھواں باب

فصاحت وبلاغت

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب اہل عرب میں سب سے زیادہ فصیح وبلیغ تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ میری تادیب وتربیت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور خوب تادیب وتربیت فرمائی ہے۔

میں نے بنی سعد جیسے فصیح وبلیغ قبیلہ میں پرورش پائی اور میں جوامع الکلم مبعوث ہوا

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا وجہ ہے کہ آپ ہم سب سے زیادہ فصیح وبلیغ ہیں حالانکہ آپ تعلیم وتربیت کے لیے کہیں باہر تشریف نہیں لے گئے آپ نے فرمایا کہ بنی اسماعیل کی زبان اور لغت مٹ چکی تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس وہی زبان اور

لغت سے آئے اور میں نے اس کو محفوظ کرلیا اور ضبط کر لیا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فصیح ترین لوگوں میں سے تھے۔ آپ کلام فرماتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل زبان کو پتا نہ چلتا کہ اس کا مقصد کیا ہے جب تک کہ آپ خود اس کی خبر نہ دیتے اور وضاحت نہ فرماتے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرب کے فصحاء و بلغا سے کوئی ایسا انوکھا اور نیا حکم نہیں سنا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نہ سنا ہو۔ اور میں نے آپ کو طبعی موت مرنے کی ترجمانی ان الفاظ (مات حتف انفہ) کے ساتھ کرتے ہوئے سنا حالانکہ کسی اور فصیح و بلیغ سے اس مفہوم کی ادائیگی ایسے حسین انداز سے سننے میں نہیں آئی۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا کلام سراسر حکمت ہے اور عین فصاحت آپ کے کلمات جامع کے بحر ناپید اکنار سے چند نادر جواہر ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ایاکم وخضراء الدمن۔ اپنے آپ کو کوڑا کرکٹ اور غلاظتوں کے ڈھیروں پر اگنے والے پودوں سے دور رکھو جن کا ظاہر تو دلفریب ہے مگر اصل اور ضمیر انتہائی ردی اور باطن قابل نفرت۔

۲۔ ان مما ینبت الربیع لما یقتل حبطاً او یلم۔ موسم بہار جن چیزوں کو جنم دیتا ہے ان میں بعض ایسی چیزیں بھی ہوتی ہیں جو کھانے والے کو (بظاہر لذیذ اور دلکش معلوم ہوتی ہیں) درد شکم میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیتی ہیں اور یا ہلاکت کے کنارے پہنچا دیتی ہیں۔

۳۔ لا یلدغ المومن من جحر مرتین۔ کامل ایماندار ایک بل سے دوبارہ نہیں ڈسا جا سکتا۔

۴۔ الناس کاسنان المشط۔ لوگ کنگھی کے دندانوں کی مانند ہیں۔

۵۔ والمرء کثیر باخیہ۔ تنہا آدمی اپنے بھائی سے مل کر جماعت بن جاتا ہے۔

سرور انبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے انصار کے حرص و آز سے دور ہونے سرفروشی اور جاں نثاری کے جذبات سے بھرپور ہونے پر داد دینے کے انداز میں فرمایا۔

۶۔ انکم لتقلون عند الطمع وتکثرون عند الفزع۔ تم طمع کے وقت گنتی و شمار میں کم ہوتے ہو۔ اور میدان حرب و قتال میں بہت کثیر التعداد۔

۔ خیر المال مُہرۃٌ ماثورۃٌ او سکۃ مابورۃ۔ بہترین مال نفیس ترین بچھیرا ہے اور یا تابیر اور پیوند کاری کیے ہوئے کھجور کے خوشوں میں سے ایک خوشہ۔

۸۔ خیر المال عین ساھرۃ لعین نائمۃ۔ بہترین پونجی وہ آنکھ ہے جو خود بیدار رہے اور محو خواب

غفلت آنکھوں کو دیکھنے والی (اور عبرت پکڑنے والی ہے)

۹۔ من بطا بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ ۔ جس کے عمل نے اس کو سست رو بنا دیا ہے اس کا نسب اسے تیز رو اور گامزن نہیں بنا سکتا۔

۱۰۔ حبک الشیئ یعمی و یصم ۔ تیرا کسی شئ سے نہایت درجہ محبت کرنا تجھے اس کے عیوب دیکھنے سے اندھا کر دے گا اور نقائص سننے سے بہرہ۔

۱۱۔ کل الصید فی جوف الفرا ۔ جملہ صید اور شکار حمار وحش کے پیٹ میں ہیں یعنی یہ اکیلا سب شکاروں پر بھاری ہے۔

۱۲۔ القناعۃ مال لا ینفد ۔ قناعت غیر فانی دولت ہے اور ناقابل نفاد و زوال۔

اور اس قسم کے جواہر پارے حد و شمار سے باہر ہیں اور کتب احادیث و سیر ان سے بھرپور ہیں۔

بارھواں باب

فارسی کلمات

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو غزوہ خندق کے موقعہ پر فرمایا۔ اٹھو جابر رضی اللہ عنہ نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے۔ فقد صنع لکم جابر سؤراً۔

ابو العباس ثعلب فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فارسی کلمہ زبانِ اقدس پر جاری فرمایا کیونکہ سوُر فارسی میں دعوت کے کھانے پر اطلاق کیا جاتا ہے۔

مجاہد علیہ الرحمۃ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گذرے اور میرے پیٹ میں درد تھا۔ تو فرمایا۔ اشتکیت درد اشتکیت درد۔ تجھے درد کی شکایت ہے۔ تجھے درد کی شکایت ہے۔ نماز ادا کرو کیونکہ وہ ہر مرض کی دوا ہے اور ہر تکلیف میں موجب شفاء۔

علامہ ابن الجوزی مؤلف کتاب فرماتے ہیں یہ حدیث علمائے نقل کے نزدیک پایۂ صحت تک نہیں پہنچی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فارس سے تعلق نہیں رکھتے تھے (کہ ان کے ساتھ فارسی

کلمات استعمال کیے جاتے البتہ حضرت مجاہد فارس سے تعلق رکھتے تھے لہذا یہ کلمات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ کلام کرتے وقت استعمال کیے تھے اور جس نے اس کو مرفوع کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کی ہے تو وہ وہم کا شکار ہوا ہے۔ اس روایت کو ابراہیم بن البراء نے ابو درداء رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ارشاد فرمایا۔ لیکن ابراہیم ثقات کی طرف نسبت کر کے موضوع روایات نقل کرتا ہے لہذا اس کا اعتبار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

تیرھواں باب

استعمال شعر

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ خندق کے موقعہ پر مٹی خندق سے منتقل کرتے ہوئے دیکھا۔ گرد و غبار نے آپ کے پیٹ مبارک کی سفیدی کو ڈھانپ لیا تھا اور آپ کی زبان اقدس پر (حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ کے) یہ اشعار تھے ع

اللھم لولا انت ما اھتدینا　　ولا تصدقنا ولا صلینا

اے اللہ اگر تیری ہدایت اور رہنمائی شامل حال نہ ہوتی تو ہم نہ کبھی راہِ راست پا سکتے اور نہ صدقات اور نماز ادا کرتے۔

فانزلن سکینۃ علینا　　وثبتِ الاقدام ان لاقینا

پس ہم پر سکینت نازل فرما جو ہمارے لیے موجب تسکین بنے اور دشمنوں سے مڈبھیڑ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔

والمشرکون قد بغوا علینا　　اذا ارادوا فتنۃ ابینا

مشرکین نے ہم پر بغاوت و سرکشی کی ہے اور جب وہ ہمیں فتنوں میں ڈال کر دین حق سے برگشتہ کرنے کی سعی ناپاک کرتے ہیں تو ہم ان کی خواہشات فاسدہ پوری کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے موقعہ پر فرمایا (جب کہ آپ آگے بڑھ کر حملہ فرما رہے تھے) ؎

انا النبی لا کذب ۔ انا ابن عبد المطلب

میں برحق نبی ہوں اور میرا دعویٰ نبوت کذب و غلط بیانی پر مبنی نہیں ہے اور میں عبد المطلب جیسے نامور اور بہادر اور دلیر کا لخت جگر اور نور نظر ہوں ۔

حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک پر پتھر لگا اور خون آلود ہو گئی تو آپ نے فرمایا ؎

ھل انت الا اصبع دمیت ۔ وفی سبیل اللہ مالقیت

تو فقط ایک انگلی ہے جو خون آلود ہوئی ہے (اور میں تو ساری جان بمع جسم قربان کرنے کو تیار ہوں اور گبھراہٹ و پریشانی کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ) تجھے جو تکلیف پہنچی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہی تو پہنچی ہے۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا گیا کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موقع کی مناسبت سے اشعار بطور ضرب المثل زبان اقدس پر جاری فرماتے تھے تو آپ نے فرمایا ہاں عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار زبان اقدس پر جاری فرماتے اور ان کے قول ؎ ویاتیک بالاخبار من لم تزود کو بالعموم پڑھتے یعنی تجھے خبریں وہ شخص لا کر دے گا جس کو تو نے یہ زاد اور ذخیرہ مہیا نہیں کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کلمات کسی بھی شاعر کی زبان پر کسی بھی وقت جاری ہوئے ان تمام سے زیادہ سچا اور واقع کے مطابق لبید کا یہ قول ہے۔

الا کل شئی ما خلا اللہ باطل (وکل نعیم لا محالۃ زائل)

غور سے سنو اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فنا پذیر ہے (اور تمام تر نعمتیں بہر حال زائل ہونے والی ہیں) اور امیہ بن ابی الصلت اگرچہ خود مشرف باسلام نہیں ہوا مگر اس کے شعر قریب ہے کہ شرف اسلام سے مشرف ہوں۔ یعنی مطالب و مفاہیم کے لحاظ سے وہ نظریہ اسلام کے قریب تر ہیں۔

چودھواں باب

سماعت اشعار

عمرو بن شرید اپنے باپ سے روایت فرماتے ہیں کہ مجھے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے

پیچھے سواری پر بٹھایا اور دریافت فرمایا کہ تجھے امیہ بن ابی الصلت کے اشعار میں سے کوئی شعر یاد ہے تو میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا سنائیے تو میں نے سو شعر آپ کو سنائے۔

حضرت نابغہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شعر سنائے ؎

بلغنا السماء مجدنا وجدودنا — وانا لنرجو فوق ذالك مظهراً

ہم اپنی مجد اور بزرگی کے لحاظ سے آسمان تک جا پہنچے اور ہم اس سے اوپر جائے ظہور کی امید رکھتے ہیں۔

تو آپ نے فرمایا اے ابولیلیٰ وہ مظہر اور جائے ظہور کون سی ہے اور کہاں ہے؟ تو میں نے عرض کیا جنت! فرمایا ہاں انشاء اللہ۔ پھر میں نے کہا ؎

ولا خیر فی حلم اذا لم یکن لہ — بوادر تحمی صفوہ ان یکدرا

اور نہیں ہے کوئی بھلائی علم و حوصلہ میں جبکہ اس کے ساتھ ایسی تیز دھار تلواریں نہ ہوں جو اس کے زلال کو تلچھٹ اور مکدر ہونے سے نہ بچائیں۔

ولا خیر فی جھل اذا لم یکن لہ — حلیم اذا اورد الامر اصدرا

اور جہل اور حماقت میں بھی کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے جبکہ ایسا حلیم اور حوصلہ مند موجود نہ ہو جو شر و فساد کا رُخ خیر اور صلاح کی طرف نہ موڑ دے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سلامت رکھے اور اس کو شکست و ریخت سے محفوظ فرمائے۔

حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ کعب بن زہیر ہیئت تبدیل کر کے اور اپنے آپ کو چھپا کر حاضر ہوا جب کہ اس کو اطلاع ملی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں وعید اور تہدید فرمائی ہے۔ پہلے تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کعب بن زہیر کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا درانحالیکہ انہوں نے اپنی دستار سے اپنے منہ کو ڈھانپا ہوا تھا۔ انہوں نے عرض کیا یہ شخص آپ کے ساتھ بیعت اسلام و ایمان کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک آگے بڑھایا اور اس کو شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔ تب کعب نے دستار کو منہ سے ہٹایا اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ یہ تمہارے دامن عفو و کرم میں پناہ پکڑنے والوں کی جگہ ہے میں کعب بن زہیر ہوں اسا بقہ

غلطیوں سے تائب ہو کر شرف اسلام حاصل کر چکا ہوں اور سایہ کرم میں پناہ حاصل کر چکا ہوں)

انصار ہجوم کر کے آ گئے اور اس کو سخت سُست کہا کیونکہ وہ قبل از اسلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کیا کرتا تھا۔ مگر قریش (مہاجرین) نے اس کے ساتھ نرم گفتار اور حسن سلوک سے کام لیا اور اس کے اسلام لانے کو پسند کیا اور نگاہ عزت وقدر کے ساتھ دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امان دے دی تو انہوں نے آپ کو اپنے مدحیہ اشعار سنائے جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کی تھی اور یہ مجموعہ قصیدہ بانت سعاد کے نام سے معروف ہے کیونکہ اس کا مطلع اِس تشبیب سے شروع ہوتا ہے۔

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول — متیم عندھا لم یُشْفَ مکبول

میری محبوبہ سعاد جُدا ہو گئی ہے لہٰذا میرا دل آج کے دن فساد اور اک دلعلم میں مبتلا ہے وہ اسی کے ہاں مرضِ عشق کا شکار ہے اور اس کے ہاں قیدی جس کو نہ مرضِ عشق سے شفا ملی ہے اور نہ قید ہی سے رہائی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی جس کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اولاد سے زر کثیر صرف کر کے حاصل کیا اور بقول ابان یہ وہی چادر مبارک تھی جس کو لبعد میں خلفاء عیدین کے موقعہ پر اوڑھتے تھے اور برکت حاصل کرتے تھے۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے لوگوں نے اشعار سنائے جن میں حضرت عباسؓ۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ۔ حضرت حسان۔ حضرت ضمار اور اسد بن زنیم اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اور دوسرے بہت سے حضرات شامل ہیں جن کو میں نے کتاب الاشعار میں ذکر کیا ہے۔

پندرھواں باب

طرز اور کیفیتِ رفتار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کسی شے پر ٹیک لگا کر اور سہارا لے کر چل رہے ہوں یعنی آگے کی طرف میلان دیکھ کر۔

لقیط بن صبرہ اپنے باپ حضرت صبرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے در دولت پر حاضر ہوا۔ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف ملاقات حاصل کرنا چاہتے تھے مگر ہم نے آپ کو حضرت صدیقہ کے ہاں موجود نہ پایا۔ تھوڑی دیر گذری تو آپ تشریف لے آئے اور چلنے کا انداز یوں تھا کہ پاؤں زمین پر سے پوری قوت کے ساتھ اٹھاتے اور اوپر والا حصۂ بدن آگے کی طرف مائل محسوس ہوتا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدل چلتے تو یوں معلوم ہوتا گویا کہ آپ بلندی سے اتر رہے ہیں اور میں نے حسن رفتار کے ساتھ حسن جسامت اقدس اور جمال سراپا کا مشاہدہ کیا تو یقین ہوا کہ آپ جیسا حسین پہلے کبھی دیکھا ہے اور نہ پھر کبھی دیکھا جا سکتا ہے۔ لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ بلندی سے اتر رہے ہیں اور جب کسی طرف متوجہ ہوتے تو پورا بدن اقدس ہی ادھر پھیر لیتے (محض منہ مبارک اور آنکھوں کو ادھر ادھر نہیں پھیرتے تھے) آپ کی نظریں بالعموم نیچی رہتیں اور آسمان کی طرف اٹھنے کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتیں آپ کے دیکھنے کا انداز بالعموم ملاحظہ ہوتا (یعنی کنکھیوں سے دیکھنا۔)

خود پیچھے چلتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگے آگے چلنے کا حکم ہوتا اور جو شخص بھی آپ سے ملاقات کرتا تو آپ اس کو پہلے سلام دیتے اور اس کے سلام کا انتظار نہ فرماتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک تھا۔ آپ کے ساتھ پیدل چلتا تو آپ مجھ سے سبقت لے جاتے اور جب دوڑتا تو بھی آگے بڑھ جاتے (گویا کہ نہ چلتے بنتی اور نہ دوڑتے) میں نے دل میں سوچا اور اندازہ لگایا کہ آپ کے لیے زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور مسافتوں کی طوالت سکڑ جاتی ہے۔[عہ]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفتار میں تیز کسی کو نہیں دیکھا۔ گویا کہ زمین آپ کے لیے لپیٹ دی جاتی تھی۔ ہم اپنے آپ کو ساتھ رکھنے کے لیے

عہ جس کو صوفیہ کرام طئی مکان سے تعبیر فرماتے ہیں) یہ رفتار تو عادت کے مطابق تھی اور خرق عادت کے طور پر چلتے تو جبرئیل و رفرف بھی ساتھ نہ دے سکے اور نہ ارواح انبیاء

مشقت میں ڈالتے اور سخت جد و جہد کرتے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی قسم کی مشقت نہ اٹھاتے اور نہ طبیعت اقدس پر کوئی گرانی اور کلفت محسوس ہوتی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑیوں پر پاؤں رکھے جا رہے ہوں یعنی کوئی آپ کے اتنا قریب چل رہا ہو سبھی لوگ ساتھ دبینے سے قاصر رہتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر نکلتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے آگے چلتے اور آپ کی پشت مبارک کو ملائکہ کے لیے چھوڑ دیتے تاکہ وہ بلا روک ٹوک آپ کے پیچھے چل سکیں اور ازدحام خلق سے انہیں تکلیف نہ پہنچے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ایک موقعہ پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلا اور اپنے طور پر یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ آپ اسے پسند یا ناپسند فرماتے ہیں۔ آپ نے مجھے ہاتھ مبارک سے پکڑا اور اپنے برابر کر لیا تو میں نے جان لیا کہ آپ پیچھے چلنے کو پسند نہیں فرماتے۔

سولھواں باب

شانِ تبسّم

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری قوت سے ہنستے نہیں دیکھا تا کہ میں آپ کے لہوات (حلق میں لٹکے ہوئے گوشت پارہ) کو دیکھ سکوں آپ کا ہنسنا بالعموم تبسّم کی صورت میں ہوتا۔ (اخرجہ البخاری والمسلم)

حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی شخص کو تبسّم فرماتے نہیں دیکھا یعنی آپ سب سے زیادہ تبسّم فرماتے تھے تاکہ ہیبت خداداد سے ہر وقت صحابہ مرعوب ہی نہ رہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی آخری ڈاڑھیں مبارکہ نمایاں ہو گئیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ضحک فرمایا حتیٰ کہ اگلی

ڈاڑھیں مبارکہ نمودار ہوگئیں ع۵

حضرت حصین بن زید کلبی فرماتے ہیں میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی زور سے ہنستے نہیں دیکھا بلکہ صرف تبسم پر اکتفا فرماتے۔

حضرت امام حسین سیّد الشہداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا آپ کا سارا ضحک تبسم ہی ہوتا تھا۔ اور مسکراتے تو دانت مبارک اولوں کے دانوں کی طرح آبدار اور تروتازہ اور انتہائی سفید اور شفاف نظر آتے۔

ہشام بن عروہ اپنے باپ عروہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی اونٹنی پر سوار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری کے لیے آیا اس نے اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے پر بٹھایا اور آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں بیٹھے تھے جن میں نعیمان بھی موجود تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے نعیمان کو فرمایا تیرے لیے افسوس ہے (تو کس طرح آرام سے بیٹھا ہے) اس اعرابی کی اونٹنی کتنی فربہ تھی اور ہمیں گوشت کھانے کا بہت ہی اشتیاق ہے اگر تو اسے ذبح کر دیتا (تو کتنا اچھا ہوتا) اور اگر تو اس کو ذبح کر دے تو ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تاوان ادا کر دیں گے اور گوشت بھی کھالیں گے۔ حضرت نعیمان نے کہا اگر میں ذبح کر دوں تو تم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دو گے اور آپ مجھ پر ناراض ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا ہم قطعاً ایسا نہیں کریں گے۔

حضرت نعیمان اُٹھے نیزہ اس کے سینہ کے قریب حلقوم میں مارا اور وہاں سے چل دیے۔ راستہ میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے گڑھا کھود رکھا ہے اور اس سے کیچڑ مٹی باہر نکال دی ہے تو انہوں نے کہا اے مقداد مجھے اس گڑھے میں چھپا دے اور اوپر کوئی شئی دے دے اور کسی کو میرے متعلق ہرگز نہ بتلانا کیونکہ میں نے ایک سنگین غلطی کی ہے۔ انہوں نے ایسے ہی کیا۔

اعرابی نے اپنی اونٹنی کو دیکھا تو وہ ذبح ہو چکی تھی وہ چلایا اور شور و غُل مچایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور دریافت فرمایا یہ حرکت کس نے کی ہے؟ حاضرین مجلس نے عرض کیا نعیمان نے! آپ نے دریافت فرمایا وہ کدھر ہے؟ انہوں نے کہا اس سمت گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف چلے اور

ع۵ بالعموم تبسم فرماتے اور بعض اوقات ہنسی بھی نیز بعض نے صرف حالت تبسم کا مشاہدہ فرمایا اور بعض نے حالت ضحک کا بھی لہٰذا روایات میں باہم کوئی منافات اور اختلاف نہیں ہے۔

آپ کے ساتھ حضرت حمزہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت مقداد تک پہنچے تو استفسار فرمایا کہ کیا تم نے نعیمان کو دیکھا ہے؟ وہ خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا ضرور بالضرور بتلاؤ وہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا میرے علم میں نہیں! اور ساتھ ہی گڑھے کی طرف اشارہ کر دیا۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر سے پردہ ہٹایا اور فرمایا۔ اے عہد شکن اور غدر پیشہ تجھے اس حرکت پر کس چیز نے برانگیختہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا مجھے یہ مشورہ حضرت حمزہ اور ان کے ساتھیوں نے دیا تھا۔؎ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو راضی فرمایا (اور اس کو اپنی طرف سے بدلہ عطا فرمایا) اور ان کو حکم دیا کہ اس مذبوحہ اونٹنی کو اپنے کام میں لاؤ تو انہوں نے اس کو کھا لیا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نعیمان کے اس فعل وعمل کو یاد فرماتے تو ہنس دیتے حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں آخر تک نمودار ہو جاتیں۔

حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں جب سے مشرف بہ اسلام ہوا ہوں مجھے کبھی بھی آپ نے مجلس اقدس میں حاضری سے نہیں روکا اور جب بھی مجھے دیکھا تو تبسم اور ضحک فرمایا۔

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس شخص کی حکایت بیان فرمائی جو سب سے آخر میں آگ سے نکالا جائے گا اور اس کو جنت میں داخل کر کے کہا جائے گا۔ جتنی جنت تجھے درکار ہے اتنی طلب کر لے۔ وہ اپنی خواہش کے مطابق جب مانگ چکے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جتنی تو نے مانگی ہے وہ بھی تجھے دی جائے گی اور پوری دنیا کی وسعت سے دس گنا زائد بھی۔ تو وہ عرض کرے گا تسخر بی وانت الملک۔ اے اللہ تعالیٰ تو بادشاہ ہو کر اور احکم الحاکمین ہو کر میرے ساتھ تمسخر اور استہزاء فرماتا ہے۔ (کہاں میں گنہگار اور سب سے کمتر و کمتر اور کہاں اتنی عظیم عطاء و بخشش) تو آپ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی آخری ڈاڑھیں مبارکہ بھی حاضرین مجلس پر نمایاں ہو گئیں۔

ان جملہ احادیث سے اور ان کے علاوہ بہت سی احادیث سے بالعموم آپ کا تبسم پر اکتفا فرمانا ثابت ہوتا ہے اور بہت کم ضحک فرمانا اور ہنسنا لیکن قہقہہ کے ساتھ ہنسنا قطعاً ثابت نہیں البتہ ایک روایت جو

؎ باہم عہد و پیمان کے باوجود حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی بتلا دیا اور حضرت مقداد نے بھی اشارہ کر کے ان کی مخبری کر دی حالانکہ عہد شکنی تو درست نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایفاء عہد حق نعیمان تھا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر صحیح صورت حال بتلانا حق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور جب حق رسول اور حق غیر میں تصادم لازم آئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق مقدم ہوتا ہے لہذا ان پر حقیقت حال عرض کرنا فرض و واجب تھا اور اخفاء و کتمان حرام و ناجائز فافہم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ ان سب کے خلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو میرے پاس تین آدمی آئے جو ایک عورت سے پیدا ہونے والے لڑکے میں جھگڑا کرنے والے تھے اور ان میں سے ہر ایک اس کے متعلق یہ دعویٰ کرتا تھا کہ یہ میرا لڑکا ہے کیونکہ انہوں نے دور جاہلیت کی قباحت اور عادت قبیحہ کے مطابق) اس کے ساتھ طہر واحد میں زنا کیا تھا۔ تو میں نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی۔ جس کے نام قرعہ نکلا میں نے لڑکا اُسکے حوالے کیا اور اُسی کا بیٹا قرار دیا اور دوسرے دو آدمیوں کو دیت و خونبہا کی دو تہائی عطا کر دی۔ جب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو یہ صورت حال آپ سے عرض کی۔ آپ اس زور سے ہنسے کہ آپ نے اپنا پاؤں مبارک زور سے زمین پر مارا اور پھر فرمایا۔ تم نے اُن کے درمیان اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ فرمایا یا یوں فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے اس فیصلہ کو پسند فرمایا ہے۔

لیکن یہ حدیث پایہ ثبوت تک نہیں پہنچی اور اس میں راویوں کی جو جماعت ہے وہ سبھی مجروح ہے اور قابل اعتراض اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ امر ثابت نہیں کہ آپ تبسم سے تجاوز فرماتے تھے (اور آپ کا ضحک اور ہنسنا بھی تبسم کے قریب ہوتا تھا کیونکہ اس میں کوئی خاص آواز سنائی نہیں دیتی تھی)

سترھواں باب

پسندیدہ کلام

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ بیماریوں میں تعدی ہے اور نہ بدفالی (موثر حقیقی محض اللہ تعالیٰ ہے اور اسباب اس کے قبضہ قدرت میں مغلوب و مقہور ہیں چہ جائیکہ جو اسباب بھی نہ ہوں ان کو موثر مستقل تسلیم کر لیا جائے جیسے کہ اہل جاہلیت کا زعم فاسد تھا) اور فرمایا کہ مجھے نیک فال اچھی لگتی ہے اور بھلی معلوم ہوتی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا فال کیا ہے؟ تو فرمایا اچھا کلمہ۔ یعنی سفر پر نکلتے وقت مثلاً کسی سے سالم و غانم کا لفظ سنا تو یہ نیک فالی ہو گئی (اخرجہ البخاری والمسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مقصد کے لیے گھر سے نکلتے تو آپ کو یہ بات پسند ہوتی کہ کسی کی زبانی یا راشد یا نجیح سماعت فرمائیں یعنی اے مقصود تک راہ پانے والے۔ اے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہونے والے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال اختیار فرماتے اور بُری فال نہ لیتے اور اچھے نام پسند فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا اور پسندیدہ کلمہ میری زبان سے سُنا جو آپ کو بھلا معلوم ہوا تو اس پر اظہار پسندیدگی کرتے ہوئے فرمایا۔ اخذنا فالك من فيك۔ ہم نے تیری نیک فالی تیرے منہ اور تیری زبان سے وصول کر لی ہے۔

اٹھارھواں باب

ناپسندیدہ نام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بُرے نام اچھے اور حسین ناموں سے تبدیل فرما دیتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عاصیہ کا نام بدل کر جمیلہ رکھ دیا۔

انیسواں باب

تحفے اور ہدیے

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ کو شرف قبولیت بخشتے اور اس پر جوابی طور پر انعام بھی عطا فرماتے اور اس سے بہتر تحفہ عطا فرماتے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں بخدا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مہینہ مہینہ اس حال میں گذرتا کہ ان کے ہاں روٹی نہیں پکتی تھی۔ عرض کیا گیا اے ام المومنین تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا تناول فرماتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پڑوسی انصار تھے اور ان کا کچھ دودھ ہوتا تھا وہ اس سے بارگاہِ نبوی میں ہدیہ بھیجا کرتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال اختیار فرماتے اور بُری فال نہ لیتے اور اچھے نام پسند فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا اور پسندیدہ کلمہ میری زبان سے سُنا جو آپ کو بھلا معلوم ہوا تو اس پر اظہار پسندیدگی کرتے ہوئے فرمایا۔ اخذنا فالك من فيك۔ ہم نے تیری نیک فالی تیرے منہ اور تیری زبان سے وصول کر لی ہے۔

اٹھارھواں باب

ناپسندیدہ نام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بُرے نام اچھے اور حسین ناموں سے تبدیل فرما دیتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عاصیہ کا نام بدل کر جمیلہ رکھ دیا۔

انیسواں باب

تحفے اور ہدیے

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ کو شرف قبولیت بخشتے اور اس پر جوابی طور پر انعام بھی عطا فرماتے اور اس سے بہتر تحفہ عطا فرماتے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں بخدا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مہینہ مہینہ اس حال میں گذرتا کہ ان کے ہاں روٹی نہیں پکتی تھی۔ عرض کیا گیا اے ام المومنین تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا تناول فرماتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پڑوسی انصار تھے اور ان کا کچھ دودھ ہوتا تھا وہ اس سے بارگاہِ نبوی میں ہدیہ بھیجا کرتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری طرف بھیڑ بکری کے پاؤں کا گھٹنے سے نچلا حصہ بھی ہدیہ کیا جائے تو میں ضرور قبول کرلوں گا اور اگر میری ایسے ہی گوشت کے ساتھ دعوت کی جائے تو میں ضرور قبول کرلوں گا یعنی اس ہدیہ اور دعوت کو اس کے معمولی ہونے کی بنا پر رد کر کے ہدیہ پیش کرنے والوں اور دعوت دینے والوں کی دل شکنی نہیں کرونگا۔

بیسواں باب

مشاورت

ام المومنین حبیبۂ حبیب خدا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی شخص کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے نہیں دیکھا یعنی آپ سب سے زیادہ مشورہ فرمانے والے تھے ف۔

اکیسواں باب

بوقت بارش آپکا معمول

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم پر بارش برسی اور ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے

ف۔ یہی اللہ تعالے کا ارشاد گرامی تھا وشاورھم فی الامر۔ ان کے ساتھ ہر معاملہ میں مشورہ کرو اور جب آپ کسی امر کا عزم کرلو تو پھر اللہ تعالے پر بھروسا کرتے ہوئے اسے کر گذرو۔ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ آپ کا مقصود اس مشاورت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمانا تھا اور مشورہ کی اہمیت بتانا کہ جس ذات اقدس کا براہ راست خدا تعالیٰ سے تعلق ہے اور ہر وقت وحی نازل ہورہی ہے وہ مشورہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں تو دوسروں کے لیے بطریق اولیٰ مشورہ کرنا ضروری ہے۔
نیز جو لوگ اپنے آپ کو عقل کل سمجھ بیٹھے ہیں اُن کے لیے سامان عبرت ونصیحت بھی مہیا کرنا مقصود تھا۔

ھذا واللہ ورسولہ اعلم

آپ نے اپنے سرمبارک سے کپڑا ہٹا دیا حتی کہ بارش کے قطرات سر اقدس پر پڑے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس طرح کیوں کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا تازہ شاہکار ہے اور اس کا تعلق رب کریم جل وعلیٰ کے ساتھ تازہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان بارش نازل ہونے لگتی تو اپنے سروں سے کپڑے ہٹا دیتے (اور بارش کے قطرات اپنے سروں پر لیتے) اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے یہ تازہ تازہ ہمارے رب تبارک وتعالیٰ سے تعلق رکھنے والی ہے اور عظیم برکت کی مالک ہے۔

بائیسواں باب

مشکوک مجالس سے بچنا

حضرت صفیہ بنت حیی ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب اقدس واطہر صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں اعتکاف فرماتھے۔ میں رات کے وقت زیارت کرنے کے لیے حاضر ہوئی۔ بات چیت کرنے کے بعد اٹھی اور گھر کو لوٹی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی میرے ساتھ اٹھے تاکہ مجھے مسجد کے دروازے تک پہنچا آئیں اور الوداع کریں۔ ان کا مسکن ان دونوں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے دار میں تھا (ہم دونو مسجد کے دروازے پر کھڑے تھے) کہ اس دوران دو انصاری جوان وہاں سے گذرے۔ جب حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیزی سے گذرے آپ نے فرمایا۔ ذرا ٹھہریئے۔ یہ عورت جو میرے ساتھ کھڑی ہے یہ میری زوجہ صفیہ بنت حیی ہے۔ انہوں نے آپ کے اظہار برأت پر از راہ تعجب سبحان اللہ کہا یعنی کیا ہم آپ کے متعلق یہ گمان کر سکتے تھے کہ آپ نے نفی تہمت اور اظہار برأت کے لیے اس طرح فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم وانی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شرا او شیئاً۔

بیشک شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے اور وساوس میں مبتلا کر دیتا ہے اور مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں بھی اس طرح کی کوئی شئی نہ ڈال دے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی کا وہاں سے گذر ہوا تو آپ نے فرمایا اے فلاں یہ میری

بیوی ہے۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ میں کسی اور کے متعلق تو اس طرح کا خیال دل میں لا سکتا تھا مگر آپ کے متعلق تو قطعاً اس قسم کا خیال نہیں کر سکتا تھا (لہذا اظہار برات کے لیے یہ طریقہ اختیار فرمانے کی کیا ضرورت تھی) تو آپ نے فرمایا کہ شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے (اور وساوس میں مبتلا کر دیتا ہے) پہلی روایت بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہے اور یہ آخری روایت صرف مسلم شریف میں مروی ہے۔

تئیسواں باب

رضا اور خفا

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ انور یوں چمکتا دکھائی دیتا گویا وہ محیط قمر ہے اور اس کا دائرہ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے تو آپ کا چہرہ انور سرخ دکھائی دیتا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو آپ کا چہرہ اقدس بتا دیتا کہ یہ امر آپ کو پسند نہیں ہے۔

حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور غم و غصہ سخت ہوتا تو آپ اپنی داڑھی مبارک کو زیادہ مس فرماتے۔

چوبیسواں باب

میل جول

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ماموں حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے دریافت

ف۔ ان روایات سے ظاہر ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر و باطن ایک تھا اور چہرہ اقدس قلبی کیفیات کا آئینہ دار تھا اور یہی صحیح متبع کی علامت ہے اور کامل ایماندار کی اور جس میں حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصلت مبارک کی جھلک نظر نہیں آتی۔ اندر کچھ ہوتا ہے اور ظاہر کچھ تو گویا وہ عملی نفاق کا شکار ہے۔

کیا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف نکلتے اور ان سے ملتے تو آپ کا طرزِ عمل کیا ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ اپنی زبان اقدس کو صرف مقصد کی بات اور ضروری کلام میں استعمال فرماتے ورنہ خاموشی اختیار فرمائے رکھتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے الفت و محبت فرماتے اور ان کو متنفر نہیں کرتے تھے۔ ہر قوم کے سردار اور رئیس کی عزت فرماتے اور اسی کو اس قوم پر بعد از اسلام امیر اور والی بناتے۔ عام لوگوں سے پرحذر رہتے اور الگ تھلگ مگر کسی کو اپنی خوش گفتاری اور خوش اخلاقی سے محروم نہیں فرماتے تھے بلکہ ہر ایک سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے اور اپنے صحابہ کی خبر گیری فرماتے اور پرسش احوال۔ لوگوں سے اُن کے درمیان دائر معاملات کے متعلق دریافت فرماتے۔ خوب اور درست امر کو درست قرار دیتے اور اس کی تائید و تقویت فرماتے اور غلط و قبیح امر کی قباحت بیان فرماتے اور اس کا ابطال و ازالہ اور اس کے وہن و ضعف واضح فرماتے۔ آپ کے معاملات میں اعتدال اور میانہ روی ہوتی اور افراط و تفریط والا اختلاف نہیں ہوتا تھا۔ آپ تغافل شعاری کو اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیتے تھے تاکہ کہیں صحابہ رضی اللہ عنہم بھی غفلت کا شکار نہ ہو جائیں اور اس طرف میلان پیدا کر لیں۔

ہر قسم کی صورتحال سے نپٹنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے۔ نہ حق میں کوتاہی اور تقصیر سے کام لیتے اور نہ ہی حق سے تجاوز فرماتے۔ جو لوگ آپ کے قریب رہتے تھے وہ سب سے افضل اور بہتر تھے اور ان میں سب سے افضل آپ کے نزدیک وہی تھا جس کی ہمدردی اور خلوص ہر ایک کے لیے عام تھا۔ ان سب میں سے آپ کے نزدیک عظیم مرتبت و منزلت کا مالک وہی تھا جو سب سے زیادہ ہمدردی و غمخواری اور لوگوں کے بوجھ اُٹھانے میں حسن سلوک کا مظاہرہ کرنے والا تھا۔ جب بھی آپ اُٹھتے تو زبان اقدس پر ذکر خدا جاری ہوتا اور جب بھی کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو زبان اقدس ذکر باری تعالےٰ سے تر و تازہ ہوتی اور جب کسی قوم کے ہاں تشریف لے جاتے تو جہاں مجلس کی انتہا ہوتی وہاں ہی آخر میں بیٹھ جاتے اور میر مجلس بننے اور صدر نشین ہونے کی کوشش نہ فرماتے اور اسی کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی حکم دیتے۔ ہر ہمنشین کو اس کا حصہ و نصیبہ مرحمت فرماتے اور آپ کا ہمنشین کبھی یہ محسوس نہیں کرتا تھا کہ مجھ سے زیادہ بھی آپ کے ہاں کوئی عزت و کرامت والا ہے۔ جو شخص آپ کی مجلس اقدس میں بیٹھتا یا کسی حاجت و مقصد کے لیے آپ کے ساتھ کھڑا ہوتا تو آپ اپنے آپ کو اس کی خاطر پابند بنائے رکھتے تاوقتیکہ وہ خود نہ لوٹتا آپ اس کو چھوڑ کر نہیں جاتے تھے۔ جو شخص آپ سے سوال کرتا اور کوئی چیز مانگتا تو آپ سوال پورا فرماتے اور پھر لوٹاتے۔ یا انتہائی نرم انداز میں معذرت کے ساتھ رخصت فرماتے آپ کی فراخدلی اور حسن خلق سب کو دامن کرم و عنایت میں لیے ہوئے تھا حتیٰ کہ آپ سب کے باپ بن چکے تھے اور حق و انصاف میں سبھی اعلیٰ و ادنیٰ آپ کے نزدیک برابر تھے۔ آپ کی مجلس مبارک حلم و حیاء اور صبر و امانت

کی مجلس تھی۔ نہ اسمیں آوازے بلند کیے جاتے تھے۔ اور نہ ہی اس میں ہتک عزت و حرمت کی جاتی تھی۔ آپ کی مجلس مبارک میں حاضری دینے والے اور آپ کے ہمنشین تقویٰ و پرہیز گاری کے ساتھ ایک دوسرے پر رحم کھاتے اور ہمدردی و غمخواری کا مظاہرہ فرماتے۔ تواضع اور انکساری سے کام لیتے۔ بڑوں کی تعظیم و توقیر کرتے اور چھوٹوں پر رحمت و شفقت فرماتے۔ حاجتمند کو دوسروں پر ترجیح اور فوقیت دیتے اور غریب الوطن اور مسافر و پردیسی کی حفاظت اور دیکھ بھال فرماتے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت ہند سے کہا آپ کی عادت مبارکہ اور سیرت طیبہ اپنے ہمنشینوں اور مصاحبوں کے ساتھ کیسی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا آپ ہر وقت خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ اخلاق و عادات میں نرمی اختیار فرماتے۔ پہلو اور جانب کو ان کے لیے نرم رکھتے یعنی نرم دلی اور شفقت و رافت سے پیش آتے۔ نہ ہی ذرہ بھر کسی کی عیب جوئی فرماتے اور نہ ہی زیادہ مدح سرائی۔ جس چیز کی آپ کو خواہش نہیں ہوتی تھی اس سے عمداً بے توجہی و بے التفاتی کا اظہار فرماتے۔ آپ سے امیدیں وابستہ کرنیوالا ناامیدی اور نامرادی کا شکار نہیں ہوتا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین امور سے اپنے آپ کو دور رکھا، جھگڑنے۔ زیادہ کلام کرنے یا دنیا کا زیادہ تذکرہ کرنے اور غیر ضروری اور بے مقصد گفتگو سے اور لوگوں کو بھی تین امور سے دور رکھا۔ کسی شخص کی مذمت نہیں فرماتے تھے اور نہ عیب لگاتے اور نہ کسی کی عیب جوئی فرماتے اور نہ عیوب و نقائص معلوم کرنے کی کوشش فرماتے اور صرف وہی کلام فرماتے اور حکم دیتے جس میں ثواب اور اجر کی امید رکھتے۔

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم سروں کو یوں جھکا کر دم بخود ہو کر بیٹھتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور ذرا جنبش ہوئی تو فوراً اڑ جائیں گے، جب آپ سکوت فرماتے تب وہ کلام کرتے۔ ان کے ہاں کسی بات میں جھگڑا نہیں کرتے تھے اور بحث و مباحثہ میں نہیں پڑتے تھے جو شخص آپ کی مجلس اقدس میں کلام کرتا تو سبھی خاموشی کے ساتھ اس کو سنتے تاآنکہ وہ اپنے کلام سے فارغ ہو جاتا۔ ان سب کی بات وہی ہوتی جو پہلے کی ہوتی یعنی اختلاف و نزع سے دور رہنے کی سعی فرماتے۔

حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہنستے جس سے کہ وہ ہنستے اور آپ بھی اس امر سے اظہار تعجب فرماتے جس سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اظہار تعجب فرماتے۔ غریب الوطن اور اجنبی شخص سوال اور استفسار میں جفا کاری اور سخت لب و لہجہ سے کام لیتا تو اس پر صبر فرماتے حتیٰ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے لوگوں کو کھینچ کر آپ کی بارگاہ میں لاتے تاکہ وہ کھل کر سوال کریں اور حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب سے مشرف فرماویں اور مخلص صحابہ بھی طرح استفادہ کریں اور فیض یاب ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جب کسی بھی ضرورتمند کو دیکھو تو اُسے یہاں لایا کرو۔ آپ کسی کے کلام کو قطع نہیں فرماتے تھے، جب تک کہ وہ حق سے تجاوز نہ کرتا اگر تجاوز کرتا تو اس کی بات کاٹتے اور اُسے ٹوکتے یا اُٹھ کر چلے جاتے تاکہ خود بخود اس کو اپنے کلام کی قباحت و ناپسندیدگی معلوم ہو جائے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث اور روایت کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ایک عرصہ تک مخفی رکھا۔ جب میں نے بیان کی تو معلوم ہوا کہ انہوں نے مجھ سے پہلے ہی حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے اس کو دریافت کر لیا تھا اور میں نے ان کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لے جانے اور حرم سرا سے باہر قدم رنجہ فرما ہوتے کی کیفیات کے متعلق بھی دریافت کر رکھا تھا۔

حضرت حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم سرا اور دولتکدہ میں تشریف فرما ہوتے کے بعد اعمال و اشغال کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان اوقات کے تین حصے فرماتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت کے لیے، دوسرا حصہ اہل خانہ کے لیے اور تیسرا حصہ اپنے آرام وسکون اور ضروری امور کے لیے۔ پھر اپنے مخصوص حصہ کو بھی اپنے اور لوگوں کے درمیان مشترک فرما دیتے لیکن صرف خواص اسوقت حاضری دیتے اور آپ خواص پر یہ اعتماد اور بھروسا رکھتے کہ وہ میرے علوم اور تعلیمات کو عوام تک پہنچائیں گے اور آپ ان سے کوئی امر پوشیدہ نہیں رکھتے تھے (جس کے بیان کرنے میں اُن کے لیے کسی طرح کا کوئی فائدہ ہوتا) جو وقت آپ نے اُمت کے لیے مخصوص فرما لیا تھا۔ اس میں آپ کی سیرت مبارکہ اور عادت کریمہ یہ تھی کہ اہل فضل کو اُن کے فضل اور برتری کے مطابق ترجیح دیتے اور فوقیت دیتے، کسی کی ایک ضرورت ہوتی، کسی کی دو حاجتیں ہوتیں اور کوئی بہت زیادہ حوائج لے کر حاضر ہوتا۔ آپ اُن کے ساتھ مشغول و مصروف رہتے اور انہیں بھی اُن امور میں مشغول و مصروف رکھتے جو اُن کے لیے موجب اصلاح و فلاح ہوتے۔ ان سے ضروریات و حاجات دریافت فرماتے۔ پھر انہیں مناسب اور موزوں طریق کار کی اطلاع و خبر دیتے اور آپ فرماتے۔ یبلّغ الشاھد الغائب۔ حاضرین کو چاہیے کہ جو غائب ہیں انہیں بھی ان احکام اور اوامر کی تبلیغ کریں۔ جو شخص اپنی حاجت مجھ تک پیش کرنے سے قاصر ہے تم اس کی حاجت و غرض مجھے بتلاؤ۔ کیونکہ جو شخص کسی بادشاہ اور حاکم وقت کو ایسے آدمی کی حاجت و ضرورت سے آگاہ کرتا ہے جو خود اپنی حاجت اور عرض پیش کرنے سے قاصر ہے اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کو ثابت قدم رکھے گا۔ ایسے لوگ ہماری مجلس میں داخل ہوتے ہیں۔ درانحالیکہ وہ قوم کے لیے حاجات و ضروریات کا انتظام و انصرام کرنے والے ہوتے ہیں اور جب تک علوم و اسرار سے فیضیاب نہیں ہو لیتے اور ان کی اپنی ضروریات

پوری نہیں ہو جاتیں وہ اس مجلس سے الگ نہیں ہوتے اور جب نکلتے ہیں تو لوگوں کے لیے دلیل خیر اور ہادی و رہنما بن کر نکلتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ جواد و کریم تھے اور وسیع القلب اور حجت و دلیل میں سب سے زیادہ صادق۔ نرم پہلو اور نرم دل اور سب سے زیادہ اکرم باعتبار عشیرت و قبیلہ کے۔ جو آپ کو اچانک دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا اور جو شخص آپ کے ساتھ میل جول رکھتا اور جان پہچان پیدا کر لیتا تو آپ سے محبت کرنے لگتا۔ جو شخص بھی ان کی تعریف و توصیف کرنے لگتا وہ اس اقرار و اعتراف کے بغیر مدح و ثنا کو ختم نہیں کرتا تھا۔

لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

میں نے آپ سے قبل آپ کی مثل و نظیر دیکھی اور نہ ہی آپ کے بعد ف

پچیسواں باب

یمین و قسم کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی قسم یہ تھی۔ لا ومقلب القلوب۔ صورت حال یوں نہیں ہے۔ مجھے دل میں انقلاب اور تبدیلی پیدا فرمانے والی ذات اقدس کی قسم ہے۔ (بخاری)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ والذی نفسی بیدہ لآنیۃ الحوض اکثر من عدد نجوم السماء وکواکبہا فی اللیلۃ المُصْحِیَۃ۔ مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے حوض کوثر کے جام اور پیالے آسمان کے ان نجوم و کواکب سے بھی زائد ہیں جو آندھی اور باد و باراں وغیرہ سے خالی رات میں نظر آتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی قسم لا واستغفر اللہ تھی یعنی معاملہ ایسے نہیں ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔

ف۔ رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ نہیں ہے دوسرا آئینہ — نہ ہماری چشم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

چھبیسواں باب

کلام برِ برخاستِ مجلس

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں جب صحابہ کرام علیہم الرضوان جمع ہوتے اور آپ اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو زبان اقدس پر یہ مقدس کلمات جاری فرماتے۔ سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك۔

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حیات طیبہ طاہرہ کے آخری ایام میں مجلس برخاست ہونے لگتی اور اٹھنے لگتے تو فرماتے۔ سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اب آپ ایسے کلمات وردِ زبان بناتے ہیں جو قبل ازیں نہیں سنتے تھے؟ آپ نے فرمایا یہ کلمات طیبات مجلس میں جو فروگذاشت ہو جائے اس کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں۔

ابواب زہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم

باب اوّل

دنیا سے اعراض اور بے اتفاقی

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر آرام فرما ہوتے تو اس کے اثرات اور نشانات جسد اطہر پر نمایاں نظر آتے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ ہمیں اطلاع دیتے تو ہم نرم ترین بچھونا آپ کے لیے بچھاتے تاکہ یہ تکلیف نہ ہوتی اور جسد اطہر چٹائی سے اس طرح متاثر نہ ہوتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے دنیا سے کیا تعلق اور اُسے مجھ سے کیا واسطہ میری اور دنیا کی حالت یوں ہے جیسے ایک سوار نے سخت گرم دن کے اندر سفر کیا اور دوران سفر ایک درخت کے نیچے قیلولہ کیا پھر کوچ کر گیا اور درخت کو چھوڑ گیا۔ ف

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مکہ مکرمہ کی وادی بطحا کو سونا بنا کر مجھ پر پیش کیا۔ میں نے عرض کیا نہیں اے میرے رب کریم (مجھے یہ سونا درکار نہیں ہے) بلکہ میں ایک دن بھوکا رہوں گا اور دوسرے دن پیٹ بھر کر کھاؤں گا۔ جب کھاؤں گا تو حمد و شکر بجا لاؤں گا اور جب خالی پیٹ ہوں گا تو تیری بارگاہ بے نیاز میں سر عجز و نیاز جھکاؤں گا۔ تفرع و زاری کروں گا۔ اور دُعا کروں گا۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے دو گدے اور بچھونے بنائے۔ جن کے اندر کھجور کا جالی والا چھلکا تھا اور خوشبودار گھاس جو سرکنڈا کی مانند ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا۔ مجھے دنیا سے کیا غرض اور دنیا کو مجھ سے کیا واسطہ و تعلق۔ میری اور دنیا کی حالت و کیفیت یوں ہے جیسے راہرو مسافر دوپہر کو آرام و سکون حاصل کرنے کے لیے تھوڑی دیر ایک درخت کے نیچے لیٹتا ہے اور قیلولہ کرتا ہے جب سایہ

ف۔ یہ حالت و کیفیت صرف آپ کی نہیں بلکہ سبھی کی ہے مگر امام الانبیاء و والامم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کر کے اور اپنا عمل ہمارے سامنے رکھ کر ہمیں سبق دیا ہے کہ اس سرا کو منزل نہ سمجھ بیٹھیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں سبق حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

ڈھلتا ہے تو اپنی منزل کی طرف چل دیتا ہے اور پھر کبھی لوٹ کر اس طرف نہیں آتا۔

دوسرا باب

شانِ قناعت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے۔ اللھم اجعل رزق آل محمد قوتاً۔ اے اللہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رزق محض قوت کی حد تک ہو جس سے رشتہ حیات برقرار رہے (یعنی ناز و نعم میں پروردہ لوگوں جیسے انواع و اقسام کے کھانوں سے دور رکھ) اخرجہ البخاری والمسلم۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی رات کا کھانا صبح کے لیے بچا کر نہ رکھا اور نہ صبح کا رات کے لیے اور نہ ہی کوئی شئی جوڑا جوڑا بناتے نہ دو کرتے۔ نہ دو تہمد اور نہ ہی دو اوڑھنے والی چادریں اور نہ ہی دو جوتے اور نہ ہی کبھی گھر میں فارغ دیکھے گئے یا تو کسی مسکین کو جوتا سی کر دے رہے ہوتے یا بیوہ اور بے آسرا عورتوں کو کپڑے سی کر دے رہے ہوتے۔

تیسرا باب

اشیاء کا ذخیرہ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آنے والے اوقات و ایام کے لیے ذخیرہ نہیں کیا کرتے تھے (بلکہ اللہ تعالےٰ کی رزاقیت و رب العالمینی پر مکمل اعتماد اور بھروسا فرماتے اور یہ یقین رکھتے کہ جو کل کا دن لائے گا وہ کل کی روزی بھی ساتھ ہی لائے گا۔

چوتھا باب

روایاتِ ذخیرہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنو النضیر کے اموال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مال غنیٔ تھے۔ جن پر اہل اسلام نے نہ گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ ہی اونٹ یعنی بغیر جنگ وجدال اور حرب و قتال کے ہاتھ آئے تھے اور وہ اموال نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ مخصوص تھے۔ آپ ان میں سے اہل بیت اور اہل خانہ کا ایک سال کا خرچہ نکالکر جو باقی بچتا اس کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ہتھیار اور سواریاں حاصل کرنے میں خرچ فرماتے۔

حضرت ابن عیینہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مجھے معمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کیا تم نے اس شخص کے متعلق کوئی حدیث سُنی ہے جو اپنے اہل وعیال کے لیے ایک سال یا اس سے کم وبیش کا نفقہ ذخیرہ کر رکھے۔ اس وقت فوراً تو مجھے کوئی حدیث یاد نہ آئی مگر بعد میں وہ حدیث یاد آئی جو زہری رضی اللہ عنہ نے حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ نبی خدا علیہ التحیۃ والثناء بنو النضیر کی کھجوروں کا پھل فروخت فرماتے اور اپنے اہل خانہ کے لیے ایک سال کا نفقہ بچا لیتے۔

یہ روایت اور پہلی حدیث ایک ہی ہے اور معنی ومفہوم میں پوری طرح یکسانیت موجود ہے اور بخاری ومسلم دونوں اس پر متفق ہیں (لہذا اس کی صحت میں بھی کلام نہیں)۔

لہذا یہاں سائل کو سوال کرنے کا حق پہنچتا ہے کہ پہلے باب میں مروی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذخیرہ نہیں فرماتے تھے اور اس سے ذخیرہ کرنا ثابت ہو رہا ہے تو ان میں تطبیق و موافقت کیسے پیدا کی جائے گی؟ تو جواب یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنی ذات کے لیے ذخیرہ نہیں فرماتے تھے اور اہل خانہ کے اخراجات آپ پر واجب الادا تھے۔ لہذا ان کی ادائیگی کے لیے ذخیرہ فرماتے (گویا وہ ذخیرہ آپ اپنے لیے نہیں کرتے تھے اور نہ آپ کا اپنا ہوتا تھا بلکہ ازواج مطہرات کے حوالے کر دیا جاتا اور وہ ان کا ذخیرہ ہوتا)۔

پانچواں باب

نفقات و اخراجات

زید بن سلام کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ ہوازنی یعنی ابو عامر نے بیان کیا کہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ مؤذن رسول خدا سے ملا اور ان سے عرض کیا اے بلالؓ مجھے بتلائیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کی صورت کیا تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شئی ذخیرہ نہیں کر رکھی تھی بلکہ زمانہ بعثت سے لے کر آخر وقت تک میں ہی جملہ اخراجات اور نفقات کا انتظام و انصرام کیا کرتا تھا۔

جب کوئی مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور وہ ننگے بدن ہوتا تو آپ مجھے حکم فرماتے میں اس کے لیے کوئی شئی قرض لیتا اور چادر وغیرہ خریدتا اس کو پہناتا اور کھلاتا حتیٰ کہ ایک دن ایک مشرک مجھ سے ملا اور کہا میرے پاس بہتیرا مال ہے لہذا اور کسی سے قرض لینے کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ درکار ہو مجھ سے قرض لے لیا کرو۔ میں نے ایسے ہی کیا۔

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ میں وضو کر کے اذان کے لیے کھڑا ہوا تو وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ہمراہ آپہنچا اور مجھے دیکھ کر کہا اے حبشی! میں نے کہا لبیک۔ اس نے سخت کلامی اور تغلیظ و تشدید سے کام لیا اور کہا جانتا ہے مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا قریب الاختتام ہی ہے۔ اس نے کہا صرف چار دن باقی ہیں اور اگر قرض ادا نہ کیا تو میں اس کے بدلے تجھے پکڑ لوں گا۔ کیونکہ میں نے جو کچھ تجھے دیا ہے وہ نہ تیری کرامت و عزت کے پیش نظر دیا ہے اور نہ ہی تیرے نبی و رسول کی خاطر بلکہ میرا صرف اور صرف یہ مقصد تھا کہ تو قرض لے کر واپس تو کر نہیں سکے گا۔ لہذا تجھے اپنا عبد اور غلام بنا لوں گا اور جیسے کہ پہلے تو بھیڑ بکریاں چرایا کرتا تھا پھر تجھے اسی کام پر لگا دوں۔

مجھے اس کی حقارت آمیز گفتگو سے سخت قلق و اضطراب دامنگیر ہوا جیسے کہ ہر شخص کو ایسے کلمات سن کر ہوتا ہے حتیٰ کہ جب عشاء کی نماز پڑھ لی گئی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حرم سرا میں تشریف لے گئے میں در دولت پر حاضر ہوا اور اندر حاضر ہونے کی اجازت کا طلبگار۔ اجازت ملنے پر اندر حاضر ہوا اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ یا رسول اللہ وہ کافر و مشرک جس کے متعلق میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ میں اس سے قرض لیتا ہوں۔ اس نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے اور نہ آپ کے پاس قرض ادا کرنے کے لیے کوئی شئی موجود ہے اور نہ ہی میرے پاس۔ لہذا وہ شخص مجھے رسوا کرے گا اور شرمسار سبھی مجھے اجازت فرمادیں

تاکہ میں ان قبائل میں سے کسی قبیلہ کے ہاں چلا جاؤں جو حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا مال نہ عطا فرما دے جو میرے اٹھائے ہوئے قرضے کی ادائیگی میں کفایت کر سکے میں اُن کے ہاں ٹھہرا رہوں۔

میں رسول معظم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے اُٹھ کر اپنے گھر پہنچا۔ اپنے نیزے اور تلوار کو اپنے پاس اٹھا کر رکھا اور جوتے سر کے قریب رکھ کر مشرق کی جانب منہ کر کے لیٹ گیا تاکہ جوں ہی صبح صادق ہو گھر سے نکل جاؤں، جب بھی آنکھ لگتی فوراً جاگ اٹھتا۔ جب دیکھتا ابھی رات باقی ہے تو پھر سو رہتا حتیٰ کہ صبح کا سفیدہ نمودار ہوا تو میں نے نکلنے کا ارادہ کیا۔ ناگاہ ایک شخص یا بلال اجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہوا بھاگا آ رہا تھا یعنی اے بلال بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دو۔

میں گھر سے چلا۔ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ چار اونٹنیاں ساز و سامان سے لدی ہوئی موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تیرے لیے بشارت ہو۔ اللہ تعالےٰ نے تیرے قرضے کی ادائیگی کے لیے ساز و سامان بھیج دیا ہے۔ میں اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا بجا لایا۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تیرا گذر ان چار اونٹنیوں پر نہیں ہوا۔ (جو باہر دروازہ پر ابٹھائی ہوئی ہیں)۔ میں نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں؟ ارشاد ہوا وہ اور جو کچھ ان پر ہے وہ سب تیرے لیے ہے۔ میں نے دیکھا تو ان پر پہننے کے کپڑے تھے اور خورد ونوش کا سامان تھا جو فدک کے رئیس نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ آپ نے حکم فرمایا اٹھو اور اپنا قرض فوراً ادا کردو۔

میں نے حسبِ الارشاد ان سے کچھ سامان اتارا اور پھر ان کو باندھ کر صبح کی اذان کا ارادہ کیا جب نماز ہو گئی تو بقیع کی طرف نکلا اور اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال کر بلند آواز سے اعلان کرنے لگا جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قرض لینا ہے وہ اپنا قرض وصول کرلے۔ میں اس ساز و سامان کو بیچ کر آپ کا قرضہ ادا کرتا رہا حتیٰ کہ اہل مدینہ کا آپ پر کوئی قرض باقی نہ رہا اور میرے پاس اسّی یا ساٹھ درہم باقی بچ گئے۔

میں مسجد شریف میں حاضر ہوا دن کا اکثر حصہ گذر چکا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے (جواب سلام کے بعد) دریافت فرمایا جو کچھ تیرے حوالے کیا تھا اس کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا جس جس شخص کا قرض واجب الادا تھا سب ادا ہو چکا۔ کیا کچھ بچا بھی؟ آپ نے دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ جی حضور تقریباً دو دینار کی مالیت بچ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ بھی خرچ کر کے مجھے ان سے راحت و سکون مہیا کردو۔ جب تک ان کو خرچ کر کے میرے لیے اطمینان و سکون کا سامان مہیا نہیں کردگے میں اپنے اہل خانہ میں سے کسی کے ہاں بھی نہیں جاؤں گا (بلکہ یہیں بیٹھا رہوں گا) کوئی شخص ایسا نہ آیا جس کو وہ درہم و دینار دیتا۔ چنانچہ آپ اس دن گھر تشریف نہ لے گئے، رات مسجد میں ہی گذاری اور اگلا دن بھی۔ حتیٰ کہ

جب دن ڈھل گیا تو دو سوار آئے ہیں نے اُن کے لیے لباس اور خوراک کا انتظام کر کے اس بقایا رقم کو ختم کر دیا جب عشا کی نماز ادا فرمائی تو مجھے پکار کر فرمایا جو کچھ تیرے پاس بقایا تھا اس کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالے نے آپ کو ان سے چھٹکارا اور راحت عطا فرما دی ہے تو آپ نے اللہ اکبر کہا اور حمد باری تعالے بجا لائے کہ مبادا مجھے موت اور وفات اس حال میں آجائے کہ میرے ہاں یہ درہم و دینار موجود ہوں۔ پھر آپ اپنے دولتکدہ کی طرف متوجہ ہوئے اور میں آپ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ آپ ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے ہاں تشریف لے گئے انہیں سلام فرماتے ہوئے اپنی خواب گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔

یہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفقات اور اخراجات کا حال جس کے متعلق تو نے دریافت کیا تھا۔

چھٹا باب

معیشتِ نبویؐ

ابو حازم فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بارہا دیکھا کہ وہ اپنی انگلیوں سے تین کے ساتھ اشارہ فرما کر کہتے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ابو ہریرہ کی جان ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکے اہل و عیال پوری دنیوی زندگی میں تین دن مسلسل گندم کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ نے دنیائے فانی سے عالمِ جاودانی کو انتقال فرمایا۔

سماک بن حرب نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دوران خطبہ لوگوں کو دنیوی مال و متاع اور اسباب راحت و عیش میسر آنے کا تذکرہ کرتے ہوئے سُنا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا کہ آپ (فقر اور زہد اختیاری کے باعث سارا دن بھوک سے گذار دیتے بسا اوقات کم قیمت کھجوریں بھی بظاہر دستیاب نہیں ہوتی تھیں۔ جن سے آپ پیٹ مبارک پُر فرمائیں۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمایا ہے کہ مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا آپ نے (زمانہ بعثت سے وصال تک) نہ چھاننی کو دیکھا اور نہ ہی چھانے ہوئے آٹے کی روٹی تناول فرمائی۔ میں نے عرض کیا تو پھر اس جو کے آٹے کے ساتھ کیا کرتے تھے جس سے روٹیاں پکاتے تھے (اس کے ان چھنے آٹے کی روٹی

کیسے کھائی جاسکتی تھی، تو فرمایا بس پھونک مار دیتے جو چھان اُڑ گیا اُڑ گیا باقی آٹے کے ساتھ ہی پک جاتا۔ اور کھالیا جاتا۔ ف

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر خندق کھودنے کے دوران تین دن اس حال میں گذر گئے کہ انھوں نے بالکل کھانا تناول نہیں فرمایا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہاں خندق میں ایک سخت پتھر چٹان کی طرح کا نمودار ہو گیا ہے (جو ہماری تمامتر جدوجہد اور سعی و کوشش کے باوجود ٹوٹنے کا نام نہیں لیتا لہذا اب آپ ہی اس کو توڑیں)، آپ نے فرمایا اس پر پانی چھڑکو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پانی چھڑکا آپ تشریف لائے، بیلچہ یا گینتی ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر تین ضربیں اس پر لگائیں تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت کے ٹیلے کی مانند نیچے بہنے لگا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں میں نے آپ کی طرف غور سے دیکھا تو آپ نے اپنے پیٹ مبارک پر پتھر باندھا ہوا تھا۔ اخرجہ البخاری والمسلم)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتی ہیں۔ ہم ایک چاند دیکھتے پھر دوسرا دیکھتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں سے کسی گھر میں بھی چولہا نہیں جلتا تھا۔ میں نے عرض کیا اے خالہ جان! تو پھر تم کس چیز پہ گذارا کرتے؟ آپ نے فرمایا پانی اور کھجوروں پہ۔

محبوبۂ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عروہ کو فرمایا اے بھانجے بخدا ہم یکے بعد دیگرے تین چاند دیکھتے مگر اس دوران سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں سے کسی گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ پھر اتنا عرصہ تم زندہ کیسے رہتے تھے؟ اور کس چیز پر گذران ہوتی تھی؟ آپ نے فرمایا۔ ہماری زندگی کا دارومدار پانی اور کھجوروں پر تھا۔ البتہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی انصار تھے۔ اور کتنے ہی اچھے پڑوسی تھے وہ! اُن کے شیردار جانور ہوتے۔ وہ ان میں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ پیش کیا کرتے تھے۔

نوفل بن ایاس ہذلی کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک بڑا پیالہ

ف ؎ قبضہ میں جس کے ساری خدائی — اس کا بچھونا ایک چٹائی
نظروں میں کتنی ہیچ ہے دنیا صلی اللہ علیہ وسلم
کھانا جو دیکھو جو کی روٹی — اَن چھنا آٹا روٹی موٹی
وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا صلی اللہ علیہ وسلم

جس میں گوشت اور روٹی تھی لے کر حاضر ہوئے۔ جب وہ آپ کے سامنے رکھا گیا تو آپ رو دیئے۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں دنیا سے تشریف لے گئے کہ آپ نے اور آپ کے اہل نے جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی (اور ہمارے خورد و نوش کا حال اب یہ ہے تو) میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں کسی بہتری کے لیے باقی نہیں رکھا گیا (بلکہ اندیشہ ہے کہ کہیں ہم اپنی اخروی نعمتیں دنیا میں ہی نہ کھا رہے ہوں) اور وہاں پہنچیں تو کہہ دیا جائے تم اپنے حصہ کی نعمتیں دنیا میں ہی کھا چکے ہو یہاں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے)۔

ہفان بن کاہل فرماتے ہیں مجھے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ ہمیں ایک رات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر سے بکری کا بازو بطور ہدیہ بھیجا گیا۔ بخدا میں اس کو پکڑ رکھتی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے کاٹتے اور آپ میرے لیے روک رکھتے اور میں کاٹتی۔

میں نے عرض کیا اے ام المومنین کیا چراغ کے بغیر ہی اس کو کاٹ رہے تھے، آپ نے فرمایا اگر چراغ جلانے کے لیے زیتون دستیاب ہوتا تو اسے کھا ہی لیتے۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ماہ کامل گذر جاتا جس میں نہ وہ روٹی پکاتے اور نہ ہی ہنڈیا چولھے پر چڑھاتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بارگاہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں جو کی روٹی اور پرانی چربی لے کر حاضر ہوا جس کا ذائقہ بدل چکا تھا اور میں نے آپ کو فرماتے سنا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں صبح و شام کے لیے صرف ایک صاع (تقریباً چار سیر) طعام موجود ہے اور آپ کے اہل خانہ نو گھروں پر مشتمل تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا آپ بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی؟ آپ نے فرمایا بھوک کی شدت ہے (جو کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں کرنے دیتی) میں رو دیا آپ نے فرمایا ابوہریرہ رونے کی بات نہیں روئیے مت۔ جب بھوک میں مبتلا شخص رضا الٰہی اور قضا باری پر صابر و شاکر ہو اور اس کو ثواب آخرت کی خاطر بطیب خاطر برداشت کرے تو بروز قیامت اسے بھوک کی تکلیف نہیں ہوگی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا روٹی کا ٹکڑا لے کر بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے فرمایا یہ کیسا ٹکڑا ہے اے فاطمہ؟ آپ نے عرض کیا۔ میں نے روٹی پکائی تھی (اور بغیر آپ کی خدمت میں پیش کیے) ساری روٹی خود کھانا طبیعت نے گوارا نہیں کیا لہٰذا یہ حصہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ آپ نے فرمایا اے فاطمہ تین دن کے بعد یہ پہلا کھانا ہے جو تیرے باپ کے منہ تک پہنچا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کا وصال ہوا تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے ہاں تیس صاع جو کے بدلے گروی پڑی تھی جو کہ آپ نے اپنے اہل وعیال کے کھانے کے لیے خرید فرمائے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ کی زرہ مبارک ابوشحمہ یہودی کے ہاں گروی پڑی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک یہودی کیطرف بھیجا جو گندم بیچ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اسے کہنا ہمیں دو کپڑے دے۔ جب بھی کچھ مال آگیا ہم قیمت ادا کردیں گے۔ یہودی نے لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت جاری رکھی اور میری طرف توجہ نہ دی۔ جب ادھر سے فارغ ہوا اور وہ مشغولیت ختم ہوئی تو مجھے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے نہ کھیتی باڑی ہے اور نہ مال مویشی وہ ہمیں قرض کہاں سے دیں گے اور کس طرح ادا کریں گے؟۔

میں واپس آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور یہودی کا جواب آپ کو عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ دشمن خدا نے جھوٹ بولا ہے۔ اگر وہ کپڑے ہمیں دے دیتا تو میں اس کی قیمت ادا کرتا اور دوسرے لوگوں سے بہتر طریقہ پر ادا کرتا۔ پھر فرمایا۔ اگر آدمی پیوند لگا کپڑا استعمال کرے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ امانت میں خیانت کرے اور اُسے کھائے۔

ابواب طہارت وعبادت

باب اوّل

بیت الخلا جانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو فرماتے ۔

اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث ۔

اے اللہ میں تیری ذات اقدس کی پناہ لیتا ہوں ۔ ذکور و اناث خبیث خباث سے ۔ ف

دوسرا باب

بیت الخلاء سے نکلنا

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے : غفرانک ف۲ ۔ اے اللہ میں تیری مغفرت و بخشش کا طلبگار ہوں

ف ۱ ۔ اگرچہ قضاء حاجت بشری تقاضا کے تحت لابدی امر ہے اور اس سے چارہ نہیں لیکن اس دوران ذکر خدا تعالے سے رکھنا ضروری ہے تو اس غیر ارادی اور بلا عمد صادر ہونے والی تقصیر اور کوتاہی پر بھی اللہ تعالے سے مغفرت طلب فرمایا کرتے تھے اور اس میں امت کے لیے ذکر خداوندی پر تاکید اکید ہے کہ کسی بھی موزوں وقت میں اسے ترک نہ کرنا چاہیے اور غفلت میں مبتلا نہ ہونا چاہیے ۔

ف ۲ ۔ اس دعا سے مقصود اظہار عبودیت اور تواضع ہے ورنہ آپ کو جملہ عوالم پر باذن اللہ تصرف و تسلط حاصل تھا ۔ نیز تعلیم امت بھی مقصود ہے کہ جب سرور عالم دعا میان علیہ السلام ان سے تعوذ و تحفظ کے لیے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہیں تو ہمیں بھی لامحالہ دعا کرنی چاہیے ۔

تیسرا باب

زمین کا احترام

حبیبہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کو بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہوئے دیکھتی ہوں اور پھر آپ کے بعد جو بھی داخل ہوتا ہے تو وہ آپ کے بطن اقدس سے نکلنے والی کسی شئی کا نام ونشان نہیں دیکھتا (اس کی کیا وجہ ہے) آپ نے فرمایا اے عائشہ تجھے معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے زمین کو حکم دے رکھا ہے کہ انبیا رکرام علیہم السلام کے فضلات مبارکہ کو نگل جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت سے فارغ ہو کر غائط (بیت الخلاء) سے باہر نکلتے تو میں بعد میں اندر داخل ہوتی مگر کوئی چیز نظر نہ آتی میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ تمہیں علوم نہیں ہے[1] کہ ہمارے اجساد اور ابدان اہل جنت کے ارواح کی صفات وکیفیات پر پیدا کیے گئے ہیں۔ ہم سے جو کچھ باہر آتا ہے اُسے زمین نگل جاتی ہے اور نگاہ خلق سے پوشیدہ کرلیتی ہے[2]

---

[1] - (اما علمت) کیا تمہیں معلوم نہیں ہے ایسے مقام پر استعمال کیا جاتا ہے جہاں وضاحت امر کا بیان مقصود ہو اور اس کا سوال واستفسار سے مستغنی ہونا اگرچہ مخاطب کو معلوم نہ بھی ہو اور اس کے مقابل انک لاتدری (تجھے معلوم نہیں) استعمال کیا جاتا ہے جہاں ایک امر کے فی نفسہ مخفی ہونے کا اور غیر ظاہر ہونے کا بیان مقصود ہو خواہ مخاطب کو معلوم ہی کیوں نہ ہو جیسے وما یدریک لعلہ یزکی او یذکر فتنفعہ الذکری حالانکہ یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کا صاحب ایمان وایقان ہونا معلوم تھا اور اس کا نصیحت حاصل کرنے کے لیے متاہل ومستعد ہونا آپ کے علم میں تھا۔

[2] - محشی نے ان روایات کو بعید از صحت اور کتاب وسنت کے حقائق سے متصادم ومناقض اور بدیہات عقل کے منافی قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم اسے کونسی آیت یا حدیث نظر آئی جس میں زمین کو براز انبیاء نہ نگلنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسکو کس نے بتایا کہ مقام انبیاء وہی ہے جو تم بداہت عقل سے جان لو اور اس کو نظر وفکر کی تکلیف دیے بغیر حالانکہ نظر عقل اور فکر و وہم اور خیال وگمان خلق سے مقام انبیاء علیہم السلام علی الخصوص مقام سید الرسل امام الکل صلی اللہ علیہ وسلم ارفع واعلیٰ ہے تو محشی صاحب اپنے آپ کو پتا نہیں کسی ارفع واعلیٰ معیار پر فائز سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں نظر عقل میں تو اس کی حکمت واضح ہے کہ براز ظاہر زمین پر موجود ہو تو کوئی شخص بھی دیکھ کر نفرت کا اظہار کر سکتا ہے اور اس طرح جناب نبوت میں اساءت وبے ادبی کا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بھی قضائے حاجت فرمائی زمین نے اس کو اپنے اندر جگہ دی اور نگل لیا۔

ازتکاب لازم آئے گا نیز ایسے فضلات کا نگاہ خلق سے مخفی رہنا مروت کے قبیلہ سے ہونے کی وجہ سے مناسب بلکہ لازم ہے شہاب ص ۳۵۳ لہذا اس مبدار کو ہی ختم کردیا گیا اور پیشاب میں یہ صورتحال نہیں ہوتی فوراً زمین میں جذب ہوجاتا ہے اور بو وغیرہ تو نہ پاخانہ سے آتی تھی اور نہ ہی پیشاب سے بلکہ اس جگہ سوائے کستوری و عنبر جیسی خوشبو کے اور کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا۔

شیخ محقق مدارج جلد اول ص ۲۵ پر فرماتے ہیں۔ فائح میشد ازاں بوئے خوش۔ اور بعض صحابہ سے روایت نقل فرما کر آخر میں فرمایا دیدم در انجا کلوخ پس گرفتم آنہارا و یافتم آنہارا رائحہ طیبہ الغرض بول اور براز میں جسم و جرم کے ظہور و عدم ظہور کے لحاظ سے فرق واضح ہے لہذا احکام میں بھی فرق پیدا فرما دیا ایک کے متعلق زمین کو نگل جانے کا حکم دیا اور دوسرے کے متعلق نہیں دیا اور بعض روایات میں دونوں کا حکم ایک جیسا معلوم ہوتا ہے یعنی زمین بامر خداوندی دونوں کے نگلنے کی پابند ہے اور ام ایمن رضی اللہ عنہا نے پیشاب مبارک کو پیا تو وہ لکڑی کے پیالہ میں کیا گیا تھا نہ کہ زمین پر نیز آپ نے کمال تنزہ کے پیش نظر حجرہ مبارکہ میں پیشاب سے اجتناب فرمایا کیونکہ وہ محل نزول ملائکہ۔ اور مقام نزول وحی ہے اور جائے عبادت خداوندی لہذا اس کا ظاہر و باطن فضلات سے منزہ ہونا چاہیے اگرچہ وہ پاک ہی کیوں نہ ہوں کما قال الشہاب اقول جیسے کہ لعاب دہن پاک ہے مگر مسجد کو اس سے پاک رکھنا ضروری ہے لہذا پیالہ میں پیشاب فرمانا نہ طہارت فضلات کے منافی ہے اور نہ زمین کے فضلات کو نگلنے کے نیز متعدد محدثین کرام نے ان روایات کو نقل فرمایا ہے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں ان کو شمار فرمایا اور تلقی الامۃ بالقبول صحت روایت کی دلیل ہوتی ہے لہذا اس قسم کی روایات کو موضوع اور ناقابل اعتبار قرار دینا قطعاً غلط ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مدارج جلد اول ص ۲۵ شفا شریف ص ۴۲ نسیم الریاض جلد اول ص ۳۵۳۔ شرح شفا لعلی القاری جلد اول ص ۳۵۳ علامہ علی قاری اور علامہ خفاجی نے ابن وحیہ کے حوالہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت جس کو امام ابن سعد نے نقل کیا ہے۔ فرمایا سندہ ثابت وھو اقوی ما فی ھذا الباب یعنی اس کی سند ثابت ہے اور اس باب میں مروی روایات میں سب سے قوی روایت یہ ہے اور جب صحت متن ثابت ہوجائے تو بعض طرق کا ضعف مضر نہیں ہوسکتا۔ علاوہ ازیں محدثین کی بحث صحت روایات کے متعلق محض تحقیق و تصحیح اسناد سے متعلق ہوتی ہے اور یہ ایک صناعی اور اصطلاحی امر ہے اس سے انکا مقصود استبعاد متن یا اس کا استحالہ بیان کرنا نہیں ہوتا۔ شیخ اجل فرماتے ہیں صاحب مواہب لدنیہ نے ابوالفرج نہروانی سے نقل کیا ہے آنچہ دریں احادیث آمدہ قطرہ البیت از دریائے فضل نبی مختار واندکیست از لبسیار آنچہ مکرم گردانیدہ پروردگار حبیب خود را و رفیع گردانیدہ است بداں مرتبت و منزلت اورا۔ و سخنان محدثان بر حکم صناعتی است کہ در تحقیق و تصحیح اسناد وارند نہ بجہت استبعاد و استحالہ آں حاشا لہذا بالغرض کسی محدث نے ان روایات اور کسی قسم کی دوسری روایات کے متعلق بحث کی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ بداہت عقل ان کو محال سمجھتی ہے اور باطل محض نعوذ باللہ من ھذا الجرأۃ۔

چوتھا باب

وضو اور غسل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو میں ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھوتے اور وضو کا برتن ایسا ہوتا تھا جس میں دو رطل یعنی ایک سیر پانی سما سکتا تھا اور ایک صاع پانی کے ساتھ آپ غسل فرماتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ السلام ایک صاع پانی سے غسل فرماتے اور ایک مُدّ (سیر) پانی سے وضوء فرماتے۔

پانچواں باب

ہر نماز کیلئے وضو

عمرو بن عامر سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سُنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے وقت وضوء جدید فرماتے۔ میں نے اُن سے دریافت کیا کہ تمہارا عمل کیسے ہوتا تھا، تو انھوں نے فرمایا کہ ہم ایک ہی وضوء سے نمازیں ادا کرتے رہتے جبتک وضو قائم رہتا اور حدث طاری نہ ہوتا۔
(انفرد باخراجہ البخاری)

چھٹا باب

ایک ہی وضوء سے متعدد نمازیں

سلیمان بن بریدہ اپنے باپ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے الگ وضو فرمایا کرتے۔ جب فتح مکہ کا دن آیا تو آپ نے وضوء فرمایا اور موزوں پر مسح فرمایا اور چند نمازیں

ایک ہی وضو کے ساتھ ادا فرمائیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا یا رسول اللہ آپ نے آج ایسا عمل فرمایا ہے جو پہلے نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا اے عمر میں نے عمداً اور دیدہ دانستہ ایسا کیا ہے۔ (تاکہ عملی طور پر بھی تمہیں تعلیم دوں کہ وضوء واحد سے متعدد نمازیں ادا کرنا درست ہے)

ساتواں باب

مسواک کرنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے مسواک کرنے کا حکم اس قدر تاکید کے ساتھ کیا گیا کہ میں نے گمان کیا کہ اس کے متعلق مجھ پر قرآن مجید کی سورت میں احکام نازل ہوں گے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ مبارک کو مسواک سے اچھی طرح مزین فرماتے۔

آٹھواں باب

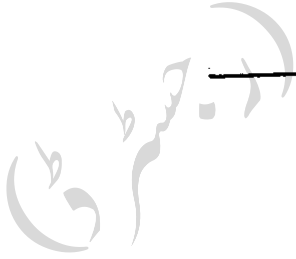
خفین پر مسح

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھا اور ایک سفر میں رفاقت کے شرف سے مشرف۔ آپ نے قضاء حاجت فرمائی اور جیسے نماز کے لیے وضو کیا جاتا ہے اس طرح وضوء فرمایا اور خفین پر مسح فرمایا۔ (اخرجہ البخاری والمسلم۔)

نواں باب

کیفیت غسل

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہانے کا پانی حاضر کیا اور غسل والے برتن میں ڈالا۔ آپ نے دائیں ہاتھ سے پانی لے کر بائیں پر ڈالا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا۔ پھر زیر ناف حصہ کو دھویا۔ پھر بایاں ہاتھ مٹی پر ملا اور اسے دھویا۔ پھر کلی فرمائی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر چہرۂ اقدس کو دھویا بعد ازاں سر اقدس پر پانی بہایا۔ پھر اس جگہ سے سرک کر اپنے پاؤں کو دھویا۔



ابواب صلوٰۃ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

باب اوّل

کیفیّت صلوٰۃ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کا افتتاح و آغاز سبحانك اللھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالٰی جدك ولا الٰہ غیرك سے فرماتے۔

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے۔ باہم گفتگو کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر آگیا تو حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے تم سب سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت نماز یاد اور محفوظ ہے۔ میں نے آپ کو نماز ادا کرتے وقت دیکھا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے دونوں ہاتھ مبارک کندھوں کے برابر بلند فرماتے اور جب رکوع فرماتے تو دونوں ہاتھ گھٹنوں پر اچھی طرح جماتے پھر اپنی پیٹھ مبارک کو ہموار فرماتے۔ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بالکل سیدھے کھڑے ہوتے حتیٰ کہ ریڑھ کی ہڈی کا ہر حصہ اپنی اپنی جگہ پر لوٹ آتا اور جب سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو زمین پر اس انداز سے رکھتے کہ نہ تو ان کو زمین پر بالکل بچھا کر فرش کی مانند بناتے اور نہ بالکل ہی اُوپر اٹھائے رکھتے اور دونوں پاؤں مبارک کی انگلیوں کو قبلہ کی جانب متوجہ کرتے اور جب دو رکعت ادا کرنے کے بعد تشہد میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں مبارک کو بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں مبارک کھڑا رکھتے۔

(اخرجہ البخاری والمسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو مختصر فرماتے (قراءت کے اعتبار سے) اور تمام و مکمل فرماتے (رکوع و سجود اور قومہ و جلسہ کے لحاظ سے یا طمانیت کے پیش نظر طویل قراءت بھی مختصر معلوم ہوتی تھی لہٰذا مجموعی طور پر تمام و مکمل بھی ہوتی تھی اور دوسروں کی نسبت انتہائی مختصر بھی۔

حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز کا آغاز فرماتے تو تکبیر تحریمہ کے لیے دونوں ہاتھ مبارک کندھوں کے برابر بلند فرماتے اور یونہی جب رکوع فرمانے لگتے یا رکوع سے سر اقدس اٹھاتے وقت البتہ دونوں سجدوں کے

درمیان ہاتھ مبارک نہیں اٹھاتے تھے (اور نہ ہی سجدہ پر جاتے وقت اور نہ سجدہ سے اٹھتے وقت) ع۵

عبداللہ بن قاسم فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے تھے تو آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز (کی کیفیت عملی طور پر) نہ دکھلاؤں۔ ہم نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں ؟ انہوں نے تکبیر کہی پھر قرارت فرمائی بعدازاں رکوع فرمایا۔ دونو ہاتھوں کو حالت رکوع میں گھٹنوں پر رکھا حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر قائم ہوگئی۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر قائم ہوگیا۔ پھر سجدہ فرمایا حتیٰ کہ ہر عضو اور ہر ہڈی اپنی جگہ پر قائم ہوگئی۔ پھر سر اٹھایا (اور دوسرا سجدہ بھی پہلے کی طرح ادا کیا) دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا جیسے کہ پہلی رکعت میں عمل کیا تھا۔ پھر فرمایا ایسے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے۔

دوسرا باب

فرض نمازوں میں مقدارِ قرارت

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ساٹھ آیات

ع۵۔ رفع یدین کے متعلق بھی روایات وارد ہیں اور رفع یدین نہ کرنے کے متعلق بھی اور دونو طرح کا عمل صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین سے بھی مروی و منقول ہے۔ روایات دونو طرف صحیح ہیں لہٰذا محض ترجیح والی صورت باقی رہ جاتی ہے علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور حضرت شیخ اجل نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ یا تو ترک رفع کی روایات ناسخ ہیں اور رفع یدین والی منسوخ چونکہ نماز کے سب واجبات و فرائض اور سنن و آداب یکبارگی بیان نہیں فرمائے گئے تھے بلکہ مدریجاً ان کو پابند کیا گیا حتیٰ کہ پہلے نماز میں کلام بھی کرلی جاتی تھی۔ سلام کا جواب بھی دے دیا جاتا تھا مگر بعد میں اس کو ممنوع قرار دیا گیا اسی طرح ظاہر یہی ہے کہ ابتدا میں رفع یدین کا حکم تھا اور بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عمر بن الخطاب اور دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا رفع یدین نہ کرنا (حالانکہ وہ ہر وقت حاضر بارگاہ ہوتے تھے اور احوال مصطفوی پر ان کی نظر رہتی اور ان کے حفظ وضبط میں کوشاں رہتے تھے) نسخ کی واضح دلیل ہے اور یا پھر ان روایات میں جب باہم تعارض ہے اور عمل صحابہ و تابعین بھی مختلف ہے۔ تو اس طرف رجوع کیا جائے گا اور اصل نماز میں سکون ہے نہ کہ بار بار ہاتھوں کو حرکت دینا لہٰذا ترک رفع یدین والی روایات راجح ہیں اور مطابق اصل۔ مزید تشریح کے لیے ترمذی شریف، عمدۃ القاری بشرح البخاری للعلامۃ العینی، موطا امام محمد، طحاوی شریف، فتح القدیر وغیرہ ملاحظہ فرمادیں۔

سے سو آیات تک تلاوت فرماتے تھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ظہر و عصر (یعنی سری نمازوں) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ لگاتے تھے۔ ہم نے پہلی دو رکعت میں آپ کے قیام کا اندازہ تیس آیات کی قرارت وتلاوت کے برابر اور پچھلی دو رکعت میں اس سے نصف قرارت کے برابر اندازہ لگایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے ان کو سورہ مبارکہ والمرسلٰت عرفاً پڑھتے ہوئے سُنا تو فرمایا تو نے مجھے یہ سورۃ یاد دلادی۔ یہ وہ آخری سورت ہے جو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں تلاوت کرتے سُنا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے اس میں والتین والزیتون کی تلاوت فرمائی۔

تیسرا باب

استغفار

وراد جو کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ کی طرف لکھا کہ مجھے تحریری طور پر اس امر کی اطلاع دو جو تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد سنا ہو اور دیکھا ہو۔ تو انہوں نے یہ لکھا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ فرماتے ہوئے سُنا۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شئی قدیر۔ اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ (اخرجہ البخاری والمسلم)

حضرت ثوبان جو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں فرماتے ہیں کہ جب آپ نماز سے فارغ ہو کر منہ مبارک قبلہ سے پھیرنے کا ارادہ فرماتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے۔ پھر فرماتے۔

اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام۔

چوتھا باب

دن میں نفل

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی محافظت اور پابندی کسی نفلی نماز پر نہیں فرماتے تھے جتنی کہ فجر کی دو رکعت پر محافظت و مداومت فرماتے تھے۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں ایک مہینہ قیام فرما رہے۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ جوں ہی سورج ڈھلتا آپ کے ہاتھ میں اگر پوری دنیا کا کام و انتظام ہی کیوں نہ ہوتا آپ اس کو ترک فرما دیتے اور اگر آپ سوئے ہوئے ہوتے (تو یوں معلوم ہوتا) کہ آپ کو کسی نے پکڑ کر اٹھا دیا ہے اور بیدار کر دیا ہے۔ آپ غسل فرماتے یا وضوء فرماتے۔ پھر چار رکعت نماز نفل ادا فرماتے جن کو پوری طرح تمام و مکمل فرماتے اور حسن ادائیگی کا اہتمام فرماتے اور ہر رکن میں پوری طرح تمکن اور سکون و اعتدال سے کام لیتے۔

میں نے اُن کے متعلق دریافت کیا (کہ ان پر مداومت اور اُن کے لیے اتنا اہتمام آپ کیوں فرماتے ہیں) تو آپ نے فرمایا آسمان اور جنتوں کے دروازے اس وقت کھولے جاتے ہیں اور وہ دروازے اس وقت تک بند نہیں کیے جاتے جب تک یہ نماز پڑھی جاتی ہے تو میں اس امر کا امیدوار ہوں کہ میری طرف سے اس ساعت میں میرے رب کریم کی بارگاہ میں یہ خیر اور نیکی صعود کرے اور اس کی بارگاہ قبولیت تک پہنچے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر سے قبل چار رکعت اور نماز فجر سے قبل دو رکعت ادا فرماتے اور کسی بھی حال میں ترک نہ فرماتے۔ (انفرد باخراجہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نفلی نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر سے قبل چار رکعت میرے گھر میں ادا فرماتے اور پھر مسجد کی طرف تشریف لے جاتے اور نماز ادا کراتے پھر میرے گھر مراجعت فرما ہوتے اور دو رکعت ادا فرماتے۔ نماز مغرب مسجد میں ادا فرماتے۔ پھر میرے گھر قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعت ادا فرماتے۔ جب عشا کی نماز پڑھا کر واپس تشریف فرما ہوتے تب بھی دو رکعت ادا فرماتے۔

(باخراجہ المسلم)

پانچواں باب

بروزِ جمعہ نمازِ فجر کی قراءت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نمازِ فجر میں الم تنزیل اور ھل اُتیٰ کی تلاوت فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

چھٹا باب

بعد نمازِ فرض مسجد میں بیٹھنے کا التزام

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب کریم علیہ السلام نمازِ فجر ادا فرما کر طلوعِ آفتاب تک مسجد میں ہی اپنی جائے نماز پر جلوہ فرما رہتے (اور بعد از طلوع و ارتفاعِ آفتاب دو رکعت ادا فرما کر باہر تشریف لاتے) (انفرد باخراجہ المسلم)

ساتواں باب

نمازِ چاشت

حضرت ابولیلیٰ سے مروی ہے کہ مجھے کسی نے نہیں بتلایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ چاشت ادا فرماتے دیکھا ہے۔ صرف حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقعہ پر اُن کے ہاں تشریف لائے۔ غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نمازِ چاشت ادا فرمائی۔ میں نے آپ کو اس قدر خفیف اور مختصر نماز ادا کرتے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ البتہ آپ رکوع و سجود مکمل طور پر ادا فرماتے تھے یعنی صرف قراءت میں اختصار تھا اور تسبیحات رکوع و سجود میں۔ (اخرجہ البخاری والمسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ چاشت چار رکعت

ادا فرماتے اور جس قدر اس میں اضافہ اللہ تعالےٰ کو منظور ہوتا اضافہ بھی فرمالیتے۔ (انفرد بہ المسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی ایک کے ہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ آپ سے عرض کیا گیا۔ کیا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نماز چاشت ادا فرمایا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا میں نے آپ کو صرف اسی دن ادا کرتے دیکھا ف

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ ضحیٰ یعنی نماز چاشت اس تسلسل کے ساتھ ادا فرماتے کہ ہم خیال کرتے آپ اس کو اب ترک نہیں فرمائیں گے اور آپ ترک فرماتے تو کئی کئی دن گذر جاتے ہم یہ سمجھتے اب آپ ادا ہی نہیں فرمائیں گے۔

آٹھواں باب

نوافل شبانہ اور قیام لیل

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کونسا عمل زیادہ محبوب اور پسندیدہ تھا؟ تو آپ نے فرمایا عمل دائم اور تسلسل میں نے عرض کیا آپ کس وقت صلوٰۃ لیل کے لیے اُٹھتے؟ تو انہوں نے فرمایا جب مرغ کی اذان سنتے (اور وہ آدھی رات کے وقت اذان دیتا تھا)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے تو اچھی طرح مسواک سے منہ مبارک کو اندر سے ملتے اور رگڑتے۔ (اخرجہ البخاری والمسلم)

حضرت صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حبیب خدا علیہ السلام رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو دو خفیف اور مختصر رکعت کے ساتھ آغاز و افتتاح فرماتے (انفرد باخراجہ مسلم)

(ایک قول یہ ہے کہ یہ دو رکعت شکرانہ وضوء، التحیۃ الوضوء ہوتی تھیں اور دوسرا یہ کہ نماز تہجد میں سے ہوتی تھیں)

ف۔ آپ نے صرف اپنے دیکھنے کی نفی فرمائی ہے لہذا دوسرے حضرات کی روایات اور اس روایت میں کوئی منافات نہیں۔ نیز تعداد رکعات میں بھی یہی صورت ہے جس نے جس قدر دیکھا بیان فرمادیا۔

خالد بن معدان کہتے ہیں کہ مجھے ربیعہ جرشی نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوتے تو کیا پڑھتے اور افتتاح و آغاز کس چیز سے کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس مرتبہ اللہ اکبر دس مرتبہ الحمد للہ پڑھتے دس مرتبہ سبحان اللہ اور دس مرتبہ لا الہ الا اللہ وردِ زبان فرماتے اور دس مرتبہ استغفار فرماتے اور اللھم اغفر لی واھدنی وارزقنی دس مرتبہ پڑھتے اور دس مرتبہ فرماتے اللھم انی اعوذ بك من الضیق یوم الحساب۔ (اے اللہ میں تجھ سے روزِ حساب کی تنگی سے پناہ مانگتا ہوں)

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دن عبادت کے لیے مخصوص فرماتے تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ آپ کا عمل دائمی اور مسلسل ہوتا اور تم میں سے کون ان اعمال کی طاقت رکھتا ہے جن کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں طاقت و قدرت تھی۔

ابو سلمہؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رمضان المبارک میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا آپ رمضان المبارک اور دوسرے مہینوں میں رات کے وقت گیارہ رکعت سے زیادہ نفل ادا نہیں فرماتے تھے۔ پہلے چار رکعت ادا فرماتے اور ان کی ادائیگی میں وہ حسن ہوتا اور قرأت و تسبیحات اس قدر طویل کہ بس کیا پوچھتے ہو! پھر چار رکعت ادا فرماتے پس ان کے حسن و طوالت کے متعلق مت پوچھئے پھر تین رکعت (وتر) ادا فرماتے[1]

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر ادا کرنے سے قبل سو جاتے ہیں پھر اٹھنے پر نماز ادا فرمانے لگتے ہیں حالانکہ ہمیں آپ کے خراٹوں کی آواز سنائی دیتی ہے) تو آپ نے فرمایا اے عائشہ میں اپنے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہوں اور جزم و یقین کہ میری صرف آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے وہ نہیں سوتا (لہٰذا مجھے نیند نہ تو ادائیگی وتر سے مانع ہو سکتی ہے اور نہ ہی وضو ٹوٹنے سے بے خبر کر سکتی ہے)۔

---

[1] اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ وتر کی رکعات تین ہیں اور ایک سلام سے ادا کی جائیں اور حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی آخرھن۔ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ وتر کی تین رکعت ہیں اور صرف آخر میں سلام پھیرا جائے۔ امام طحاوی نے مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، ابو بکر بن عبدالرحمٰن، خارجہ بن زید، عبید اللہ بن عبد اللہ و سلیمان بن یسار سے یہی نقل کیا ہے اور وتر کے تین رکعت ہونے کی روایت نسائی شریف میں موجود ہے اور مستدرک حاکم میں اور جسے علامہ ابن الجوزی نے ذکر کیا ہے وہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ ہذا واللہ و رسولہ اعلم۔

عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز کتنی اور کیسے ادا فرماتے تھے ، تو آپ نے فرمایا۔ آپ رات کو (بعض اوقات) بمع وتر نو رکعت ادا فرماتے اور آپ رات کا بہت بڑا حصہ نماز ادا کرنے میں صرف فرماتے کبھی بحالت قیام اور کبھی بیٹھ کر قرارت فرماتے جب قرارت حالت قیام میں فرماتے تو رکوع وسجود بھی اس حالت میں فرماتے یعنی قیام سے رکوع وسجود کی طرف انتقال فرماتے اور اگر قرارت بحالت جلوس وقعود فرماتے تو (بعض اوقات) رکوع وسجود بھی اسی حالت میں فرماتے ۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک میں ضعف اور ثقل طاری ہو گیا تو آپ نوافل شب میں بیٹھ کر قرارت فرماتے جس قدر کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قرارت کرانا چاہتا۔ جب سورہ میں سے تیس یا چالیس آیات رہ جاتیں تو آپ اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور بقیہ آیات کی تلاوت و قرارت فرماتے ۔ پھر (رکوع وسجود) فرماتے ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لیے قیام فرماتے تو یہ کلمات طیبہ زبان اقدس پر جاری فرماتے ۔

اللھم لك الحمد انت نور السموات والارض ومن فیھن ۔ ولك الحمد انت قیم السموات والارض ومن فیھن ولك الحمد انت الحق و وعدك حق ولقاؤك حق والجنة حق والنار حق والساعة حق والنبیون حق ومحمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حق اللھم لك اسلمت وعلیك توكلت وبك اٰمنت والیك انبت وبك خاصمت والیك حاكمت فاغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت انت المقدم وانت المؤخر لا الٰه الا انت ولا الٰه غیرك ۔

ترجمہ ۔ اے اللہ تیرے لیے حمد وثنا ہے تو آسمانوں زمینوں اور ان کے درمیانی جملہ اشیاء کو اور فضا کو نور فرمانے والا ہے اور تیرے لیے ہی حمد ہے تو آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے اسے برپا اور قائم رکھنے والا ہے ۔ تیرے لیے حمد ہے تو حق ہے اور قائم ودائم ۔ تیرا وعدہ حق ہے ۔ تیری لقا حق ہے جنت و دوزخ اور قیامت حق ہیں سب انبیاء علیہم السلام بالعموم اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بالخصوص برحق ہیں ۔ اے اللہ میں نے صرف تیری اطاعت کی ہے اور تجھ پر اعتماد وبھروسا اور فقط تیری الوہیت پر ایمان لایا ہوں ۔ میرا رجوع اور بازگشت صرف تیری طرف ہے اور تیری توفیق واعانت سے اعداء دین کے ساتھ مخاصمت کرتا ہوں اور جملہ تصفیہ طلب امور کا فیصلہ تجھی پر چھوڑتا ہوں ۔ لہذا میرے لیے پہلے اور پچھلے ، خفیہ وعلانیہ امور کی مغفرت فرما

(جو تیری نگاہ اقدس میں موزوں و مناسب نہ ہوں)، تو ہی سبقت عطا فرمانے والا ہے اور (مقام قرب سے) پیچھے ہٹا دینے والا۔ لا الہ الا انت ولا الہ غیرک۔

حضرت کریب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ام المومنین زوجۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رات گذاری۔ میں گدے کی چوڑائی (عرض) والی جانب لیٹا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لمبائی (طول) والی جانب آرام فرما ہو گئے۔ حتیٰ کہ جب رات آدھی ہوئی یا اس سے ذرا پہلے یا پیچھے تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور چہرہ اقدس کو مل کر نیند کے اثرات کو دور فرمانے لگے۔ پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں پھر ایک پرانے مشکیزہ کی طرف بڑھے اور اس سے وضوء فرمایا اور خوب وضوء فرمایا۔ پھر نماز میں مصروف ہو گئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اٹھا اور میں نے بھی وہی طرز عمل اپنایا جیسے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر میں آپ کے ساتھ (بائیں جانب) کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک میرے سر پر رکھا اور میرے دائیں کان کو پکڑ کر ذرا ملا (اور مجھے پیچھے سے کھینچ کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا) پھر آپ نے دو دو رکعت ادا فرمانی شروع کیں۔ جب دس رکعت ہو گئیں تو پھر وتر ادا فرمائے اور بعد ازاں گدے پر لیٹ گئے۔ جب موذن نے حاضر ہو کر نماز کے لیے عرض کیا تو آپ نے دو خفیف سی رکعتیں (سنت فجر) ادا فرمائیں۔ پھر مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور نماز فجر ادا فرمائی۔

نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے یہ دعا مانگی۔

اللھم اجعل فی قلبی نوراً وفی سمعی نوراً وفی بصری نوراً وعن یمینی نوراً وعن شمالی نوراً و امامی نوراً وخلفی نوراً واجعل لی نوراً۔

ترجمہ۔ اے اللہ میرے دل میں نور پیدا فرما اور میرے کانوں میں نور پیدا فرما، میری آنکھوں میں نور پیدا فرما اور

ف۔ دعائے حبیب بارگاہ مجیب میں خیبت پذیر تو ہو نہیں سکتی لہذا لامحالہ ان اعضاء مبارکہ اور ذات مبارکہ کو اللہ تعالےٰ نے نورانی بنا دیا اور آپ کی ہر جانب کو بھی لہذا سمع و بصر کے ادراک میں سب امت بلکہ سب انبیاء و رسل سے ممتاز ہو گئے اور ذات اسقدر نورانی ہو گئی کہ سایہ ہی باقی نہ رہا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور تسلیم کرنے پر بگڑنے والے حضرات کو یہاں غور کرنا چاہیئے۔ اور اپنی مذبوحی حرکات سے باز آنا چاہیے۔ نیز یہ احادیث ان احادیث کے منافی نہیں جن میں آپ کے نور کا سب سے اول مخلوق ہونا ثابت ہے کیونکہ آپ نے نور علیٰ نور کیے جانے کی دعا فرمائی اور حقیقت کے نوری ہونے کے ساتھ ساتھ لباس بشری اور حجاب بدنی کے بھی نورانی بنائے جانے کی دعا فرمائی۔

میرے دائیں بائیں آگے اور پیچھے نور پیدا فرما اور میرے لیے نور پیدا فرما۔ (اور بعض روایات میں واجعلنی نوراً ہے یعنی مجھے نور بنا)۔

حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک سفر تھا میں نے آپ کی نماز شب اور نماز تہجد کا مشاہدہ کرنے کے لیے تاک لگا رکھی تھی۔ آپ نے نماز عشاء ادا فرمائی۔ پھر سو گئے جب آدھی رات ہو گئی تو بیدار ہوئے اور سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں۔ بعد ازاں مسواک فرمائی اور وضو کیا اور دو رکعت ادا فرمائیں۔ میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ ان کا قیام طویل تھا یا رکوع و سجود۔ پھر آرام فرما ہو گئے۔ بعد ازاں بیدار ہوئے پھر وہی آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں۔ مسواک فرمائی اور وضو فرما کر دو رکعت نماز ادا فرمائی اور پھر آرام فرما ہو گئے۔ بعد ازاں بیدار ہو کر حسب سابق عمل فرمایا اور آپ کا یہ عمل اسی طرح وقفہ وقفہ سے جاری رہا حتیٰ کہ آپ نے گیارہ رکعت مکمل فرمائیں۔

زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے (اپنے دل سے یہ عہد کیا کہ میں آج) رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ لیل کا ضرور بالضرور مشاہدہ کروں گا۔ میں نے آپ کی دہلیز کو یا آپ کے خیمہ کو وسادہ و تکیہ بنایا (اور لیٹ گیا) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی مگر مختصر۔ پھر دو رکعت جو انتہائی طویل تھیں۔ پھر دو رکعت ادا فرمائیں جو ان سے مختصر تھیں۔ پھر دو رکعت جو ان سے بھی مختصر تھیں اور بعد ازاں دو رکعت ادا فرمائیں جو پہلی دو سے بھی مختصر تھیں۔ پھر نماز وتر ادا فرمائی اور اس طرح سے تیرہ رکعت نماز ادا فرمائی۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کے متعلق مختلف روایات وارد ہیں بعض میں سات رکعت۔ بعض میں نو رکعت اور بعض روایات میں گیارہ رکعت اور تیرہ رکعت کا ذکر ہے۔ لیکن ان میں کوئی تخالف و تعارض نہیں ہے۔ بعض اوقات آپ تعداد رکعت کم فرماتے (اور قراءت میں طوالت فرما دیتے) اور بعض اوقات قراءت میں اختصار فرماتے اور تعداد رکعات بڑھا دیتے (یا تھکان وغیرہ نہ ہوتی اور وقت وسیع ہوتا تو رکعات زیادہ ادا فرماتے اور اگر وقت میں کمی ہوتی یا بدن اقدس میں تھکان وغیرہ کے اثرات محسوس ہوتے تو تعداد رکعات میں کمی فرما دیتے) آپ کی تھکان کو بھی امت پر رحمت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

نواں باب

تہجد میں طوالت قیام

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد

ادا کی۔ آپ نے سورۂ بقرہ شروع فرمائی میں نے سوچا آپ سو آیات تلاوت فرما کر رکوع فرمادیں گے مگر آپ قرارت فرماتے رہے۔ میں نے خیال کیا سورۂ بقرہ تک تلاوت فرمادیں گے اور پھر رکوع کریں گے مگر آپ نے سورۂ نساء شروع فرمادی حتیٰ کہ اس کو ختم فرمایا۔ پھر آل عمران تلاوت فرمائی اور آپ ترسیل و ترتیل کے ساتھ قرارت فرماتے رہے اور جب ایسی آیت مقدسہ پر پہنچتے جس میں تسبیح کا حکم ہوتا تو تسبیح بھی ادا فرماتے اور جب ایسی آیت مقدسہ تلاوت فرماتے جس میں سوال اور طلب حاجت کا ذکر ہوتا تو سوال فرماتے اور حاجت طلب فرماتے اور جہاں تعوذ اور پناہِ خداوند تبارک و تعالےٰ طلب کرنے کا ذکر ہوتا تو پناہ طلب فرماتے، پھر آپ نے رکوع فرمایا اور سبحان ربی العظیم پڑھنا شروع فرمایا اور آپ کا رکوع بھی قیام کے قریب تھا۔ پھر رکوع سے سر اقدس بلند فرمایا۔ سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور قومہ میں تقریباً اتنی دیر قیام فرمایا جتنی دیر رکوع میں مصروف رہے پھر سجدہ فرمایا اور سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے رہے اور آپ کا سجود بھی قیام کے قریب قریب تھا۔

حضرت ابو وائل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد ادا کی۔ آپ نماز میں قیام فرما رہے (اور قرارت فرماتے چلے گئے) حتیٰ کہ میں نے بُرا ارادہ کیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ آپ نے کیا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے جس بُرے امر کا ارادہ کیا تھا وہ یہ تھا کہ میں بیٹھ جاؤں (اور بیٹھ کر نماز ادا کروں) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ قیام میں رہیں عـہ

ف: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کرنے سے جب عاجز آگیا تو میں نے بیٹھنے کا ارادہ کیا مگر یہ بہت بُرا ارادہ تھا لہٰذا اس کو عملی جامہ نہ پہنایا حالانکہ نفلی نماز بیٹھ کر ادا کرنا جائز ہے اگرچہ اس پر نصف اجر و ثواب ملتا ہے مگر جواز میں کلام نہیں تو اس امر کو جو شرعاً جائز ہے بُرا کیوں کہا اور اس پر عمل کیوں نہیں کیا تو وہ صرف اور صرف اس لیے کہ اگر میں بیٹھ کر نماز ادا کروں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حالت قیام میں رہیں تو محبوب خدا سرِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی جناب عزت مآب میں بے ادبی اور اساءت بنے گی۔ لہٰذا قیام کو ہی ترجیح دی اور بیٹھنے کا ارادہ ترک فرما دیا۔ کذا فی حاشیہ البخاری جلد اول صـ ۱۵۳۔ و عمدۃ القاری شرح البخاری جلد ۷ صـ ۱۸۴ و کذا فی فتح الباری و العسقلانی۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نماز میں قیام فقط سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے لیے کیا اور اللہ تعالےٰ کی رخصت سے فائدہ اس لیے نہ اٹھایا کہ محبوب کریم علیہ السلام کی شان اقدس میں گستاخی و بے ادبی نہ لازم آئے اور دوسری طرف نام نہاد توحید کے علمبرداروں کا حال یہ ہے کہ نماز میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ مبذول کرنا گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہونے سے بدرجہا بُرا جانتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

(ملاحظہ ہو صراطِ مستقیم۔ مولفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب صلوٰۃ لیل ادا فرماتے تو اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو کر پھٹ جاتے۔ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس قدر مشقت اٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالے آپ کی مغفرت و بخشش کا اعلان فرما چکا ہے اور آپ کے صدقہ میں تو آپ کے پہلوں اور پچھلوں کے ذنوب و آثام اور لغزشات و زلات کی معافی کا اعلان فرما دیا ہے اور مغفرت کا مژدہ سنا دیا ہے تو آپ نے فرمایا اے عائشہ کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں (اس کا کرم جتنا بڑھتا جائے گا میرا سر نیاز اسی قدر خم ہوتا چلا جائے گا اور یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ کرم و عنایت کا اظہار کرے اور میں اس کی عبادت میں کمی و کوتاہی شروع کر دوں)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے ہر نبی کے اندر ایک خواہش پیدا فرمائی ہے اور میری خواہش قیام لیل اور نماز تہجد ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے حتی کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے اور سوزش معلوم ہوتی۔ آپ سے عرض کیا گیا۔ آپ قیام لیل میں اس قدر مشقت اٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ عنایت آپ کے لیے اعلان مغفرت اور مژدہ بخشش سنا دیا ہے تو آپ نے فرمایا۔ افلا اکون عبداً شکوراً (کیا میں اللہ تعالے کا بہت زیادہ شکر گذار بندہ نہ بنوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے درد کی تکلیف محسوس فرمائی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہم آپ پر درد کا اثر دیکھتے ہیں۔ (اس کا موجب اور باعث کیا ہے) تو آپ نے فرمایا جو کچھ درد و تکلیف دیکھ رہے ہو اس کے باوجود میں نے گذشتہ رات میں ابتدائی سات طویل ترین سورتیں نماز میں تلاوت فرمائی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر عبادت کی اور مجاہدہ و ریاضت فرمائی کہ آپ پرانے مشکیزہ کی مانند ہو گئے (ریاضت و مشقت نے بدن اقدس کو ضعیف اور کمزور کر دیا اور بدن کا تماسک اور گوشت کا ہڈیوں سے ربط و تعلق نرم پڑ گیا اور بڑھاپے کے اثرات نظر آنے لگے)

دسواں باب

تمام رات ایک ہی آیت کی تلاوت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ایک ہی آیت کریمہ تمام رکعات نوافل میں تلاوت فرمائی۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک رات نماز ادا فرمائی اور صبح صادق ہونے تک ایک ہی آیت کی تلاوت فرماتے رہے اور رکوع وسجود فرماتے رہے اور وہ آیت مقدسہ یہ تھی۔ ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور تیرے ہاتھوں مغلوب ومقہور اور اگر معاف فرما دے اور بخشش سے نواز دے تو اس کا اہل ہے کیونکہ تو غالب اور حکمت والا ہے، جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ساری رات صبح تک یہ آیت تلاوت فرماتے رہے اور اسی کے ساتھ رکوع وسجود فرما کر رکعات مکمل فرماتے رہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اللہ تعالےٰ سے اپنی امت کے لیے حق شفاعت طلب کیا اور اس نے اپنے فضل وکرم سے مجھے یہ حق عطا فرما دیا ہے اور یہ شفاعت انشاء اللہ تعالےٰ ہر اس شخص کو نصیب ہوگی جو شرک وکفر سے مجتنب رہا اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوا۔

گیارھواں باب

صفت قراءت اور کیفیت تلاوت

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رات کو اپنے مکان کی چھت پر ہوتی اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت وقراءت کی آواز سنا کرتی۔

ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کلمات کو الگ الگ کر کے ادا فرماتے تھے الحمد لله رب العالمين پڑھ کر وقف فرماتے پھر الرحمن الرحيم پڑھ کر وقف فرماتے۔

حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نفلی نماز میں بیٹھ کر قرارت فرماتے اور ایک چھوٹی سورت پڑھتے مگر ترتیل و ترسیل کے ساتھ اس طرح ادا فرماتے کہ وہ لمبی سورتوں سے بھی لمبی ہو جاتی۔

یعلی بن مملک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قرارت اور نماز کے متعلق سوال کیا ——— تو آپ نے فرمایا آپ لوگوں کو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق دریافت کرنے سے کیا غرض؟ (یہ سوال تب کرو اگر آپ کی کیفیت صلوٰۃ معلوم کر کے اس کی مانند نماز ادا کر سکو اور جب تمہارے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے تو پھر پوچھنے سے کیا مطلب آپ نماز ادا فرماتے پھر سو جاتے اور جتنا وقت نماز میں صرف ہوتا تھا اتنی دیر سوتے رہتے۔ پھر جتنی دیر آرام فرماتے اتنا وقت نماز میں استعمال فرماتے، پھر اتنی دیر آرام فرماتے جتنی دیر نماز ادا فرماتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔ پھر انھوں نے آپ کی قرارت کی حکایت نقل فرمائی تو وہ ہر کلمہ الگ الگ ادا فرما رہی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرارت اتنی بلند ہوتی کہ اس کو جو لوگ حجرہ مبارکہ اور گھر میں ہوتے وہ سماعت فرما لیتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرارت کبھی بلند آواز سے ہوتی تھی اور کبھی آہستہ آواز کے ساتھ۔

بارھواں باب

حسنِ صوت

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو نبی بھی مبعوث فرمایا۔ اس کو حسنِ صوت سے بھی مشرف فرمایا اور تمہارے نبی اکرم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی خوبرو تھے اور حسن صوت کے مالک۔

تیرھواں باب

اوقاتِ ختمِ قرآن

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تین رات دن سے کم وقت میں قرآن مجید ختم نہیں فرماتے تھے۔

چودھواں باب

دعا بعد از ختم قرآن کریم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن مجید ختم فرماتے تو کھڑے ہو کر دعا مانگتے۔

پندرھواں باب

اوقاتِ وتر

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں نماز وتر ادا فرمائی (کبھی اول حصہ میں کبھی وسط میں) لیکن زندگی مبارک کے آخری ایام میں آپ نے وقت سحر کے قریب وتر ادا فرمائے۔ (اخرجہ البخاری والمسلم)

ابو عبدالرحمٰن ابن ابزیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر میں تین سورتیں سبح اسم ربك الاعلیٰ۔ قل یا یها الکافرون اور قل هو الله احد تلاوت فرماتے اور جب سلام پھیرتے تو تین مرتبہ سبحان الملك القدوس۔ سبحان الملك القدوس، سبحان الملك القدوس فرماتے اور تیسری دفعہ آواز مبارک کو بلند فرماتے اور ایک روایت میں انہی سے مروی ہے کہ تیسری مرتبہ اس کلمہ

ہیں نطویل فرماتے۔

ابو عبدالرحمن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سبح اسم ربك الاعلیٰ، قل یا یها الکافرون، قل هو الله احد اور معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کے ساتھ وتر ادا فرماتے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت نماز وتر ادا فرماتے تھے۔ پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری میں قل یا یها الکافرون اور تیسری رکعت میں قل هو الله احد کی تلاوت فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دو دو رکعت ادا فرماتے رہتے اور آخر میں ایک رکعت کا اضافہ فرما کر جفت کو وتر بنا دیتے۔ (اخرجہ البخاری والمسلم)

سولھواں باب

تہجد کے فوت ہونے پر طرز عمل

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد اگر کسی عارضہ کے تحت یعنی نیند کے غلبہ یا درد والم اور مرض کی وجہ سے رہ جاتی تو آپ دن کو زوال سے قبل بارہ رکعت ادا فرماتے۔

سترھواں باب

نمازِ تراویح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے

رمضان المبارک میں بیس رکعت علاوہ وتر کے ادا فرمائیں ۔ ؎۱

اٹھارھواں باب

نماز تراویح کو خوف فرضیت کے تحت ترک فرمانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں نماز ادا فرما رہے تھے میں آکر آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے متعدد آدمی آکر آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے گئے حتیٰ کہ ہم ایک جماعت بن گئے جب آپ نے ہماری موجودگی کا اور آپ کی اقتدا کرنے کا احساس فرمایا تو نماز میں اختصار فرمایا۔ پھر اٹھ کر اپنی قیامگاہ میں تشریف لے گئے اور وہیں نماز ادا فرمائی ہمارے ہاں نماز نہ پڑھی۔

صبح ہوئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ہماری اقتدا کو آج رات جان لیا تھا اور ہماری موجودگی کو محسوس فرما لیا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں! اسی وجہ سے تو میں نے نماز میں اختصار کیا اور الگ جا کر نماز پڑھنے لگا۔

؎۱ بیس رکعت تراویح والی مذکورہ بالا روایت ابو شیبہ راوی کی وجہ سے محدثین کے نزدیک ضعیف ہے مگر ضعف راوی اور ضعف سند علی الاطلاق ضعف متن کو مستلزم نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ سند ضعیف ہو مگر متن صحیح اور درست ہو جیسا کہ ترمذی شریف میں متعدد روایات کے متعلق امام ترمذی ضعف کا حکم بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی تصریح فرماتے ہیں کہ سبھی علما اور ارباب علم کا مذہب مختار یہی ہے اور اس روایت کی بحسب المعنی صحت پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع واضح دلیل ہے۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیس رکعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوتیں تو ان کا انہیں اختیار کرنا اور صحابہ کرام میں سے کسی کا آپ پر اعتراض نہ کرنا متصور نہیں ہو سکتا تھا۔ نیز جب ضعیف روایت متعدد ضعیف طرق و اسناد سے مروی ہو تو وہ قوی بن جاتی ہے اور درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے تو جس کی تائید کوئی ضعیف روایت نہیں بلکہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کر رہا ہو اور توارث اہل اسلام اور جمیع ازمان و اعصار میں اہل ایمان کا بیس رکعت پر اتفاق اور ان پر عمل پیرا ہونا اس کی تصدیق کر رہا ہو اسکی صحت کا انکار ممکن نہیں ہے لہذا اسی بہانے ایک متفق علیہ راستہ کو چھوڑ کر نیا راہ تلاش کرنا اور اہل اسلام میں تفریق و انتشار پیدا کرنا قطعاً غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا جو مومنین کی راہ سے الگ راہ اختیار کرتا ہے ہم اُسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور پھر جہنم کی دہکتی آگ میں اس کو ڈالیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ (کذا فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح)

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کے قریب مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور نماز ادا فرمائی۔ بعض صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ صبح ہوئی تو لوگوں میں رات باجماعت نماز ادا کرنے کا تذکرہ ہونے لگا۔ تو دوسری رات پہلی کی نسبت زیادہ تعداد میں لوگ جمع ہو گئے آپ دوسری رات مسجد میں تشریف لائے اور نماز ادا فرمائی۔ صحابہ کرام نے بھی آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ لوگوں نے باہم اس کا تذکرہ کیا تو تیسری رات اور زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے نماز ادا فرمائی۔ حاضرین نے بھی آپ کی معیت میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ چوتھی رات ہوئی تو اتنے لوگ جمع ہو گئے کہ مسجد میں سما نہیں سکتے تھے اور مسجد کی وسعت اُن کے لیے تنگ ہو گئی مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہ لائے۔ صحابہ عرض کرنے لگے۔ الصلوٰۃ یا رسول اللہ۔ یا رسول اللہ! نماز کے لیے باہر تشریف لائیں اور ہمیں نماز پڑھائیں۔ مگر آپ ان کی طرف نہ نکلے حتیٰ کہ صبح ہوئی تو نماز فجر کے لیے تشریف لائے۔ نماز ادا کرنے کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ پڑھا اور پھر فرمایا۔ بعد از حمد وثنائے باری! عزیزو سنو اور یقین رکھو آج رات تمہارا عمل اور حال مجھ پر مخفی نہیں رہا لیکن میں اس لیے باہر نہیں نکلا اور تمہیں نماز ادا نہیں کرائی کیونکہ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں تم پر اس کو فرض ولازم نہ کر دیا جائے اور تم اس کی ادائیگی سے عاجز آجاؤ اور اس میں قصور وکوتاہی کر کے مجرم و گنہگار بن جاؤ۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز تراویح کی طرف ترغیب دیتے تھے اور قیام رمضان کی طرف خصوصی توجہ دلاتے تھے بغیر اس کے کہ ان کو اس کا پابند بنائیں اور ان کو لازمی امر فرمادیں بلکہ فرماتے۔ من قام رمضان ایمانا و احتسابًا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ جو شخص رمضان المبارک کی راتوں میں ایمان کے ساتھ اور ثواب باری تعالیٰ حاصل کرنے کی خاطر قیام کرے گا۔ اور نماز تراویح ادا کرے گا اس کے تمام پہلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

انیسواں باب

سجود شکر

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بھی آپ کوئی ایسی خبر سنتے یا ایسا امر مشاہدہ فرماتے جو آپ کی مسرت اور خوشی کا موجب ہوتا تو آپ سجدہ شکر ادا فرماتے۔ ف

ف۔ امام الائمہ سراج الامہ حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس حدیث میں نماز شکرانہ مراد ہے اور سجود چونکہ جزو نماز ہے لہذا کل نماز کو جزو والے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دراصل مسنون نماز شکرانہ ہے نہ فقط سجود۔

ابوابِ روزہ

باب اوّل

ماہانہ روزے اور افطار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب نفلی روزے رکھتے تو اس طرح رکھتے کہ دیکھنے والا کہتا کہ اب آپ افطار نہیں کریں گے اور مسلسل روزے رکھتے چلے جائیں گے اور آپ روزے رکھنا ترک فرماتے تو اس طرح ترک فرماتے کہ دیکھنے والے کہتے لہذا اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔

سعید بن جبیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے آپ افطار اور ترک کا ارادہ ہی نہیں رکھتے اور جب ترک فرماتے تو ہم کہتے کہ آپ روزے رکھنے کا ارادہ نہیں رکھتے اور آپ نے رمضان المبارک کے علاوہ مسلسل پورا مہینہ روزے نہیں رکھے جب سے آپ مدینہ منورہ تشریف لائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول ثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔ ہر ماہ میں آپ اس قدر روزے رکھتے کہ ہم دل ہی دل میں کہتے کہ اب آپ افطار نہیں فرمائیں گے اور جب آپ افطار فرماتے اور روزے رکھنا بند فرماتے تو ہم خیال کرتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے اور رات کے جس حصے میں بھی کوئی شخص آپ کو نماز پڑھتے دیکھنا چاہتا وہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھ سکتا تھا اور جو شخص آپ کو رات کے کسی حصے میں سوئے ہوئے دیکھنا چاہتا تو وہ آپ کو محوِ خواب راحت دیکھ سکتا تھا یعنی آپ نہ ساری رات نیند فرماتے اور نہ ہی ساری رات بیدار رہتے۔ [1]

---

[1] کیوں نہ اس مبارک عادت کو معجزہ سے تعبیر کیا جائے۔

دوسرا باب

ماہانہ تین روزے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ پہلے تین دن کے روزے رکھتے۔

حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا آیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہر ماہ تین دن روزے رکھتے تھے تو انہوں نے فرمایا ہاں! میں نے پوچھا کونسے ایام صیام کے لیے مخصوص فرماتے، تو انہوں نے فرمایا آپ اس امر کا اہتمام نہیں فرماتے تھے اور پرواہ دھیان نہیں رکھتے تھے کہ کن ایام کے روزے رکھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ تین دن روزے رکھتے تھے۔ ہر ماہ کا پہلا سوموار پھر اس سے متصل جمعرات پھر اس سے متصل جمعرات۔

تیسرا باب

پیر اور جمعرات کا روزہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صیام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ صیام کے لیے سوموار اور جمعرات کے دن کی تحری فرماتے اور خصوصی دیکھ بھال اور اہتمام۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ متعدد ایام مسلسل صیام میں مصروف رہتے حتیٰ کہ گمان کیا جاتا کہ آپ مسلسل روزے رکھتے چلے جائیں گے اور روزے ترک فرما دیتے حتیٰ کہ یوں گمان ہوتا کہ آپ سرے سے روزے رکھیں گے ہی نہیں۔ ماسوا دو دنوں کے ہفتہ میں سے اگر صیام میں آجاتے تو فبہا ورنہ بالخصوص ان دنوں میں روزے ضرور رکھتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مسلسل روزے رکھتے ہیں حتیٰ کہ افطار اور ترک صیام بعید معلوم ہوتا تھا اور افطار و ترک پر آتے ہو تو روزے رکھنا بعید معلوم ہوتا ہے ماسوا دو دنوں کے اگر ان صیام میں آجائیں تو ٹھیک ورنہ آپ الگ اُن کے روزے اہتمام سے رکھتے ہو۔ آپ نے

فرمایا کونسے دو دن ؟ میں نے عرض کیا سوموار اور خمیس (جمعرات) تو آپ نے فرمایا کہ یہ دو دن ایسے ہیں جن میں اللہ تعالٰے کی جناب میں بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں تو میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل بارگاہ رب العالمین میں ایسے موقعہ پر پیش ہو کہ میں روزہ دار ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعمال عباد ہر سوموار اور جمعرات (خمیس) کو بارگاہ رب العالمین میں پیش کیے جاتے ہیں اور میں اس امر کو محبوب رکھتا ہوں کہ جب میرے اعمال بارگاہ خداوندی میں پیش کیے جائیں تو میں روزہ دار ہوں۔

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔

چوتھا باب

شعبان المعظم کے روزے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام سال کے مہینوں میں اتنے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے جتنے کہ ماہِ شعبان میں رکھتے۔ آپ تقریباً سارے ماہ شعبان کے روزے رکھتے۔ (اخرجہ البخاری والمسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم شعبان معظم میں روزے رکھتے تھے۔

حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھتے تھے جتنے کہ شعبان میں رکھتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کسی مہینے میں اس کثرت سے روزے نہیں رکھتے جتنے کہ شعبان میں رکھتے ہیں؛ تو آپ نے فرمایا یہ ایسا مہینہ ہے جو رجب و رمضان کے درمیان ہے (اور قرب رمضان کی وجہ سے اس میں روزے رکھنے سے) عام لوگ غفلت برتتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں بندوں کے اعمال بارگاہ رب العباد میں پیش کیے جاتے ہیں۔ لہذا میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال جس وقت بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوں تو میں روزہ دار ہوں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مسلسل دو ماہ روزے

رکھتے نہیں دیکھا ماسوا شعبان و رمضان کے آپ شعبان کو رمضان المبارک کے ساتھ ملا کر روزے رکھتے تھے[1] امام ترمذی فرماتے ہیں یہ اسناد صحیح ہے۔

پانچواں باب

صوم وصال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال شروع فرمالیا۔ (جس میں نہ شام کو افطار فرماتے اور نہ صبح سحری کھاتے) تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کا شرف اتباع حاصل کرنے کے لیے صوم وصال شروع کرلیا۔ تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو صوم وصال رکھتے ہیں (اور میری مماثلت و مشابہت اختیار کرتے ہیں) انکم لستم مثلی یقیناً تم میری مانند نہیں ہو۔ بخدا اگر یہ مہینہ ابھی اختتام پذیر نہ ہوتا تو میں صوم وصال کو اتنا طویل فرماتا کہ متعمق لوگ اپنے تعمق کو چھوڑ دیتے اور ہر معاملہ میں اتباع کی سعی کرنے والے اس سے گریز کرتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھا تو لوگوں نے

---

[1] شعبان المعظم میں اکثر حصہ روزے رکھنا مراد ہے مگر بعض روایات میں بطور مبالغہ اس کو کل شعبان سے تعبیر کر دیا گیا ہے لہذا یہ روایات ان روایات کے منافی نہیں ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ آپ رمضان المبارک کے علاوہ پورا مہینہ روزے نہیں رکھتے تھے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ عام روایات ان روایات کے پیش نظر مخصوص ہوں یعنی شعبان کے علاوہ دوسرے مہینوں کا حال یہ تھا کہ پورا مہینہ آپ ان میں روزے نہیں رکھتے تھے۔

[2] یہ روایات صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث میں مختلف صحابہ سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہیں جن کی صحت میں کلام ممکن ہے اور ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت سے امتیازی مقام اور امتیازی حیثیت صاف ظاہر ہے جب صحابہ ؓ قرشی بلکہ چچے اور چچازاد بھائی، سسر اور داماد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نہیں تو اور کون ان کی مانند ہو سکتا ہے۔ لہذا برابری اور مثلیت کا دعویٰ کرنا سخت بے ادبی ہے اور بارگاہ نبوت میں جسارت ہے اور کمال اساءت۔

سوال ۔ علامہ ابن جوزی کی روایت کے مطابق آپ کو دن میں اللہ تعالیٰ کھلاتا پلاتا تھا تو سرے سے روزہ ہی نہ رہا اور دوسری روایات میں ابیت یطعمنی ربی ویسقینی ہے یعنی میں رات اس حال میں بسر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کھلاتا پلاتا

بھی شوق واتباع میں صوم وصال شروع کرلیا۔ آپ نے فرمایا۔

انی لست مثلکم، انی اظل یطعمنی ربی ویسقینی۔

بیشک میں تمہاری مانند نہیں ہوں۔ میں دن کو رب تبارک وتعالےٰ کے ہاں ہوتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے (اور تمہیں یہ شرف وکرامت حاصل نہیں لہذا تم ایسے طویل ترین روزے رکھنے کی ہمت نہیں رکھتے لہذا ایسے معاملات میں میرے ساتھ مماثلت کی کوشش نہ کیا کرو)

ہے تو اس تقدیر پر وصال صوم اور اس کا تسلسل ختم ہوگیا بلکہ عام معتاد ومعہود روزہ والی صورت بن گئی پھر مثلیت کی نفی اور مماثلت کی ممنوعیت کا کوئی معنی نہیں رہے گا۔

جواب ۔ محدثین کرام نے اس سوال کے مختلف وجوہ سے جواب دیے ہیں۔ **اوّل** ۔ روزہ کو توڑنے کا موجب معتاد کھانا پینا ہے اور جو خرق عادت اور شان اعجازی کے طریقہ پر ہو وہ ناقضِ صوم نہیں ہے خواہ دن میں ہی کیوں نہ ہو۔ **دوم** ۔ یہاں حقیقی کھانا پینا مراد نہیں ہے بلکہ اس کا لازم یعنی قوت وطاقت کا عطا کیا جانا مراد ہے بغیر اس کے کہ آپ کوئی چیز تناول فرمادیں لہذا اب بھی روزہ کا تسلسل ووصال منقطع ہونا لازم نہیں آئے گا۔

سوم ۔ اس کھلانے پلانے سے مقصود سیری اور سیرابی پیدا فرمانا ہے یعنی اللہ تعالےٰ میرے اندر کوئی چیز کھائے پیئے بغیر سیری اور سیرابی پیدا فرمادیتا ہے اور مجھے بھوک پیاس محسوس نہیں ہوتی اور محض قوت وطاقت عطا فرمانے سے سیری وسیرابی لازم نہیں آتی۔ لہذا دوسرے اور تیسرے جواب میں فرق واضح ہوگیا۔

چہارم ۔ یہاں محسوس کھانا پینا مراد ہے اور نہ ہی سیری وسیرابی کا عطا کرنا وغیرہ کیوں کہ روح صوم تشنگی ہے اور جوع اور نہ ہی قوت وطاقت مراد ہے کیونکہ صوم سے مقصود ریاضت بدن اور اس کی تضعیف ہے بلکہ مختار یہ ہے کہ طعام وشراب سے روحانی غذا مراد ہے یعنی حصول معارف، لذات مناجات اور فیضان لطائف الٰہی جو دل اقدس پر وارد ہوتے تھے اور انکی بدولت غذائے جسمانی اور اس کے لوازم سے استغنا حاصل ہوجاتا تھا اور اس امر کا مجازی محبتوں اور حسی مسرتوں میں تجربہ ومشاہدہ کیا جاچکا ہے تو پھر محبت حقیقی اور مسرت معنوی اور وہ بھی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ رب العزت کے درمیان تو وہاں بھوک وپیاس کے احساس کا کیا امکان ہوسکتا ہے۔ کذا قال الشیخ فی اشعۃ اللمعات جلد دوم صـ۸۶ ۔

چھٹا باب

روزہ افطار کرنے کی اشیاء

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب ادا فرمانے سے پہلے چند تازہ کھجوروں کے ساتھ روزہ افطار فرماتے اور اگر وہ نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں کے ساتھ افطار فرماتے اور اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو چند گھونٹ پانی نوش فرماتے۔

ساتواں باب

دعائے افطار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی گھر میں روزہ افطار فرماتے تو فرماتے۔

افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکۃ۔

تمہارے ہاں روزہ دار لوگ روزہ افطار کریں۔ تمہارا کھانا ابرار اور متقی لوگ کھائیں اور تم پر ملائکہ صلوات ورحمت بھیجیں۔

آٹھواں باب

رمضان المبارک کا عشرۂ اخیرہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری عشرہ میں تمام رات جاگتے اور اہل خانہ کو بھی جگاتے اور مباشرت ازواج سے اجتناب فرماتے اور وصال شریف تک آپکا عمل اسی طرح رہا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان شریف کا آخری عشرہ آجاتا تو آپ اپنی چادر (تہ بند) کو سخت کر کے باندھتے یعنی اپنی ازواج مطہرات سے الگ رہتے۔

نواں باب

اعتکافِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے اور آپ کا یہ عمل مسلسل رہا حتی کہ آپ نے دار فانی سے دار جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔

دسواں باب

عید الفطر اور کھانا

عبداللہ بن زید اپنے باپ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف اس وقت تک تشریف نہ لے جاتے جب تک کچھ تناول نہ فرما لیتے۔ اور عید اضحیٰ کا دن ہوتا تو کوئی چیز کھائے بغیر عید گاہ تشریف لے جاتے اور جانور ذبح فرماتے تو اس سے کھانے کا آغاز فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم جب تک عید الفطر کے دن چند دانے کھجور جو کہ طاق ہوتے تناول نہ فرما لیتے تو عید گاہ تشریف نہ لے جاتے۔

گیارھواں باب

نیزہ اُٹھانا

نجاشی نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو ایک چھوٹا نیزہ بطور تحفہ و ہدیہ پیش کیا تھا۔ وہ نیزہ عیدین کے

موقع پر آپ کے آگے آگے (خدام اٹھا کر) لے چلتے۔ (تاکہ بطور سترہ کام دے۔ موذی جانور سامنے آئے تو اسے قتل کیا جا سکے۔ ڈھیلے وغیرہ اکھیڑنے پڑیں تو اس ضرورت میں کفایت کرے۔ وغیر ذالک من الفوائد)۔

بارھواں باب

تکبیراتِ عیدین

عمرو بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے موقعہ پر بارہ تکبیریں کہیں۔ سات تکبیریں پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں اور نہ نماز عید سے پہلے آپ نے نماز پڑھی اور نہ ہی اس کے بعد۔ عله

تیرھواں باب

عیدگاہ اور تبدیلیٔ راہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عیدگاہ سے نکلتے تو

عله تکبیرات عیدین میں روایات مختلفہ وارد ہیں جو روایت ابن جوزیؒ نے نقل فرمائی ہے یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے اور ائمہ ثلاثہ کا مختار یہی ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ ہر رکعت میں زائد تکبیرات تین تین ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مختار ہے۔ ابوداؤد شریف میں سعید بن العاص سے منقول ہے کہ میں نے ابوموسیٰ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تکبیرات عید کے متعلق دریافت کیا تو حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا چار تکبیریں مثل تکبیرات جنازہ کے ادا فرماتے یعنی تکبیر افتتاح و زوائد اور حضرت حذیفہ نے ان کی تصدیق فرمائی نیز اختلاف روایات جب ثابت ہو گیا تو اقل مراتب کو ترجیح ہو گی کیونکہ تکبیرات زوائد اور رفع یدین خلاف معہود ہے لہٰذا اقل مرتبہ پر اکتفا راجح ہو گا۔ کذا فی اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۶۴۴۔

اس راستہ کے علاوہ راستہ اختیار فرماتے۔ جس پر عید گاہ کی طرف تشریف لے جاتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی طرف ایک راہ سے تشریف لے جاتے اور دوسری راہ سے مراجعت فرماتے۔ ؎۵

؎۵ ۔ راستہ تبدیل فرمانے کی مختلف حکمتیں اور مصلحتیں بیان کی گئی ہیں۔

اول ۔ ہر دو راستے اور اس کے ساکن بروز قیامت گواہ بن جائیں۔

دوم ۔ اظہار شعائر اسلام و اظہار ذکر خدا۔

سوم ۔ کفار و منافقین کو غیظ و غضب میں ڈالنا۔

چہارم ۔ ہر دو راہ کے ساکنین اہل اسلام کو جمال باکمال کے دیدار سے مشرف فرمانا اور اُن کے سوالات کا جواب دینا اور اُن کو تعلیم و ارشاد سے مشرف فرمانا وغیرہ وغیرہ لیکن شیخ اجل فرماتے ہیں حق یہ ہے کہ یہ سب احتمالات ہیں جو ہر شخص نے اپنے فہم و فکر کے مطابق استنباط کیے ہیں اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اور عقول خلق افعال نبویہ کے اسرار و حکم اور مصالح و رموز کے ادراک سے قاصر ہیں۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۶۴۲

ابواب حج وعمرہ

پہلا باب

احرام حج

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہجرت سے قبل کئی حج ادا فرمائے مگر بعد از ہجرت صرف ایک حج ادا فرمایا۔ جس کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذی الحلیفہ میں احرام باندھا اور جب آپ کی اونٹنی آپ کے سوار ہونے کے بعد کھڑی ہوئی تو آپ نے بلند آواز سے تلبیہ پڑھا۔

دوسرا باب

تلبیۂ نبوی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا تلبیہ مبارک یہ تھا۔ لبیك اللهم لبيك، لبيك لاشريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لاشريك لك۔

میں تیری بارگاہ اقدس میں بار بار حاضری دینے والا ہوں۔ اے اللہ میں بار ہا حاضر ہونے والا ہوں میں بار بار حاضر ہونے والا ہوں۔ تیرے لیے کوئی شریک نہیں ہے میں تیری خدمت اقدس میں بار بار حاضر ہونے والا ہوں۔ بے شک حمد و ثنا تیرے لیے ہے اور نعمت اور ملک صرف تیرے لیے ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔[۵]

---

[۵] چونکہ سب حجاج اللہ تعالےٰ کی دعوت پر حج کے لیے حاضر ہوتے ہیں جس کا اعلان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے کرایا۔ "اذن فی الناس بالحج الایۃ" اور جتنی بار کسی نے اس آواز کو سنا تھا اور لبیک کہا تھا اتنی ہی بار اس کو سعادت حج نصیب ہوگی۔ لہذا اس دعوت کی اجابت پر دلالت کے لیے دور بلائے ہوئے مہمان ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے لیے لبیک اللھم لبیک کے کلمات اختیار فرمائے گئے۔ کذا قال ابن المنیر۔ فتح الباری جلد ثالث صـ ۳۲۵۔

تیسرا باب

دُعائے یومِ عرفہ

عمرو بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین دُعا عرفہ کے دن کی دُعا ہے اور جملہ کلاموں اور مجھ سے پہلے تشریف لانے والے جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اقوال سے بہترین کلام اور قول یہ ہے۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ، لہٗ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیئ قدیر۔

عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول معظم شفیع امت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن پچھلے پہر اُمت کی مغفرت و بخشش کے لیے دعا فرمائی۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا میں نے آپ کی دُعا قبول کرتے ہوئے سب کو بخش دیا ہے ماسوا ظالم کے میں اس سے حق مظلوم بہر حال وصول کروں گا اور اس کو کیفر کردار تک پہنچاؤں گا۔

آپ نے عرض کیا اے میرے رب کریم اگر تو چاہے تو مظلوم کو اس کی مظلومیت کے عوض اپنے خزائن غیب سے بدلہ عطا فرمادے اور ظالم کو عفو و مغفرت سے نواز دے تو اللہ تعالےٰ نے اس وقت تو اس دُعا کی قبولیت کا اعلان نہ فرمایا۔ جب صبح آپ مزدلفہ پہنچے تو آپ نے پھر دُعا فرمائی۔ تب اللہ تعالےٰ نے اس دُعا کو بھی شرف قبولیت بخشنے کا اعلان فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر تبسّم یا ضحک فرمایا تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا یہ وقت اور یہ مقام ایسا ہے جس میں آپ کی شان عجز و انکسار اور اظہار عبودیت و تواضع کے پیش نظر ضحک اور تبسّم آپ سے بعید تھا تو اس کی حکمت و مصلحت کیا ہے اللہ تعالےٰ آپ کو ہمیشہ ہنستے مسکراتے رکھے آپ کو کس چیز نے ہنسنے اور مسکرانے پر برانگیختہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس نے جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا کو قبول کر لیا ہے اور میری اُمت کے جملہ ذنوب و آثام سے درگذر فرما دیا ہے تو اس نے مٹی اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنی شروع کر دی اور اپنی ویل و ہلاکت کو پکارنا شروع کر دیا۔ میں اس کا یہ فعل اور حسرت و ارمان دیکھ کر ہنس پڑا

چوتھا باب

قربانی کا جانور خود ذبح کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی قربانی کو اپنے دست اقدس سے ذبح فرمایا اور اس پر تکبیر کہی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دو سینگ دار، سیاہ رنگ مینڈھے قربانی دیتے تھے میں نے دیکھا کہ ذبح کرتے وقت آپ ان کے پہلوؤں پر اپنے پاؤں مبارک رکھتے۔ اور بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھتے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سینگ دار، سیاہ فام خصی مینڈھے قربان کیے۔ ایک کو آگے لائے بسم اللہ اللہ اکبر کے بعد کہا اللھم منك والیك عن امتی و عن من شھد لك بالتوحید و شھد لی بالبلاغ۔ اے اللہ یہ جانور اور اس کے ذبح کرنے کی توفیق تیری طرف سے ہے اور یہ صدقہ و ہدیہ تیری طرف ہے۔ میری امت کی طرف سے اور ان کی طرف سے جنہوں نے تیری توحید کی شہادت دی اور میرے لیے ابلاغ احکام رسالت کی گواہی دی۔

پھر دوسرے جانور کو آگے لائے اور بسم اللہ اللہ اکبر کے بعد فرمایا "اللھم منك والیك عن محمد و آل محمد" اے اللہ اس جانور کی عطا اور اس کے ذبح کرنے کی توفیق تیری طرف سے ہے اور تیرا ہی عطا کردہ مال تیری بارگاہ میں ہدیہ کے طور پر حاضر ہے۔ میری طرف سے اور میری آل کی طرف سے۔

پانچواں باب

طواف اور استلامِ حجر اسود

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کا طواف فرمایا اور حجر اسود کا ٹیڑھے سرے والی چھڑی کے ساتھ استلام کیا یعنی تنظیم و تکریم کی اور چھڑی کو اس سے لگا کر اس کا بوسہ لیا۔

پھر آپ چاہ زمزم کی طرف تشریف لائے جہاں آپ کے چچیرے بھائی پانی کھینچ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے بھی پانی دو۔ پانی کا ڈول آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس سے پیا۔ اور فرمایا۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ خود پانی کھینچنا عبادت سمجھ لیں گے اور تمہارے ہاتھ سے یہ منصب سقایتہ چھین لیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ ڈول کھینچتا اور چاہ زمزم سے پانی نکالتا پھر آپ نے وہاں سے نکل کر صفا و مروہ کے درمیان سعی فرمائی۔

چھٹا باب

استلام رُکن یمانی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو بوسہ دیتے اور اپنا رخسار اس پر رکھتے۔

ساتواں باب

سعیٔ صفا و مروہ

حبیبہ بنت ابی تجراۃ فرماتی ہیں کہ میں نے بلندی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھانکا جبکہ آپ صفا و مروہ کے درمیان سعی میں مصروف تھے کہ معاً آپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی یہ حکم فرمایا سعی کرو اور دوڑو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے تم پر سعی کو لازم فرمایا ہے اور میں نے دیکھا کہ تیز رفتاری کے ساتھ دوڑنے کی وجہ سے آپ کی چادر مبارک جسد اطہر کے گرد گردش کر رہی تھی اور بغل مبارک کی سفیدی نظر آ رہی تھی نیز پنڈلیوں سے اوپر کے حصہ کی سفیدی بھی صاف دکھائی دیتی تھی۔

آٹھواں باب

رمی جمار

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ کو

کنکریاں مارتے وقت تلبیہ کہا۔ اسے سات کنکریاں یکے بعد دیگرے ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر فرمایا۔

نواں باب

اندرونِ کعبہ داخل ہونا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آپ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کے جمیع اطراف و جوانب میں دُعا مانگی اور اندرونِ نماز پڑھے بغیر باہر تشریف لائے اور کعبہ مبارکہ کے سامنے دو رکعت ادا فرمائیں اور فرمایا یہی قبلہ ہے اور ہمیشہ کے لیے قبلہ رہے گا۔ (اخرجہ البخاری والمسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، اور حضرت عثمان بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔ بڑی دیر تک آپ کے رفقاء نے آپ پر دروازہ بند کیے رکھا۔ جب دروازہ کھولا گیا تو پہلا اندر جانے والا شخص میں تھا میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملا اور دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز ادا فرمائی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ صفِ اوّل کے تین ستونوں میں سے دو کو ایک طرف اور ایک ستون کو دوسری طرف رکھتے ہوئے درمیان میں نماز ادا فرمائی۔ مگر میں ان سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعت نماز ادا فرمائی۔ ف

دسواں باب

خطبہ حجۃ الوداع

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو

ف حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے لہٰذا ان کی روایت راجح ہے اور آپ کا بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھنا ثابت ہے نیز حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے مگر انہوں نے کہا ہے کہ آپ نے بیت اللہ کے اندر نماز نہیں پڑھی تو انہوں نے پڑھتے نہ دیکھا۔ لہٰذا انہوں نے اپنی دانست کے مطابق نفی فرمائی مگر حضرت بلال کو صرف ادھر ہی توجہ تھی اور احوال و افعال مصطفوی پر پوری نظر تھی لہٰذا ان کا قول راجح ہوگا جیسا کہ مسلّم قانون ہے کہ نافی و مثبت میں سے مثبت کو ترجیح ہوتی ہے۔ لہٰذا راجح یہی روایت ہے اور بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھنا سنت ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ اے لوگو۔ یہ کونسا دن ہے تو انہوں نے عرض کیا یہ حرمت والا دن ہے یعنی دس ذوالحج۔ آپ نے فرمایا یہ کونسا شہر ہے؟ انہوں نے عرض کیا بلد حرام مکہ مکرمہ۔ آپ نے فرمایا یہ کونسا مہینہ ہے تو انہوں نے عرض کیا۔ ذوالحجۃ المبارکہ۔

آپ نے فرمایا یقین رکھیے کہ تمہارے اموال، خون اور عزتیں باہم ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں۔ اور واجب الاحترام جیسے کہ اس دن کی حرمت وعزت اس حرمت والے مہینہ اور عزت وکرامت والے شہر میں ان طیبات کو بار بار دہرایا پھر سر اقدس کو آسمان کی طرف اٹھا کر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ کیا میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے؟ تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ لیبلغ الشاھد الغائب۔ جو یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں کو یہ احکام پہنچائیں جو یہاں حاضر نہیں ہیں۔ لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔ تم میں سے کوئی شخص میرے بعد دین اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائے تاکہ اسلام پر ثابت قدم اور راسخ العقیدہ لوگ ان کو قتل کردیں اور ارتداد کی سزا دیں یا میرے بعد نعمت اسلام اور اخوت اسلامیہ کی ناشکر گذاری نہ کرنا اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا باہم جنگ وجدال پر نہ اتر آنا۔

حضرت ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہ عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دوسرے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا یقین رکھیے کہ مکہ کو کرامت وحرمت اور عزت وعظمت صرف اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائی ہے نہ کہ لوگوں نے۔ لہٰذا کسی بھی ایسے شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے یہ حلال نہیں ہے کہ اس میں خونریزی کرے۔ یا یہاں کے خود رو درختوں اور پودوں کو کاٹے۔ اگر کوئی شخص رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتال کو سند بناتے ہوئے اپنے لیے رخصت ثابت کرنا چاہے تو اسے کہنا۔ اللہ رب العزت نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اذن اور رخصت دی تھی اور تمہارے لیے رخصت نہیں فرمائی اور میرے لیے بھی ایک دن کی ایک ساعت میں رخصت قتال اور جنگ وجدال تھی۔ اب پھر اس شہر کی عزت وحرمت اسی طرح بحال ہو چکی ہے جیسے کہ کل تھی۔ فلیبلغ الشاھد الغائب۔ جو یہاں حاضر ہیں وہ میرا یہ فرمان غیر حاضر لوگوں تک پہنچا دیں۔

ابو نضرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے ان حضرات صحابہ نے بیان فرمایا۔ جنہوں نے میدان منیٰ میں ایام تشریق کے اندر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنا۔ آپ اس وقت اونٹ پر سوار یوں ارشاد فرما رہے تھے۔ اے لوگو آگاہ رہو اور غور سے سنو۔ تمہارا رب ایک ہے اور غور سے سنو کہ تمہارا باپ ایک ہے دل کے کان کھول کر سنو کہ عربی کو عجمی پر اور گورے کو کالے پر (محض نسب ونسل یا وطن اور علاقہ کے لحاظ سے) کوئی فضیلت نہیں ہے اور اگر کسی کو کسی پر فضیلت ہے تو صرف تقویٰ وپرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔ کیا میں نے حق تبلیغ ادا نہیں

کر دیا اور فریضۂ رسالت سے سبکدوش نہیں ہو گیا ہوں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا جو یہاں موجود ہیں وہ غائب لوگوں کو بھی میرا یہ پیغام اور فرمان پہنچا دیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول معظم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ روزانہ پانچ نمازیں ادا کرنا اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرنا اور اپنے حکام و امراء کی اطاعت کرنا تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے گے اور ابدی راحت و سکون پا لو گے۔

گیارھواں باب

تذکرۂ حج

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حج سے متعلق تفصیلات سے آگاہ کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نو سال کا عرصہ مدینہ منورہ میں قیام فرما رہے اور آپ نے حج ادا نہیں فرمایا تھا دسویں سال آپ نے اعلان کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کرنے والے ہیں لہٰذا جس نے آپ کی معیت میں شرفِ حج حاصل کرنا ہو وہ حج کے لیے نکلے یہ اعلان سنتے ہی) مدینہ منورہ میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ جن میں سے ہر ایک کا ارادہ یہ تھا کہ وہ افعال حج میں آپ کی اقتداء کرے اور آپ کی اتباع میں آپ جیسے افعال حج بجا لائے۔

ہم آپ کے ساتھ سفرِ حج میں نکلے جب ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ نے مسجد میں نماز ادا فرمائی پھر ناقہ قصواء پر سوار ہوئے حتیٰ کہ مقام بیداء پر آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر بلند ہوئی تو میں نے ادھر اُدھر نگاہ دوڑائی تو آپ کے آگے پیچھے دائیں اور بائیں جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی سوار اور پیادہ حجاج ہی نظر پڑتے تھے۔ آپ نے توحید باری اور تلبیۂ حج کے ساتھ آواز بلند فرمائی۔ اور لبیک اللھم لبیک : لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک ۔ پڑھا اور تمام راہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ پڑھنے کا التزام کیے رکھا حتیٰ کہ ہم بیت اللہ شریف کے پاس پہنچے آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا — اور تین چکر گرد کعبہ رمل کی صورت میں اور چار پیدل چلتے ہوئے لگائے پھر مقام ابراہیم کی طرف بڑھے اور آیۃ مبارکہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلّی

کی تلاوت فرمائی۔ تب دو رکعت نفل ادا فرمائے۔ پھر حجر اسود کی طرف متوجہ ہوئے اور اُسے چوما۔

پھر صفا کی جانب جو دروازہ تھا اس سے صفا کی طرف نکلے۔ جب اس کے قریب پہنچے تو یہ آیۃ مبارکہ تلاوت فرمائی۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ بے شک صفا و مروہ پہاڑیاں رب کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پھر فرمایا طواف وسعی میں آغاز وہاں سے کرو جس کے ساتھ کلام کا آغاز اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے یعنی کوہ صفا ذکر میں مقدم ہے لہٰذا طواف اور سعی کی ابتداء بھی اس سے کرو۔

پہلے آپ کوہ صفا پر چڑھے حتیٰ کہ بیت اللہ شریف نظر آنے لگا تو قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کبریائی بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ انجز وعدہ ونصر عبدہ و ھزم الاحزاب وحدہٗ۔

پھر آپ مروہ کی طرف اترے حتیٰ کہ جب آپ کے قدم مبارک بطن وادی میں پہنچے (تو سعی فرمائی) اور جب بلندی کی طرف چڑھنے لگے تو پھر آہستہ چلنا شروع فرمایا، اور اسی طرح عمل فرمایا جیسے کہ صفا پر عمل فرمایا تھا حتیٰ کہ جب مروہ پر آخری طواف تھا تو آپ نے فرمایا اگر مجھے پہلے اس امر کا سامنا ہوتا (اور اللہ تعالٰے کی طرف سے اس حکم کا نزول ہوتا) جس کا بعد میں سامنا کرنا پڑا اور اب اس کا نزول ہوا ہے تو میں اپنے ساتھ قربانی کے جانور نہ لاتا۔ اور احرام حج کو افعال عمرہ ادا کر کے کھول دیتا (اور دوبارہ یوم ترویہ میں احرام حج باندھتا اور تمہارے ساتھ عملی طور پر موافقت کرتا لیکن ہدایا کے ساتھ ہونے کی وجہ سے میں احرام کو نہیں کھول سکتا تم احرام کھول دو یہ تمہارا عمرہ بن گیا اور حج کے لیئے پھر ترویہ کے دن احرام باندھنا)

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آیا عمرہ حج کے ایام میں ادا کرنا صرف اس سال کے ساتھ مخصوص ہے یا ہمیشہ کے لیے ان دنوں عمرہ ادا کرنا جائز کر دیا گیا ہے (اور دور جاہلیت کے برعکس جس میں ان ایام کے اندر عمرہ ادا کرنا بہت بڑا گناہ تصور کیا جاتا تھا)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں داخل فرما کر اور ان میں تشبیک پیدا کر کے فرمایا کہ عمرہ حج کے ایام میں اس طرح داخل ہو چکا ہے۔ دو مرتبہ اس طرح فرمایا اور پھر فرمایا صرف اس سال کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہی حکم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے تشریف لائے تھے اور ان کے ہمراہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی اور ہدی بیت اللہ کے لیے جانور تھے۔ انہوں نے آکر دیکھا تو حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا احرام کھول چکی تھیں اور رنگدار کپڑے زیب تن فرما چکی تھیں اور سرمہ وغیرہ لگایا ہوا تھا۔ انہوں نے اس حالت کو خلاف شرع سمجھتے ہوئے اظہار ناپسندیدگی کیا تو آپ نے کہا مجھے میرے باپ نے اس فعل کا حکم دیا ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا جب تم نے ارادہ حج کیا تھا تو کیا کہا تھا انہوں نے عرض کیا میں نے یوں کہا تھا۔ اللھم انی اھل بما اھل بہ رسولکؐ ۔ پس اسی امر کے ساتھ احرام باندھتا ہوں جس کے ساتھ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔ آپ نے فرمایا تو پھر میرے ساتھ قربانی کے جانور ہیں اور احرام کھولنا میرے لیے درست نہیں ہے لہٰذا تم بھی حالت احرام پر رہو اور جو اونٹ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمراہ لائے تھے اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے لیے لائے تھے ان کی مجموعی تعداد سو تھی۔

الغرض سبھی لوگ ارشاد نبوی کے مطابق احرام سے باہر آگئے اور قصر کیا (سر کے بال چھوٹے کرائے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ صحابہ کرام جن کے ساتھ ہدی کے جانور تھے، صرف وہی حالت احرام پر رہے۔ پس جب یوم ترویہ (آٹھویں ذوالحجہ) آگیا تو سب نے حج کا احرام باندھا اور منیٰ کی طرف متوجہ ہوئے وہاں پہنچ کر پانچ نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر ادا فرمائیں۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہرے حتیٰ کہ سورج طلوع ہوگیا۔ آپ نے بالوں سے بنے ہوئے خیمہ کے متعلق حکم دیا تو وہ مقام نمرہ پر نصب کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے نمرہ کی طرف چلے تو قریش کو یہی یقین تھا کہ آپ بالوں سے بنے ہوئے مشعر حرام کے پاس قیام فرمائیں گے جیسے کہ قریش زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے۔ مگر آپ وہاں سے آگے نکل گئے۔ حتیٰ کہ عرفہ میں تشریف لائے تو مقام نمرہ پر قبہ نصب کیا جا چکا تھا آپ نے وہاں پڑاؤ ڈالا۔ جب دن ڈھلا تو قصواء پر پالان رکھنے کا حکم دیا۔ سوار ہو کر بطن وادی میں تشریف لائے اور لوگوں کو خطاب کیا۔

بے شک تمہارے خون اور مال باہم ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے کہ اس دن کی حرمت اس مہینہ اور اس شہر میں۔ غور سے سنو امور جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں سے پامال ہے۔ دور جاہلیت کے خون اور قتل معاف ہیں اور ان کا بدلہ لینا ناجائز اور پہلا قتل جسے میں معاف کرتا ہوں اور اپنے عزیزوں میں سے ربیعہ بن حارث کا قتل اور خون ہے جو کہ بنی سعد میں پرورش پا رہے تھے اور ان کو ہذیل نے قتل کر دیا اور زمانہ جاہلیت کے ربا اور سود معاف ہیں اور پہلا سود جس کو میں معاف کرتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے کیونکہ وہ سبھی معاف ہے اور ساقط۔

عورتوں کے معاملہ میں اللہ تعالےٰ سے ڈرو۔ کیونکہ تم نے ان کو اللہ تعالےٰ کی امانت کے ساتھ لیا اور کلمۃ اللہ کے ساتھ اُن کے فروج کو حلال سمجھا اور تمہارے حقوق جو ان پر لازم ہیں ان میں سے ایک حق یہ ہے کہ جس کو تم پسند نہ کرو اس کو تمہارے گھروں میں نہ آنے دیں اور تمہارے بستروں پر قدم نہ رکھنے دیں۔ اور وہ اگر ایسا کریں تو ان کو سزا دو اور مارو پیٹو مگر ایسی ضرب نہ لگاؤ جس کے اثرات ظاہر ہوں یعنی اس سے زخم آئے یا ہڈی وغیرہ ٹوٹ جائے اور اُن کے حقوق جو تمہارے ذمہ واجب الادا ہیں وہ اُن کی خوراک اور پوشاک ہے جو معروف طریقہ پر ادا کی جانی

چاہیئے اور عدل و انصاف کے ساتھ۔

اور میں تمہارے اندر سرچشمہ ہدایت چھوڑ کے جا رہا ہوں اگر اس کے دامن سے وابستہ رہو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے اللہ تعالےٰ کی کتاب اور تم سے میرے متعلق سوال کیا جائے گا تو تم کیا کہو گے اور کیا جواب دو گے۔

سب حاضرین نے عرض کیا ہم سب گواہی دیں گے کہ آپ نے فریضہ رسالت کو ادا کیا اور حق نصیحت اور ہمدردی پوری طرح ادا فرمایا اور جملہ احکام خداوندی ہم تک پہنچا دیئے۔

اس موقعہ پر آپ نے شہادت والی انگلی مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر پھر لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے کہا۔ اللّٰھم اشھد۔ اللّٰھمّ اشھد۔ اللّٰھمّ اشھد۔ اے اللہ ملاحظہ فرمالے۔ دیکھ لے اور گواہ ہو جا کہ میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے اور میری امت اس کی گواہی دے رہی ہے۔

پھر آپ نے اذان کا حکم دیا تو اذان کہی گئی۔ پھر اقامت ہوئی۔ آپ نے نماز ظہر ادا فرمائی۔ پھر اقامت کہی گئی اور آپ نے (ظہر کے وقت میں) نماز عصر ادا فرمائی اور ان کے درمیان کوئی نماز ادا نہیں فرمائی۔ بعد ازاں سوار ہو کر آپ موقف میں تشریف فرما ہوئے اور قصواء کا بطن اور سینہ صخرات (پتھروں اور چٹانوں) کی طرف متوجہ کیا اور ریتیلے ٹیلوں کا سلسلہ جس کو جبل شاہ کہا جاتا ہے آپ کے سامنے تھا اور قبلہ کی طرف متوجہ تھے اور غروب آفتاب تک آپ نے وہاں قیام فرمایا۔ جب قرص آفتاب غائب ہو گیا اور اس کی زردی بھی تھوڑی بہت غائب ہو گئی تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سوار فرمایا اور وہاں سے مزدلفہ کی راہ لی۔ آپ نے ناقہ قصواء کی مہار کو اتنا کھینچ رکھا تھا کہ اس کا سر پالان کے اگلے سرے سے ٹکرا رہا تھا۔ اور آپ دائیں ہاتھ مبارک سے اشارہ فرما کر لوگوں کو حکم دے رہے تھے۔ اے لوگو آہستہ چلو، آہستہ چلو۔ جب آپ کسی پہاڑی پر چڑھنے لگتے تو اونٹنی کی مہار کو ذرا ڈھیلا چھوڑ دیتے حتیٰ کہ آپ مزدلفہ میں تشریف فرما ہوئے اور یہاں (وقت عشاء میں) نماز مغرب اور عشا کو ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ادا فرمایا اور ان کے درمیان نوافل وغیرہ ادا نہیں فرمائے پھر آپ آرام فرما ہو گئے حتیٰ کہ صبح صادق طلوع ہوئی اور جب آپ پر صبح صادق واضح ہوئی اور عام صحابہ کو نمایاں طور پر محسوس نہیں ہوتی تھی تو آپ نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی۔

پھر آپ قصواء پر سوار ہوئے حتیٰ کہ مشعر حرام کی طرف تشریف لائے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا فرمائی اللہ اکبر اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ پڑھتے رہے اور وہیں قیام فرما رہے حتیٰ کہ صبح کا سفیدہ اچھی طرح نمودار ہو گیا۔ ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا کہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سوار فرمایا حتیٰ کہ بطن محسر میں قدم رنجہ فرما ہوئے تو اپنی سواری کو ذرا تیز فرمایا۔ پھر وہ درمیانہ راستہ اختیار

فرمایا جو کہ جمرہ کبریٰ کی طرف جاتا ہے حتیٰ کہ اس جمرہ کے پاس تشریف لائے جو درخت کے پاس ہے۔ اسے سات کنکریاں ماریں اور ہر ایک کنکری کے ساتھ اللہ اکبر فرماتے ان کنکریوں میں سے ہر ایک خذف ریزہ کی مانند تھی اور بطن وادی میں کھڑے ہو کر آپ نے انہیں مارا۔ پھر آپ منحر (قربانگاہ) کی طرف متوجہ ہوئے اور تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ مبارک سے ذبح فرمائے اور بقایا (سینتیس) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمائے اور انہوں نے انکو ذبح فرمایا (نحر فرمایا) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ نے اپنے ہدایا میں شریک فرمایا۔ پھر ہر اونٹ سے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ہنڈیا میں ڈالنے اور پکانے کا حکم دیا۔ چنانچہ حسب الارشاد پکائے جانے کے بعد دونوں مقدس ہستیوں نے ان ٹکڑوں اور بوٹیوں کو تناول فرمایا اور شوربا نوش فرمایا۔

پھر آپ وہاں سے سوار ہو کر بیت اللہ شریف تشریف لائے اور طواف افاضہ فرمایا اور نماز ظہر مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی۔ پھر آپ بنی عبد المطلب کے ہاں (چاہ زمزم) پر تشریف لائے۔ جبکہ وہ پانی کھینچ کر لوگوں کو پلا رہے تھے تو انہیں فرمایا اے بنی عبد المطلب پانی کھینچو اور پلاؤ۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میری سنت پر عمل کرنے کے خیال سے لوگ تم پر غالب نہ آجائیں اور ڈول تمہارے ہاتھوں سے چھین ہی نہ لیں تو میں خود تمہارے ساتھ پانی کھینچتا۔ انہوں نے آپ کو ایک ڈول پانی کا پیش کیا تو آپ نے اُس سے پانی نوش فرمایا (انفرد به المسلم)

بارھواں باب

عمروں کا تذکرہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بعد از ہجرت صرف ایک حج ادا فرمایا اور چار عمرے ادا فرمائے۔ ایک حدیبیہ والا عمرہ (جس کا احرام وہیں کھولنا پڑا) دوسری بار مدینہ طیبہ سے ذوالحجہ میں ادا فرمایا۔ تیسرا عمرہ جعرانہ کے مقام پر غنائم حنین تقسیم کرنے کے موقعہ پر کیا۔ اور چوتھا وہ ہے جو حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا گیا۔ ع‍ ۵

ع‍ ۵ دوسرا عمرہ قضا بھی ذوالقعدہ میں ادا ہوا جس طرح کہ پہلا اور تیسرا ذوالقعدہ میں وقوع پذیر ہوئے اور صرف ایک عمرہ ذوالحجہ میں ادا کیا گیا جو کہ حج کے ساتھ ادا کیا گیا۔ لہٰذا روایت مندرجہ بالا میں دوسرے عمرہ کے بیان میں تحریف وقوع پذیر ہو گئی ہے۔
(ہٰذا واللہ و رسولہ اعلم)

ابواب

خوف وخشیت نبوی تضرع وزاری اور حزن وبکا، فکر وتامل، ورع وتقوے استغفار وتوبہ اور آمال اور آرزوؤں میں کمی وکوتاہی کے بیان میں

باب اوّل

خوف وتضرع

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کا عمل اس کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا عمل بھی آپ کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ مجھے اپنی رحمت وعنایت اور فضل وکرم کے ساتھ ڈھانپ لے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں جسکو (محض) اس کا عمل نجات دلا دے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اعنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا عمل بھی (اتنا پاکیزہ ہونے کے باوجود) آپ نے فرمایا ہاں میرا عمل بھی، مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ اپنی شان مغفرت ورحمت کے ذریعے دامن عفو وکرم میں لے لے اور ساتھ ہی ہاتھ مبارک سر اقدس پر رکھ کر محل نزول رحمت کی طرف اشارہ فرمایا۔

مطرف بن عبداللہ اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز ادا کرتے وقت دیکھا اور آپ کے سینہ مبارک میں اس طرح ابال اور جوش محسوس ہوتا تھا جیسے کہ ہنڈی چولھے پر رکھی ہوا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے میرے گھر تشریف لانے کی باری تھی مگر آپ گھر میں تشریف فرما نہیں تھے (میں آپ کی تلاش میں نکلی) کیا دیکھتی ہوں کہ آپ سجدہ کی حالت میں یوں پڑے ہیں جیسے زمین پر رکھا ہوا کپڑا اور یوں فرما رہے ہیں۔

سجد لک سوادی وخیالی وآمن بک فوادی۔ رب ھذہ یدای وما جنیت بھا علی نفسی یا عظیما

یُرْجیٰ لکل عظیم اغفر الذنب العظیم۔

تیری بارگاہ بے نیاز میں میرا شخصِ وجود اور وجودِ خیال سجدہ ریز ہے اور میرا قلب و جگر تجھ پر صدق و اخلاص سے ایمان لایا ہے۔ اے میرے رب کریم یہ میرے ہاتھ ہیں (جو تیری جناب میں سوال و طلب کے لیے دراز ہیں) اور یہ میرے بوجھ ہیں جن کو میں نے ان ہاتھوں سے اپنے اوپر ڈال رکھا ہے۔ اے وہ عظیم ذات جس کی عظیم مقاصد کے لیے پناہ ڈھونڈی جاتی ہے اور حصول مقاصد میں امید رکھی جاتی ہے۔ میرے عظیم بوجھوں کو ہلکا فرما۔

پھر آپ نے فرمایا۔ بیشک جبرئیل علیہ السلام نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں یہ کلمات کہوں جو تم نے مجھ سے سُنے ہیں لہٰذا تم بھی سجود میں ان کو کہا کرو۔ کیونکہ جو شخص بھی سجدہ میں گر کر یہ کلمات کہتا ہے تو اس کے سر اٹھانے سے قبل اس کی مغفرت و بخشش ہو جاتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (امت کی کلفت و مشقت) کو مدِنظر رکھتے ہوئے عزیمت کی بجائے رخصت پر عمل فرمایا تو لوگوں میں سے بعض نے اس سے اجتناب کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بات اور اجتناب و کراہت کا علم ہوا تو آپ ناراض ہوئے حتیٰ کہ چہرہ اقدس سے غضب کے آثار نظر آنے لگے پھر فرمایا۔

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس امر سے اعراض کرتے ہیں اور بے رغبتی جس کی مجھے رخصت دی گئی ہے بخدا میں ان سب سے اللہ تعالیٰ کا زیادہ علم رکھتا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت میرے اندر ہے

دوسرا باب

بادل اور آندھی سے اضطراب

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل اور آندھی دیکھتے تو پریشانی کے اثرات آپ کے چہرہ انور پر محسوس ہوتے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ لوگ جب بادل کو دیکھتے ہیں تو اس امید پر خوشی مناتے ہیں کہ بارش ہو گی اور میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ مجسمہ اضطراب اور بے چینی بنے ہوتے ہیں اور چہرہ انور سے ناپسندیدگی کے اثرات محسوس ہوتے ہیں۔

آپ نے فرمایا اے عائشہ میرے لیے اس امر کا اطمینان رکھنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ اس میں عذاب نہیں

ایک قوم کو آندھی کے ساتھ عذاب دیا گیا اور ایک قوم نے عذاب دیکھا تو کہا یہ سامنے نظر آنے والا بادل ہے جو ہم پر برسے گا اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگا لیکن وہ عذاب خداوندی تھا جس نے ان کو نیست و نابود کر دیا۔[۵]

تیسرا باب

گرج اور چمک کے موقعہ پر کلمات طیبات

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رعد اور گرج کی آواز سنتے اور بجلی گرنے کی آواز سماعت فرماتے تو یوں فرمایا کرتے تھے۔

اللھم لا تقتلنا بغضبك ولا تھلكنا بعذابك وعافنا قبل ذالك۔ اے اللہ ہمیں اپنے غضب کے ساتھ قتل نہ فرما اور نہ اپنے عذاب کے ساتھ ہلاک فرما اور اس سے پہلے ہی ہمیں عفو و عافیت سے ہمکنار فرما۔

چوتھا باب

خوف و حزن اور فکر و خیال

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ سے ناقل ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل حزن و ملال میں مبتلا رہتے اور راحت و سکون آپ کو حاصل نہیں ہوتا تھا اور ہمیشہ فکرمند رہتے۔

ع۵ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے باوجود ما كان الله ليعذبهم و انت فيهم (اللہ تعالیٰ کو یہ شایان نہیں کہ تمہارے ہوتے ان کو عذاب دے) اس اضطراب کی وجہ صرف یہ ہو سکتی ہے کہ علامات عذاب دیکھ کر آپ پر وہ تصور غالب آجاتا تھا نیز اللہ تعالیٰ کی شان لاابالی اور بے نیازی اور بعض غیر مصرح قیود اور شرائط کے پیش نظر اس امر کا امکان باقی تھا لہذا آپ پر یہ اثرات ظاہر ہوتے علی الخصوص آپ رحمۃ للعالمین ہونے کے ساتھ ساتھ بالمومنین رؤف رحیم کا منصب خداداد بھی رکھتے ہیں تو لامحالہ جہاں سے معمولی اندیشہ امت کے حق میں تکلیف و پریشانی کا ہوتا تو آپ سراپا اضطراب بن جاتے۔

پانچواں باب

آہ و بکاء

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت و رأفت کے تحت بیان کیا ہے کہ آپ نے امت کے حق میں اللہ تعالٰے سے التجاء کی اور روئے تو اللہ تعالٰے نے آپ کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میں ضرور تمہیں امت کے معاملے میں راضی کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قرآن پاک پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا میں آپ کی خدمت میں کیسے پڑھنے کی لیاقت رکھتا ہوں حالانکہ وہ آپ پر نازل ہوا (اور جیسے قراءت و تجوید کا حق ہے وہ آپ ہی ادا فرما سکتے ہیں) آپ نے فرمایا ضرور پڑھیے کیونکہ یہ امر مجھے بہت پسند ہے کہ میں دوسروں کی زبانی (حدیث محبوب) اور تلاوت کلام پاک سنوں میں نے سورۂ نساء تلاوت کی اور جب اس آیت مبارکہ پر پہنچا۔ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علیٰ ھٰؤلاء شھیدا[۱]۔ وہ کیسا منظر ہوگا اور وہ کیسی حالت ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ (نبی امت) لائیں گے اور آپ کو ان سب پر شہید اور گواہ بنائیں گے تو آپ نے فرمایا بس کافی ہے تجھے۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ اخرجہ البخاری والمسلم)

مطرف اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ نماز ادا فرما رہے تھے اور آپ کے سینہ اقدس اور اندرون جسد میں رونے کی وجہ سے ایسا جوش اور ابال محسوس ہوتا تھا جیسے کہ دیگ جوشاں چولھے پر چڑھی ہو۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ میں۔ عبداللہ بن عمر اور عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے ام المومنین مجھے وہ عجیب ترین امر بتلاؤ جو تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھا ہو۔ تو آپ رو پڑیں اور فرمایا آپ کے جملہ امور و افعال اور اعمال و اخلاق عجیب تھے۔

آپ ایک رات میرے ہاں تشریف لائے حتیٰ کہ جب میرے ساتھ لحاف میں لیٹے اور آپ کا جسد اطہر میرے جسم سے مس ہوا تو فرمایا اے عائشہ کیا مجھے اپنے رب تبارک و تعالٰے کی عبادت کرنے کی اجازت دیتی ہو تو میں نے عرض کیا مجھے آپ کا قرب خداوندی پسند ہے اور جو تمہیں پسند ہے وہی مجھے پسند اور محبوب ہے۔

آپ گھر میں کھڑے ایک مشکیزہ کی طرف متوجہ ہوئے (اور وضو فرمایا) مگر زیادہ پانی استعمال نہ فرمایا، پھر کھڑے ہو کر قرآن مجید تلاوت فرمانے لگے اور رونے لگے حتیٰ کہ آنسو مبارک اس فراوانی سے بہنے لگے کہ آپ کے سینہ کو تر فرما دیا۔

پھر آپ نے دائیں پہلو اور جانب کا سہارا لیا اور دایاں ہاتھ مبارک دائیں رخسار کے نیچے رکھا اور روتے رہے حتیٰ کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تاکہ نماز کے وقت اور جماعت کے متعلق عرض کریں۔ آپ کو روتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا آپ رو رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب پہلوں اور پچھلوں کے گناہ کی مغفرت کا دنیا میں اعلان فرما دیا ہے اور بخشش کا مژدہ سنا دیا ہے، تو آپ نے فرمایا۔ کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں (اور جتنا اس کا کرم عمیم اور احسان عظیم مجھ پر ہے اس کے مطابق شکر ادا نہ کروں) پھر فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں نہ روؤں حالانکہ آج رات اللہ تعالیٰ نے مجھ پر آیت کریمہ نازل فرمائی ہے۔ اِنَّ فی خلق السمٰوات والارض واختلاف الیل والنہار لآیات لاولی الالباب الآیۃ بے شک آسمان و زمین کی تخلیق میں اور گردش لیل و نہار میں عقل والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ پھر فرمایا اس شخص کے لیے افسوس ہے جس نے اس کو پڑھا مگر اس میں غور و فکر نہ کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے میدان بدر والی رات دیکھا کہ ہم میں سے کسی نے قیام نہیں کیا اور رات کو نوافل ادا نہیں کیے تھے۔ صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے نماز ادا فرما رہے تھے اور رو رہے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک سفر تھا تو آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور روئے اور اس قدر روئے کہ روتے روتے زمین پر گر گئے۔ آپ نے بیس مرتبہ اس آیت مقدسہ کو پڑھا اور ہر بار اس کثرت سے روئے کہ زمین پر گر گئے اور آخری مرتبہ مجھے فرمایا۔ (لقد خاب من لم یرحمہ الرحمن الرحیم) وہ بہت ہی خائب و خاسر ہوا۔ جس کو رحمٰن و رحیم نے اپنے رحم و کرم سے محروم رکھا۔

سلمہ مخزومی فرماتے ہیں جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے (اور آپ کو ان کے شہید ہونے کا بذریعہ کشف علم ہو گیا اور میدان جنگ کا مشاہدہ فرماتے ہوئے مدینہ منورہ میں اُن کے شہید ہونے کی اطلاع دے دی) تو آپ راہ پر چل رہے تھے کہ حضرت زید کی صاحبزادی نے آپ کو دیکھ لیا اور آپ کے سامنے آکر زار و قطار رونے لگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نحیف اور گلوگیر آواز ذرا بلند ہوئی۔ بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا

ہے ؟ آپ نے فرمایا ھذا شوق الحبیب الی حبیبہ ۔ یہ ایک حبیب کا دوسرے حبیب کی طرف شوق و اشتیاق ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور وہ جان جاں آفریں کے سپرد کر رہے تھے۔ آپ نے اپنے لخت جگر اور نور نظر کی یہ حالت دیکھی تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا آنکھیں آنسو برسا رہی ہیں۔ دل غم و اندوہ اور حزن و ملال میں مبتلا ہے اور ہم زبان پر صرف وہی کچھ لاتے ہیں جس پر ہمارا رب تبارک و تعالیٰ راضی ہو اور ہم اے ابراہیم یقیناً تیرے فراق کی وجہ سے غمزدہ ہیں اور انتہائی غمگین۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے آپ کی خدمت میں آدمی بھیجا کہ میرا بیٹا حالت موت میں ہے۔ ہماری حالت رنج و الم پر رحم کھاتے ہوئے ہمارے ہاں قدم رنجہ فرما دیں تاکہ آپ کی موجودگی سے ہمیں سہارا ہو جائے اور غم و اندوہ میں کمی ہو جائے تو آپ نے یہ فرماتے ہوئے آدمی کو واپس بھیجا۔

ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطٰی وکل شیٔ عندہ باجلٍ مسمّٰی ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کے لیے ہے جو اس نے عطا فرمایا اور ہر چیز اس کے ہاں ایک معین اجل اور مدت کے ساتھ ہے۔

انہوں نے دوبارہ قسمیں اور واسطے دے کر آدمی بھیجا کہ آپ ضرور بالضرور تشریف لائیں تو آپ اُٹھے اور آپ کے ساتھ دوسرے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اُٹھ کر چلے۔ جب وہاں پہنچے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں وہ بچہ پیش کیا گیا اور اس کی سانس اکھڑی ہوئی تھی اور سینہ میں ہی گردش کر رہی تھا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو چشمے رواں ہو گئے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا (محض آنسوؤں کا بہنا شرعاً ممنوع نہیں ہے بلکہ یہ) رحمۃ جعلھا اللہ فی قلوب عبادہ وانما یرحم من عبادہ الرحماء ۔ رحمت و رافت ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کے دلوں میں پیدا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف رحم و کرم کرنے والوں کو اپنے رحم و کرم سے مشرف فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سرہانے تشریف لائے۔ اُن کے اہل و عیال اُن کے گرد احاطے کیے ہوئے کھڑے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا ان کی وفات ہو گئی ہے ؟ انہوں نے عرض کیا نہیں (آپ نے ان کی تکلیف اور منظر موت اور دار دنیا سے کوچ کی حالت کا خیال فرمایا) تو آپ رو پڑے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو آپ اُن کے جنازہ پر تشریف لائے اور ان کے چہرہ سے کپڑا ہٹا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور کافی دیر تک روتے رہے پھر

ان کو چارپائی پر رکھ کر اٹھایا گیا تو آپ نے فرمایا۔ طوباك یا عثمان لم تلبسك الدنیا ولم تلبسها۔ اے عثمان تیرے لیے مبارک ہے نہ دنیا نے تمہیں استعمال کیا اور نہ تم نے دنیا کو اور دنیا میں رہ کر اس سے الگ تھلگ رہے۔

میسرہ بن معبد کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ہم اہل جاہلیت تھے اور بت پرست اور اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں قتل کیا کرتے تھے۔ میری ایک بیٹی تھی میں جب بھی اسے بلاتا تو وہ میرے بلانے پر بہت خوش ہوتی۔ میں نے ایک دن اس کو بلایا تو وہ میرے پیچھے پیچھے چلی تو میں چلتا رہا حتیٰ کہ اپنے گھر سے ذرا فاصلہ پر ایک کنواں تھا اس پر پہنچ گیا اور اس کے ہاتھ کو پکڑ کر کنوئیں میں پھینک دیا اور ہمیشہ کے لیے نگاہوں سے اوجھل کر دیا اور اس کے آخری کلمات جو میرے کانوں میں پہنچ کر سنائی دے رہے تھے وہ یہ تھے۔ یا ابتاہ یا ابتاہ۔ اے اباجان اے اباجان کہہ رہی تھی (مگر میرا پتھر سے بھی زیادہ سنگین دل ذرا بھی متاثر نہ ہوا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ واقعہ سن کر رو دیئے حتیٰ کہ آپ کے آنسو مبارک اُچھل پڑے۔ حاضرین میں سے ایک آدمی نے اس کو کہا تو نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حزن و ملال میں ڈال دیا ہے۔ تو اس نے جواب میں کہا تم کوئی بات مت کرو آپ خود دریافت فرمالیں گے کہ کس چیز نے آپ کو غمگین کیا ہے۔

حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اپنی بات دوبارہ دہراؤ اور مجھے سناؤ۔ اس نے دوبارہ وہ قصہ سنایا تو آپ اس قدر آبدیدہ ہوئے کہ آنسوؤں نے آپ کی داڑھی مبارک کو تر کر دیا۔ پھر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے دور جاہلیت اور زمانہ جاہلیت اور زمانہ کفر کے اعمال سے درگذر فرما دیا ہے۔ اب نئے سرے سے نیک اعمال اور صالح افعال کرو۔

حضرت ثابت بن سرح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور عالم حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوات مبارکہ میں سے ایک دعا مبارک یہ تھی۔

اللھم اجعل لی عینین ھطالتین تبکیان بذروف الدموع وتشفقان من خشیتك قبل ان یصیر الدمع دما والاضراس جمرا۔ اے اللہ مجھے ایسی دو آنکھیں عطا فرما جو زور سے برسنے والی ہوں اور برستے آنسوؤں کے ساتھ روئیں اور تیرے عذاب وعتاب سے خوفزدہ ہوں پہلے اس کے کہ آنسو خون بن جائیں اور ڈاڑھیں انگارے یعنی عذاب نار میں مبتلا ہونے سے قبل اس عذاب کا ڈر اور خوف دل میں پیدا ہو جائے تاکہ آنکھیں آنسوؤں کے ذریعے اس آگ کو بجھالیں اور اس کا ملاحظہ کرنے سے پہلے ہی اس کے بچاؤ کی تدبیر کرلیں۔

چھٹا باب

ورع واحتیاط، تقویٰ اور پرہیزگاری

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی راہ پر اور کبھی بستر پر پڑی) کھجور کو ملاحظہ فرماتے اور فرماتے اگر یہ اندیشہ اور خطرہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہوگی تو میں ضرور اس کو کھالیتا (اور محض اس لیے اس سے نفرت اور اجتناب نہ فرماتا کہ یہ ایک کھجور ہے اور گری پڑی ہے) اخرجہ البخاری والمسلم۔

عمرو بن شعیب اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما تھے کہ اپنے نیچے بستر پر ایک کھجور پائی اُسے اٹھا کر کھالیا۔ پھر آپ رات کے آخری حصہ میں بستر پر لوٹنے لگے حتیٰ کہ بعض ازواج مطہرات (جن کے ہاں آپ تشریف فرما تھے وہ) اس صورتحال سے گھبرائیں۔ تو آپ نے فرمایا میں نے اپنے پہلو کے نیچے ایک کھجور پائی پس اسے کھالیا تو مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوگیا کہ کہیں یہ صدقہ کی کھجور نہ ہو۔

ساتواں باب

آمال اور آرزوؤں میں کمی اور کوتاہی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک لونڈی سو دینار کے ساتھ ایک مہینہ کی مہلت پر خرید فرمائی تو میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سُنا کیا تعجب نہیں کرتے ہو۔ اسامہ سے جس نے ایک مہینہ کی میعاد اور مہلت پر لونڈی ادھاری خریدی ہے (گویا یہ ایک مہینہ تک زندہ رہنے کا امیدوار ہے) بیشک اسامہ بہت طویل آرزو رکھتا ہے۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب بھی میں آنکھ جھپکتا ہوں تو مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ کہیں پلکیں اکٹھی ہونے سے پہلے ہی میری جان قبض نہ کرلی جائے اور میں جب بھی کسی چیز کی طرف نگاہ اٹھاتا ہوں تو مجھے گمان گذرتا ہے کہ نگاہ نیچی کرنے سے پہلے میری جان قبض کرلی جائے گی اور میں جب بھی کوئی لقمہ منہ میں ڈالتا ہوں تو مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوتا ہے کہ اسے پیٹ تک نہیں پہنچا سکوں گا اور اس سے نفع اندوز نہیں ہوسکوں گا بلکہ عین ممکن ہے کہ یہی لقمہ گلے میں اٹک جائے اور موجب موت بن جائے (یعنی ہر وقت اور ہر لحظہ موت سر پر کھڑی محسوس ہوتی تھی۔ اور کسی لمحہ اس سے غافل نہیں

ہوتے تھے اگرچہ آپ کو باذن اللہ اور باعلام اللہ وقت وصال معلوم تھا کہ جب تک دین اسلام مکمل نہیں ہو جاتا اور اچھی طرح راسخ نہیں ہو جاتا میری وفات نہیں ہو گی)۔

پھر فرمایا اے بنی آدم اگر تم عقل رکھتے ہو تو اپنے کو اموات میں شمار کرو۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جس (موت قیامت اور عذاب و ثواب) کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے وہ لامحالہ آنے والا ہے اور تم اللہ تعالیٰ کو اور اس کے ملائکہ کو عاجز کر دینے والے نہیں ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب فرماتے تو مٹی پر مسح فرما لیتے میں عرض کرتا یا رسول اللہ پانی تو آپ سے بالکل قریب ہے (اور وہاں پہنچنے میں کوئی خاص وقت بھی نہیں لگے گا) تو آپ فرماتے مجھے کیا پتا ہو سکتا ہے میں وہاں تک نہ پہنچ سکوں۔

آٹھواں باب

توبہ و استغفار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اے لوگو اللہ تعالےٰ کی جناب میں توبہ کرو اور اس سے مغفرت و بخشش طلب کرو کیونکہ (اس کا محبوب ہونے کے باوجود) میں اس کی جناب میں ہر دن سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم مجلس نبوی میں حاضر ہوتے تھے اور آپ دفعہ وقفہ سے رب اغفر لی وتب علی انك انت التواب الرحیم پڑھتے رہتے اور شمار کرتے تو مجموعی طور پر آپ کی استغفار سو بار تک جا پہنچتی تھی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز چاشت ادا فرمائی پھر سو مرتبہ اللھم اغفر لی وتب علی انك انت التواب الرحیم کہا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایک دن میں سو مرتبہ اللہ تعالےٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ اقدس میں توبہ کرتا ہوں۔

سعید بن ابی بردہ اپنی سند کے ساتھ اپنے دادا سے راوی ہیں کہ ہمارے ہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ درانحالیکہ ہم سبھی بیٹھے ہوئے اور موجود تھے۔ تو آپ نے فرمایا کوئی صبح طلوع نہیں کرتی مگر میں اس میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں (اور بارگاہ خداوندی میں توبہ کرتا ہوں۔

ابواب

محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دعوات کے بیان میں

باب اوّل

دُعا کے وقت ہاتھ پھیلانا

ابنۃ الحسین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارگاہِ خداوندی میں دُعا اور زاری فرماتے تو اپنے ہاتھ بلند فرماتے (اور آگے پھیلاتے) جیسے کہ مساکین کھانا طلب کرتے وقت ہاتھ پھیلاتے ہیں اور دستِ سوال وطلب دراز کرتے ہیں۔

دوسرا باب

صبح وشام دُعا فرمانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام ان دعاؤں کو ضرور زبان اقدس پر جاری فرماتے اور کبھی بھی ترک نہیں فرماتے تھے۔

اللّٰھم انی اسئلك العفو والعافیۃ فی دینی ودنیائی واھلی ومالی۔ اللّٰھم استر عوراتی وآمن روعاتی۔ اللھم احفظنی من بین یدی ومن خلفی وعن یمینی وعن شمالی ومن فوقی واعوذ بعظمتك ان اغتال من تحتی۔

ترجمہ:۔ اے اللہ میں تجھ سے عفو وعافیت کا سوال کرتا ہوں اپنے دین اور دنیا میں اور اہل ومال میں اے اللہ میرے عیوب پر پردہ ڈال اور مجھے خوف زدہ کرنے والے امور سے امن واطمینان عطا فرما۔ اے اللہ مجھے سامنے سے اور پیچھے سے پیش آنے والی بلیات سے محفوظ فرما اور دائیں بائیں سے اور اوپر سے بھی میں

تیری عظمت کے وسیلہ سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ نیچے سے کسی آفت اور ہلاکت میں مبتلا کیا جاؤں یعنی زمین میں دھنسنے سے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام اس طرح فرماتے تھے۔ ہم نے صبح کی ہے فطرت اسلام پر اور کلمہ اخلاص پر اور دین نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر جو کہ فطرتِ سلیمہ کی بدولت روز اول سے ہی باطل سے دینِ حق کی طرف مائل ہونے والے تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت فرماتے اے اللہ تیرے فضل وکرم سے ہم نے صبح کی اور تیرے ہی فضل وکرم سے شام کی ہے اور تیری عنایت و مہربانی سے ہی زندہ ہیں اور اسی پر اعتماد کرتے ہوئے دارِ دنیا سے دارِ آخرت کی طرف رخت سفر باندھیں گے اور تیری طرف ہی بازگشت ہے اور رجوع۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب شام ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات زبان اقدس پر جاری فرماتے۔

"امسينا وامسى الملك لله۔

ہم نے شام کی اور اللہ تعالیٰ کے ملک نے بھی شام کی یعنی وقتِ شام میں پہنچا اور اسے پالیا۔

والحمد لله لا اله الا الله وحده لا شريك لهٗ لهُ الملك وله الحمد وهو على كل شيئ قدير رب اسألك خير هذه الليلة وخير ما بعدها واعوذ بك من شر ما فى هذه الليلة وشر ما بعدها۔

ترجمہ:۔ اے میرے رب کریم میں تجھ سے اس رات کی خیریت اور اس کے بعد آنے والے اوقات کی خیریت کا طلبگار ہوں اور میں تجھ سے اس رات کے اندر جو شر ہے اس سے اور اس کے بعد آنے والے شرور سے پناہ طلب کرتا ہوں۔

رَبّ اعوذ بك من الكسل وسوء الكبر، رب اعوذ بك من عذاب فى النار وعذاب فى القبر

ترجمہ:۔ اے میرے رب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کسل اور سستی سے بڑھاپے کی مشقت سے اور آفت سے۔ اے میرے رب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عذاب نار سے اور عذاب قبر سے۔

اور جب صبح ہوتی تو بھی اسی طرح فرماتے۔ اصبحنا واصبح الملك لله۔ ہم نے صبح کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ملک نے صبح کی ہے۔

تیسرا باب

کرب و بلا کے موقعہ پر دعاء مبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرب و بلا اور رنج و الم کے موقعہ پر یوں دُعا فرماتے۔

لا الٰہ الا اللہ العظیم الحلیم۔ لا الٰہ الا اللہ رب العرش العظیم۔ لا الٰہ الا اللہ رب السموٰت و رب الارض۔ رب العرش الکریم۔

چوتھا باب

دعوات مبارکہ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا مانگا کرتے تھے۔

اللّٰھم اغفرلی خطیئتی وجھلی واسرافی فی امری۔ وما انت اعلم بہ منی اللّٰھم اغفرلی جدی وھزلی وخطئی وعمدی وکل ذلک عندی، اللھم اغفرلی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی، انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شئی قدیر۔

اے اللہ میرے لیے میری خطائیں اور لاعلمی میں صادر ہونے والے امور اور حدود سے تجاوز معاف فرما۔ اور ہر وہ امر جو تو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ اے اللہ میرے بالارادہ صادر ہونے والے امور سے درگذر فرما۔ اور غیر ارادی طور پر صادر ہونے والے امور سے بھی یا مزاح کی صورت میں اور ہر نوع کی تقصیرات مجھ میں موجود ہیں۔ اے اللہ جو کچھ میں پہلے کر چکا ہوں وہ (اگر خطا وغیرہ پر مشتمل ہے تو) معاف فرما اور جو آئندہ سرزد ہوگا اُسے بھی بخش دے۔ جو پوشیدہ طور پر کیا ہے یا علانیہ اسے بھی نظر انداز فرما۔ اور جو میرے خیال میں نہیں ہے مگر تیرے علم میں ہے اور تو اسے میری نسبت اچھی طرح جانتا ہے۔ اس سے بھی چشم پوشی فرما۔ تو ہی اول ہے اور تو ہی آخر ہے (اور لوگوں کو شرف و فضل میں مقدم فرمانے والا ہے اور مؤخر فرمانیوالا) اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یہ دُعا مانگا کرتے تھے ۔ اللّٰھم انی اعوذبك من فتنۃ النار وعذاب النار وفتنۃ القبر وعذاب القبر، ومن شر فتنۃ الفقر، واعوذبك من المسیح الدجال، اللّٰھم اغسل خطایای بماء الثلج والبرد، ونق قلبی من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس وباعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اللّٰھم انی اعوذبك من الکسل والھرم والمأثم والمغرم ۔

اے اللہ میں تجھ سے فتنۂ جہنم اور عذاب نار سے پناہ مانگتا ہوں ۔فتنۂ قبر اور اس کے عذاب سے اور فتنۂ فقر کے شر سے اور میں تجھ سے تیری ذات والا کے وسیلہ سے مسیح دجال کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں اے اللہ میرے گناہوں کو برف اور اولوں جیسے منزہ اور پاکیزہ پانی اور آب رحمت سے صاف اور اجلا فرما اور میرا دل گناہوں کی میل کچیل سے اس طرح صاف ستھرا فرما جیسے کہ تو نے سفید کپڑے کو دلس اور میل سے پاک پیدا کیا اور بنا میرے درمیان اور میرے گناہوں کے درمیان اتنا بُعد اور دوری پیدا فرما جتنی کہ مشرق و مغرب کے درمیان پیدا فرمائی ہے ۔ اے اللہ میں تجھ سے سُستی اور انتہائی بڑھاپا سے پناہ مانگتا ہوں اور گناہ و قرض سے پناہ کا طلبگار ہوں ۔ یہ اور اس سے پہلی روایت بخاری و مسلم دونوں میں ہے ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء فرمایا کرتے تھے ۔

اللّٰھم انی اعوذبك من العجز والکسل والجبن والھرم والبخل وعذاب القبر، اللّٰھم آت نفسی تقواھا وزکھا انت خیر من زکاھا، انت ولیھا ومولاھا، اللّٰھم انی اعوذبك من قلب لایخشع، ونفس لاتشبع وعلم لاینفع، ودعوۃ لایستجاب لھا ۔

اے اللہ میں تیری ذات اقدس سے عجز و کسل اور جبن و ہرم اور بخل سے پناہ طلب کرتا ہوں اور عذاب قبر سے ۔ اے اللہ میرے نفس کو اس کے لائق اور شایان شان تقویٰ عطا فرما اور اس کا تزکیہ و تطہیر فرما تو ان سب سے افضل و برتر ہے جو اس کا تزکیہ کر سکتے ہیں تو اس کا ولی ہے اور مددگار و معاون ۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں ایسے دل سے جو خشوع سے خالی ہو اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو اور ایسے علم سے جو نفع نہ دے اور ایسی دُعا سے جو مستجاب و مقبول نہ ہو ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرمایا کرتے تھے ۔

اللّٰھم انی اعوذبك من البرص والجنون والجذام وسیئ الاسقام ۔

اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں برص و جنون اور جذام و دیگر اسقام و امراض میں مبتلا ہونے سے ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات یوں فرماتے تھے ۔

یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك ۔

اے دلوں میں تبدیلی پیدا فرمانے والے اور دلوں پر تصرّف و تسلط کے مالک میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ اور قائم۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لا چکے ہیں اور جو کچھ آپ اللہ تعالےٰ کی طرف سے لائے اُس پر بھی تو کیا آپ اس پر خوف کھاتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ہاں! بے شک قلوب خلق اللہ رب العزت کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ اُن کو جیسے چاہے الٹ دے۔ ۵۹

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعائیہ کلمات زبان اقدس سے ادا فرماتے۔ اللّٰھم اغفر لنا ذنوبنا و ظلمنا و ھزلنا وجدنا و عمدنا و کل ذلک عندنا، اللّٰھم انی اعوذبک من غلبۃ الدّین وغلبۃ العدو و شماتۃ الاعداء۔

اے اللہ ہمارا ظلم اور تعدی معاف فرما اور جو کچھ سنجیدگی سے سرزد ہوا یا بطور مزاح جو عمداً کیا اور ان اقسام میں سے ہر ایک قسم ہمارے اندر موجود ہے۔ اے اللہ میں تیری ذات اقدس کی پناہ لیتا ہوں۔ غلبہ دین، غلبہ اعداء اور دشمن کی شماتت اور خوشی سے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات طیبات کو بطور دُعا زبان حق ترجمان پر جاری فرماتے۔

اللّٰھم طھرنی بالثلج والبرد والماء البارد، اللّٰھم طھر قلبی من الخطایا کما طھرت الثوب الابیض من الدنس وباعد بینی وبین ذنوبی کما باعدت بین المشرق والمغرب، اللّٰھم انی اعوذبک من قلب لا یخشع و نفس لا تشبع ودعاء لا یسمع وعلم لا ینفع۔

اے اللہ مجھے آپ رحمت کے ساتھ پاک صاف فرما جو کہ نزاہت و طہارت میں برف، اولوں اور ٹھنڈے پانی کی مانند ہے۔ اسے اللہ میرے دل کو ذنوب و آثام سے اس طرح پاک و صاف فرما جیسے کہ تو نے سفید کپڑے کو میل کچیل سے پاک پیدا فرمایا۔ میرے درمیان اور گناہوں کے درمیان اس قدر دوری پیدا فرما جتنی کہ تو نے مشرق

۵۹۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا تو اپنے دل کو ثابت رکھنے کے لیے کی ہے مگر صحابہ عرض کرتے ہیں کیا آپ کو ہمارے متعلق اندیشہ ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دعا تعلیم امت کے لیے تھی تاکہ آپکی اتباع میں وہ بھی اس طرح دعا کریں اور یہی آپ نے جواب میں صراحت فرمادی کہ ہاں مجھے تمہارے متعلق اندیشہ ہے لہذا جملہ دعوات نبی کریم علیہ السلام جہاں اظہار عبودیت کے لیے ہیں وہاں بنیادی مقصد تعلیم امت ہے بلکہ اُن کے لیے تاکید اکید مقصود ہے کہ جب محبوب خدا ایسی دعائیں کرتے ہیں تو ہمیں بطریق اولیٰ کرنی چاہئیں۔

ومغرب کے درمیان دوری پیدا فرمائی ہے۔ اے اللہ میں تیری ذات اقدس کی پناہ لیتا ہوں ایسے دل سے جس میں خوف وخشیت اور خشوع نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر ہونیوالا نہ ہو اور ایسی دعا سے جو شرف پذیرائی اور قبولیت سے مشرف نہ ہو اور ایسے علم سے جو نفع دینے والا نہ ہو۔

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان سات دعوات کو بارگاہ خداوندی میں پیش کیا کرتے تھے۔

اللھم انی اعوذبك من الھرم، واعوذبك من التردی، واعوذبك من الغمو والطرق والحرق والھدم، واعوذبك ان یتخبطنی الشیطن عند الموت واعوذ من ان اموت فی سبیلك مدبراً، واعوذبك من ان اموت لدیغاً۔

اے اللہ میں تیری ذات والا کی پناہ لیتا ہوں بڑھاپے اور انتہائی لاغری سے اور بلندیوں سے پستیوں کی طرف گرنے سے پناہ طلب کرتا ہوں اور میں تیری پناہ ڈھونڈتا ہوں غم واندوہ سے اور پامال ہونے اور روندے جانے سے اور دب کر مرنے سے اور اس امر سے بھی کہ شیطان بوقت موت مجھے بے راہ کر دے اور راہ حق سے دور رہیں اس سے بھی پناہ طلب کرتا ہوں کہ تیری راہ میں جہاد کرتے وقت پیٹھ پھیرے ہوئے مروں اور اس سے بھی پناہ چاہتا ہوں کہ ڈسا ہوا مروں۔

قیس بن عباد سے مروی ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی اور انتہائی ایجاز واختصار سے کام لیا لوگوں نے اس امر کو ناپسند کیا تو انہوں نے فرمایا کیا میں نے رکوع وسجود مکمل طور پر ادا نہیں کئے۔ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا رہا قراءت کے لحاظ سے اختصار تو میں نے اس میں ایسی دعا مانگی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مانگا کرتے تھے۔

اللھم بعلمك الغیب وقدرتك علی الخلق احیینی ما علمت الحیاۃ خیراً لی، وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیراً لی، اسألك خشیتك فی الغیب والشھادۃ، وکلمۃ الحق فی الغضب والرضی، والقصد فی الفقر والغنی، ولذۃ النظر الی وجھك وشوقاً الی لقائك، واسالك نعیماً لاینفد، وقرۃ عین لاتنقطع، واعوذبك من کل ضراء مضرۃ وفتنۃ مضلۃ، اللھم زینا بزینۃ الایمان واجعلنا ھداۃ مھتدین۔

اے اللہ اپنے علم غیب اور قدرت علی الخلق کے وسیلہ سے مجھے اتنے وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ تیرے علم میں حیات میرے لیے بہتر ہو اور مجھے وفات دے جب میرے حق میں وفات بہتر ہو۔ میں تجھ سے تیرا خوف اور خشیت طلب کرتا ہوں۔ غیب میں بھی اور حضور میں بھی اور حالت غضب ورضا دونوں میں کلمہ حق ادا کرنے کی توفیق اور فقر وغنا میں درمیانہ روی طلب کرتا ہوں۔ تیری ذات اقدس کو دیکھنے کی لذت آشنائی اور شوق لقاء سے درد آشنائی میں تجھ سے ایسی نعمتیں طلب کرتا ہوں جو ختم نہ ہوں اور ایسی آنکھ کی ٹھنڈک اور راحت جو منقطع نہ ہو۔ میں تیری پناہ

ڈھونڈتا ہوں۔ ہر نقصان دہ امر سے اور گمراہی میں ڈالنے والے فتنہ سے۔ اے اللہ ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ فرما اور ہمیں ہدایت یافتہ بنا اور ہدایت کرنے والے رہنما بنا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے۔

رب اعنی ولا تعن علی، وانصرنی ولا تنصر علی، وامکرلی ولا تمکر علی واھدنی ویسر لی الھدای، وانصرنی علی من بغی علی، رب اجعلنی لك شاکراً، لك ذاکراً، لك رھاباً، لك مطواعاً، لك مخبتاً، لك اواھاً منیباً، رب تقبل توبتی، واغسل حوبتی، واجب دعوتی، وثبت حجتی، وسدد لسانی، واھد قلبی، واسلل سخیمة قلبی۔

اے رب تبارک وتعالیٰ میری امداد فرما اور میرے خلاف اعانت نہ فرما۔ میری نصرت فرما اور میرے خلاف نصرت نہ عطا کر۔ میرے لیے تدبیر فرما اور میرے خلاف تدبیر نہ فرما۔ مجھے ہدایت کاملہ سے سرفراز فرما اور میرے لیے ہدایت کو سہل اور آسان فرما۔ میری ان لوگوں پر مدد فرما جو مجھ سے بغاوت کرنے والے ہیں اور مجھ پر ظلم وستم ڈھانے والے۔ اے میرے رب کریم مجھے اپنا شکر گذار بندہ بنا اور صرف تیرا ذکر کرنے والا اور تجھ سے ڈرنے والا اپنا اطاعت گذار۔ اپنی جناب میں فروتنی اور عجز وانکساری کا مظاہرہ کرنے والا۔ اپنی بارگاہ میں توبہ کرنے والا اور رجوع پذیر۔ الٰہی میری توبہ قبول فرما۔ میرے گناہ کو دھو ڈال۔ میری دعاؤں کو شرف قبولیت سے مشرف فرما۔ میری دلیل نبوت کو ثابت وراسخ فرما۔ میری زبان کو سداد اور پختگی نصیب فرما۔ میرے دل کو ہدایت پر ثابت وقائم فرما اور میرے دل کی شدت وسختی اور کینہ وری سلب فرما۔

حضرت عروہ بن نوفل سے مروی ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز کی اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ آپ یہ دعا فرماتے۔

اللھم انی اعوذبك من شر ما عملتُ ومن شر مالم اعمل۔

اے اللہ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں اپنے اعمال کے شر سے اور جو عمل نہیں کیا اس کے شر سے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے۔

اللھم اصلح لی دینی الذی ھو عصمة امری، واصلح لی دنیای التی فیھا معاشی، واصلح لی آخرتی التی الیھا معادی، واجعل الحیاة زیادة لی فی کل خیر، واجعل الممات راحة لی من کل شر۔

اے اللہ میرے لیے دین کی اصلاح فرما جو کہ میرے جملہ امور ومعاملات کا موجب اعتصام ہے اور باعث انتظام اور میرے لیے میری دنیا کی اصلاح ودرستگی فرما جس میں میری گذران ہے۔ میری آخرت کی اصلاح فرما جس کی طرف میری بازگشت ہے اور میری زندگی کو امور خیر میں زیادتی اور کثرت کا موجب بنا اور میری ممات کو میرے لیے امور شر سے حصول راحت کا ذریعہ بنا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ دُعا بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں میں سے ایک ہے۔

اللهم انی اعوذبك من زوال نعمتك، وتحول عافيتك، وفجاة نقمتك، وجميع سخطك۔

اے اللہ میں تجھ سے تیری نعمت کے زوال پذیر ہونے اور منقطع ہونے کی پناہ مانگتا ہوں اور تیری عافیت کے برگشتہ ہو جانے کی اور اچانک تیری گرفت اور انتقامی کاروائی کے نزول سے۔ اور جملہ ناراضگی والے اسباب سے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

اللهم انی اعوذبك من الهم والحزن والعجز والكسل والجبن والبخل وضلع الدين وغلبة الرجال۔

اے اللہ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں غم وحزن سے اور عجز وکسل سے، بزدلی اور بخل سے اور قرض کے غلبہ اور لوگوں کے غلبہ سے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک دُعا یہ ہے۔

اللهم اغفرلی ماقدمت وما اخرت، وما اسررت وما اعلنت، وما انت اعلم به منی، انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت۔

اے اللہ میرے لیے مغفرت فرما ان ذنوب کی جو میں نے زمانۂ ماضی میں کیئے یا آئندہ ہوں۔ جو خفیہ طور پر سرزد ہو گئے یا اعلانیہ صادر ہوئے اور جو میرے علم میں نہیں ہیں اور تو اُن کا میری نسبت زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ تو ہی شرف وفضل عطا کر کے کسی کو مقدم فرمانے والا ہے اور کسی کو مؤخر کرنے والا ہے نہیں ہے معبود برحق مگر صرف تو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرمایا کرتے تھے۔

اللهم انی اعوذبك من الفقر والعلة والذلة، واعوذبك انْ اَظلِمَ اَوْ اُظْلَمَ۔

اے اللہ میں تجھ سے فقر اور احتیاج خلق سے پناہ طلب کرتا ہوں اور بیماری وذلت سے اور میں اس سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ کسی کو نشانہ ظلم بناؤں یا ظلم وستم کا نشانہ بنایا جاؤں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بالعموم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے۔

اللهم آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة، وقنا عذاب النار۔

اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھی نیکی اور حفاظت عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہمیں عذاب نار سے محفوظ فرما۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پناہ مانگتے تھے بلیات وشدائد

کی مشقت سے اور شقاوت و بدبختی کے لاحق ہونے سے اور قضاء خداوندی کے قہر و جبر اور مشقت و شدت میں ڈالنے سے اور اعداء و بدکیش لوگوں کی خوشی سے یعنی ایسی حالت کے درپیش ہونے سے جو ان لوگوں کی خوشی کا موجب بنے۔

تنبیہ:- قبل ازیں عرض کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوات طیبات تعلیم امت کے لیے ہیں اور اُن میں مکمل عبودیت اور غایت تواضع کا اظہار مطلوب و مقصود ہے۔ علی الخصوص مغفرت ذنوب کی دُعاؤں میں کیونکہ بالاجماع سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تعمد صغائر سے بھی محفوظ ہیں چہ جائیکہ کبائر۔ لہذا ان میں خلاف اولیٰ و انسب امور مراد ہیں جو کہ منصب مصطفوی کے لحاظ سے ذنوب کے ضمن میں شمار کر لیے گئے کیونکہ حسنات الابرار سیئات المقربین ایک مسلم قانون ہے۔ نیز قول باری تعالیٰ لیغفر لك الله الایۃ میں بھی یہی تاویل ہے یا یہ مقصد ہے کہ جن کو تم ذنوب سمجھتے ہو یا آئندہ سرزد ہونے پر ذنوب سمجھو ہم کسی کے متعلق بھی آپ سے بازپرس نہیں کریں گے لہذا یہاں محض اپنے فضل و کرم کا اظہار مقصود ہے۔ اور یا یہ مقصد ہے کہ اصل نبی تم ہو اور سب اولین و آخرین تمہارے امتی اور ذنوب امت کے متعلق نبی جوابدہ ہوتا ہے لیکن تمہاری خاطر ہم پہلوں اور پچھلوں سبھی کے گناہ معاف کر دیں گے لہذا تمہاری طبع اقدس پر کوئی گرانی نہیں ہونی چاہیے اسی لیے لیغفر لك۔ فرمایا گیا۔ ورنہ اگر آپ کے ذنوب کی مغفرت بیان کرنی مقصود ہوتی تو یغفر اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر فرمایا جاتا۔ هذا واللہ ورسولہ اعلم۔ کذا قال الجمہور من ارباب السیر والمفسرون۔

ابواب

گھریلو سامان

باب اوّل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چارپائی پر آرام فرما تھے جو کہ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی پٹی سے بنی ہوئی تھی۔ آپ کے سر اقدس کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا جو کھجور کی جالی سے بھرا ہوا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے حاضر خدمت ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا پہلو بدلا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ کے پہلوؤں اور کھجور کی پٹی کے درمیان کوئی بچھونا وغیرہ حائل نہیں ہے اور کھجوری پٹی کے نشانات پہلوئے اقدس پر نمایاں طور پر نظر آ رہے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ کر رو پڑے۔ آپ نے دریافت فرمایا تمہیں کونسا امر رلا رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا بخدا میں صرف اس لیے رو رہا ہوں کہ میں جانتا ہوں کہ آپ اللہ تعالےٰ کے ہاں کسریٰ و قیصر سے بہت عزت و کرامت والے ہیں اور دنیا کے اندر جس حال میں زندگی گذار رہے ہیں وہ ہر ایک کو معلوم ہے اور آپ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں اور اس حال میں ہیں جو میرے سامنے ہے۔
آپ نے ارشاد فرمایا اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ دنیا اُن کے لیے ہو اور آخرت صرف ہمارے لیے۔ عرض کیا کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا یقیناً حقیقت اسی طرح ہے۔

عمرو بن مہاجر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا متاع بیت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک کمرے میں رکھا ہوا تھا جس کی وہ ہر دن زیارت کیا کرتے تھے اور جب قریش ان کے ہاں جمع ہوتے تو انہیں اس مکان میں لے جاتے اور اس ساز و سامان کی طرف منہ کر کے فرماتے یہ میراث ہے اس ہستی مقدس کی جن کی بدولت اللہ تعالےٰ نے تمہیں کرامت و عزت سے مشرف فرمایا ہے۔

عمرو بن مہاجر فرماتے ہیں کہ اس سامان کی تفصیل یہ ہے کہ ایک چارپائی تھی جو کھجور کی پٹی سے بنی ہوئی تھی اور ایک چمڑے کا تکیہ تھا جس کا اندرون کھجوری جالی تھی۔ ایک پیالہ اور کپڑا۔ چکی۔ ترکش جس میں چند تیر تھے اور کمبل مبارک تھا جس میں اطیب الطیبین صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے پسینہ اقدس کے قطرات لگے تھے جن کی بدولت وہ

کستوری کو بھی شرمندہ کرتا تھا۔

ایک شخص بیمار ہوا اور قریب المرگ ہوگیا۔ لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ پسینہ اقدس والی جگہ کو تھوڑا سا بھگو کر نچوڑنے اور اس کی ناک میں ڈالنے کی اجازت دیں انہوں نے اجازت دے دی اور اس کی ناک میں وہ قطرات ڈالے گئے تو وہ فوراً تندرست ہوگیا۔

دوسرا باب

چٹائی مبارک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک چٹائی تھی جس کو رات کے وقت دوران اعتکاف حجرہ کی صورت میں ارد گرد کھڑا فرما لیتے اور پردہ بنا لیتے اور اس کے اندر نماز ادا فرماتے۔ دن میں اس کو بچھا دیا جاتا جس پر آپ تشریف فرما رہتے اور حاضرین کو شرف زیارت و دیدار سے مشرف فرماتے۔

تیسرا باب

کرسی مبارک

حضرت ابو رفاعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ ایک کرسی پر تشریف فرما تھے جو کھجور کی جالی سے بنی ہوئی تھی اور اس کے پائے لوہے کے تھے۔

ابو رفاعہ عُذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے عرض کیا ایک غریب الوطن اجنبی آدمی اپنے دین کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے خطبہ ترک فرما دیا اور میرے قریب تشریف لائے۔ پھر ایک کرسی لائی گئی جو کھجور کی جالی سے بنی ہوئی تھی اور اس کے پائے لوہے کے تھے۔ آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر اُن سے بہرہ ور فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم دیے تھے۔ ابو عبدالرحمٰن نے اپنی حدیث میں حمید کا قول نقل

کیا ہے کہ میرے خیال میں اس شخص نے کرسی کے جو پائے دیکھے وہ سیاہ لکڑی کے تھے اور لکڑی نئی تھی جو چمک کی وجہ سے لوہا معلوم ہوتی تھی۔ ابن قتیبہ نے اس روایت کو ذکر فرمایا۔ اُتی بکرسی من خلب۔ والخلب اللیف یعنی کھجور کی جالی سے بنی ہوئی کرسی لائی گئی۔ ابن الجوزی فرماتے ہیں اگر حمید راوی سے یہ منقول نہ ہوتا کہ اس کے پائے خشب جدید یعنی سیاہ نئی لکڑی کے تھے تو زیادہ مناسب یوں تھا من لیف قوائمہ من جرید یعنی ایسی کرسی لائی گئی جو کھجور کی جالی سے بنی ہوئی تھی اور اس کے پائے کھجور کی شاخوں سے تھے۔

چوتھا باب

بستر مبارک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا بستر چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کی جالی بھری ہوئی تھی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سید عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر جس پر رات کو آرام فرماتے چمڑے کا گدا تھا جس میں کھجور کی شاخیں بھری ہوئی تھیں۔

حبیبۂ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ایک انصاری عورت میرے ہاں آئی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا دیکھا جو ایک کمبل تھا جس کو دوہرا کیا ہوا تھا۔ گھر گئی اور وہاں سے ایک گدا بھیجا جس کو اُون سے بھرا ہوا تھا۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے اس گدے کو دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا فلاں انصاری عورت آئی تھی اس نے حضور والا بچھونا دیکھا تو اسے میرے پاس بھیج دیا تاکہ آپ اسے نیچے بچھائیں۔ آپ نے فرمایا اسے واپس کر دو۔ میں نے (یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ حکم وجوبی نہیں ہے محض اولویت کے لیے ہے) اسے واپس نہ کیا اور اس کا میرے گھر میں ہونا مجھے پسند تھا۔ آپ نے اُس کے واپس کرنے کا دوبارہ پھر سہ بارہ حکم دیا اور فرمایا اے عائشہ اسے واپس کر دو بخدا اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتا[۱]۔ تب میں نے اس کو لوٹا دیا۔

ربیع بن زیاد حارثی کہتے ہیں میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عراقی وفد میں حاضر ہوا۔

---

[۱] و اللہ لو شئت لاجری اللہ علی جبال الذھب والفضۃ۔

تو آپ نے ہم میں سے ہر فرد کے لیے ایک کمبل مہیا کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ اس پر سوئیں، آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے امیر المومنین اہل عراق کا خیال کرو جو کہ لوگوں کے سردار ہیں ان کی پوری پوری عزت و توقیر فرماویں۔ آپ نے فرمایا میں انہیں ایک ایک کمبل سے زیادہ قطعاً نہیں دوں گا۔ اے حفصہ مجھے یہ تو بتلائیے تم نے کونسا نرم ترین بچھونا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچھا کر دیا تھا۔ آپ نے کہا ایک کمبل مُلبد (اُونی جس کو بنے بغیر منجمد کر کے تیار کیا جاتا ہے) ہر رات آپ کے لیے بچھایا کرتی تھی جو ہمیں خیبر سے ہاتھ لگا تھا۔ ایک رات میں نے اس کے چار تہ کر دیے۔ تو آپ نے دوسری رات فرمایا۔ اے حفصہ اسے پہلے کی طرح بچھاؤ کیونکہ گذشتہ رات اس کی ملائمت اور نرمی نے سونے کے بعد مجھے نماز سے روک دیا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے بہا دیے۔ پھر فرمایا بخدا میں انہیں ایک کمبل سے زیادہ نہیں دوں گا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچھونے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ بالوں سے بنا ہوا کمبل تھا جس کے ہم دو تہ بناتے تھے اور آپ اس پر آرام فرماتے۔ ایک رات میں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اگر اس کے چار تہ کر دیے جائیں تو زیادہ ملائم ہو جائے گا اور آپ زیادہ آرام سے سو سکیں گے۔ لہٰذا اس کے چار تہ کر دیے۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے دریافت فرمایا۔ رات میرے لیے کیا بچھایا تھا۔ میں نے عرض کیا وہ آپ کا پہلا بچھونا ہی تھا مگر ہم نے اس کے چار تہ کر دیے تاکہ آپ کے لیے ذرا زیادہ ملائم ہو جائے آپ نے فرمایا اُسے اپنی پہلی حالت پر ڈالو کیونکہ اس کی نرمی اور ملائمت نے آج رات میری نماز میں رکاوٹ ڈالی ہے۔

پانچواں باب

لحاف مبارک

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے اور لحاف کا ایک کنارہ آپ پر تھا اور دوسرا کنارہ ان پر تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا مہمان ٹھہرا (اس وقت آپ چھوٹے بچے تھے) آپ ایک کمبل لے آئیں جو زمین پر ڈالا اور اُسے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

ئے لیے بچھایا۔ پھر آپ ایک چھوٹا سا کپڑا لائیں جس کو بچھونے کے سرہانے رکھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشا ادا فرما کر تشریف لائے۔ بچھونے پر پہنچے تو اس کپڑے کو اٹھایا جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے وہاں رکھا تھا۔ اس کو باندھا اور دونوں کپڑے اتار کر لٹکا دیے۔ پھر اس بچھونے پر حضرت میمونہ کے ساتھ لحاف میں آرام فرما ہو گئے۔

چھٹا باب

تکیہ مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ کے سر اقدس کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس کے اندر کھجور کی جالی بھری ہوئی تھی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوا۔ آپ ایک چٹائی پر آرام فرما تھے جس نے آپ کے پہلوئے اقدس میں نشان ڈال دیے تھے اور آپ کے سر اقدس کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی جالی بھری ہوئی تھی۔

ساتواں باب

تکیہ پر سہارا لینا اور اوٹ لگانا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں تشریف فرما دیکھا کہ آپ تکیہ پر سہارا لگائے ہوئے تھے جو آپ کی بائیں جانب پڑا تھا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مصوّر تکیہ پر اوٹ لگائے ہوئے دیکھا۔

آٹھواں باب

چادر مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوسیدہ پالان پر حج فرمایا جس پر ایک سوتی چادر تھی (جس کے کناروں پر بٹے ہوئے دھاگے تھے) جس کی قیمت چار درہم کے برابر بھی نہیں تھی

نواں باب

خیمۂ اقدس

عبدالرحمن بن عبداللہ اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا جبکہ آپ اپنے چمڑے کے قبہ اور خیمہ میں تشریف فرما تھے۔

ابواب لباس شریف

باب اوّل

قمیص مبارکہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کپڑوں میں سے قمیص زیادہ پسند تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سوتی قمیص تھا جس کی لمبائی ذرا کم تھی اور آستینیں بھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا قمیص زیب تن فرماتے تھے جو ٹخنوں سے اوپر ہوتا تھا اور اس کی آستینیں انگلیوں کے سروں کے برابر ہوتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بٹنوں والا قمیص نہیں بنایا گیا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر دو کپڑے تھے جو موٹے اور کھردرے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے دونو کپڑے موٹے ہیں اور کھردرے پسینہ آتا ہے تو دونو آپ پر بھاری اور گراں ہو جاتے ہیں۔

قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا لباس زیادہ مرغوب تھا۔ تو انہوں نے فرمایا حبرہ یعنی یمنی حاشیہ دار چادر۔ (اخرجہ البخاری والمسلم)

دوسرا باب

جبہ مبارک

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے وقت اپنا منہ مبارک دھویا۔ پھر اپنی کلائیوں سے شامی جبہ مبارک کی آستینیں الگ کرنے کی کوشش فرمائی اور اوپر چڑھانے

کی جو کہ تنگ سروں والی تھیں (جب وہ تنگی کی وجہ سے اُوپر نہ ہو سکیں تو) آپ نے ہاتھ مبارک نیچے سے نکال لیے اور ان کو دھویا۔

یزید بن ہارون کہتے ہیں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے ہمارے لیے جبہ مبارک نکالا تاکہ ہمیں زیارت کرائیں (جس کے بٹن اور تکمے ریشم سے تھے) تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اعداء سے ملاقات کیا کرتے تھے۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے شام سے ایک جبہ اور خفین کا جوڑا بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے ان دونو کو زیب تن فرمایا حتیٰ کہ دونو پھٹ گئے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک جبہ صوف انمار سے تیار کیا گیا تو آپ جتنے اس جبہ پر خوش ہوئے اتنے اور کسی کپڑے سے خوش نہیں ہوئے۔ آپ اسے ہاتھ لگاتے اور فرماتے دیکھو یہ کتنا خوبصورت ہے۔ حاضرین مجلس میں ایک اعرابی بیٹھا تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مجھے عطا فرما دیں تو آپ نے فوراً اتار کر اس کو عطا فرما دیا۔

تیسرا باب

تہبند مبارک اور کمبل شریف

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے ایک منقش کمبل میں نماز ادا فرمائی نماز کے دوران ان اعلام ونقوش پر نظر پڑی تو آپ نے نماز کے فوراً بعد فرمایا یہ کمبل ابوجہم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دے آؤ اور ان کا

ف۔ امزجہ لطیفہ پر ذرا سا اثر بھی فوراً نمایاں ہو جاتا ہے جیسے آئینہ سانس سے بھی متاثر ہو جاتا ہے لہٰذا جو ہستی تمام خلق خدا سے لطیف تر اور پاکیزہ تر ہے انکا کمبل سے متاثر ہونا مستبعد نہیں ہے علامہ عینی نے اس حدیث کے تحت فرمایا کہ اس میں امت کے لیے بھی تنبیہ ہے کہ وہ نماز کے اندر اس قسم کی حالت سے اجتناب واحتراز سے کام لیں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام مازاغ البصر وما طغیٰ ہے تو جو اکوان کی طرف التفات نہیں فرماتے وہ ان کمبل کے اعلام سے افتتان کا خوف کیونکر محسوس فرما سکتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی طباع بشری کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی تجرد نورانیت صورت ثانیہ میں مازاغ البصر وما طغیٰ کا مقام رفیع حاصل ہوتا ہے اور صورت اولیٰ میں اتنی قلیل چیز بھی اثر انداز ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور مقصود تعلیم امت ہے لہٰذا طباع بشری کا تقاضا ظاہر فرما کر ان کی ہدایت کا سامان فراہم فرمایا۔ (عمدۃ القاری جلد ۲ ص ۹۴)۔

سادہ کمبل میرے پاس لے آؤ کیونکہ یہ کمبل نماز میں اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے اور خشوع وخضوع میں خفض کا موجب بن سکتا ہے۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیبہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے ہمیں ملبد کمبل دکھایا اور ایک موٹی چادر اور فرمایا کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں میں ہی وصال ہوا تھا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور آپ نے بالوں سے بنا ہوا کمبل زیب تن فرما رکھا تھا جس پر پالانوں کی تصاویر تھیں۔

سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کی طرف کفار کے ساتھ گفتگو کرنے کے لیے بھیجا۔ ابان بن سعد نے ان کو اپنی پناہ اور امان میں لیا اور کہنے لگا اے چچازاد بھائی میں تمہیں خشوع وخضوع کی حالت میں دیکھ رہا ہوں اور چادر بہت اوپر چڑھائے ہوئے ہو۔ جیسے تمہاری قوم فخر وناز کے طور پر چادروں کو لٹکاتی ہے اور زمین پر گھسیٹتی ہے تم اس طرح کیوں نہیں لٹکاتے تو آپ نے فرمایا۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آدھی پنڈلیوں تک چادر باندھتے ہیں لہذا میں بھی ان کی اتباع کا پابند ہوں۔

اشعث ابن سلیم سے منقول ہے کہ میں نے اپنی پھوپھی سے سُنا اور انہوں نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے کہ میں پیدل چل رہا تھا۔ اچانک میرے پیچھے سے ایک انسان گویا ہوا اپنی چادر اُونچی رکھو کیونکہ اونچا رکھنا موجب طہارت ہے اور کپڑے کے زیادہ عرصہ تک باقی رہنے کا موجب ہیں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ سیاہ رنگ سی چادر ہے (جس میں سفید اور سیاہ دھاریاں ہیں۔ اُس نے کیا مٹی ہونا ہے اور میلا) آپ نے فرمایا کیا تیرے لیے میری ذات میں صحیح اقتداء اور پیروی نہیں ہے؟ میں نے دیکھا تو آپ کی چادر مبارک پنڈلیوں کے نصف حصہ تک تھی۔

چوتھا باب

حلہ مبارکہ

عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حلہ (تہ بند اور اوپر اوڑھنے کی چادر) ستائیس اونٹنیوں کے عوض خریدا، پھر اُسے زیب تن فرمایا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ دھاری دار

حلہ زیب تن کیے ہوئے دیکھا اور کسی شخص کو ایسے حلہ میں ملبوس نہیں دیکھا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلہ سے حسین ہو۔

پانچواں باب

دھاری دار چادر مبارک

سلیم بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان تشریف فرما تھے اور ایک چادر سے احتبا فرمایا ہوا تھا یعنی گھٹنے مبارک کھڑے کر کے چادر کو کمر اور گھٹنوں کے گرد لپیٹ رکھا تھا اور اس کے سروں پر بٹے ہوئے دھاگے آپ کے قدموں پر لگ رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ چادر زیب تن فرمائی تو میں نے عرض کیا۔ یہ آپ کے جسد اطہر پر کتنی خوب لگ رہی ہے آپ کی رنگت مبارک کی سفیدی اس کی سیاہی سے اور اس کی سیاہی آپ کی سفیدی سے مل کر یوں نظر آ رہی ہیں جیسے سیاہ بادل کے درمیان سورج چمک رہا ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آپ پر نجران کی بنی ہوئی چادر تھی جس کے کنارے موٹے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سُرخ چادر مبارک تھی جس کو عیدین کے موقعہ پر زیب تن فرماتے۔

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم علیہ السلام کو دیکھا جبکہ آپ دو سبز رنگ کی چادریں جسم انور پر اوڑھے ہوئے تھے۔

چھٹا باب

عمامہ مبارکہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے موقع پر مکہ

مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ دستار مبارک باندھی ہوئی تھی۔

خالد خداء سے منقول ہے کہ مجھے ابو عبد السلام نے خبر دی کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دستار مبارک کیسے باندھتے تھے تو انہوں نے فرمایا ایک کنارہ دو کندھوں کے درمیان لٹکاتے اور اس کو گولائی میں سر اقدس کے گرد لپیٹتے اور آخری حصہ کو پشت اقدس کی جانب اس میں اڑس دیتے۔

نافعؒ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دستار مبارک باندھتے تو اس کے دونوں کناروں کو کندھوں کے درمیان پشت اقدس کی طرف لٹکاتے۔ نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسے ہی کرتے تھے۔

ساتواں باب

ٹوپی مبارک

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر سفید رنگ شامی ٹوپی دیکھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر وہ ٹوپی استعمال فرماتے جس کے کنارے لمبے ہوتے تھے (اور کانوں تک پہنچ جاتی تھی) اور گھر میں ہوتے ہوئے وہ ٹوپی استعمال فرماتے جو اوپر چڑھی ہوئی ہوتی تھی یعنی شامی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تین ٹوپیاں تھیں۔ ایک سفید رنگت مصری، دوسری یمنی چادروں کے کپڑے سے بنی ہوئی اور تیسری کانوں والی ٹوپی جس کو آپ سفر میں زیب تن فرمایا کرتے۔

عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کا شرف حاصل کیا اور دیکھا کہ آپ کی تین ٹوپیاں ہیں، مصری، شامی اور ایک کانوں والی۔

آٹھواں باب

اوپر اوڑھنے والی چادر مبارک

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک چار ہاتھ لمبی تھی ، اڑھائی ہاتھ چوڑی تھی اور آپ کا سبز رنگ کا کپڑا تھا۔ جس کو وفود کی آمد پر آپ استعمال فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس لباس میں وفود کی طرف تشریف لیجاتے تھے وہ ایک اوپر والی چادر ہوتی تھی اور ایک سبز تہبند جس کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ اور ایک بالشت ہوتی تھی۔ وہ آج بھی خلفاء کے پاس ہے جسے وہ عیدالفطر اور عیدالاضحی کے دن اوڑھتے ہیں وہ بوسیدہ ہو چکی تھی اور اس کی ایک جانب دوسرا کپڑا لگایا گیا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف لائے حتیٰ کہ جب درمیان میں پہنچے تو پیچھے سے ایک اعرابی نے آپکی چادر مبارک کو کھینچا جو کہ موٹی اور کھردری تھی تو اس کی خراش سے گردن مبارک سرخ ہو گئی

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی جب کہ آپ پر زعفران میں رنگے ہوئے دو کپڑے تھے نیز اوڑھنے والی چادر اور عمامہ مبارک۔

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نجاشی رحمہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عریضہ لکھا کہ میں نے آپ کا نکاح آپ کی قوم میں سے ایک عورت کے ساتھ کر دیا ہے جو کہ آپ کے دین پر ہے یعنی ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما اور میں نے آپ کی بارگاہ میں ایک جامع اور مکمل ہدیہ پیش کیا ہے قمیص، شلوار، دو سادہ خفین اور ایک طیلسان۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خفین استعمال فرمائے دوران وضو ان پر مسح فرمایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اکثر طور پر قناع استعمال فرماتے تھے یعنی سر اقدس پر عمامہ کے نیچے ایک کپڑا رکھتے جو دستار مبارک کو تیل وغیرہ سے محفوظ رکھتا اور آپ کثرت سے تیل استعمال فرماتے اور وہ کپڑا یوں معلوم ہوتا گویا کہ وہ تیلی نکالنے والوں کا کپڑا ہے۔

نواں باب

شلوار مبارک

قیس کہتے ہیں میں نے اور مخرمہ عبدی نے ہجر سے کپڑا لیا اور مکہ مکرمہ بیچنے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور شلوار خرید فرمائی اور وہاں ایک وزن کرنے والا تھا جو اجرت لے کر اشیاء کا وزن کرتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا جب تو وزن کرے تو ذرا زیادہ راجح اور وزنی رکھنا یعنی اجرت اور قیمت کو تاکہ فروخت کرنے والوں کا فائدہ ہو جائے۔

دسواں باب

صوف اور اون کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کا لباس زیب تن کیا اور پیوند لگا ہوا جوتا استعمال فرمایا۔ کھردرا لباس پہنا اور بشیع کو تناول فرمایا۔ ہم نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ بشیع سے کیا مراد ہے تو انہوں نے فرمایا اَن چھنے جو کے آٹا سے تیار کردہ روٹی جو پانی کا گھونٹ پیئے بغیر حلق سے نیچے نہیں اترتی۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونی لباس اور کپڑے استعمال فرماتے۔ اپنے جوتے کو خود پیوند لگاتے اور قمیص وغیرہ کو بھی خود پیوند لگاتے۔ دراز گوش کو بھی اپنے مرکب ہونے کا شرف بخشتے اور ارشاد فرماتے جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے یعنی میرے ساتھ اس کا ربط و تعلق نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن اون کا جبہ استعمال فرمایا جب پسینہ آیا تو اون کی بو محسوس فرمائی لہذا اسے اتار پھینکا۔

گیارھواں باب

میسّر لباس کا استعمال

جلیس بن ایوب سے منقول ہے کہ صلت بن راشد جناب محمد بن سیرین رحمۃ اللہ تعالےٰ کے ہاں آتے اور انھوں نے اون کی تہ بند اور اونی جبہ پہن رکھا تھا۔ ان کو دیکھ کر ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے نفرت کا اظہار کیا اور فرمایا میں گمان کرتا ہوں کہ لوگ اون پہنتے ہیں اور دلیل وثبوت کے طور پر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کا حوالہ دیتے ہیں کہ انھوں نے اونی لباس استعمال فرمایا حالانکہ مجھے ایسے حضرات نے روایت کی ہے جن کو قطعاً متہم نہیں کیا جاسکتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتی لباس زیب تن فرمایا یعنی چادریں اوڑھیں اور ہمارے نبی کریم علیہ السلام کی سنت اتباع واطاعت کی زیادہ حق دار ہے بہ نسبت سنت عیسویہ کے۔

بارھواں باب

جدید لباس

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نیا لباس استعمال فرمانا ہوتا تو جمعہ سے شروع فرماتے۔

تیرھواں باب

لباس اور دُعا

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیا لباس پہننے لگتے تو پہلے اس کا نام لیتے یعنی قمیص۔ ازار، عمامہ یا رداء اور فرماتے۔ اللھم لک الحمد کما کسوتنیہ اسألک خیرہ وخیر ما صنع لہٗ واعوذ بک من شرہ وشر ما صنع لہٗ۔

اے اللہ تیرے لیے حمد وثنا ہے جیسے کہ تو نے اپنے فضل وکرم سے یہ (قمیص یا چادر وغیرہ) مجھے پہنائی ہے۔ ایسے ہی اس کی خیر وبرکت سے مشرف فرما اور جس مقصد کے لیے اُسے بنایا گیا ہے اس کی خیر وبرکت سے نواز۔ اس کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں اور جس مقصد کے لیے اس کو بنایا گیا ہے اس کے شر سے۔

چودھواں باب

خفین کا استعمال

ابن بریدہ اپنے باپ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ نجاشی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے بارگاہ مصطفوی میں دو سیاہ رنگ سادہ خفین کا ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے ان کو پہنا اور ان پر مسح فرمایا اور نماز ادا فرمائی۔

پندرھواں باب

نعل مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے اگلے حصہ میں انگلیوں کے درمیان آکر تماسک اور مضبوطی سے پاؤں میں برقرار رکھنے کا فائدہ دینے کے لیے دو زمام اور تسمے تھے جو کہ قبالہ کہلاتے تھے۔

مطرف بن عبداللہ شخیر فرماتے ہیں۔ مجھے ایک اعرابی نے تبلایا کہ میں نے تمہارے نبی الکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے میں پیوند لگے دیکھے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتا مبارک میں اگلی جانب دو زمام اور قبالے تھے۔

عُبَید بن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں آپ کو رنگے ہوئے چمڑے کی جوتی پہنے دیکھتا ہوں؟ تو آپ نے فرمایا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے جوتے استعمال فرماتے دیکھا

جو رنگے ہوئے چمڑے سے بنے ہوئے تھے اور آپ ان میں وضو فرماتے تھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گائے کے چمڑے سے بنے ہوئے جوتے پہنے دیکھا جن کو پیوند لگے ہوئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب جوتا مبارک پہنتے تو دائیں جانب سے آغاز فرماتے اور جب اتارتے تو بائیں جانب سے شروع فرماتے۔

ابواب مبارک سواریاں

باب اوّل

گھوڑے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کے بعد سب چیزوں سے زیادہ گھوڑے پسند تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب گھوڑوں سے زیادہ محبوب و مرغوب گھوڑا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ ہوتا جس کا داہاں پاؤں سفید ہوتا اور ناک پر سفیدی ہوتی۔ اضمار کیا ہوا ہوتا اور رنگت زرد سرخی مائل ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گھوڑا تھا جس کو مرتجز کہا جاتا۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں پہلا گھوڑا جو فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں آیا اس کو سکب کہا جاتا تھا (یعنی انتہائی تیز رفتار گویا کہ اس کی رفتار تیز رفتار پانی کے بہاؤ کی طرح ہے) دوسرا گھوڑا وہ تھا جس کو حسن صوت یعنی خوش آوازی کی وجہ سے مرتجز کہا جاتا (گویا وہ میدان جنگ میں مجاہدوں کی طرح رجز کہنے والا ہے) یہ وہ گھوڑا تھا جس کو آپ نے ایک اعرابی سے خرید فرمایا (اور ابھی قبضہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ انکاری ہو گیا) تو حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی خریداری کے متعلق آپ کے حق میں گواہی دی (حالانکہ وقت خرید میں موجود نہیں تھے اور عرض کیا آسمان اور آخرت کی خبروں میں ہم آپ کی سچائی پر ایمان رکھتے ہیں تو زمین کی خبر پر ایمان ویقین کیوں نہ رکھیں اور آپ نے اکیلے خزیمہ کی گواہی دو آدمیوں کے برابر قرار دیدی) تیسرا گھوڑا الزاز نامی تھا۔ چوتھا گھوڑا جو باپ اور ماں کی طرف سے عمدہ ہونے کی بنا پر طرف کہلاتا۔ پانچواں گھوڑا جو رنگت کی سرخی کی وجہ سے ورد (گلاب کا پھول) کہلاتا۔ چھٹا گھوڑا وہ تھا جس کو نحیف کہا جاتا اور بعض اس کو لحیف کا نام دیتے ہیں یعنی اپنے دم سے زمین کو یا اپنے پچھلے حصہ کو پوشیدہ کر لینے والا اور بعض حضرات نے آپ کے ایک گھوڑے کا نام یعسوب بھی بتلایا ہے۔

دوسرا باب

اونٹ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی تھی جس کو عضباء کہا جاتا تھا اور کوئی سواری اس سے آگے نہیں نکل سکتی تھی ایک اعرابی اپنے جوان اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اس کے ساتھ مقابلہ میں دوڑایا تو اس کا اونٹ سبقت لے گیا، صحابہ کرام علیہم الرضوان پر یہ امر گراں گذرا (ان کے چہروں پر پریشانی کے اثرات دیکھ کر) آپ نے دریافت فرمایا تمہیں کیا ہے؟ عرض کیا عضباء سے یہ اونٹ سبقت لے گیا ہے۔ (اس وجہ سے غمگین ہیں) آپ نے فرمایا اللہ رب العزت نے اپنے ذمہ یہ امر لیا ہوا ہے کہ امور دنیا میں سے جس کو انتہائی عروج اور ترقی عطا فرماتا ہے اس کو پستی اور زوال میں مبتلا فرماتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن اپنی اونٹنی قصواء پر سوار کہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک سرخ اونٹ پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار ہوا۔

ہشام بن عروہ اپنے والد حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ناقل ہیں کہ جب جنگ بدر کے موقعہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میدان بدر کی طرف نکلے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنی بیوی یعنی آپ کی صاحبزادی (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا) کی خدمت کے لیے چھوڑا جو کہ بیمار تھیں اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی مدینہ منورہ میں چھوڑا تو وہ بیٹھے تھے کہ ناگاہ انہوں نے تکبیر کی گونج سنی دیکھا کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی جدعاء پر سوار ہیں اور وہ (اہل مدینہ کو خوشخبری دیتے ہوئے) کہہ رہے ہیں کہ فلاں فلاں کافر قتل ہو گئے اور فلاں فلاں قید کر لیے گئے۔

قصواء، عضباء اور جدعاء یہ تینوں نام ایک ہی ناقہ مبارکہ کے ہیں۔ ابن ناصر نے ثعلب سے نقل کیا ہے کہ یہ محض نام ہیں اور ان کا معنی لغوی موجود و متحقق نہیں تھا اور سعید بن مسیب لغوی مناسبت کے تحقق و ثبوت کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس کے کان چرے ہوئے تھے (لہذا عضباء کہتے تھے) اور جس کے کان کٹے ہوئے تھے جدعاء کہلاتی تھی اور کانوں کے اوپر والے حصے کاٹ کر باریک کیے گئے تھے لہذا قصواء کہتے تھے رہا پیدائشی طور پر ایسے تھے اور تمثیل و تشبیہ کے طور پر یہ اسماء اطلاق کیے گئے تھے۔)

تیسراباب

خچر

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں جنگ حنین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ وقتی طور پر بعض مسلمان پیچھے ہٹے اور صفیں ٹوٹ گئیں اور مجاہدین مختلف ٹکڑوں میں بٹ گئے جہاں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم برسرِپیکار تھے وہاں آپ کے ساتھ صرف میں تھا یا ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم آپ سے جدا نہ ہوئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے جس کو فردہ ابن نفانہؓ نے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نہروان میں خوارج کے ساتھ جنگ کی اور انہیں قتل کیا تو آپ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر پر سوار تھے۔

ابن جوزی نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے خچر کو شہبا اور دلدل کہا جاتا۔

چوتھاباب

درازگوش

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک درازگوش پر سوار ہوا جس کو عفیر (مٹیالی رنگت والا) کہا جاتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو درازگوش پر سوار دیکھا جس پر اکاف ڈالا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خیبر کے دن اور بنو النضیر کے خلاف کارروائی کے دن درازگوش پر سوار تھے جس پر اکاف تھا اور اس کی لگام کھجوری تھی۔ ف

ف۔ گدھوں اور درازگوش پر ڈالی جانے والی زین (پالان) کہلاتی ہے جیسے گھوڑوں پر ڈالی جانے والی (زین) کہلاتی ہے۔

پانچواں باب

زین

ابوعبدالرحمن فہری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں موسم گرما کے گرم ترین دن جنگ حنین میں حضور علیہ السلام کے ساتھ حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا اے بلال میرے گھوڑے پر زین ڈالو تو انہوں نے ایک زین نکالی جو باریک بدہ کی صورت میں تھی۔

چھٹا باب

سوار ہوتے وقت دعائیں

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت زیارت کی جبکہ آپ کی خدمت میں سواری لائی گئی۔ آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو فرمایا بسم اللہ۔ اور جب اس پر جم کر بیٹھ گئے تو فرمایا۔ الحمد للہ الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون (اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے حمد ہے جس نے ہمارے لیے اس کو مسخر فرمایا اور ہم اپنی قوت سے اس کے قریب ہونے کے بھی قابل نہیں تھے اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں) پھر تین بار اللہ اکبر فرمایا اور تین بار الحمد للہ کہا پھر فرمایا۔ سبحانک لا الہ الا انت قد ظلمت نفسی فاغفر لی۔ پھر آپ نے ضحک فرمایا اور ہنسی آپ کے ہونٹوں پر کھیلنے لگی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ضحک کا موجب و سبب کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا اللہ رب العزت اس وقت اپنے بندہ پر خوش ہوتا ہے جب وہ اغفر لی کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرے بندے کو یقین ہو چکا ہے۔ کہ میرے علاوہ اور کوئی گناہ بخشنے والا نہیں ہے۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن و صحیح ہے۔

ساتواں باب

سوار ہونے کی کیفیّت

ہشام رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حجۃ الوداع کے موقع پر سیر اور رفتار کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی رفتار سے سواری کو چلاتے تھے اور جب کشادہ جگہ آجاتی اور بھیڑ و ازدحام نہ ہوتا تو پوری قوت سے سواری دوڑاتے۔

ابواب غلام اور خدام

باب اوّل

آزاد کردہ غلام

اسلم جن کی کنیت ابورافع رضؓ ہے۔ احمر جن کی کنیت ابوعسیب ہے۔ اسامہ بن زیدؓ۔ افلحؓ۔ انسہؓ۔ ایمنؓ۔ ثوبانؓ۔ ذکوانؓ جن کو مہران اور طہمان بھی کہا جاتا ہے۔ رافعؓ۔ رباحؓ۔ زیدؓ بن حارثہؓ۔ زید بن بولیؓ۔ سابقؓ۔ سالمؓ۔ سلمان الفارسی ابوکبشہ سلیم دوسیؓ۔ ابوکندید سعیدؓ۔ شقرانؓ جن کا نام صالح ہے۔ ضمیرہ بن ابی ضمیرہ۔ عبداللہ بن اسلم۔ عبید بن عبدالغفار۔ فضالہ یمانیؓ۔ کیسانؓ۔ مہرانؓ۔ ابوعبدالرحمٰن اور بقول ابراہیم حربی یہی حضرت سفینہ ہیں۔ البتہ دوسروں کے نزدیک حضرت سفینہ کا نام ردمان ہے۔ مدعمؓ۔ نافعؓ۔ ابوبکرہ نفیعؓ۔ نبیہؓ۔ واقد۔ وردانؓ۔ ہشام۔ یسارؓ۔ ابواثیلہ ابوالحمراء۔ ابورافع جو کہ بہی کے والد ہیں۔ ابوالسمحؓ۔ ابوضمرہؓ سعد ابوعبید اور کہا گیا ہے کہ عبید ابومویھبہ جو کہ مزینہ سے ہیں (وہ بھی آپ کے آزاد کردہ غلام ہیں) ابوواقدؓ۔ کرکرہؓ۔ مابورؓ۔ ابولبابہؓ۔ ابولقیطؓ۔ ابوہند مولدی۔

دوسرا باب

آزاد کردہ لونڈیاں

ام ایمن جن کا نام برکت ہے۔ ام مویھبہ خضرہ۔ رضوی۔ ریحانہ۔ سلمی۔ ماریہ۔ میمونہ بنت سعد میمونہ بنت ابی عسیب۔ ام ضمیرہ۔ ام عیاش (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)

تیسرا باب

خدّام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احرار صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی غلاموں کی طرح بلکہ اُن سے بھی زیادہ خدمت کی جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خاص طور پہ داخل ہیں۔

قاسم بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتے پہناتے پھر آپ کے آگے آگے چلتے۔ جب آپ قیامگاہ اور مجلس شریف میں پہنچتے اور نعلین شریفین اتارتے تو آپ ان کو اٹھا کر اپنی آستینوں میں ڈال لیتے اور آپ کو چھڑی پیش کرتے۔ جب آپ اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو پھر جوتے مبارک پاؤں میں پہناتے۔ آپ کا عصا لے کر آگے آگے چلتے حتیٰ کہ آپ حجرہ مبارکہ میں داخل ہوتے۔

علامہ ابن جوزی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی آپ کی بہت زیادہ خدمت کیا کرتے۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت المال کے خازن ونگران تھے۔ حضرت مغیرہ نے بھی آپ کی خدمت سرانجام دی اور بے شمار لوگوں نے لیکن مخصوص ترین خدام میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ تھے۔ بعض یہودیوں نے بھی آپ کی خدمت سرانجام دی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا ماہتاب نبوت آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا تو آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے (اور اس کو اسلام لانے کی تلقین کی اُس نے باپ کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا اس نے کہا اطع ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں اس کی اطاعت کر اور اس پر عمل پیرا ہو تو وہ مشرف باسلام ہو گیا اور اس طرح اس کریم نے اس کی حقیر خدمت کا عظیم وجزیل انعام عطا فرمایا)

ابواب اشیاءِ زیبائش

باب اوّل

انگوٹھی مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں چاندی کی انگوٹھی دیکھی صحابہؓ نے بھی آپ کی اتباع میں انگوٹھیاں بنوائیں اور پہن لیں۔ آپؐ نے اپنی انگوٹھی کو اتار کر پھینک دیا تو صحابہؓ نے بھی اپنی انگوٹھیوں کو اتار کر پھینک دیا۔؎

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی بنوائی اور اسے استعمال فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا اس نے مجھے آج کا دن تم سے غافل کر دیا ہے۔ کبھی اس پر نظر پڑتی ہے اور کبھی تمہاری طرف اٹھتی ہے پھر اُسے اتار کر پھینک دیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انگوٹھی تھی جس کا نگینہ اندر کی طرف رکھتے تھے۔ آپ نے اُسے اتار پھینکا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی انگوٹھیوں کو اتار پھینکا۔ پھر آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ آپ اس کو بطور مُہر استعمال فرماتے تھے اور پہنتے نہیں تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہ نقش کرایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے چاندی کی انگوٹھی بنوا کر اس پر محمد رسول اللہ نقش کرایا ہے۔ لہذا کوئی شخص انگوٹھی بنوا کر اس پر یہ کلمات مبارکہ کندہ نہ کرائے (تاکہ التباس و اشتباہ پیدا نہ ہو اور امور سلطنت میں خلل اندازی کا امکان نہ رہے) (اخرجہ البخاری و المسلم)

؎ اس روایت میں خاتماً من ورق (چاندی کی انگوٹھی) وارد ہے مگر یہ بعض راویوں کی طرف سے وہم ہے جو انگوٹھی آپ نے اتار کر پھینکی تھی وہ سونے کی تھی۔ پہلے سونا پہننا حرام نہیں تھا جب اس کی تحریم نازل ہوئی تو آپ نے اس کو اتار کر پھینک دیا اور اگلی روایات میں بھی چاندی کی انگوٹھی کا ہمیشہ کے لیے آپ کے دست اقدس میں ہونا بلکہ خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں ہونا ثابت ہے لہذا یہ وہم راوی ہے اور مراد سونے کی انگوٹھی ہے۔ کذا قال الامام النووی وغیرہ من الشارحین والمحدثین۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی سے بنا ہوا تھا (انفرد بہ الامام البخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ جو آپ کے ہاتھ مبارک میں تھی اور وصال شریف کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی اسکا نقش محمد رسول اللہ تھا اور مسلم نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ وہ انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی پھر اریس والے کنوئیں میں گرگئی (اور حضرت ذوالنورین کی ہر ممکن کوشش کے باوجود اس کا کوئی سراغ نہ مل سکا اور اس میں وہی تاثیر تھی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی میں تھی جب تک وہ باقی رہی انتظام سلطنت درست رہا اور جوں ہی وہ غائب ہوئی تو نظام سلطنت میں شکست اور ریخت کا عمل و دخل شروع ہو گیا)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشی پتھر کا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک کا نقش محمد رسول اللہ تھا (جو تین سطروں میں لکھا گیا تھا) محمد (نچلی) سطر۔ رسول (درمیانی) سطر اور لفظ اللہ (اوپر والی سطر میں کندہ تھا۔

فصل

اس امر میں روایات مختلفہ وارد ہیں کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی مبارک دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔ یا بائیں میں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام اپنی انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے مگر اس روایت کے راوی محمد بن عباد ہیں جو کہ ضعیف ہیں اور دوسرے راوی ابن میمون ہیں جو قابل اعتماد شخص نہیں ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں وہ ذاہب الحدیث ہے۔

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے گویا کہ میں آپ کے بائیں ہاتھ مبارک میں پہنی ہوئی انگوٹھی کی سفیدی اور چمک اب بھی دیکھ رہا ہوں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق۔ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم سبھی بائیں ہاتھ میں انگوٹھیاں پہنا کرتے تھے۔

دوسرا باب

خضاب

عثمان بن عبداللہ بن موہب سے منقول ہے کہ ہم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ نے ہمیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس بال دکھلائے جن پر مہندی اور وسمہ کا خضاب تھا۔

حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے بال مبارک مہندی اور وسمہ سے رنگتے تھے اور آپ کے بال مبارک کندھوں تک پہنچتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم حنا اور وسمہ سے خضاب لگاتے اور ارشاد فرماتے بالوں کی سفیدی تبدیل کرلیا کرو کیونکہ یہودی بالوں کو سفید ہی رکھتے ہیں اور خضاب نہیں لگاتے اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے صرف مہندی کو بطور خضاب استعمال فرمایا۔

حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضری دی تو میں نے آپ کو دیکھا کہ داڑھی مبارک کو مہندی لگائی ہوئی تھی اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے زرد رنگ خضاب لگایا۔

عبیداللہ بن جریج سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن میں دیکھتا ہوں کہ آپ زرد رنگ خضاب استعمال فرماتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو زرد رنگ خضاب استعمال فرماتے دیکھا ہے لہٰذا میں بھی یہی پسند کرتا ہوں کہ زرد رنگ ہی استعمال کروں۔

(اخرجہ البخاری والمسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کو زعفران اور ارس[عہ] سے رنگا کرتے تھے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بال مبارک سفید تھے وہ زیادہ تر کنپٹیوں پر تھے اور ٹھوڑی مبارک کے ارد گرد گویا کہ سفید بال مبارک چاندی کی تاریں تھیں جو سیاہ بالوں کے درمیان چمکتی دکھائی دیتی تھیں اور جب آپ اُن کو زرد رنگ دیتے اور اکثر ایسے ہی ہوتا تو وہ سونے کی تاروں کی طرح دکھائی دیتے تھے۔

عہ. ارس ایک پودا ہے جو یمن میں ہوتا ہے اور اس سے زرد رنگ حاصل ہوتا ہے۔

سوال : اگر یہ کہا جائے کہ روایات میں باہم اختلاف کیوں ہے ؟ کسی میں مہندی سے خضاب لگانے اور کسی میں وسمہ دخنا اور کسی میں زرد رنگ کرنے کا ذکر ہے)

جواب ۔ یہ اختلاف اختلاف احوال پر مبنی ہے کبھی ایک طرح کا خضاب استعمال فرمایا جاتا تو کبھی دوسری طرح کا

سوال ۔ یہ بھی روایات میں وارد ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا ہی نہیں ۔ جیسے کہ ۔

حضرت ثابت رض سے منقول ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا آپ نے خضاب استعمال نہیں فرمایا ۔

زیاد مولائے سعد سے منقول ہے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا تو انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ اس کا ارادہ بھی نہیں فرمایا آپ کے بالوں کی سفیدی صرف عنفقہ (یعنی ٹھوڑی مبارک نچلے ہونٹ کا درمیانی حصہ) اور ناصیہ (سامنے والے بالوں) میں تھی اور اگر میں چاہتا تو سارے بال شمار کر سکتا تھا جو سفید تھے (لہذا اتنے قلیل بالوں پر خضاب لگانے کی کیا ضرورت تھی ؟)

بشیر مولائے مازنیین سے منقول ہے کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا ۔ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا تھا ؟ تو آپ نے فرمایا نہیں نہیں آپ کے مبارک بالوں کی سفیدی محتاج خضاب تھی ہی کب ۔ ؟ تھوڑی سی مقدار سفیدی کی عنفقہ اور ناصیہ میں تھی جس کو گنا جا سکتا تھا ۔

الجواب ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو روایت سوال میں نقل کی گئی ہے اس کا جواب دو وجہ سے ہے ۔ اول یہ کہ آپ سے مختلف روایات منقول ہیں ۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک رنگے ہوئے دیکھے ۔ محمد بن عقیل بن ابی طالب فرماتے ہیں ۔ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خضاب لگایا تو انہوں نے کہا میرا یہ خیال نہیں ہے ؛ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تھے جن پر زردی تھی ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ان کو زرد فرمایا کرتے تھے ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جہاں ان سے خضاب لگانے کی نفی ہے وہاں ماأری کا لفظ ہے یعنی میرا خیال اور ظن یہ نہیں ہے لہذا اس میں اظہار یقین نہیں ہے ۔ نیز جہاں لم یخضب (آپ نے خضاب نہیں لگایا) کے الفاظ وارد ہیں تو یہ بھی نفی پر شہادت ہے اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم مثل عبد اللہ بن عمر ۔ ابو رمثہ ۔ عبد اللہ بن زید صاحب اذان رضی اللہ عنہم ۔ نے اس امر کے جزم و اذعان کا اعلان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا ہے ۔ اور جہاں اثبات و نفی میں تعارض و تخالف ہو تو اثبات کو تقدیم و ترجیح حاصل ہوتی ہے ۔ اور یہی جواب امام احمد رضی اللہ عنہ نے دیا جب کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں لگایا ۔ رہی روایت حضرت سعد اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی تو اس کا راوی واقدی ہے جس کی امام احمد رحمۃ اللہ نے تکذیب فرمائی ۔

ہے اور یحییٰ فرماتے ہیں وہ ثقہ نہیں ہے اور ابو زرعہ فرماتے ہیں وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ علاوہ ازیں ان کی شہادت نفی پر ہے اور اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

تیسرا باب

کنگھی کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر طور پر پانی کے ساتھ اپنے سر اقدس اور داڑھی مبارک کے بال تر فرما کر کنگھی فرماتے اور ان کو الگ الگ فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب رات کو بستر پر لیٹتے تو آپ کی مسواک پانی اور کنگھی آپ کے پاس رکھے جاتے۔ جب بھی اللہ تعالے آپ کو بیدار فرماتا تو آپ مسواک فرماتے اور وضو کر کے کنگھی فرماتے۔

چوتھا باب

مانگ نکالنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اہل کتاب اپنے بالوں کی مانگ نہیں نکالتے تھے اور ویسے ہی لٹکے رہتے تھے اور مشرکین مکہ مانگ نکالا کرتے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض امور میں اللہ تعالے کی طرف سے بذریعہ وحی حکم نہیں دیا جاتا تھا آپ ان میں اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہلے پہل مانگ نکالے بغیر بال پیچھے ہٹا دیتے۔ بعد ازاں آپ نے مانگ نکالی۔

پانچواں باب

تیل کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات سر اقدس پر تیل وغیرہ لگایا کرتے تھے اور اسے تر رکھتے اور داڑھی مبارک کو کنگھی فرما کر بال پھیلا کر رکھتے اور انہیں اکٹھا نہیں فرماتے تھے۔

چھٹا باب

آئینہ دیکھنا

حضرت انس سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ میں اپنے چہرہ اقدس کی طرف دیکھتے تو فرماتے۔ الحمد للہ الذی حسن خلقی وخلقی وزان منی ماشان من غیری۔ اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے حمد ہے جس نے میری تخلیق کو حسن وجمال سے آراستہ فرمایا اور میرے اخلاق کو تہذیب و تربیت سے زینت بخشی اور مجھ میں موجب زینت و زیبائش امور کو پیدا فرمایا جب کہ دوسروں میں موجب شین اور عیب امور کو خلق فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ میں جب چہرہ انور کو دیکھتے تو فرماتے۔ الحمد للہ الذی سوی خلقی فعدلہ وکرم صورۃ وجھی وحسنھا وجعلنی من المسلمین۔ حمد ہے۔ اللہ تعالےٰ کے لیے جس نے میری تخلیق کو راست اور درست فرمایا اور حالت اعتدال پر پیدا فرمایا اور میرے چہرہ کو کرامت و عزت سے نوازا اور اسے حسن وجمال سے آراستہ فرمایا اور مجھے تابعداروں اور طاعت گذاروں سے بنایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ میں نگاہ فرماتے تو زبان اقدس پر یہ کلمات طیبہ جاری فرماتے۔ اللھم کما احسنت خلقی فحسن خلقی۔ اے اللہ تو نے جس طرح میری خلق کو جمیل کیا ہے ایسے ہی میرے خلق کو حسین بنا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غزوات کے موقعہ پر سامان سفر تیار کرتی تھی اور آپ کے لیے تیل کنگھی۔ آئینہ۔ سرمہ دانی اور مسواک قینچی اور کھلانے کا آلہ مہیا کرتی تھی۔

محبوبہ محبوب خدا علیہ وعلیہا التحیۃ والثناء سے مروی ہے کہ سات چیزوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر و حضر

ین ترک نہیں فرماتے تھے۔ یوتیل، کنگھی، آئینہ، سرمہ دانی، مسواک، قینچی، جسم کھجلانے والا آلہ۔ جس کو مدری کہا جاتا ہے۔

ساتواں باب

ریش مبارک

عمرو بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کو طول و عرض سے کاٹتے تھے۔

آٹھواں باب

مونچھیں کاٹنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شوارب (مونچھیں) کاٹتے تھے۔

حضرت ابوعبداللہ اغر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مونچھیں کاٹتے تھے اور ناخن مبارک بھی ترشتے تھے قبل اس کے کہ خطبہ جمعہ کے لیے تشریف لے جائیں۔

نواں باب

استعمال نورہ (پوڈر)

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کی صفائی کے لیے پوڈر کو زیر ناف

ف۔ قطع شوارب میں سنت یہ ہے کہ ہونٹ کا اوپر والا کنارہ ظاہر ہو جائے اور بال اُسے چھپا نہ سکیں۔ کناروں کا باقی رکھنا جائز ہے۔
(کذا فی الھدایہ واحیاء العلوم وغیرہ)

حصّہ پر اپنے دست اقدس سے ملتے۔

حبیب ابن ابی ثابت سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بالوں کی صفائی کے لیے طلا استعمال فرماتے اور مرکب دوا بصورت پوڈر تو پوشیدہ حصّہ پر خود اور دیگر جسم اقدس پر ازواج مطہرات مل دیتی تھیں۔

ابو معشر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بعض ازواج مطہرات نے آپ کو نورہ لگایا اور زیر ناف حصّہ پر خود آپ نے اسے ملا۔

زیاد بن کلیب سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نورہ کے ساتھ طلا کیا۔ جب ناف کے قریب پہنچا تو وہ رک گیا اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاء فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نورہ کے ساتھ طلا نہیں فرماتے تھے اور جب بال زیادہ ہو جاتے تو آپ حلق فرماتے۔ یہ روایت پچھلی روایات سے متصادم ہے اور ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ہر ایک نے جو دیکھا بیان کیا اور ہر ایک صورت مختلف مواقع پر وقوع پذیر ہوئی۔

دسواں باب

خوشبو کا استعمال اور پسندیدگی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے دل میں اللہ کی طرف سے عورتوں اور خوشبو کی محبت پیدا کی گئی ہے (نہ کہ محض میری طبیعت اس کی متقاضی ہے یا نفسانیت العیاذ باللہ) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک (اور دل کا سرور اور سکون و قرار) صرف نماز میں رکھا گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کوئی کستوری و عنبر ایسا نہیں سونگھا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور معنبر و معطر ہو (لہٰذا آپ خوشبو لگانے کے محتاج نہیں تھے محض اس کی سنیت واضح کرنے اور اکمل سے اکمل درجۂ طیب و پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے اسے استعمال فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ پاکیزہ نکہت والے تھے۔ میں نے کوئی خوشبو کستوری ہو یا عنبر ایسی نہیں سونگھی جو آپ کی نکہت سے پاکیزہ ہو۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو مس کیا تو وہ ایسے لگا گویا وہ عطار کا عطردان تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ایک عطر دان تھا جس سے خوشبو لگاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عود کی خوشبو سب خوشبوؤں سے زیادہ محبوب اور پسندترین تھی۔

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خوشبو استعمال فرمایا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ آپ کستوری وعنبر کی درمیانی خوشبو استعمال فرماتے جس میں تیزی اور شوخی نہیں ہوتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں طیب اور خوشبو پیش کی گئی ہو اور آپ نے اس کو قبول نہ کیا ہو۔

ابواب

طعام اور کیفیت تناول

باب اوّل

دستر خوان

حسن بن مہران سے مروی ہے کہ میں نے حضرت فرقد رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور آپ کے دستر خوان پر کھانا کھایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خوان (ذرا اونچی میز جس پر امیر لوگ کھانا رکھ کر کھاتے ہیں) استعمال فرمایا اور نہ سُکرجہ (ڈونگہ) اور نہ ہی آپ کے لیے میدہ کی ملائم روٹی تیار کی گئی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے حضرت انسؓ سے یہ روایت کی۔ سے پوچھا گیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کس چیز پر تناول فرمایا کرتے تو انھوں نے فرمایا سفرہ پر یعنی چمڑے کے دستر خوان پر۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف رکھتے اور زمین پر ہی (دستر خوان بچھا کر) کھانا تناول فرماتے۔

دوسرا باب

پیالہ

حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہت بڑا پیالہ مثل تغار تھا جس کو چار حلقے (کنڈے) لگے ہوئے تھے۔

تیسرا باب

روٹی کی کیفیت و ہیئت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مالک خزائن خداوندی صلی اللہ علیہ وسلم کئی راتیں مسلسل خالی پیٹ سو جاتے اور آپ کے اہل خانہ کے پاس بھی کھانے اور کھلانے کی کوئی چیز موجود نہ ہوتی اور عام طور پر جو کی روٹی میسر آتی۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں جو کی روٹی بھی نہ بچتی یعنی پیٹ بھر میسر نہ ہوتی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے جب دریافت کیا گیا کہ آیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے میدہ کی روٹی تناول فرمائی تو انہوں نے فرمایا (جہاں تک چشم ظاہر کا تعلق ہے اور اسباب عادیہ کا) تو آپ نے (اپنی حیات طیبہ میں) اسکو دیکھا ہی نہیں تناول فرمانا تو اور بات ہے۔ ان سے عرض کیا گیا کیا تمہارے ہاں آٹا چھاننے کے لیے چھلنیاں ہوتی تھیں تو انہوں نے فرمایا نہیں ہمارے پاس یہ نہیں ہوا کرتی تھیں تو آپ سے عرض کیا گیا پھر جو کے آٹا کے ساتھ کیا کرتے تھے (چھانے بغیر تو اس کی روٹی کھانی بہت ہی مشکل ہوتی ہے) انہوں نے فرمایا پھونک مار لیا کرتے تھے جو چھان اڑ گیا اڑ گیا باقی گوندھ کر پکا لیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خوان پر کھانا رکھ کر تناول نہیں فرمایا اور نہ ہی میدہ کی روٹی تناول فرمائی یہاں تک کہ آپ دار فنا سے دار بقا کی طرف منتقل ہوئے۔

چوتھا باب

پسندیدہ سبزیاں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب ترین کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سبزیاں اور ترکاریاں تھیں۔

پانچواں باب

سرکہ بطور سالن

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سرکہ انتہائی پسندیدہ سالن تھا۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کوئی چیز ہے؟ میں نے عرض کیا اور تو کچھ نہیں صرف سوکھی روٹی ہے اور سرکہ ہے تو آپ نے فرمایا وہی لے آؤ۔ وہ گھرانہ فقر کا شکار نہیں ہوتا ہے اور نہ ادام و سالن سے خالی جس میں سرکہ موجود ہو۔

چھٹا باب

ککڑی کا استعمال

ربیع بنت معوذ سے مروی ہے فرماتی ہیں مجھے معاذ بن عفراء نے تازہ کھجوروں کا ایک تھال دے کر بھیجا جس کے اوپر چھوٹی چھوٹی بالوں والی ککڑیاں تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو پسند فرماتے ہیں جب وہ کھجوریں اور ککڑیاں تھال میں لے کر حاضر ہوئی تو آپ کی بارگاہ میں سونے چاندی کے ٹکڑے پڑے تھے جو بحرین سے آپ کی خدمت میں پہنچے تھے آپ نے مٹھی بھر زر و سیم مجھے بھی مرحمت فرمایا۔

ساتواں باب

کدو کا استعمال

حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک درزی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا پکایا اور آپ کو دعوت دی میں آپ کے ساتھ اس کھانے میں شریک تھا۔ اس نے آپ کی خدمت میں جو کی روٹی پیش کی اور شوربا جس میں کدو اور

خشک گوشت تھا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پیالہ سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرمارہے ہیں تو اس دن سے میں کدو پسند کرنے لگ گیا اور مجھے اس سے پیار سا ہو گیا۔

ابوطالوت سے منقول ہے کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کدو تناول فرمارہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے۔ ارے کدو کی بیل تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہونے کی وجہ سے مجھے کتنی ہی محبوب اور پیاری لگتی ہے۔

آٹھواں باب

گھی اور پنیر کا استعمال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں گھی پنیر اور سوسمار (گوہ) پیش کی گئی۔ آپ نے گھی اور پنیر کو تناول فرمایا اور سوسمار کے متعلق فرمایا۔ یہ ایسی چیز ہے جس کو میں نے کبھی نہیں کھایا کوئی چاہے تو کھالے۔ چنانچہ اسے آپ کے دستر خوان پر اور آپ کے سامنے کھایا گیا۔ (مگر خود آپ نے اسے نہیں کھایا عہ)

نواں باب

حلوہ کا استعمال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نزدیک کھجور کی ثرید بہت پسندیدہ تھی جس کو حلوا کہا جاتا ہے۔

عہ بعض روایات میں گوہ کے کھانے سے نہی وارد ہے جیسا کہ ابوداؤد شریف میں مروی ہے لہذا احناف کے نزدیک اس کا کھانا ممنوع ہے اور یہ روایت منسوخ ہے۔ محمد اشرف۔

دسواں باب

ثرید سے محبت

عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کھانا تیار کیا۔ پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف آدمی بھیجا کہ آپ خود تشریف لائیں اور اپنے موالی (آزاد کردہ غلام خدام) میں سے بھی جن کو ہمراہ لانا چاہیں لے آویں چنانچہ وہ تشریف لائے اور ہم بھی اُن کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت سعیدؒ سے فرمایا۔ ہمارے پاس ثرید بنا کر لاؤ۔ کیونکہ سب کھانوں میں سے زیادہ پسندیدہ کھانا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ثرید ہی تھا (گوشت کے شوربا میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر اور انہیں اچھی طرح گلا کر تیار کیا ہوا کھانا ثرید کہلاتا ہے)

گیارھواں باب

اکٹھے دو کھانے

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو کھجور کے ساتھ ملا کر تناول فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تربوز اور کھجور کو ملا کر تناول فرماتے دیکھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تربوز اور کھجوریں ملا کر کھانا پسند تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ السلام دائیں ہاتھ سے کھجوریں تناول فرما رہے تھے اور تربوز آپ کے دوسرے ہاتھ میں تھا اور آپ دونو کو ملا کر تناول فرما رہے تھے اور سب پھلوں اور میوہ جات سے زیادہ پسندیدہ آپ کے نزدیک یہی پھل تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول ثقلین نبی الحرمین صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو کھجوروں سے ملا کر کھاتے اور خیار یعنی ککڑی کو نمک کے ساتھ۔

بارھواں باب

گوشت اور پسندیدہ اعضاء

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم بارگاہِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے کہ آپ کی خدمت اقدس میں گوشت لایا گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو (جو بوٹی اچھی نظر آتی) وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ آپ نے فرمایا۔ سب سے اچھا گوشت پیٹھ کا گوشت ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گوشت لایا گیا اور جانور کا بازو اٹھا کر آپ کو پیش کیا گیا کیونکہ وہ آپ کو بہت پسند تھا۔

ابو عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہنڈیا پکائی اور آپ کو اگلے پاؤں کا گوشت بہت ہی پسند تھا لہٰذا میں نے وہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ دوسرا بازو مجھے دے میں نے وہ پیش کیا۔ پھر آپ نے فرمایا اور بازو مجھے دے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے اگلے پاؤں کتنے ہوتے ہیں؟ یعنی دو ہی تو تھے جو میں نے پیش کر دیے ہیں تو آپ نے مزید کا حکم کیسے دے دیا۔ تو آپ نے فرمایا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تو خاموشی سے میرے حکم کی تعمیل کرتا رہتا اور میرے طلب کرنے پر ہنڈیا سے نکالتا رہتا تو بازو اور اگلے پاؤں کا گوشت نکلتا ہی رہتا جب تک میں طلب کرتا رہتا (تجھے یہ نہیں دیکھنا چاہیے تھا کہ بکری کے اگلے بازو کتنے ہوتے ہیں بلکہ یہ دیکھنا تھا کہ طلب فرمانے والا کون ہے اور ان کو دینے والا کون؟)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے شانے کا گوشت جتنا پسند تھا اتنا اور کوئی عضو پسند نہیں تھا۔

تیرھواں باب

خشک گوشت کا استعمال

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خشک گوشت

چودھواں باب

بھنے ہوئے گوشت کو تناول فرمانا

حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت کھایا۔

پندرھواں باب

مرغ کے گوشت کو تناول فرمانا

زھدم جرمیؒ سے منقول ہے کہ ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ان کا کھانا آگیا اور اس میں مرغ کا گوشت بھی تھا۔ حاضرین مجلس میں بنی تیم اللہ کا ایک فرد بھی موجود تھا وہ دسترخوان کے قریب نہ ہوا تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آگے بڑھو اور کھاؤ کیونکہ میں نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغ کا گوشت تناول فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔

سولھواں باب

لحم حباری کو تناول فرمانا

عمرو بن شعیبؒ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ میرے دادا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حباری (کونج) کا گوشت کھایا۔

سترھواں باب

ناپسندیدہ اشیاء کا تناول نہ فرمانا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اپنی خالہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں سوسمار (گوہ) کا گوشت رکھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے جب تک یہ نہ عرض کیا جاتا کہ یہ کیسا کھانا ہے لہذا عورتوں میں سے بعض نے کہا کیا تم آپ سے عرض نہیں کرتیں کہ یہ کونسا کھانا ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ سوسمار کا گوشت ہے تو آپ نے اس کو ترک فرما دیا اور نہ کھایا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کیا یہ حرام ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں لیکن یہ ایسا طعام ہے جو میرے آبائی وطن میں نہیں تھا لہذا طبعاً اس سے کراہت و نفرت محسوس کرتا ہوں۔ تو حضرت خالد فرماتے ہیں میں نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھایا (آپ نے مجھے کھانے سے منع نہیں فرمایا)۔

(اخرجہ البخاری والمسلم)

ابو الشیخ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور فرمایا اے قوم تمہارا رب اللہ تعالٰے تمہاری نصرت و امداد فرمائے۔ مجھے عورت کا دوہا ہوا دودھ مت پلانا (بلکہ مردوں نے جو دودھ دوہا ہو وہ پلانا۔

عسکری فرماتے ہیں کہ عورتوں کا جانوروں سے دودھ نکالنا عربوں کے نزدیک عیب سمجھا جاتا تھا اور وہ اس کو عار سمجھتے تھے اور مقام ہجو میں اس عیب کو ذکر کرتے تھے اور انہوں نے اس قسم کے ہجویہ اشعار کہے ہیں۔

كَمْ عَمَّةٍ لَكَ يَا جَرِيرُ وَخَالَةٍ فَدْعَاءُ قَدْ حَلَبَتْ عَلَيَّ عِشَارِي

اے جریر تیری کتنی ہی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں جن کے ہاتھ دودھ نکالتے نکالتے ٹیڑھے ہو چکے ہیں وہ میری اونٹنیوں کا دودھ بھی دوہتی رہی ہیں۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کا نکالا ہوا دودھ اُن کے حیض و نفاس میں مبتلا رہنے کی وجہ سے ناپسند فرمایا ہو اور اس قول کی تائید حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے لطیف تر اور پاکیزہ تر تھے۔ آپ مشکیزہ کے دہانے سے پانی نوش نہیں فرماتے تھے اور کھلے پھرنے والے مرغ وغیرہ کا گوشت تناول نہیں فرماتے تھے اگرچہ اس کو حرام بھی نہیں فرماتے تھے اور زہری فرماتے ہیں کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم قاذورات کو استعمال نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی مرغ کو جب تک اسے پابند رکھ کر دانہ دُنکا نہ کھلایا جاتا۔
زہری فرماتے ہیں کہ قاذورہ سے مراد قابل نفرت اشیاء ہیں اور گویا مقصد یہ ہے کہ آپ نجاست وغیرہ کھانیوالے جانوروں سے پرہیز فرماتے تھے جب تک کہ ان کو پاکیزہ اشیاء نہ کھلائی جائیں اور کبھی قاذورہ کا اطلاق فعل قبیح پر بھی کیا جاتا ہے اور اسی پر مبنی ہے قول حضور علیہ السلام کا من اتی شیئا من ھذہ القاذورات یعنی جو شخص ان امور قبیحہ میں سے کسی امر کا مرتکب ہوا۔

اٹھارھواں باب

بدبودار اشیاء سے اجتناب

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھاتے تو بچا ہوا کھانا حضرت ابو ایوب انصاری کے پاس بھیج دیتے۔ ایک دن آپ کی بارگاہ اقدس میں ایک پیالہ سالن کا لایا گیا جس میں لہسن تھا آپ نے بغیر کھائے اس کو حضرت ابو ایوبؓ کے پاس بھیج دیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا حرام تو نہیں لیکن میں اس کی بو کو ناپسند کرتا ہوں (تم اس کو کھالو) انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جو چیز آپکو ناپسند ہے وہ مجھے بھی ناپسند ہے (انفرد بہ الامام البخاری)۔

انیسواں باب

جمار (کھجور کا نوخیز خوشہ) تناول فرمانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کا نوخیز خوشہ (جو ابھی سفید اور انتہائی ملائم ہوتا ہے) تناول فرماتے ہوئے دیکھا۔

بیسواں باب

حلوے اور شہد کو پسند فرمانا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حلوے اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔

اکیسواں باب

خشک کھجوریں تناول فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن میں کبھی دو مرتبہ ایسا کھانا تناول نہیں فرمایا جن میں ایک کھانا کھجوریں نہ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ترین طعام عجوہ کھجوریں تھیں۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برتن کی قریب ترین اور سامنے والی جانب سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے مگر جب کھجوریں پیش کی جاتیں تو پھر آپ کا ہاتھ مبارک سارے برتن میں گردش کرتا۔

حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام ہمارے ہاں تشریف لائے۔ میرے باپ نے آپ کی خدمت میں خشک کھجوریں اور سویق (ستو) پیش کیا۔ آپ نے کھجوریں کھانا شروع فرمائیں اور گٹھلیاں بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں (شہادت والی اور درمیانی) پر رکھتے رہے اور پھر انہیں پھینک دیا۔

بائیسواں باب

انگور تناول فرمانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انگوروں کا خوشہ بطور خرط

استعمال فرماتے دیکھا یعنی خوشہ کے دانے یکے بعد دیگرے منہ مبارک میں ڈالتے اور اس کی شاخ کو پیچھے کھینچ لیتے۔

تئیسواں باب

تازہ کھجور کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تازہ کھجوریں پیش کرتا تو آپ ان کو تناول فرماتے اور آخری حصہ کو ترک فرما دیتے (جس پر خشک چھلکا ہوتا ہے اور شاخ سے وابستہ ہوتا ہے)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم تازہ کھجوروں کے موسم میں ان کے ساتھ افطاری کرنا پسند فرماتے اور اگر رطب نہ ہوتیں تو پھر تمرات یعنی خشک کھجوروں کے ساتھ افطاری فرماتے اور طاق عدد استعمال فرماتے یعنی تین یا پانچ یا سات۔

چوبیسواں باب

تازہ پھل اور آپکی کیفیت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں تازہ کھجوریں پیش کی جاتیں تو دعا فرماتے اے اللہ تعالیٰ ہمارے لیے ہمارے شہر مدینہ میں برکت عطا فرما اور ہمارے پیمانوں مُد (کیلو) اور صاع (تقریباً چار کیلو) میں برکت عطا فرما اور اس برکت کو دوگنا فرما۔

پھر وہ پھل مجلس اقدس میں حاضر بچوں میں سب سے چھوٹے بچے کو عطا فرماتے۔

پچیسواں باب

خبیص کا استعمال

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم مربد یعنی کھجوریں سکھانے

کے مقام کی طرف نکلے ناگاہ دیکھا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اونٹنی کی مہار پکڑے آرہے ہیں جس پر آٹا گھی اور شہد لدا ہوا تھا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ اونٹنی بٹھادو۔ انہوں نے اسے بٹھادیا۔ پھر ہنڈیا طلب فرمائی اور اس میں گھی، شہد اور آٹا ڈال دیا۔ پھر اس کے نیچے آگ جلانے کا حکم فرمایا حتیٰ کہ وہ آٹا بھن گیا اور حلوہ تیار ہوگیا۔ تو فرمایا اسے کھاؤ۔ اور خود بھی اس سے تناول فرمایا اور بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ یہ ایسی چیز ہے جس کو اہل فارس خبیص کہتے ہیں۔

چھبیسواں باب

بوقت تناول تین انگلی کا استعمال

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین انگلیوں یعنی انگوٹھے، شہادت والی انگلی اور درمیانی انگلی کے ساتھ تناول فرماتے ہوئے دیکھا۔ پھر میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ درمیانی پھر شہادت والی اور پھر انگوٹھے کو چاٹ رہے تھے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں کے ساتھ تناول فرماتے تھے اور اپنے ہاتھ مبارک کو کسی رومال یا تولیہ وغیرہ کے ساتھ صاف نہیں فرماتے تھے تا وقتیکہ چاٹ نہ لیتے۔ انفرد بہ المسلم۔

ستائیسواں باب

اپنے آگے سے کھانا

عبدالحکم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مجھے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے کھاتے ہوئے دیکھا جبکہ میں نوخیز بچہ تھا میں کبھی برتن کے ایک حصّہ سے کھاتا تو کبھی دوسرے حصّہ سے تو آپ نے فرمایا۔ اے بچے! اس طرح مت کھائیے! کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب تناول فرماتے تھے تو آپ کا ہاتھ مبارک سامنے والے حصّہ سے ادھر ادھر تجاوز نہیں کرتا تھا۔

اٹھائیسواں باب

تناول کے وقت بیٹھنے کا طریقہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوی میں کھجوریں پیش کی گئیں میں نے آپ کو دیکھا کہ شدت جوع کیوجہ سے بصورت اقعاء بیٹھ کر آپ ان کو تناول فرمانے لگے۔ یعنی سرین کے بل بیٹھ کر اور پنڈلیاں مبارک اور ران مبارک کھڑے کر کے۔

انتیسواں باب

ٹیک اور سہارے سے پرہیز

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام نے فرمایا میں تو ہرگز اوٹ لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔ (بخاری شریف)

تیسواں باب

اظہار مذمت سے پرہیز

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا جب کھانا پیش کیا جاتا اگر خواہش ہوتی تو تناول فرمالیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ (اخرجہ الشیخان)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام کسی طعام کی مذمت نہیں فرماتے تھے اور نہ اس کی مدح فرماتے تھے

اکتیسواں باب

اشیاءِ صدقہ سے پرہیز

بہز بن حکیم اپنے والد گرامی کے واسطہ سے اپنے دادا سے راوی ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا صدقہ نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال ہے اور نہ ہی آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بارگاہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں کوئی چیز لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا یہ صدقہ ہے۔ آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرمایا۔ تم اسے کھاؤ۔ اور خود اسے تناول نہ فرمایا۔ وہ دوبارہ کوئی چیز لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے دیکھا کہ آپ اموال صدقہ کو تناول نہیں فرماتے۔ یہ میری طرف سے ہدیہ ہے۔ آپ نے خود بھی اسے تناول فرمایا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی کھانے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے بھی اُسے کھایا۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آفتاب رسالت ماہتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو صدقہ کی وصولی کے لیے بھیجا۔ اس نے حضرت ابورافع کو ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔ صدقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی آل کے لیے حرام ہے اور قوم کا مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام قوم کے حکم میں ہوتا ہے (اور چونکہ تو میرا آزاد کردہ غلام ہے لہٰذا تیرے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ اس لیے فراہمی زکوٰۃ کے لیے تم نہیں جا سکتے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جب کھانا لایا جاتا تو آپ اس کے متعلق دریافت فرماتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟ اگر عرض کیا جاتا کہ صدقہ ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرماتے۔ تم اسے کھاؤ اور خود تناول نہ فرماتے اور اگر عرض کیا جاتا کہ ہدیہ ہے تو آپ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر کھاتے۔

ابوالوفا علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ صدقہ رسالتماٰب علیہ افضل الصلوات پر اس لیے حرام کیا گیا ہے کہ وہ مرحمت کے قبیل سے ہے جو کہ مسکنت کا مقتضیٰ ہے اور لوگوں کی دست نگری کا لہٰذا خانوادہ نبوت کو اس سے محفوظ کر دیا گیا ——— کہ اُن کے ہاتھوں پر کسی کا ہاتھ (بوقت عطا) بلند ہو۔ اور ہدیہ آپ کے لیے مباح قرار دیا گیا کیونکہ ہدیہ تحیہ اور تحفہ ہے اور تحائف و ہدایا میں حکم خداوندی یہ ہے کہ جو تمہاری خدمت میں ہدیہ لایا گیا ہے اس سے بہتر ہدیہ اور تحفہ دو اور گھرانہ نبوت مکارم اور اخلاق عالیہ کا گھر ہے اور طلب مزید کے لیے لوگوں کی رغبت اور امیدوں کا مرکز (اور یہ عظمت شان کی دلیل ہے) اور الٹا لوگوں کی دست نگری اور محتاجی کی دلیل خانوادۂ نبوت کے معطی و قاسم ہونے کی

لہٰذا اس کو ۔۔۔ اکرنا مباح اور جائز رکھا گیا۔

تیسواں باب

بعد از طعام حمد الہٰی

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھا کر فارغ ہوتے اور آپ کا دستر خوان اٹھا لیا جاتا تو آپ فرماتے۔ الحمد للہ حمداً کثیراً طیبًا مبارکاً فیہ غیر مکفِیّ ولا مُودّعٍ ولا مستغنیً عنہ ربنا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے بے شمار اور بابرکت تعریفیں جنہیں نہ تو کما حقہ ادا کیا جا سکتا ہے نہ چھوڑا جا سکتا ہے اور نہ اُن سے بے نیاز رہا جا سکتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین۔ حمد و ثنا ہے خدائے بزرگ و برتر کے لیے جس نے ہمیں کھلایا۔ پلایا اور اپنا اطاعت گذار بنایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھانے کے لیے بلایا، ہم آپ کے ساتھ دولتکدہ پر حاضر ہوئے۔ جب آپ نے کھانا تناول فرما لیا اور دست اقدس دھو لیے تو فرمایا۔ الحمد للہ الذی یُطعم ولا یطعم۔ من علینا نھدانا واطعمنا وسقانا وکُلّ بلاءٍ حسن بلانا۔ الحمد للہ غیر مودعٍ ولا مکافاً ولا مکفورٍ ولا مستغنیً عنہ ربنا۔ الحمد للہ الذی اطعم من الطعام وسقی من الشراب وکسی من العری وھدای من الضلالۃ وبصّر من العمیٰ، الحمد للہ الذی فضلنی علیٰ کثیرٍ ممن خلق تفضیلاً الحمد للہ رب العالمین۔

ترجمہ:۔ حمد ہے اللہ تعالیٰ کے لیے جو کھلاتا ہے اور کھلایا نہیں جاتا، ہم پر احسان فرمایا پس ہمیں ہدایت سے نوازا اور ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہر آزمائش میں ہمیں کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔ حمد ہے اللہ تعالیٰ کے لیے درانحالیکہ وہ ترک کی جانے والی نہیں ہے۔ نہ اس کا پورا حق ادا کیا جا سکتا ہے اور نہ کفران اور ناشکری اور نہ اس سے استغناء ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ اے رب ہمارے۔ اس اللہ جل شانہٗ کے لیے حمد ہے جس نے ہمیں طعام کھلایا۔ پانی پلایا اور برہنگی کے بعد پوشاک پہنائی اور راہ راست دکھلائی، بینائی سے سرفراز فرمایا اور اندھاپن دور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جس نے مجھے بہت سی مخلوق پر فضل و شرف اور سرفرازی و سربلندی کے ساتھ مشرف فرمایا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کھاتے اور پیتے تو فرماتے۔ الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وسوغہ وجعل لہ مخرجا۔ اس خدا تعالیٰ کے لیے حمد ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور اسے ہمارے لیے خوشگوار بنایا اور اس کے فضلہ کے نکلنے کے لیے راستہ بنایا۔

ابواب مشروبات

باب اوّل

استعمال شربت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مقام سُقیا سے شربت لایا جاتا تھا (کیونکہ مدینہ منورہ کے عام کنوؤں کا پانی نمکین اور کھاری تھا۔ صرف چند کنوئیں شیریں پانی والے تھے)

دوسرا باب

رکھا ہوا پانی

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک قبیلہ کے ہاں ایک مریض کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے پانی طلب فرمایا اور پانی کی ایک نالی قریب ہی تھی تو آپ نے فرمایا اگر رات کا بھر کر رکھا ہوا باسی پانی ہے تو بہتر ورنہ ہم یہاں سے پی لیں گے۔ (بخاری شریف)

تیسرا باب

ٹھنڈا پانی

عبادہ بن ولید نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک انصاری خادم تھا جو پرانے مشکیزوں میں پانی بھر کر اور کھجور کی شاخوں کے ساتھ لٹکا کر آپ کے لیے ٹھنڈا کرتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈا میٹھا پانی بہت مرغوب تھا۔

چوتھا باب

مشروبات کے لیے برتن

عیسیٰ بن طہمان نے ثابتؒ سے ناقل ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے لکڑی کا موٹی اور چوڑی تہ والا پیالہ ہمارے سامنے رکھا جس کو لوہے کی تاروں سے جوڑا گیا تھا اور فرمایا کہ اے ثابت یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے (جس میں کہ آپ پانی وغیرہ نوش فرمایا کرتے تھے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اس پیالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کے مشروبات پلائے ہیں۔ پانی، نبیذ۔ شہد اور دودھ۔

محمد بن اسماعیل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے گھر لکڑی کا پیالہ دیکھا۔ انہوں نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ وہ پیالہ ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانی وغیرہ پیتے تھے اور اس سے وضو بھی فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اسکندریہ کے بادشاہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شیشے کا ایک پیالہ بطور ہدیہ پیش کیا تھا آپ اس سے مشروبات پیا کرتے۔

پانچواں باب

دودھ کا استعمال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سب مشروبات سے زیادہ پسندیدہ مشروب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دودھ تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ تعالےٰ کھانے عطا فرمائے تو چاہیے کہ وہ اس طرح اللہ تعالےٰ کا شکریہ بجالائے۔ اللھم بارك لنا فيه وابدلنا به ما هو خير منه۔ اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور اس کے بدلے ہمیں اس سے بہتر عطا فرما اور جس کو اللہ تعالےٰ دودھ عطا فرمائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس طرح کہے۔ اللھم بارك لنا فيه وزدنا منه۔ اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت

عطا فرما اور اس کی نسبت زائد عطا فرما (یعنی یہاں اس کی نسبت بہتر طلب نہ کرے) کیونکہ ہمارے علم میں دودھ کے علاوہ کوئی ایسا مشروب نہیں ہے جو ماکول و مشروب دونوں کی طرف سے کفایت کرنے والا ہو (لہٰذا سب سے بہتر یہی ہے)۔

چھٹا باب

نبیذ اور اس کی کیفیت

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم صبح کے وقت فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبیذ بناتے یعنی کھجوریں پانی میں بھگو رکھتے تو آپ اسے پچھلے وقت نوش فرماتے اور پچھلے وقت آپ کے لیے نبیذ بناتے جس کو آپ صبح استعمال فرماتے۔

ساتواں باب

ستو کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیالہ میں دودھ۔ شہد اور ستو پلایا کرتا۔ نیز نبیذ اور ٹھنڈا پانی۔

آٹھواں باب

پینے کی کیفیت

ربیعہ بن اکثم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دانتوں پر مسواک چوڑائی والی سمت میں فرماتے تھے۔ یعنی دائیں بائیں نہ کہ اوپر نیچے اور پیتے وقت یوں پیتے گویا مشروب کو چوس رہے ہیں اور

فرماتے کہ اس طرح پینا خوشگوار ہے اور سود مند (اور تیزی کے ساتھ بے دریغ و بے تحاشا پینا گرانی اور فساد معدہ کا موجب)

نواں باب

برتن میں تین بار سانس لینا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برتن سے پیتے وقت تین مرتبہ سانس لیتے بظاہر ترجمہ الفاظ حدیث یتنفس فی الاناء کا یوں بنتا ہے کہ برتن میں سانس نکالتے تھے، لیکن صحیح معنی وہی ہے جو ہم نے اُوپر ذکر کیا ہے (اور سرور انبیاء علیہ السلام کی حدیث قولی اور عمل سے یہی امر ثابت ہے)۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا تم میں سے جب بھی کوئی شخص برتن کے ساتھ منہ لگا کر پئے تو برتن کے اندر سانس نہ نکالے نیز ہمارے اس قول کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت انس سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایک گھونٹ بھرا اور برتن الگ کر دیا۔ پھر بسم اللہ پڑھی ایک گھونٹ بھرا پھر برتن منہ مبارک سے الگ فرمایا پھر بسم اللہ پڑھی۔ ایک گھونٹ بھرا اور برتن کو الگ فرما دیا۔ حتیٰ کہ پینے سے فارغ ہوئے اور اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا بجا لائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ کوئی مشروب استعمال فرماتے تو تین بار سانس لیتے اور ہر حمد باری تعالیٰ بجا لاتے اور آخر میں اللہ تعالےٰ کا شکر بجا لاتے۔

دسواں باب

(بیٹھے اور کھڑے مشروبات کو نوش فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر بھی پیا اور کھڑے ہو کر بھی جوتے اتار کر بھی نماز ادا فرمائی اور پہن کر بھی اور سلام پھیرنے کے بعد کبھی دائیں جانب پھرے تو کبھی بائیں جانب (تاکہ کسی ایک صورت کا التزام امت کے لیے موجب کلفت نہ بنے لہذا وسعت پیدا فرما دی)۔

گیارھواں باب

صحابہ کرام اور تبرک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پلاتے وہ عرض کرتے یارسول اللہ کاش آپ پہلے پی لیتے تو آپ فرماتے "ساقی القوم آخرھم شربا" قوم کو پلانے والے کا حق یہ ہے کہ وہ خود آخر میں پیئے۔

بارھواں باب

تبرک تقسیم فرمانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور انبیاء علیہ وعلیہم السلام ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے آپ کے لیے گھر میں پالی پوسی ہوئی بکری کا دودھ نکالا اور گھر میں موجود کنوئیں سے ٹھنڈا پانی نکال کر اس کو دودھ میں ملا کر ٹھنڈا کیا۔ پھر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ کی دائیں جانب ایک اعرابی بیٹھا تھا اور دوسری جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ایک سمت میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب آپ نے نوش فرمالیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ اپنا بچا ہوا تبرک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائیں تو آپ نے اعرابی کو عطا فرماتے ہوئے اس کی حکمت بیان فرمائی) اور فرمایا "الایمن فالایمن" داہاں پھر داہاں وعلیٰ ہذا یعنی عطاء وبخشش میں دائیں جانب سے آغاز وابتداء کرنی چاہیے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مشروب لایا گیا آپ نے اس سے پیا۔ دائیں جانب ایک اعرابی لڑکا بیٹھا تھا اور بائیں جانب شیوخ اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے آپ نے اس لڑکے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو اجازت دیتا ہے کہ میں یہ مشروب ان اکابر صحابہ کو دے دوں تو اس نے عرض کیا واللہ لا اوثر نصیبی منک احداً۔ بخدا میں آپ سے ملنے والے حصہ ونصیب پر کسی دوسرے کو ترجیح نہیں دیتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ برتن ذرا جھٹکے کے ساتھ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

(دونوں روایات بخاری ومسلم میں منقول ہیں)

ابواب

نیند اور استراحت

باب اوّل

رات کی کیفیّت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو (لوگوں کے قصص و واقعات جو افسانوی انداز میں یکے بعد دیگرے نقل ہوتے چلے آتے ہیں میں سے) ایک قصہ و حکایت بیان فرمائی تو امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں سے ایک نے کہا: یہ واقعہ خرافات جاہلیت میں سے ہے۔

تو آپ نے فرمایا جانتے ہو حدیث خرافہ کیا ہے؟ قبیلہ عذرہ کا ایک آدمی تھا جس کو جن گرفتار کر کے لے گئے تھے وہ عرصہ دراز تک ان میں رہا۔ پھر انہوں نے اس کو وطن اور قبیلہ کی طرف لوٹا دیا۔ جو عجیب اور انوکھے امور اس نے وہاں دیکھے وہ لوگوں کو بیان کرتا تو لوگ کہتے یہ گفتگو اور حدیث، حدیث خرافہ ہے یعنی بیہودہ اور بے اصل۔

ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ اسی قسم کی حکایات میں سے حدیث ام زرع بھی ہے جو کہ معروف و مشہور ہے اور کتب حدیث میں منقول جو کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی۔

دوسرا باب

مکان کی چھت پر تشریف لیجانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم گرمیوں کا آغاز ہوتا تو جمعہ کی رات کو چھت پر چڑھتے (اور راتوں کو اوپر آرام فرمانا شروع فرماتے) اور سردیوں کا آغاز ہوتا تو جمعہ کی رات ہی سے اوپر سونا ترک فرماتے اور مکان کے اندر آرام فرماتے۔

تیسرا باب

سونے سے پہلے وضوء

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کی حاجت ہوتی اور سونے کا ارادہ فرماتے تو استنجا فرماتے۔ بعدہٗ نماز کے وضو کی طرح وضو فرماتے اور پھر آرام فرماتے۔ (بخاری ومسلم)

چوتھا باب

نیند کے وقت سرمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے ہر رات آنکھوں میں سرمہ لگاتے تھے اور ہر آنکھ میں تین سلائیاں لگاتے تھے۔

پانچواں باب

بستر مبارک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام کا بستر استراحت جس پر رات کو آرام فرماتے تھے چمڑے کا بنا ہوا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

چھٹا باب

بستر پر آنے کی کیفیت

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر تشریف لاتے تو ہر رات

آپ کا معمول یہ ہوتا تھا کہ دونوں ہتھیلیاں جمع فرما کر ان میں قل ھو اللہ احد ۔ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ۔ پڑھ کر پھونک مارتے ۔ پھر جہاں تک ہاتھ مبارک پہنچانے ممکن ہوتے آپ جسد اطہر پر ان کو پھیرتے آغاز سر اقدس اور چہرہ انور اور سامنے والے حصہ بدن سے فرماتے اور تین مرتبہ اسی طرح عمل فرماتے ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر کی طرف متوجہ ہوتے اور اس پر سونے کا ارادہ فرماتے تو یہ کلمات طیبہ زبان اقدس پر جاری فرماتے ۔

اللھم رب السموٰت السبع ورب الارضین قدسا ورب کل شئی خالق الحب والنوی منزل التوراۃ والانجیل والزبور والفرقان، اعوذبک من شر کل شئی انت اخذ بنا صیتہ، انت الاول فلیس قبلک شئی وانت الاخر فلیس بعدک شئی وانت الظاھر فلیس فوقک شئی، وانت الباطن فلیس دونک شئی اقض عنی الدین واغننی من الفقر ۔

ترجمہ : اے اللہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کے مالک جو تقدس محض اور پاکیزگی مطلق ہے اور اے رب اور مالک ہر شئے کے دانوں اور گٹھلیوں کو پھاڑ کر پودوں میں تبدیل فرمانے والے تورات و انجیل اور زبور و قرآن کو نازل فرمانے والے میں تیری پناہ لیتا ہوں جملہ اشیاء کے شر و ایذاء سے جو کہ تیرے قبضۂ قدرت میں ہیں تو ہی اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شئی نہیں ہے تو ہی آخر ہے ۔ تیرے بعد کوئی شئی نہیں ہے ۔ ظاہر فقط تو ہے تجھ سے زیادہ ظاہر کوئی شئی نہیں ہے اور باطن اور مخفی کنہ ذات کے لحاظ سے بھی فقط تو ہی ہے ۔ تجھ سے زیادہ کوئی مخفی نہیں ہے ۔ میرے قرضے ادا فرما اور مجھے احتیاجِ خلق سے مستغنی فرما ۔

ساتواں باب

نیند کی کیفیت

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر کی طرف راغب ہوتے تو دائیں پہلو لیٹتے ۔ پھر فرماتے ۔

اللھم انی اسلمت نفسی الیک ووجھت وجھی الیک والجأت ظھری الیک، رغبۃً ورھبۃً الیک لا ملجا ولا منجی منک الا الیک، امنتُ بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت ۔

ترجمہ : اے اللہ میں نے اپنی جان ________ تیرے سپرد کیا اور تیرے حوالے کر دیا ہے اور چہرے

تُو تیری طرف متوجہ کیا اور تیری ذات ہی میری پشت پناہ ہے۔ تیری عطا و بخشش میں رغبت کرتے ہوئے اور تیری گرفت سے ڈرتے ہوئے۔ تیرے علاوہ نہ کوئی جائے پناہ ہے اور نہ کوئی محل نجات و خلاص۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور اس نبی اقدس کی ذات پر جس کو تو نے منصب رسالت سے سرفراز فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے یہ کلمات طیبات پڑھے اور پھر سو گیا اگر اس رات فوت ہو جائے تو دین فطرت پر وفات پائے گا۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب خوابگاہ پر تشریف لاتے تو فرماتے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے حمد ہے۔ جس نے ہمیں وصال کے بعد یعنی نیند میں قبض ارواح کے بعد حیات اور بیداری سے مشرف فرمایا اور سب مخلوق کی اسی کی طرف بعد از وفات بروز محشر اُٹھ کر حاضری ہے۔ [1]

آٹھواں باب

بیداری کے بعد کی دعائیں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوتے تو فرماتے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ اللہ تعالٰی کے لیے حمد و ثنا ہے جس نے ہمیں نیند کے بعد بیداری سے بہرہ ور کیا اور سب مخلوق کا اسی کی طرف حشر نشر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گذاری۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر استراحت فرما ہوئے۔ حتیٰ کہ جب آدھی رات ہوئی یا ذرا اس کے قریب تو آپ بیدار ہوئے، چہرہ اقدس اور مبارک آنکھیں دونوں ہاتھوں سے مل کر نیند کے اثرات کو زائل فرمانا شروع کیا۔ پھر سورۂ آل عمران کی دس آخری آیات تلاوت فرمائیں۔ پھر وضو کیا اور نماز شروع فرمائی۔

شمر بن عطیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت سفر میں دیکھا تو دل میں یہ عہد

---

[1] **نوٹ**:۔ یہاں سہو راوی ہے یا وہم ناسخ و کاتب در اصل روایت یوں ہے کہ جب چشم اقدس خواب نوشیں سے بیدار ہوتی تب یہ کلمات طیبات زبان اقدس پر جاری ہوتے اور مضمون دعا بھی اسی امر پر دلالت کرتا ہے اور خود ابن جوزی نے اگلے باب میں یوں ہی روایت درج کی ہے۔

کہا کہ آج رات میں ضرور بالضرور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت صلوٰۃ کا ملاحظہ و مشاہدہ کروں گا۔ جب آپ نے نماز عشاء ادا فرمائی تو خوابگاہ میں لیٹ گئے۔ کافی دیر استراحت فرما رہے۔ پھر بیدار ہوئے تو نگاہ اقدس آسمان کی طرف اٹھائی اور رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سے اِنَّکَ لَاتُخْلِفُ الْمِیْعَادَ تک تلاوت فرمائی۔

نواں باب

چشم مبارک اور قلب اطہر

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر ادا فرمانے سے قبل سو جاتے ہیں (میں خراٹوں کی آواز سنتی رہتی ہوں پھر اٹھ کر وتر ادا فرماتے ہیں اور دو رکعت فجر اور جماعت بھی کراتے ہیں مگر وضو نہیں فرماتے حالانکہ نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) تو آپ نے فرمایا " یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی۔ اے عائشہ بے شک میری دونوں آنکھیں محو خواب ہوتی ہیں مگر دل بیدار رہتا ہے وہ نہیں سوتا (اور جو نیند وضو توڑتی ہے وہ ایسی نیند ہے جس میں دل بھی سو جائے اور مکمل غفلت طاری ہو جائے لہذا میرا وضو محض نیند کی وجہ سے نہیں ٹوٹتا)

سوال: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند ہماری نیند کے ساتھ آنکھوں کے انطباق اور بندش میں شریک و مساوی ہے اور عدم سماع میں بھی حتیٰ کہ آپ نماز فجر کے وقت میں لیلۃ التعریس کے اندر سوتے رہے اور سورج کی دھوپ سے آپ بیدار ہوئے تو پھر ہماری اور آپ کی نیند میں کیا فرق ہے؟

جواب: علامہ ابن عقیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ نیند دو امر پر مشتمل ہے اول راحت جسد و بدن اور ثانی غفلت قلب و باطن۔ امر اول میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مشارک ہیں لیکن امر ثانی میں ممتاز و مختلف آپ کا دل اقدس بیدار رہتا احلام فارغہ اور اضغاث سے محفوظ تھا اور نیند کی حالت میں بھی وحی کو اخذ اور ضبط کرنے والا۔ امت کی مصلحتوں اور بہتریوں میں بیداری کی مانند متفکر۔ آپ کا دل اقدس حالت نیند میں بھی مقاصد تخلیق و بعثت سے غافل نہیں رہا لہذا آپ کا وضو نیند کے باوجود نہیں ٹوٹتا تھا۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت وحی میں ایک استغراقی حالت طاری ہو جاتی تھی اور آپ کا التفات حاضرین بلکہ عالم دنیا سے بھی منقطع ہو جاتا اور آپ ایک دوسرے جہان کی طرف منتقل ہو جاتے حالانکہ ایسی حالت کسی امتی پر طاری ہو تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں بھی اپنی محافظت فرمانے والے تھے۔ اور

امور طبیعیہ کے غلبہ سے اور اعضاء و مخارج کے استرخاء سے محفوظ تھے اور اس وقت ہم سے غائب ہو کر ایک عظیم حالت کی طرف مائل ہوتے اور مستغرق اور اللہ تعالیٰ اس حالت میں جو اسرار و رموز چاہتا آپ پر منکشف فرماتا (تو جیسے آپ کی یہ حالت بظاہر عوام الناس کی حالت غشی کے مشابہ ہے مگر حقیقت میں کوئی نسبت ہی نہیں لہٰذا احکام جداگانہ ہیں اسی طرح آپ کی نیند بظاہر عوام الناس کی طرح ہے لیکن درحقیقت قطعاً کوئی مماثلت و مشارکت نہیں ہے. لہٰذا احکام بھی جداگانہ ہیں)۔

الغرض سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند امر ثانی کے لحاظ سے عوام کی طرح نہیں ہے۔ رہا شبہ لیلۃ التعریس میں سوتے رہنے کا تو اس کا جواب دو وجہ سے ہے۔

وجہ اوّل :- اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تصرف فرما کر قلب بیدار پر نیند کی حالت طاری فرما دی تاکہ حالت سہو و غفلت اور نیند وغیرہ میں رہ جانے والی نمازوں کو قضاء کرنے کا عملی نمونہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے آجائے اور یہ صورت حال ایسی ہے جیسے کہ پانی آپ کے لیے موجود نہیں تھا اور وضو کرنا ممکن نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے پانی نازل فرمانے یا زمین سے پیدا فرمانے کی بجائے حکم تیمم نازل فرما دیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعاء باراں کے لیے بارگاہ خداوندی میں ہاتھ نہ اٹھائے جیسے پانی کے فقدان سے مقصود تشریع حکم تیمم تھا اسی طرح یہاں بھی مقصود تشریح حکم قضا تھا لہٰذا خرق عادت کے طور پر دل اقدس پر یہ حالت طاری کر دی گئی ورنہ اصلی حالت دل انور کی بیداری تھی نہ کہ نیند۔

وجہ دوم :- دل اقدس اس حالت میں بھی بیدار تھا مگر اس پر ایسے علوم و معارف منکشف کر دیے گئے جن میں منہمک اور مستغرق ہو کر حقوق ظاہر سے تعطل لازم آگیا۔ کیونکہ باطن اخذ علوم و معارف میں مشغول تھا اور مجازی عشق و محبت میں بلکہ دیگر امور میں اس طرح ہوتا رہتا ہے کہ قلوب و باطن ان میں پوری طرح مستغرق ہو کر اعمال و ارکان ظاہر سے معطل ہو جاتے ہیں جیسے کہ کسی مغلوب الحال شخص کا قول ہے۔ فواللہ ما ادری اذا ما ذکرتہا اثنتین صلیت العشاء ام ثمانیا۔

بخدا جب میں محبوب کو یاد کرتا ہوں تو مجھے کوئی پتا نہیں چلتا کہ میں نے نماز عشاء دو رکعت ادا کی ہے یا آٹھ رکعت (تو جب یاد کرنے والے محب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہوں اور یار کیسے جانے والا محبوب اللہ رب العزت ہو تو پھر طلوع آفتاب وغیرہ کی طرف التفات اور دھیان کیونکر ہو سکتا تھا)

ف۔ تقریباً یہی مضمون و مفہوم ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے حضرت ابن العربی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا۔ ان نسی عن الصلوٰۃ نبأ کد من المنسی اشتغل وان نام فبقلبہ ونفسہ علی اللہ اقبل۔ مرقاۃ جلد ثانی ص۱۷۸۔ اگر آپ نماز کو بھولے تو نماز سے زیادہ اہم امر میں مشغول ہوئے اور اگر پڑھتے تو قلب و روح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے اور اس کی تجلیات

دسواں باب

رویائے مصطفٰے (خواب)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر ادا فرمانے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوتے اور دریافت فرماتے کہ تم میں سے کسی نے آج رات خواب دیکھا ہے، اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو عرض کرتا اور آپ اس کی تعبیر میں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ارشاد فرماتے۔

ایک دن آپ نے ہم سے دریافت کیا کہ آج رات تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے، ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا لیکن میں نے تو آج رات دو آدمیوں کو خواب میں دیکھا جو میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک کھلی فضا یا ہموار زمین کی طرف لے گئے۔ ہمارا ایک آدمی کے قریب سے گزر ہوا۔ اس کے سر پر ایک اور شخص اپنے ہاتھ میں ایک نوکدار خنجر لیے کھڑا ہے جس کو اس شخص کے ایک جبڑے میں داخل کر کے گُدّی تک چیر دیتا پھر وہاں سے نکال کر دوسری جانب داخل کرتا اتنے میں پہلا جبڑا مل جاتا اور اس کا زخم مندمل ہو جاتا تو وہ پھر اس کو اسی طرح چیر دیتا میں نے دریافت کیا یہ کون ہے اور اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا جا رہا ہے، انھوں نے کہا آپ آگے چلیں میں ان کے ساتھ چلدیا تو ناگاہ ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو گدی کے بل لیٹا ہوا ہے اور ایک دوسرا شخص اس کے سر پر گول مٹی بھر پتھر لے کر کھڑا ہوا ہے اور اس کے سر پر اس پتھر کو مارتا ہے سر پھٹ جاتا ہے اور وہ پتھر لڑھکتا ہوا آگے نکل جاتا

ذات میں مستغرق۔

اور یہی مضمون شیخ محقق نے ادا کرتے ہوئے فرمایا نعم دل بیدار است ولیکن تواند کہ او را حالتے شہودے دست دہد کہ دراں مستغرق گردد از ماسوائے شہود واز جمیع صور ومعانی ذاہل وغافل گردد چنانچہ در بعض احیان در حالت وحی نیز مثل ایں حالت روئے میداد پس باعث نسیان وغفلت، نوم قلب نباشد بلکہ طریان حالت عظیم کہ خبر ندارد رب العزت کسے آنرا نداند۔
(اشعۃ اللمعات جلد اوّل ص ۳۴۴)

ترجمہ: ہاں یہ امر مسلم ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اقدس حالت نیند میں بیدار رہتا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ اس پر ایسی حالت شہود طاری ہو جائے کہ اس کی وجہ سے شاہد حقیقی کے علاوہ تمام محسوسات اور صور و معانی سے ذہول اور بے التفاتی لاحق ہو جائے جیسے کہ بعض اوقات بیداری کے باوجود حالت وحی میں یہی کیفیت رونما ہو جاتی لہٰذا غفلت اور بے توجہی اور سہو نسیان کا باعث دل اقدس کی نیند نہیں بلکہ ایک ایسی عظیم حالت کا طاری ہونا کہ جس کو اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔

ہے۔ جب وہ پتھر کو اٹھانے کے لیے جاتا ہے تو اتنے میں وہ پھٹا ہوا اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا سر پھر درست ہو جاتا ہے وہ پھر اسے مارتا ہے اور سر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اور پتھر لڑھکتا ہوا دوسری طرف نکل جاتا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری تھا۔ میں نے ان دونوں ساتھیوں سے پوچھا یہ کون ہے اور اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا آپ آگے چلیں۔

میں ان کے ساتھ آگے چلا تو ناگاہ ایک مکان نظر آیا جو تنور کی مانند تھا اوپر کا حصہ تنگ اور نچلا کشادہ اس کے نیچے آگ جلائی جا رہی تھی اس میں ننگے مرد اور ننگی عورتیں تھیں جب آگ پورے جوش پر آتی تو وہ اوپر اٹھ جاتے حتیٰ کہ قریب ہوتا کہ وہ باہر نکل آئیں اور جب نرم پڑتی تو نیچے چلے جاتے۔ میں نے استفسار کیا یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا آپ آگے چلیں۔

میں آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہر ہے جس میں پانی کی جگہ خون بہہ رہا ہے اس میں ایک شخص تیر رہا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک شخص کھڑا ہے جس کے سامنے پتھروں کا ڈھیر ہے جو نہر میں ہے وہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے جب کنارے کے قریب پہنچتا ہے کہ باہر نکلے تو کنارے پر موجود شخص ان پتھروں میں سے ایک پتھر اس کے منہ میں پھینک دیا گیا تو وہ اپنی سابقہ جگہ پر لوٹ جاتا ہے اور یہ سلسلہ بھی اسی طرح جاری رہا۔ میں نے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا آپ آگے چلیں۔ میں وہاں سے آگے نکلا تو ایک سرسبز و شاداب باغ نظر پڑا جس میں ایک بہت ہی عظیم اور بلند و بالا درخت موجود ہے اس کے تنے کے ساتھ ایک بزرگ تشریف فرما ہیں اور اُن کے ارد گرد چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اور دوسری جانب دیکھا تو اُن کے قریب ہی ایک شخص موجود ہے جو آگ جلا رہا ہے اور اس کے گرد دوڑ رہا ہے۔ وہ دونوں مجھے لے کر اس درخت پر چڑھنے لگے اور مجھے ایک گھر میں داخل کیا۔ پھر دوسرے گھر میں جو پہلے کی نسبت افضل و برتر تھا اور انتہائی حسین و خوش منظر جس میں بوڑھے۔ ادھیڑ اور نوجوان ہر قسم کے لوگ موجود تھے۔

میں نے ان ساتھیوں سے کہا تم نے آج ساری رات مجھے پھرایا گھمایا تبلائیے تو سہی یہ جو کچھ دیکھا ہے یہ کیا ہے انہوں نے کہا ہاں ضرور بتلاتے ہیں۔

وہ پہلا شخص جو آپ نے دیکھا کہ اس کے جبڑے چیرے جا رہے ہیں تو یہ جھوٹا شخص ہے جو صبح اٹھتے ہی ایک عظیم جھوٹ بولتا اور اس سے نقل ہوتے ہوتے پورے جہان میں پھیل جاتا۔ تو جو سلوک آپ نے اس کے ساتھ ہوتے ہوئے دیکھا ہے قیامت تک اس کے ساتھ یونہی ہوتا رہے گا۔ پھر بروز محشر اللہ تعالےٰ جو چاہے گا اُسکے ساتھ سلوک فرمائے گا۔

دوسرا شخص جو آپ نے لیٹا ہوا دیکھا تو یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے قرآن عطا فرمایا مگر وہ رات کو سویا رہا اور قرأت کر کے اس کا حق ادا نہ کیا اور دن کو اس پر عمل پیرا نہ ہوا اس کے ساتھ بھی یہ سلوک قیامت تک کیا جائے گا جو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

وہ تنور جس میں آپ نے ننگے مرد اور عورتیں دیکھیں تو زنا کار مرد اور عورتیں ہیں (اور وہ تنور عذاب نار کا محل و مرکز ہے اور برزخی دوزخ)

جو شخص آپ نے نہر میں غوطے کھاتے ہوئے دیکھا تو یہ سود خوار ہے (جو دنیا میں لوگوں کا خون پیتا تھا اب اسی میں غرق ہو رہا ہے)

لیکن وہ شیخ اور بزرگ جو سبزہ زار میں موجود عظیم درخت کے نیچے آپ نے دیکھا تو وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور جو بچے ان کے اردگرد بیٹھے تھے یہ لوگوں کی بچپن میں فوت ہو جانے والی اولاد ہے۔ اور وہ شخص جس کو آپ نے آگ جلاتے اور اسے بھڑکاتے ہوئے دیکھا تو وہ دوزخ کا داروغہ مالک ہے اور وہ آگ جہنم کی آگ ہے۔

وہ مکان جس میں آپ پہلے داخل ہوئے وہ عام مومنین کا دار ثواب ہے اور دوسرا مکان جس میں بعد ازاں داخل ہوئے وہ شہیدوں کا دار ثواب اور جنت ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔

پھر مجھے کہا کہ ذرا اپنا سر اقدس بلند فرمائیے تو ناگاہ مجھے بادلوں کی طرح ایک بلند منزل نظر آئی تو انھوں نے کہا کہ یہ ہے تمہارا اخروی ٹھکانا میں نے کہا پھر مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اپنے مکان اور دار ثواب میں داخل ہو کر اسے اچھی طرح دیکھ لوں تو انھوں نے کہا ابھی آپ کے اعمال باقی ہیں جن کی تکمیل نہیں ہوئی جب ان کی تکمیل ہو جائے گی تو پھر آپ اس میں داخل ہو جائیں گے۔ (بخاری و مسلم) [ف۱]

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا تو میں نے دیکھا کہ میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا ہے [ف۲] میں نے اس سے پیا اور خوب سیر

(ف۱) اس حدیث پاک سے عذاب برزخ کا تحقق و ثبوت واضح ہو گیا۔ نیز اس کا جسم و روح دونوں پر ورود بھی واضح ہو گیا کیونکہ پتھروں سے سر کا پھوڑا جانا یا خنجر سے جبڑوں کا چیرا جانا جسم سے ہی متعلق ہو سکتا ہے نہ کہ فقط روح سے (کذا قال الامام العلامۃ السیوطی فی شرح الصدور وغیرہ من المحدثین)

(ف۲) علم عالم مثال میں دودھ کی صورت میں ہے اور مناسبت واضح ہے کہ علم غذائے روح ہے۔ اور دودھ غذائے جسم، علم کے بغیر تربیت روح ناممکن اور دودھ کے بغیر مبدءِ ولادت میں جسم کی تربیت ناممکن۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دودھ کو پیا اور وہ علم تھا تو گویا آپ نے علم کو پیا۔ لہذا علم کو تدریجی طور پر پڑھنے والے اور آہستہ آہستہ ترقی کرنے والے اس ہستی کے ساتھ کیا مماثلت و مشارکت کا دعویٰ کر سکتے ہیں جو یکدم علوم کو پینے والے ہیں اور لدنی علوم سے بہرہ ور ہونے والے ہیں۔

۳۔ علم شریعت تو بذریعہ وحی اور جبرئیل امین تدریجی طور پر نازل ہو رہا تھا تو جو اس طرح عطا کیا گیا وہ لامحالہ علم اسرار و رموز ہے اور

ہو کر پیا حتیٰ کہ میں دیکھ رہا تھا کہ سیرابی کے اثرات میرے ہاتھوں اور پاؤں کے ناخنوں سے باہر نکل رہے ہیں پھر میں نے باقی بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیدیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر فرمائی۔ آپ نے فرمایا اس کی تعبیر علم ہے۔ بخاری شریف

علم طریقت و حقیقت اور بطون الاشیاء کا علم لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریعت اور علم حقیقت و اسرار کا جامع ہونا اور دونوں علموں کے لیے برزخ ہونا ثابت ہوگیا۔

۴۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس علم سے تھوڑا سا حصّہ ملا اور دسترخوان فیض و کرم سے اک نوالہ جود و عطا سے نوازا گیا تو وہ محدث و ملہم بن گئے اور ان کی زبان ترجمان حقیقت بن گئی اور سکینہ خداوندی ان کی زبان سے بولنے لگی اور سب صحابہ اور اہل عقول میں سے ان کو یہ فوقیت حاصل ہوئی کہ فہم و دانش اور علم و حکمت کے دس حصّوں میں سے نو حصّے ان کو عطا ہو گئے تو جس نے وہ پیالہ سیر ہو کر پیا تھا اُن کے علوم و معارف کا اور حقائق اشیاء و بواطن خلق پر عبور و اطلاع کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے اور ان کی زبان اقدس حقیقت ترجمان کیوں نہ ہوگی دما ینطق عن الھویٰ وہ ساری مخلوق پر علم و حکمت اور فہم و فراست میں فائق کیوں نہیں ہونگے۔

۵۔ وہ دودھ جو درحقیقت علم تھا اس کی سیرابی صرف پیٹ مبارک اور بطن اقدس تک محدود نہ رہی بلکہ پورا جسد اطہر اور بدن اقدس سیراب ہوا حتیٰ کہ پاؤں کے ناخن اور ہاتھوں کے ناخن بھی اس سے بہرہ ور ہوئے بلکہ پردہ بشریت کے اندر علم کی فراوانی کا عالم یہ ہوگیا کہ وہ باہر چھلکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ تو معلوم ہوا کہ آپ صرف عالم علوم ہی نہیں اور صرف عارف اسرار و رموز ہی نہیں ہیں بلکہ مجسم عرفان اور سراپا علم ہیں اور علم ہی علم اور معرفت ہی معرفت ہیں۔

۶۔ علم تابع حیات ہے جہاں حیات ہے وہاں علم ہے جہاں حیات نہیں وہاں علم نہیں تو معلوم ہوا کہ آپ مجسم حیات ہیں اور سراپا زندگی و زیست ہیں لہٰذا انتقال روح اقدس موجب موت جسد اطہر نہیں ہو سکتا بلکہ جسد اطہر بھی روح النور کی طرح سراسر حیات ہے بلکہ حیات بخش ہے کبھی خشک ستون سے لگ جائے تو اس میں جان پیدا ہو جاتی ہے بلکہ عقل و شعور بھی فہم و فراست بھی اور درد و فراق بھی نصیب ہو جاتا ہے۔ کبھی کنکریاں ہاتھ میں آتی ہیں تو وہ تسبیح خوان بن جاتی ہیں اور کبھی صدیق کی جاتی ہوئی جان واپس کر دیتا ہے۔ اور کبھی لعاب دہن ابو قتادہ کی مردہ زخمی آنکھ کو حیات نو عطا فرماتا ہے۔

علامہ علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی خوب تشریح فرمائی ہے اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری ص۲۹۷ جلد ۱۱ میں خوب داد تحقیق دی ہے۔

وغیرذالك من الدلائل والشواھد۔ ھذا واللہ ورسولہ اعلم

(محمد اشرف عفا اللہ عنہ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ میں نے خواب میں چند شخص مختلف سائز کی قمیصیں پہنے ہوئے دیکھے۔ ان میں بعض کی قمیصیں پستانوں تک تھیں اور بعض کی ذرا نیچے جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حاضر کیے گئے تو ان پر اتنی لمبی قمیص دیکھی کہ وہ اُسے زمین پر گھسیٹتے ہوئے چل رہے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ نے اس کی کیا تعبیر وتاویل فرمائی تو آپ نے فرمایا۔ دین۔ ف۱

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کو اجتماع کیصورت میں ایک کھلے میدان دیکھا جہاں ایک کنواں ہے اور وہ اس سے پانی پینے کے متمنی ہیں، ابوبکر آگے بڑھے اور انہوں نے ایک ڈول بلکہ دو ڈول نکالے اور اُن کے ڈول کھینچنے میں نرمی اور آہستگی تھی اور قوت وشدت کا مکمل مظاہرہ نہیں تھا اللہ تعالےٰ اُن کے لیے مغفرت فرمائے۔ پھر وہ ڈول عمر بن الخطاب نے اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ غرب (عظیم ڈول) بن گیا میں نے لوگوں میں سے کسی کو اس قدر حاذق اور ماہر کامل نہیں دیکھا جو ان کی مانند عمل کر کے دکھائے اور لوگوں کو اتنا عظیم ڈول کھینچ کھینچ کر پلائے اور مظاہرہ قوت وقدرت بھی ہو اور پلانے میں جلدی اور سرعت بھی ہو حتیٰ کہ سبھی لوگ سیراب ہو گئے اور جس طرح سیر اور سیراب اونٹ اپنا حلقوم اور سر زمین پر رکھ کر مستی میں پڑا ہوتا ہے اسی طرح سبھی لوگ مستی میں محو آرام واستراحت ہو گئے۔ (بخاری ومسلم) ف۲

ف۱ قمیص عبارت دین سے ہے جس طرح قمیص انسان کو محیط ہوتی ہے اور سردی وگرمی کے عذاب سے بچاتی ہے اسی طرح دین بھی دیندار کا احاطہ کیے ہوئے ہوتا ہے اور اس کو عذاب نار دزمہریر سے بچاتا ہے اور ان کی قمیص کا لمبا ہونا اُن کے دین میں کامل واکمل ہونے کی دلیل ہے اور اس کا گھسیٹنا اثرات ونشانات دین کے باقی رہنے کی علامت ہے۔ علاقوں کا فتح کرنا اور ان میں مساجد اور علمی مراکز کا قیام نیز تراویح کا باجماعت جاری کرانا وغیرہ وغیرہ ایسے امور ہیں جو ان کے وصال کے بعد لوگوں کے لیے نشان راہ ہیں اور موجب ہدایت اور اجر وثواب۔

ف۲ کنواں عبارت ہے خلافت وحکومت سے اور ڈول بھر بھر کر پلانا لوگوں کی سیاست۔ دیکھ بھال اور اُن کے حوائج وضروریات مہیا کرنا اور اس کا غرب بن جانا وسعت سلطنت کی بنا پر انتظامی ذمہ داریوں کے بڑھ جانے سے عبارت ہے اور ان کا سیراب ہو کر لیٹ رہنا مکمل کفایت اور ہر خوف وخطر سے بے فکری کی علامت ہے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا دو ڈول کھینچنا مدت خلافت کی قلت کی طرف اشارہ ہے اور کھینچنے میں ضعف سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد ارتداد عرب اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کے خروج اور مانعین زکوٰۃ کے معاملہ وغیرہ کی طرف اشارہ ہے جو انتظامی امور میں قدم قدم پر رکاوٹ بننے لگے مگر انہوں نے آہستہ آہستہ قابو پالیا اور کشتی اسلام کو اس بھنور سے بحفاظت نکال کر داخلی استحکام بخش دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں گویا اپنے آپ کو اس حال میں دیکھتا ہوں کہ کنوئیں سے پانی کھینچ کر خالص سیاہ بھیڑوں کو پلا رہا ہوں اور کچھ ایسی بھیڑوں کو جو مٹیالے رنگ کی ہیں۔ ناگاہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے ڈول میرے ہاتھ سے لے لیا اور ایک بلکہ دو ڈول کھینچے۔ ان کے کھینچنے میں ضعف تھا اللہ تعالیٰ اُن کے لیے مغفرت فرمائے۔ اتنے میں عمر بن الخطاب آ گئے انہوں نے وہ ڈول ہاتھ میں لیا تو وہ غرب بن گیا۔ انہوں نے پوری قوت اور سرعت سے اس کو کھینچ کر لوگوں کو اور بھیڑوں کو سیراب کر دیا اور ہر ایک اپنے اپنے ٹھکانے پر جا کر آرام کرنے لگا۔ میں نے کسی حاذق کامل اور ماہر اکمل کو ایسا عمل کرتے نہیں دیکھا جو انہوں نے کر دکھایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ سیاہ فام بھیڑیں اہل عرب ہیں اور مٹیالی تمہارے عجمی بھائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا (یعنی سویا ہوا تھا پھر بیدار کر کے معراج کے لیے عالم بالا کی طرف بلایا گیا اور اس موقعہ پر جنت میں

تنبیہ: یہ حدیث پاک اور اس مضمون کی دوسری روایات حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت پر نص ہیں کیونکہ انبیا علیہم السلام کے خواب وحی الٰہی ہوتے ہیں نہ کہ محض خیالات و اوہام۔

ڈول کھینچنے کی ترتیب میں وصال و وفات کی ترتیب کی طرف اشارہ ہے اور حکومت اسلامیہ چلانے کی مثال پانی پلانے کے ساتھ دے کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ پانی سے حیات اجساد و اجسام ہے اور اس نظام حکومت اور نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد صرف نفوس و ارواح ہے۔ اور صرف دنیا میں نہیں آخرت میں بھی حیات ہے۔ ان الدار الآخرۃ لھی الحیوان۔

نیز پچھلی روایت اور اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت حقہ کی طرف واضح اشارہ موجود ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب وحی الٰہی ہوتے ہیں لہذا یہ اللہ تعالیٰ کے اعلام و وحی سے اُن کے خلیفہ برحق ہونے کی طرف اشارہ ہے اور جس کنویں سے جن لوگوں کو جو پانی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پلا رہے تھے ان دونوں حضرات نے وہیں سے وہی پانی اسی ڈول کے ساتھ پلایا ہے لہذا ان کی خلافت کا ظل نبوت و رسالت ہونا واضح ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

یہاں سے خلافت بلافصل کے دعاوی کی لغویت اور بطلان واضح ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا معنی خلافت و حکومت نہیں ورنہ ادھر یہ وحی و الہام ہوا اور سب صحابہ کے سامنے اس کا بیان ہوا اور دوسری طرف وہ اعلان۔ لہذا اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محبوب ہونے کا بیان مطلوب ہے جس کا میں محبوب ہوں اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی محبت کرنی چاہیے اور یا یہ مطلب ہے کہ جس کا میں محب ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے محب ہیں نہ کہ عدو اور دشمن لہذا جس طرح میرا تعلق مہاجرین و انصار سے ہے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بھی وہی تعلق ہے۔ ھذا واللہ ورسولہ اعلم۔

داخل ہوا) اور ایک عورت کو دیکھا جس سے انوار پھوٹ رہے تھے اور ایک محل کے پہلو میں بیٹھی تھی ۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ محل کس کا ہے؟ تو ملائکہ نے کہا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ۔ روئے سخن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کرتے ہوئے فرمایا ۔ مجھے تمہاری غیرت کا خیال آیا تو وہاں سے واپس ہو گیا۔[ع]

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی اس خادمہ کے ہاں تشریف ارزانی سے میں کیسے غیرت کر سکتا تھا (میں خادم اور غلام بیدام اور میری یہاں کی بیوی بھی آپ کی لونڈی اور جنتی بیوی بھی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ میں دار عقبہ بن رافع میں ہوں اور میرے پاس ابن طاب کی کھجوروں میں سے کھجوریں لائی گئیں ۔ میں نے اس کی تاویل و تعبیر یہ کی ہے کہ ہمارے لیے دنیا میں رفعت اور سربلندی ہے اور دار آخرت میں حسن عاقبت ہے (جیسے کہ لفظ عقبہ اور رافع اس کی طرف مشعر ہے) اور یہ کہ ہمارا دین طیب و پاکیزہ ہو گیا اور منافقین کے نفاق سے معاندین کے عناد سے اسے کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا ۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس کھجوروں کی ایک ٹوکری لائی گئی میں نے ایک کھجور منہ میں ڈال کر چبائی تو اس میں ایسی گٹھلی تھی جس نے مجھے تکلیف دی میں نے اُسے پھینک دیا ۔ پھر دوسری کو منہ میں ڈال کر چبایا تو اس میں بھی گٹھلی تھی جس نے مجھے ایذا اور تکلیف دی اسے بھی پھینک دیا ۔ پھر تیسری منہ میں ڈالی تو چبانے پر اس کی گٹھلی سے بھی تکلیف اٹھانی پڑی اسے بھی پھینک دیا ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت مرحمت فرماویں کہ اس کی تعبیر بیان کروں ۔ آپ نے اجازت بخشی تو انہوں نے کہا آپ نے جن لوگوں کو جہاد پر بھیجا ہے وہ صحیح وسالم رہیں گے اور مال غنیمت لے کر واپس ہوں گے ۔ وہ ایک شخص سے ملیں گے اور اس کو قتل کرنا چاہیں گے تو وہ ان سے آپ کے ذمہ کا واسطہ دے گا تو اسے چھوڑ دیں گے ۔ پھر دوسرے کو ملیں گے اور جب اس کو ٹھکانے لگانے کا ارادہ کریں گے تو وہ بھی ان کا آپ کا واسطہ دے گا لہذا اس کو چھوڑ دیں گے اور پھر تیسرے سے ملاقی ہونے پر بھی یہی صورت حال پیش آئے گی آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے درست تعبیر کی ہے ۔ مجھے فرشتے نے ابھی ابھی اس لشکر کا یہ حال بیان کیا ہے ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک رات بارگاہ نبوی میں کافی دیر تک مصروف گفتگو رہے اور سلسلہ کلام دراز کیا ۔ پھر صبح آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا ۔ آج رات مجھ پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام مع امم پیش کیے گئے ۔ کوئی نبی گذرتا جس کے ساتھ صرف تین امتی ہوتے ۔ کسی کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت

ع اگر معراج منامی ۔ روحانی اور جسمانی تسلیم کی جائے تو پھر اس روایت کی عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے ورنہ ظاہر یہ ہے کہ بیداری میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی سیر فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مکان کو دیکھا اور ان کی جنتی بیوی کو ۔

ہوئی۔ بعض ایسے بھی نظر سے گذرے جن کے ساتھ ایک بھی نہیں تھا حتیٰ کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام گذرے جن کے ساتھ بنی اسرائیل کی عظیم جماعت تھی جو ازدھام کیے ہوئے تھے۔ جو مجھے بہت عجیب اور بھلے معلوم ہوئے۔ میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جن کے ساتھ بنی اسرائیل ہیں۔

میں نے دریافت کیا میری امت کدھر ہے؟ تو مجھے کہا گیا دائیں طرف دیکھو میں نے دیکھا تو سبھی ٹیلے لوگوں سے بھرے نظر آئے اور مجھ سے پوچھا گیا کیا راضی ہو گئے؟ میں نے عرض کیا اے میرے رب میں راضی ہوں۔ تو فرمایا گیا کہ ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے مومن کامل ہیں جو بلا حساب وکتاب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

سرور عالم محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں اگر ہمت ہو سکے تو ستر ہزار میں شامل ہونے کی سعی کرو اور اگر اس سے قاصر رہو تو پھر اہل ظراب اور بلند ٹیلوں پر بیٹھنے کا شرف حاصل کرنے والوں سے بنو اور اگر اس سے بھی قاصر رہو تو پھر اہل آفاق سے بنو۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ میری اُمت نے جملہ آفاق کو بھر رکھا تھا اور جدھر نگاہ اٹھتی تھی امتیوں کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا تھا اور میں نے ان کو ایک دوسرے میں گھستے دیکھا۔ حضرت عکاشہ بن محصن اُٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ دُعا فرماویں اللہ تعالےٰ مجھے ان ستر ہزار میں داخل فرما دے جن پر کوئی حساب وکتاب نہیں ہے۔ آپ نے اُن کے حق میں دُعا فرمائی۔ پھر سلسلہ گفتگو جاری رہا تو آپ نے فرمایا۔ تمہارے خیال میں یہ ستر ہزار کون لوگ ہیں؟ ہم نے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو زمانۂ اسلام میں پیدا ہوئے اور تا وقت وفات شرک کی آلائشوں سے ملوث نہ ہوئے تو آپ نے فرمایا نہیں نہیں یہ وہ لوگ ہیں جو امراض وعوارض میں گھر جاتے ہیں تو علاج ومعالجہ کے لیے نہ آگ کے داغ لگواتے ہیں نہ رقیہ اور دم کراتے ہیں اور نہ بدفالی پکڑتے ہیں اور صرف اللہ تعالےٰ پر توکل اور بھروسا کرتے ہیں۔ ف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا کہ ساری زمین کے خزائن مجھے عطا کر دیے گئے۔ اسی دوران میرے ہاتھوں میں دو سونے کے کنگن رکھے گئے وہ دونو مجھ پر بہت ثقیل اور گراں گذرے اور انہوں نے مجھے غمگین کر دیا۔ فوراً مجھے وحی کی گئی اُن کو پھونک مارو میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے۔ میں نے ان کی تعبیر یہ کی ہے کہ دو کذاب اور جھوٹے دعویدار نبوت پیدا ہوں گے اور وہ میری دو

ف۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اخص الخواص کی توحید یہ ہے کہ اسباب مادیہ و روحانیہ سبھی سے صرف نظر کر کے محض مسبب کی ذات پر نظر رکھیں اگرچہ عوام کیلئے ان اسباب کا اختیار کرنا جائز ہی کیوں نہ ہو لہٰذا خواص کا حکم عوام پر لگانا جس طرح غلط ہے اور عالم اسباب کے مصالح و حکم کے منافی اسی طرح اسباب میں فرق کرنا مادی کو جائز رکھنا اور روحانی کو شرک قرار دینا بھی غلط ثابت ہوا۔ امام اہل سنت فرماتے ہیں حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں۔ مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے۔ (محمد اشرف)

جانبوں پر ظاہر ہوں گے جن کا مصداق اسود عنسی صاحب صنعا بنا اور مسیلمہ کذاب صاحب یمامہ (اوّل الذکر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف سے پہلے ہلاک ہوگیا آپ نے نشان اعجازی اور خداداد نور نظر سے اس کی حالت دیکھ کر بتلا دی اگرچہ اس کی اطلاع آپ کے وصال کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے پر مدینہ منورہ میں پہنچی اور مسیلمہ کذاب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہلاک ہوا اور دونوں کی ہلاکت اتینوں کے ہاتھوں ہے لہذا یہ گویا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی اثر ہے اور آپ کی پھونک کا نتیجہ ہے۔

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اپنے والد گرامی سے روایت فرمائی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت دیکھی جس کے بال پراگندہ تھے وہ مدینہ منورہ سے نکل کر مہیعہ یعنی جُحفہ میں جاکر قیام پذیر ہوگئی تو میں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ مدینہ منورہ کی وبا جحفہ کی طرف منتقل ہوگئی (اور آپ نے جو دعا فرمائی تھی "وانقل حاما الی الجحفۃ"۔ اے اللہ مدینہ منورہ کی وبا کو جحفہ کی طرف منتقل فرمادے اس کی اجابت وقبولیّت کا اللہ تعالےٰ نے آپ کو مشاہدہ کرادیا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خواب استراحت میں تھا کہ مجھے خزائن دنیا کی چابیاں عطا کی گئیں حتیٰ کہ انہیں میرے ہاتھ میں رکھ دیا گیا۔ ف

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان کے ہاں تشریف لے جاتے وہ آپ کو کھانا پیش کرتیں اور وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ ایک دن آپ اُن کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے کھانا پیش کیا اور پھر آپ کا سر اقدس دیکھنے لگیں آپ وہیں سو گئے پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے تو انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ کے ضحک کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنی اُمت کی ایک جماعت کو دیکھا ہے جو راہ خدا میں جہاد کرنے کے لیے سمندر کے وسط میں بیڑے پر سوار ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے گویا کہ بادشاہ ہیں جو تخت سلطنت و حکومت پر بیٹھنے والے ہیں۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ دُعا فرمائیں اللہ تعالےٰ مجھے بھی ان میں داخل فرمادے۔ آپ نے فرمایا "انت منھم" تو ان میں سے ہے۔ پھر سر اقدس تکیہ استراحت پر رکھا اور محو خواب ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر چشم نیم خواب باز ہوئی تو آپ مسکرارہے تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کس وجہ سے آپ مسکرارہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھ پر میری امت کی ایک جماعت پیش کی گئی ہے جو اللہ تعالےٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں جیسے کہ آپ نے پہلی مرتبہ فرمایا تھا۔
میں نے عرض کیا یارسول اللہ دعا فرمائیں اللہ تعالےٰ مجھے بھی ان میں داخل فرمائے۔ آپ نے فرمایا تو پہلی جماعت

ف۔ امام اہل السنت فرماتے ہیں ؎ مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں۔ دوجہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں۔

میں سے ہے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کمان وقیادت میں بحری جنگ پر روانہ ہونے والے لشکر کے ساتھ نکلیں اور سمندر سے نکلتے وقت سواری پر سوار ہوتے ہوئے گریں اور واصل رحمت خداوندی ہوگئیں (اس طرح سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان پورا ہوگیا اور ان کی خواہش وتمنا بر آئی اور درجہ شہادت پر فائز ہوگئیں اُن کا مزار ساحل سمندر پر ہے اور لوگ وہاں جاکر استسقار کی دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ انہیں باران رحمت سے نوازتا ہے۔ کذا فی شروح البخاری۔ ف

حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن مسجد میں بیٹھے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں نے آج رات بہت عجیب واقعہ دیکھا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ وہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا ۔

میں نے اپنے ایک اُمتی کو دیکھا کہ شیاطین نے اس کے گرد گھیرا ڈالا ہوا ہے تو اس کے اعمال میں سے ذکر الٰہی مجسم ہوکر اس کے پاس آگیا اور اس نے ان کے ہاتھوں سے اُسے نجات دلائی۔

ایک اور امتی کو دیکھا کہ ملائکہ عذاب اسے اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔ اس کی نماز مجسم صورت میں اس کے پاس پہنچ گئی اور ان کے ہاتھوں سے اس کو نجات دلائی۔

تیسرے شخص کو دیکھا کہ پیاس سے اس کی زبان باہر لٹکی ہوئی ہے اور جب کبھی کسی حوض کی طرف پانی پینے کے لیے جاتا ہے تو اس کو روک دیا جاتا ہے پھر اس کا روزہ مجسم شکل میں اس کے پاس پہنچ گیا اور اس کو پانی پلایا اور سیراب کردیا۔

چوتھے امتی کو دیکھا کہ وہ تنہا پھر رہا ہے اور انبیاء کرام علیہم السّلام کی متعدد ٹولیاں بیٹھی ہوئی ہیں مگر وہ جس حلقے میں بیٹھنے کے لیے قریب ہوتا ہے اس کو دور ہٹا دیا جاتا ہے تو اس کا غسل جنابت اور اس حکم خداوندی کی خلوص دل سے تعمیل مجسم ہوکر اس کے پاس آگئی اور اس کے ہاتھ کو پکڑ کر میرے حلقہ میں میرے پہلو میں لاکر بٹھا دیا۔

پانچویں شخص کو دیکھا کہ اس کے آگے پیچھے، دائیں اور بائیں اوپر اور نیچے ظلمت ہی ظلمت ہے اور وہ اس میں متحیر د

ف۔ اس حدیث مبارک سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے والے حالات کا علم باعلام اللہ تعالےٰ واضح ہوگیا اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضرت ام حرام بالخصوص پہلی جماعت میں سے ہیں پچھلی سے نہیں، نیز حضرت عکاشہ اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا والی روایات سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعتقاد وعقیدہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی واضح ہوگیا کہ اگر آپ دُعا فرما دیں تو جو ان میں داخل نہیں وہ بھی داخل کیا جاسکتا ہے اور آپ نے اس عقیدہ پر انکار اور رد نہ فرما کر اس کی حقانیت اور صحت پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔ والحمد للہ تعالےٰ ؎

تیرے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی ‌‌‌‌ ‌ فقط ایک اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہی

سرگرداں ہے کہ اس کے حج وعمرہ نے آکر اسے ظلمت کے گھیرے اور اس سرگردانی وحیرانی کے بھنور سے نکالکر نور وضیاء میں داخل کر دیا۔

چھٹے شخص کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے کلام کرتا ہے مگر لوگ اس سے کلام نہیں کرتے تو اس کی خصلت صالحہ صلہ رحمی متشکل ہوکر اصل ایمان کے پاس آئی اور کہا اے گروہ اہل ایمان اس سے کلام کرو اور قطع کلامی والے عذاب میں اس کو مبتلا نہ کرو کیونکہ وہ صلہ رحمی کرنے والا تھا چنانچہ انہوں نے کلام کرنا بھی شروع کیا اور اس سے مصافحہ بھی کیا۔ ساتویں شخص کو دیکھا کہ وہ آگ کے شعلوں اور شراروں سے بچنے اور اپنے منہ کو بچانے کے لیے اپنے ہاتھوں کا سہارا لے رہا ہے۔ اور اپنے ہاتھوں کو منہ کے جلنے اور جھلسنے کے لیے ڈھال بنائے ہوئے ہے تو اسی دوران اس کا صدقہ پہنچ گیا جو اس کے سر پر سایہ فگن ہوگیا اور اس کے چہرہ کے لیے حجاب وحائل ہو گیا۔

آٹھویں شخص کو دیکھا کہ دوزخ کے فرشتے اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور دوزخ میں پھینکنے کے لیے کوشش کر رہے ہیں کہ فوراً اس کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پہنچ گئے اور انہوں نے اس کو ملائکہ عذاب کے ہاتھوں سے رہائی دلائی اور ملائکہ رحمت کے حوالے کر دیا۔ وہ اُن کے ساتھ مل کر امن وسکون میں آگیا۔

نویں شخص کو دیکھا کہ وہ گھٹنوں کے بل کھڑا ہے۔ اللہ تعالے اور اسکے درمیان حجاب حائل ہے تو اس کا حسن خلق آگیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ خداوندی اور حریم قدس میں داخل کر دیا۔

دسویں فرد کو دیکھا کہ اس کا صحیفہ اعمال بائیں جانب حائل تھا اور صف اشقیاء میں شامل ہونے ہی والا تھا کہ اس کا خوف خدا اس کی مدد کو پہنچ گیا اور صحیفہ بائیں جانب سے لے کر دائیں ہاتھ میں تھما دیا اور اصحاب یمین اور سعادتمند لوگوں کے زمرہ میں شامل کر دیا۔

گیارھویں شخص کو دیکھا کہ اس کا اعمال صالحہ والا پلڑا ہلکا ہو گیا ہے اور اعمال سیئہ والا پلڑا بھاری ہو رہا ہے کہ فوراً اس کی اولاد صغار اسکی مدد کو پہنچی اور ترازو کے اس پلڑے کو بھاری کر دیا۔

بارھویں امتی کو دیکھا کہ وہ جہنم کے کنارے پہنچا ہے تو فوراً اس کی اعانت وامداد کے لیے اس کا عذاب باری سے خوف کھانا متجسم ہو کر پہنچ گیا اور جہنم کے کنارے سے ہٹا دیا اور دور کر دیا۔

تیرھویں آدمی کو دیکھا جو جہنم کی پشت پر رکھی ہوئی پل پر کھڑا لرز رہا ہے جیسے کہ کھجور کی شاخ سخت آندھی میں کانپتی ہے۔ تو اس کا اللہ تعالے کے ساتھ حسن ظن اس کی نجات اور خلاص کا موجب بن گیا اور اس کا دل کا سکون وقرار بن گیا اور وہ اطمینان کے ساتھ پل سے گزرنے لگا۔

چودھویں آدمی کو دیکھا کہ وہ پلصراط سے بچوں کی طرح گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل رینگتا ہوا گذر رہا ہے اور کبھی

نیچے لٹک جاتا ہے۔ پھر سنبھل کر اسی طرح چلنے لگتا ہے۔ پھر لٹک جاتا ہے وہ اسی عالم کرب و بلا میں تھا کہ اس کا میری ذات اقدس پر پھیجا ہوا درود متجسم و متشکل ہو کر اس کی مدد کو بڑھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پل صراط پر سیدھا کھڑا کر دیا۔ پھر وہ پل کو نور اً عبور کر گیا۔

پندرہویں شخص کو دیکھا جو جنت کے دروازوں تک پہنچ چکا ہے مگر اس پر دروازے بند کر دیئے گئے ہیں اور داخل ہونے سے روک دیا گیا ہے کہ اچانک اس کی شہادت توحید و رسالت پہنچ گئی اور کلمہ لا الہ الا اللہ نے اس کی اعانت کی جنت کے دروازے کھول دیئے اور اس کو اندر داخل کر دیا۔

ابواب طِبِ نبویؐ

باب اوّل

امراض وعوارض

حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی سے نقل فرماتے ہیں کہ میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کرتا تھا، مجھے آپ کی فقاہت پر تعجب نہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں اور جانتا ہوں کہ آپ زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لخت جگر اور نورِ نظر اور نہ ہی مجھے جناب کے علم شعر، علم تاریخ اور علم وقائع پر تعجب ہوتا ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں اور اپنے دل میں کہتا ہوں کہ یہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور یہ علوم ان کے گھر کے ہیں۔ اگر مجھے تعجب ہوتا ہے تو آپ کے علم طب پر ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عمر شریف کے آخری ایام میں بیمار تھے اور وفود عرب ہر طرف سے آتے اور بارگاہ نبوی میں حاضری دیتے اور مختلف دوائیں اور طریقہائے بیان کرتے اور میں ہی وہ علاج کیا کرتی تھی اسو جہ سے مجھے علم طب میں یہ مہارت حاصل ہوگئی ہے۔

دوسرا باب

سحر (جادو)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر یہود بنی زریق کے ایک آدمی نے جس کو لبید بن عاصم کہا جاتا تھا جادو کیا اور اس کا اثر اس قدر ہوا کہ آپ کو خیال گذرتا کہ میں نے یہ کام کر لیا ہے۔ حالانکہ آپ نے کیا نہیں ہوتا تھا اور یہ محض خیال ہوتا تھا نہ کہ جزم ویقین)

ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔ پھر ارشاد فرمایا اے عائشہ کیا تمہیں پتا چلا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے میری دعا کو شرف اجابت بخشا ہے اور جو کچھ میں نے طلب کیا ہے وہ عطا فرما دیا ہے اور جو

دریافت کیا ہے وہ بتلا دیا ہے۔

میرے پاس دو فرشتے بشری شکل میں آئے ایک میرے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کی جانب، جو پاؤں کی جانب بیٹھا تھا اس نے دوسرے سے کہا اس ہستی کو کیا تکلیف ہے؛ اس نے جواب دیا کہ ان پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے دوبارہ دریافت کیا کس نے جادو کیا ہے؛ تو دوسرے نے جواب دیا لبید بن اعصم نے! کس چیز پر یہ سحر کاری اور جادوگری کا عمل کیا ہے؛ تو جواب دیا کنگھی اور کنگھی کرنے سے نکلنے والے بالوں اور نر کھجور کے خوشہ پر جو خول ہوتا ہے اس میں! جو پاؤں کی جانب تھا اس نے پھر دریافت کیا کہ یہ اشیاء کہاں ہیں جن پر جادو کا عمل کیا گیا ہے۔ تو دوسرے نے جواب دیا کہ ذروان والے کنوئیں میں۔ ف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں اس کنوئیں پر تشریف لائے (اس کو نکلوایا) پھر گھر واپس تشریف لائے تو فرمایا اے عائشہ! اس ویران کنوئیں کا پانی یوں تھا جیسے مہندی کا زلال اور اس کی وجہ سے سرخ ہو جانے والا پانی اور اس کے ارد گرد جو کھجوریں تھیں وہ بھیانک اور ڈراونی شکل کی وجہ سے یوں معلوم ہوتی تھیں جیسے کہ شیاطین کے سر۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس کو قتل نہ کر دیں (جس نے آپ کو ایذا اور تکلیف پہنچائی ہے) آپ نے فرمایا۔ نہیں مجھے اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرما دی ہے اور میں اس امر کو پسند نہیں کرتا کہ لوگوں پر شر و فساد مسلط کیا جائے (اور اُن اشیاء کو بھی ظاہر نہیں کیا جن پر سحر کاری کی گئی ہے تاکہ یہ صورت حال دیکھ کر لوگوں میں اس قسم کا رجحان نہ پیدا ہو جائے اور انہیں سحر کاری اور جادوگری کا طریقہ نہ معلوم ہو جائے) لہذا آپ نے حکم فرمایا کہ ان اشیاء کو زمین میں دبا کر نگاہ عوام سے پوشیدہ

ف ۔ سحر اور جادو کے فی الجملہ اثر انداز ہو جانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے شیخ المحققین عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا سحر کار اور جادوگروں کے نزدیک یہ امر مسلم اور محقق ہے کہ ساحر پر سحر کا اثر نہیں ہوتا اور چونکہ یہود بے بہبود اور دیگر مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر ہونے کا طعن دیا تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسد اطہر میں تاثیر سحر ظاہر فرما کر اُن کے کذب دعویٰ در بطلان اتہام کو ظاہر فرمایا اور اپنے محبوب کریم علیہ السلام کی ان عیوب سے نزاہت و برأت کا اظہار فرمایا۔

شرح سفر السعادت ص ۴۷۱۔

نیز اس میں قیامت تک آنے والے اہل اسلام کی بھلائی اور بہتری بھی مقصود تھی کہ اگر کسی کو ایسا عارضہ لاحق ہو تو جن آیات مبارکہ معوذتین کو اللہ تعالیٰ نے حبیب پاک سے اثر سحر دور کرنے کے لیے نازل فرمایا۔ اُن سے توسل کرے اور اُن کے ساتھ دم کرے تو انشاء اللہ شفایاب ہو جائے گا۔ آپ کی ذات سے اتہام سحر زائل ہوا اور اُمت کو سحر کاری اور جادو سے تحفظ اور امان کا سامان حاصل ہو گیا۔ ولنعم ما قیل فعل الحکیم لا یخلو من الحکمۃ۔

چشم بداندیش تو یہاں لاعلمی اور بےبسی کے اثبات کی فکر میں رہے گی اور نیاز مند اہل اخلاص ان کے حکم و مصالح پر نظر رکھیں گے۔

کر دیا جائے۔

تیسرا باب

سنگیاں لگوانا اور خون نکلوانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے درد سر یا کسی ایسی تکلیف کے پیش نظر سر اقدس میں سنگیاں لگوائیں جبکہ آپ حالت احرام میں تھے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ سنگیاں لگواتے تھے، ایک مرتبہ کندھے پر اور دو مرتبہ گردن کے دونوں جانب دو رگوں پر جن کو اخدعان کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سر اقدس میں سنگیاں لگواتے اور اس عمل کو ام مغیث کا نام دیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنگیاں لگوانے والے کی اجرت کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطیبہ رضی اللہ عنہ سے سنگیاں لگوائیں اور اس کے لیے اپنے خازن کو دو صاع طعام دینے کا ارشاد فرمایا اور ان کے موالی سے گفتگو فرمائی اور سفارش کی کہ اس پر عائد خراج میں کمی کریں چنانچہ انہوں نے تخفیف کر دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تم جتنی بھی دوائیں استعمال کرتے ہو ان سب سے افضل حجامت ہے یعنی سنگیاں لگوانا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں تھے اور آپ نے قدم اقدس کی پشت پر سنگیاں لگوائیں۔

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگیاں لگوائیں اور مجھے اجرت ادا کرنے کا حکم دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاند کی سترہ، انیس اور اکیس کو سنگیاں لگواتے تھے۔

چوتھا باب

مہندی سے علاج

حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتی تھی۔ آپ کو کوئی زخم آتا یا دانے وغیرہ نکلتے تو آپ مجھے اس پر مہندی لگانے کا حکم دیتے۔

ابواب النکاح

باب اوّل

محبّت ازواج

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی اشیاء میں سے خوشبو اور عورتیں میرے لیے پسندیدہ بنائی گئی ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور سرور قلب فقط نماز میں رکھا گیا ہے، علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو اور عورتوں سے محبت بیان کرتے وقت حُبّبَ اِلیّ فرمایا ہے اور اَحْبَبتُ نہیں فرمایا تو یہاں سے بیان عذر مقصود ہے اور اپنے اختیارات سے دنیوی امور کی طرف میلان و رغبت کی نفی کرنا مقصود ہے کہ یہ محبت میرے دل میں پیدا کی گئی ہے اور خالق عالم نے اپنی حکمت و مصلحت کے پیش نظر اسے تخلیق فرمایا ہے نیز سرور قلب اور آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں کیوں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آثار عبودیت جس قدر نماز میں ظاہر ہوتے ہیں دوسری عبادات میں ظاہر نہیں ہوتے۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ ابن عقیل کا کلام اور ان کا بیان فرمودہ سبب تحبیب اور اس کا فلسفہ مجھے پسند نہیں ہے بلکہ اس سے بہتر وجہ اور موجود ہے لہذا اس کی تردید اور دوسرے سبب کے بیان کیے بغیر نہیں رہ سکتا، صواب اور صحیح وجہ ازواج و نساء کی محبوبیت کی یہ ہے کہ جب موحدین اور خدا پرست لوگوں کی ایجاد و تخلیق کیلئے امر توالد و تناسل کو عظیم و جزیل قرار دیا گیا تو آپ کے دل میں عورتوں سے نکاح وازدواج کی محبت پیدا فرما کر ان لوگوں کے خیال و عقیدہ اور مصنوعی زہد و تقوی کا رد اور نسخ فرما دیا جو ازدواج کو عبادت باری تعالے میں مخل اور مقام قرب سے دوری اور بعد کا موجب سمجھتے ہوئے تبتل اور رہبانیت کو اختیار کرنا لازم اور ضروری سمجھتے تھے تاکہ آپ کی حالت و کیفیت جو سب اہل عالم حتیٰ کہ رسل و انبیاء کے احوال و کیفیات سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔ دوسرے لوگوں کے احوال کے لیے ناسخ ہو جائے جو آپ کی حالت و کیفیت کے منافی و مخالف ہیں۔

رہا خوشبو کے پسندیدہ ہونے کا معاملہ تو یہ عبادت حق اور ملاقات خلق کے آداب مستحسنہ میں سے ہے اور نماز کو امور دنیا میں سے شمار فرمایا حالانکہ وہ امور آخرت سے ہے کیونکہ وجود و تحقق اور کسب و ایجاد کے لحاظ سے امور دنیا میں سے ہے اگرچہ اجر و ثواب کے اعتبار سے امور آخرت میں سے ہے۔

دوسرا باب

امّہات المومنین

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ اُن کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کا تفصیلی بیان گذر چکا ہے۔ ان کا وصال نبوت کے ساتویں سال ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ دسویں سال معراج اور نمازوں کی فرضیت سے قبل اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے شادی نہیں فرمائی۔ وہ اپنے خداداد اموال کثیرہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فرماتی تھیں اور آپ وصال کے بعد بھی ان کی عزت و تکریم فرماتے تھے اور ان کی سہیلیوں کے پاس ہدایا اور تحائف بھیجا کرتے تھے۔

ایک دفعہ ام ازفر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دایہ اور ان کو کنگھی وغیرہ کرنے والی حاضر خدمت ہوئی تو آپ نے اس کا اعزاز و اکرام کیا اور فرمایا یہ ہمارے پاس (حضرت) خدیجہ کے زمانۂ حیات میں آیا کرتی تھی اور حسن عہد، ایمان کے شعبوں میں ایک عظیم شعبہ ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا اور کہا میرا بیٹا (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اونٹ کو اپنی سواری کا شرف بخشنے والا جن امور میں مجھ پر فضیلت دیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی زوجہ اُن کے لیے امور دین میں مددو معاون ثابت ہوئی اور میری زوجہ میری خطا اور لغزش کا موجب بن گئی۔

ابن جوزی فرماتے ہیں کہ اس روایت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس بیوی کی ثناء اور منقبت حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کی زبان اقدس پر جاری ہوئی وہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں اور عنقریب یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انبیاء سابقین علیہم السلام پر خداداد شرف و فضل کے بیان میں مرفوع طور پہ ذکر کی جائے گی (اقول بلکہ قبل ازیں مذکور ہو چکی ہے)

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

وہ پہلے سکران بن عمرو کی زوجیت میں تھیں دونوں شرف اسلام سے مشرف ہوئے اور حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی ان کے خاوند انتقال فرما گئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی زوجیت میں لے کر ام المومنین ہونے کا شرف بخشا نیز ان کو دار ہجرت مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا شرف بخشا۔ جب ان کی عمر شریف زیادہ ہو گئی تو آپ نے طلاق دینے

کا ارادہ فرمایا انہوں نے عرض کیا (مجھے عمر کے اس حصہ میں اور کوئی خواہش نفسانی درپیش نہیں ہے بس صرف بروز قیامت آپ کی ازداج میں شمار ہونے کی تمنا رکھتی ہوں اور آپ کی بیویوں میں اٹھائے جانے کی) لہذا آپ مجھے طلاق نہ دیں اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اپنی باری حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی (چنانچہ آپ نے ان کی تمنا کو برلاتے ہوئے اور ان کی آرزو کو شرمندۂ تکمیل کرتے ہوئے ارادہ طلاق ترک فرمادیا)۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت نکاح فرمایا تو آپ کی عمر شریف چھ سال تھی اور جب رخصتی ہوئی تو عمر شریف نو سال تھی ان کے علاوہ کسی باکرہ اور کنواری عورت سے آپ نے شادی نہیں فرمائی۔ انہیں نو سال کا عرصہ آپ کی خدمت گذاری اور معیت کا شرف حاصل رہا (اور عمر شریف اٹھارہ سال تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم داغ مفارقت ظاہری دے گئے)

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

آپ پہلے حضرت خنیس بن خدافہ کے نکاح میں تھیں اور اُن کے ساتھ ہی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی وہ فوت ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ ایک موقعہ پر آپ نے انہیں ایک طلاق دے دی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو دی ہوئی طلاق سے رجوع کرلیں (کیونکہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والی اور قیام کرنے والی ہیں یعنی نماز تہجد ادا کرنے والی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ نے صرف طلاق دینے کا ارادہ ہی فرمایا تھا طلاق نہیں دی تھی۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا نام مبارک ہند ہے باپ کا نام ابو امیہ سہل ہے یہ پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور ان کی معیت میں حبشہ کی طرف ہجرت کی وہ ہجرت کے چوتھے سال انتقال فرما گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ساتھ نکاح فرمالیا۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ان کا اسم شریف رملہ بنت ابی سفیان ہے۔ عبید اللہ بن جحش کی زوجیت میں تھیں، انہوں نے حبشہ کی طرف

ہجرت کی اور وہاں نصرانی مذہب اختیار کر لیا۔ آپ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف بھیجا تاکہ ان کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیں۔ چنانچہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خالد بن سعید رضی اللہ تعالے عنہ کو اپنا وکیل بنایا اور انہوں نے آپ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں انہوں نے طلاق دے دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ (عدت گذرنے کے بعد) نکاح فرما لیا (اور متبنیٰ کی بیوی کے ساتھ نکاح حرام ہونے کے عقیدہ جاہلیت کو عملی طور پر باطل کر دیا) [۵۰]

ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

وہ پہلے طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں اس نے طلاق دے دی تو ان کے بھائی عبدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے اُن کے ساتھ نکاح کر لیا۔ وہ میدان بدر میں شہید ہوگئے تو آپ نے اُن کے ساتھ نکاح فرما لیا اور ان کی عزت افزائی فرمائی۔

ام المومنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

غزوہ بنی المصطلق میں قیدیوں کے زمرہ میں آئیں اور تقسیم کے بعد حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آگئیں۔ انہوں نے ان کے ساتھ عقد مکاتبت کیا (یعنی مقررہ رقم ادا کرنے کی صورت میں آزاد کر دینے کا عہد کیا) یہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر امداد کی طلب گار ہوئیں۔ آپ نے اُن کا بدل کتابت ادا فرما دیا اور پھر ان کو شرف زوجیت سے مشرف

---

[۵۰] مولوی حسین علی واں بھچری دیوبندی نے بلغۃ الحیران ص۲۶۷،۶۵ میں کہا کہ آپ نے اُن کے ساتھ عدت کے اندر نکاح فرمایا جو قطعاً غلط ہے اور خلاف واقعہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جو کہ مسلم شریف وغیرہ میں مروی ہیں کہ عدت گذرنے پر آپ نے اُن سے نکاح فرمایا اور یہی تصریح مفسرین کرام نے فرمائی ہے۔ اور یہی حنفی مذہب کا مقتضیٰ ہے کیونکہ خلوت صحیحہ ثابت ہو جائے تو عدت لازم آجاتی ہے چہ جائیکہ زفاف اور مباشرت متحقق ہو۔ کلام مجید میں ہے فلما قضی زید منها وطراً زوجنٰکها جب (حضرت) زید رضی اللہ عنہ نے ان سے اپنی حاجت کو پورا کر لیا تو ہم نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔ لہٰذا یہ قول صرف باطل ہی نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر خلاف شرع کے ارتکاب کا الزام اور بہتان بھی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

(محمد اشرف)

فرمایا۔

ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

ان کا خاوند کنانہ بن ربیع خیبر کے موقع پر قتل ہوگیا اور انہیں قیدی بنا لیا گیا بعدازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (نسبی فوقیت و برتری اور ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہونے کے ناطے) ان کو اپنے لیے منتخب فرما لیا (اور اُن کے مشرف بہ اسلام ہو جانے پر ان کو آزاد فرما دیا) اور اُن کے ساتھ نکاح فرما لیا اور ان کا حق مہر ان کی آزادی قرار پایا۔

حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا

انہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر سے قیدی بنایا۔ پھر ان کو آزاد فرما کر اپنے نکاح میں لیا اور ایک قول یہ ہے کہ اُن کے ساتھ مباشرت و مجامعت ملک یمین کے تحت فرماتے تھے اور ان کو آزاد نہیں فرمایا تھا۔

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مقام سرف پر ہوا اور وہیں پر زفاف بھی ہوا اور اللہ تعالٰے کی تقدیر اور ازلی فیصلہ یہی تھا کہ ان کا وصال بھی وہیں ہوا جہاں کہ زفاف ہوا تھا یعنی مقام سرف میں۔

ان کے علاوہ چند عورتوں کے ساتھ آپ نے نکاح فرمایا لیکن زفاف کی نوبت نہیں آئی تھی جن میں ایک کلابیہ ہیں جن کا نام بعض کے نزدیک فاطمہ ہے اور بعض عمرہ بتاتے ہیں اور بعض کے نزدیک عالیہ ہے۔

اسی طرح اسما بنت نعمان، قتیلہ بنت قیس۔ ملیکہ بنت کعب۔ ام شریک۔ خولہ۔ شراف۔ لیلی بنت حطیم اور غفاریہ رضی اللہ عنہن کے ساتھ نکاح ہوا مگر زفاف نہیں ہوا۔

اور بعض کے ساتھ خطبہ ہوا اور دعوت نکاح دی گئی مگر نکاح تک نوبت نہیں آئی تھی اور ان ناموں میں اور فقط نکاح یا فقط خطبہ پائے جانے میں اختلاف ہے جس کو پوری وضاحت کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب تلقیح فہوم اہل الاثر میں بیان کیا ہے۔

اور بعض عورتیں آپ پر نکاح کے لیے پیش کی گئیں مگر آپ نے ان کے ساتھ نکاح کرنا پسند نہ فرمایا اور اس سے انکار فرمایا۔

تیسرا باب

سراری

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لونڈیوں کو آزاد کیے بغیر اُن کے ساتھ ملک یمین کے تحت مباشرت ومجامعت فرمائی۔ ایسی لونڈیاں سراری کہلاتی ہیں) ان میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہیں جنہیں مقوقس نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ دوسری ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا ہیں جن کا ذکر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ضمن میں کیا جا چکا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ سریہ تھیں۔

ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چار ایسی لونڈیاں تھیں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا جو قید ہو کر آئی تھیں اور چوتھی وہ لونڈی جو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے آپ کو ہبہ کی تھی۔

ابوالوفاء علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ عورتیں عقد میں لانا اور اُمت کی نسبت آپ کے لیے زیادہ تعداد میں بیویاں مباح کیا جانا اس امر کی دلیل ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے تجرد وتفرد کو اختیار نہیں فرمایا ورنہ ازواج مطہرات کی طرف قطعاً التفات نہ فرماتے اور صرف عبادت میں مصروف رہتے۔ ف

چوتھا باب

قوت قوائے جسمانی

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کفیت عطا کیے گئے تھے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو نقل فرما رہے تھے۔ عرض کیا گیا کفیت کیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا جماع ومباشرت کی قدرت کا۔ ط

ف یہ شیخ محقق فرماتے ہیں کہ جن مواضع ومقامات کی حقیقت کماحقہ ادراک کرنے سے کوتاہ اندیشوں کے عقول قاصر ومحجوب ہیں ان میں سے ایک مقام تعدد ازواج اور کثرت مباشرت ہے جس کو وہ نقصان اور تنزل پر محمول کرتے ہیں اور لہو ولعب کے قبیل سے شمار کرتے ہیں حالانکہ یہ نقصان فہم کی دلیل ہے اور رہبانیت کی طرف میلان کی بلکہ کثرت نکاح وجماع میں جہاں حفظ نسل اور دوام نوع انسانی جیسے عظیم منافع ہیں وہاں حفظ صحت اور نعمت خداوندی سے تمتع بھی اس میں ہے اور حقیقت حال کا بغور جائزہ لیا جائے تو فعل وانفعال اور تاثیر وتاثر کا مکمل ظہور جو ظہور عالم کی علت غائیہ ہے جس قدر نکاح وجماع اور توالد وتناسل میں ہے اور کہیں نہیں ہے اور سید الانبیاء کا عمل اس پر واضح دلیل ہے اور سند وحجت تامہ کاملہ۔ مدارج ج اول ص ۲۶

پانچواں باب

بوقت خاص پردہ کا اختیار فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کسی بھی حالت میں میری نگاہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر نہیں دیکھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی زوجہ کے پاس مباشرت کے لیے جاتے اور قربان وجماع فرماتے تو سر اقدس پر پردہ ڈالے ہوئے ہوتے اور کپڑا سر اقدس پر لٹکائے ہوئے ہوتے نہ ہی نگاہ اور نہ ہی آپ کی نگاہ پردہ خاص پر پڑتی۔ ف

چھٹا باب

ازواج مطہرات کو مشرف فرمایا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی دن میں سبھی ازواج مطہرات کو خلوت خاص سے نوازا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات کی ساعت واحدہ میں جمیع ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے اور انہیں خلوت خاص سے مشرف فرماتے جو گیارہ کی تعداد میں تھیں آپ سے پوچھا گیا کہ آیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنی طاقت اور قدرت تھی؟ تو آپ نے فرمایا ہم آپس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت وقدرت پر گفتگو کرتے تھے تو کہتے تھے کہ آپ کو تیس آدمی کی قوت وطاقت عطا کیے گئے ہیں۔

ف۔ شیخ محقق علی الاطلاق محدث دہلوی مدارج النبوت جلد اول ص۲۷۰ پر فرماتے ہیں بعض روایات میں چالیس مرد جنتی قوت کی تصریح موجود ہے اور ان میں کوئی تخالف وتعارض نہیں ہے کیونکہ عدد اقل عدد زائد کے لیے نافی نہیں ہوتا اور مراد ان سے چالیس مرد جنتی ہیں جن میں سے ہر ایک کی قوت دنیا کے سو آدمی جتنی ہوگی تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہری جسمانی قوت چار ہزار آدمی جتنی ہے اور روحانی قوت کا تو اندازہ ہی کیا ہو سکتا ہے کہ آپ نے سورج کو الٹی حرکت دیتے وقت گردش سموات کو روک دیا بلکہ ان کو بھی الٹا پھیر دیا جیسے کہ (ظاہر ہے کہ گردش آفتاب گردش سموات کے تابع ہے) اور ادھر عیش وتنعم کی حالت یہ ہے کہ ہرگز سیر ہو کر نہیں کھایا اور بالعموم جو کی روٹی پر قناعت فرمائی اور اکثر اوقات پانی اور کھجوروں پر گذارا کیا اور بایں ہمہ چہرہ اقدس پر رونق، حسن وجمال اور رنگ مبارک کی شفافیت اور نورانیت جو کچھ بھی ہوتی تھی تو معلوم ہوا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم اعجاز تھا اور آپ کی قوت وقدرت محض قدرت الٰہی سے تھی اور دائرہ اسباب مادیہ سے خارج تھی، والحمد للہ علی ذالک

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی زوجہ محترمہ سے مباشرت فرمانے لگتے تو اپنی آنکھیں بند فرما لیتے۔ سر کو ڈھانپ لیتے اور اس زوجہ محترمہ کو فرماتے۔ سکون و قرار اور عصمت و وقار کا دامن تھامے رہیے۔

ساتواں باب

ایک ہی غسل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سبھی ازواج مطہرات سے مقاربت کے بعد ایک ہی غسل فرماتے۔

آٹھواں باب

ایک ایک غسل

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن سبھی ازواج مطہرات کے ساتھ یکے بعد دیگرے مباشرت فرمائی۔ اور ہر بار غسل فرمایا۔ جب آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ ایک ہی غسل پر کیوں اکتفا نہیں فرما لیتے ہر بار تکلف کیوں فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ یہ زیادہ پاکیزہ اور اطیب ہے۔

نواں باب

حسنِ سلوک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبشی لوگ آنے اور وہ عید کے دن مسجد کے ساتھ احاطہ میں خالی جگہ پر لوک کھیل سے عید کی خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ میں نے اپنا سر آپ کے کندھے پر رکھا اور ان کا کھیل دیکھنے لگی حتیٰ کہ تھک کر وہاں سے لوٹی آپ نے مجھے لوٹ جانے کا حکم نہیں دیا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم حلوا پسند فرماتے نیز شہد کو محبوب رکھتے اور جب نماز عصر ادا فرماتے تو سبھی ازواج مطہرات کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کو سلام فرماتے خیرو عافیت دریافت فرماتے اور ضروریات معلوم کر کے پورا فرماتے۔ ایک دفعہ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو پہلے

کی نسبت آپ زیادہ دیر وہاں ٹھہرے۔ میں نے سبب دریافت کیا تو مجھے بتلایا گیا کہ ان کو اپنی برادری کی ایک عورت نے شہد کا ڈبہ بطور ہدیہ بھیجا ہے اور انہوں نے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا ہے (اس لیے زیادہ دیر وہاں ٹھہر گئے) تو میں نے دل میں سوچا کہ کوئی حیلہ گری کریں (کیونکہ شہد کا ڈبہ تو دیر سے ختم ہوگا تو اس عرصہ دراز میں محبوب کے دیدار اور شرف صحبت سے وہ تو مشرف رہیں گی اور ہم پوری طرح استفادہ نہیں کرسکیں گی)

میں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ہاں تشریف لائیں گے۔ عرض کرنا یا رسول اللہ آپ نے مغافیر (ایک قسم کی گوند ہے) استعمال فرمائی ہے آپ فرمائیں گے نہیں تو عرض کرنا کہ پھر یہ بو کیسی آتی ہے۔ آپ فرمائیں گے مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے تو تم کہنا کہ پھر اس کی مکھیوں نے عُرفط کا رس چوسا ہوگا اور اس وجہ سے یہ بو محسوس ہوتی ہے اور میں بھی اسی طرح عرض کروں گی اور اے صفیہ تم بھی اسی طرح عرض کرنا۔

جب آپ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے تو انہوں نے دل میں ارادہ کرلیا کہ حقیقت حال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کردوں (حضرت سودہ فرماتی ہیں) اور قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے قریب تھا کہ میں آپ کو آگاہ کردیتی لیکن اے عائشہ تمہارے ڈر سے خاموش رہی اور عرض نہ کیا حالانکہ جب آپ دروازہ پر پہنچ چکے تو اس وقت تک یہی ارادہ تھا مگر جب قریب ہوئے تو میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ نے مغافیر کا استعمال فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں تو میں نے عرض کیا یہ بو کیسی آرہی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے حفصہ نے شہد کا شربت پلایا ہے تو میں نے عرض کیا اس شہد کی مکھیوں نے عرفط کا رس چوسا ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آپ تشریف لائے تو فرماتی ہیں۔ میں نے بھی اسی طرح عرض کیا۔ پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے بھی اسی طرح عرض کیا۔ جب دوسرے دن آپ حضرت حفصہؓ کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کیا میں آپ کو شہد کا شربت نہ پلاؤں آپ نے فرمایا نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی نے عرض کیا بخدا ہم نے آپ کو شہد جیسی پسندیدہ چیز سے محروم کردیا ہے۔ تو فرماتی ہیں میں نے اس سے کہا کہ چپ رہو۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کسی معاملہ پر گفتگو ہوئی تو آپ نے فرمایا تم جس کو چاہو حکم تسلیم کرلو۔ جو ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ کیا (حضرت) ابوعبیدہ بن الجراح (رضی اللہ عنہ) کو فیصل مانتی ہو میں نے عرض کیا وہ کبھی بھی آپ کے خلاف اور میرے حق میں فیصلہ نہیں دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ (حضرت) عمر بن الخطاب کو ثالث تسلیم کرلو۔ میں نے عرض کیا نہیں مجھے ان سے ڈر لگتا ہے آپ نے فرمایا شیطان بھی ان کے خداداد رعب و جلال سے خوفزدہ ہے۔ اچھا تو کیا (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی تحکیم پر راضی ہو؟ تو میں نے عرض کیا ہاں! آپ نے ان کے

پاس آدمی بھیجا وہ حاضر ہوئے تو فرمایا میرے اور ان کے درمیان اس معاملہ میں فیصلہ کیجئے۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں فیصلہ کروں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں، تم ضرور فیصلہ کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کا آغاز کیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میانہ روی اور اعتدال سے کام لیں! تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اس زور سے میرے منہ پر تھپڑ مارا کہ میرے ناک اور نتھنوں سے خون بہنے لگا اور کہنے لگے۔ لا ابا لکِ (نہ ہو باپ تمہارے لیے) اور کون اعتدال اور میانہ روی سے کام لے گا اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کام نہیں لیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے اس طرح کا فیصلہ تو تم سے طلب نہیں کیا تھا۔ پھر آپ اٹھے اور اپنے ہاتھ مبارک سے میرے منہ اور کپڑوں سے خون دھویا اور صاف کیا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب مجھے غصہ آجاتا اور غضبناک ہوتی تو آپ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرماتے: "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھَا ذَنْبَھَا وَ اَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِھَا وَ اَعِذْھَا مِنَ الْفِتَنِ" اے اللہ ان کی فروگذاشت سے درگذر فرما اور بخش دے اور اُن کے دل سے غیظ و غضب دور فرما اور ان کو ابتلاء و آزمائش سے محفوظ فرما۔

دسواں باب

تادیبِ ازواج

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلاء اور ازواج مطہرات سے علیحدگی کے سبب میں تین قول ہیں۔

۱۔ انہوں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اس قسم کے نفقات اور اخراجات کا مطالبہ کیا تھا جو آپ کے ہاں مہیا نہیں تھے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں خلوت فرمائی جبکہ آپ موجود نہیں تھیں۔ جب ان کو واپسی پر یہ صورت حال معلوم ہوئی تو اظہار حزن و ملال کرنے لگیں آپ نے ان کو خوش کرنے کے لیے فرمایا (میں آئندہ ان کے نزدیک نہیں جاؤں گا اور ان سے الگ تھلگ رہوں گا) لیکن یہ بات اور کسی کو نہیں بتلانا مگر بشری کمزوری کے تحت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتلا بیٹھیں اور اس راز کو راز نہ رکھ سکیں۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کی بارگاہ میں ہدیہ لایا گیا تو آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ان کا حصہ بھیجا انہوں نے واپس کر دیا۔ آپ نے اُن کے حصہ میں اضافہ فرما کر پھر ان کے پاس بھیجا تو انہوں نے پھر اسکو واپس

کر دیا۔ اور کہلا بھیجا کہ آپ نے عدل و انصاف کا تقاضا پورا کر دیا ہے اگرچہ میری طرف سے اس ہدیہ کو واپس کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مرتبہ کی مالک نہیں ہو بلکہ اس سے بہت کمتر ہو کہ میرے کسی عمل پر اظہار ناپسندیدگی کرو۔ میں ایک ماہ تک تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن اپنی بیوی پر سخت ناراض ہوا تو اس نے بھی جوابی طور پر کچھ بولنا شروع کیا میں نے اس کی جوابدہی کو اچھا محسوس نہ کیا۔ تو اس نے کہا میرا جواب تو تم نہیں سن سکتے۔ اور اس کو سخت برا مناتے ہو حالانکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن (جن میں آپ کی بیٹی بھی شامل ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح گفت گو کر لیتی ہیں اور صبح سے شام تک سلام و کلام بھی ترک کیے رہتی ہیں۔

میں یہ بات سنتے ہی حفصہ کے پاس گیا اور ان سے دریافت کیا کہ واقعی تم ایسا کرتی ہو۔ اُن کے اثبات میں جواب دینے پر میں نے کہا تم صبح سے شام تک آپ کے ساتھ کلام وغیرہ ترک کیے رہتی ہو۔ انہوں نے کہا ہاں! میں نے اُن سے کہا۔ قَدْ خَابَ مَنْ فَعَلَ ذَالِكَ مِنْكُنَّ وَخَسِرَ أَفَتَأْمَنُ إِحْدَاكُنَّ أَنْ يَّغْضَبَ اللّٰهُ لِغَضَبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَإِذَا هِيَ قَدْ هَلَكَتْ۔

تحقیق وہ شخص خائب و خاسر ہوا جس نے یہ جرأت کی کیا تم میں سے کسی کو اس امر کا اطمینان اور یقین ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے اللہ رب العزت ناراض نہیں ہو گا اگر ایسا ہوا تو وہ عورت ہلاک ہو گئی۔

پھر میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا جبکہ وہ رو رہی تھیں کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں طلاق دے دی ہے۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے۔ آپ اس بالاخانہ پر تشریف فرما ہیں اور ازواج مطہرات سے علیٰحدگی اختیار کیے ہوئے ہیں اور آپ نے ان پر ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے یہ قسم اٹھائی تھی کہ میں ایک مہینہ تک ان سے خلوت نہیں کروں گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے اجازت کے طلبگار ہوئے اور دوسرے لوگ آپ کے دروازے پر مجتمع تھے مگر انہیں اجازت نہ ملی۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اجازت طلب کرنے کے لیے در اقدس پر حاضر ہوئے مگر انہیں بھی اجازت نہ ملی۔ بعد ازاں ان دونوں حضرات کو اندر آنے کی اجازت ملی تو آپ اندر گئے اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے ارد گرد بیٹھی تھیں اور آپ بھی چپ چاپ بیٹھے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دل میں سوچا کہ میں ضرور ایسا کلام کروں گا جس سے امید ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑیں گے چنانچہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (آپ کی نرمی، کرم نوازی اور بردباری نے ان کو یہ جرأت بخشی ہے) اگر میری بیوی دختر زید مجھ سے اس طرح کا مطالبہ کرتی اور نفقات و اخراجات طلب کرتی تو میں اٹھ کر دونوں ہاتھوں

سے اس کا گلا دبا دینا (اور پھر جان کے ڈر سے وہ کبھی ایسا مطالبہ نہ کرتی) یہ بات سنتے ہی آپ ہنس پڑے حتیٰ کہ داڑھیں مبارک چمکتی نظر آئیں اور فرمایا ان کو تو دیکھو میرے گرد بیٹھی ہیں اور مجھ سے خرچہ کا مطالبہ کر رہی ہیں۔

فوراً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ کی طرف اٹھے تاکہ ان کو سزا دیں اور سرزنش کریں کہ تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی چیزوں کا مطالبہ کرتی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہیں (جو کچھ درکار ہو ہم سے لو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز ایسی تکلیف نہ دینا) تو محبوب کریم علیہ السلام نے ان کو منع کر دیا کہ ان کو سزا نہ دو اور آپ کی ازواج مطہرات نے عرض کیا بخدا ہم آپ سے اس کے بعد کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گی جو آپ کے پاس نہیں ہوگی اور ساتھ ہی اللہ تعالےٰ نے آیت تخییر نازل فرما دی یعنی آپ اپنی بیویوں سے فرما دو اگر تمہیں حیات دنیا اور اس کی زیب و زینت درکار ہے تو آؤ میں تمہیں مطلوبہ اشیاء مہیا کر دوں اور چھوڑ دوں اور اگر تمہیں اللہ تعالےٰ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت کی ضرورت ہے اور ان سے تعلق ہے تو پھر صبر و رضا سے کام لو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے لیے وہاں اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

آپ نے ابتداء حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی اور فرمایا میں تیرے سامنے ایک امر کا اظہار و انکشاف کرنے لگا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تو جلدی سے کوئی فیصلہ نہ کرے بلکہ اپنے والدین سے صلاح و مشورہ کر کے فیصلہ کرنا۔ انہوں نے عرض کیا وہ کیا امر ہے؟ آپ نے یہ آیۂ مبارکہ تلاوت فرمائی۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۔

تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے متعلق میں والدین سے مشورہ کروں؟ (اور دنیا کی زیبائش اور آرام و سکون کی خاطر آپ جیسے محبوب کو چھوڑ دوں اور علیحدگی اختیار کروں یہ کیسے ممکن ہے) بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرتی ہوں اور انہیں ترجیح دیتی ہوں۔ البتہ میری خواہش یہ ہے کہ آپ میرے جواب کو دیگر ازواج مطہرات پر مخفی رکھیں اور اس کا تذکرہ نہ فرما دیں۔ آپ نے فرمایا بیشک اللہ تعالےٰ نے مجھے مشقت میں ڈالنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ بلکہ مجھے سہولت پیدا کرنے والا اور خیر کی تعلیم دینے والا بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ مجھ سے جو بھی بیوی تمہارے جواب کے متعلق دریافت کرے گی میں ضرور اس کو بتاؤں گا (مسلم شریف) ف

ف۔ ازواج مطہرات کے ضروری اخراجات مہیا کرنا آپ کا فرض ہے مگر منصب نبوت اور اہل بیت نبوت کا معاملہ الگ ہے۔ ان کو دنیا کی طرف میلان و رغبت شایاں نہیں تھی لہذا ان کے ساتھ آپ نے اور اللہ تعالیٰ نے یہ سلوک فرمایا کہ دنیا اور اس کی سہولیات درکار

گیارھواں باب

اولادِ مصطفےٰ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں نبوت کے اعلان سے قبل حضرت قاسم رضی اللہ عنہ متولد ہوئے اور انہی کے ساتھ آپ نے اپنی کنیت ابوالقاسم اختیار فرمائی، پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا بعد ازاں حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اور ان کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا تولد ہوا۔ اعلان نبوت کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تولد ہوا جن کو طیب وطاہر کہا گیا اور اس لقب سے ملقب کیا گیا ان سب کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

آپ کی اولاد امجاد میں سب سے پہلے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو عاص بن وائل سہمی نے کہا (نعوذ باللہ) کہ ان کی اولاد نرینہ فوت ہو گئی ہے لہٰذا یہ ابتر ہیں تو اللہ تعالےٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ اے محبوب تمہارا نہ ذکر ختم ہو سکتا ہے اور نہ ہی اولاد منقطع ہو سکتی ہے۔ نہ

ہیں تو لو لیکن پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اللہ تعالیٰ اور دار آخرت سے تمہارا تعلق نہیں ہوگا اور اگر ان سے تعلق چاہتی ہو تو پھر دنیائے فانی اموال اور ساز وسامان کی طرف میلان طبع ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ یہاں سے یہ امر واضح ہوگیا کہ جب ازواج مطہرات کا نفقہ واجب ہونے کے باوجود ان کی تربیت وتہذیب اس انداز میں کی جا رہی ہے تو آپ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا جن کا نفقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ ہے اس قدر اہتمام کیسے فرما سکتے ہیں کہ ہزاروں دینار سالانہ آمدنی والے علاقے فدک ان کو ہبہ کر دیں اور ان کے قبضہ میں دیدیں اور اللہ تعالےٰ بھی اسی حکم پر فوری عمل درآمد کا تقاضا کرتے ہوئے فرمائے۔ آت ذا القربی حقہ۔

اگر کوئی غیر مسلم اس تفریق اور امتیازی سلوک کو دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل وانصاف کے متعلق کیا تصور قائم کرے گا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ محض افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے یوں آپ محض گذارہ کے لیے اخراجات جملہ اہل قرابت کو مہیا فرماتے تھے جن میں حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا حصہ بھی ہوتا تھا اور یہی عرض حضرت صدیق نے بھی کی تھی کہ آپ کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ انما یاکل آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم من ہذہ الاموال۔ صرف ضروری اخراجات اس مال سے مہیا کیے جاتے تھے اور وہ اب بھی اسی طرح مہیا کیے جائیں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فدک تقسیم نہ فرما کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے نظریہ وعقیدہ اور عمل وکردار کی توثیق وتائید فرما دی۔

روحانی اولاد کا عدد و حساب ہوگا نہ جسمانی اولاد کی گنتی اور شمار ہوگا اگر نسل منقطع اور بے نام و نشان ہے تو صرف اس کی ہے جو آپ سے عداوت و دشمنی اور کینہ و بغض رکھنے والا ہے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو وہ دو سال کے تھے اور محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی تھی جن کا نام سلمٰی تھا وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے معاملہ میں کفالت کرتی تھیں اور خدمت کرتی تھیں آپ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری بطور عقیقہ ذبح کیا کرتی تھیں اور اولاد میں ایک ایک سال کا وقفہ ہوتا تھا اور اولاد کی رضاعت کا انتظام و اہتمام ان کی ولادت سے قبل ہی فرما لیتی تھیں۔

ابوبکر برقی فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک طیب و مطیب اکٹھے متولد ہوئے اور توام تھے اور طاہر و مطہر بھی بطن واحد میں پیدا ہوئے مگر یہ خیال درست نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ بھی القاب ہیں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ زمانۂ اسلام میں پیدا ہوئے تھے۔ف

ف: احادیث مبارکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاجزادیاں ثابت ہوتی ہیں اور قرآن مجید کی رو سے بھی تین سے کم ہونا ممکن نہیں ہے کہ جمع کا لفظ ذکر کیا گیا ہے جو کم از کم تین پر اطلاق کیا جاتا ہے یا ایھا النبی قل لازواجك وبناتك ونساء المومنین الایۃ لہذا صرف ایک صاجزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تسلیم کرنا اور دوسریوں کا انکار کرنا ظلم عظیم ہے اہت کی بیٹیوں کو آپ کی بیٹیاں کہہ دینے میں کوئی خاص حرج نہیں کیونکہ وہ روحانی اولاد تو ہیں ہی مگر آپ کی اولاد کو غیر کی اولاد قرار دینا نعوذ باللہ اس اولاد کی بھی تنقیص ہے اور آپ کے حرم محترم کی بھی اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی شدید ترین ایذا رسانی ہے اور احادیث و اشارت کلام مجید کے ساتھ بھی مذاق ہے العیاذ باللہ یہ عذر کہ حضرت عثمان امتی ہیں ان کے عقد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاجزادیاں کیسے آسکتی ہیں تو جواب اس کا واضح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی امتی ہیں ان کے عقد میں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کیونکر آ گئیں۔ علاوہ ازیں جن کی غلامی اور اطاعت کے انبیاء و مرسلین پابند ہیں لتومنن بہ ولتنصرنہ اور ان پر ایمان لائے بغیر ان کے لیے کوئی چارہ نہیں ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امت سے نکال کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جس ہمدردی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے اس سے بڑھ کر دشمنی کیا ہو سکتی ہے (العیاذ باللہ) حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام کے متعلق سرِّ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو کان موسیٰ حیًّا لما وسعہ الا اتباعی۔ اگر موسیٰ کلیم علیہ اسلام حیات طیبہ طاہرہ کے ساتھ زندہ ہوتے تو انہیں بھی صاحب تورات اور صاحب معجزات متکاثرہ ہونے کے باوجود اور منصب کلیمی پر فائز ہونے کے باوصف میری اتباع کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہوتا جس محبوب کریم کی اتباع و غلامی سے موسیٰ کلیم علیہ السلام کو چارہ نہیں ہے اور کون اُن سے روگردانی کر سکتا ہے۔

پھر جس نے قرآن مجید اور سرکار دو عالم کی شریعت کو اختیار کر لیا اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صدق دل اور اخلاص قلب سے پڑھ لیا وہی امتی ہے کیا کوئی بدبخت کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کلمہ نہیں تھا یا وہ اس قرآن کو یا اس شریعت کو تسلیم نہیں کرتے تھے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

تیسرے فرزند آپ کے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے پیدا ہوئے وہ سولہ ماہ تک زندہ رہے اور ایک قول کے مطابق اٹھارہ ماہ تک بقید حیات رہے پھر ان کا بھی وصال ہوگیا صاحبزادیوں میں سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سب سے بڑی ہیں جن کا وصال آٹھ ہجری میں ہوا۔ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا اور ہجرت کے سترھویں مہینہ میں جنگ بدر کی فتح کے بعد ان کا وصال ہوا اور ان کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا عقد تزویج ہوا جن کا وصال نو ہجری میں ہوگیا۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا تولد اعلان نبوت سے پانچ سال قبل ہوا اور صحیح یہ ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے چھوٹی ہیں اگرچہ ابن بکار نے کہا ہے کہ سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ف

ف۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد پاک کو بچپن میں ہی دنیا سے اٹھا لیا گیا کیونکہ اگر وہ زندہ رہتے اور منصب نبوت پر فائز نہ ہوتے تو ان پر بھی طعن کیا جاتا کہ حضرت ابراہیم علیہما السلام کی اولاد منصب نبوت پر فائز ہوئی اور حضرت اسحٰق کی اولاد حضرت یعقوب علیہما السلام کی اولاد بھی اسی منصب پر فائز ہوئی مگر ان میں سے کوئی اس منصب کا اہل نہیں نکلا نعوذ باللہ اور پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بھی طعن لازم آتا اور اگر نبوت عطا فرمائی جاتی تو سرکار دوعالم پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب خاتم النبیین میں فرق لازم آتا لہذا ان کو بچپن ہی میں دار فانی سے دار بقاء کی طرف بلا لیا گیا۔

بخاری شریف میں اسماعیل سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔

اڑیت ابراهیم بن النبی صلی الله علیه وسلم قال مات صغیراً ولو قضی ان یکون بعد محمد صلی الله علیه وسلم نبیاً عاش ابنه ولکن لا نبی بعده۔ جلد ثانی ص۹۱۴ کیا تم نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تو انہوں نے کہا ہاں وہ بچپن میں دار آخرت کی طرف کوچ فرما گئے اور اگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور ازل کے فیصلہ میں آپ کے بعد نبی ہونا ہوتا تو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ رہتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا تھا لہذا نرینہ اولاد امجاد کو بچپن میں ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔

(محمد اشرف عفا اللہ تعالیٰ)

ابواب سفر

باب اوّل

یوم سفر

عبدالرحمٰن بن کعب رضی اللہ عنہما اپنے والدگرامی حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی سفر کا ارادہ فرماتے تو خمیس (جمعرات) کے علاوہ کم ہی کسی دن سفر کا آغاز فرماتے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خمیس کے دن کو پسند فرماتے اور اس میں سفر کرنا مستحب سمجھتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سوموار اور خمیس کو سفر کرنا پسند فرماتے اُسے اولی و انسب سمجھتے۔

دوسرا باب

دُعائے سفر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا آغاز فرمانے لگتے تو فرماتے۔

اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل، اللھم انی اعوذ بک من الفتنۃ فی السفر والکآبۃ فی المنقلب، اللھم اقبض لنا الارض وھَوِّن علینا السفر۔

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ تو ہی رفیق اور مصاحب ہے سفر میں اور قائم مقام ہے اہل اور مال میں۔ الٰہی میں سفر کی تکالیف میں سے مدد چاہتا ہوں اور واپسی پر غم و پریشان ہونے سے پناہ طلب کرتا ہوں، اے اللہ ہمارے لیے زمین کو لپیٹ دے اور سفر کو آسان فرما۔

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو یہ دُعا فرماتے۔

اللّٰھو انی اعوذبك من وعثاء السفر، وكآبة المنقلب، والحور بعد الكور، ودعوة المظلوم، وسوء المنظر فی الاھل والمال۔

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے سفر کی صعوبتوں اور واپسی پر غم و پریشانی سے نجات طلب کرتا ہوں اور ترقی کے بعد تنزل اور اضافہ کے بعد نقصان سے پناہ طلب کرتا ہوں اور مظلوم کی بددُعا سے اور اہل و مال میں ناپسندیدہ اور ناقابل برداشت منظر دیکھنے سے۔ پہلے اہل کا ذکر فرماتے اور پھر مال کا۔ (مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سواری پر سوار ہونے اور سفر کا آغاز فرماتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر فرماتے اور پھر فرماتے۔ سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون۔ پاک ہے وہ ذات اقدس جس نے ہمارے لیے ایک سواری کو مسخر فرمایا اگر اس کی تسخیر نہ ہوتی تو ہم کبھی اُن کے قریب نہ آسکتے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں، پھر فرماتے۔

اللّٰھم انی اسالك فی سفری ھذا البرَّ والتقوٰی ومن العمل ماترضٰی، اللّٰھو ھوّن علینا السفر واطوِلنا البعید

اللّٰھو انت الصاحب فی السفر والخلیفة فی الاھل، اللّٰھم اصحبنا فی سفرنا واخلفنا فی اھلنا۔

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے اپنے اس سفر میں بر و تقویٰ کا طلبگار ہوں اور ایسے اعمال کا جو تجھے پسند ہوں۔ اے اللہ ہم پر اس سفر کو آسان فرما اور اس کی مسافت اور دوری کو ہمارے لیے لپیٹ دے اور سمیٹ دے۔ اے اللہ تو ہی مصاحب ہے سفر میں اور محافظ و نگران ہے اہل میں۔ اے اللہ سفر میں ہمیں اپنی مصاحبت سے مشرف فرما اور اہل میں قائم مقامی اور محافظت و نگرانی کے ساتھ۔

علی بن ربیعہؒ سے منقول ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے پاس سواری لائی گئی تاکہ اس پر سوار ہوں۔ جب اس کی رکاب میں پاؤں رکھا تو کہا بسم اللہ اور جب اس پر سوار ہو کر سیدھی طرح بیٹھ گئے تو فرمایا۔ الحمد للہ سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنا لہ مقرنین۔ وانا الی ربنا لمنقلبون پھر تین بار الحمد للہ کہا اور تین مرتبہ اللہ اکبر پھر فرمایا۔ سبحانك لا الہ الا انت قد ظلمت نفسی فاغفرلی۔ اے اللہ تو پاک ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے لہذا میرے لیے مغفرت فرما۔

پھر آپ ہنسے تو میں نے عرض کیا اے امیر المومنین آپ کسی سبب سے ہنس رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اسی طرح عمل فرمایا جس طرح میں نے کیا ہے پھر آپ ہنسے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیوں ہنستے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالٰی اپنے بندے پر اس وقت راضی ہوتا ہے جبکہ

عرض کرتا ہے رب اغفرلی اور فرماتا ہے کہ میرے بندے کو یقین ہے کہ میرے علاوہ اور کوئی بخشنے والا نہیں ہے

تیسرا باب

الوداعی طریقہ

حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس شخص کو جو سفر کا ارادہ کرتا اُسے فرماتے میرے قریب آؤ میں اس طرح تجھے وداع کروں جیسے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وداع فرماتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم الوداع فرماتے تو یہ دعا دیتے۔ اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دینك وامانتك وخواتیم عملك میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ودیعت رکھتا ہوں تیرے دین کو امانت ودیانت کو اور خاتمۂ اعمال کو (اور اس سے بڑھ کر کوئی امانت کی حفاظت کرنے والا نہیں ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ میں سے کسی کو الوداع فرماتے تو یہ دعا دیتے۔ زودك اللّٰہ التقوی وغفر ذنبك ولقاك الخیر حیث توجهت۔ اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ و پرہیز گاری کا زادِ راہ عنایت فرمائے۔ تیرے گناہ معاف فرمائے اور تو جہاں بھی جائے اور جدھر بھی توجہ کرے۔ تجھے خیر و عافیت سے ہمکنار کرے۔

چوتھا باب

کیفیّت سفر

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ میری موجودگی میں اُن سے محبوب کریم علیہ السلام کی حجۃ الوداع کے موقعہ پر کیفیت سیر اور رفقار کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا۔ آپ کی کیفیت سیر یہی کہ سواری کو درمیانہ دوڑاتے اور جب کھلی اور کشادہ جگہ میسر ہوتی تو پوری قوت سے دوڑاتے۔

پانچواں باب

پڑاؤ کے وقت دُعا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ پر تشریف لے جاتے یا ویسے سفر فرماتے اور کسی جگہ رات ہو جاتی تو فرماتے۔

ربی وربك الله، اعوذ بالله من شرك وشر ما فيك وشر ما دب عليك، اعوذ بالله من شر كل اسد واسود وحية وعقرب، ومن شر ساكني البلد، ومن شر والد وما ولد ۔

اے زمین تیرا اور میرا رب اور مالک اللہ تعالےٰ ہے۔ میں اللہ تعالےٰ سے تیرے اور جو کچھ تجھ میں ہے یا تجھ پر چلنے والا ہے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں اللہ تعالےٰ سے ہر شیر اور سیاہ سانپ کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں اور ہر سانپ اور بچھو اور شہر و قصبات کے ساکنین کے شر و فساد سے اور ہر جننے والی شئ اور جنم لینے والی شئ کے شر و فساد سے پناہ طلب کرتا ہوں یعنی شیطان اور اس کی ذریت سے۔

چھٹا باب

دُعائے سحر گاہی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے اور سحر کا وقت ہوتا تو فرماتے۔ سمع سامع بحمد الله وحسن بلائه علينا ربنا صاحبنا وافضل علينا، عائذا بالله من النار۔

ترجمہ: سن لیں سننے والے اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کو اور ہم پر اس کے حسن بلاء اور اچھی آزمائش کو اے رب ہمارے ہمیں اپنی رفاقت سے مشرف فرما اور ہم پر فضل فرما۔ ہم اللہ تعالےٰ سے عذاب نار سے پناہ طلب کرتے ہیں۔

ساتواں باب

سواری پر نماز نفل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سواری پر نماز ادا کرنے کا ارادہ فرماتے تو قبلہ کی طرف توجہ فرماتے اور منہ مبارک ادھر پھیرتے اور نماز کے لیئے تکبیر کہتے۔ پھر سواری کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے۔ وہ جدھر بھی متوجہ ہوتی آپ نماز ادا فرماتے رہتے اور اسے جاری رکھتے۔

آٹھواں باب

سفر سے واپسی کی دُعا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے لوٹتے خواہ حج وعمرہ کا ہوتا یا غزوہ وجہاد کا تو جب بلندی پر چڑھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر فرماتے اور بعد ازاں لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیئ قدیر۔ آیبون تائبون، عابدون لربنا حامدون، صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ، وھزم الاحزاب وحدہ۔ صرف اللہ تعالےٰ معبود ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر ممکن شے پر قادر ہے، ہم لوٹنے والے، رجوع کرنے والے، اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور حمد کرنے والے ہیں، اللہ تعالےٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے عبد خاص کی امداد فرمائی اور تمام گروہوں کو تنہا شکست دی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے مراجعت کا ارادہ فرماتے تو فرماتے۔ آیبون تائبون لربنا حامدون اور جب گھر میں داخل ہوئے تو فرماتے۔

اوبًا اوبًا لربنا توبًا لا یغادر علینا حوبًا۔ رجوع ہے رجوع اپنے رب کی طرف درانحالیکہ ہم اس کی جناب میں توبہ کرنے والے ہیں۔ وہ ہم پر کوئی گناہ نہیں چھوڑے گا (بلکہ سبھی معاف فرما دے گا۔ یہ تعلیم امت ہے)

نواں باب

سفر سے واپسی پر عمل

حضرت عبدالرحمن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس مدینہ منورہ میں دن کو چاشت کے وقت تشریف لاتے تو آتے ہی مسجد میں قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعت نماز ادا فرما کر وہیں بیٹھے رہتے تاکہ مشتاقان دیدار جو فراق کے لمحات گن گن کر گذارتے رہے اور بیتابی سے بخیریت واپسی کے منتظر رہے وہ جمال جہاں آرا سے اپنی نگاہوں کو ٹھنڈا کریں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر وہیں تشریف رکھتے جس قدر کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تاکہ لوگوں کے احوال دریافت فرمادیں اور ان کے سوالات کا جواب عنایت فرمادیں اور ان کو سلام کرنے اور بارگاہ اقدس میں حاضری دینے کا موقعہ بخشیں۔

دسواں باب

سفر سے واپسی کا وقت

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اہل خانہ کے ہاں تشریف نہیں لاتے تھے بلکہ چاشت کے وقت یا پچھلے پہر مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوتے۔

ابواب سامان جنگ

باب اوّل

تلوار

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذوالفقار نامی تلوار بدر کے دن بطور مال غنیمت حاصل فرمائی اور اسی کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن خواب دیکھا (کہ میں نے اپنی تلوار کو لہرایا ہے تو وہ اگلی جانب سے ٹوٹ گئی ہے اور اس کی تعبیر اہل اسلام کا شہید ہونا اور تکلیف و شدت میں مبتلا ہونا تھا۔ پھر میں نے اس کو دوبارہ لہرایا تو وہ جڑ گئی اور پہلے کی نسبت بہتر ہوگئی اور اس کی تعبیر تھی فتحمندی سے ہمکنار ہونا اور اہل ایمان و اسلام کا مجتمع ہو جانا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا نام ذوالفقار تھا (کیونکہ اس پر دندانے تھے)

ابن عاصم رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ حضرت علی بن الحسین زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ہمیں رسول خدا علیہ السلام کی تلوار دکھائی جس کے قبضہ کا اوپر والا حصہ چاندی سے بنا ہوا تھا اور جن دو حلقوں میں حمائل تھا وہ بھی چاندی کے تھے۔ میں نے حمائل کو کھینچا تو وہ کمزور اور بوسیدہ ہو چکا تھا۔ یہ تلوار دراصل منبہ بن الحجاج سہمی کی تھی اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن اپنے قبضہ میں لیا اور اپنے لیے پسند فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا دستہ چاندی کا تھا۔

دوسرا باب

زرہ مبارک

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ مبارک کا نام ذوالفضول تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے ہمیں

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ دکھلائی جو کہ یمانی تھی اور باریک حلقہ دار جب اس کے حلقوں کو پکڑا جاتا اور لٹکائی جاتی تو سکڑ جاتی اور جب چھوڑ دی جاتی تو پھیل جاتی حتی کہ زمین کو چھونے لگتی۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت باقر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ میں دو حلقے چاندی کے تھے۔

حضرت سائب بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر احد کے دن دو زرہیں تھیں جن کو آپ نے باہم جوڑا ہوا تھا۔

تیسرا باب

خود مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقعہ پر جب مکہ مبارکہ میں تشریف لائے تو آپ کے سر اقدس پر لوہے کا خود تھا۔

چوتھا باب

کمان مبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جمعہ کے دن اور سفر میں قوس و کمان پر اوٹ لگائے اور سہارا لیے کھڑے ہو کر خطاب فرماتے۔

پانچواں باب

نیزہ مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ایک نیزہ یا عصا تھا جس کے

سرے پر سلاخ تھی اس کو زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا اور آپ اسکو سترہ بنا کر اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے۔

چھٹا باب

نیزہ خورد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا سا نیزہ تھا جو زمین میں گاڑا جاتا تھا اور آپ اس کو سترہ بنا کر اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی اقتداء میں نماز ادا فرماتے (اور ان کے آگے سترہ نہیں ہوتا تھا آپ کا سترہ اُن کے لیے بھی سترہ بن جاتا) اور آپ حالت سفر میں اس طرح کرتے تھے اسی لیے بعد والے امراء حکام نے بھی اس سنت کو اپنایا اور سفر میں ایسے نیزے ساتھ رکھے۔

ابن یزید سے منقول ہے کہ مجھے نجدہ حروری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بھیجا تا کہ آپ سے دریافت کروں کہ آیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حربہ یعنی چھوٹے نیزہ کو بطور سترہ نماز میں استعمال فرماتے تھے آپ نے فرمایا ہاں خیبر کے موقعہ پر آپ نے اسے استعمال فرمایا۔

ساتواں باب

پرچم مبارک

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد گرامی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم (علم) سیاہ رنگ کا تھا اور آپ کا لواء یعنی چھوٹا جھنڈا سفید رنگ تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم سفید رنگ تھا اور آپ کا علم سیاہ رنگ تھا جس کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سیاہ رنگ بالا لوں والے نقوش وصور سے منقش اور مصور کمبل سے تیار کیا گیا تھا۔

یونس بن عبید مولی محمد بن القاسم سے منقول ہے کہ مجھے محمد بن قاسم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کے متعلق اُن سے دریافت کروں کہ وہ کیسا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ

سیاہ رنگ تھا اور اس کو سیاہ کمبل سے تیار کیا گیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مبارک سیاہ تھا اور آپ کا پرچم سفید رنگت والا تھا جس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم فخر عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مبارک عقاب کہلاتا تھا اور اُسے اس لقب سے پکارا جاتا تھا۔

آٹھواں باب

چھڑی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی شاخوں کو پسند فرماتے تھے اور کوئی نہ کوئی شاخ ضرور آپ کے ہاتھ مبارک میں ہوتی تھی۔ ایک دن آپ مسجد میں تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ مبارک میں ایک شاخ نخل تھی آپ نے مسجد کی دیوار پر قبلہ کی سمت میں لعاب دہن دیکھا تو اُسے اسی چھڑی سے کھرچ دیا۔

حضرت ابوالزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اور آپ کے ہاتھ مبارک میں چھڑی تھی (جس پر اوٹ لگائی جاتی ہے اور وہ تہی گاہ تک بلند ہوتی ہے اور خطبا اس کے ساتھ بوقت خطبہ اشارہ کرتے ہیں)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بقیع غرقد یعنی قبرستان میں تشریف فرما تھے اور آپ کے دست اقدس میں چھڑی تھی جس کو مخصرہ کہا جاتا ہے۔ آپ وہاں بیٹھے اور سر اقدس کو جھکا لیا اور اس چھڑی کے ساتھ زمین کو کھرچنے لگے۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھڑی تھی جو آجکل خلفاء کے پاس ہوتی ہے۔

نواں باب

عصا مبارک

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عصا پر سہارا لینا اور اوٹ لگانا اخلاق انبیاء اور عادات مرسلین علیہم السلام سے ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا مبارک تھا جس پر تکیہ لگاتے اور لوگوں کو بھی عصا رکھنے اور اس پر تکیہ و سہارا لینے کا حکم فرماتے۔ ف

ف ۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ۔

عصائے کلیم اژدھائے غضب تھا　　گردں کا سہارا عصائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ابواب غزوات

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستائیس غزوات میں شمولیت فرمائی جن میں سے نو کے اندر قتال فرمایا۔ بدر، احد، مریسیع۔ خندق۔ قریظہ۔ خیبر۔ فتح مکہ اور حنین وطائف اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ نے بنو النضیر میں قتال فرمایا اور غزوہ وادی القریٰ اور غابہ میں بھی۔ اب ہم آپ کے جملہ غزوات کی طرف لطیف اشارات کرتے ہیں اور ان کا اجمالاً تذکرہ کرتے ہیں۔

باب اوّل

دعائے جہاد وغزوہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ غزوہ پر نکلتے تو فرماتے۔ اللھم انت عضدی وانت نصیری وبك اقاتل۔ اے اللہ تو ہی میرا دست وبازو ہے اور نصیر ومددگار اور تیری مدد سے ہی میں قتال کرتا ہوں اور تیرے اعداء سے جہاد کر کے اُن کا قلع قمع کرتا ہوں۔

دوسرا باب

غزوۂ الواء ودان

یہ پہلا غزوہ ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا آغاز فرمایا اور یہ ہجرت کے بارھویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا۔ آپ کا علم اور پرچم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں تھا اور اس غزوہ میں صرف مہاجرین کو آپ نے ساتھ لیا اور کوئی انصاری شریک نہیں تھا۔ مقام ابواء تک آپ تشریف لے گئے اور قریش کے قافلہ کا راستہ روکنا مقصود تھا مگر اُن سے ملاقات نہ ہو سکی اور دشمنوں کے کید ومکر سے آپ محفوظ رہے اور الواء کے سردار مخشی بن عمرو ضمری کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے باہم عہد وپیمان کیا کہ میں بنی ضمرہ کے خلاف جنگ نہیں لڑوں گا اور وہ ہمارے خلاف جنگ

ئیں حصہ نہیں لیں گے اور تحریری طور پر عہد کیا گیا۔ اس غزوہ کے دوران آپ پندرہ دن مدینہ طیبہ سے دور رہنے کے بعد واپس تشریف لائے۔

تیسرا باب

غزوہ بواط

یہ غزوہ ربیع الاوّل شریف میں ہجرت کے تیرھویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا آپ کا لواء اور علم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں تھا اور مدینہ منورہ میں آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنایا۔ دو سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر قریش کے ایک قافلہ کا راستہ روکنا چاہتے تھے جس میں سو قریشی شریک تھے۔ اور امیہ بن خلف بھی تھا اور ڈھائی ہزار اونٹ اس قافلہ کے ہمراہ تھے۔ آپ مقام بواط تک پہنچے جو کہ رضوی کے ایک طرف چھوٹے چھوٹے پہاڑی سلسلہ پر مشتمل ہے اور بواط اور مدینہ منورہ میں چار منزل کا فاصلہ ہے اس دفعہ بھی دشمنوں سے ملاقات اور مڈبھیڑ نہ ہوئی اور مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

چوتھا باب

کرز بن جابر کی طلب میں نکلنا

یہ غزوہ بھی ہجرت کے تیرھویں ماہ وقوع پذیر ہوا۔ کرز بن جابر نے مدینہ منورہ کے مال مویشی لوٹ لیے جو باہر چرتے پھرتے تھے اور ان کو ہانک کر لے گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تلاش کرنے اور قابو کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے کوچ فرمایا حتیٰ کہ وادی سفوان تک پہنچے جو کہ بدر کے ایک طرف ہے مگر وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور آپ واپس تشریف لائے۔

پانچواں باب

غزوہ ذی العشیرۃ

یہ غزوہ ہجرت کے سولھویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا آپ نے مدینہ منورہ پر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور آپ مع اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے تیس اونٹوں کو ساتھ لے کر جن پر دو باری باری سوار ہوتے تھے اس غزوہ پر روانہ ہوئے۔ اس موقعہ پر بھی قریش کے ایک قافلہ تجارت کا راستہ روکنا مقصود تھا جس میں ابو سفیان تھا اور کافی مال و متاع لے کر شام سے واپس آرہا تھا جب عشیرہ کے مقام پر پہنچے جہاں سے مدینہ منورہ نو برید کے فاصلہ پر تھا تو معلوم ہوا کہ ابو سفیان اپنے قافلہ کو لے کر ساحلی راہ سے نکل گیا ہے (اور اس کو بھی معلوم ہو گیا کہ قافلہ پر حملہ ہونے والا ہے لہذا اس نے مکہ مکرمہ میں قریش کو اطلاع بھیج دی) چنانچہ قریش اپنے قافلہ کا دفاع کرنے کے لیے نکلے اور غزوۂ بدر وقوع پذیر ہو گیا۔

چھٹا باب

غزوہ بدر

ابو سفیان کے ساتھ قریش کے اموال و اسباب تھے جن کے ساتھ وہ اُن کے لیے تجارت کرتا تھا اور اس قافلہ میں آدمیوں کی تعداد کم تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور قریش کے یہ اموال اپنے قبضہ میں کر لینے کا حکم فرمایا۔ جب ابو سفیان کو اس کا علم ہوا تو اس نے ضمضم بن عمرو کو مکہ مکرمہ کی طرف بھیجا تاکہ قریش کو فوراً اپنے اموال کی حفاظت کرنے کے لیے نکلنے پر آمادہ کرے۔ وہ مکہ میں پہنچا تو اس نے اپنے اونٹ کے کان وغیرہ کاٹ دیے اور اپنا کرتہ پھاڑ دیا اور چلا چلا کر کہہ رہا تھا۔ اے گروہ قریش! اپنے نافہ ہائے مشک کو قافلوں میں رکھوا اور اسے ضائع ہونے سے بچاؤ۔ تمہارے اموال ابو سفیان کے ساتھ ہیں جن پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے ساتھی حملہ آور ہو چکے ہیں میرے خیال میں تم ان کو پا نہیں سکو گے۔ الغوث الغوث فریاد کو پہنچو۔ فوراً امداد کو پہنچو۔

قریش نے فوراً تیاری کی اور تیزی کے ساتھ نکلے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عاتکہ بنت عبد المطلب نے ضمضم کی آمد سے تین رات قبل خواب دیکھا جس نے ان کو سخت گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا۔ انہوں نے اس کا تذکرہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے

کیا اور ساتھ ہی کہا کہ مجھے اس خواب کی رو سے تمہاری قوم میں کسی شر اور فساد کے رونما ہونے کا اندیشہ ہے۔

میں نے خواب یہ دیکھا ہے کہ ایک اونٹ سوار آکر وادی ابطح میں ٹھہرا ہے اور اس نے بلند آواز کے ساتھ پکار کر کہا ہے۔ اے آلِ غدر تین دن کے اندر اپنے مقتل اور جائے ہلاکت کی طرف دوڑتے ہوئے نکلو۔ تو لوگ اس کی آواز پر جمع ہو گئے۔ پھر وہ سوار مسجد میں داخل ہو گیا اور لوگ اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ پھر اس کا اونٹ اسے لے کر کعبہ پر چڑھ گیا اور وہاں بھی یہی اعلان کیا۔ اے آلِ غدر تین دن کے اندر اپنے مقام ہلاکت کی طرف دوڑتے ہوئے نکلو۔ پھر اس کا اونٹ اُسے لے کر کوہ ابوقبیس پر چڑھا اور وہاں بھی یہی اعلان کیا۔

پھر اس نے ایک پتھر اٹھا کر نیچے لڑھکا دیا۔ وہ نیچے لڑھکنے لگا حتیٰ کہ جب پہاڑ کے دامن میں پہنچنے والا تھا تو وہ زور سے پھٹ پڑا اور مکہ کے گھروں اور مکانوں میں سے کوئی مکان اور گھر ایسا نہ رہا جس میں اس کا ٹکڑا نہ گرا ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خواب سن کر فرمایا۔ واقعی یہ بہت ڈراونا اور بھیانک خواب ہے اس کو چھپائے رکھو اور عام لوگوں کو بیان نہ کرو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ وہاں سے نکلے ابوجہل سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا اے بنی عبدالمطلب یہ عورت تم میں کب سے نبی بن گئی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے پوچھا یہ کیسے اور کیوں؟ اس نے کہا یہ جو عاتکہ نے خواب بیان کیا ہے کیا تم اس پر خوش نہیں ہوئے تھے کہ تمہارے مردوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اب عورتیں بھی نبی بننے لگی ہیں پھر اس نے کہا اگر تین دن گذر گئے اور کوئی واقعہ رونما نہ ہوا تو ہم تمہارے متعلق مشہور کریں گے کہ تمہارا گھرانہ اہل عرب میں سب سے زیادہ جھوٹا گھرانہ اور خانوادہ ہے (نعوذ باللہ)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے انکار کیا کہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ بنی عبدالمطلب کی عورتوں میں سے کوئی بھی ایسی عورت باقی نہ رہی جس نے میرے پاس آکر یہ شکوہ نہ کیا ہو کہ تم نے ابوجہل کو اپنے مردوں کے حق میں طعن و تشنیع کا موقع دیا اور اب یہ عورتوں کو بھی معاف نہیں کر رہا اور ان کی بھی ہتک کر رہا ہے۔ میں نکلا تا کہ ابوجہل سے تعرض کروں اور اس کو کیفر کردار تک پہنچاؤں مگر جونہی اس نے مجھے دیکھا تو روپوش ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ یہ اس سے خوفزدہ ہو گیا ہے کہ میں کہیں اس کے ساتھ گالی گلوچ نہ کروں اور اسی دوران اس نے ضمضم بن عمرو کا وہ آوازہ سُنا۔

اہل تفسیر فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے نکلنے اور میدان جنگ کی طرف بڑھنے کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کلام کیا اور خوب کلام فرمایا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بہت اچھا خطاب فرمایا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ جہاں بھی آپ کو جانے کا اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے۔ آپ چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور ہم اس طرح نہیں کہیں گے

جس طرح حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام کی امت بنی اسرائیل نے کہا تھا۔

اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون ۔تم جاؤ اور تمہارا رب جا کر قتال کرو ہم تو یہیں بیٹھتے ہیں بلکہ ہم تو یوں عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ برک الغماد (جو کہ حبشہ کے علاقہ میں شہر ہے) تک چلیں تو ہم آپ کے ساتھ رہیں گے اور وہاں تک کے لوگوں کے خلاف جہاد کریں گے اور قوت وطاقت کا مظاہرہ کریں گے۔ بزدلی کا مظاہرہ نہیں کریں گے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی دعائے خیر سے نوازا اور پھر ارشاد فرمایا مجھے مشورہ دو اور آپ انصار کی رائے معلوم کرنا چاہتے تھے۔ تب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا جہاں آپ چاہتے ہیں تشریف لے چلیں اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ معبوث فرمایا ہے اگر آپ ہمیں لے کر سمندر کے کنارے پہنچ جائیں اور آپ سمندر میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی ضرور بالضرور آپ کے ساتھ سمندر میں چھلانگیں لگا دیں گے اور ہم جنگ کے وقت صبر واستقامت سے کام لیں گے اللہ کی برکت سے ہمیں لے کر چلیئے۔

تب آپ نے فرمایا چلو اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ چلو اور تمہارے لیے بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو میں سے ایک طائفہ اور جماعت کا وعدہ دیا ہے اور بخدا میں قوم قریش کے مقامات قتل وہلاکت کو گویا ابھی اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ چلے حتیٰ کہ بدر کے قریب پڑاؤ ڈالا اور وہاں آپ کے لیے ایک چھپر اور سایہ دار جگہ بنائی گئی۔ جس میں آپ تشریف فرما ہوئے اور قیام پذیر رہے۔

ابوسفیان بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور قریش جو جنگ کرنے کے لیے نکل چکے تھے ان کو بھی پیغام بھیجا کہ تمہارے اموال صحیح وسالم تمہارے گھر پہنچ چکے ہیں لہذا واپس آ جاؤ لیکن ابوجہل نے کہا۔ بخدا جب تک ہم میدان بدر میں نہیں پہنچ لیں گے واپس نہیں ہوں گے اور میدان بدر میں ہر سال میلہ لگتا تھا اور بازار لگتے تھے۔ وہاں تین دن ٹھہریں گے۔ اونٹ ذبح کریں گے اور انواع واقسام کے کھانے کھائیں گے اور شراب پئیں گے۔ ہماری لونڈیاں گائیں بجائیں گی، رقص اور ناچ کریں گی۔ اہل عرب ہماری جرأت وشجاعت کے قصے سنیں گے اور ہمیشہ ہم سے خوفزدہ رہیں گے۔ جب ابوسفیان کو یہ جواب ملا تو اس نے کہا اے افسوس میری قوم پر، یہ عمرو بن ہشام یعنی ابوجہل کی جہالت وحماقت ہے پھر وہ خود بھی ان کے ساتھ آ ملا اور چل کر بدر میں آ پہنچا۔

عمیر بن وہب نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے کہا میں (مدینہ منورہ) کے اونٹوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ سواروں کو نہیں بلکہ خالص موت کو اٹھائے پھرتے ہیں۔ ان لوگوں کا سوائے تلواروں کے کوئی اوڑھنا بچھونا نہیں ہے بخدا ان میں سے کوئی شخص قتل نہیں ہوگا جب تک تم میں سے کسی شخص کو قتل نہ کر لے اور اگر وہ تم میں سے اپنی گنتی کے مطابق قتل کر دیں تو اس کے بعد زندگی اور جینا کس خیر اور بھلائی کا حامل ہوگا۔ عمیر کی یہ گفتگو سن کر عتبہ نے واپسی کا ارادہ کیا تو ابوجہل نے کہا کیا تو بزدل ہے اور تیرے پھیپھڑوں میں ہوا بھر گئی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلام اور جھنڈے تیار فرمائے اور قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور دونوں ہاتھ مبارک دعا کے لیے دراز فرمائے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اللھم ان تھلك ھذہ العصابۃ لا تعبد فی الارض ۔ اے اللہ اگر یہ میرے مخلصین کی جماعت ہلاک ہوگئی اور ان کی خصوص مدد نہ فرمائی گئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہیں ہو سکے گی اور اسی طرح آپ دُعا کرتے رہے اور خدائے قدوس سے امداد و نصرت طلب فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ کی چادر مبارک کندھوں پر سے گر پڑی ، حضرت صدیق اکبرؓ حاضر ہوئے ۔ چادر مبارک اُٹھا کر آپ کے مقدس کندھوں پر ڈالی اور پچھلی طرف سے آکر آپ کو سینے سے لگا کر عرض کیا ۔ اے نبی خدا ۔ اے حبیب اللہ یہ دعائیں اور ندائیں اور واسطے جو آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیے ہیں وہ کافی ہیں وہ یقیناً آپ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا فرمائے گا ؎

صف مشرکین سے عتبہ اور اس کا بھائی شیبہ نکلے اور اس کا بیٹا ولید اور مبارزت طلب کی ، انصار میں سے تین جوان مقابلہ پر نکلے انہوں نے کہا ہمیں تم سے کوئی عرض نہیں ہے ہماری لڑائی اپنے قریشی بھائیوں سے ہے لہٰذا وہ میدان میں نکلیں پھر ان میں سے ایک نے پکار کر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف ہمارے ہم کفو اور برادری کے آدمی بھیجو ۔

آپ نے حضرت عبیدہ ، حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو فوری طور پر میدان جنگ میں پہنچنے کا حکم دیا تو اُس وقت اس ٹولی نے کہا اب برابر کے باعزت لوگوں سے مقابلہ ہے ۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو دعوت مبارزت و قتال دی ۔ حضرت حمزہ نے شیبہ کو جہنم واصل کیا ۔ حضرت علی نے ولید کو ٹھنڈا کر دیا ۔ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اور عتبہ نے ایک دوسرے پر وار کیا اور دونوں نے ایکدوسرے کو زخمی کر دیا تو وہ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے عتبہ پر پلٹ کر حملہ فرمایا اور اس کو ٹھکانے لگا دیا ۔

پھر دونوں لشکر ایک دوسرے کی طرف چلے اور گھمسان کا رن پڑنے لگا ۔ سرور عالم فخر عرب و عجم محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی مٹھی اٹھائی اور قریش کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا ۔ شاھت الوجوہ ۔ یہ چہرے قبیح اور بدصورت ہو گئے ۔

ف ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف و خشیت اور حضرت صدیق اکبر کی طمانیت سے بظاہر توہم ہو سکتا ہے کہ انہیں رسالتمآب علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ پر وثوق زیادہ تھا العیاذ باللہ تو سہیلی اور ابن العربی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت صدیق مقام رجا میں تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام خوف میں اور یہ آپ کے جلال خداوندی اور اس کی شان لاابالی کے عرفان کامل کی دلیل و برہان کامل ہے ۔ ۲ ۔ علامہ خطابی نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعتقاد تھا کہ آپ کی دعا اور وسیلہ بارگاہ خداوندی میں مستجاب ہے لہٰذا آپ نے ان کی تقویت قلوب اور تسکین نفوس کے لیے اس قدر ابتہال اور زاری سے کام لیا کیونکہ یہ جنگ کا پہلا موقعہ تھا لہٰذا ان کی تقویت قلوب اور تسکین نفوس ضروری تھی اور جب حضرت صدیق نے آپ کی دُعا اور زاری کو دیکھ کر اجابت دعا اور فتح و نصرت کا یقین ظاہر کیا تو آپ کو حصول مقصد کا یقین ہو گیا لہٰذا ابتہال و زاری کو ختم کر دیا بلکہ اعلان فرمایا سیھزم الجمع و یولون الدبر ۔ کفار کا یہ جتھہ اور گروہ عنقریب شکست کھا جائیگا اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گا ۔ کذا فی حاشیۃ البخاری جلد ثانی ص۵۶۴ و شروح البخاری وغیرہ ۔ محمد اشرف عفا اللہ عنہ

پھر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا حملہ پوری قوت سے کرو۔

اسی دوران آسمان سے ملائکہ اترنے لگے پہلے ایک آندھی سی آئی اور پھر ختم ہو گئی۔ پھر دوسری آندھی اور بعد ازاں تیسری آندھی اور جھکڑ سا محسوس ہوا پہلی دفعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کے ہمراہ نازل ہوئے۔ دوسری مرتبہ میکائیل علیہ السلام اور تیسری مرتبہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ایک ایک ہزار جماعت مے کر پہنچے اور اس میدان میں ملائکہ کی علامات نورانی دستاریں تھیں جو سرخ، سبز اور زرد رنگ معلوم ہوتی تھیں اور وہ چتلے گھوڑوں پر سوار تھے اور مشرک بھی ان گھوڑوں کا ہنہنانا سنتے تھے۔ (اگرچہ کوئی چیز ان کو نظر نہیں آتی تھی) جب اہل ایمان کسی کافر کو قتل کرنے کے لیے دوڑتے تو ان کے پہنچنے سے پہلے ہی اس کا سر الگ ہو چکا ہوتا اور کافر زمین پر گر کر ڈھیر بن چکا ہوتا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو عظیم فتح نصیب فرمائی اور کافروں کو عبرتناک شکست سے دوچار فرمایا۔

قریش کے روسا میں سے ستر قتل ہو گئے اور ستر کو قیدی بنا لیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہ چچیرے بھائی ہیں اور قریبی رشتہ دار، میرا خیال یہ ہے کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے اور ان کو آزاد کر دیا جائے۔ ہمیں اس مال سے تقویت حاصل ہو جائے گی۔ اور ہو سکتا ہے یہ مشرف باسلام ہو جائیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ بخدا میری رائے وہ نہیں ہے جو حضرت ابوبکر صدیق نے دی ہے بلکہ میری رائے یہ ہے کہ فلاں شخص جو میرا قریبی ہے وہ میرے حوالے کرو تاکہ میں خود اس کو قتل کروں اور عقیل کو حضرت علی رضی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دو تاکہ اسے قتل کریں اور حضرت حمزہؓ کو فلاں شخص جو ان کا بھائی ہے اس کے قتل کا حکم دیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں ہے اور ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ کفار و مشرکین کے سرغنے ہیں اور ان کے رہبر و رہنما لہٰذا ان کا ٹھکانے لگانا بہت ضروری ہے۔ محبوب کریم علیہ السلام نے (ازلی فیصلہ اور تقدیر الٰہی کے مطابق) حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو شرف پذیرائی بخشتے ہوئے ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دینے کا فیصلہ فرما دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں میدان بدر میں صف قتال کے اندر کھڑا تھا جب دائیں بائیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ میں تو دو نوخیز انصاری جوانوں کے درمیان ہوں۔ میرے دل میں یہ تمنا اور آرزو پیدا ہوئی کہ اے کاش میں ان کی بجائے اور مضبوط اور توانا آدمیوں کے درمیان ہوتا۔ میں اسی خیال میں تھا کہ ان میں سے ایک نے مجھے کہا اے چچا کیا ابوجہل کو جانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں! تمہارا اس سے کیا کام ہے اور کیا غرض! اس نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول خدا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں اس کو دیکھ لوں تو میں اس سے اتنے وقت تک الگ نہیں ہوں گا جب تک خود شہید نہ ہو جاؤں یا اس کو

جہنم واصل نہ کردوں۔ دوسری جانب سے دوسرے جوان نے دریافت کیا کہ ابوجہل کو جانتے ہو اور پہلے کی مانند اپنے جذبات عشق مصطفوی کا مظاہرہ کیا اور دشمنان مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھ قلبی غیظ و غضب اور شدت و سختی کا اظہار کیا۔ تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ ابوجہل لوگوں میں گردش کرتا اور چکر لگاتا ہوا نظر آیا تو میں نے ان دونوں شمع نبوت کے پروانوں اور عظمت مصطفےٰ کے پاسبانوں سے کہا۔ کیا اس شخص کو دیکھتے نہیں ہو۔ یہ ہے وہ بدبخت جس کا پتا تم پوچھ رہے تھے۔ یہ سنتے ہی وہ شاہین کی طرح اس پر شکار پر جھپٹے اور پلک جھپکنے کی دیر میں اس پر وار کر کے اس کو واصل جہنم کر دیا اور ٹھنڈا کر دیا۔ محبوب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ان کو بدترین دشمن کے ٹھکانے لگا دینے کا مژدہ سنایا اور ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ آپ نے ان کی تلواروں کو دیکھ کر فرمایا۔ ہاں تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے (کیونکہ ہر ایک نے اس کو کاری زخم لگایا ہے) لیکن ابوجہل کے ساز و سامان کا فیصلہ معاذ بن عمرو بن الجموح کے حق میں کیا اور معاذ بن عفراء کو اس میں شریک نہ فرمایا (کیونکہ قتل میں درحقیقت موثر وار حضرت معاذ بن عمرو رضی کا تھا) (بخاری و مسلم)

حضرت ابو عبیدہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ابوجہل کے پاس پہنچا وہ ہلاکت کے قریب تھا اور اس کا پاؤں شدید زخمی تھا اور وہ تلوار ہاتھ میں لے کر اس وقت بھی اپنا دفاع کر رہا تھا اور لوگوں کو اپنے آپ سے دور رکھے ہوئے تھا۔ میں نے اس کو پکڑا اور اس کا سر قلم کر دیا اور قتل سے پہلے اسے کہا۔ اے دشمن خدا الحمدللہ کہ تجھے اللہ تعالےٰ نے رسوا اور ذلیل کیا۔ اس نے کہا (اپنی فرعونیت کا عجب مظاہرہ کیا) کیا ہوا ایک آدمی کو اس کی قوم نے قتل کر دیا۔ میں نے اس پر اپنی تلوار سے وار کرنا شروع کیا مگر تلوار کوئی خاص کارآمد نہیں تھی بمشکل اس کا ہاتھ زخمی ہوا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ میں نے اس تلوار کو اٹھا کر اس کا سر قلم کر دیا۔ پھر میں خوشی خوشی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور گویا میں زمین سے اوپر اٹھا ہوا تھا اور پاؤں زمین پر نہیں لگ رہے تھے۔ میں نے آپ کو اس دشمن کی ہلاکت اور تباہی کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ الذی لا الہ الا ھو؟ کیا اس خدا کی قسم کھا کر یہ خبر دے رہے ہو جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور اس کلام مبارک کو تین مرتبہ دوہرایا میں نے عرض کیا اس خدا کی قسم کھاتے ہوئے عرض کر رہا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ اٹھے اور پیدل چلتے ہوئے اس کے اوپر جا کھڑے ہوئے اور فرمایا الحمد للہ الذی اخزاک یا عدو اللہ۔ اس خدائے قدوس کے لیے حمد و ثنا ہے جس نے اے دشمن خدا تجھے ذلیل و رسوا کیا۔ پھر ارشاد فرمایا یہ اس امت کا فرعون تھا۔

حضرت عطیہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قتال بدر سے فارغ ہوئے تو جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے گھوڑے پر سوار تھے۔ زرہ جسم اقدس پر سجائے ہوئے تھے اور نیزہ ہاتھ میں تھامے ہوئے اور سر مبارک گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا۔ عرض کیا اے ستودہ صفات اور محمود خصال اللہ تعالےٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں۔ آپ سے جدا مت ہونا کیا آپ مجھ پر راضی ہیں اور ہماری اس خدمت سے خوش ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں ہاں میں راضی ہوں بالکل راضی ہوں تب وہ واپس تشریف لے گئے۔

ساتواں باب

مقتولین بدر ویران گڑھے میں

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صنادید قریش میں سے چوبیس سرداروں کو بدر کے ویران اور پلید کنوئیں میں پھینکنے کا حکم دیا اور آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب کسی قوم پر غالب آتے تو میدان جنگ میں تین دن تک قیام فرما رہتے (تاکہ جلاوت وجرات کا اظہار بھی ہو، اور مجاہدین اور ان کی سواریاں آرام وسکون بھی حاصل کر لیں اور محل نعمت میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ بھی ادا کیا جائے) جب تیسرا دن ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر پالان رکھنے کا حکم دیا پھر آپ چلے اور آپ کے صحابہ آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ انہوں نے یہ سوچا تھا کہ آپ کسی اپنی ذاتی حاجت کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں لیکن آپ اس کنوئیں کے کنارہ پر جا کر کھڑے ہو گئے اور ان سرداروں اور ان کے آباء کا نام لے کر پکارنے لگے یا فلاں ابن فلاں اور یا فلاں ابن فلاں کیا تمہیں یہ بات اچھی لگ رہی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہم نے تو اللہ تعالیٰ کے وعدہ نصرت اور فتح مندی کو برحق پایا ہے کیا تم نے بھی اللہ کا وعدۂ عذاب اور وعید نار کو برحق پا لیا ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ما تکلم من اجساد لا ارواح لھا فیھا آپ ایسے مردار اجساد سے کیا کلام فرما رہے ہیں جن میں ارواح تو ہیں ہی نہیں۔ (نہ وہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں تو ان سے کلام کرنے اور انہیں خطاب کرنے سے کیا فائدہ؟) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میری کلام اور گفتگو کو تم اُن سے زیادہ نہیں سُن رہے ہوع۱ (بلکہ جس طرح تم سن رہے ہو وہ بھی اسی طرح سن رہے ہیں) قتادہ نے (ان کے سماع کی مدار اور علت وسبب بیان کرتے ہوئے فرمایا) کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو حیات اور زندگی دے دی اور سننے سمجھنے کی صلاحیت عطا فرما دی تاکہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سنیں اور ان کو سرزنش ہو اور ذلت و رسوائی حاصل ہو اور غیظ وغضب خداوندی کا اظہار ہو اور ان کو حسرت وندامت حاصل ہو۔ (بخاری ومسلم)

ع۱ یہ حدیث شریف بخاری ومسلم کی متفق علیہ ہے جس سے اہل قلیب (کنواں) کفار ومشرکین کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نداء و خطاب کا علم اور سماع وفہم اور ادراک وشعور ثابت ہو رہا ہے اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ میّت دفن کر کے لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے اور اسی طرح آنحضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بقیع کی زیارت کرتے وقت خطاب فرمانے اور سلام دینے سے بھی سماع سلام وکلام اور فہم وادراک اور شعور واحساس کا واضح ثبوت ملتا ہے کیونکہ اگر مردہ سُنتا، سمجھتا نہ ہو تو اسے سلام دینا اور خطاب کرنا غیر معقول، عبث اور بے فائدہ ہے اور جناب رسالت مآب علیہ السلام عبث اور بے فائدہ امور کے ارتکاب اور غیر معقول افعال واعمال

آٹھواں باب

غزوہ بنی قینقاع

یہ غزوہ ہجرت کے بیسویں ماہ نصف شوال میں وقوع پذیر ہوا۔ بنی قینقاع یہودی تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصالحت اور عہد و پیمان کر رکھا تھا مگر غدر سے کام لیا اور عہد کو توڑ دیا (تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے خلاف کارروائی فرمائی۔ اور ان کی سرکوبی کے لیے لشکر لے کر چلے آپ کا عَلَم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے اُن کے علاقہ میں پہنچ کر اُن کا محاصرہ فرمالیا تو وہ بے بس ہو کر آپ کے حکم پر قلعہ بندی توڑنے اور باہر آنے پر رضامند ہو گئے۔ آپ نے فیصلہ یہ فرمایا کہ تمہارے جملہ اموال میرے ملک میں ہیں (اور میرے مجاہدین کی ملکیت میں) اور تمہارے بیوی بچے تمہارے ملک میں ہیں، مجاہدین ان کو لونڈیاں اور غلام نہیں بنائیں گے۔ اس غزوہ پر روانگی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ

کے ارتکاب سے منزہ و مبرا ہیں لہذا واضح ہو گیا کہ مشرکین و کفار جب سن اور سمجھ سکتے ہیں تو اہل اسلام و ایمان بطریق اولیٰ علی الخصوص صالحین و شہداء اور صدیقین و کاملین خصوصاً انبیاء و مرسلین اور خصوصاً سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ لہذا انکار سماع اموات و اہل قبور لغو و باطل ہے اور ان احادیث صحیحہ صریحہ اور متفق علیہ کے خلاف، شیخ محقق فرماتے ہیں: بالجملہ کتاب و سنت مملو و مشحون اند باخبار و آثار کہ دلالت می کنند بر وجود علم مر موتیٰ را بدنیا و اہل آن پس منکر نشود آں را مگر جاہل باخبار و منکر دین۔ اشعۃ اللمعات جلد سوم صد ۴۲۲۔ مختصر یہ ہے کہ کتاب و سنت ایسے دلائل سے بھرپور ہیں جو موتیٰ اور اہل قبور کے دنیا اور اہل دنیا سے متعلق علم و ادراک پر دلالت کرتے ہیں لہذا ان کے ادراک و علم کا منکر وہی ہو سکتا ہے جو ان اخبار و روایات سے بے خبر ہو یا منکر دین ہو۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں بالجملہ انکار شعور و ادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن او شبہ نیست فتاویٰ عزیزیہ جلد اوّل صد ۹۱، ۹۲ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اموات کے ادراک و شعور کا انکار بالفرض کفر نہ بھی ہو تو اس کے الحاد اور بدینی ضلالت و گمراہی میں ذرہ بھر شبہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت قتادہ کے قول میں اس تخصیص پر کوئی قرینہ موجود نہیں ہے کہ صرف اہل قلیب سُن سکتے تھے اور کوئی نہیں سُن سکتا یا یہ محض بطریق اعجاز سن رہے تھے اور بغیر معجزہ و کرامت کے نہیں سُن سکتے بلکہ اس میں مدار سماع و ادراک بیان کی گئی ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جملہ اموات کی طرف ان کے ارواح لوٹائے جاتے ہیں اور ایک مخصوص ربط و تعلق ارواح و اجساد میں پیدا کر دیا جاتا ہے جس سے الم عذاب یا لذت ثواب محسوس کرتے ہیں اور جب یہ مدار عام اموات میں متحقق ہے تو اس پر دائرہ سماع و ادراک بھی جملہ اموات میں متحقق ہوگا واللہ و رسولہ اعلم۔ اس موضوع پر ہم نے تفصیلی بحث جلاء الصدور فی سماع اہل القبور میں کی ہے یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ (محمد اشرف)

وسلم نے مدینہ منورہ میں حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا۔ ف

نواں باب

غزوہ سویق

یہ غزوہ ہجرت کے بائیسویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا۔ اس موقعہ پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنایا۔

اس غزوہ کا موجب یہ تھا کہ ابوسفیان نے (میدان بدر میں ذلت آمیز اور عبرتناک شکست کھانے کے بعد) یہ قسم کھا رکھی تھی۔ کہ میں کوئی چکنائی والی چیز استعمال نہیں کروں گا (گھی، زیتون وغیرہ) جب تک کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے بدلہ نہ لے لوں چنانچہ وہ اس قسم کو پورا کرنے کی غرض سے مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا۔ دو آدمیوں کو شہید کر ڈالا اور چند مکانوں کو آگ لگا دی اور اس طرح بزعم خویش اسنے اپنی قسم پوری کر لی اور بھاگ کھڑا ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی اطلاع ملی تو آپ اس کے تعاقب میں نکلے۔ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا علم ہوا تو پاؤں سر پر رکھ کر بھاگے اور اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ساز و سامان پھینکنے لگے حتیٰ کہ سویق (بھنے جوؤں کے آٹے) کی بوریاں بھی پھینکتے جا رہے تھے۔ چنانچہ اہل اسلام نے ان کو اٹھا لیا اور واپس ہوئے جب کہ ابوسفیان بھاگ نکلنے میں کامیاب رہا۔

دسواں باب

غزوہ قرقرۃ الکدر

یہ غزوہ ہجرت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے تیئیسویں مہینہ میں واقع ہوا۔ اس موقعہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ف یہ خلافت، وقتی اور نیابت عارضی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر ختم ہو جاتی تھی۔ لہذا اس سے نہ حضرت ابو لبابہ کی خلافت مطلقہ پر استدلال کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی دوسرے صحابہ کی خلافت مطلقہ پر جن کو وقتاً فوقتاً شرف نیابت بخشا گیا لہذا جن حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس عارضی نیابت و خلافت کو علی الاطلاق خلافت و حکومت کی دلیل بنا لیا ہے ان کا یہ استدلال قطعاً بے بنیاد ہے۔ فافہم (محمد اشرف)

نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ساتھ اس مہم پر روانہ ہوئے آپ کا لواء مبارک حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ اس غزوہ میں اہل اسلام کامیاب رہے اور تقریباً پانچ صد اونٹ مال غنیمت کے طور پر ہاتھ لگے اور پھر مدینہ منورہ کی طرف واپس ہوئے۔

گیارھواں باب

غزوہ غطفان

یہ غزوہ ہجرت کے پچیسویں مہینہ میں واقع ہوا۔ اس موقعہ پر آپ نے فرمایا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنایا۔ اس غزوہ کا باعث یہ تھا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ قبیلہ غطفان کی بھاری جمعیت اہل اسلام کے خلاف کارروائی پر تلی ہوئی ہے۔ آپ جوابی کارروائی کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر نکلے تو وہ بھاگ گئے۔ واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے آرام فرما تھے (اور دوسرے صحابہ بھی ادھر ادھر سایہ دار درختوں کے نیچے قیلولہ کر رہے تھے) کہ غورث بن حارث آگیا اور تلوار ہاتھ میں لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا اب آپ کو میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ (آپ نے اس صعب ترین اور انتہائی سنگین صورتحال میں رب تبارک وتعالیٰ کی نصرت وامداد پر توکل اور بھروسا سے کام لیتے ہوئے فرمایا) میرا رب تبارک وتعالیٰ مجھے تیرے ہاتھ سے بچانے والا ہے (اتنا سننا تھا کہ غورث کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اور بدن لرزنے لگا) تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھا کر فرمایا۔ اب بتلاؤ تجھے میرے ہاتھ سے بچانے والا کون ہے؟ تو اس نے کہا سوائے جناب والا کی کرم گستری اور عفو و درگذر کے کوئی بچاؤ کی صورت نہیں ہے تو آپ نے اس سے درگذر فرمادیا) اور وہ اسلام لے آیا۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خیر وعافیت سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے۔

بارھواں باب

غزوہ بنی سلیم

یہ غزوہ ہجرت نبویہ کے ستائیسویں ماہ فرع کے قریب وقوع پذیر ہوا۔ اور اس کا موجب یہ تھا کہ آپ کو اطلاع ملی

کہ بنی سلیم کی ایک جماعت وہاں موجود ہے جو بُرے عزائم رکھتے ہیں۔ آپ ان کی سرکوبی کے لیے نکلے تو وہ منتشر ہو گئے۔

تیرھواں باب

غزوۂ اُحد

جب میدان بدر سے شکست کھا کر بھاگ نکلنے والے مشرک مکہ مکرمہ پہنچے تو وہ قافلہ سامان تجارت کا دار الندوۃ کے دروازہ پر موقوف پایا جو ابوسفیان اپنے ہمراہ شام سے لایا تھا اور اہل اسلام کے حملہ سے بچا کر مکہ مکرمہ پہنچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اشراف قریش ابوسفیان کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے دلوں کی خوشی اور آنکھوں کی ٹھنڈک اسی میں ہے کہ اس سازوسامان کی منفعت سے ایک لشکر کی تیاری کریں جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف کارروائی کرے اور شکست کا بدلہ لے۔

ابوسفیان بولا میں پہلا شخص ہوں جو اس دعوت پر لبیک کہتا ہوں۔ اور سبھی بنو عبد مناف میرے ساتھ ہیں اس قافلہ میں ہزار اونٹ تھے جو کہ سازوسامان سے لدے ہوئے تھے اس کو بیچا تو پچاس ہزار دینار جمع ہوئے جس شخص کا اس مال تجارت میں حصہ تھا اس کو اس کا سرمایہ لوٹا دیا گیا اور منافع کو الگ کر لیا گیا اور تمام اہل عرب کو جنگ کی تیاری اور میدان جنگ کی طرف نکلنے کے لیے دعوت دی گئی اور اس پر بھی اتفاق ہو گیا کہ عورتیں بھی ہمراہ ہونی چاہئیں تاکہ وہ ان کو (مسلمانوں کے ہاتھوں اپنی گرفتاری اور ذلت کا واسطہ دے کر اور بدر کے مقتولین کا واسطہ دے کر) شدید ترین جنگ لڑنے اور سخت ترین کارروائی کرنے پر برانگیختہ کریں۔

چنانچہ قریش تین ہزار کی تعداد میں نکلے۔ اُن کے ساتھ ابوعامر راہب تھا، سات سو زرہ پوش، دو سو گھوڑے، تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں تھیں، یہ لشکر چلتا ہوا ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچا۔

مدینہ منورہ میں صورتحال یہ تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ چند دوسرے ساتھیوں کے ساتھ پہرہ دے رہے تھے اور دوسری جگہوں پر بھی صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ کی نگرانی اور حفاظت کر رہے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مبارک یہ تھی کہ مدینہ منورہ میں ہی دشمن کا انتظار کیا جائے اور یہیں جوابی کارروائی کی جائے مگر بعض نوعمر حضرات جو بدر میں شمولیت نہیں کر سکے تھے۔ اور جذبۂ شہادت سے سرشار تھے اُن کی رائے یہی تھی کہ باہر نکل کر جنگ لڑی جائے تاکہ ہمیں مرتبہ شہادت مل سکے۔ آپ نے نماز جمعہ ادا فرمائی، پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو وعظ و نصیحت فرمائی اور مقدور بھر سعی و اجتہاد کا امر فرمایا، پھر نماز عصر ادا

فرمائی اور گھر تشریف لے گئے آپ کے ہمراہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما تھے۔ انہوں نے آپ کو لباس جنگ پہنے میں اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے دستار بندھوائی۔ لباس پہنایا چنانچہ لوگوں کی صفیں بندھ گئیں تو آپ باہر تشریف لائے جب کہ آلات حرب اور سامان قتال ہمراہ تھا۔ خود سر پر رکھا ہوا تھا تلوار حمائل کی ہوئی تھی اور ڈھال کو پس پشت لٹکایا ہوا تھا اور تین علم بندھے ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ میں عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا پھر گھوڑے پر سوار ہوئے، کمان کو گلے میں لٹکایا اور اس کا درمیانی حصہ دست اقدس میں لیا اور مجموعی طور پر سو شخص زرہ پوش تھے۔

اس موقع پر عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ علیحدہ ہو گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف سات سو مجاہدین رہ گئے۔ آپ احد پہاڑ اپنے پیچھے چھوڑتے ہوئے قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور صفوف مجاہدین کو ترتیب دیا اور پچاس تیر انداز پہاڑ کے ایک درہ پر مقرر فرمائے۔

مشرکین نے اپنی صف بندی کرتے ہوئے خالد بن ولید کو (جو ابھی مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے اور مشرکین کے ساتھ تھے) میمنہ پر مقرر کیا اور عکرمہ بن ابی جہل کو میسرہ پر اور گھوڑ سواروں کی قیادت صفوان بن امیہ کے سپرد کی اور ساتھ ہی ان کی عورتوں نے دف بجا کر گانا شروع کیا اور سپاہیوں کو جرأت دلانے لگیں اور کہنے لگیں ؎

(۱) نحن بنات طارق۔ نمشی علی النمارق + والمسك فی المفارق۔۲۔ ان تقبلوا نعانق وان تدبروا نفارق۔

فراق غیر وامق

ترجمہ:- ہم طارق کی بیٹیاں ہیں جو کہ نرم و نازک بچھونوں اور گدوں پر چلنے والی ہیں۔ کستوری سے ہماری مانگیں مہک رہی ہیں۔ اگر آگے بڑھ کر حملہ کرو گے تو ہم تم سے معانقہ کریں گی اور تمہیں پیارے گلے لگائیں گی اور اگر پیٹھ پھیر دو گے تو تم سے جدا ہو جائیں گی اور پھر تمہیں کبھی منہ نہیں لگائینگی اور ایسی جدائی اختیار کریں گی کہ محبت و تعلق کا ادنیٰ رشتہ بھی برقرار نہیں رکھیں گی جب اہل اسلام نے بھرپور حملہ کیا تو مشرکین کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مسلمان مال غنیمت لوٹنے لگے اور تیر اندازوں کی جس جماعت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درہ پر مقرر کیا تھا وہ بھی مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے۔

جوں ہی خالد بن ولید نے درہ کو خالی دیکھا تو گھوڑ سوار جماعت کے ساتھ حملہ کر دیا اور عکرمہ نے بھی اس کا ساتھ دیا چنانچہ اہل اسلام کی صفیں ٹوٹ گئیں اور ابلیس لعین نے اعلان کیا کہ (نعوذ باللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو گئے ہیں۔ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ہمراہ ثابت قدمی سے جنگ لڑتے رہے اور آپ کے سامنے والے چار دانت مبارک میں سے ایک نچلے دانت مبارک کا کنارہ ٹوٹ گیا۔ ابن قمئہ نے پتھر مارا تھا جس سے دانت مبارک بھی ٹوٹا، ناک مبارک زخمی ہوا اور چہرہ اقدس پر چوٹ آئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن خلف پر نیزہ کا وار فرمایا اور وہ اس زخم سے ہلاک ہو گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ البتہ تحقیق میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں

اور بائیں دو شخص دیکھے جو سفید لباس زیب تن کیے ہوئے تھے اور آپ کا سخت ترین دفاع کر رہے تھے میں نے ان کو نہ اس سے پہلے دیکھا اور نہ اس کے بعد۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک کا جب کنارہ ٹوٹا اور چہرہ اقدس زخمی ہوا۔ تو آپ چہرہ اقدس سے خون کو پونچھتے ہوئے فرمارہے تھے۔

کیف یفلح قوم خضبوا وجہ نبیھم بالدم وھو یدعوھم الی اللہ تعالیٰ۔

وہ قوم کس طرح فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون آلود کیا حالانکہ وہ انہیں اللہ تعالےٰ کی طرف بلاتے ہیں تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

لیس لک من الامر شیئی او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون۔ (مسلم شریف)

آپ کے لیے امر تکوین میں سے کوئی شئی ثابت نہیں ہے (لہٰذا یہ معاملہ خالق قدیر کے سپرد فرماتے ہوئے صبر سے کام لیں) یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ ان کو توبہ کی توفیق دے یا ان کو عذاب میں مبتلا کرے کیونکہ وہ بہت بڑے ظلم پیشہ ہیں اور جفاکیش۔ ف

ابوالبشر مازنی سے مروی ہے کہ میں احد کے دن حاضر تھا جبکہ ابھی نوخیز تھا۔ میں نے ابن قمئہ کو دیکھا کہ وہ تلوار لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر کھڑا تھا اور آپ اپنے کندھے کے بل ایک گڑھے میں گر چکے تھے جو آپ کے سامنے تھا اور لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ میں نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپکی طرف دوڑتے ہوئے دیکھا۔ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ کو گود میں لیے ہوئے ہیں حتیٰ کہ آپ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

ابن یوسف فریابی سے منقول ہے کہ مجھے یہ خبر اور روایت موصول ہوئی ہے کہ جن لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک توڑا تھا ان کا جو بچہ بھی پیدا ہوا اس کا دانت اسی طرح ٹوٹا ہوا ہوتا تھا اگرچہ وہ مشرف باسلام ہو چکے تھے مگر اللہ تعالےٰ کی طرف سے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی جانے والی ایذا اور تکلیف کا بدلہ اسی طرح لیا جاتا رہا اور وہ نشان ان میں برقرار رکھا گیا۔

زبیر بن بکار سے منقول ہے کہ امیہ بن خلف بدر میں قتل ہو گیا تھا اور اس کا بھائی ابی بن خلف اس دن قید کر لیا گیا تھا جب اس کا فدیہ دے کر اس کو چھڑا لیا گیا تو اس نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میرے پاس ایک گھوڑا ہے جس کو روزانہ مکئی کا ایک فرق (پیمانہ) ڈال رہا ہوں تاکہ اس پر سوار ہو کر آپ کو قتل کروں (العیاذ باللہ) تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

ف۔ لفظ امر کبھی نہی کے مقابل استعمال ہوتا ہے کبھی بمعنی فعل اور کبھی ایجاد و تخلیق کے معنی میں پہلے دو معانی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کرنا ممکن نہیں کیونکہ آپ آمر و ناہی بھی ہیں اور فرائض رسالت و عبودیت کو بجالانے والے لہٰذا یہاں فقط امر تکوین و ایجاد کی نفی ہے اور ان کے معاملہ کو اللہ تعالےٰ کے سپرد فرمانے کی تلقین۔ فافہم محمد اشرف

نے اس کو فرمایا (تو مجھے بالکل قتل نہیں کر سکتا) بلکہ انشاء اللہ العزیز میں تجھے قتل کروں گا۔

جب جنگ احد کا دن تھا اور مسلمان وقتی طور پر پسپا ہو کر احد کی گھاٹی کی طرف پھر گئے۔ ابی بن خلف نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا تو شدید ترین حملہ کیا حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ فرمایا اور آپ کے پاس ایک نیزہ تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے دست اقدس میں لیا اور ابی بن خلف کو چنبر والی ہڈی کی جگہ مارا وہ زخمی ہو کر گر پڑا۔ مشرکین نے اس کو اٹھایا اور کھڑا کر دیا۔ جب کہ وہ درد سے کراہ رہا تھا اور آواز ایسی تھی جیسے ذبح کے وقت جانور آواز نکالتا ہے۔ مشرکین کہنے لگے۔ تجھ پر کوئی خوف و خطر نہیں ہے۔ اس نے کہا کیا انہوں نے مجھے کہہ نہیں دیا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اٹھالیا حتیٰ کہ مرالظہران میں مکہ سے چند میل کی مسافت پر جہنم واصل ہوا۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے امیہ بن خلف سے کہا میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ آپ تجھے قتل کرنے والے ہیں۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں (کہ امیہ بن خلف اور ابی بن خلف کے قتل میں جو روایات وارد ہیں اُن کے اندر تعارض و تناقض کا جواب یہ ہے کہ) امیہ کو آپ نے میدان بدر میں قتل فرمایا اور ابی بن خلف کو میدان احد میں اور یہ مقصد بھی ہو سکتا ہے کہ امیہ کو دراصل آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قتل فرمایا اور اسی کی آپ نے خبر دی لیکن سبب آمر ہونے کی بنا پر اس قتل کو اپنی طرف منسوب فرمادیا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اُحد کے دن پچاس تیرانداز درہ پر مقرر فرمائے تھے ان پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور فرمایا کہ اگر تم دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹنا جب تک میں تمہیں خود نہ بلاؤں اور اگر دیکھو کہ ہم فتحیاب ہو چکے ہیں اور قوم کفار پر غالب آچکے ہیں تب بھی اپنی جگہ پر ڈٹے رہنا تاوقتیکہ میں آدمی بھیج کر تم کو نہ بلاؤں۔ جب اہل اسلام نے کفار کے لشکر کو پسپا کر دیا اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے حتیٰ کہ میں نے قسم بخدا کفار کی گانے بجانے والی اور ان کو جرأت دلانے والی عورتوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑ پر چڑھنے کے لیے چادریں اوپر اٹھا کے بھاگ رہی تھیں اور ان کی پنڈلیاں اور پازیبیں نظر آرہی تھیں تو حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا چلو مال غنیمت لوٹو اور اسے جمع کرو۔ تمہارے ساتھی غالب آچکے ہیں۔ اب یہاں کھڑے ہو کر انتظار کرنے کا کیا مطلب تو حضرت ابن جبیر نے فرمایا کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھول گئے ہو؟ انہوں نے کہا ہم ضرور اپنے ساتھیوں کے پاس چلیں گے اور اموال غنیمت جمع کریں گے اور ان کے حصول میں توقف نہیں کریں گے۔

جب نیچے اترے اور صحابہ کے ساتھ آملے تو کفار نے پلٹ کر حملہ کر دیا) اور اہل اسلام اچانک جوابی کاروائی سے حیران رہ گئے اور فوری طور پر صف بندی نہ کر سکے اور ادھر ادھر منتشر ہو کر رہ گئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ شخص رہ گئے یعنی دوسرے حضرات دوسری جگہوں پر لڑ رہے تھے جبکہ بعض میدان کو چھوڑ بھی گئے تھے۔ الغرض کفار نے ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کو

شہید کردیا اور بدر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سو چالیس کفار کو زک پہنچائی تھی جن میں سے ستر قتل ہو گئے تھے۔ اور ستر قیدی بنا لیے گئے تھے۔

ابوسفیان نے وقتی کامیابی پر اتراتے ہوئے بلند آواز سے پکار کر تین مرتبہ پوچھا کیا قوم مسلم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جواب دینے سے منع فرما دیا پھر اس نے پوچھا کیا قوم مومنین میں ابوبکر بن ابی قحافہ ہیں؟ تین مرتبہ اس سوال کو بھی دہرایا پھر تین مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا۔ جب جواب نہ ملا) تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ یہ سبھی قتل ہو گئے ہیں اور اے قوم قریش تمہاری آئندہ کے لیے کفایت کر دی گئی ہے یعنی یہ آخری جنگ ثابت ہوئی ہے۔ اب مسلمان العیاذ باللہ ختم ہو کر رہ گئے ہیں ؏

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی یہ بات سن کر ضبط نہ کر سکے اور فرمانے لگے۔ اے دشمن خدا بخدا تو جھوٹ بول رہا ہے۔ اور جن کا نام لے کر تو نے سوال کیا ہے وہ سبھی زندہ ہیں اور تیری سرکوبی کے لیے باقی ہیں۔ اس نے کہا آج میری سرکوبی نہیں کی اور مجھے شدائد و مشکلات میں مبتلا نہیں کر سکے (تو آئندہ کیا کریں گے) اور پھر اُعل ھبل اعل ھبل کا رجز پڑھنے لگا۔ اے ہبل بت تو سربلند ہو اے ہبل بت تو سربلند ہو کہ تیرے پجاری اور عبادت گذار سربلند ہو گئے اور کامیاب و کامران ہو گئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم اس کو جواب نہیں دیتے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ اس طرح کہو اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم۔ اللہ تعالیٰ ہمارا ناصر اور مددگار ہے اور تمہارے لیے کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے۔ ف

؏۔ ابوسفیان کے اس جملہ ھولاء قد قتلوا وقد کفیتموھم" سے یہ بات واضح ہے کہ کفار و مشرکین کی نگاہوں میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان دو حضرات کا مقام کیا تھا یہی کہ وہ زندہ ہیں تو اسلام باقی ہے اسی لیے ان کے متعلق سوال کیا اور جواب نہ ملنے پر اس کو کفر کی دائمی فتح قرار دیا کفار و مشرکین کی رائے اور نظریہ و خیال تو یہ ہے۔ اگر اسلام کے دعویدار ان کی عظمت کو نہ جانیں اور نہ پہچانیں تو بہت ہی افسوس کا مقام ہے: محمد اشرف۔

ف: ابوسفیان نے قبل از اسلام اس فتحمندی پر اتراتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی بجائے اپنے ہبل بت کی سربلندی کا نعرہ بلند کیا اور اس کامیابی کو اس کی کامیابی و سربلندی قرار دیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کبھی اللہ تعالیٰ کا نام تو لے لیتے تھے مگر در اصل اپنا کارساز و حاجت روا صرف اپنے معبودان باطلہ کو ہی قرار دیتے تھے نہ کہ ان کو واسطہ و وسیلہ مانتے تھے۔ لہٰذا اہل اسلام کے اعتقاد توسل و استعانت کا کفار کے ہاں قطعاً کوئی تصور نہیں ملتا۔ مزید تحقیق شاہ عبدالعزیز کے فتاویٰ عزیزیہ جلد ص پر ملاحظہ فرمادیں یا جلاء الصدور ص پر۔ (محمد اشرف غفرلہ)

چودھواں باب

غزوہ حمراء الاسد

یہ غزوہ ہجرت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بتیسویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب اہل اسلام اُحد سے لوٹے تو رات کو زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے رہے، جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح ادا فرمائی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کریں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دشمن کا تعاقب کرنے کا امر فرما رہے ہیں اور جو لوگ کل جنگ میں شامل تھے صرف وہی ہمارے ساتھ کفار کے تعاقب میں نکلیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ پر اس حال میں نکلے کہ چہرہ اقدس زخمی تھا اور ہونٹ مبارک بھی زخمی حمراء اسد کے مقام پر لشکر کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ جب ابوسفیان کو اہل اسلام کے تعاقب کا علم ہوا تو بھاگ کھڑا ہوا اور دل میں مدینہ منورہ پر چڑھائی کر کے ضرب کاری لگانے کا جو خیال فاسد کیا تھا اس کو عملی جامہ پہنانا تو درکنار اپنی جان بچانے میں عافیت سمجھی۔ تب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

پندرھواں باب

غزوہ بنی النضیر

یہ غزوہ ہجرت کے سینتیسویں سال وقوع پذیر ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بنو النضیر کے ہاں تشریف لے گئے اور اُن کے ساتھ ان دو شخصوں کی دیت کے معاملہ میں امداد دینے کے لیے بات چیت کی جن کو آپ نے امان دی تھی اور عمرو بن امیہ نے ان کو قتل کر دیا تھا تو انہوں نے کہا ہم ضرور آپ کی اعانت کریں گے۔

عمرو بن جحاش نے کہا میں مکان کی چھت پر چڑھ جاتا ہوں جس کی دیوار کے سایہ میں آپ بیٹھے ہیں اور اوپر سے پتھر گرا کر آپ کو العیاذ باللہ قتل کر دیتا ہوں۔ سلام بن مشکم نے کہا ایسا ہرگز نہ کرو۔ ان کو تمہارے اس بُرے ارادہ سے آگاہ کر دیا جائے گا اور پھر تمہارے خلاف سخت کاروائی کریں گے اور تمہیں کوئی ٹھکانہ نہیں ملے گا وہ باز نہ آیا اور اس بُرے ارادہ کی تکمیل کے لیے مکان پر چڑھا، ادھر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطلع کر دیا گیا۔ آپ فوراً مدینہ طیبہ پہنچے اور ان کی طرف آدمی بھیجا کہ فوری طور پر میرے شہر سے نکل جاؤ۔ دس دن کی مہلت ہے۔ اس میں تیاری کر لو اور ساز و سامان

لے جانے کا بندوبست کر لو ۔

جب عبداللہ بن ابی منافق کو اس امر کی اطلاع ملی تو اس نے ان کے پاس آدمی بھیجا کہ جلاوطنی اختیار نہ کرنا کیونکہ میرے ساتھ دو ہزار آدمی ہیں کچھ میری قوم سے اور کچھ دوسرے لوگوں میں سے جو تمہاری ہر طرح مدد کریں گے علاوہ ازیں بنو قریظہ اور قبیلہ غطفان کے تمہارے حلفا بھی ہیں جو امداد و تعاون میں کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔ چنانچہ حیی نے اس طمع پر دکہ اتنے لوگ ہماری مدد کرنے والے ہیں، ہمیں کون اپنے گھروں سے نکال سکتا ہے) نکلنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بنو النضیر کے خلاف کارروائی کے لیے ان کے علاقہ کی طرف نکلے۔ آپ کا علَم حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ مدینہ منورہ پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ بنو النضیر قلعہ بند ہو گئے اور اندر سے تیر اور پتھر پھینکنے لگے۔ ان کی امیدوں کے برعکس نہ بنو قریظہ نے مدد کی بلکہ الگ تھلگ رہے اور نہ ہی عبداللہ بن ابی امداد کو پہنچا بلکہ انہیں ذلیل و رسوا کیا اور نہ غطفانی حلیف ہی کام آئے۔ آپ نے ان کا محاصرہ کیا۔ ان کے کھجوروں کے باغات کاٹنے شروع کر دیے گئے تو انھوں نے مصالحت کے لیے سلسلہ جنبانی کی اور کہا ہم آپ کے علاقہ جات سے نکل جاتے ہیں۔ چنانچہ چھ سو اونٹوں پر جتنا سازوسامان لے جا سکتے تھے لے کر وہاں سے نکل گئے (اور خس کم جہاں پاک کے مصداق وہ علاقہ ان مجسمۂ شر و فساد لوگوں سے پاک ہو گیا) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نکل جاؤ تو تمہاری جان بخشی کر دی جائے گی اور جو کچھ تمہارے اونٹ اٹھا سکیں گے وہ سامان بھی ساتھ لے جانے کا اختیار ہو گا۔ البتہ سامان جنگ اور آلات حرب ساتھ نہیں لے جا سکتے چنانچہ آپ نے ان سے پچاس زرہیں، پچاس خود، تین سو چالیس تلواریں اپنے قبضہ میں لے لیں جو خالص آپ کا حق تھیں یعنی ان کو مجاہدین میں بطور مال غنیمت تقسیم نہیں فرمایا بلکہ ان کو بیت المال میں مجاہدین کی جنگی ضروریات پوری کرنے کے لیے رکھوا دیا تاکہ بوقت ضرورت ضرورتمندوں کو ان سے استفادہ کا موقعہ مل سکے۔

سولھواں باب

غزوہ بدر الموعد

۱ اس غزوہ کا باعث یہ تھا کہ ابوسفیان جب اُحد سے لوٹا تو اس نے کہا اس سال کے اخیر پر تمہارا اور ہمارا مقابلہ بدر صغریٰ کے مقام پر ہو گا۔ جب وقت موعود قریب آیا تو ابوسفیان نے جنگ کے لیے نکلنا پسند نہ کیا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو صحابہ کی معیت میں مقام موعود پر پہنچ گئے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ان کا سامان تجارت بھی تھا اور بدر صغریٰ بازار تھا جو ذوالقعدہ کا چاند دیکھنے پر لگ جاتا اور اس میں خرید و فروخت ہوتی۔ الغرض صحابہ کو ساتھ لے کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے

جبکہ آپ کا علَم حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ ذوالقعدہ کے ابتداء میں وہاں حسب سابق بازار قائم ہوا اور اس میں خرید و فروخت ہوئی اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے نفع اٹھایا۔

ادھر ابو سفیان مکہ مکرمہ سے نکلا مر الظہران پہنچ کر واپس ہو گیا اور کہا یہ قحط اور خشکی والا سال ہے لہذا ہم اس میں جنگ و جدال نہیں کر سکتے)

مجاہد رضی اللہ عنہ نے قول باری تعالیٰ۔ الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم (جن کو لوگوں نے کہا کہ قریش مکہ نے تمہارے خلاف بڑی تیاری کر رکھی ہے) کی تفسیر میں کہا کہ تیاری کرنے والوں سے مراد ابو سفیان ہے جس نے کہا تھا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارا اور ہمارا مقابلہ میدان بدر میں ہوگا جہاں تم نے ہمارے ساتھیوں کو قتل کیا تھا بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس کے وعدہ کے مطابق چلے حتیٰ کہ بدر میں پڑاؤ ڈالا اور بازار لگنے کا موقعہ بھی اتفاق سے وہی تھا (تو وہاں تجارت کی اور منافع حاصل کر کے مراجعت فرما ہوئے) اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فانقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل لم یمسسھم سوء۔ پس رسول خدا علیہ السلام اور اُن کے صحابہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں اور فضل و احسان سے مالا مال ہو کر مراجعت فرما ہوئے جبکہ انہیں کوئی تکلیف اور پریشان کن صورت حال سے دوچار نہ ہونا پڑا۔ یہاں فضل سے مراد تجارت سے حاصل ہونے والے منافع ہیں۔ جہاں سے یہ منفعتیں حاصل کر کے لوٹے وہ مقام بدر صغریٰ کا ہے۔

سترھواں باب

غزوہ ذات الرقاع

یہ غزوہ ہجرت کے سترھویں مہینہ میں واقع ہوا اور اس کا سبب یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ قبیلہ انمار نے آپ کے ساتھ حرب و قتال کے لیے متعدد جماعتیں جمع کر رکھی ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور صحابہ کرام کی معیت میں انمار کے مقام ذات الرقاع میں آپہنچے۔ اس پہاڑ پر چڑھے مگر وہاں سوا چند عورتوں کے اور کسی کو موجود نہ پایا (باقی سب لوگ بھاگ گئے تھے) لہذا انہیں قیدی بنا لیا گیا اور مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ اس غزوہ کو اسی پہاڑ کی نسبت سے غزوہ ذات الرقاع کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں سُرخ سیاہ اور سفید قطعات تھے جو گلیم درویش کی مانند مختلف پیوندوں کا مرقع تھا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ غورث بن الحارث اسی غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا جبکہ آپ اکیلے درخت کے نیچے قیلولہ فرما رہے تھے اور کہا تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ (تفصیلی واقعہ گذر چکا ہے)

اٹھارھواں باب

غزوہ دومۃ الجندل

یہ غزوہ ہجرت کے انچاسویں ماہ یعنی پانچویں سال کے آغاز میں وقوع پذیر ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ اس مقام پر ایک بڑی جمعیت موجود ہے جو ہر رہگذر پر ظلم و ستم کرتی ہے تو آپ ہزار آدمی کی بھاری جمعیت کے ساتھ اس طرف نکلے اور مدینہ منورہ میں سباع بن عرفطہ کو نائب بنایا۔

ان کے مویشیوں اور چرواہوں پر اچانک حملہ فرمایا جو بھاگ گئے بھاگ گئے باقی قید کر لیے اور جانور بھی اپنے قبضہ میں فرما لیے اور مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

انیسواں باب

غزوہ مریسیع

یہ بنی مصطلق کے ایک کنواں کا نام ہے اور ان کا سردار حارث بن ابی ضرار تھا جس نے رسول پاک علیہ افضل الصلوات کے ساتھ جنگ لڑنے کے لیے لشکر تیار کر رکھا تھا لہٰذا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم انکی سرکوبی اور دفاعی کارروائی کیلئے نکلے تھوڑی دیر کے لیے صرف تیروں کا تبادلہ ہوتا رہا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یکبارگی سے بھرپور حملہ کرنے کا حکم دیا۔ تو دشمن کے دس آدمی قتل ہوگئے اور دوسرے قیدی بنا لیے گئے اور مسلمانوں میں سے صرف ایک شخص نے جام شہادت نوش کیا۔ آپ نے ان کے مردوں اور عورتوں کو قید کر لیا اور ساتھ ہی ان کی اولاد و عیال کو جو کہ دو سو گھروں پر مشتمل تھے اور ان کے چارپائے بھی اپنے قبضہ میں کر لیے جو مجموعی طور پر دو ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں تھیں۔

بنی المصطلق کے انہی قیدیوں میں جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بھی قید ہو کر آئیں اور ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اور ان کے چچازاد بھائی کے حصہ میں آئیں۔ اور ایک قول کے مطابق خالص ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے مکاتبہ بنا دیا۔ یعنی رقم مقررہ ادا کر دو اور میری طرف سے آزاد ہو جاؤ۔ انہوں نے بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر بدل کتابت میں تعاون کی اپیل کی۔ آپ نے ان کی طرف سے وہ رقم ادا کر دی اور ان کو آزاد فرما کر ان کو شرف زوجیت سے مشرف فرمایا اور ام المومنین ہونے کا اعزاز بخشا جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ صورت حال دیکھی تو سبھی قیدی اس قبیلہ کے آزاد کر دیے اور

کہنے لگے اب یہ لوگ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سسرالی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ہم ان کو کس طرح قیدی بنائے رکھیں ان کو لونڈیاں اور غلام بنائیں؟ لہٰذا ان میں سے جس کے پاس کوئی فرد تھا سبھی کو آزاد کر دیا گیا۔ (اس لحاظ سے اپنے قبیلہ کے حق میں اُن سے بڑھ کر کوئی عورت خیر و برکت اور عزت و عظمت کا موجب نہیں بن سکی)

بیسواں باب

غزوہ خندق

اس غزوہ کو غزوہ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر کو جلا وطن کر دیا تو اُن کے اشراف و رؤساء کی ایک جماعت مکہ مکرمہ پہنچی۔ قریش کے پاس حاضر ہوئے اور ان کو اہل اسلام کے خلاف جنگ کے لیے نکلنے کا مشورہ دیا اور اپنی طرف سے بھی ان کے ساتھ مل کر جنگ لڑنے کا یقین دلایا۔ پھر وہاں سے چل کر قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے اور بنو سلیم سے بھی ملاقات کی جنگ کے عزم اور عہد و پیمان کے بعد وہاں سے نکلے۔

قریش نے جنگ کے لیے تیاری کی اور ہر ضروری ساز و سامان مہیا کیا جو افراد جمع ہوئے ان کی تعداد چار ہزار تھی جن کے ساتھ تین سو گھوڑے تھے اور ڈیڑھ ہزار اونٹ۔ دار ندوہ میں علم باندھا گیا اور پھر وہاں سے ابو سفیان کی قیادت میں یہ لشکر اہل حق کے ساتھ محاذ آرائی کے ارادہ فاسدہ کے ساتھ نکلا۔

مَرُّالظَّہران کے مقام پر بنو سلیم میں سے سات سو کی جمعیت ان کے ساتھ آملی اور بنو اسد بھی اُن کے ہمراہ نکلے اور قبیلہ فزارہ کے لوگ بھی جو کہ ہزار کی تعداد میں تھے اور قبیلہ اشجع میں سے چار صد افراد اور بنو مرّہ میں سے چار سو افراد نکلے۔ الغرض مجموعی طور پر غزوہ خندق میں شامل ہونے والے کفار و مشرکین کی تعداد دس ہزار تک جا پہنچی اور مختلف قبائل کے اجتماع کی وجہ سے اس کو غزوۂ احزاب بھی کہا گیا۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے مکہ مبارکہ سے چلنے کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا اور ان سے مشورہ لیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر کے ہمراہ جو کہ تین ہزار نفوس پر مشتمل تھا دامن سلع میں پڑاؤ ڈالا۔ خندق کھودنے کا کام چھ دن میں مکمل ہو گیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خندق کھودنے اور مٹی کو باہر منتقل کرنے میں مصروف رہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہمیں رسالتمآب علیہ افضل الصلوٰۃ نے خندق کھودنے کا حکم فرمایا تو خندق کے ایک حصے میں ایک سخت پتھر رونما ہوا جو اتنا سخت تھا کہ اس میں کھدائی کے آلات اثر انداز نہیں ہو سکتے

تھے۔ہم نے بارگاہِ نبوی میں اس کے متعلق عرض کیا تو آپ تشریف لائے۔جب اس کو دیکھا تو چادر مبارک اتار کر رکھی اور گینتی ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی جس سے تیسرا حصہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور فرمایا۔

اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الشام واللہ انی لا بصر قصورھا الحمر الساعۃ۔ اللہ اکبر مجھے شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں بخدا میں شام کے سُرخ محلات کو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔

پھر دوبارہ ضرب لگائی اور دوسری تہائی کو ریزہ ریزہ فرما دیا اور فرمایا۔

اللہ اکبر اعطیت مفاتیح فارس واللہ انی لا بصر القصر الابیض من المدائن۔ اللہ اکبر مجھے فارس کی چابیاں دے دی گئی ہیں بخدا میں مدائن کے سفید محل کو دیکھ رہا ہوں۔

پھر تیسری مرتبہ ضرب لگائی ،نعرۂ تکبیر بلند فرمایا اور فرمایا۔

اعطیت مفاتیح الیمن واللہ انی لا بصر ابواب صنعاء من مکانی ھذہ الساعۃ ۔مجھے یمن کی چابیاں سونپ دی گئی ہیں اور بخدا میں صنعاء کے دروازے اپنی اس جگہ پر کھڑے ہو کر اس وقت دیکھ رہا ہوں۔

سیرت نگار فرماتے ہیں کہ خندق کی جنگ کے موقعہ پر اہل اسلام پر سخت خوف طاری تھا۔بعض لوگ (جن کے دلوں میں مرض نفاق تھا انہوں) نے بزدلی کا مظاہرہ کیا۔بال بچوں اور اہل وعیال کے متعلق خطرہ درپیش تھا اور اموال وامتعہ اور مال ومنال بھی معرض خطر میں تھے اور مشرکین نے خندق کی تنگ جگہ کو عبور کرنے کی کوشش شروع کر دی تاکہ گھوڑوں سمیت اس میں کود جائیں۔چنانچہ ایک جماعت خندق عبور کرنے میں کامیاب بھی ہو گئی۔جن میں عمرو بن عبدِ وُد بھی تھا۔اس نے مقابلہ و مبارزت کے لیے للکارا حالانکہ ستر سالہ بوڑھا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلے اور اُسے ہلاک کر کے جہنم واصل کر دیا۔

صبح کو عظیم لشکر ترتیب دیا جس میں خالد بن ولید بھی تھے اور رات تک جنگ وجدال کو جاری رکھا اور اس دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر اور عصر ادا نہ فرما سکے اور کفار کے متعلق فرمایا۔ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ یعنی نماز عصر سے مشغول کر دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کے گھروں کو یا یوں فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ان کی قبروں کو آگ سے بھرے۔

اس غزوہ کے موقعہ پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام کا تیرہ چودہ شب و روز محاصرہ کیا گیا اور ایک روایت یہ ہے کہ چوبیس دن رات محاصرہ برقرار رہا۔نعیم بن مسعود اسلام لا چکے تھے وہ قریش اور قریظہ کے درمیان پڑ گئے اور ان کے عہد و پیمان کو ختم کرا دیا اور باہمی اختلاف پیدا کر دیا اور ساتھ ہی سخت زوردار آندھی چلنے لگی جس سے سردی ناقابل برداشت حد تک بڑھ گئی خیمے اڑ گئے اور ساز و سامان کا نام ونشان نہیں ملتا تھا الغرض بدحواسی کے عالم میں قائد احزاب ابو سفیان نے کہا تمہارے لیے یہ کوئی ٹھہرنے کے قابل جگہ نہیں ہے۔اونٹ اور گھوڑے بھوک سے مر رہے ہیں،بنو قریظہ نے عہد و پیمان نبھانے سے انکار کر دیا ہے اور ہم جس آندھی اور سخت ہوا کا شکار ہیں وہ تم خود دیکھ رہے ہو۔ لہذا کوچ کرو کیونکہ میں تو کوچ کرنے والا

ہوں۔ (چنانچہ نصرت خداوندی شامل حال ہوئی اور استقامت اہل اسلام کام آئی اور دشمن ناکام و نامراد ہو کر واپس ہوئے اور اس کے بعد کبھی انہیں مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہو سکی، اس غزوہ میں تین کافر مشرک جہنم واصل ہوئے اور چھ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔

اکیسواں باب

غزوہ بنو قریظہ

جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے بھاگ نکلنے کے بعد گھر واپس ہوئے تو جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالے آپ کو حکم فرماتا ہے کہ بنو قریظہ کی طرف چلو میں ان کی طرف جا رہا ہوں اور ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کر دوں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سرکار ابد قرار علیہ السلام غزوہ احزاب سے فراغت پا چکے تو غسل فرمانے کے لیے مقام غسل میں داخل ہوئے ہی تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپہنچے اور عرض کیا کیا آپ نے ہتھیار اتار دیے ہیں؟ فرشتوں نے تو ابھی ہتھیار نہیں اتارے اور ہاں میں بنو قریظہ کی طرف جا رہا ہوں۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ گویا میں دروازے کی دراڑ اور شگاف سے جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھ رہی ہوں جن کے سر اقدس کا گرد و غبار نے احاطہ کیا ہوا تھا یعنی گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا۔

علمار سیر فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کرے کہ سبھی بنو قریظہ کی طرف چلو اور کوئی شخص بھی راستے میں نماز عصر ادا نہ کرے بلکہ سبھی بنو قریظہ میں جا کر ادا کریں۔

آپ نے مدینہ منورہ میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور خود تین ہزار جان نثاروں کی جمعیت کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور ان کا انتہائی سخت محاصرہ فرمایا۔ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آدمی بھیجا کہ ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کو ہماری طرف بھیجیں۔ آپ نے ان کو بھیج دیا۔ انہوں نے مشورہ طلب کیا (کہ اگر ہم قلعہ بندی ختم کریں اور ان کے حکم پر اتر آئیں تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا) انہوں نے ہاتھ سے گلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر وہ سخت نادم ہوئے اور کہا کہ میں نے اللہ تعالے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیانت کی ہے چنانچہ اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا اور جب تک اللہ تعالے نے ان کی توبہ نازل نہ فرمائی وہ اسی ستون کے ساتھ بندھے رہے۔

پھر وہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قلعہ سے اتر آئے (کہ آپ جو بھی چاہیں ہمارے متعلق فیصلہ فرما دیں) آپ نے اُن کے متعلق

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا چنانچہ مردوں کے ہاتھ کندھوں پر باندھ کر ان کو ایک طرف روک دیا گیا اور عورتوں، بچوں کو دوسری طرف اور ان کا ساز و سامان اور مال و متاع جمع کیا گیا جو پندرہ سو تلوار، تین سو زرہ، دو ہزار نیزوں اور پانچ لوہے اور لکڑی وغیرہ کی ڈھالوں پر مشتمل تھا اور اونٹ جو کہ پانی کھینچنے کے کام آنے والے تھے۔

قبیلہ اوس چونکہ ان کا حلیف تھا لہذا انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بنو قریظہ ہمیں ہبہ فرما دیں اور ان کا معاملہ ہمارے سپرد فرما دیں۔ آپ نے ان کا معاملہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ رئیس اوس کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے فیصلہ اس طرح کیا کہ جن لوگوں نے بھی آپ کی مخالفت میں احزاب کا ساتھ دیا اور ان کا تعاون کیا ہے ان سب مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ ان کے مویشی مال غنیمت بنائے جائیں اور بچوں عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے اور اموال مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اے سعد تم نے ان کے متعلق وہی حکم دیا۔ ہے جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے ان کے متعلق حکم دیا۔ تیری قضا و قضاء باری تعالیٰ کے عین مطابق ہے۔

بائیسواں باب

غزوہ بنی لحیان

یہ غزوہ بھی ربیع الاول میں ہجرت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے چھٹے سال وقوع پذیر ہوا۔ یہ لوگ قبیلہ غفار کے پہلو میں رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر چڑھائی فرمائی تو وہ پہاڑوں میں ادھر ادھر بھاگ گئے۔ بعد ازاں رسول کریم علیہ السلام مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

تئیسواں باب

غزوہ غابہ

یہ غزوہ بھی ربیع الاول چھ ہجری میں واقع ہوا اور اس کا باعث یہ تھا کہ عُیینہ بن حصن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چراگاہ میں موجود شیر دار اور قریب الولادت اونٹنیوں پر اچانک حملہ آور ہوا اور ان کو ہانک کر لے چلا اور ان کے نگران کو قتل کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حادثہ کی اطلاع ملی اور فریادی آپ کے پاس پہنچے تو آپ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم

رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر مدینہ منورہ سے نکلے حضرت سعد بن عبادہ کو تین سو مجاہد دے کر مدینہ منورہ کی نگرانی پر مامور فرمایا اپنا علم حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں دیا اور ان سے فرمایا چلو میں بھی تمہارے پیچھے آرہا ہوں۔

اور جب عیینہ بن حصن اور اس کے ساتھیوں نے لوٹ مار کی تھی اس وقت سے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ پاپیادہ اُن کے تعاقب میں تھے (اور ان پر تیر برسا کر ان کو بدحواس کر دیا تھا سبھی اونٹنیاں بھی چھڑا لیں اور بہت سارا دوسرا سامان بھی ان کو پھینک دینے پر مجبور کر دیا اور جہاں بھی پانی پینے لگتے تیروں کی بارش کر کے بھگا دیتے) جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے تو عرض کیا یا رسول اللہ وہ سبھی سخت پیاسے ہیں (اور کہیں پانی پر گرے پڑے ہوں گے۔ لہذا حکم دیں تاکہ اُن کا تعاقب کیا جائے) آپ نے فرمایا اے سلمہ تم اپنے جانوروں کے مالک بن چکے ہو لہذا اب ان پر نرمی اور رحمدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے درگذر کر دو اور آپ وہاں سے مدینہ منورہ کی طرف واپس ہو گئے۔

چوبیسواں باب

غزوہ حدیبیہ

ہجرت کے چھٹے سال رسول کریم علیہ السلام نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو عمرہ کے لیے نکلنے کا حکم فرمایا تو وہ تیزی کے ساتھ عمرہ کی تیاری کر کے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود صحابہ کرام کی معیت میں عمرہ کے ارادہ سے مدینہ منورہ سے نکلے۔ آپ نے اپنے ساتھ ماسوا تلواروں کے اور کوئی ہتھیار نہ لیا اور تلواریں بھی میانوں میں مستور و محجوب تھیں اور اپنے ہمراہ قربانی کے جانور تھے۔ نماز ظہر ذوالحلیفہ میں ادا فرمائی۔ پھر بیت اللہ کے لیے ہدیہ کیے جانے والے جانور طلب فرمائے۔ ان پر حفاظت کے لیے بڑی چادریں ڈالنے کا حکم دیا۔ اور کوہان کی دائیں جانب نیزہ سے ذرا زخم لگا کر اور اس حصہ کو خون آلود کر کے ان کا اشعار کیا اور علامتی نشان لگایا۔ پھر اُن کے گلے میں چمڑے کے تسمے اور قلادے ڈالے۔ اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے جانوروں کا اشعار کیا۔ مجموعی طور پر ہدیہ بیت اللہ کے طور پر لائے جانے والے اونٹ ستر کی تعداد میں تھے۔ جن میں ابوجہل کا وہ اونٹ بھی تھا جو جنگ بدر میں مال غنیمت کی صورت میں ہاتھ لگا تھا۔ آپ نے احرام باندھا اور تلبیہ کا آغاز فرمایا۔ صحابہ کرام نے بھی آپ کی اقتداء میں احرام پہنے اور تلبیہ پڑھا۔

مشرکین مکہ کو جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ کی طرف نکلنے کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو راستے میں ہی روکنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور لشکر جمع کر کے مقام بلدح پر پڑاؤ ڈال دیا اور دو سو شاہسوار کراع غمیم پر بھیج دیئے اور ایک دوسرے

سے قریبی رابطہ اور تعلق قائم کر لیا (تاکہ بوقت ضرورت مدد کو پہنچ سکیں)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف ادا فرمائی اور منازل سفر طے کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ گئے (حتیٰ کہ جب اس گھاٹی پر پہنچے جہاں سے مکہ مکرمہ اور قریش پر اترنا تھا) تو آپ کی اونٹنی مبارک بیٹھ گئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو اٹھانے کے لیے اپنے علاقہ کے رسم و رواج کے مطابق حَل حَل کہہ کر اس کو اٹھنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی اور اس پر تشدید و تغلیظ کی مگر اس نے نہ اٹھنا تھا نہ ہی اٹھی۔ صحابہ نے عرض کیا اس اونٹنی کو بیٹھنے کا روگ اور عادت لاحق ہو گئی ہے (جو جانوروں میں سخت عیب شمار ہوتا ہے) آپ نے فرمایا نہیں حقیقت حال یہ نہیں ہے بلکہ اس کو اس ذات اقدس نے یہاں روک دیا ہے جس نے ہاتھی کو مکہ مکرمہ سے دور روک دیا تھا۔

پھر آپ نے فرمایا، غور سے سن لو بخدا قریش مکہ مجھ سے آج جس فعل و عمل کا بھی مطالبہ کریں گے جس میں حرمات باری تعالیٰ کی تعظیم و تکریم ہو گی تو میں ان کے ساتھ وہی معاملہ کرنے کو تیار ہوں گا اور اس قسم کے مطالبات کے پورا کرنے میں مجھے تامل نہیں ہو گا (یہ کہہ کر) آپ نے اونٹنی کو ڈانٹا اور اٹھنے کے لیے اشارہ فرمایا تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی تو آپ جس راہ پر تشریف لا رہے تھے اسی پر واپس چلنے لگے حتیٰ کہ لوگوں کو حدیبیہ کے ایسے مقام پر اترنے کا حکم دیا جہاں بارانی پانی کو جمع کرنے کے لیے کھودے گئے گڑھوں میں سے ایک چھوٹا سا گڑھا تھا اور اس میں قلیل سا پانی تھا۔ آپ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور اس میں گاڑ دیا تو وہ جاری کنویں کی مانند پانی کے ساتھ ابلنے لگا اور سبھی صحابہ رضی اللہ عنہم کو سیراب کر دیا اور وہ چلو بھر بھر کر اس سے پانی نکالنے لگے۔

اتنے میں بدیل بن ورقاء حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا میں آپ کی قوم کے پاس سے آرہا ہوں جنہوں نے اپنے اوباشوں کو اور جو بھی ان کا کہنا ماننے کو تیار ہوا۔ ان سب کو جمع کر رکھا ہے جن کے ساتھ ایسی اونٹنیاں ہیں جو چھوٹے چھوٹے بچوں والی ہیں یعنی شیر دار نیز عورتیں اور بچے بھی ساتھ ہیں اور وہ اس امر پر قسم کھاتے ہیں کہ جب تک ہماری جمعیت نیست و نابود نہیں ہو جائے گی۔ ہم آپ کو بیت اللہ تک پہنچنے نہیں دیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کسی کے ساتھ قتال کرنے نہیں آئے۔ ہم تو صرف اللہ تعالیٰ کے اس گھر کا طواف کرنے کے لیے آئے ہیں۔ اگر کوئی ہمیں اس سے روکے گا تو پھر ہم قتال سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ بدیل نے واپس جا کر قریش کو صورتحال کی خبر دی۔ انہوں نے دوبارہ عروہ بن مسعود کو بھیجا۔ اس نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی طرح کلام کیا (اور آپ نے اسی طرح جواب دیا) اس نے جا کر قریش کو آپ کا جواب سنایا۔ تو انہوں نے کہا اس سال تو ہم انہیں بہر حال واپس کریں گے۔ البتہ اگلے سال آئیں حرم کعبہ میں داخل ہوں اور طواف کریں (تو ہمیں اعتراض نہیں ہو گا)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف روانہ فرمایا (تاکہ مصالحت کی کوشش کریں) مگر ان کے متعلق آپ کو یہ اطلاع ملی کہ ان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ آپ نے (ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بیعت لی جو ایک درخت کے نیچے وقوع پذیر ہوئی اور بیعت الرضوان کے مبارک نام سے معروف و مشہور ہوئی۔

بعدازاں انہوں نے صلح کا پختہ عزم کر لیا اور باہمی تحریری عہد نامہ طے پا گیا جس کا مضمون یہ تھا۔

یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد بن عبد اللہ اور سہیل بن عمرو کے درمیان مصالحت ہوئی۔ دونوں فریق نے اس امر پر اتفاق کیا کہ دس سال تک جنگ بند کر دی جائے۔ لوگ امن و سکون سے رہیں اور ایک دوسرے سے تعرض نہ کریں۔ نہ کسی کا مال و متاع سرقہ کیا جائے گا اور نہ ہی کسی کو قیدی بنایا جائے گا اور ایک دوسرے کے راز لوگوں پر فاش نہیں کیے جائیں گے اور جو شخص بھی قریش کے ساتھ عقد و عہد میں شریک ہونا چاہے اس کو اختیار ہوگا۔ نیز ان میں سے جو شخص اپنے سرپرستوں کی اجازت کے بغیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے تو آپ اسے واپس کر دیں گے اور اگر اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کوئی شخص (العیاذ باللہ) قریش کے مذہب پر واپس آجائے تو وہ اس کو واپس نہیں کریں گے اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مع اپنے اصحاب کے اس سال بغیر عمرہ کیے واپس چلے جائیں گے اور اگلے سال ان ساتھیوں کے ہمراہ آکر یہاں اقامت گزیں ہو سکتے ہیں اور عمرہ ادا کر سکتے ہیں۔ نیز جنگ کے آلات اور اسلحہ کو بھی ہمراہ نہیں لائیں گے۔ علاوہ مسافروں کے ہتھیاروں کے یعنی علاوہ تلواروں کے جو کہ اپنی اپنی میانوں میں محجوب و مستور ہوں گی۔ اس عہد نامہ پر ابوبکر، عمر، عثمان، عبدالرحمٰن، سعد، ابو عبیدہ اور محمد بن سلمہ و حویطب (رضی اللہ عنہم) گواہ ہیں اور علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے اس کو تحریر کیا۔"

یہ عہد نامہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور اس کا ایک نسخہ سہیل بن عمرو کے پاس۔

ابھی عہد نامہ کی تحریر مکمل نہیں ہوئی تھی کہ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ (جو کہ اسلام لانے کی پاداش میں قید کر دیے گئے تھے) قید سے آزاد ہونے اور بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے (پاؤں میں بیڑیاں موجود تھیں انہیں میں اچھلتے ہوئے مکہ کرمہ سے حدیبیہ تک کا فاصلہ طے کر کے وہاں پہنچے تو سہیل نے کہا یہ پہلا شخص ہے جس کے متعلق معاہدے کی رو سے واپسی کا مطالبہ کرتا ہوں اور پاس عہد کی امید رکھتا ہوں چنانچہ آپ نے ان کو واپس فرما دیا۔ اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قربانی کے اونٹوں کو ذبح فرمایا اور آپ پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ انا فتحنا لك فتحا مبینا۔ بیشک ہم نے آپ کے لیے فتح مبین کا بندوبست فرما دیا ہے۔

پچیسواں باب

غزوۂ خیبر

رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء خیبر کی طرف نکلے جب اچانک صبح کے وقت یہود خیبر نے آپ کو مع اپنے مجاہدین کے اپنے شہر میں موجود پایا تو فوراً اپنے قلعہ جات کی طرف پناہ لی اور ان میں داخل ہو کر اپنا تحفظ کرنے کی کوشش کی اور

اہل اسلام کے ساتھ دفاعی جنگ شروع کی۔ اس جنگ میں انتالیس یہودی کام آئے اور پندرہ مسلمان جام شہادت نوش کر گئے اور آپ نے ان کے تمام قلعوں کو ایک ایک کر کے فتح کر لیا۔ مرحب جو ان کا نامی گرامی پہلوان تھا میدان مبارزت میں آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی ضرب میں اس کا کام تمام کر دیا اور اس قلعہ کی فتح آپ کے ہاتھوں ہوئی۔

چھبیسواں باب

فتح مکّہ

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ فتح مکہ کی تیاری فرمائی تو اپنے اس اقدام کو مخفی رکھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی: "اللھم خذ علی ابصارھم فلا یرونی الا بغتۃ" "اے اللہ ان کی نگاہوں کو اپنی گرفت میں لے لے۔ انہیں معطل فرما دے حتیٰ کہ وہ مجھے اچانک اس وقت دیکھیں جب میں ان کے سروں پر پہنچ جاؤں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف واکناف میں جمیع عرب کی طرف آدمی بھیجے جن میں قبائل اسلم، غفار، مزینہ وجہینہ اور اشجع وسلیم شامل تھے اہل اسلام کی اس غزوہ میں مجموعی تعداد دس ہزار تھی۔ آپ نے مدینہ منورہ پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو خلیفہ ونائب مقرر فرمایا اور بروز بدھ مدینہ منورہ سے آغاز سفر فرمایا جبکہ رمضان المبارک کے دس دن گذر چکے تھے۔ اور مقام قُدید پر پہنچ کر پرچم اور علم باندھے قریش کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے، اس اقدام کی کوئی اطلاع نہ مل سکی۔ انہوں نے ابوسفیان کو اہل اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے بھیجا اور اُن کے عزائم ومقاصد معلوم کرنے کے لیے۔ اور ساتھ ہی اسے کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تیری ملاقات ہو جائے تو اُن سے ہمارے لیے امان طلب کرنا۔ چنانچہ ابوسفیان حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کی معیت میں نکلا تو اس کی نگاہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر پر پڑی۔ اچانک اپنے قریب موجود اتنے عظیم لشکر کو دیکھ کر تینوں سخت گھبرائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کی آواز سنی تو فرمایا اے ابوحنظلہ (کنیت ابوسفیان ہے) اس نے کہا لبیک آپ نے فرمایا یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو دس ہزار جاں نثاروں کو ہمراہ لیے یہاں موجود ہیں (اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو حلقہ بگوش رسول صلی اللہ علیہ وسلم بن جاؤ اور ان کی غلامی قبول کر لو) چنانچہ ابوسفیان مشرف باسلام ہو گئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی پناہ میں آ گئے۔ آپ ان کو مع ان کے ساتھیوں کے بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں لے گئے وہ دونوں بھی وہاں شرف اسلام سے مشرف ہو گئے اور سراپا عفو وکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان کو یہ اعزاز بخشا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے اُسے بھی امان ہے اور فرمایا کہ جو شخص اپنے دروازے بند کر لے (اور اہل اسلام سے تعرض نہ کرے) اُسے بھی امان ہے۔

ابوسفیان نے حضرت عباس سے کہا تمہارے بھتیجے کا ملک عظیم بن گیا ہے اور ان کی سلطنت بہت ہی وسیع ہو گئی ہے تو آپ نے فرمایا افسوس ہے تیرے لیے یہ ملک و سلطنت نہیں ہے ملکہ نبوت و رسالت ہے۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے مجاہدین کو قتال و حرب سے منع فرما دیا۔ البتہ چھ آدمیوں اور چار عورتوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ مردوں میں سے عکرمہ بن ابی جہل۔ ہبار بن اسود۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، مقیس بن صبابہ، حویرث بن نقید اور ابوعبداللہ بن ہلال بن خطل تھے۔ عکرمہ بھاگ گیا تھا اس کی بیوی حضرت ام حکیم بنت حارث رضی اللہ عنہا نے اس کے لیے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے امان طلب کی آپ نے اس کو امان دے دی عبداللہ بن سعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا لہذا انہوں نے اس کے لیے بارگاہ نبوی میں امان دینے کی اپیل کی جس کو آپ نے قبول فرما لیا۔ باقی سب کو قتل کر دیا گیا۔ مقیس کو نمیلہ بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا حویرث کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ٹھکانے لگایا اور ابوعبداللہ کو حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے جہنم واصل کیا۔

جن عورتوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا وہ یہ تھیں ہند بنت عتبہ، سارہ مولاۃ عمرو بن ہاشم، قریبہ، فرتنی، ہند شرف اسلام سے مشرف ہو گئی، سارہ اور قریبہ کو قتل کر دیا گیا اور فرتنی بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

رسول کریم علیہ السلام مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے لشکر کی کفار و مشرکین کے لشکر سے کہیں بھی مڈبھیڑ نہ ہوئی البتہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ مع جمعیت قریش کے خندمہ کے مقام پر آمنا سامنا ہو گیا اور انہوں نے آپ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا ہتھیار نکال لیے اور تیر بھی پھینکے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو للکارا اور جوابی کارروائی کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے سخت جوابی حملہ کر کے قریش میں سے چوبیس افراد کو قتل کر دیا اور ہذیل میں سے بھی چار اشخاص کو ٹھکانے لگا دیا جب قائد مرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اس امر کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کیا میں نے قتال سے منع نہیں کیا تھا، تو عرض کیا گیا۔ حضرت خالد سے انہوں نے چھیڑ چھاڑ کی تھی اور حملہ آور ہو گئے تھے انہوں نے محض جوابی اور دفاعی کارروائی کی ہے۔

نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے لیے مقام حجون پر خیمہ نصب کیا گیا اور آپ خداداد غلبہ و قدرت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ انداز سے داخل ہوئے۔ اہل مکہ میں سے بعض برضا و رغبت اسلام لائے اور بعض ناچاری و مجبوری کی وجہ سے آپ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر بیت اللہ شریف کے گرد طواف کیا، اس وقت کعبہ مبارکہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب کیے گئے تھے۔ آپ جب بھی کسی بت کے قریب سے گذرتے تو اپنے ہاتھ مبارک کی چھڑی سے اس کی طرف اشارہ فرماتے اور فرماتے "جاء الحق و زھق الباطل" حق آ گیا ہے اور باطل بھاگ گیا ہے تو وہ بت منہ کے بل گر پڑتا۔ ان سب اوثان و اصنام میں بڑا ہبل تھا جو کہ کعبہ مبارکہ کے بالمقابل تھا (اس کو اسی شان اعجازی سے گرا کر اور ٹکڑے کرا کر باہر پھینکنے کا حکم دیا) بعدہٗ مقام ابراہیم کی طرف تشریف ارزانی فرمائی اور اس کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گئے۔

پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عثمان بن ابی طلحہ کی طرف بھیجا تاکہ کعبہ مبارکہ کی چابی لے آئیں۔ وہ چابی لے آئے آپ نے اسے اپنے ہاتھ مبارک میں لیا۔ باب کعبہ کھولا اور اندر تشریف لے گئے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر عثمان بن ابی طلحہ کو بلا کر چابی اُن کے حوالے فرمادی اور ارشاد فرمایا "خذوھا یابنی ابی طلحہ خالدۃ تالدۃ لاینزعھا منکم الاظالم" اے ابو طلحہ کی اولاد اس چابی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے ہاتھوں میں لے لو اور سوائے ظالم کے اور کوئی شخص یہ چابی تم سے چھیننے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اور چاہِ زمزم کا منصب سقایۃ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمادیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن آٹھ رکعت نماز چاشت ادا فرمائی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز ظہر کے لیے کعبہ مکرمہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی۔ سبھی بت توڑ دیے گئے اور حرم کعبہ کو اس نجاست سے پاک وصاف کر دیا گیا اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ مبارکہ کی طرف چلے (اور طواف و رکعات طواف سے فارغ ہو کر) کوہ صفا پر تشریف فرما ہوئے تو لوگوں کو خطاب دلنواز سے مشرف فرمایا۔ انصار نے ایک دوسرے سے کہا کہ اس ہستی مکرم کو اپنی قوم پر رأفت ورحمت نے اپنے شہر کی طرف رغبت اور قلبی میلان نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ اس لیے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں فرمائی اور ان کی ایذا رسانیوں کو نظر انداز کر دیا ہے لہذا عین ممکن ہے کہ اب واپس مدینہ منورہ تشریف نہ لائیں۔

اللہ رب العزت نے بذریعہ وحی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کی باہمی گفتگو پر مطلع فرما دیا، تو آپ نے اُن سے فرمایا اے جماعت انصار تم نے یہ کہا ہے کہ اس جوان اور ہستی مکرم کو قوم کی رأفت ورحمت اور شہر کی رغبت اپنی گرفت میں لے چکی ہے۔ اگر میں تمہارے ساتھ طے کردہ عہد کو نہ نبھاؤں اور واپس مدینہ طیبہ نہ آؤں تو اس وقت میں کون کہلاؤں گا! ایسے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بخدا ایسا ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عبد خاص ہوں۔ اور اس کا رسول ہوں۔ معاذ اللہ کہ میں عہد سے پھروں اور عہد شکنی سے کام لوں۔ المحیا محیاکم والممات مماتکم۔ میری زندگی تمہاری زندگی ہے اور میری موت تمہاری موت یعنی زندہ رہوں گا تو تمہارے ساتھ اور دار آخرت کی طرف انتقال کروں گا تو بھی تمہارے ہاں۔ ف

الغرض انصار رضی اللہ عنہم نے حبیب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کرم نوازی اور ذرہ پروری کو دیکھا اور اس دلنواز خطاب کو سنا تو خوشی میں ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کے سیلاب اُمڈ آئے اور کوئی شخص ایسا نہیں تھا۔ جس کے آنسوؤں نے اس کے سینہ کو تر نہ کر دیا ہو۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ بخدا ہم نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف اور صرف

ف۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نور نبوت سے جان لیا کہ میرا وصال مدینہ منورہ میں ہوگا۔ اور انصار کو اس کی اطلاع بھی دے دی۔

اس خوف وخطر اور اندیشہ وفکر کے تحت کہ کہیں ہم سے یہ دولت کونین چھن نہ جائے اور ہم اپنے محبوب کو اہل مکہ کے حوالے کر کے سراپا حرمان بن کر واپس نہ جائیں۔ تو آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سچے ہو اور وہ جانتے ہیں کہ تم جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہو تمہارے دل میں بھی وہی ہے۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر تشریف فرما ہوئے تو لوگوں سے بیعت اسلام لی اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔

مکہ مکرمہ ماہ صیام سے دس روز قبل جمعہ کے دن فتح ہوا، پندرہ دن تک آپ نے وہاں قیام فرمانے کے بعد حنین کیطرف سفر فرمایا اور مکہ مکرمہ پر عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا تاکہ انہیں نمازیں پڑھائیں اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تعلیم سُنن اور فقہ پر مامور فرمایا تاکہ ان کو عقائد و اعمال کی تعلیم دیں۔

ستائیسواں باب

غزوہ حنین

حنین ایک وادی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے تین دن کی مسافت پر ہے اور وہاں قبیلہ ہوازن کے ساتھ یہ جنگ لڑی گئی۔ اس مناسبت سے اس کو غزوہ حنین بھی کہتے ہیں اور غزوہ ہوازن بھی۔

اس غزوہ کا سبب یہ ہوا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح فرمالیا تو ہوازن اور ثقیف نے ایک دوسرے کے ساتھ آمد و رفت شروع کر لی اور باہمی ربط وضبط کی کوشش کرنے لگے۔ ایک دوسرے کو اہل اسلام کے خلاف جنگ وجدال پر اکسانے لگے۔ مالک بن عوف نصری نے ان کو یکجا ہونے پر آمادہ کر لیا اور اتحاد و اتفاق کے لیے راہ ہموار کی چنانچہ انہوں نے اپنے جملہ مال ومتاع بیوی بچوں اور لونڈیوں کو ساتھ لے کر اوطاس میں پڑاؤ ڈالا۔ اور ادھر ادھر سے کمک اور امداد بھی ان کو پہنچے لگ گئی اور اپنے ساتھ درید بن صمّہ کو بھی اوطاس کی طرف نکال لائے۔ حالانکہ وہ اندھا بھی تھا اور ایک سو ستر سالہ بوڑھا کھوسٹ جو چلنے پھرنے سے بالکل عاجز تھا بلکہ اس کو پالکی میں بٹھا کر ادھر ادھر لے جاتے تھے (ہوازن وثقیف کے اس گٹھ جوڑ اور برے عزم وارادہ کی حالت معلوم کر کے) رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بارہ ہزار کا لشکر جرار اپنے ہمراہ لے کر حنین کی طرف نکلے۔ وہاں پہنچ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی صف بندی فرمائی اور اپنے خچر دلدل پر سواری فرمائی۔ اس دن آپ نے دو زرہیں اور دو خود استعمال فرمائے۔

ہوازن اہل اسلام کے مقابلہ کے لیے سامنے آئے اور یکبارگی حملہ کیا جو انتہائی شدید اور سخت تھا۔ لشکر اسلام میں کھلبلی

مچ گئی اور وہ میدان سے ہٹنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔ اے اللہ اور اس کے رسول کے انصار اور مددگار میں اللہ تعالٰے کا عبدِ خاص ہوں اور اس کا برحق رسول ہوں (اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد بہرحال ہمارے ساتھ ہے، بد دل ہونے اور بزدلی کا مظاہرہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے) آپ ہوازن کے لشکر کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضٰی، حضرت عباس، حضرت فضل، حضرت ابوسفیان بن الحارث اور حضرت ربیعہ بن الحارث، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ رہے اور پوری طرح ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں غزوہ حنین میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ لشکر اسلام پیچھے ہٹنے لگا اور مہاجرین وانصار میں سے اسی افراد آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور پیچھے ہٹنے والے بھی پیٹھ پھیر کر بھاگے نہیں تھے بلکہ صرف اسی قدم کے قریب پیچھے ہٹے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار اپنی جگہ پر کوہ وقار بن کر کھڑے رہے اور ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹایا۔ آپ کی سواری نے آپ کو زمین کے قریب کر دیا اور آپ زین سے ایک طرف جھک گئے۔ میں نے عرض کیا۔ ارتفع رفعک اللہ، بلند ہو جائیں اللہ تعالٰے آپ کو بلند فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے مٹی کی ایک مٹھی دو۔ میں نے کفِ خاک پیش کی تو آپ نے اسے کفار ومشرکین کی طرف پھینک دیا۔ اس مٹی نے سب کی آنکھوں کو بھر دیا اور اندھا کر دیا۔ پھر فرمایا۔ مہاجرین وانصار کدھر ہیں؟ میں نے عرض کیا وہ آپ کے قریب ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ان کو آواز دو۔ میں نے سب کو آواز دی اور رسول پاک علیہ افضل الصلوٰۃ کا پیغام پہنچایا۔ تو وہ فوراً تلواریں سنبھالے حاضر خدمت ہو گئے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کی تلواریں شعلے برسا رہی ہیں۔ فوراً لشکر کفار کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں غزوہ حنین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ میدان جنگ میں آپ اکیلے کھڑے تھے اور میرے اور ابوسفیان بن الحارث کے علاوہ کوئی شخص آپ کے ساتھ نہیں تھا۔ ہم نے آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کا التزام کیا اور آپ کا ساتھ کسی صورت بھی نہ چھوڑا۔ آپ اپنے خچر شہبا پر سوار تھے جو فروہ ابن نفاثہ جذامی نے آپ کو بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

جب اہل اسلام اور کفار کے درمیان آمنا سامنا ہوا (اور کفار کی سخت تیر اندازی کی وجہ سے اہل اسلام پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے) تو رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو ایڑ لگاتے ہوئے کفار کی طرف حملہ آور ہونے کے لیے بڑھنے لگے۔ حضرت عباس فرماتے ہیں میں اس کی لگام تھامے ہوئے تھا اور اسے مقدور بھر روک رکھنے کی سعی کر رہا تھا۔ مگر آپ کو اس کی قطعاً پروا نہیں تھی۔ کہ وہ کس قدر تیزی سے مشرکین کی طرف جا رہی ہے اور ابوسفیان آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے عباس اصحاب شجرہ یعنی بیعت الرضوان سے مشرف ہونے والے صحابہ کو پکارو۔ فرماتے ہیں میں بہت ہی جہیر الصوت اور بلند آواز تھا۔ میں نے پوری قوت سے آواز دی: کہاں ہیں اصحاب شجرہ؟ جونہی میں نے یہ ندا دی تو بخدا وہ آواز سنتے ہی کہنے لگے ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں۔ یا لبیک یا لبیک۔ وہ اس طرح پلٹ کر آئے جیسے گائے اپنے بچے کی آواز سن کر انتہائی تیزی کے ساتھ اس کے پاس پہنچتی ہے، سب مسلمان کفار کی طرف متوجہ

ہوئے اور حملہ آور، باہمی جنگ وجدال اور حرب وقتال جاری ہوا تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے دیکھ کر فرمایا۔ اب جنگ کی بھٹی گرم ہوئی ہے اور اس کے شعلے بھڑکے ہیں۔ پھر چند کنکریاں مٹھی میں لے کر کفار کی طرف پھینکیں اور فرمایا۔ انھزموا ورب الکعبۃ۔ مجھے رب کعبہ کی قسم کفار شکست کھا گئے اور میدان کارزار سے ناکام و نامراد ہو کر بھاگ نکلے۔

بخدا آپ کا کنکریاں مارنا اور یہ فرمانا تھا، میں نے دیکھا کہ ان کی تیزی و شدت ماند پڑنے لگی اور ان کا معاملہ الٹنے لگا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست فاش سے دوچار فرمایا (اور فرمانِ حبیب کو سچا کر دکھلایا) اور گویا میں اب بھی اس پیارے منظر کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ بھاگے جا رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تعاقب میں اپنی سواری کو دوڑا رہے ہیں۔

حضرت ابوعبدالرحمٰن فہری سے مروی ہے کہ میں غزوہ حنین میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ ہم سخت گرم دن میں چلتے رہے اور دوپہر کے وقت درختوں کے سائے میں ذرا دم لیا۔ جونہی سورج ڈھلا میں نے ہتھیار پہنے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ اپنے خیمہ میں تھے۔ السلام علیک یا رسول اللہ کہا اور عرض کیا کیا کوچ کا وقت ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! حضرت بلال کو پکارتے ہوئے فرمایا یا بلال! تو وہ ایک چھوٹے سے درخت کے نیچے سے جس کا سایہ پرندے کے سایہ کی مانند تھا، تیزی کے ساتھ اٹھے اور عرض کیا۔ لبیك وسعدیك وانا فداءك۔ میں حاضر خدمت ہوں خدمتگذاری کے لیے کمربستہ اور میری جان آپ پر فدا ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میرے گھوڑے پر زین ڈالو۔ انھوں نے زین نکالی جس کی دونوں جانبیں اور پہلو کھجور کی چھال سے تیار کیے ہوئے تھے اور اس میں زیبائش و آرائش کا کوئی پہلو موجود نہیں تھا۔ جب زین ڈال دی گئی تو آپ سوار ہوئے اور ہم بھی سوار ہو کر آپ کی معیت میں چلنے لگے۔ دشمن کے مقابل پچھلے پہر اور رات کے وقت صف آرا رہے (صبح ہوتے ہی ان کے سخت حملہ سے) اہل اسلام کے پاؤں وقتی طور پر اکھڑے تو رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ کے بندو میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول۔ پھر اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی اور زمین سے ایک کف خاک اٹھائی۔ جو لوگ میری نسبت آپ کے زیادہ قریب تھے انہوں نے مجھے بتلایا کہ آپ نے وہ خاک ان کفار کے منہ پر پھینکی اور فرمایا "شاھت الوجوہ" یہ چہرے قبیح ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہزیمت اور شکست سے دوچار فرمایا۔

یعلی بن عطاء کہتے ہیں کہ مجھے قبیلہ ہوازن کے جوانوں نے اپنے آباء کی زبانی بیان کیا۔ کہ ہم سب کا حال یہ ہو گیا کہ ہماری آنکھیں اور منہ مٹی کے ساتھ بھر گئے اور ہم نے زمین و آسمان کے درمیان ایسی سخت اور مسلسل آواز سُنی جیسے کہ زنجیر کو آہنی تھال پر گذاریں تو رگڑ سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حنین کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ اور آپ کی زبان اقدس پر یہ رجز تھی۔

انا النبی لا کذب ‌ ‌ ‌ ‌ انا ابن عبد المطلب

میں برحق نبی ہوں اور یہ دعویٰ خلاف واقع نہیں ہے ـ میں عبدالمطلب جیسے شجاع اور دلیر شخص کا لخت جگر ہوں۔

یزید بن عامر کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن زمین سے ایک مٹھی خاک کی اٹھائی پھر اس کف دست کو کفار کے سامنے کر کے وہ مٹی اُن کے چہروں پر پھینک دی اور فرمایا" ارجعوا" لوٹ جاؤ۔ تو ان میں سے جو بھی اپنے دوسرے کافر بھائی سے ملتا آنکھیں ملتا ہوا اور اس میں گرد وغبار اور خس وخاشاک پڑنے کی شکایت کرتے ہوئے ملتا[۹]

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کفار کے پیٹھ پھیر کر بھاگنے سے پہلے جبکہ ابھی زور وشور سے قتال جاری تھا اور جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے، میں نے دیکھا کہ آسمان سے سیاہ کمبل کی مانند کوئی چیز آئی ہے اور ہمارے درمیان اور کفار کے درمیان گر پڑی ہے ناگاہ سیاہ چیونٹیوں سے وادی بھری ہوئی نظر آئی جو اس کے اطراف وجوانب میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اور مجھے اس امر میں ذرہ برابر شک نہ رہا کہ یہ ملائکہ ہیں (جو حق پرستوں کی امداد کے لیے نازل ہوئے ہیں) بس ان کا اترنا تھا کہ قوم کفار دم دبا کر میدان کارزار سے بھاگ نکلی۔

علماء سیر فرماتے ہیں کہ اس دن جو ملائکہ نازل ہوئے انھوں نے سُرخ رنگ کی دستاریں سروں پر باندھ رکھی تھیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح ونصرت کا پرچم لہراتے ہوئے مدینہ منورہ تشریف لائے (اور بے شمار مال و دولت مجاہدین کے ہاتھ لگا اور مویشی بھی، عورتیں بچے لونڈیاں بھی کافی تعداد میں قیدی بنا لی گئیں۔

وفد ہوازن بارگاہِ رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰت میں حاضر ہوا اور یہ گذارش کی کہ ہم پر احسان فرمائیں اور جو کچھ ہم سے لیا گیا ہے وہ سب واپس فرمادیں۔ وفد میں ایک آدمی بنو سعد بن بکر سے تعلق رکھتا تھا اور یہی وہ قبیلہ تھا جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شیر خوارگی کے ایام میں رہے تھے اور حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا تھا اس نے عرض کیا۔ اگر ہم حارث بن ابی شمر یا نعمان بن منذر کو دودھ پلاتے تو اس کی مہربانی اور عنایت کے ضرور امیدوار ہوتے (اور آپ تو رسول خدا ہیں اور اکرم الاکرمین ہیں۔ لہٰذا آپ کی بارگاہ سے ناکام اور بے نیل مرام کیسے واپس ہو سکتے ہیں) پھر یہ شعر پڑھا ؎

اُمنن علينا رسول الله فی كرم ۔۔۔ فانك المرء نرجوه و ندخر

اے رسول خدا ہم پر احسان اور کرم فرمائیں۔ آپ ہی وہ ہستی ہیں جن سے ہماری امیدیں وابستہ ہیں اور آپ ہی ہمارے لیے ذخیرہ آخرت اور دولت سرمدی ہیں۔

مجسم رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں، بچوں اور مال ومتاع میں سے کونسی چیز تمہیں محبوب اور پسندیدہ ہے؛ (دونوں کی واپسی تو ممکن نہیں ہے۔ میں نے تمہارا بہت انتظار کیا مگر تم نے دیر لگائی۔ اب مال غنیمت تقسیم ہو چکا ہے لہٰذا ایک شئی جو زیادہ پسندیدہ ہے وہ واپس کر دی جائے گی) انھوں نے عرض کیا۔ ہماری عورتیں اور بچے واپس کر دیے جائیں۔ آپ نے

---

۹ میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ ۔۔۔ جن سے اتنے کافروں کا دفعتہً منہ پھر گیا۔ (اعلیٰ حضرت بریلوی)

فرمایا جو کچھ ان میں سے میرے اور بنو عبدالمطلب کے قبضہ میں ہیں وہ تو تمہارے سپرد کرتا ہوں اور جو دوسرے لوگوں کے قبضہ میں جا چکے ہیں۔ ان کی واپسی کی صورت یہ ہے کہ جب میں نماز پڑھا لوں تو تم اٹھ کر کھڑے ہو جانا اور کہنا کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتے ہیں اہل اسلام کی طرف اور مسلمانوں کو وسیلہ اور شفیع بناتے ہیں بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے بچوں اور عورتوں کے حق میں تو میں اپنا حصہ تمہارے حوالے کر دوں گا اور مسلمانوں سے بھی تمہارے لیے سفارش کرونگا چنانچہ حسب الارشاد وہ نماز کے اختتام پر اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ طریقہ توسل و شفاعت کو بروئے کار لائے۔

آپ نے فرمایا میرا اور بنو عبدالمطلب کا حصہ تمہارے حوالے ہے۔ ادھر مہاجرین نے عرض کیا جو کچھ ہمارے قبضہ میں ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں ہے جو چاہیں تصرف فرما دیں اور انصار نے بھی اسی طرح عرض کیا۔

غزوہ حنین سے جو کچھ اہل اسلام کے ہاتھ لگا۔ اس کی تفصیل یوں ہے۔ قیدی چھ ہزار افراد تھے، اونٹ چوبیس ہزار، بھیڑ بکریاں چالیس ہزار اور سولہ ہزار درہم چاندی۔ آپ نے ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو سولہ صد درہم چاندی اور سو اونٹ عنایت فرمائے۔ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بھی مطالبہ کیا تو آپ نے ان کو اتنی ہی چاندی اور اونٹ عنایت فرمائے پھر انہوں نے اپنے بیٹے یزید بن ابی سفیان کے متعلق عرض کیا تو قاسم خزائن خداوندی نے ان کو بھی اتنا ہی مال عنایت فرمایا۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ عنایت فرمائے۔ پھر دوبارہ انہوں نے مطالبہ کیا تو ان کو مزید بھی عطا و بخشش سے نوازا اور اسی طرح ایک جماعت کو عظیم عطیات اور جزیل انعامات سے نوازا تو ذو الخویصرہ تمیمی بول اٹھا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عدل کرو تم نے اس تقسیم میں عدل نہیں کیا (العیاذ باللہ) آپ نے فرمایا ہلاکت ہے تیرے لیے۔ اگر میں عدل نہیں کروں گا تو جہاں میں عدل کرنے والا کون ہو گا؟۔

اٹھائیسواں باب

غزوہ طائف

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے طائف کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ ثقیف کو اسکی سرکشی اور بدکرداری کا مزہ چکھائیں اور ہوازن سے گٹھ جوڑ کر کے اہل اسلام کے خلاف کارروائی کے منصوبے بنانے کی سزا دیں۔ ثقیف قلعہ بند ہو گئے اور سال بھر کے ضروری اخراجات کو قلعہ میں جمع کر لیا اور جنگ کی مکمل تیاری کر لی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعہ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ ثقیف نے قلعہ کے اندر سے اہل اسلام پر تیر پھینکنے شروع کر دیے۔ آپ نے اٹھارہ دن تک انکا محاصرہ فرمایا اور قلعہ توڑنے کے لیے منجنیق کو نصب فرمایا اور ساتھ ہی یہ اعلان فرمایا کہ جو شخص

قلعہ سے نیچے اُتر آئے گا وہ حر اور آزاد ہوگا، اس اعلان پر چودہ پندرہ آدمی قلعہ سے اتر آئے جن میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جو ایک چرخی کے ذریعہ سے اترے تھے اسی بنا پر ان کو ابوبکرہ کا لقب دیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سال طائف فتح کرنے کا اذن نہ ملا۔ لہذا آپ مشیت مولا از ہمہ اولیٰ کے تحت بغیر جنگ لڑے مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرما ہو گئے۔

انتیسواں باب

غزوہ تبوک

یہ غزوہ نو ہجری کو پیش آیا۔ اس کا موجب یہ تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ رومیوں نے بہت سے لشکر اور عساکر جمع کر رکھے ہیں تاکہ اہل اسلام پر چڑھائی کریں اور ان کو اپنی چیرہ دستی اور ظلم وستم کا نشانہ بنائیں اور ہرقل نے اپنے سپاہیوں کو ایک سال کا پیشگی خرچہ مہیا کر دیا ہے اور قبائل جذام، لخم اور عاملہ وغسان بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے اگلے دستے مقام بلقا تک پہنچا دیے ہیں۔

نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام اور سب اہل اسلام کو طلب فرمایا اور ان کو صاف طور پر بتلا دیا کہ رومیوں کے خلاف جنگ لڑنی ہے لہذا مکمل تیاری کر لو۔ مکہ مکرمہ کی طرف بھی آدمی بھیجے اور دوسرے قبائل عرب کو دعوت جہاد دی۔ گرمی سخت تھی، سفر طویل تھا، سواریوں کا مکمل انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ جہاد کے شائقین جو بے سروسامان تھے روتے ہوئے حاضر ہوئے اور سواریوں کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا "لا اجد ما احملکم علیہ" میرے پاس تو اتنی سواریاں موجود نہیں ہیں کہ میں تمہیں سوار ہونے کے لیے دیدوں (تو وہ آنسو بہاتے ہوئے واپس ہوئے)۔

بعض لوگ مختلف عوارض اور موانع کا عذر پیش کر کے جنگ میں شمولیت سے معذرت کرنے لگے۔ حضور اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پر محمد بن مسلمہ کو خلیفہ بنایا اور تیس ہزار صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل اسلام کا لشکر جرار لیکر عازم تبوک ہوئے۔ آپ کے ساتھ دس ہزار گھوڑے اور اونٹ وغیرہ تھے۔ اس غزوہ میں عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اور اس کے تمام ساتھیوں نے شمولیت سے احتراز کیا اور مدینہ منورہ میں ہی بیٹھے رہے اور مخلص اہل ایمان میں سے تین حضرات ساتھ نہ جا سکے (اگرچہ کوئی خاص مانع ان کو درپیش نہ تھا اور تخلف کا ارادہ بھی نہ تھا) اور بعض حضرات وہ تھے جو عنداللہ اور عندالرسول صلی اللہ علیہ وسلم معذور تھے اور شریکِ جنگ ہونے کے قابل نہیں تھے الغرض آپ تبوک پہنچے۔ بیس روز وہاں قیام فرمایا اور بغیر جنگ وجدال واپس تشریف لائے۔

تیسواں باب

میدان جنگ میں علامتی نشان

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شعار اور امتیازی نشان اَمِتْ اَمِتْ ہوتا تھا۔ اور زید بن علی فرماتے ہیں کہ علامتی نشان یا منصور امِت ہوتا تھا یعنی اے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امداد و تعاون پانے والے مجاہدین ان دشمنان خدا و رسول کو ہلاک کر دو اور ان کے لیے پیغام اجل بن کر ان پر ٹوٹ پڑو۔

مہلب بن ابی صفرہؒ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں جنہوں نے براہِ راست رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے یہ ارشاد سنا کہ اگر دشمن سے تمہاری ملاقات ہو تو مسلم و غیر مسلم اپنے و بیگانے میں امتیاز اور پہچان کے لیے حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ تمہارا امتیازی نشان ہے۔



ابواب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرایا

جس جنگ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف فرما ہوئے اسے غزوہ اور جس کی کمانڈ کسی صحابی کے سپرد کی اور خود تشریف نہ لے گئے اسے سریہ کہا جاتا ہے۔

باب اوّل

عدم شمولیت کا سبب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میرا ہر جنگ میں شمولیت کرنا مخلص مومنین ومسلمین پر شاق نہ گزرتا تو میں کبھی بھی کسی سریہ میں شمولیت ترک نہ کرتا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلتا۔ لیکن نہ میرے پاس اتنے وسائل ہیں کہ ان کو سواریاں وغیرہ مہیا کروں اور وہ میرے ساتھ چلیں اور نہ میرے بغیر چین سے وہ بیٹھ سکتے ہیں اور میری جدائی گوارا کر سکتے ہیں (لہٰذا مجبوراً مجھے ان کی دلجوئی کے لیے کبھی سرایا سے تخلف اختیار کرنا پڑتا ہے) جہاں تک جہاد کے ساتھ قلبی لگاؤ اور تعلق کا معاملہ ہے تو بخدا میں اس امر کو پسند کرتا ہوں اور دل وجان سے اس کا آرزومند ہوں کہ میں راہِ خدا میں جہاد کرتے ہوئے قتل کیا جاؤں۔ پھر جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں۔ پھر جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں۔ (بخاری ومسلم)

دوسرا باب

سرایا کی تعداد

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپن سرایا روانہ فرمائے۔ جن کا تذکرہ طوالت طلب ہے اور ان کا ذکر کر کے ہم طوالت کرنا مناسب نہیں سمجھتے اور غزوات کا ذکر صرف اس لیے کر دیا ہے کیونکہ وہ ایسا معاملہ تھا جس میں رسالت پناہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس شمولیت فرمائی تھی۔

ابو الوفا ابن عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جاہل بے دین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تلوار کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے (اور انہوں نے قتل و غارت سے کام لیا) اور یہ اعتراض و اشکال لغو اور بیہودہ ہے۔ آپ دراصل دلائل ظاہرہ اور براہین باہرہ کے ساتھ مبعوث ہوئے (جن میں نہ خفا و ابہام تھا اور نہ شکوک و اوہام کی گنجائش) مگر جب بیدین لوگوں نے ضد و عناد اور جحود و استکبار سے کام لیا تو پہلی امتوں کی مانند عذاب الہٰی اور آسمانی آفات کا نشانہ بنانے کی بجائے ان کو میدان کارزار میں سبق دیا گیا (ورنہ بدر و حنین میں ہزاروں فرشتوں کی آمد اور جنگ میں شمولیت کی ضرورت نہیں تھی صرف ایک فرشتہ ان کو ہمیشہ کے لیے بے نام و نشان کر دینے کے لیے کافی تھا)

تیسرا باب

فوجی کمانڈروں کو ہدایت

سلیمان بن بریدہ اپنے والد گرامی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سریہ اور جیش پر کسی صحابی کو کمانڈر بناتے تو اسے خوفِ خدا اور تقویٰ و پرہیزگاری کی ہدایت فرماتے اور ماتحت مسلمان فوجیوں کے متعلق بھی حسن سلوک کی نصیحت فرماتے۔ پھر ارشاد فرماتے اللہ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر و شرک کرنے والوں کو ٹھکانے لگاؤ۔ جہاد کے لیے نکلو مگر نہ اموال غنیمت میں خیانت کرنا اور نہ عہد شکنی اور غدر سے کام لینا۔ کوئی شخص اکیلا مل جائے تو اسے بھی قتل نہ کرنا اور میدان جنگ میں کام آنے والے کفار کا بھی مثلہ نہ کرنا یعنی ان کے ناک کان وغیرہ نہ کاٹنا۔

جب اپنے دشمن مشرکین سے آمنا سامنا ہو تو انہیں تین امور کی دعوت دینا اور وہ جس کو بھی قبول کرلیں اس کے مطابق ان سے سلوک کرنا اور فوری کارروائی سے گریز کرنا۔ پہلے پہل انہیں دعوت اسلام دینا اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کے اسلام کو قبول کرنا اور ان کو اپنا مومن بھائی سمجھتے ہوئے کسی طرح کا تعرض نہ کرنا اور انہیں دار مہاجرین یعنی مدینہ منورہ کی طرف منتقل ہونے کی دعوت دینا اور انہیں بتلا دینا کہ دار ہجرت کی طرف منتقل ہونے کے بعد ان کو ہر وہ سہولت و منفعت حاصل ہوگی جو دوسرے مہاجرین کو حاصل ہوگی اور وہ تمام ذمہ داریاں بھی ان پر عائد ہوں گی جو دوسرے مہاجرین پر عائد ہیں، اگر وہ انتقال مکانی پر آمادہ نہ ہوں تو انہیں بتلانا کہ وہ اعراب اور دیہاتی اہل اسلام کی مانند ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے جو احکام عام اہل اسلام پر جاری ہیں ان پر بھی جاری و ساری ہوں گے۔ مگر مال غنیمت اور فئی میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا تاوقتیکہ

وہ مجاہدین کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں شامل نہ ہوں۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو انہیں جزیہ ادا کرنے اور اہل اسلام کی رعایا بن کر رہنے کی دعوت دینا، اگر وہ جزیہ دینے پر آمادہ ہو جائیں تو اس پیش کش کو قبول کر لینا اور ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنا۔ اور اگر وہ دونوں باتیں ٹھکرا دیں اور اسلام لانے یا جزیہ دینے سے انکار کریں تب ان کے ساتھ اللہ تعالےٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے اور اس کی امداد و نصرت پر اعتماد و بھروسا کرتے ہوئے جہاد کرنا ف

جب تو کسی قلعہ کا محاصرہ کرے اور قلعہ بند لوگ تجھ سے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت اور ذمہ داری پر اترنے اور قلعہ سے نکلنے پر آمادہ ہوں تو اس عہد و پیمان کو ہر گز قبول نہ کرنا بلکہ انہیں اپنی اور اہل اسلام کی ضمانت اور ذمہ داری پر اترنے اور قلعہ بندی ختم کرنے کے لیے کہنا، کیونکہ اگر تم اپنے عہد میں غدر اور خلاف ورزی کا ارتکاب کرو تو وہ اس سے سہل ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور ضمانت میں خلاف ورزی اور خیانت کا ارتکاب کرو۔

جب تو کہیں اہل قلعہ کا محاصرہ کرے اور وہ تجھ سے حکم خداوندی پر اترنے اور قلعہ بندی ختم کرنے کا مطالبہ کریں تو ان کا یہ مطالبہ قبول نہ کرنا اور اللہ تعالےٰ کے حکم پر ان کو قلعہ سے اترنے کا وعدہ و عہد نہ دینا۔ کیونکہ تجھے کیا خبر کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں ان کے متعلق کیا حکم اور فیصلہ ہے؟ ہو سکتا ہے تو اس کے خلاف فیصلہ کر بیٹھے لہذا ان کو اپنے حکم اور اپنے فیصلہ پر اترنے اور قلعہ کھولنے کا حکم دے (کہ جو بھی ہم مناسب سمجھیں گے تمہارے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا)۔

چوتھا باب

امیر لشکر کے نامناسب اقدام پر اظہار برائت

حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما حضرت عبد اللہ سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید

ف: تین امور میں اختیار دینا اور جس کو وہ چاہیں قبول کریں ان سے تعرض نہ کرنا۔ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا۔ ورنہ اسلام یا قتال دو ہی صورتیں ہوتیں۔ جزیہ والی شق سرے سے ختم کر دی جاتی لہذا دشمنان دین و اسلام کا یہ الزام کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے لغو اور باطل ہے۔ البتہ ملک اسلام میں وسعت بزور شمشیر ہوئی ہے اور یہ بھی ان لوگوں کے خلاف کارروائی کی صورت میں وقوع پذیر ہوئی جو سلطنت اسلام کو ایک آنکھ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اور العیاذ باللہ ہر وقت اس کو ختم کرنے کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ ایسی صورت میں ان کے خلاف کارروائی کو ناجائز کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے بلکہ اپنے ملک اور جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے لیے ایسے اقدامات ضروری ہو جاتے ہیں۔

رضی اللہ عنہ کو بنو جذیمہ کی طرف لشکر دے کر روانہ فرمایا۔ آپ نے انہیں دعوت اسلام دی۔ انہیں اسلمنا کہنا نہ آیا۔ انہوں نے صبانا صبانا کہنا شروع کر دیا (جس کا معنی ایک دین سے دوسرے دین کی طرف نکلنا ہے) تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بعض کو قتل کرنا اور بعض کو قیدی بنانا شروع کر دیا اور مجاہدین میں سے ہر ایک کو ایک ایک قیدی سپرد کر دیا۔ ایک دن انہوں نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر دے۔ حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں۔ میں نے کہا بخدا نہ میں اپنے قیدی کو قتل کرتا ہوں اور نہ ہی میرے ساتھیوں میں سے کوئی شخص یہ اقدام کرے گا۔ حتیٰ کہ جب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور بارگاہِ نبوی میں باریابی نصیب ہوئی تو ہم نے یہ صورت حال آپ سے عرض کی آپ نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں دو مرتبہ عرض کیا۔ "اللهم انی ابرأ الیك مما صنع خالد" اے اللہ میں تیری بارگاہ میں خالد بن ولید کے فعل و کردار سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔

ابواب تبلیغی خطوط

باب اوّل

شاہِ مقوقس کے نام

محبوب کریم علیہ السلام نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو خط دے کر شاہ مقوقس کی طرف بھیجا جب آپ اس کے پاس پہنچے تو وہ انتہائی اعزاز و اکرام کے ساتھ پیش آیا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ ان سے وصول کیا اور جوابی عریضہ بھی لکھا کہ مجھے معلوم ہے کہ ایک نبی کی بعثت ابھی باقی ہے اور پیغمبر آخر الزمان کا انتظار ہے اور میں نے آپ کے ایلچی اور قاصد کی ضروری تعظیم و تکریم میں دریغ نہیں کیا۔

اور ساتھ ہی آپ کی بارگاہ میں چار ہدیے اور تحفے پیش کیے جن میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا عفیز نامی دراز گوش اور ایک خچر تھا جس کو دلدل کہا جاتا مگر حلقہ اسلام میں داخل نہ ہوا۔

حضرت حاطب واپس حاضر ہوئے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس نے اپنے ملک وسلطنت پر بخل سے کام لیتے ہوئے اور اس کے لالچ میں اسلام سے گریز کیا ہے لیکن اس کا ملک باقی نہیں رہے گا۔ آپ نے اس کے ہدیہ کو قبول فرما لیا۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے مخصوص فرما لیا جنہوں نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو جنم دیا اور عفیر حجۃ الوداع سے واپسی پر فوت ہو گیا اور دلدل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ امارت تک زندہ رہا۔

حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ میں) حدیبیہ سے مراجعت فرما ہوئے تو آپ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو مقوقس، امیر اسکندریہ کی طرف بھیجا اور ان کو ایک خط بھی دیا جس میں اسے دعوتِ اسلام دی گئی تھی۔ جب اس نے آپ کے گرامی نامہ کو پڑھا تو حضرت حاطب کے ساتھ خوش اسلوبی سے اور حسن سلوک سے پیش آیا اور وہ خط مبارک جس پر (محمد رسول اللہ والی) مہر لگی ہوئی تھی وصول کر کے ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھ کر اپنی لونڈی کے حوالے کر دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جواب بھی لکھا مگر حلقہ اہل اسلام میں داخل نہ ہوا اور بارگاہ نبوی میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اور لیعفور نامی دراز گوش اور دلدل نامی خچر کا ہدیہ ارسال کیا۔ یہ خچر بالکل سفید رنگ تھی اور پورے عرب میں اس کے علاوہ سفید رنگ خچر کا وجود نہیں تھا۔

مقوقس جانتا تھا (اہل کتاب سے پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کی صفات کمال اور اخلاق عالیہ اور علامات امتیازیہ سن کر

اور یقین رکھتا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں لیکن اس کی قسمت میں سعادت، ایمان و اسلام نہیں تھی لہذا ایمان نہ لایا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے اس کے پاس پہنچے تو اس نے آپ کی حقانیت، نبوت اور صدق رسالت کا اظہار کیا تھا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ حبیب بنی مالک کو ساتھ لے کر مقوقس کے پاس پہنچے تو اس نے دریافت کیا تم میرے پاس کیسے پہنچ گئے حالانکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی میرے اور تمہارے درمیان حائل تھے۔ انہوں نے کہا ہمیں خطرہ تو تھا لیکن ساحلی راہ پر چلتے ہوئے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور یہاں پہنچ گئے۔ ان کے درمیان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو مکالمہ ہوا وہ اس طرح ہے۔

مقوقس: تم نے ان کی دعوت پر کیا رد عمل ظاہر کیا؟

مغیرہ: ہم میں سے ایک شخص نے بھی ان کی اتباع نہیں کی۔

مقوقس: وہ کیوں اور کس لیے؟

مغیرہ: وہ ہمارے سامنے ایک نیا دین لائے۔ تھے جس پر نہ ہمارے آباؤ اجداد کبھی عمل پیرا ہوئے اور نہ ہی حاکم وقت، اور ہم اپنے آباؤ اجداد کے دین پر ہیں۔

مقوقس: ان کی قوم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

مغیرہ: نوعمر اور نوخیز لوگ اُن کے دین میں داخل ہوئے اور اپنی برادری اور دوسرے قبائل عرب نے بہت سے مقامات پر ان کے خلاف جنگ لڑی کبھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے متبعین کا پلڑا بھاری رہتا اور کبھی دوسرے لوگوں کا۔

مقوقس: کیا مجھے سچ سچ بتلاؤ گے کہ وہ تمہیں کس امر کی دعوت دیتے ہیں؟

مغیرہ: وہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں اور ہمارے آباؤ اجداد کے معبودات کو ترک کر دینے کا حکم دیتے ہیں اور نماز کا امر فرماتے ہیں اور زکوٰۃ دینے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

مقوقس: وہ نماز کیا ہے اور زکوٰۃ کیا ہے؟ کیا اس کا کوئی معروف و متعین وقت ہے اور کوئی حد اور نہایت ہے؟ جس کو پورا کرنے پر اس کا وجوب و لزوم ختم ہو جائے؟

مغیرہ: اہل اسلام رات، دن میں پانچ نمازیں ادا کرتے ہیں جن کے اوقات اور تعداد رکعات کو تفصیل سے مقوقس کو بیان کیا اور سونا بیس مثقال ساڑھے سات تولہ کی مقدار کو پہنچے تو اس کا چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ دیتے ہیں اور دیگر اموال کے صدقات بھی بیان کیے۔

مقوقس: جب زکوٰۃ وصول کرتے ہیں تو اسے کہاں استعمال کرتے ہیں؟

مغیرہ: امراء سے زکوٰۃ وصول کرتے ہیں اور فقراء پر صرف فرماتے ہیں۔

صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ ہمیشہ وفاء عہد کی تلقین فرماتے ہیں، سود، زنا اور شراب خوری کو حرام گردانتے ہیں اور جو جانور

غیر اللہ کے لیے ذبح کیے گئے ہوں ان کا گوشت تناول نہیں فرماتے۔

مقوقس: وہ برحق نبی ہیں جو سب لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور قبطی ورومی اگر حق وصواب پر کاربند ہوتے تو لامحالہ ان کی اتباع کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو اسی امر کا حکم دیا تھا۔ جو اوصاف واخلاق ان کے تم نے بیان کیے ہیں پہلے انبیاء کرام علیہم السلام بھی انہیں کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے۔ انجام کار وہ غالب آکر رہیں گے اور ان سے جدال و نزع کرنے والے حلقہ ایمان واسلام میں داخل ہو جائیں گے یا بے نام ونشان ہو جائیں گے۔ ان کا دین وہاں تک ظاہر وغالب ہو جائے گا جہاں تک اونٹ اور گھوڑے جا سکتے ہیں اور جہاں تک آبادیاں موجود ہیں اور قریب ہے کہ ان کی قوم جو آج دشمنی پر اتری ہوئی ہے کل کو ان کے جان نثار غلام اور خادم بن جائیں اور نیزوں کے ساتھ ان کی طرف سے دفاع کریں۔

مغیرہ: اگر سارے لوگ ان کے دین میں داخل ہو جائیں تو بھی ہم ان کے دین کو قبول نہیں کریں گے۔

مقوقس: سر کو جھٹکا دیتے ہوئے تم لہو ولعب میں مبتلا ہو اور تمہاری عقلیں غفلت کے پردوں میں ہیں۔

اچھا یہ بتلائیے وہ اپنی قوم میں نسب کے لحاظ سے کیسے ہیں؟

مغیرہ: وہ سب سے بہتر اور اعلیٰ نسب کے مالک ہیں۔

مقوقس: ایسے ہی حضرت مسیح اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اپنی قوم میں اعلیٰ نسب کے مالک تھے اور ان کو نسبی فضیلت اور برتری دے کر اپنی اپنی اقوام کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ ان کا گفتگو میں انداز و اسلوب کیا ہے؛ راستبازی سے کام لیتے ہیں یا کبھی دروغگوئی سے بھی؟

مغیرہ: وہ کلام میں صادق ہیں اور راستباز اور اسی وجہ سے ان کو امین کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

مقوقس: اپنے معاملہ میں اچھی طرح غور وفکر سے کام لو اور ضد وعناد کو ایک طرف رکھ کر سوچو کہ جو شخص تمہارے ساتھ معاملات میں غلط بیانی اور دروغگوئی سے کام نہیں لیتا۔ وہ اللہ تعالےٰ پر کذب وافتراء کی جرأت کیسے کرے گا؟

ان کی اتباع کرنے والے لوگ کیسے ہیں اور کون ہیں؟

مغیرہ: ان کے متبعین محض نوخیز اور نوجوان لوگ ہیں شیوخ اور عمر رسیدہ لوگوں نے ان کی اتباع نہیں کی۔

مقوقس: مجھے مسیح علیہ السلام کی قسم ان سے پہلے انبیاء کے متبعین بھی نوخیز اور نوجوان لوگ ہی تھے۔ تو یہ بتلائیے یہود یثرب (مدینہ منورہ) نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ان کے حلقہ ارادت اور غلامی میں داخل ہوئے ہیں یا نہیں؛ کیونکہ وہ اہل تورات ہیں (اور آنے والے پیغمبر کے اوصاف وکمالات اور امتیازی علامات سے باخبر ہیں۔

مغیرہ: انہوں نے مخالفت کی تھی لیکن اہل اسلام نے ان کے خلاف کارروائی کر کے بعض کو قتل کر دیا ہے، کچھ گرفتار

کر کے غلام بنا لیے گئے ہیں اور دوسرے ادھر ادھر منتشر ہو گئے ہیں۔

ھفوقس: وہ حاسد لوگ ہیں انہوں نے محض حسد کی بنا پر مخالفت کی ہے۔ غور سے سنو وہ لوگ اس نبی کی حقانیت کو اسی طرح جانتے ہیں جیسے کہ ہم جانتے ہیں۔

حضرت مغیرہ فرماتے ہیں ہم اس کی مجلس سے اٹھے۔ درانحالیکہ ہم نے ایک ایسا کلام سن لیا تھا جس نے ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے مطیع اور فرمانبردار بنا دیا تھا۔ ہم نے سوچا کہ سلاطین عجم ان کی تصدیق کریں اور ان سے خوفزدہ ہوں حالانکہ ان کا تعلق آپ کے ساتھ بہت دور کا ہے۔ اور ہم قریبی رشتہ دار ہیں اور قریب رہنے والے ہیں اور پھر بھی اُن کے دین میں داخل نہیں ہو رہے حالانکہ وہ ہمارے گھروں میں آکر ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور دعوت توحید واخلاص دیتے ہیں۔

دوسرا باب

قیصر روم کے نام

مورخین کہتے ہیں کہ ایک دن قیصر روم صبح اٹھا تو سخت مغموم تھا اس کے سپہ سالاروں اور قائدین عساکر نے اس سے کہا۔ یہ آج غم واندوہ اور غبار خاطر کیسا ہے؟ اس نے کہا میں نے آج رات خواب دیکھا کہ ختنہ کیے ہوئے لوگوں کا حاکم اس علاقہ پر غالب آگیا ہے۔ انہوں نے کہا ہماری معلومات کے مطابق صرف یہودی ختنہ کرتے ہیں اور وہ تیرے ملک میں بطور رعایا میں اور زیر تسلط لہذا ان کو قتل کر دے۔

وہ اسی طرح رائے زنی کر رہے تھے کہ امیر بُصریٰ کا ایلچی ایک عربی شخص کو ہمراہ لیے ہوئے آپہنچا اور کہنے لگا۔ اے بادشاہ سلامت یہ عربی شخص اپنے علاقہ میں عجیب امر کے حادث اور رونما ہونے کی خبر دیتا ہے۔

ہرقل قیصر روم نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس سے دریافت کرو۔ اس کے علاقہ میں کونسا نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ اس نے کہا ہمارے ہاں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے جو نبی ہونے کا دعویدار ہے بعض لوگ اُن کے حلقۂ اطاعت وارادت میں داخل ہو گئے ہیں اور دوسرے مخالف ہو گئے ہیں اور ان کے درمیان بہت زیادہ جنگ وجدال شروع ہو چکا ہے اور میں نے ان کو اسی حال پر چھوڑا تھا (اب پتا نہیں انجام کیا ہوا ہے)

ہرقل نے کہا اس کا لباس اتار کر تحقیق کرو کہ یہ شخص ختنہ شدہ ہے یا نہیں؟ جب اس کو برہنہ کر کے دیکھا گیا تو وہ ختنہ شدہ تھا۔ ہرقل نے کہا جس مدعی نبوت کی اس شخص نے خبر دی ہے میرے خواب کی تعبیر وہی ہے۔ اسے اس کے کپڑے دے دو اور کہو جہاں جانا ہے چلا جائے۔

پھر اپنے کمانڈر اور سپہ سالار اعظم کو بلایا اور کہا کہ بلاد شام کی اچھی طرح چھان بین کر کے اس مدعی نبوت کی قوم کا کوئی فرد تلاش کر کے میرے پاس لاؤ۔

ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ان دنوں تجارت کے لیے علاقہ شام میں گیا ہوا تھا کہ اچانک قیصر روم کا سپہ سالار ہمارے پاس آپہنچا اور کہنے لگا تم اس مدعی نبوت کی قوم سے ہو؟ ہم نے کہا ہاں! تو اس نے ہمیں اپنے ساتھ لیا (اور قیصر کے دربار میں حاضر کر دیا)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قیصر روم کی طرف خط لکھا اور اسے دعوتِ اسلام دی۔ وہ خط حضرت دحیہ کلبی کے ذریعہ قیصر کے پاس روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ میرا یہ خط عظیم بصریٰ کے حوالے کرنا تاکہ وہ اسے قیصر روم تک پہنچائے۔

قیصر ان دنوں اہل فارس پر فتح حاصل کر لینے اور فارسی لشکروں کو اپنے علاقہ سے مار بھگانے کی خوشی میں حمص سے بیت المقدس تک پیدل چل کر حاضر ہوا اور اب اسکے لیے قدم قدم پر قالین اور غالیچے بچھائے جا رہے تھے۔

ابن عباس فرماتے ہیں جب قیصر روم کے پاس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی پہنچ گیا تو اسے پڑھ کر کہنے لگا ایک شخص تلاش کر کے میرے پاس لے آؤ جو ان کی قوم سے تعلق رکھتا ہو تاکہ میں اس سے اس رسول کے متعلق ضروری معلومات حاصل کروں۔ ابوسفیان بن حرب نے بتایا کہ میں چند قریشی جوانوں کے ہمراہ شام میں بغرض تجارت گیا ہوا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار مکہ کے درمیان معاہدہ امن طے پا چکا تھا۔ قیصر کا ایلچی میرے پاس آیا جو مجھے اور میرے ساتھیوں کو قیصر کے پاس لے گیا۔ اس نے دربار لگایا ہوا تھا۔ سر پر تاج سجایا ہوا تھا اور عظماء روم اس کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔

ہمارے دربار میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے ترجمان سے کہا۔ ان سے دریافت کیجیے۔ ان میں سے کونسا شخص نسب میں اس رسول کے بہت قریب ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں۔ میں نے کہا سب سے زیادہ قریبی تو میں ہوں۔ اس نے دریافت کیا تمہاری کیا رشتہ داری ہے؟ میں نے کہا وہ میرے چچا زاد بھائی ہیں اور اس جماعت میں میرے علاوہ بنی عبد مناف میں کوئی شخص تھا ہی نہیں!

قیصر نے مجھے کہا ذرا میرے قریب آؤ اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھانے کا حکم دیا۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ اس کے ساتھیوں سے کہو کہ میں اس شخص سے رسول عربی کے متعلق چند سوالات کروں گا اگر یہ جھوٹ بولے تو اس کے جھوٹ کو ظاہر کرنا اور اس کی تکذیب کرنا۔

ابوسفیان نے کہا بخدا اگر اس دن یہ شرم و حیا نہ ہوتی کہ میرے ساتھی مجھ سے جھوٹ نقل کریں اور مجھے جھوٹا کہیں تو میں ضرور جھوٹ بولتا جبکہ وہ مجھ سے سوالات کر رہا تھا لیکن اس شرم کی وجہ سے کہ میں جھوٹا کہلاؤں گا قیصر کو صحیح صحیح جواب دیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق راستگوئی سے کام لیا۔

ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس سے دریافت کیجئے اس رسول کا تمہارے درمیان نسب کیسا ہے؟

ابوسفیان: وہ ہمارے اندر بہت اعلیٰ نسب والے سمجھے جاتے ہیں۔

ہرقل: کیا ان سے پہلے قریب زمانہ میں کسی نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا؟

ابوسفیان: نہیں کسی نے دعویٰ نبوت و رسالت نہیں کیا ؟

ہرقل: کیا تم اس دعویٰ سے پہلے ان کو کذب اور غلط بیانی سے متہم کرتے تھے؟

ابوسفیان: نہیں ہم نے کبھی غلطی سے بھی ان کی طرف کذب اور دروغگوئی کی نسبت نہیں کی۔

ہرقل: کیا ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا امراء و رؤساء نے ان کی اتباع کی ہے یا غرباء و فقراء نے۔

ابوسفیان: صرف غرباء و مساکین ان کے حلقہ غلامی میں داخل ہوئے ہیں۔

ہرقل: کیا ان کے متبعین بڑھتے ہی جارہے ہیں یا ان میں کمی ہورہی ہے؟

ابوسفیان: کم نہیں ہورہے بلکہ بڑھتے جارہے ہیں۔

ہرقل: کیا ان میں سے کوئی اُن کے دین و مذہب سے نفرت اور ناپسندیدگی کی وجہ سے منحرف بھی ہوا ہے اور دین قبول کرکے مرتد بھی ہوا ہے (العیاذ باللہ)

ابوسفیان: نہیں دین سے بیزار ہوکر کوئی شخص بھی ان سے الگ نہیں ہوا۔

ہرقل: کیا وہ غدر اور عہد شکنی سے کام لیتے ہیں؟

ابوسفیان: نہیں ماضی میں تو ایسا نہیں ہوا۔ البتہ اب ہمارے اور اُن کے درمیان معاہدہ امن طے پایا ہے دیکھیں اس میں کیا کرتے ہیں ہمیں خطرہ تو ہے کہ عہد شکنی کریں گے اور وفاءِ عہد نہیں کریں گے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے لیے بیان نقص اور عیب کے لیے سوائے اس کلمہ کے اور کوئی کلمہ ممکن نہ ہوسکا صرف یہی جملہ استعمال کیا جس میں تردد اور اندیشہ غدر کا اظہار تھا کیونکہ مجھے یہ خوف تھا کہ میرا جھوٹ سارے جہان میں مشہور ہوجائے گا۔

ہرقل: کیا تم نے ان کے ساتھ حرب و قتال اور جنگ و جدال کیا؟

ابوسفیان: ہاں سلسلہ حرب و قتال جاری رہا ہے۔

ہرقل: تمہاری باہمی جنگوں کا انجام کیا ہوتا رہا؟

ابوسفیان: ہماری لڑائیاں کنوئیں کے ڈول کی مانند تھیں کبھی میدان کارزار اُن کے ہاتھ میں رہتا اور کبھی ہمارے ہاتھ۔

ہرقل: وہ تمہیں کس چیز کا حکم فرماتے ہیں؟

ابوسفیان: ہمیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے سے منع کرتے ہیں اور ہمیں آباؤ اجداد کے بتوں کی عبادت سے منع کرتے ہیں، نماز ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں اور صدق وعفاف اور صلہ رحمی کا درس دیتے ہیں۔ وفاء عہد اور ادائیگی امانت کی تلقین فرماتے ہیں۔

ان سوالات کا میری زبانی جواب سننے کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اسے میرے ان سوالات کا پس منظر اور ان کی حکمت و مصلحت بیان کرو۔

میں نے تجھ سے ان کے نسب کے متعلق سوال کیا جس کے جواب میں تو نے کہا کہ وہ ہمارے اندر اعلیٰ نسب کے مالک ہیں اور اس کا منصب ومقام یہی ہے کہ وہ اپنی قوم میں اعلیٰ وارفع نسب والے ہوتے ہیں (تاکہ عالی نسب لوگ ان کی اطاعت سے نفرت و نخوت کا اظہار نہ کرسکیں)،

میں نے یہ دریافت کیا تھا کہ ان سے پہلے بھی کسی نے یہ دعویٰ کیا تھا جس کے جواب میں تو نے کہا کہ نہیں تو اگر کسی نے پہلے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ محض اس دعویٰ کی تقلید اور پیروی میں دعویٰ رسالت ونبوت کر رہے ہیں۔

میں نے استفسار کیا تھا کہ آیا تم اس دعویٰ سے پہلے ان کو دروغگوئی سے متہم کرتے تھے، جس کے جواب میں تو نے کہا ہے کہ نہیں! تو مجھے اس امر کا یقین ہوگیا ہے کہ اُن کے شایانِ شان یہ نہیں ہے کہ لوگوں کے ساتھ تو دروغ گوئی روا نہ رکھیں اور اللہ تعالیٰ پر افتراء کریں اور جھوٹ بولیں (بلکہ وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں)۔

میں نے یہ سوال کیا کہ آیا ان کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بادشاہ تھا جس کے متعلق تمہارا جواب نفی میں تھا تو اگر ان کے آباء میں سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں خیال کرسکتا تھا کہ دعویٰ نبوت کی آڑ لے کر یہ شخص اپنا آبائی ملک حاصل کرنا چاہتا ہے۔

میں نے تجھ سے یہ دریافت کیا کہ ان کی اتباع امراء اور روساء نے کی ہے یا غرباء و مساکین نے تو تو نے جواب میں کہا کہ (بالعموم) مساکین وفقراء نے ان کی اتباع کی ہے اور یہی لوگ رسل وانبیاء کی اتباع کرنے والے ہیں!

میں نے تجھ سے استفسار کیا کہ اُن کے متبعین بڑھتے چلے جارہے ہیں یا ان میں کمی واقع ہورہی ہے تو اس کا جواب تو نے یہ دیا کہ وہ بڑھتے جا رہے ہیں! اور یہی حال ایمان وایقان کا ہے کہ وہ روز بروز ترقی کرتا رہتا ہے تا آنکہ تمام ومکمل ہوجاتا ہے۔

میں نے تجھ سے یہ سوال کیا کہ آیا ان کے تبعین میں سے کوئی اُن کے مذہب سے بیزار اور ناراض ہوکر ان سے خارج ہوا ہے یا نہیں؟ جس کے متعلق تو نے کہا کہ ایسا نہیں ہوا اور یہی حالت ایمان کی ہے جب اس کی بشاشت وحلاوت دلوں کے اندر پوری طرح سرایت کر جاتی ہے اور ہر رگ وریشہ میں سما جاتی ہے۔

میں نے یہ معلوم کیا کہ آیا وہ عہد شکنی سے کام لیتے ہیں جس کا جواب تو نے نفی میں دیا اور یہی شان رسل کرام کا ہے کہ وہ غدر اور عہد شکنی سے منزہ ومبریٰ ہوتے ہیں۔

میں نے تمہارے باہمی قتال وجدال کے متعلق دریافت کیا جس کا جواب تو نے اثبات میں دیا اور یہ انکشاف کیا کہ باہمی جنگ میں کبھی غلبہ ان کو حاصل ہوتا ہے اور کبھی تمہیں یہی حالت رسل کرام کی ہوتی ہے اوّل اوّل آزمائش وابتلاء میں ڈالے جاتے ہیں اور انجام کار کامیاب وکامران ہوتے ہیں۔

میں نے یہ پوچھا تھا کہ وہ کس چیز کا امر فرماتے ہیں۔ جس کے متعلق تو نے انکشاف کیا کہ ہمیں اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے سے منع کرتے ہیں اور اوثان واصنام کی پرستش سے روکتے ہیں۔ صدق وصفا کا امر فرماتے ہیں اور وفاءِ عہد اور ادائیگی امانت کا ارشاد فرماتے ہیں اور یہی نبی کی صفت وعلامت ہے۔

مجھے یہ تو یقین تھا کہ ان صفات کے مالک پیغمبر آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہونے والے ہیں لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تمہارے اندر ظہور فرما ہوں گے اور بنی اسماعیل سے تعلق رکھنے والے ہوں گے جو کچھ تو نے بیان کیا ہے اگر وہ درست ہے تو عنقریب وہ اس علاقہ کے مالک ومختار اور فرمانروا بن جائیں گے جہاں میں اس وقت موجود ہوں۔ بخدا اگر مجھے یقین ہوتا کہ اہل کتاب سے بچ کر ان کی خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں (اور وہ مجھے ہلاک نہیں کریں گے) تو میں ان کی ملاقات اور بارگاہِ اقدس میں حاضری کے لیے مقدور بھر سعی کرتا اور اگر اُن کے قدموں میں حاضری نصیب ہوتی تو ان کے قدم دھو کر حق غلامی ادا کرتا۔

ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا پھر ہرقل نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی منگوایا اور اُسے پڑھنے کا حکم دیا جب پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس میں یہ مضمون تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من محمد عبد اللہ ورسولہ الی ہرقل عظیم الروم

سلام علی من اتبع الھدیٰ۔ اما بعد فانی ادعوك بدعایۃ الاسلام اَسلم تَسلم یوتك اللہ اجرك مرتین، فان تولّیت فعلیك اثم الاریسیین و "یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرك بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تَوَلَّوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون"۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے عبد خاص اور رسول برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شاہ روم ہرقل کیطرف سلامتی ہے ان پر جنہوں نے دامن رشد وہدایت کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ بعدہ! میں تجھے دعوتِ اسلام پیش کرتا ہوں۔ اسلام لے آ اور بچ جا۔ اللہ تعالیٰ تجھے دوہرا اجر عطا فرمائے گا۔ اگر اسلام سے روگردانی کرے گا تو اپنے کفر کے گناہ کے ساتھ ساتھ اپنے متبعین کے کفر وشرک کا بوجھ بھی تجھ پر ہوگا اور اے اہل کتاب آئیے ایسے کلمہ توحید واخلاص کی طرف جو

ہمارے اور تمہارے درمیان ایک جیسا واجب القبول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایک دوسرے کو رب اور مالک و کارساز حقیقی نہ قرار دیں۔ اگر وہ اعراض و ردگردانی سے کام لیں اور حق کی طرف مائل نہ ہوں تو اے اہل اسلام ان سے کہیئے (خود ایمان نہیں لاتے تو نہ لاؤ) ہمارے متعلق تو صاف صاف گواہی دے دو کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اطاعت گذار ہیں اور اس کے حضور سر تسلیم خم کرنے والے۔

ابوسفیان نے کہا جب ہرقل نے اپنی گفتگو ختم کی تو اردگرد موجود عظماء روم کی آوازیں بلند ہوئیں اور بہت ہی شور و شغب برپا ہوگیا۔ مجھے معلوم نہیں انہوں نے کیا کہا۔ ہمیں دربار سے باہر نکال دینے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ ہمیں باہر نکال دیا گیا جب میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ باہر نکلا تو میں نے کہا ابن ابی کبشہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان بلند ہوگئی اور ان کا مقام بالاتر ہوگیا ہے۔ رومیوں کا سردار بھی (تمام تر جاہ و جلال رعب و دبدبہ اور شان و شکوہ کے باوجود) ان سے خوفزدہ ہے (تو دوسرے لوگوں کا کیا حال ہوگا)

بخدا میں اس دن سے سراپا ضعف و ناتوانی بن گیا (اور سارے فخر و ناز اور غلبہ و کامیابی کے اوہام باطل ہوگئے) اور یہ یقین رکھنے لگا کہ ان کا امر غالب ہو کر رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام داخل فرما دیا۔ حالانکہ پہلے قلبی رغبت اور طلب صادق موجود نہیں تھی بلکہ عداوت و دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ محض اس نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھایا اور مجھے اس سعادت سے بہرہ ور فرمایا۔

امام زہری سے ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ مجھے نصاریٰ کے علماء میں سے ایک عالم نے بیان کیا کہ ہرقل کے پاس جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ آیا تو اس نے خط مبارک کو ران اور تہبند کے درمیان چھپا کر رکھ دیا۔ پھر رومیہ کے آدمی کی طرف خط لکھا۔ وہ شخص عبرانی خط کو جانتا تھا اور کتب سابقہ سے ہرقل کو خبر دیا کرتا تھا۔ صاحب رومیہ نے اس کو جواب میں لکھا کہ واقعی وہ وہی نبی ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا انکی اتباع کرو اور دل و جان سے ان کی تصدیق کرو۔

ہرقل نے عساکر روم کے قائدین کو محل میں طلب کیا وہ سبھی آچکے تو اس کے دروازے بند کر دیے گئے۔ پھر وہ غرفہ اور بالاخانہ سے ان پر ظاہر ہوا (اور وہ ان سے خوفزدہ تھا) انہیں کہا اے رومی لشکر کے قائدین میرے پاس اس ہستی کا خط آیا ہے جو کہ مجھے اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں اور وہ بخدا سچے نبی ہیں اور وہی پیغمبر آخر الزمان ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے اور جن کے اوصاف و کمالات کا اور آمد و بعثت کا تذکرہ اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ لہذا آئیے ان کی اتباع کریں ہماری دنیا و آخرت سنور جائے گی اور دونوں جہان میں شدائد و مصائب سے محفوظ رہیں گے۔

وہ یہ کلام سنتے ہی فرد واحد کی مانند گدھے جیسی آواز نکالتے اور ہینگتے ہوئے دروازوں کی طرف دوڑے مگر وہ تو بند کیے جا چکے تھے۔ ہرقل نے ان کا ردعمل دیکھ کر کہا ان سب کو میری طرف لاؤ۔ جب وہ لوٹ کر آگئے تو ان سے کہا اے

ومی لشکر کے قائدین میں نے جو کچھ کہا یہ محض تمہارا امتحان تھا اور دین کے معاملہ میں تمہاری ثابت قدمی اور تصلب معلوم کرنے کے لیے کہا ہے اور میں تمہاری صلابت اور حمیت دینی دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں۔ تو وہ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور حسبِ عادت تعظیم و تکریم ادا کر کے چلے گئے۔

حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خط مبارک دے کر قیصر روم کی طرف بھیجا اور وہ دمشق میں موجود تھا میں نے اسے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیا تو اس نے مہر والی جگہ کو بوسہ دیا اور جس بچھونے اور غالیچے پر بیٹھا تھا اسی کے کنارے کے نیچے رکھ دیا پھر آواز دی اور سپہ سالار، کمانڈر اور زعماء قوم حاضر ہو گئے۔ اس کے لیے تکیے جوڑ کر اونچی جگہ بنائی گئی چنانچہ اس پر کھڑے ہو کر اس نے خطاب شروع کیا اور چونکہ روم و فارس میں منبروں کا رواج نہیں تھا لہذا بوقت خطاب یہی طریقہ اختیار کیا جاتا تھا۔

خطبہ میں اس نے کہا کہ یہ اس نبی آخر الزمان کا خط مبارک ہے جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں بشارت دی تھی جو کہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد سے ہیں تو وہ گدھوں کی طرح ہنہنانے لگے۔ اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ خاموشی سے کام لو اور آرام و سکون سے سنو جب وہ چپ ہو گئے تو ان سے کہا میں نے صرف تمہاری آزمائش کے لیے یہ کہا ہے تاکہ دیکھوں کہ تم نصرانیت کی مدد کرنے اور اس کے غلبہ و برتری کے لیے کہاں تک جد و جہد اور سعی و اجتہاد سے کام لو گے۔

حضرت وحیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوسرے دن خفیہ طور پر ہرقل نے مجھے آدمی بھیج کر بلایا اور ایک بہت بڑے مکان میں مجھے لے گیا جس میں تین سو تیرہ تصاویر و تماثیل تھیں جو کہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی تصاویر تھیں۔ اس نے مجھے کہا دیکھو تمہارے نبی کی صورت ان میں سے کونسی ہے؟ میں نے نبی کریم علیہ السلام کی صورت مبارک کو دیکھا گویا کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ میں نے قیصر سے کہا یہ ہے وہ مبارک صورت اس نے کہا تو نے درست کہا ہے پھر دریافت کیا کہ ان کے دائیں پہلو پر کس کی تصویر و تمثال ہے؟ میں نے کہا آپ کی قوم میں سے ایک عظیم المرتبت فرد ہیں جنکو ابوبکر کہا جاتا ہے۔ تو یہ انکے بائیں کون ہے؟ اس نے دریافت کیا، میں نے کہا یہ بھی ان کی قوم کے عظیم الشان فرد ہیں انہیں عمر بن الخطاب کہا جاتا ہے ہرقل کہنے لگا ہم اپنی کتابوں میں لکھا پاتے ہیں کہ نبی الانبیاء خاتم المرسلین علیہ السلام کے ان دو ساتھیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس دین کو مکمل فرمائے گا۔

جب میں واپس مدینہ منورہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا تو میں نے یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور ہرقل کی اپنی کتب سے بیان کردہ خبر و روایت بیان کی تو حبیب کریم علیہ السلام نے فرمایا اس نے ٹھیک کہا ہے اللہ تعالیٰ میرے ان دو یاران جاں نثار ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بدولت اس دین کو تمام و کمل فرمائے گا اور ان کی بدولت سلسلۂ فتوحات وسعت پذیر ہوگا (حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں داخلی خلفشار اور فتنۂ ارتداد و مانعین زکوٰۃ وغیرہ ختم کر کے مضبوط بنیاد فراہم کر دی جس پر فتوحات فاروقیہ کا عظیم الشان قصر تعمیر ہوا)۔

محمد بن اسحاق نے بعض اہل علم سے روایت کیا کہ ہرقل نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے کہا بخدا میں جانتا ہوں کہ تمہارے نبی فی الواقع نبی مرسل ہیں اور ان کی حقانیت وصداقت شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ اور یہی وہ نبی ہیں ہم جن کے انتظار میں آنکھیں فرش راہ کیے ہوئے تھے لیکن ایمان لانے کی صورت میں مجھے رومیوں کے ہاتھوں ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے اور یہ خطرہ نہ ہوتا تو میں ضرور ان کی اتباع کرتا۔ف

محمد بن اسحاق نے خالد بن سنان سے نقل کیا ہے کہ روم کے پرانے لوگوں میں سے ایک نے بیان کیا کہ جب ہرقل نے شام سے قسطنطنیہ کی طرف عزم سفر کیا تو اُسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی اطلاع پہنچی۔ اس نے عظماء روم کو جمع کیا اور کہا میں تم پر ایک امر پیش کرتا ہوں۔ اس میں اچھی طرح غور وفکر کرو۔ انہوں نے دریافت کیا وہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا بخدا تم جانتے ہو کہ یہ شخص نبی مرسل ہے۔ انہی کا تذکرہ ہم اپنی کتابوں میں مرقوم ومسطور پاتے ہیں اور انکے صفات کمال اور علامات امتیاز واختصاص کو جانتے ہیں تو آئیے ان کی اتباع کریں۔

انہوں نے کہا (تو اتنا عظیم المرتبت بادشاہ ہوکر) عربوں کا ماتحت ہو جائے گا۔ اس نے کہا ہم ہر سال ان کو ٹیکس دیتے رہیں گے اور ان کے غلبہ وتسلط کو کم کر دیں گے اور اُن کے ساتھ نبرد آزمائی اور حرب وقتال سے بھی محفوظ رہیں گے انہوں نے کہا ہم عربوں کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل وحقیر کریں بخدا ایسا نہیں ہو سکتا۔

اس نے کہا میں انہیں سوریہ کا علاقہ دے دوں گا (جس پر اہل اسلام کی حکومت قائم ہونے کا کتب سابقہ میں تفصیلی بیان موجود تھا) یعنی فلسطین۔ اردن، دمشق، حمص اور درب سے ورے جتنا علاقہ ہے۔

انہوں نے کہا ہم قطعاً ایسا نہیں کریں گے۔ ہرقل نے کہا غور سے سنو۔ بخدا تم سمجھتے ہو کہ جب تم اپنے شہر میں محصور ہو کر رہ جاؤ گے تو تمہیں فہمندی اور کامیابی حاصل ہو جائے گی (بخوشی تھوڑا علاقہ نہیں دو گے تو اہل اسلام اپنی خداداد قوت سے تمہارا سارا علاقہ لے لیں گے کیا وہ دن تمہارے لیے عزت کا دن ہوگا)

پھر اپنے خچر پر سوار ہو کر چل پڑا۔ جب مقام درب پر پہنچا تو شام کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اے ارض سوریہ تم پر سلام ہو سلام وداع پھر اپنے خچر کو ایڑ لگائی اور قسطنطنیہ میں داخل ہو گیا۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں ہرقل کی طرف قاصد بھیجے اور اسلام کی طرف دعوت دی۔

موسیٰ بن عقبہ سے مروی ہے کہ ہشام بن العاص، نعیم بن عبداللہ اور ایک تیسرا شخص جس کا نام انہوں نے بیان کیا

ف۔ ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ + اگر حبیب کریم کے فرمان اَسْلِمْ تَسْلَمْ پر اعتقاد رکھتے ہوئے مشرف با سلام ہو جاتا تو یقیناً اس کا بال بھی بیکا نہ ہوتا اور غالباً دانائے اسرار ورموز علیہ السلام نے اس فرمان میں اسی خدر کو زائل فرما دیا تھا اور اسلام لانے کی صورت میں سلامتی کی ضمانت دیدی تھی۔

(لیکن راوی بھول گیا) قیصر روم کی طرف زمانۂ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بھیجے گئے۔

موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں ہم جبلہ بن ایہم کے پاس غوطہ (دمشق میں) پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ اُس نے سیاہ کپڑے پہن رکھے ہیں اور اس کے آس پاس جتنی چیزیں ہیں وہ سبھی سیاہ ہیں۔ اس نے ہمیں دیکھ کر کہا میں نے یہ سیاہ لباس اس نذر کے تحت پہنا ہے کہ جب تک تمہیں اپنے علاقہ شام سے نکال باہر نہیں کرونگا یہ ماتمی لباس نہیں اتاروں گا۔

ہم نے کہا حلم و حوصلہ سے کام لے اور اپنے اہل مجلس کو ذرا سنبھال رکھ اور ہمارے ساتھ تعرض سے روک رکھ۔ ہم تجھے صاف صاف بتلا دیتے ہیں۔ کہ ہم شام کا سارا علاقہ تجھ سے اور تیرے ملک اعظم سے چھین کر رہیں گے۔ انشاء اللہ ہمیں مخبر صادق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔

اس نے دریافت کیا کہ تم ہی گندم گوں اور کالے لوگ ہو۔ ہم نے کہا ہمیں وہ لوگ ہیں۔ (رومی چونکہ سخت سفید رنگ ہیں لہذا عربوں کو کالے اور سیاہ فام سمجھتے ہیں) اس نے کہا نہیں تم شام کے فاتحین نہیں ہو۔ ہم نے دریافت کیا وہ کون لوگ ہیں؟ جبلہ بن ایہم نے کہا وہ ایسے لوگ ہوں گے جو دن کو روزے رکھیں گے اور راتیں قیام میں بسر کریں گے۔ ہم نے کہا بخدا وہ لوگ ہم ہی ہیں۔ جبلہ نے دریافت کیا تمہاری نماز کیسی ہے؟ ہم نے کیفیت صلوٰۃ اس کو بتائی تو اس کا رنگ اڑ گیا اور بدن پر سیاہی طاری ہوگئی حتیٰ کہ اس کا چہرہ یوں معلوم ہونے لگا جیسے ہنڈیا کا نچلا حصہ ہو۔

جبلہ بن ایہم نے ہمیں کہا اٹھو اور ہمیں بادشاہ اعظم کی طرف جانے کا حکم دیا۔ ہم بادشاہ کی طرف جانے لگے تو اس کا ایلچی ہمیں شہر کے دروازے پر ملا اور کہنے لگا اگر چاہو تو تمہارے لیے خچر مہیا کر دیتے ہیں اور اگر گھوڑے پسند کرو تو ترکی گھوڑے پیش کر دیے جائیں گے۔ ہم نے کہا بخدا ہمیں نہ خچروں کی ضرورت ہے اور نہ گھوڑوں کی بلکہ ہم جس حالت میں ہیں اسی طرح بادشاہ کے پاس جائیں گے۔ اس نے واپسی اطلاع بھیجی کہ وہ کسی شئی کو بھی قبول نہیں کرتے تو اس نے پیغام بھیجا کہ انہیں اُن کے حال پر چھوڑ دو۔ ہم اونٹنیوں پر سوار ہو کر دستاریں سر پر باندھے تلواریں حمائل کیے ہوئے دربار شاہی کے قریب پہنچے جب دروازے پر پہنچ گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بالاخانہ پر موجود ہے اس نے ہماری طرف دیکھا اور ہم نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھ کر لا الہ الا اللہ کہا۔

موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ ہی حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے ہمیں یہ کلمہ کہنے کے بعد یوں معلوم ہوا کہ اس کا بالاخانہ یوں لرز رہا ہے جیسے کہ کھجور کا خوشہ ہوا کے تھپیڑوں سے۔

بادشاہ نے ہماری طرف آدمی بھیج کر کہا کہ تمہیں یہ زیبا نہیں ہے کہ اپنا دین میرے ہاں اس طرح ظاہر کرو اور ہمیں اندر داخل ہونے کا اذن دیا۔ جب ہم داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ چھت پر بچھونے کے اوپر بیٹھا ہوا ہے اور سرخ لباس پہنے ہوئے ہے اور اس کے اردگرد جتنی اشیاء ہیں وہ سبھی سُرخ ہیں اور روم کے سپہ سالار اور قائدین عساکر اس کے اردگرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے اپنے قاصد اور ایلچی کی معرفت ہمارے ساتھ کلام کرنا چاہا۔ ہم نے کہا۔ بخدا ہم اس کے ساتھ

کلام نہیں کریں گے ہمیں تو بادشاہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اگر بادشاہ خود ہمارے ساتھ بات چیت کرتا ہے تو ٹھیک (ورنہ ہم واپس چلے جائیں گے) چنانچہ اس نے ہمیں براہ راست گفت گو کی اجازت دے دی۔

جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ ہنسا اور وہ بذاتِ خود بہت ہی فصیح اللسان تھا اور عربی خوب سمجھتا تھا اور بول سکتا تھا۔ ہم نے کہا لا الہ الا اللہ تو بخدا بالاخانہ کی چھت لرزنے لگ گئی اور قیصر نے اور اس کے مصاحبین نے سر اٹھائے قیصر نے کہا تمہارے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والا کلام کونسا ہے؟ ہم نے کہا یہی کلمہ اس نے دریافت کیا یہی کلمہ جو ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے کہا ہے۔ ہم نے کہا ہاں۔

اس نے کہا یہ کلمہ جب تم اپنے اعداء اور مخالفین کے سامنے اپنے علاقوں میں کہتے ہو تو ان کے مکانوں کی چھتیں لرزنے لگتی ہیں؟ ہم نے کہا نہیں بخدا یہ صورتحال تو ہم نے صرف پہلی دفعہ دیکھی ہے اور تو ہی اس کیفیت کے ساتھ ممتاز و مختص کیا گیا ہے۔ ہرقل نے کہا کتنا سچا کلمہ ہے یہ، تو یہ بتائیے جب تم شہروں کو فتح کرتے ہو تو کیا کہتے ہو۔

موسیٰ بن عقبہ! ہم لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہتے ہیں۔

ھرقل! تم لا الہ الا اللہ کہتے ہو اور اس کے ساتھ کسی شئے کے شریک ہونے کی نفی کرتے ہو اور اللہ اکبر یعنی اللہ تعالےٰ ہر چیز سے بڑا ہے کہتے ہو۔

موسیٰ بن عقبہ! ہاں ہاں ہم اس کے توحد و تفرد کا اور ہر شئے سے بالاتر ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

ھرقل! تمہیں مجھے ایسا تحیہ اور سلام دینے میں کیا مانع ہے جیسا تحیہ وسلام اپنے نبی کو پیش کرتے ہو۔

موسیٰ بن عقبہ! ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والا ہدیہ و تحیہ تو تیرے لیے درست نہیں ہے اور جو انداز تحیۂ و تسلیم کا تمہارے ہاں ہے وہ ہماری شریعت میں حلال نہیں ہے تاکہ اس انداز میں تحیۂ ادا کریں اور حق تعظیم بجالائیں۔

ھرقل! تمہارا باہم تحیہ وسلام کیا ہے؟

موسیٰ بن عقبہ! اہل جنت والا اسلام۔

ھرقل! کیا وہی سلام و تحیہ اپنے نبی کی بارگاہ میں بھی پیش کرتے ہو؟

موسیٰ بن عقبہ! ہاں وہی ہدیۂ سلام ان کی بارگاہِ اقدس میں بھی پیش کرتے ہیں۔

ھرقل! تمہارا وارث کون بنتا ہے؟

موسیٰ بن عقبہ! جو متوفی کا نسب میں زیادہ قریبی ہو۔

ھرقل! اور تمہارے بادشاہوں میں بھی طریق وراثت یہی ہے؟

موسیٰ بن عقبہ! ہاں بالکل یہی۔ احکام شرع میں شاہ و گدا سبھی برابر ہیں۔

ہرقل نے ہمارے لیے خوب خاطر تواضع اور باعزت مہمانی مہیا کرنے اور بہترین رہائش کا بندوبست کرنے کا حکم دیا تین دن

ہم وہاں ٹھہرے تیسرے دن رات کے وقت ہمیں بلوایا۔ ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ تن تنہا بیٹھا تھا۔ اس نے ہم سے دوبارہ کلام کرنے کو کہا، ہم نے دوبارہ ساری گفتگو دہرا دی۔ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے قریب ہی ایک بہت بڑا سنہری صندوق تھا جو عظیم منزل اور مکان کی طرح معلوم ہوتا تھا اور اس میں چھوٹے چھوٹے دروازے تھے۔ ایک دروازہ کھول کر اُس نے ایک سیاہ ریشمی ٹکڑا نکالا جس پر سفید رنگ میں ایک تصویر بنی ہوئی تھی۔ ہم نے دیکھا تو وہ ایک دراز قد شخص کی تصویر ہے جس پر بہت زیادہ بال ہیں۔ اس نے دریافت کیا جانتے ہو یہ کون ہیں؟ ہم نے کہا نہیں تو اس نے کہا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ وہ تصویر اپنی جگہ پر رکھ کر اس نے دوسرا دروازہ کھولا اور وہاں سے بھی سیاہ رنگ ریشمی ٹکڑا نکالا جس پر سفید تصویر بنی ہوئی تھی۔ ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کی تصویر ہے جس کا سر عظیم ہے اور بال بڑے گھنگریالے جیسے کہ قطیول کے۔ کمر سے نچلا حصہ بہت بھاری ہے اور آنکھیں سُرخ دھاری دار۔ اس نے دریافت کیا، کیا انہیں جانتے ہو۔ ہمارے لاعلمی ظاہر کرنے پر اس نے بتایا کہ یہ نوح علیہ السلام کی تصویر ہے اسے اپنی جگہ پر رکھنے کے بعد ایک اور دروازہ کھولا جس سے سیاہ رنگ ریشمی ٹکڑا نکالا اس پر سفید رنگ تصویر بنی ہوئی تھی اس نے ہم سے اس کے متعلق دریافت کیا ہم نے کہا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر ہے۔ اس نے کہا بخدا یہ محمد رسول اللہ ہیں۔ واللہ اعلم اس کا مقصد کیا تھا وہ ایک بار اٹھا اور پھر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔ تمہیں تمہارے دین وایمان کا واسطہ سچ سچ بتلائیے یہی تمہارے نبی ہیں؟ ہم نے کہا ہمیں ہمارے دین وایمان کی قسم ہمارے نبی یہی ہیں گویا کہ ہم ان کو حالت حیات میں دیکھ رہے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ یہ دروازہ تو آخری تھا اور حضرت نوح علیہ السلام والی تصویر اور اس کے درمیان بہت زیادہ تصاویر تھیں لیکن میں نے جلد از جلد تمہاری رائے معلوم کرنے کے لیے پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کی تصویر تمہارے سامنے رکھ دی۔ اسے واپس اپنی جگہ پر رکھنے کے بعد اس نے دوسری تصاویر دکھائیں۔ ایک دروازہ کھولا جس میں سے سیاہ رنگ ریشمی ٹکڑا نکالا۔ اس پر ایک ایسے شخص کی تصویر تھی جس کے دونو ہونٹ ذرا سکڑے ہوئے تھے۔ آنکھیں گہری تھیں۔ دانت ایک دوسرے کے ساتھ بڑی مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے اور درمیان میں ذرا بھی خلا نہیں تھا۔ داڑھی گھنی تھی اور تیوری چڑھائے ہوئے تھے۔ ہم سے دریافت کیا انہیں جانتے ہو۔ ہم نے نفی میں جواب دیا تو کہنے لگا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان کے پہلو میں ایک دوسرے شخص کی تصویر تھی جو اُن کے مشابہ تھا البتہ سر کی گولائی اور آنکھوں کی ساخت میں ان سے مختلف تھا۔ ہرقل نے ان کا تعارف کراتے ہوئے کہا یہ ہارون علیہ السلام کی تصویر ہے۔

اس تصویر کو اپنی جگہ رکھ کر دوسرا دروازہ کھولا اور اس میں سے سیاہ رنگ ریشمی ٹکڑا نکالا جس میں سُرخ یا سفید تصویر تھی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک درمیانہ قد آدمی ہے، ضعف بدن اور دُبلے پن کی وجہ سے بوڑھی عورت کی مانند معلوم ہوتا ہے اُسنے دریافت کیا اسے جانتے ہو ہم نے لاعلمی ظاہر کی تو اس نے کہا یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی تصویر ہے۔ اسے اپنے مقام پر رکھنے کے بعد دوسرا دروازہ کھولا اور اس سے ایک ریشمی ٹکڑا حسب سابق نکالا جس میں سفید تصویر بنی ہوئی تھی۔ غور سے دیکھا تو ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے۔ جس کی دونوں پچھلی ٹانگیں بہت لمبی ہیں اور پیٹھ چھوٹی ہے گویا کہ وہ سارے کا سارا پر و بال ہے اور ہولنے اس کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ ہم سے پوچھنے لگا جانتے ہو یہ کون ہیں۔ ہم نے نفی میں جواب دیا تو اس نے خود ہی تبلایا کہ

یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصویر ہے۔ بعد ازاں ایک دوسرا دروازہ کھولا۔ اس سے بھی حسب سابق تصویر نکالی۔ غور سے دیکھا تو معلوم ہوا ایک نوجوان شخص ہے جس کی رنگت میں زردی نمایاں ہے۔ جبیں کشادہ ہے اور داڑھی انتہائی خوبصورت۔ دریافت کیا کہ ان کو جانتے ہو ہم نے لاعلمی ظاہر کی تو کہنے لگا یہ عیسیٰ بن مریم کی تصویر ہے۔ اسے اپنی جگہ پر رکھا اور اس صندوق کے اٹھا لینے کا حکم دیا۔ ہم نے اس سے کہا یہ صورت جو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اُسے تو ہم نے پہچان لیا۔ کیونکہ ہم نے آپ کی زیارت کی ہوئی تھی تو جو صورتیں ہم نے پہلے نہیں دیکھیں اُن کے متعلق کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ واقعی یہ ان پیغمبران کرام کی صورتیں ہیں۔

اس نے کہا حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں التجا کی تھی کہ انہیں اپنی اولاد میں پیدا ہونے والے ہر ہر نبی کی صورت دکھائی جائے تو اللہ تعالیٰ نے جنت کے ریشمی ٹکڑوں پر ان کی صورتیں رقم فرما کر حضرت آدم علیہ السلام کے حوالے فرما دیں۔ ذوالقرنین نے آدم علیہ السلام کے خزانہ میں انہیں غروب شمس کے مقام پر پایا۔ پھر دانیال علیہ السلام نے ان صورتوں کے نقوش کو اجاگر کیا لہٰذا یہ بعینہٖ وہی تصاویر ہیں اور ان میں شک وتردد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اگر میرا دل ملک سے باہر جانے پر بخوشی آمادہ ہو جاتا (تو میں ضرور نکلتا اور اس نبی آخر الزمان کی اُمت میں داخل ہوتا) اور اس امر کی قطعاً پروا نہ کرتا کہ مجھے تم میں سے کسی مضبوط اور زور آور شخص کا غلام ہی کیوں نہ بننا پڑتا لیکن میں اس سے نا امید نہیں ہوں کہ ایک دن ضرور میرا دل اس پر بخوشی آمادہ ہو جائے گا۔

پھر ہمیں بہت ہی اچھا انعام وعطیہ دیا اور رخصت کر دیا۔

ہشام بن عاص سے مروی ہے کہ مجھے اور ایک دوسرے قریشی کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ہرقل پادشاہ روم کی طرف بھیجا تاکہ اسے دعوت اسلام دیں۔ ہم مدینہ منورہ سے نکلے اور غوطہ دمشق میں جبلہ بن ایہم کے پاس پہنچے۔ اس نے وہی تفصیل بیان کی جو پچھلی روایت میں بیان کی گئی ہے البتہ اس میں حضرت لوط۔ حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب، حضرت اسماعیل اور حضرت یوسف علیہم السلام کی تصاویر اور ان کی صفات کا بیان بھی ہے۔ جب ہم واپس حضرت صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہرقل کے متعلق بتلایا تو وہ رو پڑے اور فرمانے لگے۔ وہ مسکین (دنیا کے نشے میں اپنی عاقبت تباہ کر رہا ہے) اگر اللہ تعالےٰ اس کی بھلائی اور بہتری کا ارادہ فرماتا تو وہ ضرور دولتِ اسلام وایمان سے مالا مال ہو جاتا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ نصاریٰ اور یہود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وصفت اور مکمل حلیہ جانتے ہیں اور اپنی کتابوں میں ان تفصیلات کو مرقوم ومسطور پاتے ہیں:

"یجدونہ مکتوباً عندھم فی التوراۃ والانجیل"

تیسرا باب

قاصد اور خط مبارک بطرف کسریٰ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو خط دے کر کسریٰ کی طرف روانہ فرمایا۔ انہوں نے وہ خط مبارک والئی بحرین کے حوالے کیا اور اس نے کسریٰ کو دیا۔ جب کسریٰ نے اس خط کو پڑھا تو اسے پھاڑ دیا۔

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ مسیب نے اس طرح روایت کیا ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق دُعا کی کہ اکاسرہ کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائے اور یہ خاندان تباہ و برباد ہو جائے۔

محمد بن اسحاق نے نقل کیا ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے حضرت عبداللہ بن حذافہ بن قیس کو شاہ فارس کسریٰ ابن ہرمز کی طرف بھیجا اور اس کی طرف یہ خط ارسال فرمایا۔

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

من محمد رسول اللہ　　　　الی کسریٰ عظیم فارس

سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ! و آمن باللہ و رسولہ، ادعوک بدعایۃ اللہ فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃ لانذر من کان حیاً و یحق القول علی الکافرین، فاسلم تسلم فان ابیت فان اثم المجوس علیک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے　　　　کسریٰ والئی فارس کی طرف

سلامتی ہے ان لوگوں پر جنہوں نے ہدایت کا راستہ اختیار کر لیا۔ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آ، میں تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں اور سبھی لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں تاکہ ان لوگوں کو عذاب خداوندی سے ڈراؤں جن کے دل ابھی صلاحیت ایمان و اسلام کو برقرار رکھتے ہوئے زندہ ہیں اور ان کفار پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ عذاب متحقق ہو جائے جن کے دل عناد اور حسد کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں۔ اسلام لے آ۔ اور دنیا و آخرت کی سلامتی سے بہرہ ور ہو جا اور اگر تو اسلام نہیں لائے گا تو اپنے کفر کا گناہ اور بوجھ بھی تجھ پر ہوگا۔ ساتھ ہی ساتھ مجوس کے کفر و شرک کا گناہ اور بار بھی تیری گردن پر ہوگا۔

جب کسریٰ نے آپ کا یہ خط مبارک پڑھا تو اس کو پھاڑ دیا۔ پھر یمن کے گورنر باذان کی طرف خط لکھا کہ اپنی طرف سے دو مضبوط اور ہوشیار آدمی بھیج تاکہ وہ حجاز کے اس دعویدار نبوت و رسالت کو گرفتار کر کے میرے پاس لائیں۔

باذان نے کسریٰ کے حکم کے مطابق اپنے مختار عام بابویہ کو بارگاہ نبوی میں بھیجا وہ عقلمند بھی تھا اور فن کتابت سے بھی شناسا اور اس کے ساتھ ایک فارسی شخص کو بھی روانہ کیا اور ان کو ایک خط دیا جس میں رسول خدا علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ آپ اُن کے ساتھ کسریٰ کے پاس تشریف لے جائیں اور بابویہ سے کہا۔ ان کی حالت و کیفیت کا بغور جائزہ لینا اور اُن سے گفتگو کر کے مجھے اُسکے متعلق حقیقت حال سے آگاہ کرنا۔

بابویہ اور اس کا ساتھی چلتے چلتے طائف پہنچے۔ آپ کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ مدینہ شریف میں ہیں۔ اور اہل طائف خوش ہو گئے کہ اب کسریٰ کے ساتھ ان کی ٹکر آگئی ہے، اب ہم اُن کے حملہ وغیرہ سے بے خطر ہو گئے ہیں۔ یہ دونوں وہاں سے نکلے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ بابویہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی اور کہنے لگا کہ شاہ شاہاں ملک الملوک کسریٰ نے شاہِ یمن باذان کی طرف خط لکھا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ آپ کے پاس آدمی بھیج کر آپ کو اس کے دربار میں پہنچائے اور باذان نے اس کے امتثال حکم کے طور پر مجھے بھیجا ہے تاکہ آپ میرے ساتھ چلیں۔

اگر آپ چلیں تو میں آپ کے متعلق ملک الملوک کو خط لکھ دوں گا جو آپ کے لیے مفید اور کار آمد ہوگا اور اس کی بدولت وہ تمہیں کسی قسم کے تشدد وغیرہ کا نشانہ نہیں بنائے گا اور اگر اس کے پاس جانے سے انکار کرو گے تو آپ جانتے ہی ہیں۔ وہ کون ہے۔ وہ آپ کو اور آپ کی قوم کو معاف نہیں کرے گا بلکہ ہلاک کر کے رکھ دے گا اور شہروں کو روند ڈالے گا۔

یہ دونوں شخص جب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے تو انہوں نے داڑھیاں منڈوا رکھی تھیں۔ اور مونچھیں بڑھا رکھی تھیں آپ نے ان کی طرف دیکھنا بھی پسند نہ فرمایا اور فرمایا تمہارے لیے افسوس ہے تمہیں اس کا حکم کس نے دیا ہے؟ انہوں نے کہا ہمارے رب یعنی کسریٰ نے۔

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میرے رب تبارک وتعالیٰ نے تو مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا حکم دیا ہے۔ پھر انہیں حکم دیا کہ اب جاؤ اور کل میرے پاس آنا۔

ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اطلاع اور وحی آگئی کہ ہم نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا ہے اور اس نے فلاں مہینہ کی فلاں رات میں فلاں وقت پر اس کو قتل کر دیا ہے۔ جب صبح کے وقت وہ دونوں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں فرمایا۔ میرے رب تبارک وتعالیٰ نے تمہارے آقا کو فلاں مہینہ کی فلاں رات میں اس وقت پر قتل کر دیا ہے۔ اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا اور اس نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے انہوں نے کہا خیال کیجئے آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم نے تو آپ کی انتہائی معمولی بات برداشت نہیں کی ہے اور آپ اتنا بڑا دعویٰ یہاں دور دراز علاقہ میں بیٹھ کر کر رہے ہیں۔ کیا ہم آپ کی یہ خبر اور اطلاع لکھ کر اپنے بادشاہ کو بھیج دیں۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ بھی لکھ دو۔ اور ساتھ یہ بھی اُسے کہنا کہ اگر تو حلقہ اہل اسلام میں داخل ہو جائے تو جو ملک تیرے زیر تصرف ہے وہ تیرے ہی قبضہ میں رہنے دوں گا اور تجھے تیرے ہم وطن اور ابنائے قوم کا بادشاہ بنا دوں گا اور یہ بھی کہہ دینا کہ میرا دین اور میرا ملک ملک کسریٰ تک پھیل جائے گا اور

جہانتک اونٹ اور گھوڑے جا سکتے ہیں وہاں تک وسعت پذیر ہو جائے گا۔

بعد ازاں آپ نے بابویہ کے رفیق کار اور رفیق سفر کو ایک کمربند عطا فرمایا جس میں سونے اور چاندی کی تاروں سے کڑھائی کا کام کیا ہوا تھا اور بعض ملوک کی طرف سے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا گیا تھا۔

وہ دونوں آپ سے رخصت ہو کر باذان کے پاس پہنچے۔ اسے آپ کا جواب اور کسریٰ کی ہلاکت کے متعلق غیبی خبر بیان کی۔ اس نے کہا ان کا کلام بادشاہوں کی مانند نہیں ہے بلکہ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ یہ واقعی نبی مرسل ہیں جیسے کہ ان کا دعویٰ ہے اور ہم ان کی خبر کے متعلق دیکھ لیتے ہیں کہ واقع کے مطابق ہے یا نہیں؟ اگر درست نکلتی ہے تو پھر وہ سچے رسول ہیں (اُن کے ساتھ تعرض اور چھیڑ چھاڑ کرنا اپنی ہلاکت کو دعوت دینا ہے) اور اگر سچی نہیں نکلتی تو پھر سوچیں گے کہ کیا قدم اٹھانا چاہیے۔ ذرا دیر ہی گذری تھی کہ باذان پر شیرویہ کا فرمان پیش کر دیا گیا جس کا مضمون یہ تھا۔

سلام کے بعد واضح ہو کہ میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے اور محض اہل فارس کی ہمدردی وبھلائی اور ان کی طرف داری میں قتل کیا ہے کیونکہ وہ اشراف فارس کو قتل کر دیتا تھا اور ان کو محبوس و مقید رکھتا تھا۔ جب میرا یہ خط تیرے پاس پہنچے تو اپنے علاقہ کے لوگوں سے میرے لیے بیعت طاعت لینا اور جس شخص (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کسریٰ نے تیری طرف خط لکھا تھا اس کے متعلق میرے دوسرے خط کا انتظار کرنا اور اس سے قبل کسی طرح کی چھیڑ چھاڑ اُن کے ساتھ ہرگز نہ کرنا۔

جب کسریٰ کے بیٹے شیرویہ کا خط باذان کو موصول ہوا اور فرمان نبوی کی تصدیق ظاہر ہو گئی تو اس نے کہا۔ یہ ہستی مقدس بلاشک وشبہ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں چنانچہ وہ خود اسلام لے آیا اور جتنے ابنا فارس اس علاقہ میں تھے۔ وہ بھی مشرف باسلام ہو گئے۔

سعید مقبری سے مروی ہے کہ فیروز دیلمیؓ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کسریٰ نے باذان کی طرف یہ خط لکھا ہے کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تیرے علاقہ میں ایک شخص دعویدار نبوت ہے اس کو فوراً قید کر کے میرے پاس بھیج دے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا رب تبارک وتعالےٰ تیرے آقا پر ناراض ہو گیا ہے اور اسے اس کے بیٹے نے سحری کے وقت طلوع آفتاب سے ایک ساعت پہلے قتل کر دیا ہے۔ فیروز آپ سے رخصت ہو کر چلے تو انہیں فارس سے کسریٰ کے قتل کی اطلاع موصول ہو گئی تو وہ اسلام لے آئے اور مخلص مومن بن گئے۔

چوتھا باب

شاہ حبشہ کے نام

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف بھیجا اور حضرت جعفر

بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کے متعلق حسن سلوک اور ہر ممکن اعانت کی فرمائش کی اور انہیں یہ خط لکھ کر دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی النجاشی ملك الحبشہ

انی احمد الیك اللہ الذی لا الہ الا ھو الملك القدوس السلام المومن المھیمن واشھد ان عیسیٰ بن مریم روح اللہ وکلمتہٗ القاھا الی مریم البتول الطیبۃ فحملت بعیسیٰ وانی ادعوك الی اللہ وحدہ لا شریك لہ وان تتبعنی وتومن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ وقد بعثت الیك ابن عمی جعفراً ومعہ نفر من المسلمین والسلام علی من اتبع الھدی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے شاہ حبشہ کے نام

میں اس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی بادشاہ حقیقی ہے مقدس و منزہ ہے سلامتی نازل فرمانے والا، امن دینے والا اور حفاظت و نگہبانی فرمانیوالا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم روح اللہ ہیں اور کلمۃ اللہ جن کو مریم بتول طیبہ کی طرف القاء کیا گیا وہ ان کے ساتھ حاملہ ہوئیں اور میں تجھے اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی طرف بلاتا ہوں اور اپنی اتباع اور اس شریعت پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں جو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہے کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا برحق رسول ہوں، میں نے تیرے پاس اپنے چچازاد بھائی جعفر کو بھیجا ہے جن کے ساتھ اہل اسلام کی ایک جماعت بھی ہے اور سلامتی ہے ان پر جو راہِ ہدایت پر گامزن ہوتے ہیں۔

نجاشی نے آپ کی طرف جو ابی عریضہ لکھا جس کا مفہوم اور ترجمہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی کا عریضہ۔

سلام علیك یا نبی اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الذی لا الہ الا ھو الذی ھدانی الی الاسلام۔

بعد از سلام نیاز اور اہداء ماوجب من التحیات امعروض خدمت اقدس ہے کہ مجھے جناب کا گرامی نامہ موصول ہوا جس میں آپ نے عیسیٰ بن مریم کا منصب و مقام ذکر فرمایا۔ مجھے پروردگار ارض و سما کی قسم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا جو مقام و منصب آپ نے ذکر فرمایا ہے اس سے تنکے کے برابر بھی زائد نہیں ہیں اور وہ فی الواقع اسی منصب و مرتبہ کے مالک ہیں جو آپ نے بیان فرمایا ہے جو دعوت آپ نے ہمیں دی ہے، ہم اس کی حقیقت سے باخبر ہیں۔ آپ کے چچازاد بھائی اور ان کے ساتھی پہنچ چکے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، میں آپ کے ساتھ آپ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی وساطت سے بیعت کر چکا ہوں اور میں اُن کے ہاتھوں پر اللہ رب العالمین کی اطاعت و انقیاد کا عہد کرتا ہوں میں نے

اپنا بیٹا آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور اگر فرمائیں تو میں خود بھی حاضر ہونے کو تیار ہوں، کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپکا دعویٰ نبوت و رسالت اور جملہ ارشادات برحق ہیں۔

والسلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ،۔

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کو ساٹھ اہل حبشہ کے ساتھ کشتی میں سوار کر کے روانہ کیا مگر جونہی وہ کشتی سمندر کے درمیان پہنچی تو غرق ہو گئی اور وہ سبھی ہلاک ہو گئے۔

واقدی نے ذکر کیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی طرف دو خط روانہ فرمائے ایک میں اس کو دعوت اسلام دی اور قرآن پاک کی آیات ذکر فرمائیں جب وہ خط اسے موصول ہوا تو اسے لے کر آنکھوں پر لگایا اور بطور تواضع اپنے تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا، پھر اسلام لایا اور حق کی گواہی دی اور کہا کہ اگر میں حاضر ہونے کی استطاعت رکھتا تو ضرور ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا۔

اس کے جواب میں اس نے اجابت دعوت۔ تصدیق رسالت اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہونے پر مشتمل عریضہ لکھا۔

دوسرے خط میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ حکم دیا کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان ہجرت کر کے حبشہ میں پہنچیں ان کا خاوند عبید اللہ بن جحش اسدی نصرانی ہو گیا اور مر گیا ہے لہذا میرا نکاح اُن کے ساتھ کر دو اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ میرے جتنے صحابہ تمہارے پاس ہیں ان کو کشتی پر سوار کر کے میری طرف بھیج دو تو نجاشی رحمہ اللہ نے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے حضرت ام حبیبہ رضی کا نکاح بھی آپ سے کر دیا اور جملہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو رخصت فرما دیا۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نجاشی کا وفد بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا تو آپ بنفس نفیس ان کی خدمت فرماتے رہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم خدمت کے لیے موجود ہیں آپ خود تکلیف کیوں فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ میرے صحابہ کی عزت و تکریم کرتے تھے لہذا میں چاہتا ہوں کہ ان کی خدمت کا صلہ اور بدلہ دوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے وصال کی اسی دن خبر دیدی جس دن اس کا وصال ہوا تھا اور صحابہ کے ہمراہ عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں اور آپ نے اس پر چار تکبیریں کہیں اور نماز جنازہ پڑھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب نجاشی کا انتقال ہوا تو ہمیں یہ بتایا جاتا تھا کہ اس کے مزار شریف میں دفن سے آجتک نور نظر آتا ہے۔

ہمیں یہ روایات موصول ہوئی ہے کہ جس نجاشی کی طرف آپ نے دعوتِ اسلام کے لیے خط روانہ فرمایا یہ اور ہے اور جس پر نماز جنازہ پڑھائی وہ اور ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی اور ہر جبار و سرکش شخص کی طرف دعوت اسلام پر مشتمل خطوط روانہ فرمائے۔ اور یہ وہ نجاشی نہیں جس پر نماز جنازہ ادا فرمائی تھی۔

پانچواں باب

حارث بن ابی شمر غسانی کے نام

واقدی علیہ الرحمہ نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شجاع بن وہب اسدی کو حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف بھیجا تاکہ اسے دعوت اسلام دیں اور ان کو اپنی طرف سے خط بھی تحریر فرمادیا۔

شجاع فرماتے ہیں میں غسانی کے پاس پہنچا وہ غوطہ دمشق میں موجود تھا اور قیصر روم کے لیے حمص سے ایلیا تک کے لیے مہمانی اور دیگر ضروریات بطور ہدیہ و تحفہ پیش کرنے کے لیے تیاری میں مصروف تھا۔ میں دو تین دن اس کے دروازے پر پڑا رہا اور اس کے دربان سے کہا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی ہوں۔ اس نے کہا تمہاری اس سے ملاقات صرف فلاں فلاں دن ہو سکے گی اس کا حاجب رومی شخص تھا اُس نے مجھ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تفصیلات دریافت کیں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات و اخلاق اور آپ کی تعلیمات کا اس سے تذکرہ کرتا تو اس کا دل پانی پانی ہو جاتا اور رونے لگ جاتا اور کہتا میں نے انجیل پڑھی ہے اور اس میں پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کے اوصاف و کمالات اسی طرح مذکور ہیں جو تم بیان کر رہے ہو۔ میں اُن پر ایمان رکھتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور مجھے حارث سے خطرہ ہے کہ کہیں مجھے قتل نہ کر دے وہ میری بہت عزت و تکریم اور خوب خاطر و تواضع کرتا رہا۔ ایک دن حارث گھر سے باہر نکلا۔ مجلس سجائی۔ سر پر تاج رکھا اور ہر ایک کو اذن باریابی دیا۔ میں بھی دربار میں داخل ہوا اور اُسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیا۔ اس نے اُسے پڑھ کر پھینک دیا اور کہا کون ہے جو مجھ سے میرا ملک چھین سکے۔ میں اس کی طرف چلتا ہوں۔ سب لوگوں کو میرے پاس بلاؤ وہ اسی طرح کی ہذیانی کیفیت میں بہت کچھ کہتا رہا حتیٰ کہ مجلس سے اٹھا اور جنگ کی تیاری کے لیے گھوڑوں کو نعل وغیرہ لگانے کا حکم دیا۔ اور مجھے کہا کہ اپنے نبی کو یہی صورت حال بتا دینا جو تو دیکھ رہا ہے۔

ادھر ادھر قیصر روم کی طرف میرے خط لانے اور دعوتِ اسلام دینے کی اطلاع کر دی تو قیصر نے اسے جواب میں لکھا کہ تو اُن کے خلاف لشکر کشی نہ کر اور ان سے تغافل شعاری کو لازم پکڑ اور بیت المقدس میں میرے پاس پہنچ جب قیصر کی طرف سے اس کے خط کا جواب موصول ہو گیا تو اس نے مجھے بلا کر دریافت کیا کہ تو کب اپنے نبی کے پاس حاضر ہونے کا ارادہ رکھتا ہے میں نے کہا میں کل یہاں سے چل پڑوں گا۔ تو اس نے مجھے سو دینار سونا مہیا کرنے کے متعلق خازن کو فرمان جاری کیا اور اس

دربان نے بھی مجھے خرچہ اور لباس بطور عطیہ دیا اور بارگاہِ نبوی میں سلام عرض کرنے کے متعلق کہا۔ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ غسانی کا جواب اور ردِ عمل عرض کیا تو آپ نے فرمایا اس کا ملک تباہ ہوگیا۔ چنانچہ یہ شخص فتح مکہ کے موقعہ پر جہنم واصل ہوا۔

چھٹا باب

ہوزہ ابن علی حنفی کے نام

واقدی نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیط بن عمرو عامری کو ہوزہ بن علی حنفی کیطرف دعوت اسلام کے لیے مقرر فرمایا اور اس کے نام خط لکھا۔ جب حضرت سلیط اس کے پاس پہنچے تو اس نے انہیں مہمان بنایا اور احترام واکرام سے پیش آیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مبارک پڑھا اور جوابی عریضہ تحریر کیا۔ جس کا مضمون ومفہوم یہ تھا۔

وہ امر کتنا ہی حسین وجمیل ہے جس کی آپ دعوت دیتے ہیں۔ میں اپنی قوم کا شاعر ہوں اور ان کا خطیب اور سارے عرب میرے مقام ومرتبہ سے ہیبت زدہ ہیں اور خائف۔ اگر آپ بعض اختیارات مجھے تفویض فرمادیں تو میں آپ کی اتباع و اطاعت کے لیے تیار ہوں۔ سلیط بن عمر کو تحائف وانعام دیا اور ہجر کے تیار کردہ کپڑے پہنائے وہ کپڑے اور خط لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور اس کا جواب زبانی بھی عرض کیا۔ آپ نے اس کا خط پڑھا تو فرمایا وہ اگر زمین کے معمولی ٹکڑے بلکہ ایک ردی کھجور کا بھی مطالبہ کرے تو میں اس کو پورا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ وہ خود ہلاک ہوا اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ بھی ہلاک ہوا۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس ہوئے تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ کو اس کے مرجانے اور جہنم واصل ہونے کی اطلاع دی۔

ساتواں باب

جبلہ بن ایہم کے نام

رسول کریم علیہ السلام نے ملک غسان جبلہ بن ایہم کو دعوتِ اسلام دی اور خط روانہ فرمایا۔ اس نے جوابی عریضہ لکھا اور اپنے اسلام لانے کے متعلق عرض کیا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک وہ مسلمان رہا۔ حج کے لیے حاضر ہوا۔ طواف کر رہا تھا کہ بنی فزارہ کے ایک آدمی کا پاؤں اس کی چادر پر آگیا اور اس کی چادر کھل گئی۔ اس نے اس شخص کو اس

زور سے تھپڑ مارا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں اس کے خلاف شکایت کی گئی۔ آپ نے اسے فرمایا یا تو اس شخص کو راضی کر دیا میں تجھ سے قصاص لوں گا۔ اس نے کہا (اگر اسلام میں بادشاہ اور عامی میں کوئی امتیاز نہیں ہے تو) میں نصرانی بن جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ ارتداد ہے اور مرتد ہونے کی صورت میں تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اس نے کہا مجھے آج رات غور و فکر کی مہلت دی جائے اور رات ہی رات وہ اور اس کے تمام ساتھی ساز و سامان لے کر سوار ہوئے اور قسطنطنیہ کی راہ لی۔ اس نے نصرانیت اختیار کر لی اور اسی حالت میں مر گیا (العیاذ باللہ) ہم نے اس کا تفصیلی قصہ اپنی کتاب المنتظم میں بیان کیا ہے۔

آٹھواں باب

ذی الکلاع کے نام

ذی الکلاع طائف کے رؤسا میں سے ایک رئیس تھا، نام اس کا سمیفع تھا اور تعلی و فرعونیت میں انتہا کو پہنچ چکا تھا حتیٰ کہ ربوبیت کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط مبارک روانہ فرمایا اور حضرت جریر کے واپس پہنچنے سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

حضرت عمر کے دور خلافت تک ذوالکلاع اپنی فرعونیت اور بیدینی پر قائم رہا، پھر اسلام کی طرف راغب ہوا اور آٹھ سو غلاموں کے ہمراہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری دی۔ خود اور اس کے تمام غلام مشرف باسلام ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کرنے لگا۔ میرا اتنا بڑا گناہ ہے کہ میرا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف نہیں فرمائے گا آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ میں ان لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوا جو میرے بندے بن چکے تھے اور جب ان پر ظاہر ہوا اور ان کی نظر مجھ پر پڑی تو ایک لاکھ کے قریب افراد میرے سامنے سجدے میں گر پڑے (یہ ہے میرا گناہ عظیم کہ میں ربوبیت والوہیت میں شراکت کا مدعی بنا رہا)

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب اخلاص کے ساتھ توبہ کر لی جائے تو عظیم سے عظیم گناہ کی مغفرت سے بھی ناامید نہیں ہوا جا سکتا بلکہ کرم کریم سے مغفرت کی امید کرنی چاہیے۔

علوان بن داؤد اپنی قوم کے ایک فرد سے ناقل ہیں کہ مجھے میری قوم نے زمانہ جاہلیت میں ہدیہ دے کر ذوالکلاع کی طرف بھیجا، میں پورا ایک سال وہاں ٹھہرا رہا مگر اس تک پہنچ نہ سکا۔ ایک دن اس نے محل سے جھانکا تو جس نے بھی اسے دیکھا سجدہ میں گر پڑا۔ جب وہ مشرف باسلام ہوا تو پھر میں نے اس کو دیکھا کہ اس نے بازار سے ایک درہم کا گوشت خریدا۔ اس کے ساتھ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اس کو اٹھاتا۔ اس نے خود ہی باندھ کر گھوڑے کی زین کے ساتھ لٹکایا اور یہ اشعار کہتا ہوا چل دیا ؎

افٍ للدنیا اذا کانت کذا ۔ کل یوم انا منها فی اذی

افسوس ہے دنیا کے لیے جب وہ ایسی ہو جائے کہ ہر دن اس سے مجھے نئی نئی تکالیف اور مصیبتیں پیش آئیں۔

ولقد کنت اذاقیل من ۔ انعم الناس معاشا قیل ذا

ایک وقت میری حالت یہ تھی کہ جب دریافت کیا جاتا کہ سب سے زیادہ خوشحال کون ہے تو کہا جاتا یہ ذوالکلاع۔

بدلتنی بعد عزی شقوۃ ۔ حبذا انیک شقای حبذا

اس دنیا نے عزت کے بعد مجھے ذلت اور مشقت کی حالت میں بدل دیا ہے۔ مگر اے مالک وخالق تیری خاطر پیش آنے والی ذلت ومشقت میرے لیے مبارک ہے اور لائق صد مرحبا۔

نواں باب

فروہ جذامی کے نام

دائل بن عمرو سے مروی ہے کہ فروہ جذامی قیصر روم کا عامل اور گورنر تھا حلقۂ اسلام میں داخل ہو گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں عریضہ لکھ کر اپنے مسلمان ہونے کے متعلق عرض کیا۔ جسے اپنی قوم کے ایک آدمی کے ہاتھ بارگاہ نبوی میں روانہ کیا اور ساتھ ہی سفید خچر، گھوڑا، گدھا اور چند کپڑے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں پیش کیے اور ایک ریشمی سندسی قبا جس کی سونے کی تاروں سے کڑھائی کی گئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف جوابی خط لکھا جس کا ترجمہ ومفہوم درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے فروہ بن عمرو کے نام۔

بعد از سلام بصورت احوال یہ ہے کہ ہمارے پاس تمہارا ایلچی اور قاصد پہنچا اور جو ہدایا وتحائف تم نے روانہ کیے ہیں۔ وہ بھی پہنچ چکے ہیں۔ اس نے ہمیں آپ کے متعلق تمام تر تفصیلات سے آگاہ کیا ہے اور تمہارے اسلام لانے کی خوشخبری بھی سنائی ہے اور ہدایت خداوندی کے ساتھ بہرہ ور ہونے کی بھی۔

اور ساتھ ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کے قاصد کو پانچسو درہم چاندی عطا کریں۔

قیصر روم کو فروہ کے اسلام لانے کی اطلاع ملی تو اس نے فروہ سے یہ دین چھوڑنے اور سابقہ دین میں داخل ہونیکا مطالبہ

کیا اور ساتھ ہی عدم امتثال اور خلاف ورزی کی صورت میں تادیبی کارروائی کی دھمکی وغیرہ بھی دی احضرت فروہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا میں اور سب کچھ چھوڑ سکتا ہوں لیکن دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چھوڑ سکتا اور تو خود بھی صداقت دین مصطفوی اور حقانیت رسالت احمدی کو جانتا اور پہچانتا ہے مگر طبعی بخل اور قومی حسد کہ نبوت اسرائیل سے نکل کر بنی اسماعیل میں کیوں چلی گئی تجھے اتباع حق سے مانع ہو گیا اور اپنے ملک وسلطنت کے حرص وآز نے تجھے انجام و عاقبت سے بیخبر بنا رکھا ہے چنانچہ پہلے ان کو قید کر دیا گیا اور بعد ازاں قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا گیا۔

دسواں باب

عبد و جیفر کے نام

جیفر اور عبد عمان میں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی طرف حضرت عمرو بن العاص کے ہاتھ فرمان اقدس اور گرامی نامہ ارسال فرمایا۔ وہ پہلے عبد کے پاس پہنچے اور اُسے بتلایا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر ہوں۔ آپ نے مجھے تیری طرف اور تیرے بھائی جیفر کی طرف دعوتِ اسلام کے لیے بھیجا ہے۔

عبد نے کہا میرا بھائی مجھ سے عمر میں بھی بڑا ہے اور ملک وسلطنت کے معاملہ میں بھی مقدم و پیشوا ہے۔ لہذا پہلے یہ پیغام اسے پہنچاؤ اور میں تمہارے وہاں پہنچانے کا بندوبست کر دیتا ہوں۔ حضرت عمرو فرماتے ہیں۔ میں اس کے پاس پہنچا۔ اُسے آپ کا گرامی نامہ دیا جس پر محمد رسول اللہ کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اس نے خط مبارک پڑھ کر کہا۔ آج ہمیں مہلت دیں اور کل آئیں دوسرے دن آپ اس کے پاس پہنچ گئے تو جیفر نے کہا میں نے تمہاری دعوت میں اچھی طرح غور و فکر کیا ہے۔ مگر میں اسلام لانے سے اور اپنے ملک کا مالک کسی ایسے شخص کو بنانے سے قاصر ہوں جن کے سپاہی اور گھوڑے یہاں پہنچنے نا ممکن ہیں۔ اور بالفرض پہنچ بھی جائیں تو انہیں ایسی شدید جنگ سے واسطہ پڑے گا کہ ایسی جنگ سے آج تک انہیں سابقہ نہیں پڑا ہو گا اس حالت میں میرا اسلام لانا اور اپنا ملک کسی دوسرے کے حوالے کر دینا بہت بڑی بزدلی ہو گی اور میں سب اہل عرب سے ضعیف و ناتواں ٹھہروں گا۔

میں نے کہا مجھے کل واپس جانا ہے۔ مزید غور و فکر کر لو اور مجھے جواب سے آگاہ کر دینا جب صبح ہوئی تو میری طرف آدمی بھیجا۔ میں اس کے پاس گیا تو وہ خود بھی اور اس کا بھائی عبد دونوں مشرف باسلام ہو گئے اور صدقہ و زکوٰۃ میرے حوالے

چہ خوش رسمے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن ۔۔۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

کر دیا۔ میں نے اُسے اپنے ہاتھوں اُن کے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا۔

گیارھواں باب

منذر بن ساوی عبدی کے نام

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک خط مبارک منذر بن ساوی کیطرف بحرین میں روانہ فرمایا جس میں دعوتِ اسلام اور طاعتِ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم دی گئی تھی۔ منذر نے جوابی عریضہ میں اسلام لانے اور آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرنے اور شرف غلامی سے مشرف ہونے اور حلقۂ اہل اسلام میں داخل ہو جانے کے متعلق عرض کر بھیجا۔

بارھواں باب

ملوک و سلاطین حمیر کے نام

محمد بن اسحاق نے عبداللہ بن ابی بکر سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تبوک سے واپسی کے موقعہ پر ملوک حمیر کا عریضہ پہنچا جس میں حارث بن عبد کلال۔ نعیم بن عبد کلال اور نعمان کے حلقۂ اسلام میں داخل ہونے کی خوشخبری تھی جو کہ ذی رعین، ہمدان اور معافر کے اقیال اور سردار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف جوابی گرامی نامہ ارسال فرمایا جس کا مضمون و مفہوم درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے حارث بن عبد کلال۔ نعیم بن عبد کلال اور نعمان کی طرف

بعد از سلام! میں تم پر اس اللہ تعالےٰ کی حمد و ثناء کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ تمہارا قاصد اور سفیر ہمارے پاس اس وقت پہنچا جبکہ ہم ارض روم سے واپس ہوئے۔

اُس نے مدینہ منورہ میں ہم سے ملاقات کر کے تمہارا خط پہنچایا اور پیغام دیا اور یہ تبلایا کہ تم شرف اسلام سے مشرف ہو چکے ہو اور وہ مشرکین جو دین اسلام میں داخل ہونے سے انکاری تھے تم نے ان کو قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے تم پر خصوص

انعام واکرام فرمایا کہ تمہیں شرف اسلام سے مشرف فرمایا۔ اگر تم صلاح و خیر پر کاربند رہو۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول مقبول علیہ السلام کی اطاعت کرو، نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرو جو اللہ تعالےٰ کا اور بطور نیابت اس کے رسول ونبی اور مصطفےٰ وصفی کا حق ہے ۔ اور وہ صدقہ ادا کرو جو اللہ تعالےٰ نے تمام مومنین پر لازم فرمایا ہے (تو تمہارے لیے دنیا و آخرت میں بھلائی ہے اور امن وعافیت) اور جو شخص ملت یہودیہ پر کاربند ہے یا نصرانیت پر اس کو وہ مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اور نہ اس کو قتل وغارت کا نشانہ بنایا جائے بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کرے ۔

ان مکتوبات عالیہ کے علاوہ بھی اور خطوط ہیں جو آپ نے مختلف سفراء کے ذریعہ ملوک وسلاطین اور امراء ورؤساء کیطرف ارسال فرمائے مگر ہم انہیں پر اکتفاء کرتے ہوئے اس سلسلہ کو ختم کرتے ہیں ۔ واللہ الموفق

علامہ ابوالوفاء ابن عقیل فرماتے ہیں کہ نبی الانبیاء امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق دعویٰ اور حقانیت رسالت و نبوت کی دلیل اور عظیم حجت یہ ہے کہ آپ نے قیصر وکسریٰ اور دوسرے ملوک وسلاطین کو دعوتِ اسلام دی اور اس دعوت کو رد کرنے کی صورت میں انجام بد اور سوء عاقبت کا اعلان بھی فرمایا اور اطاعت وامتثال کی صورت میں دنیا و آخرت میں عزت و آبرو اور امن وسلامتی کی خوشخبری سنائی حالانکہ ابھی تک آپ کو عملاً اپنی قوم پر بھی غلبہ وتسلط حاصل نہ ہوا تھا چہ جائیکہ پورا عالم عرب۔ تو یہاں یہ حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے یہ خطوط لکھے نہیں تھے بلکہ اس ذات اقدس کی طرف سے لکھوائے گئے تھے جو انجام وعاقبت کا محافظ ومالک ہے۔ کیونکہ ایسے اقدامات کوئی عقلمند محض اپنے عقل وقیاس سے نہیں کرسکتا (بلکہ وہ ایسے اقدامات کے قریب ہی کہاں جا سکتا ہے ان کا تصور بھی نہیں کرسکتا کہ اپنی قوم کی دشمنی تو ختم ہوتی نہیں اور پورے جہان کے لوگوں کو بھی ایسی دھمکیاں دے کر دشمن بنا لے)

اور پھر نتیجہ یہ ہوا کہ قیصر وکسریٰ کے خزانے ان کی مسجدوں میں لائے گئے اور اہل اسلام میں بانٹ دیئے گئے اور آپ کا یہ اعلان کہ میرا ملک قیصر وکسریٰ کے ملک پر محیط ہوگا اور میرا مذہب اور دین وہاں تک پھیل جائے گا۔ اللہ تعالےٰ کے اعلام و اطلاع اور ان غیوب سے باخبر کرنے کی وجہ سے تھا۔ اسی لیے آپ نے کمال جرأت سے کام لے کر سب کو دعوت اسلام و ایمان دی اور اطاعت نہ کرنے کی صورت میں دنیا و آخرت میں تباہی وبربادی اور ذلت ورو سیاہی کا اعلان بھی کر دیا تو کیا علم غیب پر مطلع ہونے اور غیبی امور کا عالم ہونے کی اس سے بڑھ کر بھی کوئی دلیل ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد و بھروسا کی اس سے کامل واکمل کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ تو کتنے ہی کمزور اور ضعیف ہیں ان لوگوں کے عقول و افہام جو آپ کے آفتاب صداقت کی ان شعاعوں کو چمکتے ہوئے دیکھتے ہیں اور پھر بھی آپ کی نبوت و رسالت میں شک کرتے ہیں اور قبول حق میں تردد سے کام لیتے ہیں ۔

ابواب
وفود کی آمد
باب اوّل
سعد بن بکر کا وفد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سعد بن بکر قبیلہ نے ضمام بن ثعلبہ کو بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھیجا۔ ضمام بڑے دل گردے والے آدمی، بڑے وجیہ اور دراز گیسوؤں والے تھے۔ مدینہ منورہ پہنچے مسجد کے دروازے پر اونٹ بٹھایا۔ اس کا گھٹنا باندھا، پھر مسجد میں داخل ہوئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ وہ سیدھے اس مجلس میں گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جاکر کھڑے ہوگئے۔ دریافت کیا تم میں سے ابن عبدالمطلب کون ہیں؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں ہوں ابن عبدالمطلب۔ اس نے دریافت کیا آپ محمد ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو اس نے عرض کیا اے محمد بن عبدالمطلب میں آپ سے چند سوالات پوچھتا ہوں اور سوالات میں تشدید و تغلیظ سے کام لوں گا۔ کہیں آپ ناراض تو نہیں ہوجائیں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں میں ناراض نہیں ہوں گا۔ تم جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔

ضمام بن ثعلبہ نے کہا میں تمہیں اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو تمہارا بھی معبود ہے اور آپ سے پہلے لوگوں کا بھی اور بعد میں پیدا ہونے والے لوگوں اور جملہ اشیاء کا۔ کیا واقعی تمہیں اللہ تعالےٰ نے ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں واقعی! اس نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے!

ضمام بن ثعلبہ نے پھر عرض کیا۔ میں تمہیں اللہ تعالےٰ کے نام کا واسطہ دیتا ہوں جو تمہارا معبود ہے اور تم سے پہلے لوگوں کا اور آنے والوں کا کیا تمہیں اللہ تعالےٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہمیں صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کا حکم دیں اور ان اوثان و اصنام کو ترک کر دینے کا جن کو اللہ تعالےٰ کے علاوہ معبود بلکہ شریک سمجھا جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مجھے اللہ تعالےٰ نے اس کا امر فرمایا ہے۔

ضمام بن ثعلبہ نے عرض کیا! میں آپ کو اس اللہ تعالےٰ کے نام اقدس کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جو آپ کا معبود ہے اور پہلے لوگوں اور آنیوالوں کا کیا اللہ تعالےٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم یہ پانچ نمازیں ادا کریں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہاں اللہ تعالےٰ کا یہی حکم ہے۔

پھر ضمام بن ثعلبہ نے فرائض اسلام میں ہر ہر فرض کا ذکر شروع کیا۔ زکوٰۃ، روزے اور حج وغیرہ جملہ شرائع اسلام کا اور ہر فرض کے متعلق دریافت کرتے وقت اسی طرح واسطہ دیکر سوال کرتا رہا جیسے کہ پہلے سوالات میں حتی کہ جب سلسلہ سوالات منقطع ہو گیا تو کہا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ۔ میں ضرور یہ فرائض ادا کروں گا جن کا آپ نے حکم دیا ہے اور ان امور کے قریب بھی نہیں پھٹکونگا جن سے آپ نے منع فرمایا ہے اور اپنی طرف سے ان فرائض میں کمی وبیشی نہیں کروں گا۔ پھر واپس ہوئے۔ اونٹ کے پاس آکر اس کا رسہ کھولا اور سوار ہو کر چل دیے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر یہ دو گیسوؤں والا اپنے قول کو سچا کر دکھائے گا تو یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت ضمام رضی اللہ عنہ اونٹ دوڑاتے ہوئے اپنی قوم کے پاس پہنچے اور سبھی اکٹھے ہو کر اُن کے پاس آئے تو آغاز کلام انہوں نے اس طرح کیا کہ لات وعزیٰ جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ بہت بُرے ہیں۔ انہوں نے کہا اے ضمام ایسی کلام مت کیجئے اور برص وجذام اور جنون جیسے عوارض سے ڈریے جن سے صحت کے لات وعزیٰ ضامن ہیں۔

حضرت ضمام نے کہا تمہارے لیے افسوس ہے! یہ دونو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول مبعوث فرمایا ہے اور ان پر کتاب ہدایت نازل فرمائی ہے۔ جن کی بدولت تمہیں کفر وشرک کی ظلمت سے نجات اور خلاص دلائی ہے اور میں تو یہ گواہی دیتا ہوں۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ۔ اور میں ان کی طرف سے تمہارے پاس جملہ اوامر ونواہی پر مشتمل احکام سیکھ کر آیا ہوں۔ تو حضرت ضمام کی تعلیم وتبلیغ نے یہ اثر دکھلایا کہ شام سے پہلے پہل اس قبیلے کے جملہ افراد مرد اور عورتیں مشرف باسلام ہو گئے۔ اور ابدی فلاح سے شاد کام ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی قوم کے وفد وقاصد کے متعلق نہیں سنا جو حضرت ضمام سے افضل وبہتر ہو۔

دوسرا باب

وفد مُزینہ

کثیر بن عبداللہ مزنی سے منقول ہے کہ قبیلہ مضر میں سے پہلے وفد جو بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا وہ مزینہ کے چار صد افراد پر مشتمل وفد اور قافلہ تھا۔ جن کو رجب میں ہجرت کے پانچویں سال یہ سعادت نصیب ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں میں رہو۔ ہجرت کا اجر وثواب تمہیں مل جائے گا۔ اور تم جہاں کہیں بھی رہو تم مہاجر ہو۔ لہذا اپنے

مال و مویشی کی حفاظت و نگرانی کرو اور اپنے علاقہ میں رہائش رکھو چنانچہ وہ اپنے علاقہ کو لوٹ گئے اور وہیں قیام پذیر رہے۔

تیسرا باب

وفد فزارہ

ابو وجزہ سعدی سے منقول ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے مراجعت فرما ہوئے تو بنو فزارہ کے چودہ پندرہ آدمیوں کا وفد دبلی پتلی اونٹنیوں پر سوار ہو کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ ان حاضر ہونے والوں میں خارجہ بن حصن اور حر بن قیس بھی شامل تھے۔ حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے (اور تعلیمات فرائض و واجبات وغیرہ سے بہرہ ور ہوئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے علاقہ کی حالت دریافت کی تو ان میں سے ایک نے عرض کیا۔ ہمارے دیار میں قحط سالی کا دور دورہ ہے۔ مویشی اور جانور ہلاک ہو چکے ہیں اور ہماری رہائش گاہوں کے قرب و جوار میں خشکی ہی خشکی ہے اور اہل و عیال بھوک کا شکار ہیں۔ لہٰذا اپنے رب کریم سے ہمارے لیے باران رحمت کی دعا کریں۔

رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم بر سر منبر رونق افروز ہوئے اور دعا فرماتے ہوئے جناب باری میں عرض کیا۔ اے اللہ اپنے بلاد و عباد کو باران رحمت سے سیراب فرما۔ اور ان مردہ شہروں کو حیات نو عطا فرما۔ اے اللہ ہمیں ایسی بارش عطا فرما جو ہماری حاجت پوری کرنے والی خوشگوار ہو اور سبزہ اگانے والی ہو۔ تمام علاقوں پر مشتمل اور محیط ہو جلدی اترنے والی ہو اور تاخیر اور دیر لگانے والی نہ ہو۔ نفع دینے والی ہو اور نقصان پہنچانے سے منزہ ہو۔ اے اللہ ہمیں باران رحمت عطا فرما۔ نہ عذاب والی مکانات کو گرانے والی۔ اموال وغیرہ کو غرق کرنے اور بے نام و نشان کرنیوالی بارش۔ اے اللہ ہمیں باران رحمت سے مشرف فرما۔ اور اعداء دین پر نصرت و فتحمندی سے۔

جونہی حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم دعا سے فارغ ہوئے تو موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور پورا ہفتہ آسمان بادلوں اور زوردار بارش کی وجہ سے نظر نہ آسکا۔ تب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے اور دعا کرتے ہوئے جناب الٰہی میں عرض کیا۔ اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش برستی رہے مگر ہم پر نہ برسے۔ اے اللہ ٹیلوں، پہاڑیوں، وادیوں اور جنگلات پر بارش برستی رہے۔ جونہی آپ نے دعا کی تو مدینہ منورہ کے اوپر سے بادل اس طرح ہٹ گیا جیسے کہ گویا بچھا ہوا کپڑا تھا جس کو تیزی سے لپیٹ دیا گیا ہو۔

چوتھا باب

وفد تجیب

حویرث سے مروی و منقول ہے کہ ہجرت کے نویں سال وفد تجیب بارگاہ رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰۃ میں حاضر ہوا جو کہ تیرہ افراد پر مشتمل تھا اور وہ اپنے اموال کے صدقات بھی اپنے ہمراہ لائے تھے۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی آمد پر بہت مسرور ہوئے۔ انہیں مرحبا کہا اور ان کو اچھا ٹھکانا عطا فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ان کی خوب مہمان نوازی کریں اور بوقت رخصت جائزے اور عطیئے دے کر رخصت کریں اور انہیں دیگر تمام وفود کی نسبت زیادہ عطیہ دے کر رخصت فرمایا آپ نے ان سے دریافت فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص باقی رہ گیا ہے جس کو ہماری طرف سے انعام وعطا کے ساتھ بہرہ ور نہ کیا گیا ہو۔ انہوں نے عرض کیا ایک نوخیز جوان ہے۔ جس کو اپنی منزل پر ساز و سامان کی حفاظت کے لیے چھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے ہمارے پاس بھیجنا۔ جب وہ حاضر ہوا تو اُس نے عرض کیا میں بنی ابذیٰ کے وفد کا ایک فرد ہوں۔ جو ابھی ابھی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ نے ان کی حاجت روائی فرمائی۔ میری بھی ایک حاجت ہے اسے بھی پورا فرمائیں۔ آپ نے دریافت فرمایا تیری کیا حاجت و ضرورت ہے؟ اس نے عرض کیا میرے لیے اللہ تعالےٰ سے مغفرت و بخشش کی دعا فرماویں اور رحم و کرم کی اور ساتھ یہ بھی التجا کریں کہ اللہ تعالےٰ میرے دل کو مستغنی فرمادے۔ آپ نے اس کی خواہش و تمنا کے مطابق اس کے لیے مغفرت و بخشش، رحم و کرم اور غنائے قلب کی دُعا فرمائی۔ پھر اس کو بھی اسی قدر عطیہ دینے کا امر فرمایا جتنا کہ اس کے دوسرے ساتھیوں میں سے ہر ایک کو عطا فرمایا تھا۔ وہ ان انعامات اور عطیات سے بہرہ ور ہو کر اپنے وطن کی طرف چل دیے اور پھر ہجرت کے دسویں سال حج کے موقعہ پر میدان منیٰ میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے آپ نے اُن سے اس جوان کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا۔ ہم نے اس سے زیادہ بلکہ اس جیسا قانع اور صابر نہیں دیکھا جو کچھ اللہ تعالیٰ کیطرف سے رزق اس کو عطا ہوتا ہے۔ اسی پر صبر و قناعت کرتا ہے اور حرص و آز سے کلیۃً مبریٰ ہے (یہ سب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اعجاز تھا اور اسی لیے دریافت فرمایا تاکہ ان کی زبانی یہ اعتراف و اقرار متحقق ہو جائے کہ جناب کا تیر دعا ٹھیک نشانے پر بیٹھا اور اس کی آرزو و تمنا بر آگئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ؎

؎ فقط اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہی
نبی کے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

پانچواں باب

وفد سعد ھذیم

فروہ بن سعید اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے راوی ہیں کہ ہم بارگاہ نبی کریم علیہ السلام میں حاضر تھے کہ آپ کے پاس اہل یمن کا ایک وفد حاضر ہوا۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہمیں اللہ تعالےٰ نے امرؤالقیس کے اشعار میں سے دو ابیات کے ذریعے حیاتِ نو عطا فرمائی اور ہلاکت سے محفوظ فرما دیا۔ آپ نے دریافت فرمایا وہ کونسے ابیات ہیں انہوں نے عرض کیا ہم آپ کی بارگاہ میں حاضری دینے کیلئے آرہے تھے۔ جب فلاں فلاں جگہ پہنچے تو پانی کا مقام بھول گئے اور ہمیں پانی دستیاب نہ ہوسکا۔ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں طلح اور سمر کے درخت تھے۔ ہم میں سے ہر ایک پیاس سے بیتاب ہوکر ادھر ادھر درختوں کے سائے میں جا لیٹا تاکہ اُن کے نیچے تڑپ تڑپ کے جان دیدیں۔ ہم موت کے قریب پہنچ چکے تھے۔ جان لبوں پر آپہنچی تھی اور رشتہ جان منقطع ہونے والا ہی تھا کہ ناگاہ ایک سوار ہماری طرف آتا دکھائی دیا۔ ہم میں سے بعض نے اس کو دیکھا تو امرؤالقیس کے دو شعر پڑھنے لگا ؎

لما رأت ان الشريعة همها — وان البياض من فرائصها دامي

جب جنگلی گدھوں نے یہ خیال کیا کہ اُن کا مقصود و مطلوب پانی کی ندی ہے اور وہاں پہنچنے کی صورت میں تیرانداز شکاریوں کے تیر اُن کے کندھوں کو زخمی کرکے خون آلود ہونے والے ہیں۔

تيممت العين التي عند ضارج — يفئ عليها الظل عرمضها طامي

تو انہوں نے اس چشمے کا قصد کیا جو مقام ضارج کے پاس ہے۔ جس پر پچھلے پہر سایہ لوٹ آتا ہے اور اس پر عرمض کے طویل القامت درخت موجود ہیں۔ اس سوار نے دریافت کیا یہ اشعار کس کے ہیں اور اُن کا قائل کون ہے تو ہم میں سے بعض نے کہا کہ یہ امرؤالقیس کے ہیں تو اس سوار نے کہا بخدا یہ چشمہ ضارج تمہارے سامنے قریب ہی ہے اور تم یہاں پیاس سے جاں بلب ہو۔ کیوں اس پر پہنچ کر شدت پیاس سے چھٹکارا حاصل نہیں کرتے تب ہم اس چشمہ پر پہنچے حالانکہ ہمارے اور اس کے درمیان کل پچاس ہاتھ کا فاصلہ تھا اور یہ امرؤالقیس کے بیان کے بالکل مطابق تھا۔ اس پر عرمض کے درخت تھے اور ان کا سایہ دوپہر کو ڈھل کر اس چشمہ پر پڑتا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امرؤالقیس دنیا میں معروف و مشہور ہے مگر آخرت میں بے نام و نشان۔ قیامت کے دن وہ شعراء کی قیادت کرتے ہوئے اور ان کا علم ہاتھ میں لیے ہوئے آگ میں داخل ہوجائے گا۔ (العیاذ باللہ من سؤالخاتمہ) ف

ف۔ یہاں وہ شعراء مراد ہیں جو کفر و شرک کی ترویج کے لیے اور فسق و فجور کی اشاعت کے لیے ملکہ شعرگوئی استعمال کرتے ہیں لیکن وہ شعراء جن کی ساری قوتیں اسلام کی خدمت میں اور عقائد حقہ کی تبلیغ میں صرف ہورہی ہیں وہ اس زمرہ میں داخل نہیں ہیں جن کو کہ بموجب آیت مبارکہ الا الذین اٰمنوا۔ (الشعراء: ۲۲۷) کے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔" (محمد عالم مختار حق)

چھٹا باب

وفد محارب

ابو وجزہ سعدی سے منقول ہے کہ وفد محارب دس ہجری کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ یہ دس نفوس پر مشتمل تھا جن میں سوار بن حارث اور اس کا بیٹا خزیمہ بھی شامل تھا ان سے بڑھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کوئی زبان دراز تھا نہ سخت دل لیکن حقانیت اور صداقت اسلام نے اُن کے دل موم کر دیے اور انہیں سید خلق علیہ السلام کا غلام بیدام بنا دیا اور وہ دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے۔ آپ نے خزیمہ کے چہرہ پر دست شفقت و عنایت پھیرا تو وہ نورانی بن گیا اور اس کی جبین فیضان انوار محمدیہ سے جگمگا اٹھی اور وفد میں ایک ایسا شخص بھی موجود تھا جس سے قبل ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متعارف تھے۔ اس نے عرض کیا اس خدا بزرگ و برتر کے لیے حمد و ثنا ہے جس نے مجھے اتنا عرصہ باقی رکھا کہ میں تمہارے ساتھ ایمان لانے اور بیعت اسلام کی سعادت سے بہرہ ور ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ دل اللہ تعالےٰ کے دست قدرت میں ہیں وہ ان کو جب چاہتا ہے اور جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ رسول کریم علیہ السلام نے اس وفد کو بھی دوسرے وفود کی طرح انعام واکرام سے مشرف فرمایا اور وہ دولتِ اسلام سے اور عطایائے نبویہ سے مالا مال ہو کر اپنے گھروں کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

ساتواں باب

وفد بجیلہ

عبد الحمید بن جعفر اپنے والد سے راوی ہیں کہ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ ہجرت کے دسویں سال مدینہ منورہ میں اپنی قوم کے ایک سو پچاس آدمیوں کی ہمراہی میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اُن کے پہنچنے سے پہلے ارشاد فرما دیا) تم پر ابھی ابھی اس راہ سے اہل یمن سے افضل ترین شخص رونما ہو گا۔ جس کے چہرہ پر ملکی اثرات نظر آتے ہیں اور انوار جھلکتے ہیں تو فوراً حضرت جریر اپنی سواری پر سوار دکھائی دیے اور ان کے ہمراہ ان کی قوم تھی۔ وہ فوراً مشرف باسلام ہو گئے اور آپ سے بیعت کا اعزاز حاصل کر لیا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے لیے ہاتھ مبارک بڑھایا۔ حضرت جریر فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے اس شرط پر بیعت فرمایا کہ تو گواہی دے کہ اللہ تعالےٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور

ہیں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ نماز قائم کرے۔ زکوٰۃ ادا کرے۔ ماہِ رمضان کے روزے رکھے۔ اہل اسلام سے خلوص و ہمدردی کا حق ادا کرے اور اپنے والی وحاکم کی اطاعت کرے اگرچہ وہ عبد حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ تو میں نے عرض کیا جی ہاں میں ان سب احکام کی پابندی کا عہد کرتا ہوں۔ تب آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ علاقہ کے حالات پر گفتگو فرماتے رہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے وہاں اسلام کو غالب فرما دیا ہے اور فضا اذان صلوٰت کے ساتھ گونج رہی ہے اور تمام قبائل نے اپنے اپنے معبودان باطلہ اور اوثان واصنام کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے اور ان کو گرا کر پھینک دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ذوالخلصہ کا کیا ہوا۔ آیا خلصہ بت اور اس کا مکان بھی گرا دیا گیا ہے یا ابھی باقی ہے؟ انہوں نے عرض کیا وہ تو ہنوز اپنی حالت پر قائم ہے۔ آپ نے انہیں اس بت اور اس کے مکان کو منہدم کرنے پر مامور فرمایا اور اپنے دست اقدس سے علم باندھ کر ان کے حوالے فرمایا۔

انہوں نے عرض کیا میں گھوڑے کی پشت پر برقرار نہیں رہ سکتا بلکہ گر پڑتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے آپ کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور خداداد قدرت واختیار کو بروئے کار لاتے ہوئے ایسا تصرف فرمایا کہ بزدلی قوت وشجاعت سے تبدیل ہو گئی اور یہ دعا بھی دی۔ اے اللہ ان کو ثابت قدم رکھ اور اُسے ہدایت یافتہ بھی بنا اور ہادی ورہنما بھی۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کے تقریباً دوسو افراد کو ساتھ لے کر چلے۔ کوئی زیادہ عرصہ ان کو رخصت ہوئے نہیں گذرا تھا کہ واپس آکر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کیا ذوالخلصہ کو گرا دیا ہے اور بنیاد شرک وکفر منہدم کر دی ہے تو انہوں نے عرض کیا۔ جی حضور! صرف گرانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کو آگ لگا کر بھسم کر دیا گیا ہے اور مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ میں نے اسے ایسی حالت میں چھوڑا ہے جو اس کے پجاریوں کے لیے بہت ہی پریشان کن ہے اور موجب تکلیف۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر کی قوم۔ قبیلہ احمس کے سواروں اور پیادوں کو دعائے برکت سے نوازا اور رخصت فرمایا۔

آٹھواں باب

وفد نہد

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وفد نہد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ ان میں طہفہ بن زہیر بھی تھا۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا ہم آپ کی خدمت میں تہامہ کے نشیبی علاقوں سے لکڑی کے پالانوں پر سوار ہو کر حاضر

ہیں اللہ تعالٰے کا رسول ہوں۔ نماز قائم کرے۔ زکوٰۃ ادا کرے۔ ماہِ رمضان کے روزے رکھے۔ اہل اسلام سے خلوص و ہمدردی کا حق ادا کرے اور اپنے والی و حاکم کی اطاعت کرے اگرچہ وہ عبد حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ تو میں نے عرض کیا جی ہاں میں ان سب احکام کی پابندی کا عہد کرتا ہوں۔ تب آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ علاقہ کے حالات پر گفتگو فرماتے رہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالٰے نے وہاں اسلام کو غالب فرما دیا ہے اور فضا اذان صلوٰت کے ساتھ گونج رہی ہے اور تمام قبائل نے اپنے اپنے معبودان باطلہ اور اوثان واصنام کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے اور ان کو گرا کر پھینک دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ذوالخلصہ کا کیا ہوا۔ آیا خلصہ بت اور اس کا مکان بھی گرا دیا گیا ہے یا ابھی باقی ہے؟ انہوں نے عرض کیا وہ تو ہنوز اپنی حالت پر قائم ہے۔ آپ نے انہیں اس بت اور اس کے مکان کو منہدم کرنے پر مامور فرمایا اور اپنے دست اقدس سے علم باندھ کر ان کے حوالے فرمایا۔

انہوں نے عرض کیا میں گھوڑے کی پشت پر برقرار نہیں رہ سکتا بلکہ گر پڑتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے آپ کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور خداداد قدرت واختیار کو بروئے کار لاتے ہوئے ایسا تصرف فرمایا کہ بزدلی قوت وشجاعت سے تبدیل ہو گئی اور یہ دعا بھی دی۔ اے اللہ ان کو ثابت قدم رکھ اور اسے ہدایت یافتہ بھی بنا اور ہادی و رہنما بھی۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کے تقریباً دوسو افراد کو ساتھ لے کر چلے۔ کوئی زیادہ عرصہ ان کو رخصت ہوئے نہیں گذرا تھا کہ واپس آ کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کیا ذوالخلصہ کو گرا دیا ہے اور بنیاد شرک و کفر منہدم کر دی ہے تو انہوں نے عرض کیا۔ جی حضور! صرف گرانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کو آگ لگا کر بھسم کر دیا گیا ہے اور مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ میں نے اسے ایسی حالت میں چھوڑا ہے جو اس کے پجاریوں کے لیے بہت ہی پریشان کن ہے اور موجب تکلیف۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر کی قوم قبیلہ احمس کے سواروں اور پیادوں کو دعائے برکت سے نوازا اور رخصت فرمایا۔

آٹھواں باب

وفد نہد

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وفد نہد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ ان میں طہفہ بن زہیر بھی تھا۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا ہم آپ کی خدمت میں تہامہ کے نشیبی علاقوں سے لکڑی کے پالانوں پر سوار ہو کر حاضر

ہوئے ہیں۔ہم کو اونٹ اپنے وطن سے نکال کر منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے یہاں لائے۔ہمارے لیے شیر دار جانور صرف سفید بادل ہی تھے جن کا پانی ہی دودھ سمجھ کر پیتے تھے اور سبزہ کاٹ کر روٹی کی جگہ استعمال کرتے تھے۔بوندا باندی اور پانی سے خالی بادلوں کو ہی برسنے والے بادل اور موسلا دھار مینہ خیال کرتے تھے۔ دور دراز علاقہ سے چلے اور دشوار اور کٹھن راہوں پر گامزن ہوئے۔پانی کے پہاڑی تالاب خشک ہو چکے ہیں اور نباتات کی جڑیں بھی نمی سے محروم ہو چکی ہیں ٹہنیاں، تنوں کا ساتھ چھوڑ کر گر چکی ہیں اور ٹوٹ گئی ہیں۔نرم و نازک شاخیں ختم ہو چکی ہیں۔ہڈال جیسے دیرپا اور خشک سالی کو برداشت کرنے والے درخت تباہ ہو چکے ہیں۔پودوں کی قلمیں پھوٹنے سے قبل گل سڑ گئی ہیں۔اے رسول خدا ہم آپ کی جناب میں اوثان و اصنام سے براءت کا اظہار کرتے ہیں اور زمانہ کے پیدا کردہ نئے فاسد اور باطل نظریات و عقائد سے۔ہمارے چار پائے بغیر نگران کے ہیں اور اُن میں باہمی امتیاز باقی نہیں رہا۔بکریاں تھوڑی مقدار میں دودھ دیتی ہیں اور چراگاہوں کی طرف (خشک سالی کی وجہ سے) کم ہی بھیجی جاتی ہیں۔ہمیں قحط سالی کے سُرخ اور خونی سال نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔جس میں کھیتیاں ختم ہو چکی ہیں۔ اور جانوروں کے پستان دودھ سے محروم ہو چکے ہیں۔نہ اُن سے پہلی بار دوہنے پر کچھ ہاتھ آتا ہے اور نہ دوسری بار۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرماتے ہوئے اللہ رب العزت کی جناب میں عرض کیا۔اے اللہ اُن کے دودھ میں اور مکھن میں برکت عطا فرما۔اور جملہ مشروبات میں۔اور پھلوں کو کامل پختگی تک درختوں پر قائم فرما۔ان کے تالابوں کو اُبلتے ہوئے چشموں میں تبدیل فرما اور ان کی اولاد میں برکت عطا فرما

پھر آپ نے اس وفد کو ایک خط مبارک تحریر فرما دیا۔جس کا مضمون و مفہوم درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ کی طرف سے قبیلہ فہد کے نام

السلام علیکم : جو نماز قائم کرے گا وہ مومن ہوگا اور جو شخص زکوٰۃ ادا کرے گا وہ صحیح مسلمان ہوگا اور جو شخص لا الہ الا اللہ کی شہادت دے گا وہ غافل نہیں لکھا جائے گا۔شرعی طور پر مقرر کردہ مقدار زکوٰۃ میں بوڑھی بیمار ادھیڑ عمر والی اور تازہ بچہ دینے والی بھیڑ بکریاں وغیرہ تمہارے لئے ہیں جب تک کہ تمہارے دلوں میں اسلام و ایمان سے اور اس کے فرائض وواجبات سے نفرت اور عجب و فخر پیدا نہ ہو اور طوق غلامی اور قلادۂ تقلید کو کاٹ نہ ڈالو اور ریا کھانے سے مجتنب رہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہم ایک ہی باپ کی اولاد ہیں اور ایک ہی شہر میں تربیت پائی ہے اور آپ وفود عرب کے ساتھ ایسی زبان میں کلام فرماتے ہیں جو بالعموم سمجھ نہیں آتی تو آپ نے فرمایا اللہ رب العزت نے مجھے ادب سکھلایا اور خوب ادب سکھلایا اور میں نے بنی سعد میں پرورش پائی ہے اور تمہارے اندر یہ صفت و خصوصیت موجود نہیں ہے۔

نواں باب

وفد عامر بن صعصعہ

محمد بن اسحاق نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے نقل کیا ہے کہ بنی عامر کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا جن میں عامر بن طفیل بھی تھے نیز اربد بن قیس اور جبار بن سلمیٰ یہ تینوں اپنی قوم کے سردار تھے اور شیاطین صفت۔ عامر کو اس کی قوم نے کہا اسلام لے آ کیونکہ سبھی لوگ اسلام لا چکے ہیں تو اس نے کہا۔ بخدا میں نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ میں اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھوں گا جب تک تمام اہل عرب میرے نقش قدم پر نہ چلیں اور میری تقلید نہ کریں تو اب میں اس شخص کی تقلید کروں اور اُس کے نقش قدم پر چلوں ؟ (یہ کیسے ممکن ہے) پھر اس نے اربد سے کہا کہ جب ہم اس مدعی نبوت و رسالت کے پاس پہنچیں گے تو میں ان کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھوں گا تو تلوار کا وار کر کے (العیاذ باللہ) ان کو ٹھکانے لگا دینا۔ جب مدینہ منورہ میں پہنچے اور بارگاہِ رسالتماب علیہ السّلام میں حاضر ہوئے تو عامر نے آپ کے ساتھ سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا اور اربد سے حملہ کا انتظار کرنے لگا جیسے کہ اسے مشورہ دیا تھا مگر اس نے جراُت نہ کی۔ عامر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں جسارت و جراُت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ غور سے سن لو بخدا میں اس وادی کو نوخیز جوانوں سے اور باریک بال عمدہ نسل کے گھوڑوں سے بھر دوں گا۔ جب اُس نے پیٹھ پھیری تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ خداوندی میں دُعا کرتے ہوئے فرمایا" اے اللہ مجھے عامر بن طفیل سے کفایت فرما۔ باہر نکلے تو عامر نے اربد سے کہا۔ تیرے لیے افسوس ہے میں نے تجھے جو تجویز دی تھی اور طے کیا تھا وہ کدھر گیا تو نے اس پر عمل کیوں نہ کیا۔ اس نے کہا میں نے جب بھی حملہ کا ارادہ کیا تو میرے اور اُن کے درمیان تو حائل ہو جاتا تھا تو کیا میں تجھے قتل کرتا۔ چنانچہ وہ بے نیل مرام، نامراد و ناکام واپس چلے گئے۔ ابھی راہ میں ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عامر کو طاعون میں مبتلا کر کے ہلاک فرما دیا اور اربد پر آسمان سے بجلی گری اور اس کو راکھ کر دیا۔

عامر بن طفیل سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے گدا بچھایا، عزت کے ساتھ بٹھایا اور اسلام لانے کی ترغیب دی۔ اس نے کہا اس شرط پر اسلام لاتا ہوں کہ اختیار سلطنت میرے اور آپ کے درمیان اس طرح تقسیم ہو جائیں کہ اہل وبر میرے تسلط میں ہوں اور اہل مدر یعنی دیہات اور شہر تمہارے تصرف میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے قبول کرنے سے انکار فرمایا تو اُس نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔ بخدا میں اس وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا۔ اجرد گھوڑے اور امرد سپاہی ہر طرف پھیلے ہوئے دیکھو گے اور مدینہ کی ہر کھجور کے ساتھ گھوڑے بندھوا دوں گا اور غصہ سے لال پیلا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے فرمایا اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔

اگر عامر اور بنو عامر ایمان لاتے تو قریش سے ان کے منبر چھین لینے کی کوشش کرتے اور ہر قدم پر اُن کے ساتھ مزاحمت کرتے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عامر کے لوگوں کو دعوت اسلام دی اور فرمایا اے قوم ایمان لے آؤ۔ پھر بارگاہ الٰہی میں التجا کی۔ اے اللہ بنی عامر کو ہدایت سے سرفراز فرما اور عامر بن طفیل کو مجھ سے دور رکھ اور اس کے شر سے مجھے محفوظ فرما۔ جس طرح اور جیسے بھی تیرا حفاظت فرمانے کا ارادہ ہو۔

عامر محفل مصطفےٰ سے اٹھا تو اُسے طاعون نے اپنی گرفت میں ایسے لیا جیسے کہ اونٹوں کو طاعون لاحق ہوتا ہے اور قبیلہ سلول سے تعلق رکھنے والی عورت کے گھر مر گیا۔ جہنم واصل ہونے سے پہلے پکار پکار کر کہتا تھا اے موت میرے سامنے آ۔ اور دوڑتا ہوا باہر نکلتا اور آسمان کی طرف اچھلتا اور کہتا مجھے طاعونی غدود نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے جو کہ غدودِ شتر کی مانند ہے اور مجھے سلولیہ عورت کے گھر موت نے آلیا۔

دسواں باب

وفد عبد القیس

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وفد عبد القیس کے لوگ جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ نے اُن کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایمان لانے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا آیا جانتے ہو کہ ایمان باللہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم آپ نے فرمایا شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ماہِ رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت سے خمس کی ادائیگی۔ (بخاری ومسلم)

گیارھواں باب

وفد بنو حنیفہ

محمد بن اسحاق کہتے ہیں۔ ہمیں بعض علماء کرام نے بیان فرمایا کہ بنو حنیفہ مسیلمہ کو ساتھ لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے کپڑوں میں مستور ومحجوب کر کے لائے تھے۔ اس نے آپ کی نبوت ورسالت کا اقرار و اعتراف کیا مگر اتباع وطاعت کے لیے شرط یہ عائد کی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد مجھے خلافت ونیابت پر

ماموری ہوں" آپ کے دست اقدس میں کھجور کی شاخ تھی۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ خلافت و نیابت تو دور کی بات ہے اگر تو اس چھڑی کا مطالبہ کرے تو یہ بھی تجھے دینے کو تیار نہیں ہوں۔ جب یمامہ کی طرف لوٹے تو مسیلمہ عناد و بغض اور حسد و بغی سے کام لیتے ہوئے دین اسلام سے منحرف اور مرتد ہو گیا (العیاذ باللہ)

ان وفود کے علاوہ وفد بنی اسد۔ وفد کلاب۔ وفد الداریین۔ وفد بنی البکاء۔ وفد طیی۔ وفد سلامان، وفد زبید، وفد عبس اور وفد خولان بھی بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور محمد بن سعد نے طبقات میں ان وفود کی تعداد ستر بیان فرمائی ہے۔ لیکن ان تمام کے تذکرہ و بیان سے ہم کلام کو زیادہ طول دینا مناسب نہیں سمجھتے۔ لہذا صرف انہیں کے تذکرہ پر اکتفاء کر دیا ہے جن کے تذکرہ میں کوئی انوکھی اور اچنبھے کی بات تھی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب کوئی وفد حاضر بارگاہ ہوتا تو اچھا لباس زیب تن فرماتے اور بعد ازاں ان کو شرف ملاقات بخشتے۔

ابواب واقعات بعد از حجۃ الوداع

باب اوّل

اہل بقیع کے لیے دُعا

ابو مویہبہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس تشریف لانے کے بعد محرم الحرام میں رات کو مدینہ سے باہر تشریف لائے اور جنت البقیع میں قدم رنجہ فرما کر انہیں اپنی دُعاؤں سے نوازا۔

ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ خادم بارگاہِ نبوی سے مروی ہے کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھی رات کے وقت بیدار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالٰی نے اہل بقیع کے لیے استغفار کرنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا میرے ساتھ چلو۔ میں حسب الارشاد آپ کے ساتھ چلا۔ جب آپ قبرستان کے درمیان پہنچے تو فرمایا "اے اہل مقابر تم پر سلام ہو، مبارک ہو تمہیں اپنی یہ حالت جو اس سے بہتر اور خوب تر ہے جس میں کہ اب لوگ موجود ہیں۔ کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ کس قدر عظیم فتنوں سے اللہ تعالٰی نے تمہیں محفوظ کر دیا ہے اور بچا لیا ہے۔ تاریک رات کے قطعات کی مانند فتنوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہونے والا ہے اور ہر پچھلا فتنہ پہلے کی نسبت زیادہ مہیب اور خطرناک ہے۔

ابو مویہبہ فرماتے ہیں کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابا مویہبہ مجھے خزائن دنیا کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور ہمیشہ دنیا میں رہنے کا اختیار بھی تفویض کر دیا گیا ہے۔ پھر جنت بھی عطا کی گئی ہے اور مجھے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ خزائن دنیا اور ہمیشہ اس میں رہنا قبول کر لوں یا لقاء باری تعالٰی اور جنت۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں خزائن دنیا کو اختیار فرمالیں اور ہمیشہ یہاں رہنے کو جب تک کہ دنیا باقی ہے پھر جنت کو اختیار فرما لینا آپ نے فرمایا اے ابا مویہبہ میں نے لقاء باری تعالٰی کو اختیار کر لیا ہے اور جنت کو بعد ازاں آپ نے اہل بقیع کے لیے دعاء مغفرت و بخشش فرمائی اور واپس تشریف لائے۔

صبح ہوئی تو آپ کو درد کا وہ عارضہ لاحق ہو گیا جس میں آپ کا وصال ہو گیا اور آپ دار آخرت اور جوار رب قدوس میں مقعد صدق پر رونق افروز ہو گئے۔

ابو مویہبہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بقیع کے لیے استغفار کا حکم دیا گیا۔ آپ نے اُن کے لیے ایک رات میں تین مرتبہ دعائے مغفرت فرمائی (اور تین رات یہ سلسلہ جاری رہا) تیسری رات آئی تو فرمایا اے ابا مویہبہ

میرے لیے سواری پر زین ڈالو (میں نے تعمیل ارشاد کی) آپ جنت البقیع میں پہنچ کر سواری سے اترے۔ میں نے اس کی لگام تھامے رکھی۔ آپ اہل بقیع کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مبارک ہو تمہیں اپنی یہ حالت جس میں تم ہو بہ نسبت لوگوں کے اس حال کے جس میں وہ موجود ہیں (تم دار فتن و تکالیف سے چھٹکارا حاصل کر چکے جبکہ وہ اُن میں مبتلا ہیں) سیاہ شب کے قطعات کی طرح مہیب اور بھیانک فتنے یکے بعد دیگرے تسلسل کے ساتھ رونما ہونے ہی والے ہیں اور ہر پچھلا فتنہ پہلے فتنہ کی نسبت بدتر ہوگا۔ لہٰذا تمہیں اُن سے خلاص حاصل کر کے جوار رحمت الٰہی میں امن و عافیت سے رہنا مبارک ہو۔

واپسی پر فرمایا اے ابومویہبہ مجھے (قیصر و کسریٰ کا ملک اور خزائن وغیرہ عطا کر دیئے گئے ہیں جو میرے بعد میری امت کے ہاتھوں فتح ہوں گے اور مجھے اللہ تعالےٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ سارا ملک اور خزائن لے لوں اور بعد ازاں جنت حاصل کر لوں اور تا قیام قیامت اپنے غلاموں میں رہوں یا وصال اختیار کر لوں اور اللہ تعالےٰ کی لقاء اور بارگاہِ قدس میں حاضری میں نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ دنیا میں رہائش اختیار فرمالیں (تاکہ قیامت تک پیدا ہونے والے لوگ آپ کے انفاس قدسیہ اور انوار ملکوتیہ سے استفادہ کریں) آپ نے فرمایا میں نے لقاء باری تعالےٰ کو اختیار کر لیا ہے۔ اس کے سات آٹھ دن بعد آپ کو بیماری لاحق ہوئی۔ آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور واصل بحق ہو گئے۔

دوسرا باب

حضرت اسامہ بن زید کا سپہ سالار بننا

اہل سیر فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو بلایا اور حکم دیا کہ اپنے باپ کے مقام شہادت پر لشکر کشی کرو۔ اور ان کفار و مشرکین کو گھوڑوں سے روند ڈالو۔ انھوں نے لشکر لے کر مقام جرُف میں پڑاؤ ڈالا۔ اس لشکر میں حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق۔ حضرت سعد۔ حضرت سعید اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم بھی نکلے۔

بعض لوگوں نے ان عمر رسیدہ سپاہیوں کو دیکھا اور اسامہ رضی اللہ عنہ جیسے نوخیز امیر لشکر کو دیکھا تو کہا اس نوخیز بچے کو مہاجرین اوّلین پر امیر بنایا جا رہا ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تبصرہ کا علم ہوا تو سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا دولتکدہ سے باہر تشریف لائے جبکہ شدت درد سے سر اقدس کو باندھا ہوا تھا۔ اسی حالت میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا! لوگو اسامہ کو امیر بنانے پر تم نے کیسی گفتگو کی ہے اور جو اطلاع مجھے ملی ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ اگر تم (میں سے بعض) نے میرے اسامہ کو امیر بنانے پر گفتگو کی ہے تو یہ کوئی نیا واقعہ نہیں ہے بلکہ اس کے باپ زید رضی اللہ عنہ کو امیر بنانے پر ایسی گفتگو کی گئی تھی (کہ غلام اور غلام زادے کو قریش اور مشائخ پر امیر بنا دیا گیا ہے) حالانکہ بخدا حضرت زیدؓ

امارت کے اہل تھے اور اس کے لیے پوری طرح موزوں اور اس کے بعد اس کا بیٹا امارت وقیادت کا پوری طرح اہل ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درد میں اضافہ ہو گیا۔

تیسرا باب

مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوّت

مسیلمہ کذاب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور آپ کی رسالت کی گواہی بھی دی لیکن ساتھ یہ بھی کہا کہ مجھے اُن کا شریک کار بنایا گیا ہے۔ جب واپس اپنے علاقہ میں گیا۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام۔

سلام علیک! اما بعد۔ مجھے آپ کے ساتھ امر نبوت و رسالت میں شریک ٹھہرایا گیا ہے۔ آدھا علاقہ ہمارے لیے ہے اور آدھا قریش کے لیے۔ لیکن قریش حد سے تجاوز کرنے والے ہیں اور حقدار کو اس کا حق نہیں دیتے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کذاب کو جواب ارسال فرمایا:۔

محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام۔

اما بعد! ساری زمین اللہ تعالےٰ کی ملکیت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ اس کا وارث اور مالک بنا دیتا ہے۔

چوتھا باب

اسود عنسی کا ظہور

اسود شعبدہ باز شخص تھا اس کے اعلان نبوت کا آغاز سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حج فرمانے کے بعد ہوا۔ قبیلہ مذحج نے اس کے ساتھ عہد و پیمان کیا اور علاقہ نجران اس کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ، اور خالد بن سید رضی اللہ عنہ کو وہاں سے نکال دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیمار ہونے کی وجہ سے اس کو مہلت مل گئی اور اس نے تقویت حاصل کر لی۔ ساحلی علاقوں کے لوگ اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے اور اس علاقہ کے اہل اسلام

اس کی روز افزوں قوت اور ترقی سے خوفزدہ ہوئے۔ پھر حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کی اطلاع مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے ہی صبح سویرے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ آج رات فیروز نے اسود کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا میں محو خواب تھا کہ میرے پاس خزائن لائے گئے۔ اور میرے ہاتھ میں دے دیے گئے۔ اسی دوران میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں دو سنہری کنگن دیکھے جو مجھ پر سخت گراں گذرے اور انہوں نے مجھے غمزدہ کر دیا۔ میری طرف وحی کی گئی کہ انہیں پھونک مارو میں نے پھونکا تو وہ اڑے اور بے نام و نشان ہو گئے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ دو جھوٹے دعویدار نبوت پیدا ہو چکے ہیں جو میرے دائیں بائیں والے علاقوں میں ظاہر ہو چکے ہیں۔ صنعاء میں اسود عنسی اور یمامہ میں مسیلمہ کذاب۔

پانچواں باب

طلیحہ بن خویلد کا دعویٰ نبوت

طلیحہ بن خویلد نے بھی دعویٰ نبوت کیا اور ایک جماعت کثیرہ نے اس کی اطاعت کی۔ اس نے رسول خدا علیہ التحیتہ والثناء کی طرف امن و آشتی سے رہنے کے لیے باہمی عہد و پیمان کا خط لکھا۔ پھر اپنے اس دعویٰ باطل سے تائب ہو کر مشرف باسلام ہوا اور نہاوند کے مقام پر جہاد کرتا ہوا شہید ہو گیا۔

ابواب وصال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

باب اوّل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا جانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ عورت نے گوشت میں زہر ملا کر بارگاہ نبوی میں پیش کیا۔ آپ نے لقمہ منہ میں رکھا تو فرمایا۔ اس عورت نے گوشت میں زہر ملا رکھا ہے (لہٰذا ہاتھ اٹھا لو اور اُسے مت کھاؤ)۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں! حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اس زہر آلود لقمہ کا اثر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلق مبارک میں دیکھا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ عورت نے بکری کا زہر آلود گوشت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا اسے مت کھاؤ۔ کیونکہ یہ زہر آلود ہے۔ پھر اس عورت کو فرمایا تجھے اس حرکت پر کس چیز نے برانگیختہ کیا۔ اس نے کہا میں نے چاہا کہ آپ کی صداقت نبوت کا مشاہدہ کروں کہ اگر سچے نبی ہوں گے تو اللہ تعالےٰ تمہیں مطلع کر دے گا اور اگر سچے نہیں ہو تو تمہیں زہر سے ہلاک کر کے لوگوں کو آپ سے بچا لوں اور راحت پہنچاؤں۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ تناول فرما لیتے تھے اور صدقہ نہیں کھاتے تھے۔ ایک یہودیہ عورت نے آپ کی خدمت میں بکری کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا آپ نے اور بشر بن البراء رضی اللہ عنہ نے اس سے تناول فرمایا (جب معلوم ہو گیا کہ یہ زہر آلود ہے تو آپ نے) اس عورت کی طرف آدمی بھیج کر دریافت فرمایا کہ تجھے اس اقدام پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے۔ اس نے کہا (میں جانتی تھی کہ) تم سچے نبی ہو تو تمہیں اس سے کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا اور اگر بادشاہ ہو تو آپ کو زہر سے ہلاک کر دوں اور لوگوں کو آپ سے نجات دلاؤں۔

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں فرمایا کہ ہمیشہ خیبر میں زہر آلود لقمہ کھانے کا اثر ظاہر ہوتا رہا ہے۔ مگر اس وقت اس کا اتنا شدید اثر ظاہر ہو رہا ہے کہ گویا میری انتڑیاں کٹ رہی ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ خیبر کی ایک یہودیہ عورت نے بکری کے بھنے ہوئے گوشت کو زہر آلود

کر دیا۔ پھر بارگاہِ نبوی میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے اس بکری کا بازو ہاتھ میں لیا اور تناول فرمایا اور صحابہ نے بھی کھایا پھر آپ نے فرمایا اپنے ہاتھ اٹھالو اور اس عورت کو بلایا اس کو فرمایا تو نے اس بکری کو زہر آلود کیا ہے؟ عرض کیا ہاں۔ مگر آپ کو اس کی اطلاع کس نے دی ہے تو آپ نے بکری کے بازو اور اگلی ٹانگ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس نے آپ نے فرمایا تیرا اس اقدام سے کیا مقصد تھا؟ اس نے عرض کیا میرا خیال یہ تھا کہ آپ اگر واقعی نبی ہیں تو آپ کو کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا اور بصورت دیگر ہمیں چھٹکارا حاصل ہو جائے گا۔ آپ نے اس سے درگذر فرمایا اور اس کو عتاب وعقاب نہ فرمایا۔

جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا گوشت کھا لیا تھا۔ ان میں سے بعض شہید ہو گئے اور آپ نے ابو ہند مولیٰ بنی بیاضہ کو سنگیاں لگانے اور خون نکالنے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے آپ کے کندھے پر چھری سے زخم کیا اور سینگی کے ذریعے خون نکالا تاکہ زہر کا اثر کم ہو جائے۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں اس عورت کا نام زینب بنت الحارث تھا اور وہ سلام بن مشکم کی بیوی تھی۔ محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ ہمیں جو روایات پہنچی ہیں ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اس عورت کو قتل کرا دیا تھا اولاً پہلے درگذر فرمایا اور جب بعض صحابہ زہر سے وفات پا گئے تو بطور قصاص قتل کرا دیا۔ لہٰذا روایات میں باہم کوئی منافات نہیں ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم)۔

دوسرا باب

قربِ وصال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب سورۂ نصر نازل ہوئی۔ اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح الایۃ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے میرے قربِ وصال کی اطلاع دی گئی ہے یہ خبر جانکاہ سنتے ہی حضرت زہراء رضی اللہ عنہا آبدیدہ ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا روئیے نہیں بیٹی سب سے پہلے میرے پاس تم ہی پہنچو گی (اس مژدۂ جانفزاء اور خبر روح پرور کے سننے سے) آپ ہنس پڑیں (اگرچہ خبرِ وصال ہے اور حسنین کریمین اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے جدائی کی اطلاع مگر یہ بھی سیدہ زہرا کے لیے موجبِ مسرت ہے کیونکہ محبوب حقیقی سید الکل صلی اللہ علیہ وسلم کا مژدہ وصال ہے اور ایامِ فراق کے جلد اختتام کی خبر جانفزا۔

تیسرا باب

دورۂ قرآن کریم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مقدس کا دور فرماتے اور جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال آپ نے دو مرتبہ قرآن مقدس جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دور فرمایا۔

چوتھا باب

آغاز مرض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کے گیارہویں سال ماہ صفر کے آخری ایام میں دردِ سر کا عارضہ لاحق ہوا، واقدی کہتے ہیں کہ صفر المظفر کی صرف دو راتیں باقی تھیں اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ صرف ایک رات باقی تھی اور ایک قول یہ ہے۔ کہ ربیع الاوّل کے ابتدائی دنوں میں یہ تکلیف آپ کو لاحق ہوئی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس میں درد شروع ہوا۔ اسی دن آپ میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے اپنے دردِ سر کی شکایت کرتے ہوئے کہا" وا رأساہ " اے افسوس میرا سر شدت درد سے پھٹا جا رہا ہے" آپ نے فرمایا اے عائشہ تیرے سر کا درد کیا درد ہے بلکہ درد تو دراصل میرے سر کو ہے یعنی تمہارا دردِ سر نسبتاً کم بھی ہے اور ختم بھی ہو جائے گا لیکن میرا درد نہ ختم ہونے والا ہے اور نہ تادم زیست مجھ سے دور ہونے والا ہے۔

پھر آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور درد مزید شدت اختیار کر گیا۔ آپ نے اپنی ازواج مطہرات سے ایام مرض حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گذارنے کی اجازت طلب فرمائی تو انہوں نے برضا و رغبت اور بطیب خاطر اجازت دے دی۔ آپ جب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف تشریف لانے لگے تو جسمانی ضعف اور شدت درد اس قدر زیادہ تھا کہ آپ کے پاؤں مبارک زمین پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن جنت البقیع میں ایک

جنازہ میں شمولیت کے بعد واپس تشریف لائے تو مجھے دردِ سر سے کراہتے ہوئے دیکھا اور وارأساہ کہتے ہوئے سنا تو فرمایا۔ اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہو جاؤ تو اس میں تمہارے لیے کیا ضرر و نقصان ہے۔ میں اپنی نگرانی میں تمہارے غسل کا بندوبست کراؤنگا اور کفن کا نماز جنازہ پڑھاؤنگا اور اپنے ہاتھوں سے دفن کرونگا۔

میں نے عرض کیا بخدا میں چشم تصور سے دیکھ رہی ہوں کہ اگر میں مر گئی تو میرے دفن سے واپس ہوتے ہی آپ کسی دوسری بیوی کے ساتھ میرے اسی مکان میں سلسلہ عروسی کا آغاز فرما دیں گے۔ آپ میری یہ بات سُن کر مسکرائے پھر آپ کو وہ عارضہ لاحق ہوا جس میں آپ کا وصال ہو گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ اپنے مرض کے دوران سوال فرماتے میں کل کہاں ہوں گا، اور پرسوں کہاں ہونگا؛ اور آپ کا مقصد میری باری والے دن کے متعلق استفسار کرنا تھا۔ آپ کی ازواج مطہرات نے بھی آپ کی رضا معلوم کر لی چنانچہ انہوں نے آپ کو عرض کیا کہ ہمیں اپنی اپنی باری کا اس تکلیف کی صورت میں حرص نہیں ہا اور نہ آپ کی یہ بار بار ادھر سے ادھر منتقل ہونے والی تکلیف ہمارے لیے قابل برداشت ہے۔ لہذا آپ جہاں بھی ایام مرض گذارنا چاہیں گذاریں ہماری طرف سے اجازت ہے تو آپ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر منتقل ہو گئے اور تمام ایام مرض وہیں گذارے حتیٰ کہ اسی مکان میں آپ کا وصال ہوا اور آخری آرام گاہ بھی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارکہ بنا۔

پانچواں باب

صدیق اکبر کی تیمارداری

ابن سالم کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ مجھے اجازت مرحمت فرما دیں تاکہ میں آپ کی تیمارداری کروں اور آپ کی خدمت سرانجام دوں تو آپ نے فرمایا اے ابوبکر میں نے اپنی ازواج کو اور بنات کو اپنی خدمت اور علاج معالجہ کی تکلیف اسلیے دی ہے کہ اگر میں اُن سے الگ رہ کر علاج کراتا ہوں تو اُن کے رنج وغم میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ تمہارے حسن نیت اور اخلاص کی بدولت اللہ تعالےٰ نے تمہارا اجر و ثواب اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے۔

چھٹا باب

ایام مرض میں ازواج مطہرات کی خدمت

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ضعف بدن کا حال یہ تھا کہ چلنا آپ کے لیے مشکل تھا مگر پھر بھی آپ نے ازواج مطہرات کے درمیان مساوات اور تقسیم ایام کا لحاظ رکھا حتی کہ آپ کو اٹھا کر ایک گھر سے دوسرے گھر لے جایا گیا۔

ساتواں باب

شدت مرض

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے اظہار درد اور بستر پر لوٹنا شروع فرمایا میں نے عرض کیا اگر ہم میں سے کوئی اس طرح کرتا تو آپ ناراضگی کا اظہار فرماتے۔ آپ نے فرمایا جتنا ایمان کامل ہوتا ہے اتنی ہی تکلیف زیادہ ہوتی ہے لہذا جتنا درد مجھے ہے اتنا درد کسی کو نہ ہوا (اور نہ ہوگا)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا آپ کو عارضہ تپ لاحق تھا۔ میں نے جسد اطہر کو ہاتھ لگایا اور عرض کیا آپ کو تو شدید بخار لاحق ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ مجھے اتنا تپ لاحق ہوتا ہے۔ جتنا کہ تم میں سے دو شخصوں کو! میں نے عرض کیا یہ فرق تکلیف میں اس لیے ہے کہ آپ کے لیے اجر بھی دوگنا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! مجھے قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ روئے زمین پر جس مسلمان کو بھی کسی قسم کی تکلیف لاحق ہوتی ہے۔ مرض ہو یا اس کے علاوہ کانٹا چبھنے یا چیونٹی کاٹنے کی تکلیف تو اللہ تعالے اس تکلیف کے عوض اس کے گناہ اس طرح دور فرماتا ہے کہ جیسے درختوں سے پت جھڑ کے موسم میں پتے گرتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت درد کا غلبہ زیادہ ہو۔ بلکہ سب سے زیادہ یہ درد اور تکلیف آپ کو درپیش ہوتی تھی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے آپ پر شدت تپ کی وجہ سے لرزہ کی حالت طاری تھی اور ہم میں سے کوئی شخص آپ کے جسد اطہر پر ہاتھ نہیں رکھ سکتا تھا۔ ہم نے یہ کیفیت دیکھی تو سبحان اللہ،

سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کسی پر شدید ابتلاء نہیں ہوتا اور جس طرح ہم پر تکلیف شدید مسلط کی جاتی ہے اسی طرح ہمیں اجر و ثواب بھی زیادہ عطا کیا جاتا ہے۔

سوال: اکابرین پر شدت درد و الم کی وجہ کیا ہے؟

جواب: علامہ ابن عقیل اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں چند پوشیدہ جواہر اور صلاحیات و استعدادات رکھی ہوتی ہیں جن کو ان تکالیف و شدائد کے تسلط کے ذریعے ظاہر فرماتا ہے اور انکو تکالیف میں مبتلا فرماکر توفیق صبر اور رضا بالقضا عطا فرماکر آنے والے لوگوں کے لیے سامان عبرت اور موجب رشد وہدایت بناتا ہے (کہ جب تکالیف ایسے مقبولان خداوندی کو پیش آسکتی ہیں تو تم کون ہو کہ تمہیں کوئی عارضہ لاحق نہ ہو۔ جب انہوں نے صبر و رضا کا پیکر بن کر ہنسی خوشی سے ان کا استقبال کیا ہے تو تمہیں بھی جزع و فزع سے گریز کرنا چاہیے اور پیکر صبر و رضا بن کر اوقات ابتلاء کو گذارنا چاہیے)۔

ابوعبیدہ کی پھوپھی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم چند عورتیں بارگاہ نبوی میں عبادت کے لیے حاضر ہوئیں کیا دیکھتی ہیں کہ مشکیزہ لٹکا ہوا ہے جس کے قطرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر پڑ رہے ہیں اور تپ کی شدت کو کم کیا جا رہا ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ تکلیف دور فرما دیتا۔ آپ نے فرمایا سب لوگوں سے زیادہ ابتلاء (تکالیف کا شکار) انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد دوسرے درجہ میں ہیں اور پھر وہ جو تیسرے درجہ میں ہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس (اور ابتلاء و امتحان میں پیکر صبر و رضا بننا لازم ہے اور جزع و فزع کا اظہار ممنوع و حرام ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت وصال میں دیکھا۔ آپ کے قریب پانی کا ایک پیالہ پڑا ہوا تھا جس میں ہاتھ مبارک ڈال کر تر فرماتے اور پھر چہرہ اقدس پر ملتے۔ اور بارگاہ خداوندی میں التجا کرتے "اللھم اعنی علیٰ سکرات الموت"۔ اے اللہ سکرات موت اور اس حالت میں طاری ہونیوالی غشی اور مدہوشی میں میری اعانت و امداد فرما۔ ۵۰

---

۵۰ عندالموت شدائد اور سکرات کا طاری ہونا نظر عوام میں مستبعد ہوتا ہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسی بنا پر فرمایا کہ سرورعالم حبیب مکرم علیہ السلام کی شدت موت دیکھنے کے بعد میں سہولت انتقال کرنے والوں کی موت پر رشک نہیں کرتی۔ لیکن ظاہر ہے عام اموات پر طاری ہونے والی شدتوں کو سید الملق علی الاطلاق کے سکرات موت سے کیا نسبت اور مماثلت اور حقیقت میں کیا مناسبت۔ شیخ محقق علیہ الرحمہ نے بعض عرفاء سے سکرات اور شدائد کے گیارہ وجوہ نقل فرمائے ہیں۔ خوف طوالت کے پیش نظر چند ایک بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جامع الحقائق ہے اور منشا وجودات اصلیہ و فرعیہ اور جمیع حقائق جواہر و اعراض ارواح و اجسام میں ساری

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں کسی بھی ایسے شخص کی موت پر رشک نہیں کرتی جو تکلیف اور درد والم کے بغیر فوت ہو جائے جب سے کہ میں نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال اور آپ کو پیش آنے والی تکلیف اور شدت کو دیکھا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض وصال کے اندر شدید کرب لاحق ہوا تو حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے کہا "واکرباہ لکربك یا ابتاہ" اے اباجان تمہارے درد و کرب کی وجہ سے مجھے کس قدر درد و کرب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: "لا کرب علی ابیك بعد الیوم" آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی درد و الم اور رنج و کرب نہیں ہو گا۔ تحقیق تمہارے ابا جان کو وہ مرحلہ اجل درپیش ہے جو ہر ایک کو لامحالہ پیش آنا ہے اور کسی کو چھوڑنے والا نہیں ہے اور بعد ازاں قیامت کو سب کا باہم اجتماع ہو گا۔ ف

اور حلول فرمالہذا روح اقدس کا جسد اطہر سے جدا ہونا گویا ہر روح کا اپنے اپنے جسد سے جدا ہونا ہے اگر اس حقیقت کو مدِ نظر رکھ کر دیکھیں تو آپ پر طاری ہونے والی شدت اندک از بسیار ہے اور قطرہ از بحارہ (۲) ان لمحات میں جملہ کمالات کی تکمیل کرائی جا رہی تھی، تجلیات صمدیت، تنزلات احدیت اور دیگر علوم و اسرار اور مشاہدات سے آپ کو نوازا جا رہا تھا۔ روح اقدس طلب مزید کے درپے تھی اور نطاق بشریت ان کے تحمل سے مضطرب لہذا عالم عیان میں صورت سکرات نمودار ہو رہی تھی (۳) وقت وصال قریب تھا اور لقاء باری تعالیٰ کا مرحلہ نزدیک اور جو شخص معرفت باری اور عبودیت میں کامل ہو گا اور جلال باری کے مقابل اتنا ہی خضوع و خشوع اور خوف و خشیت کا اظہار کرے گا انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اسی لیے فرمایا گیا اور کوئی شخص سید الانبیاء امام المرسلین علیہ السلام سے اکمل نہ معرفت الوہیت میں ہے اور نہ عبودیت میں اور نہ ہی ہو سکتا ہے لہذا آپ پر سب سے زیادہ کیفیت خضوع و خشوع اور خوف و خشیت نمودار ہونی ضروری تھی جس نے صورت سکرات اختیار کر لی (۴) جتنا اختیار ملوک و سلاطین کسی کو تفویض کرتے ہیں بوقت حساب وہ اتنے ہی خوفزدہ ہوتے ہیں اگرچہ حساب پاک ہی کیوں نہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کردہ سلطنت و مملکت کا دائرہ انتہائی وسیع تھا لہذا اندیشہ سوال و جواب کے تحت فی الجملہ ہیبت و دہشت احکم الحاکمین کا ظہور ضروری تھا اگرچہ اعلان مغفرت و بخشش ہو چکا تھا اور لاتسئل عن اصحاب الجحیم فرما کر حساب و کتاب سے درگذر کا اعلان فرما دیا گیا تھا (۵) روح و جسد اقدس میں کمال ربط و تعلق اور محبت و عشق تھا اور وصال موجب انقطاع تعلق تھا لہذا اس جدائی کا الم اور درد فراق بصورت سکرات موت نمودار ہو رہا تھا (۶) یہ اضطراب و شدت دراصل محبان بارگاہ رسالت اور عاشقان جناب محبوبیت کا اضطراب تھا جو ذات محبوب سے کمال تعلق کے پیش نظر اس آئینہ حق نما اور حقیقت کشا سے نظر آ رہا تھا۔ تعلق الوہیت اور شوق رفیق اعلیٰ عالم بالا کی طرف کشش کر رہا تھا اور عشاق و محبان زار کا تعلق عالم دنیا کی طرف کشش کر رہا تھا اور اس کشاکش اور تفاعل نے صورتِ سکرات موت اختیار کر لی تھی۔ ہذا واللہ و رسولہ اعلم۔

ف۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ آنحضور شافع یوم نشور علیہ السلام کو اپنے وقت اجل کا تفصیلی علم تھا اور حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کو صراحۃً فرما دیا کہ کل میرا وصال ہو جائیگا اور یہ تکلیف اور شدت ختم ہو جائے گی۔

آٹھواں باب

وصیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پڑے اور آپ کا درد شدت اختیار کر گیا۔ تو آپ نے فرمایا مجھ پر سات مشکیزوں سے پانی ڈالو جن کے منہ بند کر کے یہاں لایا گیا ہو۔ امید ہے کہ میری طبیعت سنبھل جائے گی اور میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کر سکوں گا۔

ہم نے آپ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بڑے لگن میں بٹھایا۔ پھر پانی پلٹنا شروع کیا حتیٰ کہ آپ نے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا کہ تم نے حق خدمت ادا کر دیا ہے اور اب میری طبیعت سنبھل گئی ہے۔ پھر آپ مسجد شریف میں تشریف فرما ہوئے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں فرمایا کہ مجھ پر ایسے سات مشکیزوں کا پانی ڈالو جو سات کنوؤں سے بھر کر لائے گئے ہوں تاکہ میں لوگوں کے پاس جاؤں اور ان کو وعظ و نصیحت کروں۔ آپ فرماتی ہیں۔ ہم نے آپ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بڑے لگن میں بٹھایا اور آپ پر پانی ڈالا۔ آپ نے راحت محسوس فرمائی۔ حجرہ مبارکہ سے نکلے۔ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ اللہ تعالےٰ کی حمد و ثناء بجالائے۔ شہداء احد کے لیے مغفرت اور ترقی درجات کی دعا فرمائی پھر بعد از حمد و ثناء ارشاد فرمایا انصار میرا قیمتی سرمایہ ہیں اور محل اسرار انہیں کے پاس ہجرت کر کے میں نے سہارا لیا۔ لہٰذا ان کے عزت والے افراد کی عزت کرنا اور محسنین اور کرم پیشہ افراد کے احسان اور شیوۂ جود و کرم کو نگاہِ قبولیت سے دیکھنا اور اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو تو ان سے درگذر کرنا بشرطیکہ وہ جرم حدود کے ضمن میں نہ آتا ہو۔

غور سے سنو اللہ تعالےٰ نے اپنے مخصوص بندوں میں سے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ وہ چاہیں تو دنیا میں رہیں اور اگر چاہیں تو عند اللہ ابدی و سرمدی نعمتوں کو اختیار کر لیں اور بالخصوص لقاء باری کو تو اس عبد مخصوص نے قرب خداوندی کو اختیار کر لیا ہے اور اس کے ہاں جو نعمتیں ہیں انہیں دنیوی نعم پر ترجیح دی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس اعلان کو سُنا تو سمجھ لیا کہ جس عبد کو اختیار دیئے جانے کی خبر آپ دے رہے ہیں وہ عبد آپ ہی ہیں اور آپ نے دار آخرت کو اختیار فرما لیا ہے تو آپ رونے لگے (اور عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ صحابہ میں سے بعض نے کہا دیکھو یہ شیخ کیسا عجیب ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عبد کی بات کر رہے تھے اور یہ رو رہے ہیں اور آپ پر ماں باپ کو فدا کر کے آپ کی جان بچانے کی خواہش و تمنا کا اظہار کر رہے ہیں بعد میں جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم داغ مفارقت دے گئے تب

معلوم ہوا کہ ابوبکر ہم سب سے زیادہ علم والے تھے اور رازدارِ نبوت) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کی حالتِ غم واندوہ کو دیکھا تو فرمایا اے ابوبکر سکون واطمینان سے کام لو (اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے اور اشاروں اشاروں میں ان کی خلافت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا اس مسجد کی طرف کھلنے والے سبھی دروازے بند کر دیے جائیں ماسوا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے (کیونکہ انہیں نماز پڑھانے خطبہ دینے اور امور سلطنت کی انجام دہی کے لیے بہت زیادہ مسجد میں آمد و رفت کی ضرورت ہو گی لہذا ان کا دروازہ مسجد کی سمت کھلا رہے) ساتھ ہی ان کے حق خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا میں ابوبکر سے بڑھ کر کسی کو اپنے حقوق محبت ادا کرنے والا نہیں جانتا (سب سے بڑھ کر انہوں نے میرے حقوق خدمت کو ادا کیا ہے)۔

نواں باب

اپنی ذات اقدس کو قصاص کیلئے پیش فرمانا

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے جبکہ آپ کو سخت بخار تھا اور سر اقدس کو شدت درد کی وجہ سے باندھا ہوا تھا میں نے اٹھ کر استقبال کیا تو آپ نے فرمایا میرا ہاتھ پکڑ لیجیے میں نے دست اقدس کو تھاما آپ چلتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے حتیٰ کہ منبر شریف پر جلوہ فرما ہوئے۔ پھر فرمایا لوگوں میں اعلان کر دو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں اور خطاب فرمانا چاہتے ہیں فوراً حاضر ہو جاؤ۔ اعلان سنتے ہی سبھی لوگ حاضر خدمت ہو گئے آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! میرا تمہارے درمیان سے اٹھ جانے کا وقت قریب آ چکا ہے۔ میں نے جس کی پشت پر بلا حکم شرع بتقاضائے بشریت کوڑے لگائے ہوں تو اس کے لیے میری پیٹھ حاضر ہے وہ اپنا قصاص لے لے اور میں نے جس کا مال لیا ہو تو یہ میرا مال حاضر ہے وہ اپنا حق وصول کرے اور جس شخص کو میں نے گالی دی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ بھی مجھے وہی کلمات کہہ کر اپنا قصاص لے لے اور کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور کبیدگی خاطر سے خوفزدہ ہوں۔ ان معاملات میں ناراضگی اور غم و غصہ کا اظہار نہ میری طبیعت کا مقتضیٰ ہے اور نہ میری یہ شان اور مقام۔ سب سے زیادہ محبوب اور پیارا میرے نزدیک وہی شخص ہے جو اپنا قصاص مجھ سے وصول کرے یا پھر بطیب خاطر مجھے بخش دے اور بروز قیامت مطالبہ سے دستبردار ہو جائے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری دوں۔ تو میری جان پر کوئی گرانی نہ ہو اور کسی طرح کا بوجھ، بلکہ طیب نفس کے ساتھ وہاں حاضری دوں۔

اور میرا خیال یہ ہے کہ محض ایک بار کہنا کافی نہیں ہو گا بلکہ بار ہا کہنا پڑے گا اور اس ضمن میں مزید تاکید کرنی پڑے گی۔

پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے نماز ظہر ادا فرمائی اور دوبارہ منبر پر رونق افروز ہوئے اور پہلے کلام کا اعادہ پھر فرمایا اور لوگوں کے اس توہم کا ازالہ فرمایا کہ کوئی شخص مجھ سے قصاص طلب کرے گا تو میرے دل میں اس کے متعلق کبیدگی اور ناپسندیدگی ہوگی۔

ایک شخص اُٹھا اور عرض کیا آپ اتنی تاکید فرما رہے ہیں اور پرزور مطالبہ صرف اس لیے میں یہ جسارت کر رہا ہوں کہ میرے تین درہم آپ کے ذمہ واجب الاداہیں۔ آپ نے فرمایا اے فضل اسے تین درہم دے دیجئے۔ پھر ارشاد فرمایا اے لوگو جس پر کوئی چیز واجب ولازم ہے وہ اُسے فوری طور پر ادا کر دے اور یہ خیال نہ کرے کہ یہ تو دنیا میں ذلت ورسوائی اٹھانا ہے کیونکہ دنیا کی فضیحت اور رسوائی آخرت کی فضیحت ورسوائی سے سہل ہے ایک اور شخص اٹھا اس نے عرض کیا میرے پاس تین درہم ہیں جو میں نے بیت المال سے بطور خیانت لیے تھے۔ آپ نے فرمایا کیوں لیے تھے؟ عرض کیا میں ضرورت مند اور محتاج تھا آپ نے حضرت فضل کو فرمایا اس سے تین درہم وصول کرلو۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں موٹا اور بھاری جوتا پہنے ہوئے تھا اور میرا پاؤں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک پر آگیا جن دنوں آپ غزوہ خیبر کے سلسلہ میں خیبر کے علاقہ میں تشریف فرما تھے آپ نے اپنے عصا مبارک کے ساتھ مجھے چوکا دیا اور فرمایا بسم اللہ، تو نے مجھے درد والم پہنچایا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے ساری رات اپنے آپ کو ملامت کرتے اور کوستے ہوئے گذاری کہ تو نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو درد اور تکلیف پہنچائی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ میں نے وہ رات کس طرح بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو میں نے سنا کہ ایک شخص میرا نام لے کر پکار رہا ہے۔ کہ عبداللہ بن ابی بکر کہاں ہے؟ میں نے سوچا مجھ سے غلطی ہوئی اسی وجہ سے مجھے تادیب کے لیے طلب کیا جا رہا ہے۔ میں سخت خوفزدہ اور ڈرا سہما ہوا بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ سراپا رحمت اور مجسم عفو ومغفرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے جوتے کے ساتھ کل میرا پاؤں روند ڈالا اور مجھے ایذا اور تکلیف پہنچائی۔ میں نے تجھے عصا کے ساتھ سخت چوکا دیا اور تجھے تکلیف پہنچائی میں اس کا تجھے یہ بدلہ دیتا ہوں کہ اسی بھیڑ بکریاں لے جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اکٹھے آپ کی بارگاہ میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے آپ کے اردگرد گھیرا ڈال لیا اور سخت ازدحام کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ آپ کے دست اقدس میں کھجور کی شاخ تھی جس کے کانٹے الگ کیے جا چکے تھے صرف ایک کانٹا رہ گیا تھا جس کو ہم نے دیکھا نہیں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ چھڑی مجھ سے دور کرلو کیونکہ تم نے مجھ پر ازدحام کر رکھا ہے تو اس سے کہیں کسی کو تکلیف نہ پہنچ جائے۔ جب آپ وہ چھڑی صحابہ میں سے ایک شخص کے حوالے فرما رہے تھے تو اس کا کانٹا ایک شخص کے پیٹ میں چبھا اس سے اُس کا خون نکل آیا۔ وہ شخص بھیڑ سے باہر نکلا تو کہہ رہا تھا۔ یہ ہے سلوک تیرے نبی کا میرے ساتھ۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سن لی۔ اُسے پکڑ کر رحمۃ للعالمین صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ آیا یہ درست ہے کہ میں نے تجھے تکلیف پہنچائی ہے اور خون آلود کیا ہے؟ اس نے عرض کیا جی حضور! یہ حقیقت ہے اور امر واقعہ۔ آپ نے فرمایا تو اب تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کیا میں بدلہ لینے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ نے وہ چھڑی اسے دی اور اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا الگ کیا۔ اس نے شاخ خرما کو پھینکا اور حبیب مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر ناف کی جگہ کا بوسہ لینے لگا اور عرض کیا یارسول اللہ (ہم ہر وقت آپ کی خاطر سر بکف رہتے ہیں۔ ہم کون ہیں کہ آپ سے بدلہ لیں) میرا فقط یہ مقصد تھا کہ میں اس بہانے شرف شکم بوسی حاصل کر سکوں۔ اور میرے اس مطالبہ اور آپ سے بدلہ دینے کے لیے آمادگی سے آنے والے جباروں کو سامان عبرت حاصل ہو جائے گا اور وہ ایسے مطالبات سے ناک بھوں نہیں چڑھائیں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مہاجرین میں سے ایک ضعیف و ناتواں شخص کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی کام تھا اور حاجت و مقصد۔ اس نے آپ سے خلوت میں ملاقات کرنا چاہی تاکہ اپنی حاجت پیش کر سکے۔ اور ان دنوں آپ بطحاء مکہ میں لشکر کے ساتھ پڑاؤ ڈالے تھے۔ رات کو کعبہ مبارکہ کے گرد طواف فرماتے اور سپیدہ سحر نمودار ہوتا تو نماز فجر ادا کراتے۔ ایک رات طواف میں آپ کو دیر لگ گئی حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ جب آپ سواری پر سوار ہو کر لوٹنے لگے شخص آگے آکر اونٹنی کی مہار پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اور عرض کیا یارسول اللہ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے آپ نے فرمایا تو عنقریب اپنی حاجت کو پالے گا اور تجھے اس عرض کے پیش کرنے کا موقعہ مل جائے گا۔ (اب مجھے نماز کے لیے جلدی ہے۔ لہذا مہار چھوڑ اور الگ ہو جا) جب اس نے مہار چھوڑنے اور ہٹنے کا نام نہ لیا اور آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے روکے رکھے گا اور نماز میں تاخیر ہو جائے گی تو آپ نے اسے چھڑی کے ساتھ ہلکی سی ضرب لگائی اور آگے گذر گئے۔ نماز فجر ادا فرمائی سلام پھیرا تو قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور جب آپ منہ مبارک صحابہ کی طرف پھیرتے اور ادھر متوجہ ہو کر بیٹھتے تو سب کو معلوم ہو جاتا تھا کہ نیا واقعہ پیش آیا ہے لہذا وہ سبھی آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ اب کے بھی یہی ہوا جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا وہ شخص کدھر ہے جس کو ابھی ابھی چھڑی لگی تھی اور اسے تکلیف پہنچی؟ کوئی نہ بولا۔ آپ نے اپنا سوال دہراتے ہوئے فرمایا کہ وہ شخص اگر یہاں ہے تو کھڑا ہو جائے چنانچہ وہ شخص اٹھا اور عرض کرنے لگا۔ اعوذ باللہ ثم برسولہ۔ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں اور بعد ازیں اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ تکرار قریب ہونے کا حکم فرمانے لگے جب وہ قریب آگیا تو آپ اس کے سامنے بیٹھ گئے اور چھڑی اس کے ہاتھ میں تھما کر فرمانے لگے میں نے جو تجھے مارا ہے اس کے عوض مجھے چھڑی سے مار لے اور اپنا بدلہ لے۔ اس نے عرض کیا "پناہ بخدا کہ میں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھڑی سے ماروں اور تکلیف پہنچاؤں۔ آپ نے فرمایا یا بدلہ لے یا معاف کر۔ اگر معاف نہ کرے تو پھر بدلہ لینا پڑے گا۔ اس نے چھڑی ہاتھ سے پھینکتے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ میں نے معاف کیا۔

اسی دوران حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ کو

یاد ہوگا کہ لیلۃ عقبہ میں میں آپ کی سواری کو ہانک رہا تھا اور آپ حالت نیند میں تھے۔ سواری کو پیچھے سے ہانکتا تو وہ سست گام ہو جاتی اور جب مہار پکڑ کر چلنے لگتا تو وہ راستہ سے دائیں بائیں دوڑنے لگتی۔ اس دوران میں نے آپ کے جسد اطہر کو چھڑی لگاتے ہوئے عرض کیا تھا۔ جاگئے قوم آپ تک پہنچنے ہی والی ہے اور آپ نے فرمایا تھا تجھے کوئی خوف وخطر نہیں رکھنا چاہیے۔ یارسول اللہ یہ چھڑی حاضر ہے۔ آپ مجھ سے بدلہ لے لیں۔ آپ نے فرمایا میں نے معاف کیا۔ انہوں نے عرض کیا آپ بدلہ لیں مجھے بدلہ دینا زیادہ پسند ہے۔ ان کے اصرار پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھڑی لگائی۔ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چھڑی لگانے کی وجہ سے کراہ رہے تھے۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا اے لوگو خدا تعالےٰ سے ڈرو۔ بخدا اگر کوئی مومن دوسرے پر ظلم وزیادتی کرے گا۔ اور دست تعدی دراز کرے گا تو بروز قیامت اللہ تعالےٰ اس سے بدلہ لے گا۔

محمد بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے جعرانہ کی طرف اونٹنی پر سوار جا رہے تھے اور ابورُہم آپ کے ہمراہ تھے فرماتے ہیں کہ میرے جوتے کا کنارہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی مبارک پر لگا اور شدید درد پہنچا۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ اپنا پاؤں مجھ سے دور رکھ اور میرے پاؤں پر چھڑی بھی ماری اور مجھے پیچھے ہٹا دیا اس کے علاوہ آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ البتہ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے کہیں قرآن کریم کی آیات نہ نازل ہوں جن میں میری اس حرکت پر تغلیظ وتشدید ہو۔ صبح ہوئی تو میں سواریوں کو چراگاہ کی طرف لے گیا حالانکہ چرانے کی باری میری نہیں تھی صرف اس اندیشہ کے پیش نظر کہ آپ کا آدمی مجھے بلاتے نہ آجائے اور آپ مجھ پر ناراضگی فرمائیں۔ جب شام کو سواریاں چرا کر واپس لایا تو اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا تو نہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ آپ نے تجھے طلب فرمایا تھا۔ میں حاضر خدمت ہوا جب کہ میں سزا کا انتظار کرنے والا تھا۔ مگر پیکر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے مجھے پاؤں کی ٹھوکر مار کر تکلیف پہنچائی اور میں نے تجھے چھڑی مار کر تکلیف پہنچائی۔ یہ بھیڑ بکریوں کا گلہ اس تکلیف کے معاوضہ اور کفارہ کے طور پر تجھے دیتا ہوں انہیں لے جا۔ فرماتے ہیں محض آپ کا راضی ہو جانا میرے لیے دنیا ومافیہا سے بہتر اور مرغوب ومحبوب تھا۔ مگر آپ نے عفو ودرگذر کے ساتھ انعام واکرام سے بھی نوازا) اور جب آپ نے غزوہ تبوک کا ارادہ فرمایا تو انہیں کو اپنا سفیر بنا کر ان کی قوم کی طرف بھیجا تاکہ انہیں جہاد میں شمولیت کی دعوت دے اور آمادہ کرلے۔

دسواں باب

امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت مرض بارہ اور ایک قول کے مطابق چودہ دن تھی۔ آپ ان دنوں میں بھی بنفس نفیس نماز پڑھاتے رہے البتہ تین دن مسجد میں تشریف نہ لائے اور فرمایا کہ ابوبکر صدیق کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض بڑھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا ابوبکر صدیق سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ابوبکر بہت نرم دل انسان ہیں اور آپ کی بیماری پر بہت ہی زیادہ پریشان۔ جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نہ قرارت کر سکیں گے اور نہ ہی لوگ سن سکیں گے کتنا اچھا ہوتا کہ آپ حضرت عمر بن الخطاب کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں ابوبکر کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ حضرت ابوبکر کی بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا ابوبکر صدیق بہت غمزدہ ہیں اور جب وہ آپ کے مصلیٰ پر کھڑے ہوں گے تو قرارت نہیں کر سکیں گے۔ کتنا اچھا ہوتا کہ آپ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حکم فرماتے۔ آپ نے فرمایا تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت کرنیوالی اور اپنے ہاتھ کاٹ دینے والی عورتوں کی مانند ہو[عـہ]۔ ابوبکر سے ہی کہو کہ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی حضرت ابوبکر صدیق کو نماز پڑھانے کے لیے کہا۔ انہوں نے نماز پڑھانی شروع فرمائی۔ اسی دوران رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا سکون محسوس کیا تو آپ مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے حجرہ مبارکہ سے باہر نکلے۔ آپ نے دونوں ہاتھ مبارک دو آدمیوں کے کندھوں پر رکھے اور پاؤں مبارک پوری طرح اٹھتے نہیں تھے بلکہ زمین پر گھسیٹ کر رکھنے کی وجہ سے لکیریں بنتی جارہی تھیں جب آپ مسجد میں داخل ہوئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاؤں مبارک کی آہٹ سنی اور آپ کی آمد کو محسوس کیا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ نے دست اقدس سے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ آپ آکر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے۔ وہ کھڑے رہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حبیب پاک علیہ افضل الصلوٰت کی اقتدا کر رہے تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت صدیق کی۔ یعنی حضرت صدیق مکبر تھے اور تکبیر کہہ کر صحابہ کرام کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

عـہ یعنی ان زنان مصر کی طرح اپنی بات پر اڑی ہوئی ہو اور جس طرح وہ بظاہر زلیخا کو ملامت اور نصیحت کرتی تھیں اور در اصل خود مشتاق دیدار تھیں۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

کے رکوع و سجود کی خبر دے رہے تھے (بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حبیب کریم علیہ السلام کے ایام مرض میں نماز ادا کراتے رہے حتیٰ کہ سوموار کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ مبارک کا پردہ ہٹایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا جو کہ نماز میں صفیں باندھ کر کھڑے تھے اور حضرت صدیق کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے۔ ہم نے آپ کو کھڑے ہوئے دیکھا تو چہرہ انور یوں معلوم ہوا گویا کہ وہ ورق مصحف ہے۔ آپ نے (صحابہ کو عبادت خدا میں مصروف دیکھا اور صدیق کی اقتداء میں نماز پڑھتے دیکھا تو اظہار رضا و پسندیدگی فرماتے ہوئے) مسکرائے (ہمیں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے سے اتنی خوشی حاصل ہوئی کہ) ہم نے ارادہ کیا کہ نماز چھوڑ کر آپ کی خدمت اقدس میں پہنچ جائیں اور حضرت صدیق نے یہ گمان کرتے ہوئے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نماز پڑھانے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ الٹے پاؤں چلنا شروع کیا تاکہ صف میں مل جائیں اور مصلیٰ آپ کے لیے خالی کر دیں۔ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز مکمل کرو اور پردہ گرا دیا اور اسی دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ خالق حقیقی کی بارگاہِ اقدس میں جا پہنچے ؏ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

گیارھواں باب

تحریر خلافت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو عبدالرحمٰن

؏ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عقیدت و محبت کا عالم یہ ہے کہ وہ سمت قبلہ یعنی جنوب سے منہ موڑ کر مشرق کی طرف متوجہ ہیں۔ جدھر حجرہ مبارکہ کی کھڑکی سے رُخ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب جہانتاب طلوع فرما تھا اور نماز توڑ کر بارگاہ اقدس کی حاضری کے لیے آمادہ تھے۔ ان کا امام مصلیٰ خالی کر رہا تھا اور آپ کی تعظیم کے لیے پیچھے ہٹ رہا تھا۔ آپ جب دست اقدس سے اشارہ فرما رہے تھے سبھی حضرات اس کو دیکھ رہے تھے مگر کسی کو یہ نہ سوجھی کہ غیر اللہ کی طرف توجہ نماز میں مبدل کرنا نماز کو شرک کی طرف کھینچ کر لے جائے گا اور نہ ہی رسالتماب افضل الصلوٰۃ نے آخری وقت اس شرک سے منع فرمایا اور نہ اس سترِ توحید سے لوگوں کو آگاہ کیا تو معلوم ہوا حبیب خدا علیہ السلام کی طرف نماز میں منہ پھیرنا ان کیلئے مصلیٰ چھوڑنا وغیرہ نماز میں کوئی خلل پیدا نہیں کرتا لیکن نام نہاد توحید کے علمبرداروں کی سنیے کہ فرماتے ہیں کہ حیلہ منظین اور بالخصوص رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نماز میں توجہ پھیرنا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں غرق ہو جانے سے بدرجہا برا ہے۔ العیاذ باللہ ملاحظہ ہو۔ صراطِ مستقیم ص۸۶ مکتبہ سلفیہ کہاں عمل صحابہ اور ان کی توحید اور کہاں ان کی یہ جسارت کہ تصور رسول علیہ السلام کو گدھے اور بیل کے خیال میں غرق ہونے سے بُرا بتائیں۔ العیاذ باللہ۔ اس عبارت پر قدرے تفصیلی بحث کوثر الخیرات میں ملاحظہ فرمادیں۔ (محمد اشرف)

بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا میرے پاس بکری کے شانہ والی ہڈی لاؤ یا کوئی تختی تاکہ میں ابوبکر صدیق کے لیے عہد خلافت تحریر کر دوں اور اُن کے متعلق اختلاف کا سدِ باب کروں، جب وہ تعمیل ارشاد اور امتثال امر کے لیے اٹھنے لگے تو فرمایا اے ابوبکر اللہ تعالیٰ اور مومن آپ کے امر خلافت میں اختلاف پیدا نہیں ہونے دیں گے اور اس کا سدِ باب کر دیں گے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمان لکھنے کا ارادہ فرمایا اور ابوبکر صدیق کا ذکر اس میں نہیں ہے مگر ناطق ساکت پر حجت ہوتا ہے اور راجح لہٰذا جس روایت میں آپ کے نام کی تصریح ہے اس کی رو سے مطلق اور مبہم میں بھی لامحالہ آپ مراد ہوں گے)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے فرمایا آئیے میں تمہیں ایسی چیز تحریر کر دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ گھر میں چند حضرات صحابہ تشریف فرما تھے جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ محبوب کریم علیہ السلام کو سخت درد ہے اور شدید تکلیف اور ہمارے پاس قرآن مجید فرقان حمید موجود ہے اور وہی رشد و ہدایت کے لیے کافی ہے (لہٰذا اس شدید تکلیف کے دوران اس امر کے تحریر کرنے کی تکلیف آپ کو نہیں دینی چاہیے۔ گھر میں موجود حضرات کا باہم اختلاف ہو گیا اور نوبت خصومت تک جا پہنچی بعض کہتے تھے کہ کاغذ قلم وغیرہ پیش کریں تاکہ آپ لکھ دیں اور بعض نے کہا اس وقت تکلیف دینا مناسب نہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اتفاق رائے کا اظہار کیا۔ جب اس رائے زنی میں شور و شغب زیادہ ہوا اور اختلاف بڑھ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اختلاف اور شور و شغب سے ایذا پہنچی تو فرمایا باہر چلے جاؤ (اور یہ بحث مباحثہ وہاں کرو) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کتنی بڑی مصیبت ہے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تحریر کے درمیان رکاوٹ پیدا ہو گئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا باہم اختلاف و نزاع اس میں آڑ بن گیا۔ ع ۵

ع ۵۱ ۔ اس روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اُن کے ہمنوا بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا جو مشورہ منقول ہے وہ کمال ادب و اخلاص پر مبنی ہے اور محض آپ کی ہمدردی و خیر خواہی ان کے پیش نظر ہے ورنہ جو حضرات آپ کے اشاروں پر جانیں نثار کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہوں وہ اس حکم کی تعمیل میں پس و پیش کیسے کر سکتے تھے اور یہ بات کسی کے گوشہ وہم و خیال میں بھی نہیں تھی کہ آپ اس مرض میں داغ مفارقت دے جائیں گے لہٰذا تادم زیست آپ سے استفادہ کرتے رہنے کی امید پر اس دوران تکلیف دینے سے گریز کرنے کا مشورہ دیا۔

۲۔ رہا یہ مفروضہ کہ چونکہ آپ خلافت علی المرتضیٰ لکھنا چاہتے تھے لہٰذا انہوں نے مخالفت کی تھی تو یہ پتا اس وقت چل سکتا تھا جب آپ کچھ تحریر فرماتے جب تحریر ہوئی ہی نہیں تو یہ علم غیب کس کو حاصل ہو گیا کہ خلافت بلافصل ہی لکھی جانی تھی اور حضرات صحابہ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ خلافت مرتضوی کے لیے عہد لکھنا مقصود تھا لہٰذا یہ رجم بالغیب ہے اور دعویٰ بلا سند و دلیل ہے۔

بارھواں باب

بوقت وصال صدقہ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب خدا سید الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات دینار تھے جو آپ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے فرماتے تھے جب عارضہ مرض لاحق ہوا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ وہ دینار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو (تاکہ صدقہ کریں) پھر آپ پر حالتِ غشی طاری ہو گئی اور حضرت صدیقہ آپکی خدمت

۳۔ یہاں ابہام ہے اور سابقہ روایت میں حضرت صدیق کے لیے تصریح موجود ہے تو ظاہر ہے کہ اگر خلافت لکھی جانی تھی تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی لکھی جاتی۔ لہٰذا یہ روایت خلافت صدیق پر دلالت کرے گی اور قرائن و شواہد سے اسی کا تعین ہوتا ہے لہٰذا یہ اہل سنت کے مسلک کی موید ہو گی نہ کہ مخالف۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ الزام نہیں لگایا کہ تم نے میری خلافت میں روڑے اٹکائے اور تحریر میں رکاوٹ پیدا کی تو مدعی سے گواہوں کا چست ہونا لازم آئے گا۔ بلکہ اُن سے زیادہ باخبر اور صاحبِ علم کہ انہیں اپنی خلافت کا لکھا جانا معلوم نہ ہو سکا ورنہ وہ قوت حیدری کو بروئے کار لاتے ہوئے ہر قیمت پر کاغذ قلم وغیرہ پیش کرتے اور ہر رکاوٹ دور کر دیتے اور اپنی خلافت بلافصل کا فرمان لکھوا لیتے۔

۵۔ اگر خلافت مرتضوی کا لکھ دینا امر خداوندی تھا تو نعوذ باللہ فرض رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی لازم آئے گی اور محض اپنا خیال اور رائے مبارک تھی تو اس کے مقابل آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول فرمالیا اور اپنے اس ارادہ کو ترک فرما دیا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاروق کی رائے کو قبول فرمالیں تو اور کسی کو اعتراض کا کیا حق ہے۔ نیز اگر یہ حکم خداوندی تھا تو بھی ظاہر ہے کہ وہ منسوخ کر دیا گیا ورنہ عمل نہ کرنا محال و ناممکن تھا تو جب یہ حکم ہی منسوخ ہو گیا، پھر وجہ اعتراض کیا؟ بلکہ جب حضرت فاروق کی رائے کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا اور اُن کی اصابت رائے واضح فرما دی اور ان پر تغلیظا و تشدید وغیرہ نہیں فرمائی گئی تو پھر خدا اور رسول سے بڑھ کر حضرت علی کا ہمدرد کون ہو سکتا ہے۔ اور ان کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت فاروق پر اعتراض کی مجال کسے ہو سکتی ہے؟

۶۔ ضلالت و گمراہی سے بچانے کے لیے صرف تحریر ہی ضروری نہیں تھی۔ زبانی بھی فرمایا جا سکتا تھا۔ مگر آپ نے جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اتوار اور سوموار کا دن امت میں گذارنے کے باوجود اور آخری خطبہ دینے کے باوجود کہیں خلافتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں فرمایا اگر امت کی ہدایت کے لیے یہ امر لازم تھا تو تحریری طور پر نہیں تو زبانی ہی فرما دیا جاتا۔

۷۔ اگر کاغذ و قلم وغیرہ پیش نہ کرنا جرم تھا تو حضرت علی اور حضرت عباس اور دیگر افراد اہل بیت رضی اللہ عنہم کے متعلق کیا حکم ہو گا۔ اگر وہاں حاضر

میں مشغول رہیں اور اس حکم کی تعمیل نہ ہو سکی جب آپ کو ذرا فرصت ملی تو وہ دینار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے اور انہوں نے صدقہ فرما دیے۔ جب سوموار کی رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حالتِ احتضار طاری ہوئی اور وصال کا وقت قریب آپہنچا تو گھر میں چراغ روشن کرنے کے لیے روغن موجود نہیں تھا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنا دبا ایک عورت کے پاس بھیج کر فرمایا اس میں گھی کے چند قطرے ڈال دے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت احتضار طاری ہے۔ اور روشنی کا انتظام نہیں ہے۔

مطلب بن حنطب سے مروی ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سینہ اقدس کے ساتھ سہارا دے کر بٹھائے ہوئے تھیں تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا۔ اس سونے اور دیناری سکوں کا کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کو صدقہ کر دو۔ اور پھر آپ پر حالت غشی طاری ہوگئی۔ جب افاقہ ہوا تو دریافت فرمایا کیا تم نے ان کو خرچ کر دیا ہے۔ عرض کیا نہیں یا رسول اللہ میں آپ کی خدمت میں مصروف رہی ہوں۔ آپ نے وہ دینار منگوائے۔ دست اقدس پر رکھے۔ ان کو گنا تو وہ چھ تھے۔ پھر فرمایا کیا گمان ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنے رب کے ساتھ کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کریں اور ان کے ہاں اتنے دینار پڑے ہوئے ہوں۔ آپ نے وہ سبھی صدقہ کر دیے اور اسی دن آپ کا وصال ہوگیا۔

نہیں ہوتے تھے اور تیمارداری نہیں کرتے تھے تو اس سے بڑھ کر محل اعتراض کیا ہو سکتا ہے لہٰذا اگر حاضر تھے اور آپ کا فرمان سنا تھا تو ان کا اس پر عمل پیرا نہ ہونا اسی طرح قابل اعتراض ہے جس طرح باقی صحابہ کرام کا۔ تو معلوم ہوا کہ انہوں نے بھی حضرت فاروق کی رائے کو قبول فرما لیا تھا۔ جب خدا اور رسول اور اہل بیت کرام سبھی ان کی رائے کو قبول کریں تو کس کم بخت کو ان پر اعتراض ہو سکتا ہے رہا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اظہار حسرت فرمانا کہ کاش رکاوٹ پیدا نہ ہوتی اور تحریر معرض وجود میں آجاتی تو یہ ان کی رائے مبارک ہے اور ظاہر ہے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم علی الخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ علم رکھتے تھے لہٰذا ان کی رائے زیادہ وقیع ہے اور وزنی۔ نیز ان کے فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ اگر وہ تحریر معرض وجود میں آجاتی تو اس میں بڑی مصلحت ہوتی اور ظاہر ہے جس کام میں مصلحت نہ ہو اس کا آپ حکم بھی کیسے دے سکتے ہیں مگر قابل غور امر یہ ہے کہ آپ جس امر کو ترک فرما دیں وہ مصلحت سے خالی کیوں کر ہوگا بلکہ رائے کا بدل لینا یا امر خداوندی کا فسخ ہو جانا ترک کے اصلح اور بدرجہا بہتر ہونے کی دلیل بیّن ہے اور واضح حجت و برہان۔

علاوہ ازیں اور بھی کافی وجوہ سے جواب دیا جا سکتا ہے مگر خوف طوالت مانع ہے لہٰذا اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ واللہ و رسولہ اعلم۔ (محمد اشرف)

تیرھواں باب

بوقت وصال غلام آزاد فرمانا

سہل بن یوسف اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال شریف کے قریب چالیس غلام آزاد فرمائے۔

چودھواں باب

سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کو اپنے وصال کی خبر دینا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا چلتی ہوئی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئیں۔ اور ان کی چال ڈھال بالکل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند تھی۔ آپ نے ان کو خوش آمدید کہا اور اپنے ساتھ بٹھایا۔ پھر ان کے ساتھ سرگوشی کے انداز میں گفتگو فرمائی اور کوئی راز کی بات بتائی وہ رو پڑیں۔ میں نے کہا تمہیں محبوب کریم علیہ السلام نے اسرار کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور تم رو رہی ہو۔ پھر آپ نے دوبارہ انہیں راز کی بات بتائی تو وہ ہنس پڑیں میں نے کہا میں نے آج کے دن کی مانند کبھی خوشی کو غم سے اتنا قریب نہیں دیکھا اور حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا اسرار اور بھید بتائے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں آپ کی موجودگی میں آپ کے راز فاش نہیں کرسکتی۔ جب آپ کا وصال ہوگیا تو پھر میں نے اُن سے دریافت کیا تو انہوں نے بتلایا کہ آپ نے مجھے جو راز کی بات بتلائی تھی وہ یہ تھی کہ جبریل امین علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ میرے ساتھ قرآن کریم کا دور کرتے تھے اور اس سال دو مرتبہ دور کیا

ف۔ اس حدیث پاک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال کا علم، حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے وصال کا علم اور عند اللہ ان کے منصب و مقام کا علم ثابت ہو رہا ہے تو معلوم ہوا کہ ارشاد باری تعالیٰ "وما تدری نفس ماذا تکسب غدا" کا صرف اور صرف یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر محض اپنے عقل و قیاس سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ آنے والے وقت میں وہ کیا کرے گا اور اس پر کیا گذرے گی ورنہ اعلام و اطلاع باری تعالیٰ سے جاننا ایسے قوی دلائل سے ثابت ہے جن کا انکار ناممکن و محال ہے یہی تطبیق آیات نفی علم غیب اور آیات اثبات میں علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں بیان فرمائی ہے اور دیگر اکابرین ملت نے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

ہے اور میرا اعتقاد یہی ہے کہ میرا وقت وصال و وفات قریب آچکا ہے اور اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے فوت ہو کر میرے پاس پہنچو گی " ونعم السلف انا لك " اور میں تمہارے لیے بہت بہتر سلف و فرط ہوں اور تمہارے لیے سہولت کا ہر ممکن انتظام کروں گا اور ہر موجب رنج والم اور درد وغم کو دور کرنے والا ہوں گا " میں نے آپ کے وصال کی خبر سنی تو رو پڑی اور اس المناک اور موجب درد و کرب جانگاہ خبر کو سننے کی تاب نہ لا سکی تو آپ نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ مومنین کی عورتوں پر جنت میں تمہیں سیادت اور سرداری عطا کی جائے میں اس وقت ہنس پڑی (بخاری و مسلم)

پندرھواں باب

بوقت وصال مسواک کا استعمال

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ مجھ پر اللہ تعالےٰ کے خصوص انعامات میں سے یہ انعام بھی ہے۔ کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو میرے گھر میں اور میری باری میں اور ایسی حالت میں کہ آپ کی پشت مبارک میرے سینہ کے ساتھ لگی تھی اور سر ناز کندھے اور چنبر والی ہڈی سے لگا ہوا تھا ف اور اللہ تعالےٰ نے میرے لعاب دہن کو اور آپ کے لعاب دہن کو اس وقت جمع فرمایا جب کہ آپ کا دنیا میں آخری دن تھا اور آخرت کا پہلا دن۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ میرے گھر آئے ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دیئے ہوئے بیٹھی تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی نگاہ اقدس مسواک پر لگی ہے تو سمجھ گئی کہ آپ مسواک پسند فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا ان سے آپ کے لیے مسواک لے لوں۔ آپ نے سر اقدس سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہاں! آپ نے منہ مبارک میں ڈالی اور چبانے لگے مگر وہ سخت تھی) میں نے عرض کیا چبا کر نرم کیے دیتی ہوں۔ میں نے مسواک دھوئے بغیر اپنے منہ میں رکھ لی اور اسے نرم کیا۔ دھونے کے لیے اٹھنا چاہتی تھی کہ آپ نے مسواک میرے ہاتھ سے لے کر اپنے منہ مبارک میں ڈال لی اور اسے دانتوں پر پھیرنے لگے۔

آپ کے سامنے پانی کا پیالہ تھا۔ آپ اپنا ہاتھ مبارک اس میں ڈالتے پھر چہرہ اقدس پر ملتے اور فرماتے لا الہ الا اللہ

ف۔ صفا و مروہ پہاڑیاں اگر حضرت ہاجرہ کے تلوؤں سے لگ کر رب تعالیٰ کی نشانیاں بن گئیں تو حضرت صدیقہ کی عظمت شان کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے جن کا سارا جسد اطہر محبوب خدا علیہ السلام کے جسد اطہر سے شرف و برکت حاصل کرتا رہا اور آپ کی دنیوی زندگی کے آخری لمحات بھی اس حال میں گذرے کہ پشت اقدس سینہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لگی ہے اور سر ناز ان کی گردن اور کندھے کے ساتھ تو معلوم ہوا کہ حضرت صدیقہ بالخصوص اور تمام ازواج مطہرات بالعموم شعائر اللہ میں لو سب شعائر سے بڑھ کر اور ان کی تعظیم اللہ تعالےٰ کی عبادت ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔ (محمد اشرف)

بے شک موت کی سکرات ہیں اور شدتیں، پھر دستِ اقدس بلند فرمایا اور فرمانے لگے " فی الرفیق الاعلیٰ" حتیٰ کہ آپکا وصال ہوگیا اور دستِ اقدس نیچے آگیا۔

سولھواں باب

مختارِ کل

بشر بن سعید سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا " اللہ تعالےٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ چاہیں تو دنیا کو اختیار کریں اور چاہیں تو قربِ خداوندی اور دارِ آخرت کو ترجیح دیں۔ تو اس عبدِ خاص اور مقبولِ بارگاہ نے قربِ خداوندی اور دارِ آخرت کو اختیار کر لیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جونہی یہ ارشاد سُنا تو رونے لگے۔ ہم حیران ہوئے کہ اُن کے رونے کی وجہ کیا ہے، آپ نے تو ایک عبد کو بااختیار بنائے جانے کی خبر دی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جس عبدِ مقرب کو یہ اختیار تفویض کیا گیا تھا وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ صاحبِ علم و بصیرت تھے اور رازدارِ نبوت۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثناء سے سُنا کرتی تھی کہ جب تک پیغمبرِ خدا کو دنیا و آخرت اور موت و حیات کے درمیان اختیار نہیں دیا جاتا اس کو موت نہیں آتی۔ فرماتی ہیں کہ حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کو مرضِ وصال میں سخت کھانسی لاحق ہوئی تو میں نے اس دوران آپ کو فرماتے ہوئے سُنا " مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا " مجھے ان لوگوں کی معیت و رفاقت حاصل ہو جن پر اللہ تعالےٰ کا خصوصی انعام ہے یعنی انبیاء و مرسلین اور صدیقین و شہداء اور صالحین و کاملین کا اور وہ بہت ہی اچھے رفقاء ہیں۔ تو میں نے یقین کر لیا کہ آپ کو اختیار دیا گیا ہے اور آپ نے دارِ فانی کی بجائے دارِ آخرت اور قرب خداوندی کو اور انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کی معیت و رفاقت کو اختیار کر لیا ہے۔ ف

ف (۱) ہر شخص کی موت کا وقت معین ہے اور اس میں تقدیم و تاخیر کا احتمال نہیں ہے۔ اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون۔ مگر کوئی جبراً و کرہاً فوت کیا جاتا ہے اور ناچار رختِ سفر باندھتا ہے اور کوئی مقدس و مقرب شخص ایسا ہوتا ہے۔ جس کو بااختیار کر دیا جاتا ہے اور وہ بخوشی قربِ خداوندی اور دارِ آخرت کو اختیار کرتا ہے۔ دونوں حالتوں میں جو بعد بعید ہے اور فرق بین ہے وہ کسی بھی صاحبِ علم و بصیرت پر مخفی نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انتقال تو ہر ایک کا ہوتا ہی ہے مگر بخوشی کون اس دار کی طرف منتقل ہوتا ہے اور

سترھواں باب

وصیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول کریم علیہ السلام (میرے ماں باپ اور میری جان آپ پر فدا ہو) نے اپنے وصال شریف سے ایک ماہ قبل ہمیں اپنے قرب وصال کی خبر دی اور جب جُدائی کا وقت قریب آیا تو آپ نے ہمیں ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر بلایا اور ہمیں مرحبا اور خوش آمدید کہا اور دُعا دیتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ تمہیں سلامت رکھے۔ تمہاری حفاظت و نگہبانی فرمائے اور تمہارے درجات و مراتب بلند فرمائے۔ تمہارے نقصان اور خسارہ کو پورا فرمائے اور رزق وافر اور نفع و فائدہ سے بہرہ ور فرمائے۔ اللہ تعالےٰ تمہیں اپنی خصوصی و عنایت و پناہ سے نوازے اور دامن لطف و کرم میں جگہ دے۔ میں تمہیں اللہ تعالےٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ تعالےٰ سے تمہارے تحفظ و نگہبانی کی التجا کرتا ہوں۔ اور اسے تمہارا محافظ و نگہبان بناتا ہوں۔ میں تمہیں اللہ تعالےٰ سے ڈراتا ہوں۔ کیونکہ میں اس کی طرف سے تمہارے لیے

باکراہ وجبر کون ؟

- یہ بھی معلوم ہوگیا کہ موت و حیات انبیاء علیہم السلام کی اختیاری ہے تو باقی منافع اور مضار کا حال بھی یہی ہے اور امراض و اعراض کا اور فرمان خداوندی قل لا املک لنفسی ضراً ولا نفعاً کا مطلب یہ نہیں کہ بعطاء الٰہی بھی اس کا مالک نہیں ہوں بلکہ محض اپنی ذاتی قدرت و طاقت سے ان امور پر دسترس نہیں رکھتا ہاں اس کی عطا سے زندگی و موت اور جملہ امور پر ملکیت اور تصرف و تسلط حاصل ہے اور الا ماشاء اللہ کا استثناء اس پر شاہد عدل ہے۔

۳۔ یہ بھی واضح ہوگیا کہ اختیار مل جانا اور بات ہے اور اسے استعمال فرمانا دوسری بات۔ دنیوی زندگی کو ترجیح دینے کا اختیار ہے اور تا قیام قیامت دنیا میں رہنے کا مگر اسے استعمال نہیں فرمایا لہذا کسی بھی جگہ اختیار کے عدم استعمال سے عدم اختیار پر استدلال درست نہیں ہے۔

۴۔ یہ توہم بھی مندفع ہو جائے گا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم ہو مسجد میں شہید کر دیئے جائیں گے تو مسجد کی طرف جاتے ہی کیوں وغیرہ وغیرہ کیونکہ راہ فرار موت سے اختیار کرنے والے اور ہیں اور موت کے انتظار میں ایک ایک لمحہ گن گن کر کاٹنے والے اور جن کے لیے دنیا جنت ہے وہ تو اُسے اختیار کریں گے مگر جن کے لیے یہ قید خانہ ہے اور موت کے ذریعے خلاصی حاصل ہوتی ہے تو وہ موت کو اس سے بھی زیادہ پسند کریں گے جیسے کہ بھوکا بچہ ماں کے دودھ کو الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر۔ لہذا ان کاملین کا معاملہ اور ہے اپنے آپ پر ان کو قیاس نہ کرنا چاہیے۔ کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر ... گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(محمد اشرف عفی عنہ)

نذیر مبین بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اللہ تعالےٰ پر اس کے عباد میں اور بلاد میں سرکشی سے کام نہ لینا کیونکہ اس نے تمہیں اور مجھے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ دار آخرت کا مالک ہم انہیں لوگوں کو بنائیں گے جو زمین میں نہ تمرد و سرکشی کا ارادہ رکھتے ہیں اور نہ فساد و خونریزی کا۔ اور حسن عاقبت متقین کے لیے ہے۔ تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لایریدون علوًا فی الارض ولا فسادًا والعاقبۃ للمتقین۔" اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ آیا متکبرین کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے "الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین۔"

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا وصال کب ہے اور کس وقت میں؟ آپ نے فرمایا تم سے جدائی کا وقت اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور بازگشت کا وقت قریب آچکا ہے جنۃ الماویٰ اور سدرۃ المنتہیٰ تک رسائی اور رفیق اعلیٰ کے ساتھ لاحق ہونے کا وقت قریب ہے۔ لبریز پیمانہ پینے اور عیش دوام اور حظ اوفی حاصل کرنے کا وقت نزدیک آپہنچا ہے۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو غسل کون دے گا؟ آپ نے فرمایا میرے اہل بیت میں سے قریب ترین افراد!
ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کفن کن کپڑوں میں دیں؟ تو فرمایا اگر چاہو تو میرے انہیں کپڑوں میں یا مصری کپڑوں میں اور چاہو تو یمانی چادروں میں۔

ہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ پر نماز جنازہ کون پڑھائے گا؟ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اور تمہیں اپنے نبی کی طرف سے بہتر جزا فرمائے۔ آہستگی اور حوصلہ مندی سے کام لو۔ جب مجھے غسل دے چکو اور کفن پہنا چکو تو مجھے میری اسی چارپائی پر قبر کے کنارے اسی مکان میں رکھ دینا اور ایک ساعت کے لیے باہر نکل جانا۔ کیونکہ پہلے پہل مجھ پر میرا حبیب و خلیل حضرت جبرئیل نماز جنازہ پڑھے گا اور میکائیل و اسرافیل۔ پھر ملک الموت اور ان کے ہمراہ فرشتوں کی بہت بڑی جماعتیں ہوں گی۔ پھر فوج در فوج اور گروہ در گروہ مجھ پر داخل ہونا اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے رہنا۔ اور مجھے رونے والی اور آہ وزاری کرنے والی عورتوں کے ذریعے ایذا و تکلیف نہ پہنچانا (بلکہ انہیں روکنا اور اس سے دور رکھنا) چاہیے کہ مجھ پر سب سے پہلے میرے اہل بیت کے مرد نماز پڑھیں اور بعدازاں ان کی عورتیں اور اس کے بعد تم نماز پڑھنا اور صلوٰۃ وسلام پیش کرنا۔

اور میری طرف سے میرے ان صحابہ کو سلام دینا جو اب غائب ہیں اور ان لوگوں کو جو قیامت تک میری امت میں پیدا ہوں گے اور میری شریعت وملت کی اتباع کریں گے۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ السلام آپ کو قبر انور میں کون اتارے؟ فرمایا میرے اہل بیت اور اُن کے ہمراہ بہت سے فرشتے ہوں گے وہ تمہیں دیکھیں گے اگرچہ تم ان کو نہیں دیکھ سکو گے۔

اٹھارھواں باب

بوقتِ وصال نماز کی وصیّت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وقت احتضار و وصال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت مبارکہ یہ تھی "الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم" نماز کا خیال رکھنا اور ان غلاموں کا جو تمہارے قبضہ و تصرف میں ہیں حتیٰ کہ وہ آخری لمحات جن میں زبان اقدس سے ان الفاظ کی ادائیگی نہیں ہو سکتی تھی۔ سینہ اقدس میں گردش کرنے والا سانس اسی وصیّت کی ترجمانی کر رہا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت ان الفاظ میں تھی۔ جو وقت غرغرہ فرمائی۔ " اتقوا اللہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم" اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہنا نماز اور غلاموں کا خیال رکھنا۔

انیسواں باب

اُمورِ دنیا

حضرت طلحہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آیا رسول کریم علیہ السلام نے کسی امر کی وصیت فرمائی انہوں نے کہا نہیں، میں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اہل ایمان و اسلام کو وصیّت کے متعلق ارشاد فرماویں اور سخت تاکید اور خود وصیت نہ فرماویں۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ نے امور دنیا میں سے کسی امر کی وصیت نہیں فرمائی۔ ہاں البتہ کتاب اللہ کے ساتھ اعتصام اور اس پر عمل پیرا ہونے کی وصیت فرمائی (بخاری و مسلم)

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ آپ نے اموال دنیا میں سے کوئی شئے ورثہ و ترکہ میں نہ چھوڑی نہ درہم و دینار اور نہ ہی بکری اور اونٹ اور نہ ہی دنیوی اموال وغیرہ میں سے کسی شئی کے متعلق وصیت فرمائی۔

(مسلم شریف)

بیسواں باب

روضۂ مقدسہ کو سجدہ گاہ نہ بنائیں

حضرت صدیقہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وقت وصال طاری ہوا تو آپ اپنا کمبل مبارک منہ پر ڈال لیتے اور جب سانس میں رکاوٹ محسوس ہوتی اور بوجھ محسوس ہوتا تو اُسے ہٹا دیتے آپ اسی حالت میں تھے کہ فرمایا یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کو مسجد بنا لیا ہے اور آپ صحابہ کرام اور اہل ایمان و اسلام کو ان جیسے اعمال و افعال سے اور قبور کو مسجد بنانے سے ڈرا رہے تھے ع‍ہ

ع‍ہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز نے ابن حجر ہیتمی کی علیہ الرحمہ سے اس حدیث کی شرح میں نقل فرمایا کہ قبور کو مساجد بنانا اور بزبان رسالت لعنت خداوندی کا مستحق ہونا اس صورت میں ہے کہ قبر کو نماز کے لیے قبلہ بنائے یا قبر کو معبود ٹھہرائے اور نماز سے مقصود قبر کی تعظیم ہو یہ بالاتفاق حرام ہے۔ رہا کسی مقرب بارگاہ خداوندی پیغمبر یا صالح کے جوار اور قرب میں مسجد بنا لینا اور وہاں نماز ادا کرنا تاکہ صاحب قبر کی روحانیت کا فیض حاصل ہو جائے اور برکت قبر اور جوار صاحب قبر سے ثواب عبادت کامل و اکمل ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص‍ ۳۶۳ وکذا فی مدارج النبوت جلد دوم ص‍ ۴۲۴۔

اشعۃ اللمعات میں صف کی دائیں جانب کھڑے ہونے کی فضیلت کے ضمن میں فرماتے ہیں، کہ دائیں جانب قیام کی افضلیت مسجد نبوی کے علاوہ دیگر مقامات میں ہے اور مسجد نبوی میں بائیں جانب کھڑے ہونے میں اجر و ثواب زیادہ ہے کیونکہ قبر انور اور روضہ انور بائیں جانب ہے۔ بعض علماء شافعیہ سے یہ قول نقل کر کے فرماتے ہیں رحم اللہ قائلہ۔ اللہ اس قول کے قائل پر رحم فرمائے اس نے کتنی پیاری اور عمدہ بات کہی ہے۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص‍ ۵۰۶۔ د جلد ثالث ص‍ ۲۹۹۔

اقول مقام ابراہیم علیہ السلام کو مصلیٰ بنانے کا حکم خود اللہ رب العزت نے دیا ہے واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی۔ اگر وہاں نماز ادا کرنا زیادتی اجر اور کثرت ثواب کا موجب نہیں ہے تو یہ حکم بلا مصلحت لازم آئے گا نعوذ باللہ اور اگر ہے اور یقیناً ہے تو جس پتھر پر چند لمحات کے لیے حضرت خلیل کے قدم اقدس لگ گئے وہ تا قیام قیامت موجب کثرت ثواب ہے تو انبیاء علیہم السلام کے اجساد مطہرہ جہاں موجود ہیں اور بالاجماع وہ محفوظ ہیں اور باقی بلکہ زندہ تو وہ مقدس مقامات بھی موجب کثرت اجر و ثواب ہیں اور باعث ترقی درجات۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ تفسیر مظہری میں اس آیت مقدسہ کے تحت فرماتے ہیں۔ اہل اعتبار اور اولوا الابصار نے یہاں سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ ہر وہ مکان جہاں اللہ تعالیٰ کے مقبولوں میں سے کوئی شخص ایک لمحہ کے لیے بھی تشریف فرما ہوا ینزل ھناك برکات من السماء

اکیسواں باب

اللہ اور جبریل امین کی مزاج پُرسی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مرض وصال کے دوران حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ تعالےٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور دریافت فرماتا ہے کہ اے حبیب کیا حال ہے اور اپنے آپ کو کس کیفیت پر پاتے ہو۔ آپ نے فرمایا اے امین خدا اور حامل وحی میں اپنے آپ کو شدت درد میں مبتلا پاتا ہوں اور سخت تکلیف میں۔

دوسرے دن حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد و محمود خدا و خلق اللہ تعالےٰ تمہیں سلام فرماتا ہے اور مزاج شریف کے متعلق دریافت فرماتا ہے کہ آپ کس حال میں ہیں ؟ آپ نے فرمایا اے امین خدا میں درد و کرب میں ہوں۔

تیسرے دن حاضر ہوئے تو ان کے ساتھ ملک الموت بھی تھے۔ پھر عرض کیا اے ہر زبان پر تعریف و ثنا کیے ہوئے تمہیں تمہارا رب کریم سلام فرماتا ہے اور دریافت فرماتا ہے کہ مزاج شریف کیسے ہیں ؟ آپ نے فرمایا میں درد و الم محسوس کرتا ہوں ! یہ تمہارے ساتھ کون ہیں ؟ انہوں نے عرض کیا یہ ملک الموت ہے اور یہ میرا دنیا میں آخری چکر ہے اور آپ پر نازل ہونے کا آخری موقعہ اور مجھے آپ کے بعد کسی بھی فوت ہونے والے پر کوئی دکھ درد تکلیف نہیں ہوگی اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کی طرف وحی کے ساتھ نازل ہونگا۔

ع   (من شاء بعدك فليمت   فعليك كنت احاذر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال کی شدت محسوس ہونے لگی اور آپ کے سامنے پانی کا بھرا ہوا پیالہ پڑا تھا۔ جب

وسکینۃ تجذب القلوب الی اللہ ویتضاعف هناك اجر الحسنات وكذا اوزار السیٔات ۔ وہاں پر آسمان سے برکتیں نازل ہوتی ہیں اور سکینہ کا نزول ہوتا ہے جو دلوں کو اللہ تعالےٰ کی طرف جذب کر لیتی ہے وہاں پر حسنات کا اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے اور اسی طرح برائیوں کا گناہ اور عذاب بھی۔ تفسیر مظہری جلد اول ص۱۲۸ نیز حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت اس مضمون پر نص صریح ہے وہ کمزور بینائی کے مالک تھے اور اپنی قوم کے امام جب بارش وغیرہ ہوتی اور مسجد اور گھر کے درمیان گذرنے والی وادی راستہ روک دیتی تو جماعت اور مسجد میں نماز ادا کرنے کے ثواب سے محروم ہوجاتے انہوں نے اس نقصان سے بچاؤ کی تدبیر یہ کی کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا آپ میرے ہاں تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز ادا فرمائیں تاکہ میں اس جگہ کو اپنے لیے جائے نماز بنا لوں اور اس جگہ کی برکت سے اجر کامل اور ثواب کثیر حاصل کرسکوں محبوب خدا علیہ السلام نے ان کی عرض کو شرف قبولیت بخشا اور نماز ادا فرمائی ملاحظہ ہو بخاری شریف جلد اول   مسلم شریف جلد اول

بھی وصال کی شدت محسوس ہوتی اس میں ہاتھ مبارک ڈبو کر آپ چہرۂ انور پر ملتے اور دعا فرماتے "اللھم اعنی علیٰ سکرات الموت"
اے اللہ وصال کے شدائد میں میری اعانت و امداد فرما اور ان سے محفوظ فرما۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف سے تین دن قبل جبریل امین حاضر بارگاہ ہوئے تو عرض کیا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے آپ کے اعزاز و اکرام اور فضیلت و اختصاص کو ظاہر کرنے کے لیے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ وہ آپ سے دریافت فرماتا ہے جس امر کو وہ آپ کی نسبت بھی بہتر جانتا ہے اے حبیب کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا اے جبرئیل میں غم و اندوہ میں ہوں اور درد و کرب میں۔

دوسرے دن پھر حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ نے مجھے آپ کی طرف اپنے فضل و کرم کا اظہار کرنے کے لیے ارسال فرمایا ہے اور آپ سے آپ کا حال دریافت فرماتا ہے حالانکہ وہ آپ کی نسبت اُسے بہتر جانتا ہے۔ وہ فرماتا ہے اے حبیب کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے جبرئیل میں غم و اندوہ اور درد و کرب میں مبتلا ہوں۔

تیسرے دن نازل ہوئے تو ان کے ساتھ وہ فرشتہ تھا جس کا نام اسماعیل تھا اور زمین و آسمان کی درمیانی فضا اور جو پر مامور تھا نہ کبھی آسمان کی طرف صعود کیا اور نہ زمین کی طرف نازل ہوا جب سے کہ زمین معرض وجود میں آئی اور وہ ستر ہزار ملائکہ پر امیر بنایا گیا تھا (جن میں سے ہر ایک ہزاروں فرشتوں پر امیر تھا) اور ساتھ ہی ملک الموت بھی تھے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام سب سے پہلے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے ستودہ ذات و صفات اللہ رب العزت نے مجھے آپ کی طرف اپنا فضل و کرم اور آپکا امتیاز و اختصاص ظاہر کرنے کے لیے نازل فرمایا ہے اور وہ آپ کا حال دریافت فرماتا ہے حالانکہ وہ آپ کی نسبت آپ کے احوال کو بہتر طور پر جانتا ہے۔ وہ آپ سے دریافت فرماتا ہے کہ آپ کا حال کیسے ہے۔ آپ نے فرمایا میں اپنے آپ کو غم و اندوہ اور درد و کرب میں پاتا ہوں۔

پھر ملک الموت طلبگار اذن ہوئے اور جبرئیل امین نے عرض کیا یہ ملک الموت ہیں اور آپ سے اجازت کے طلبگار ہیں نہ انہوں نے آپ سے قبل کسی سے اذن لیا ہے اور نہ آپ کے بعد کسی سے طالب اذن ہوں گے آپ نے فرمایا ان کو اجازت دے دو۔ وہ حاضر ہوئے اور بارگاہ اقدس میں کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے۔ اے رسول خدا اللہ تعالےٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں جو بھی حکم دو اور جس طرح بھی فرمان ہو میں بندہ فرمان ہوں اور تابع احکام۔

اگر قبض روح کا امر ہو تو اس پر عمل کروں گا اور اگر واپس چلے جانے کا حکم ہو اور قبض روح سے باز رہنے کا تو میں اسکا پابند رہوں گا اور روح اقدس قبض کیے بغیر واپس چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اے ملک الموت واقعی تم اسی طرح کرو گے۔ جس طرح میں کہوں گا۔ انہوں نے عرض کیا میں تو آپ کی اطاعت کا پابند ہوں اور ہر حکم ماننے پر مامور۔

(جب آپ نے مشورہ کے لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو) انہوں نے عرض کیا "ان اللہ قد اشتاق الیک"

اللہ تعالیٰ آپ کا مشتاقِ لقاؤ دیدار ہے اور آپ کا قرب پسند فرماتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ملک الموت میری روح قبض کرلے اور مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچا دے اور اپنا فریضۂ امانت و دیانت ادا کرلے۔

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کیا۔ السلام علیک یارسول اللہ! یہ میرا زمین پر آخری قدم ہے آج کے بعد نہیں آؤں گا۔ میرے زمین پر آنے کا مقصد صرف جناب والا کی خدمت میں حاضری، شرف دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کرنا اور احکام خداوندی پہنچانا تھا اور کوئی مقصود و مطلوب نہیں تھا اور اسی دوران رسول کریم علیہ السلام کا وصال ہوگیا ع۵

ع۵ اس حدیث پاک کا مضمون و مفہوم بخاری و مسلم کی حدیث سے تائید و تقویت حاصل کرچکا ہے جو قبل ازیں گذر چکی ہے لہذا سند وغیرہ کی بحث جیسا کہ محشی نے کی ہے بے سود ہے اور بیکار محض ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے مرقات میں فرمایا کسی ایک راوی کے متروک ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا بالخصوص جبکہ وہ مضمون متعدد اسناد و طرق سے ثابت ہو اور چونکہ کوئی حدیث صحیح اس مضمون کے معارض و مناقض نہیں ہے۔ لہذا اس سے استدلال درست ہے اور اس پر اعتماد بجا ہے ص ۲۵۴ ج ۱۱۔

۲۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ہر سوال لاعلمی کی دلیل نہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے آپ کی مزاج پرسی فرمائی حالانکہ وہ بہتر جانتا ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام سے سوال فرمانا بھی آپ کی لاعلمی کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

۳۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ کا فضل عمیم اور لطف عظیم واضح ہوا کہ محبوب کی مزاج پرسی فرمائی اور تین مرتبہ حامل وحی اور امین اسرار کو بھیج کر

۴۔ حبیب پاک کا کمال صبر معلوم ہوا کہ باوجود اللہ تعالیٰ کے اتنے فضل و کرم کے نہ خود دعا فرمائی اور نہ ہی جبرئیل علیہ السلام کو کہا کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے شفا کی دعا کریں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ مزاج پرسی فرمارہا ہے حالانکہ مرض بھی اسی کا مسلط کردہ ہے کوئی عقل کا اندھا اور دین و ایمان کا دشمن یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر محبت ہوتی تو تکلیف ہی نہ دیتا یا قدرت ہوتی تو مرض دور کردیتا نہیں نہیں، مرض میں مبتلا کرنے اور آپ کو صبر و رضا کی توفیق دینے میں بھی حکمت ہے اور جبرئیل امین بھیج کر مزاج پرسی اور تیمارداری کرنے میں بھی۔ مرض کے شدائد پر صبر و تحمل ترقی درجات اور رفعت مراتب کا موجب ہے اور مرض دور ہونے اور کلفت دور ہونے سے صبر و رضا کا ظہور نہیں ہوگا اور نہ ترقی درجات کا حصول لہذا مرض بھی طاری ہے اور پرسش احوال بھی جاری تاکہ کوئی بے اعتنائی اور لاپروائی کا گمان نہ کرے اور حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب منزلت و شان محبوبیت میں شک و شبہ اور تردد و تذبذب کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اور یہاں سے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید ہونے سے بچانے بلکہ دعا بھی نہ کرنے کی حکمت واضح ہوجائے گی اور اُسے عجز پر محمول کرنے کی لغویت و بطلان بھی واضح ہوجائے گا۔

۶۔ اللہ تعالیٰ دار دنیا میں بھی حبیب پاک کے قریب ہے اور ان کا دیدار اور مشاہدہ فرمارہا ہے مگر بایں ہمہ شوق لقا اور محبت قرب کے تحت رضا اسی میں تھی کہ میرا محبوب وصال اور وفات اختیار کرے تو معلوم ہوا تنگنائے عالم میں ملاقات و دیدار اور ہے اور عالم آب و گل کے علائق و عوائق اور قیود زمان و مکان سے ماوراء ہوکر دیدار و لقاء کا شان اور مقام الگ اور نرالا اور اسی سے مقربان بارگاہ خداوندی کو روحانی قرب حاصل ہونے

بائیسواں باب

موت سے کراہت

حضرت ابوالحویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی بیماری لاحق ہوئی تو آپ نے اللہ تعالےٰ سے عافیت اور شفا کی دُعا فرمائی۔ مگر جب یہ عارضہ لاحق ہوا تو بالکل دُعائے شفا نہیں فرمائی۔ بلکہ آپ اپنے نفس کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے تھے اے نفس محمد اے روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھے کیا ہے کہ ہر جائے پناہ کی طرف پناہ لینے کی فکر کرتی ہے اور موت سے بچاؤ کے لیے سہارا و آسرا تلاش کرنے پر آمادہ نظر آتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو ان کلمات طیبات سے دم فرماتے اور ان کی پناہ میں دیتے۔ " اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔ اے لوگوں کے پروردگار رنج و تکلیف دور فرما، شفا عطا فرما تو ہی شفا دینے والا ہے۔ شفا صرف تیری شفا ہی ہے۔ ایسی شفا عطا فرما جو کسی قسم کی بیماری اور تکلیف کو باقی نہ چھوڑے۔

جب آپ پر مرض وصال طاری ہوا تو میں نے آپ کے ہاتھ مبارک اپنے ہاتھ میں لیے اور ان کلمات سے پڑھ کر دم کیا پھر اس ہاتھ کو آپ کے جسم پاک پر پھیرنے لگی۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک تیزی سے کھینچا۔ پھر فرمایا " رب اغفر لی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ "، اے اللہ میرے لیے مغفرت و بخشش فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملحق فرما اور عالم بالا میں پہنچا یہ تھے آپ کے آخری کلمات طیبات جو میں نے آپ کے منہ مبارک سے سُنے۔ (بخاری و مسلم)

تئیسواں باب

سیرِ رُوح

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ حبیبہ حبیب خدا علیہ وعلیہا التحیۃ والثناء سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ

کے باوجود اور نگاہ بصیرت سے اطلاع کے باوجود جسمانی طور پر قرب کے طلبگار ہوتے اور قرب کے عدم حصول کی صورت میں رونے اور آہ و بکا سے کام لینے کی وجہ ظاہر و واضح ہو جائے گی بالخصوص قصہ یعقوب و یوسف علیہما السلام میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی لاعلمی ثابت کرنے والوں کا توہم زائل ہو جائے گا۔ ہذا واللہ و رسولہ اعلم

علیہ وسلم کی روح اقدس قبض ہوئی تو آپ کا سر اقدس میرے کندھے اور گردن کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ جب وہ روح پاک جسد اطہر سے باہر نکلی تو میں نے ایسی پاکیزہ خوشبو مہکتی محسوس کی کہ کبھی بھی ویسی خوشبو اور مہک نہیں سونگھی۔

چوبیسواں باب

لباس بوقت وصال

حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک کمبل دکھایا جس کا تانا بانا نہیں تھا بلکہ اون کو منجمد کر کے تیار کیا ہوا تھا اور ایک موٹی کھردری تہ بند دکھلائی اور فرمایا کہ مالک کونین علیہ السلام کا ان دو کپڑوں میں وصال ہوا۔ (البخاری والمسلم)

پچیسواں باب

وقتِ وصال

رسول اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہجرت کے گیارھویں سال سوموار دوپہر کے وقت دارِ آخرت کی طرف سفر فرمایا اور جوارِ رحمت خداوندی میں پہنچے اور ایک قول یہ ہے کہ جب سورج ضحیٰ اور چاشت کے وقت پر پہنچا اور اچھی طرح گرم ہوگیا۔ (اس وقت آپ نے وصال فرمایا)

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہی مروی ہے کہ آپ کا وصال سوموار کو ہوا (صلی اللہ علیٰ حبیبہ ومحبوبہ تقدار حسنہ وجمالہ وجودہ ونوالہ وجاھہ وجلالہ وعلی اصحابہ وآلہ وسلم تسلیما کثیراً)

چھبیسواں باب

وصال مصطفیٰ اور کیفیت صحابہ کرام

حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتلایا کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کا وصال ہو گیا (تو اطلاع ملتے ہی) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقام سنح والے مسکن سے گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد شریف کے قریب اترے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ سبھی لوگ موجود تھے مگر آپ کسی سے کلام کیے بغیر سیدھے میرے گھر تشریف لائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قصد کیا آپ یمنی چادر میں لپٹے ہوئے تھے چہرہ اقدس سے کپڑے کو ہٹایا اور پیشانی اقدس کو بوسہ دیا۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور آپ کہہ رہے تھے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ بخدا اللہ تعالےٰ آپ پر دو موتیں طاری نہیں کرے گا۔ جو موت آپ پر مقدر تھی وہ تو طاری ہو چکی اب دوسری موت طاری نہیں ہوگی۔

ابوسلمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق بارگاہ رسالت مآب علیہ السلام میں حاضری دے کر باہر نکلے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے گفت گو کر رہے تھے۔ حضرت صدیق نے انہیں فرمایا بیٹھ جاؤ۔ انہوں نے بیٹھنے سے عملاً انکار کیا تو انہوں نے خطبہ کا آغاز کیا۔ ان کا خطبہ شروع کرنا تھا کہ سب لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو گئے۔ انہوں نے حمد و ثنا، باریتعالےٰ ادا کرنے کے بعد فرمایا جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا (اس کا دین و مذہب ختم ہو گیا اور وہ جو مذہب چاہے اختیار کرے) کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے اور جو اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی عبادت کرتا تھا تو اس کو اپنے دین و مذہب پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالےٰ حی و قیوم ہے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے: "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ۚ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض رسول ہیں (خدا نہیں ہیں تاکہ ان پر وفات و وصال طاری نہ ہو) اُن سے پہلے بھی رسل کرام دنیا سے کوچ فرما چکے ہیں۔ کیا وہ فوت ہو جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور سابقہ دین میں داخل ہو کر اسلام کو خیرباد کہہ دو گے۔ جو شخص اسلام سے برگشتہ ہوگا تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ تعالےٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور عنقریب اللہ تعالےٰ شکر گذار اور دین اسلام میں راسخ الاعتقاد اور ثابت قدم لوگوں کو جزاء جزیل اور اجر عظیم سے بہرہ ور فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے بخدا گویا لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیہ کریمہ کو نازل فرمایا ہے حتیٰ کہ جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت فرمائی تو پھر سبھی لوگوں کی زبان پر یہ آیت کریمہ تھی اور وہ اس کی تلاوت کر رہے تھے اور میں جدھر بھی کان لگاتا ہر شخص کو اس کی تلاوت کرتے ہوئے سنتا۔

سعید بن مسیب نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جب میں نے حضرت صدیق کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سُنا تو میرے پاؤں کو مجھے اٹھانے کی سکت نہ رہی اور میں ضعف و ناتوانی کی وجہ سے بیٹھ گیا اور وصال نبوی کی خبر نے مجھے بے جان مجسمہ اور ناقابل حس و حرکت ڈھانچہ بنا دیا۔

ابو محمد دارمی نے روایت کیا ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے جوں ہی سرکار دوعالم حبیب مکرم علیہ السلام کی خبر وفات ووصال سُنی تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ گویا میرے پاؤں کاٹ دیئے گئے ہیں حتیٰ کہ میرے پاؤں مجھے اٹھانے سے عاجز آ گئے اور میں زمین پر گر پڑا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سوموار کے دن وصال ہوا۔ آپ کو نہ اس دن دفن کیا گیا نہ رات کو نہ اگلے دن کو بلکہ بدھ کے روز آپ کی تدفین ہوئی۔ صحابہ میں سے بعض نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہی نہیں ہے بلکہ جیسے حضرت کلیم علیہ السلام پر سر طور غشی کی حالت طاری ہوئی تھی۔ اسی طرح رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حالت غشی اور کیفیت استغراق طاری ہوئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور انہوں نے بھی یہی اعلان فرمایا اور ساتھ ہی کہا کہ بخدا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اتنے وقت تک فوت نہیں ہوں گے جب تک اعداء دین اور بدطینت لوگوں کے ہاتھ اور ان کی زبانیں نہ کاٹ پھینکیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح اعلان فرماتے رہے۔ اور اہل اسلام کو آپ کی زندگی اور حیات کا مژدہ سناتے رہے اور اعداء دین کو خوف وخشیت دلاتے رہے حتیٰ کہ آپ کے منہ مبارک کے دونوں کنارے خشک لعاب دہن سے بھر گئے اور دہن اقدس سے آواز نکلنا دوبھر ہو گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے اور آپ بشر و مخلوق ہیں خدا نہیں اور نہ ازلی ابدی ہیں۔ ان پر بھی بشر اور مخلوق کی طرح تغیر احوال ہوتا ہے جس طرح عام لوگوں پر۔ اے میری قوم رسول خدا علیہ السلام کو دفن کر دو وہ اللہ تعالےٰ پر اس سے زیادہ کرامت وعزت والے ہیں کہ ان کو بار بار وفات دے۔ تم میں سے ہر ایک کو صرف ایک مرتبہ وفات دے اور وہ دار آخرت کی طرف منتقل ہو جائے مگر حبیب پاک پر بار بار موت طاری فرمائے؛ وہ اللہ تعالےٰ کے ہاں اس سے زیادہ مکرم و معظم ہیں کہ اُن کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے (لہذا جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ ابھی اٹھیں گے اور کفار و معاندین اور اعداء دین کے ہاتھ اور زبانیں کاٹ کر انہیں کیفر کردار تک پہنچائیں گے۔ یہ خیال غلط ہے) لہذا تم آپ کو دفن کر دو اور اگر بقول شما وہ زندہ ہیں اور صرف حالت استغراق اور سکر طاری ہے تو اللہ تعالےٰ پر یہ امر گراں اور بھاری نہیں ہے کہ وہ آپ سے خاک لحد کو الگ فرمائے اور آپ کو قبر انور سے باہر نکالے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک آپ نے راہ حق وہدایت کو واضح نہیں کر دیا۔ حلال اور حرام کو بیان نہیں فرما دیا۔ آپ نے نکاح وطلاق کا حکم واضح فرمایا اور عملی نمونہ دکھلایا۔ آپ نے جنگ بھی لڑی اور مصالحت بھی فرمائی۔ وہ شبان اور چرواہا جو بھیڑ بکریوں کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر چراتا ہے۔ انہیں درختوں کے پتے جھاڑ کر کھلاتا ہے اور اُن کے لیے حوض تیار کرتا ہے اور اس کے بند کو لیپ کر پانی کا تحفظ کرتا ہے۔ اپنی بکریوں اور بھیڑوں کے لیے اتنی تگ و دو نہیں کرتا اور ان کی بہتری اور بھلائی کی کوشش نہیں کرتا جتنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری

اصلاح اور تہذیب و تربیت کے لیے سعی فرمائی اور اصلاح اعمال و اخلاق کے لیے جدوجہد فرمائی (اور جب فرض رسالت کما حقہٗ ادا ہو گیا تو اللہ تعالےٰ نے ان کو دار تکلیف و محن سے چھٹکارا دیا اور اپنے جوار رحمت میں بلا لیا۔ لہٰذا اب آپ کو قبر میں اتار دو اور دفن کر دو۔

حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور فرماتی تھیں کہ میں اس لیے نہیں رو رہی کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دار آخرت اور جوار رحمت الٰہی میں تشریف لے جانا آپ کے لیے دنیا کی نسبت بہتر ہے بلکہ میں صرف اور صرف اس وجہ سے رو رہی ہوں کہ وحی آسمانی اور عالم بالا کی خبریں ہم سے منقطع ہو گئیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سوموار کو وصال ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالےٰ نے وقتی طور پر آپ کی توجہ اپنی طرف مبذول فرما دی ہے اور جیسے موسیٰ علیہ السلام کو چالیس شب و روز سر طور بٹھائے رکھا اور قوم سے الگ تھلگ رکھا۔ اسی طرح آپ کو ہم سے وقتی طور پر الگ تھلگ کر دیا ہے اور آپ کی توجہات کو اپنی طرف مبذول فرما دیا ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ آپ جلد اصلی حالت پر آجائیں گے اور قوم منافقین کے ان لوگوں کے ہاتھ اور زبانیں کاٹ دیں گے جو گمان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ضو فگن ہوئے تھے تو اس دن آپ کے انوار سے مدینہ کی ہر چیز چمک اٹھی تھی اور جس دن آپ کا وصال ہوا۔ اس دن ہر چیز اندھیرے اور تاریکی میں ڈوبی نظر آتی تھی (حالانکہ آفتاب جہان تو حسب معمول چمک رہا تھا) اور ہم نے رسول کریم علیہ السلام کی قبر انور کی مٹی ابھی ہاتھوں سے نہیں جھاڑی تھی کہ اپنے دلوں میں اور بصائر میں تبدیلی محسوس کی (جیسے نگاہ ظاہر کے آگے سے چراغ ہٹا لیا جائے تو تبدیلی محسوس ہوتی ہے)۔ ۵

رہ ندیدم چوں برفت از نظرم صورت دوست   ہمچوں چشمے کہ چراغش زمقابل برود (شیخ محقق عبد الحق دہلوی)

۵ ا۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر و باطن پر ضو فگن تھا اور چشم ظاہر و باطن دونوں سے مدرک و محسوس ہوتا تھا اور مفہوم و معقول اور آپ کا نور انور آفتاب جہانتاب کے نور پر غالب تھا جو روشنی مدینہ منورہ میں اس نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر دیکھنے میں آئی وہ کبھی کسی آنکھ کو دیکھنی نصیب نہیں ہوئی تھی اور جو تاریکی نگاہ باطن نے وصال اقدس پر محسوس کی۔ وہ سورج کے نصف النہار پر چمکنے سے بھی چھٹتی نظر نہ آئی۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ فان نورہ شمس العالم الصوری والمعنوی۔ نور مصطفوی عالم صورت و معنی اور ظاہر و باطن دونوں کے لیے شمس منیر ہے اور راوی نے مدینہ منورہ کی جو تخصیص فرمائی ہے تو وہ اس آفتاب عالمتاب کے قرب کی وجہ سے ہے۔

ستائیسواں باب

عمر شریف

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ترسٹھ سال

اور راوی کے دیکھنے کے لحاظ سے ورنہ وہ نور سب جہانوں کو محیط ہے اور جتنی بڑی روشنی آنکھوں سے اوجھل ہوگی اسی نسبت سے تاریکی زیادہ محسوس ہوگی۔ مرقات جلد ۱۱ صـ ۲۴۱۔

۲۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اعلان کیا اور اس کو قرآن مجید سے ثابت کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا باہمی اختلاف ختم ہو گیا اور پھر آپ کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ اور تدفین کا مرحلہ انجام پذیر ہوا۔ بعض منکرین حیات انبیاء علیہم السلام اس سے استدلال کرتے ہیں کہ اجماع امت تو وفات اور ممات نبوی پر ہے لہذا حیات نبی اور جملہ انبیاء علیہم السلام پر اجماع کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔ مگر یہ استدلال لغو اور باطل ہے کیونکہ اس دار فانی سے دار باقی کی طرف انتقال کا تو کوئی شخص منکر نہیں ہے اور یہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا مقصد تھا جس سے اختلاف و نزاع ختم ہوا اور منکرین جس حیات کا انکار کرتے ہیں۔ وہ حیات قبر و برزخ ہے اور حضرت صدیق کے ارشاد یا اجماع صحابہ سے وہ انکار قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ ایک دفعہ وعدہ ازل پورا کر لینے اور دفات و وصال طاری کر دینے کے بعد انبیاء علیہم السلام کو دوبارہ حیات جسمانی عطا فرمائی جاتی ہے۔ شیخ محقق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ باید دانست کہ خلاف (در جواز استمداد و عدم جواز) در غیر انبیاء است صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کہ ایشاں احیاء اند بحیات حقیقی دنیاوی باتفاق۔ اشعۃ اللمعات جلد سوم صـ ۴۲۳ مدارج النبوت جلد دوم صـ ۴۴۷، ۴۴۹ پر فرماتے ہیں بعد ازاں کہ در حیات انبیاء و ثبوت ایں صفت و ترتب احکام و آثار براں ہیچکس را از علماء اختلافے نیست۔ علماء دیوبند کا اجماعی رسالہ بھی حیات انبیاء علیہم السلام کے اجماعی ہونے پر دال ہے ملاحظہ ہو المہند صـ ۱۳ عندنا وعند مشائخنا حضرۃ الرسالۃ حی فی قبرہ الشریف وحیاتہ دنیویۃ من غیر تکلیف وھی مختصۃ بہ وبجمیع الانبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم والشہداء لا برزخیۃ کما ھی حاصلۃ لسائر المومنین بل لجمیع الناس کما نص علیہ العلامۃ السیوطی فی رسالۃ انباء الاذکیا بحیوٰۃ الانبیاء۔ ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات جسمانی دنیوی ہے مگر اس میں دنیا کی مانند تکلیف احکام نہیں ہے اور یہ حیات آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور جملہ انبیاء و شہداء کے ساتھ اور یہ حیات محض برزخی نہیں ہے جیسے کہ عام مومنین بلکہ سب کفار و مشرکین کو بھی حاصل ہے۔ جیسا کہ امام سیوطی نے اپنے رسالہ انباء الاذکیا میں تصریح کی ہے۔ الغرض حیات انبیاء علیہم السلام بعد از وصال اجماعی امر ہے اور اس کو اس اجماع سے رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور یہ محض غلط بحث ہے اور تلبیس ابلیس۔

۳۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد لا یجمع اللہ علیک موتتین کا مطلب بھی واضح ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے قائل تھے کہ

کی عمر میں ہوا۔ (البخاری والمسلم)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے تھے کہ تبلیغ رسالت پر مامور ہوئے۔ دس سال مکہ مکرمہ میں اقامت گزیں رہے اور دس سال مدینہ منورہ میں قیام پذیر اور ساٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

دغفل بن حنظلہ سے مروی ہے کہ آپ کی عمر مبارک وصال کے وقت پینسٹھ سال تھی۔

مصنف علامہ ابن جوزی نے تحریر کیا ہے کہ صحیح روایت پہلی ہے اور وہی مختار ہے۔ تیسری ناقابل اعتبار ہے اور دوسری میں تاویل ضروری ہے کیونکہ کبھی ایک شخص کہتا ہے کہ میری عمر چالیس سال ہے اور وہ بعض دہائیوں کا ذکر کرتا ہے اس کے ساتھ اکائی اور کسور کا ذکر نہیں کرتا اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ پچاس تک نہیں پہنچی لہذا حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت میں بھی صرف دہائیوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اکائی کا ذکر نہیں کیا گیا تو اب دونوں میں توافق پیدا ہو جائے گا۔ روایت اولی اکسر اور اکائی ثابت کرتی ہے اور روایت ثانیہ اس کی نفی نہیں کرتی لہذا عمر مبارک کا تریسٹھ سال ہونا ہی صحیح و مختار ہے۔

اٹھائیسواں باب

ترکہ کے احکام

عمرو بن الحارث جو کہ حضرت جویریہ بنت الحارث ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی وہ روایت فرماتے ہیں کہ بخدا رسول اکرم نے اپنے وصال کے وقت نہ درہم و دینار چھوڑے۔ نہ غلام اور لونڈی اور نہ ہی بکری اور اونٹ۔ آپ نے یا سفید خچر چھوڑا اور یا زمین جس کو صدقہ اور مال وقف قرار دیدیا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

آپ ابھی دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور اس حیات کے ساتھ منافقین و معاندین کے بازو اور ان کی زبانیں کاٹ کر رکھ دیں گے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچائیں گے تو اس کا رد کرنے کے لیے آپ نے فرمایا کہ اب دنیا میں آپ کی سابقہ حیات عود نہیں کرے گی اور اس پر یہ احکام مترتب نہیں ہوں گے نہ یہ کہ برزخ اور قبر انور میں حیات نہیں ہو گی اور عام مومنین کی طرح محض روحانی زندگی ہو گی۔ ہذا واللہ و رسولہ اعلم۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎ انبیاء کو بھی موت آنی ہے۔ ہاں مگر فقط آنی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا علیہ السلام نے فرمایا میرے ورثاء دراہم و دنانیر کو باہم تقسیم نہیں کر سکتے بلکہ میں جو کچھ اپنی ازواج کے اخراجات اور اپنے عاملین کے نفقات کے بعد چھوڑوں وہ صدقہ ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سعد، عبدالرحمٰن اور زبیر رضی اللہ عنہم کو فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے نام اقدس کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم ورثاء نہیں بناتے جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا ہاں ہمیں معلوم ہے اور اسی طرح حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اقرار کرایا تو انہوں نے بھی اس امر کو تسلیم کیا۔ ؎

؎ **فائدہ جلیلہ:** ۱۔ انبیاء علیہم السلام کا ترکہ ورثاء میں تقسیم نہیں ہوتا کیونکہ وہ زندہ ہیں اگرچہ نگاہِ خلق سے اوجھل اور ان کی حیات قرآن مجید، احادیث طیبہ اور اجماع امت سے ثابت ہے (۲) نیز اگر ورثہ تقسیم ہو تو ممکن ہے کبھی کسی وارث کے دل میں اُن کے فوت ہونے کی تمنا پیدا ہوتا کہ ورثہ کا مال حاصل کر سکے یا فوت ہونے پر خوشی لاحق ہو اور اس طرح کفر کا مرتکب ہو جائے لہٰذا اس مبدا کو ہی ختم کر دیا گیا (مرقات جلد ۱۱ ص ۲۵۶) ۳۔ اگر انکا مال ورثاء میں تقسیم ہوتو غیروں کو اعتراض کی گنجائش مل سکتی تھی کہ یہ لوگ اپنے اہل وعیال کو غنی اور امیر بنانے اور ان کو دنیوی وجاہت وعزت دینے کے لیے نبوت ورسالت کی آڑ لیے ہوئے تھے ورنہ کوئی نبوت وغیرہ انہیں حاصل نہیں تھی لہٰذا یہ بنیاد بھی ختم کر دی گئی تاکہ ان کی ساحت عزت اس طعن کے گرد وغبار سے محفوظ رہے (۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء علیہم السلام فقراء ہیں اور صوفیہ کے نزدیک فقیر وہ ہوتا ہے جس کا سارا مال اللہ تعالیٰ کا ہو اور وہ خود اس سے دست بردار ہو جائے اور فقیر کے ہاتھ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ امانت ہوتا ہے یا وقف اور یا صدقہ (مرقاۃ ص ۲۵۶ جلد ۱۱) ۵۔ انبیاء علیہم السلام امت کے باپ ہیں اور روحانی رشتہ جسمانی رشتہ سے مقدم ہے لہٰذا روحانی اولاد پر جسمانی کو ترجیح نہیں دی گئی بلکہ سب کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے مال وقف بنا دیا گیا۔ (۶) انبیاء علیہم السلام علی الخصوص حبیب اکرم علیہ السلام حاکم تھے اور حاکم کے مملوکات قومی ملکیت ہوتے ہیں اور قومی ملکیت میں وراثت جاری نہیں ہوتی لہٰذا فدک وغیرہ قابل وراثت تھے نہ قابل تقسیم۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم۔

اگر آپ کے مال میں وراثت جاری ہو سکتی تو نفقہ ازواج کا استثناء نہ فرمایا جاتا بلکہ وہ اپنا حق وراثت وصول کر لیتیں اور چونکہ وہ حکم منکوحات میں تھیں بلکہ حقیقتاً ازواج تھیں کیونکہ آپ قبر انور میں زندہ ہیں لہٰذا ان کا نان ونفقہ تادم زیست، آپ کے زیر تصرف مال میں واجب ولازم تھا۔ (مرقات ص ۲۵۶) اور قرآن مجید میں متوفی عنہا زوجہا کا جو حصہ اولاد ہونے کی صورت میں بیان کیا گیا ہے یعنی آٹھواں حصہ وہ اُن کے لیے ہے جن کے خاوند مر جائیں اور انہیں حسب منشا دوسری جگہ نکاح کی اجازت ہو اور جو مقدس ہستیاں دنیا وآخرت میں آپ کی بیویاں ہیں اور ان کے لیے نکاح کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا اُن کے لیے ترکہ کا آٹھواں حصہ نہیں ہو سکتا بلکہ تازیست خرچہ بیت المال سے ادا کیا جانا لازم ہے۔ لہٰذا جب ان کے حق میں توریث ممکن نہیں ہے تو دوسرے ورثاء کا حال بھی یہی ہوگا۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم۔ (محمد اشرف سیالوی عفی عنہ)

محمد بن سعد رضی اللہ عنہ نے محمد بن سہل بن ابی حثیمہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ اموال بنی النضیر تھے اور یہ سات باغ تھے۔ اعراف۔ دلال۔ میثب، برقہ، حسنیٰ اور مشربہ ام ابراہیم اور اس کو مشربہ ام ابراہیم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر نورِ نظر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا وہاں تشریف رکھتی تھیں۔ یہ سبھی باغات اور علاقہ جات سلام بن مشکم نفیری کے تھے جو اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں دے دیئے تھے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین علاقے اپنے لیے مخصوص فرما لیے تھے اور ہر ایک کا الگ الگ مصرف تھا۔ بنو النضیر کے علاقہ جات جنگی ضروریات اور ہنگامی اخراجات پورا کرنے کے لیے تھے اور فدک ابن سبیل اور مسافروں کے لیے اور خیبر کا علاقہ اہل بیت اور ازواج مطہرات کے نفقات و اخراجات کے لیے تھا۔ آپ نے خمس کے تین حصے کر دیئے تھے، دو حصے اہل اسلام کے لیے تھے اور ایک حصہ سے اہل و عیال کا خرچ پورا کیا جاتا تھا۔ اگر کچھ بچ جاتا تو وہ فقراء مہاجرین پر صرف کیا جاتا۔

انتیسواں باب

کیفیتِ غسل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کی تیاری ہوئی اور گھر میں سوائے اہل بیت علیہ السلام کے دوسرا کوئی فرد موجود نہیں تھا۔ آپ کے چچا حضرت عباس تھے، یا علی المرتضیٰ اور فضل بن عباس، قثم بن عباس، اسامہ بن زید اور صالح جو کہ آپ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ رضی اللہ عنہم جب سبھی حضرات غسل دینے پر مجتمع ہوئے تو انس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ جو کہ بدری صحابی تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دروازے کے باہر سے پکار کر کہنے لگے میں تمہیں اللہ تعالےٰ کے نام اقدس کا واسطہ دے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو فرمایا کہ اندر داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ اندر داخل ہو گئے اور غسل کے وقت حاضر رہے مگر امر غسل میں شریک نہیں ہوئے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے سینہ سے لگایا اور حضرت عباس، فضل، قثم حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر آپ کو دائیں اور بائیں پہلو پر بدل رہے تھے۔ اسامہ اور صالح دونو پانی ڈال رہے تھے۔ اور آپ کا کرتہ مبارک بدن پر اسی طرح تھا اس کو اتارا نہیں گیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی حالت میں غسل دے

لے گنتی میں یہ چھے آتے ہیں۔

رہے تھے انہوں نے آپ سے اس طرح کی کوئی چیز نہ دیکھی جو میت سے دیکھنے میں آتی ہے تو کہنے لگے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں حالت حیات ظاہرہ اور ممات دونوں میں کس قدر پاکیزہ و منزہ ہیں اور طیب وطاہر۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا گیا تو غسل دینے والے حضرات کو اس امر میں تردد ہوا کہ آپ کو اپنے کپڑوں میں ہی غسل دیں یا عام موتی کی طرح ان کو الگ کرلیں جب تردد نے اختلاف کی شکل اختیار کرلی تو اللہ تعالےٰ نے ان پر اونگھ طاری فرمادی حتیٰ کہ قوم میں سے کوئی فرد ایسا نہیں تھا کہ اونگھ کی وجہ سے اس کی ٹھوڑی اپنے سینے سے نہ لگی ہو۔ پھر مکان کے ایک گوشہ سے ہاتف غیبی نے آواز دی جس کی آواز سنائی دیتی تھی مگر شخص نظر نہیں آتا تھا کہ محبوب کریم علیہ السلام کے ان کپڑوں کو الگ کیے بغیر غسل دو اور انہیں ہرگز نہ اتارو۔ چنانچہ اس آواز کو سن کر اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ ہدایت و رہنمائی حاصل کرکے اہل بیت کے وہ افراد جو غسل کے لیے حاضر تھے آپ کی طرف اُٹھے اور آپ کو غسل دیا جبکہ آپ کا کرتہ مبارک بدن اقدس پر موجود تھا۔ کرتے کے اوپر سے ہی بیری کے پتے ڈال کر ابلا ہوا پانی ڈالا جارہا تھا اور قمیص کے ہوتے ہوئے جسد اطہر کو ملا جارہا تھا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ عورت خاوند کو غسل دے سکتی ہے جیسے کہ بعد میں معلوم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ازواج ہی غسل دیتیں اور کوئی شخص غسل نہ دیتا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ غسل کا پانی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں والی جگہ جمع ہوجاتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو منہ سے چوس لیتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے دوران غسل آپ کے پیٹ مبارک کو دبایا تاکہ اندر مواد زائد ہے تو خارج ہوجائے مگر کوئی چیز نہ نکلی تو انہوں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ ظاہری حیات میں بھی طیب و طاہر تھے اور بعد از وصال بھی منزہ و مصفیٰ ہیں۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی، حضرت عباس، حضرت فضل حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم نے غسل دیا اور بیری کے پتوں سے اُبلے ہوئے پانی کے ساتھ تین مرتبہ غسل دیا جو پانی استعمال کیا گیا وہ سعد بن خثیمہ کے کنوئیں سے لیا گیا تھا جس سے آپ پانی پیا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ اس کنوئیں کو بئرِ عرس کہا جاتا تھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب علیہ السلام کا وصال ہوا تو آپ کے کپڑوں میں نافۂ مشک دستیاب ہوا اور اسی کے ساتھ آپ کے کپڑوں کو خوشبودار کیا گیا۔

تیسواں باب

کفن مبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرات اہل بیت علیہم الرضوان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تو پہلے آپ کے جسد اطہر کو پونچھا اور پانی کو خشک کیا بعد ازاں آپ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ دو سفید کپڑے تھے اور ایک یمنی چادر جس کے گرد حاشیہ بنا ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ دو سحول کے قصبہ میں بنے ہوئے کپڑے تھے اور ایک یمنی چادر تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو کہ سوتی تھے اور دُھلے ہوئے تھے جن میں نہ قمیص تھا اور نہ ہی عمامہ۔ ف

اکتیسواں باب

کیفیت جنازہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بغیر امام کے نماز ادا کی گئی۔ اہل اسلام گروہ در گروہ حجرہ مبارکہ میں داخل ہوتے تھے۔ درود و سلام پڑھتے تھے اور باہر آجاتے تھے۔ جب سب لوگ یہ سعادت حاصل کر چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ مبارکہ سے الگ ہو جاؤ اور آپ کو دفن کرنے دو۔

سہل بن سعد ساعدی سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کو کفن پہنا کر چارپائی پر رکھا گیا۔ لوگ مختلف جماعات کی شکل میں حاضر ہوتے رہے اور بغیر امام کے نماز ادا کرتے رہے، پہلے مرد حاضر ہوئے۔ نماز

ف۔ کفن سنت مرد کے لیے تین کپڑے ہیں۔ قمیص، تہ بند اور لفافہ اور متاخرین نے علماء و مشائخ کے لیے عمامہ کو بھی مستحب قرار دیا ہے۔ کفن کفایت میں دو کپڑے ضروری ہیں اور کفن ضرورت میں جو میسر آجائے۔ اور عورت کے لیے پانچ کم از کم تین۔

پڑھی اور بعد ازاں عورتیں حاضر ہوئیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ بعد ازاں کفن دیا اور حنوط لگایا۔ چارپائی پر لٹایا تو اہل اسلام فوج در فوج حاضر ہوتے اور نماز ادا کرتے اور باہر آجاتے حتیٰ کہ سبھی نے نماز ادا فرمائی۔ ف

بتیسواں باب

قبر انور

ابن جریج سے منقول ہے کہ مجھے میرے والد گرامی نے بتلایا کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی فیصلہ نہ کر پائے کہ

ف۔ ابن ماجشون سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنی مرتبہ نماز ادا کی گئی تو انہوں نے فرمایا امام مالک علیہ الرحمہ نے نافع کے واسطہ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے بہتر مرتبہ آپ پر نماز ادا کی گئی۔ شیخ محقق فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ فرشتوں کی جماعات نے یکے بعد دیگرے جو نماز پڑھی وہ اس سے علاوہ ہے اور یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہے کہ نماز بغیر امام ادا کی گئی اور اتنی مرتبہ ادا کی گئی حالانکہ نماز پڑھنے والے بھی بیک وقت حاضر تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ زندگی میں بھی امام ہیں اور بعد از وصال بھی لہٰذا آپ پر کسی کو امام نہیں بنایا جاسکتا۔

کیفیت نماز کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا اس طرح پڑھو "ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما اللھم ربنا لبیک وسعدیک صلوات اللہ البر الرحیم والملائکۃ المقربین والنبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وما سبح لک من شئی یا رب العالمین علی محمد بن عبداللہ خاتم النبیین وسید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العالمین الشاھد البشیر الداعی باذنک السراج المنیر صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت علی اُٹھے اور اس طرح کہا اے پیغمبر گرامی اللہ تعالےٰ کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے وہ سب کچھ امت تک پہنچا دیا جو آپ پر ان کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا اور امت کی نصیحت و ہمدردی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور راہ خدا میں جہاد کیا حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ نے دین اسلام کو غالب کر دیا۔ اے اللہ ہمیں ان پر نازل کردہ کتاب اور جملہ احکام شرائع کی پیروی کرنے والوں سے بنا اور ہمیں بروز قیامت ان کی معیت میں اٹھا اور ان کی رفاقت نصیب فرما۔ اور دوسرے لوگ آمین آمین کہتے رہے۔ کذا فی المدارج جلد دوم ص ۴۴۱۔

نیز حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ والی روایت سے عمر رضی اللہ عنہ کی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں شمولیت واضح ہو گئی اور دوسری روایات کا عموم و اطلاق بھی شیخین رضی اللہ عنہما کی شمولیت کی واضح دلیل ہے۔

آپ کا مزار اقدس کہاں ہونا چاہیے۔ تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی وہیں دفن ہوا۔ جہاں اس کی روح قبض کی جاتی ہے۔ چنانچہ آپکے مسند کو حجرہ مبارک سے الگ کر کے اسی جگہ قبر کھود دی گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی روح اقدس اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے باہم اختلاف کیا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ضمن میں جو کچھ سُنا وہ لوح قلب پر آج بھی اسی طرح نقش ہے جسطرح کہ بوقت سماع تھا۔ آپنے فرمایا "کہ اللہ تعالےٰ اپنے نبی کی روح مبارک کو وہیں قبض فرماتا ہے جہاں اُن کا مدفون ہونا اسے پسند ہوتا ہے۔" لہذا آپ کو اپنے مسند ناز والی جگہ پر ہی قبر کھود کر دفن کر دو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی کی جہاں روح قبض کی گئی وہیں ان کو دفن کیا گیا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی الانبیا خاتم المرسلین علیہ السلام نے دار آخرت کی طرف انتقال فرمایا تو صحابہ کرام نے باہم صلاح و مشورہ کیا کہ ہم آپ کو کہاں دفن کریں؟ تو حضرت صدیق نے فرمایا۔ جس جگہ آپ کا وصال ہوا ہے وہیں دفن کر دو۔

عبدالرحمٰن بن سعید بن یربوع سے مروی ہے کہ جب رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو قبر انور کی جگہ کے متعین کرنے میں اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا جنت البقیع میں دفن کریں کیونکہ آپ اہل بقیع کے لیے بہت زیادہ استغفار فرماتے تھے (اور انا ان شاء اللہ بکم للاحقون فرماتے تھے) بعض نے کہا منبر شریف کے پاس۔ بعض نے مصلیٰ کی جگہ دفن کرنے کا مشورہ دیا اتنے میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پہنچ گئے انہوں نے فرمایا۔ میرے پاس اس کے متعلق خبر و علم ہے۔ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سُنا "کوئی نبی بھی وصال فرما نہیں ہوا مگر اس کو وہیں دفن کیا گیا جہاں اُن کی روح قبض کی گئی۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا تین چاند میرے حجرہ میں آکر گرے ہیں اور غروب ہوتے ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا خواب اچھا ہے۔ یحییٰ ابن سعید کہتے ہیں۔ میں نے لوگوں کو بیان کرتے ہوئے سُنا کہ جب سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں آپ کو دفن کیا گیا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ھذا احد اقمارک"، جو چاند تم نے خواب میں حجرہ کے اندر غروب ہوتے دیکھے تھے۔ ان میں ایک ماہتاب یہ ہیں جو اس حجرہ کو بقعۂ انوار و برکات بنا رہے ہیں اور ملائکہ کا محل طواف اور زیارت گاہ اہل ایمان و ایقان۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وصال شریف کے بعد صحابہ میں باہم اختلاف ہوا کہ آپ کو دفن کہاں کیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک زمین کے اس قطعہ سے زیادہ کرامت و عزت

والا کوئی قطعہ نہیں ہے جس میں اس کے نبی مکرم اور حبیب معظم کی روح اقدس قبض کی گئی۔

تینتیسواں باب

لحد مبارک

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرات اہل بیت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لیے جمع ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو بلا کر فرمایا کہ تم میں سے ایک ابو عبیدہ بن الجراح کے پاس جائے وہ اہل مکہ کے لیے شق کھودا کرتے تھے اور دوسرا حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس جائے وہ اہل مدینہ کے لیے لحد کھودا کرتے تھے۔ جب ان دونوں کو روانہ کر چکے تو دعا کی اے اللہ اپنے نبی کے لیے شق اور لحد میں سے ایک کو پسند اور اختیار فرما۔ (اور جو پسندیدہ و مختار ہو اس کا کھودنے والا پہلے پہنچ جائے) چنانچہ جو شخص حضرت ابو عبیدہ کو بلانے گیا تھا وہ آپ کو نہ پا سکا اور جو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلانے گیا تھا اس نے آپ کو پا لیا، چنانچہ وہ حاضر ہو گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحد مبارک کھودی۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا اپنے موتیٰ کے لیے قبر بصورت لحد بناؤ اور شق نہ بناؤ کیونکہ لحد ہمارے لیے ہے اور شق دوسروں کے لیے۔

عامر بن سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا وقت وصال آیا تو انہوں نے فرمایا میرے لیے لحد کھودنا اور اس کا منہ کچی اینٹوں سے بند کرنا جیسے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحد کھودی گئی اور کچی اینٹوں سے اس کو بند کیا گیا۔ (مسلم شریف) ف

چونتیسواں باب

قبر انور اور سرخ چادر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا و خلق علیہ السلام کے مزار اقدس میں سرخ رنگ کی سوتی

ف لحد یہ ہے کہ گڑھا کھود کر دوبارہ قبلہ کی جانب ایک اور گڑھا کھودا جائے اور شق یہ ہے کہ اس بڑے گڑھے کے وسط میں ایک چھوٹا گڑھا کھودا جائے جائز دونوں ہیں مگر اولیٰ اور انسب لحد ہے اگر شق جائز ہی نہ ہوتی تو حضرت ابو عبیدہ کھودا ہی نہ کرتے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ انکو بلواتے ہی کیوں، ہاں البتہ اللہ تعالیٰ نے حبیب پاک علیہ السلام کے لیے لحد ہی پسند فرمائی پسند یہی تھی لہذا اس کی اولویت واضح ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم

چادر بچھائی گئی۔ وکیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ سرور کونین علیہ السلام کی خصوصیت ہے۔ دوسروں کے لیے جائز نہیں ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور میں سرخ رنگ کی چادر بچھائی گئی جو خیبر میں آپ کے ہاتھ لگی تھی اور اس کے بچھانے میں حکمت یہ تھی کہ مدینہ منورہ کی زمین کلر والی تھی۔ (لہٰذا جسد اطہر کو اس سے بچانے کے لیے اسے نیچے بچھا دیا گیا)

پینتیسواں باب

تدفین کا وقت

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ السلام کا وصال سوموار کو ہوا اور بدھ کی رات آپ کو دفن کیا گیا۔ سوموار کا بقیہ اور منگل کا روز و شب آپ کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ ادا کرتے ہوئے گذرے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہمیں محبوب پاک علیہ افضل الصلوٰۃ کی تدفین کا اس وقت علم ہوا جبکہ منگل کی رات سحر کے وقت کھودائی کرتے ہوئے کدالوں کی آواز سنائی دی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر پانی چھڑکا گیا۔ (پانی چھڑکنے والے حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے سر اقدس کی جانب سے چھڑکنے کا آغاز کیا اور بائیں جانب چھڑکتے گئے)

چھتیسواں باب

ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی جو آپ کے مزار مبارک میں اترے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ کے مزار اقدس میں آپ کی تدفین کے لیے حضرت علی، حضرت عباس، حضرت عقیل بن ابی طالب اور حضرت فضل بن عباس و شقران خادم درگاہ رضی اللہ عنہم اترے۔

ابوعسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نماز جنازہ کے وقت حاضر تھا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت ایک دروازہ سے داخل ہوتی اور درود و سلام پڑھ کر دوسرے دروازہ سے نکل جاتی۔ جب آپ کو لحد مبارک میں اتارا گیا تو حضرت

مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے پاؤں مبارک کی جانب لحد شریف پوری طرح درست نہیں کی گئی۔ دوسرے حضرات نے فرمایا تم قبر انور میں اترو اور اس حصہ کو درست کرو، چنانچہ وہ داخل ہوئے اور اپنا ہاتھ لحد مبارک میں داخل کر کے قدم مبارک مس کیے (لحد کو درست کیا) اور فرمایا مٹی ڈالو، صحابہ کرام مٹی ڈالتے رہے، جب ان کی پنڈلیوں کے نصف تک مٹی جمع ہو گئی تو وہ باہر نکلے اور فرمایا کرتے تھے میں تمہاری بنسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تازہ زیارت حاصل کرنے والا ہوں اور آپ کے جسد اطہر کو مس کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہونے والا۔

سینتیسواں باب

سیدالانبیاء علیہ التحیۃ والثناء اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے مزارات مقدسہ کی کیفیت ترتیب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین کے مزارات مقدسہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر مبارک کے صفہ میں ہیں اور ان کی ترتیب کے متعلق مختلف روایات ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ اُن کی ترتیب اس طرح ہے

رسول اللہ علیہ السلام	عمر رضی اللہ عنہ
ابو بکر رضی اللہ	

اور دوسرے حضرات نے یوں روایت کیا ہے۔

رسول اللہ علیہ السلام
ابو بکر رضؓ
عمر رضؓ

یعنی پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار اقدس آپ کے کندھوں کے مقابل حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا سر اقدس اور اُن کے کندھوں کے برابر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر اقدس۔

مزارات کی ہیئت مبارکہ مسنّم اور کوہان دار ہے یا مسطح اور مربع شکل دونوں ہیئتوں کے متعلق روایات موجود ہیں۔

اڑتیسواں باب

فضائل روضہ مقدسہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کیا اور میرے وصال

کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ اس طرح ہوگا جیسے کہ اس نے میری زندگی اور حیات ظاہرہ میں زیارت کی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کی شفاعت کرنا مجھ پر واجب ہوگیا اور وہ حتماً وقطعاً میری شفاعت کا حقدار بن گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جس نے مدینہ منورہ میں طلب رضا الٰہی اور ثواب کی خاطر میرے مزار اقدس کی زیارت کی تو میں بروز قیامت اس کے لیے گواہ بنوں گا اور شفیع

ابن ابی ملیکہ سے منقول ہے کہ جو شخص رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کے مقابل کھڑے ہونے کی خواہش رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ قبلہ کی جانب نصب قندیل کو جو روضہ اقدس اور مزار انور کے قریب ہے اپنے سر کے مقابل رکھ کر کھڑا ہو۔

ابن ابی فدیک سے منقول ہے کہ جن اکابر کی زیارت کا شرف مجھے حاصل ہوا ان میں سے بعض نے مجھے تبلایا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ جو شخص مزار اقدس کے سامنے کھڑا ہو اور یہ آیت مقدس تلاوت کرے" ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً" اور بعد ازاں ستر مرتبہ صلی اللہ علیک یا محمد کہے تو اس کو فرشتہ پکار کر کہتا ہے کہ اے فلاں اللہ تعالے تجھ پر رحمت نازل فرمائے۔ تیری سبھی حاجتیں پوری ہوگئی ہیں اور کوئی بھی باقی نہیں رہی۔

سرور کونین سید الثقلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار انور کی زیارت کرنے والے بعض عشاق نے کہا۔

اَتَیتُکَ رَاجِلاً وَوَدِدْتُ اَنِّی   مَلَکْتُ سَوَادَ عَیْنِیْ اُمْتَطِیْہِ

وَمَا لِیْ لَا اَسِیْرُ عَلَی الْمَاقِیْ   اِلٰی قَبْرٍ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِیْہِ

ترجمہ: میں پاپیادہ چلتا ہوا آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا مگر دلی خواہش یہ تھی کہ کاش آنکھوں کی پتلیوں پر اختیار ہوتا اور ان کو سواری بنا کر حاضر ہوتا۔

میں آنکھوں کے بل اس قبر انور کی طرف کیوں نہ چلوں۔ جس میں اللہ تعالے کے رسول آرام فرما ہیں۔ ف

انتالیسواں باب

استمداد و توسل

ابو الجوزاء سے مروی ہے کہ اہل مدینہ شدید قحط میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جناب میں اس

ف۔ امام اہلسنت مولانا شاہ احمد خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس سے بھی زیادہ لطیف ونفیس بات کہی صرف مزار اقدس کی طرف نہیں بلکہ زمین عرب پر قدم رکھنے کی کیفیت کا اظہار تو دیکھئے ؎ عرب کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا۔ ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے

تکلیف کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا، مزار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دو اور حجرہ مبارکہ کی چھت میں آسمان کی طرف ایک سوراخ کر دو تاکہ آسمان اور مزار انور کے درمیان سے چھت کا حجاب مرتفع ہو جائے (جونہی آسمان مزار پُر انوار کے دیدار سے مشرف ہوگا باران رحمت نازل ہونے لگ جائے گی) حسب الارشاد صحابہ رضی اللہ عنہم نے چھت کا ایک حصّہ کھول دیا تو بہت زور دار اور موسلا دھار بارش برسی بے اندازہ گھاس اُگی اور اونٹ وغیرہ بہت فربہ ہو گئے اور اتنی چربی چڑھی کہ اونٹوں کی کوہانیں پھٹ گئیں اسی وجہ سے اس سال کا نام عام الفتق معروف و مشہور ہو گیا یعنی پھٹنے والا سال۔ وکذا رواہ فی مشکوٰۃ المصابیح بروایۃ الدارمی فی کتاب الکرامات۔

سعید بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب (اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور اس کے عامل کو نکال دیا اور اس نے لشکر بھیج دیا جس کے ساتھ مقام حرہ پر اہل مدینہ کا مقابلہ ہوا) تو مسجد نبوی میں تین دن تک اذان اور اقامت نہیں کہی گئی تھی۔ حضرت سعید بن مسیب مسجد نبوی میں ہی حاضر رہے اور ان کو نماز کے وقت کا پتا اس وقت چلتا تھا جب قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان و اقامت کی آواز سنائی دیتی تھی۔

ابوبکر منقری سے منقول ہے کہ میں، امام طبرانی اور ابو الشیخ حرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے اور سبھی حالت فقر و فاقہ میں مبتلا تھے۔ جب بھوک نے اپنا اثر دکھلایا اور نڈھال کر دیا اور وہ دن مشکل سے صوم وصال کی صورت میں کاٹا تو عشاء کے وقت میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول الجوع الجوع۔ سخت بھوک ہے سخت بھوک۔ اتنا عرض کیا اور واپس آکر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ مجھے ابو الشیخ نے کہا بیٹھ جاؤ یا رزق اور روزی ہاتھ آئے گی اور یا یہیں تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے (اور کدھر جائیں اور کس سے سوال کریں)

ابوبکر منقری فرماتے ہیں میں اور ابو الشیخ سو گئے اور امام طبرانی بیٹھے مطالعہ کر رہے تھے۔ ایک علوی دروازے پر آموجود ہوا، دروازہ کھٹکھٹایا، جب دروازہ کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے ساتھ دو غلام ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں بڑی بڑی دو زنبیلیں ہیں اور دونو کسی شے سے بھری ہوئی ہیں (وہ ہمارے پاس رکھیں اور کھانے کے لیے کہا) ہم بیٹھ گئے اور کھانے لگے اور گمان یہی تھا کہ جو بچ جائے گا۔ اسے یہ غلام واپس اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ مگر وہ لوٹ گئے اور باقی کو ہمارے پاس ہی چھوڑ گئے۔ جب ہم کھانا کھا چکے اور سیر ہو لیے تو علوی نے ہم سے دریافت کیا کہ آیا تم نے بارگاہ نبوی میں بھوک کی شکایت کی تھی۔ کیونکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھے تمہارے پاس کھانے کی چیز لانے کے متعلق ارشاد فرما رہے تھے ف

ف۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کا مزارات میں زندہ ہونا متفق علیہ ہے اسی طرح ان سے توسل و استعانت بھی متفق علیہ ہے۔ شیخ محقق کا ارشاد بحوالہ اشعۃ اللمعات گذر چکا ہے اگر اختلاف ہے تو ماسوا میں اور اس میں بھی تحقیق یہی ہے کہ جائز اور صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۴۲۰ تا ۴۲۳ اور جلد اول تکمیل الایمان و مدارج وغیرہ میں بھی یہی تصریح موجود ہے۔ علامہ نبہانی نے شواہد الحق میں اس مسئلہ پر مفصل بحث فرمائی ہے۔

چالیسواں باب

بعد از وصال حضور سیدہ فاطمہ کی کیفیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اقدس بوجھل ہوئی اور بیماری لاحق ہوئی تو آپ کو درد کا شدید دورہ ہونے لگا. حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے اس کرب واضطراب کو دیکھا تو کہا اے کاش میرے باپ کا درد وکرب! تو آپ نے فرمایا" لیس علی ابیك کرب بعد الیوم" تمہارے باپ پر درد والم کا یہ حملہ اور دباؤ صرف آج کے دن ہے آج کے بعد کسی قسم کا درد والم اور کرب واضطراب نہیں ہوگا. جب آپ کا وصال ہوگیا تو آپ نے فرمایا۔

یا ابتاہ احاب ربا دعاہ۔ اے اباجان۔ جنہوں نے اپنے رب تبارک وتعالے کی دعوت کو قبول کیا اور اس پر لبیک کہا۔

یا ابتاہ جنۃ الفردوس ماواہ۔ اے اباجان، جن کا جنت الفردوس میں ٹھکانا ہے اور مسکن۔

یا ابتاہ الی جبرئیل انعاہ۔ اے اباجان، جبرئیل کو آج میں تمہارے وصال کی خبر کرتی ہوں۔

جب حبیب کریم علیہ السلام کو دفن کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم تعزیت کے لیے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے در اقدس پر حاضر ہوئے تو انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا اے انس تمہارے دلوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر مٹی ڈالنا کیسے گوارا کر لیا اور اس پر کیونکہ آمادہ ہو گئے! (وہ عرض کرنے لگے نہ دل چاہتے تھے نہ طبائع گوارا کرتی تھیں مگر حکم شرع کے سامنے کوئی چارہ بھی نہیں تھا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب محبوب کریم علیہ السلام کا وصال ہوگیا اور آپ کو دفن کر دیا گیا تو سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مزار پر انوار پر حاضر ہوئیں. خاک اقدس کی مٹھی بھری. آنکھوں پر لگائی. آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے رواں ہو گئے اور زبان اقدس غم دل کو ان الفاظ میں ڈھالنے لگی ؎

ماذا علی من شم تربۃ احمد ۔۔۔ ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

صبت علی مصائب لو انہا ۔۔۔ صبت علی الایام عدن لیالیا

ترجمہ: اس شخص پر کیا ملامت ہو سکتی ہے جس نے تربت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونگھا ہے کہ وہ رہتی دنیا تک قیمتی سے قیمتی خوشبوؤں کو نہ سونگھے، محبوب کریم کے جسد اطہر سے خاک تربت میں بسنے والی خوشبو اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوسری خوشبوؤں سے بے نیاز کر دینے والی ہے۔

مجھ پر مصائب و شدائد کی وہ سیاہ راتیں ——— آن پڑی ہیں کہ ان کو دنوں پر ڈالا جاتا تو راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ وعلیہم السلام نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت پیش آئے تو وہ میرے فراق اور جدائی کو یاد کرے۔ کیونکہ اہل اسلام و ایمان کے لیے میرا وصال اور فراق سب مصائب سے بڑھ کر ہے۔

اکتالیسواں باب

فضائل درود و سلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالےٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ مسلم شریف۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر ایک مرتبہ صلوٰۃ و سلام بھیجے گا اللہ تعالےٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف فرمائیگا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے (فرائض و واجبات سے فارغ) سارا وقت آپ پر صلوٰۃ و سلام میں گذارا ہے تو آپ نے فرمایا اگر تو نے میرے ساتھ خلوص کا اس قدر مظاہرہ کیا ہے تو اللہ تعالےٰ تیری دنیا و آخرت کی جملہ حاجات پوری فرما دے گا اور تمام مہمات و مشکلات میں کفایت فرمائیگا۔

عبداللہ بن ابی طلحہ اپنے والد گرامی سے ناقل ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن دولتکدہ سے باہر تشریف لائے اور سرور و انبساط چہرہ اقدس پر نمایاں تھا سبب دریافت کرنے پر، فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے یہ مژدہ سنایا کہ تمہیں تمہارا رب کریم فرماتا ہے کیا تمہیں یہ بات اچھی نہیں لگتی اور تمہارے لیے موجب رضا نہیں ہے کہ اُمت کا جو فرد آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجے میں اس پر دس مرتبہ درود و رحمت نازل کروں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں؟ (میں اس انعام پر راضی اور خوش ہوں)

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول کریم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ: جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا، جب تک وہ درود بھیجنے میں مصروف و مشغول رہے گا۔ اللہ تعالےٰ کے سارے فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے اب اس کی مرضی کہ وہ مجھ پر تھوڑا درود بھیجے (اور خود بھی ملائکہ کے درود سے تھوڑا فیض حاصل کرے) یا زیادہ درود بھیج کر زیادہ سے زیادہ ملائکہ کے درود سے مستفید ہو۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم دولتکدہ سے باہر تشریف لائے

مسجد کی طرف متوجہ ہوئے۔ اندر داخل ہوئے تو قبلہ رو ہو کر سجدہ میں گر گئے۔ آپ نے سجدہ کو اتنا طول دیا کہ ہمیں آپ کے وصال فرمانے کا گمان گذرا میں (حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے قریب ہوا) اتنے میں آپ سجدہ سے اٹھے۔ سر اقدس بلند فرمایا اور دریافت فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا عبد الرحمٰن ہوں! تجھے کیا ہے؟ آپ نے پوچھا، میں نے عرض کیا آپ نے سجدہ فرمایا اور اسے اتنا طول دیا کہ ہمیں آپ کے متعلق قبض روح کا گمان گذرا۔ آپ نے فرمایا، جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور مجھے اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ مژدہ سنایا کہ جو شخص آپ پر درود وصلوٰۃ بھیجے گا میں اس پر صلوٰۃ بھیجونگا اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا" تو میں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کی بارگاہِ بے نیاز میں سجودِ نیاز بجالایا۔

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صبح ہم نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی خوش و خرم پایا آپ کے چہرہ اقدس پر آثار مسرت و بہجت نمایاں تھے صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آج تو آپ بہت خوش و خرم ہیں اور چہرہ اقدس فرحت و سرور سے چمک رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں آج میرے پاس رب تبارک و تعالےٰ کی طرف سے ایک مژدہ سنانے والا فرشتہ آیا اور کہا "جو شخص آپ پر ایک درود بھیجے گا۔ اللہ تعالےٰ اس پر دس درود بھیجے گا۔ اس کے لیے دس نیکیاں نامہ اعمال میں درج کروائے گا۔ دس گناہ معاف فرمائے گا اور اسے دس درجے بلندی و سرفرازی عطا فرمائے گا۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے میں نے آپ کے چہرہ انور پر خوشی و مسرت کے ایسے نمایاں آثار دیکھے کہ پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے تھے (میں نے سبب دریافت کرتے ہوئے عرض کیا) یا رسول اللہ پہلے آپ پر ایسی حالت سرور و فرحت اور رونق و بہجت دیکھنے میں نہیں آئی؟ آپ نے فرمایا۔ میں کیوں نہ فرحت و انبساط کا اظہار کروں؟ ابھی ابھی جبرئیل علیہ السلام میرے پاس حاضری دے کر گئے ہیں وہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے مژدہ لائے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے آپ کے پاس یہ بشارت سنانے کے لیے ارسال فرمایا ہے کہ آپ کا جو امتی ایک مرتبہ ہدیۂ درود و سلام آپ کی بارگاہ میں پیش کرے گا۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے سارے فرشتے دس مرتبہ اس پر درود بھیجیں گے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے جہاں اتفاقاً حضرت ابو طلحہ حاضر تھے۔ آپ ٹھہر گئے اور ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! آج میں بہت ہی خوشی اور مسرت کے اثرات چہرہ اقدس میں دیکھ رہا ہوں (اس کا موجب و باعث کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں مجھے بہت بڑی خوشی اور فرحت حاصل ہوئی ہے اور اس کا باعث یہ ہے کہ ابھی جبرئیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالےٰ اس کے نامۂ حسنات میں دس نیکیاں درج فرمائے گا۔ اس کے

دس گناہ معاف فرمائے گا، اور دس درجے اس کے بلند فرمائے گا۔ محمد بن حبیب راوی فرماتے ہیں۔ مجھے یہی یقین ہے کہ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ سب فرشتے اس پر دس مرتبہ درود بھیجیں گے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا میں نے اس دن آپ کو جتنا خوش وخرم پایا اتنا کبھی نہیں دیکھا تھا تو عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالےٰ آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں نے آج کی مانند آپ کو کبھی ہشاش بشاش اور سراپا فرحت وسرور نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے ابوطلحہ آج میں اتنا خوش کیوں نہ ہوتا؟ ابھی جبرئیل علیہ السلام اُٹھ کر گئے ہیں جنہوں نے میرے پاس رب کریم جل وعلا کی طرف سے یہ پیغام مسرت پہنچایا ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "آپ کا کوئی امتی جب بھی آپ کی بارگاہ میں ہدیہ صلوٰۃ اور تحفہ سلام پیش کرے گا اللہ تعالےٰ اس کی مانند درود اس پر نازل فرمائے گا۔ اس کی دس نیکیاں لکھے گا، دس گناہ معاف فرمائے گا۔ دس درجے بلند فرمائیگا اور عرش سے پہلے کہیں اس کا درود رکنے نہیں پائے گا (بلکہ سیدھا مصعد قبول اور مقام اجابت میں پہنچے گا) (آسمان وزمین کی درمیانی جو فضا اور آسمان کے) ملائکہ میں سے جس پر بھی اس کا گذر ہو گا، اللہ تعالےٰ انہیں فرمائے گا اس درود بھیجنے والے پر درود بھیجو۔ جیسے کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بارگاہ بیکس پناہ علیہ السلام میں حاضر ہوا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کی سلوٹوں سے انوار بجلی کی مانند چمک اور جھلک رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ میں نے آج کے دن سے بڑھ کر آپ کو کبھی خوش مزاج دیکھا ہے اور نہ بارونق بشرہ والا جتنا کہ آج دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا آخر وجہ کیا ہے کہ میرے نفس وقلب میں اس قدر فرحت وانبساط نہ ہو اور میرا بدن فرحت وسرور سے بارونق نظر نہ آئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ابھی مجھے یہ مژدہ سنا کر گئے ہیں "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو امتی آپ کی خدمت اقدس میں ایک مرتبہ نذرانہ درود وسلام پیش کرے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کے بدلے اس کی دس نیکیاں نامۂ اعمال میں لکھوائے گا، دس گناہ معاف فرمائے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا اور فرشتہ بھی اس پر اس کے درود وصلوٰۃ کی مانند درود وصلوٰۃ بھیجے گا۔

میں نے جبرئیل امین علیہ السلام سے دریافت کیا وہ کونسا فرشتہ ہے جو اس امتی پر درود بھیجے گا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے وقت تخلیق سے تا قیام قیامت وبعثت آپ کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے۔ جو شخص بھی آپ پر درود اور سلام بھیجے گا تو وہ فرشتہ اس کو جواب میں کہے گا۔ وانت صلی اللہ علیك۔ تجھ پر بھی اللہ تعالےٰ صلوٰۃ بھیجے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوی میں ہدیہ درود وسلام پیش کرنا غلام آزاد کرنے سے بدرجہا بہتر ہے اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت راہ خدا میں جہاد کرنے اور اعداء دین پر تلوار چلانے سے بدرجہا بہتر ہے۔ او کما قال الصدیق رضی اللہ عنہ۔

بیالیسواں باب

ملائکہ کا اُمت کے درود وسلام کو بارگاہ رسالتمآب علیہ السلام میں پیش کرنا

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام نے فرمایا" جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالےٰ اس کے عوض اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ اور دو فرشتے ایک دوسرے پر سبقت کی جدوجہد کرتے ہوئے وہ درود وسلام میری روح تک پہنچائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اللہ تعالےٰ کے فرشتے زمین میں گردش کرتے رہتے ہیں جو مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص میری قبر کے پاس درود و سلام پڑھتا ہے اللہ تعالےٰ اس کے لیے فرشتہ مقرر فرماتا ہے جو اُسے میرے پاس پہنچاتا ہے اور اسے دنیا و آخرت کے مہات و مشکلات سے کفایت فرماتا ہے اور میں اس شخص کے لیے قیامت کے دن اس کے ایمان و ایقان اور اخلاص پر گواہ ہوں گا اور اس کی شفاعت کرنے والا۔ ف

ف۔ اس حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ ملائکہ کا سلام پہنچانا اپنے فریضہ کی ادائیگی کے لیے ہے اور بارگاہ نبوی کے اعزاز و اکرام کے لیے ورنہ قبر کے قریب سے جب عوام مومنین سن سکتے ہیں تو سید المرسلین علیہ السلام کے سننے میں کسے شک و شبہ ہوسکتا ہے اور بروز قیامت گواہ بننا اس امر پر واضح دلالت کرتا ہے کہ آپ نور نبوت سے اس شخص کو اور اس کے ایمان۔ اعمال اور اخلاص کو دیکھتے ہیں ورنہ شہادت ممکن نہیں ہوگی جیسے کہ شاہ عبد العزیز قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا زیراکہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود۔" اور یہی معنی حضرت عبداللہ بن مبارک حضرت سعید بن المسیب سے نقل فرماتے ہیں۔ ما من یوم الا وتعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعمال امتہ غدوۃ وعشیۃ فیعرفھم بسیماھم واعمالھم فلذالک یشھد علیھم یوم القیامۃ۔ مواہب لدنیہ مع الزرقانی جلد ۵ صـ۳۳۷ فتح الباری شرح البخاری للعسقلانی۔ یعنی ہر دن صبح وشام اعمال امت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیے جاتے ہیں۔ آپ اپنے امتیوں کو ان کے چہروں کے ذریعے بھی جانتے ہیں اور اعمال کی رو سے بھی اسی لیے قیامت کے دن اُن کے حق میں گواہی دیں گے۔ فتح الملہم جلد اول صـ۴۱۳۔ اور جس طرح بارگاہ نبوی میں صلوٰۃ وسلام پہنچاتے ہیں بارگاہِ خداوندی میں بھی اعمال پیش کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ پر کوئی شئی مخفی نہیں ہے۔ نیز جس روایت میں یہ ارشاد نبوی منقول ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے درود وسلام بھیجے وہ فرشتے پہنچاتے ہیں۔ اس سے دور والے درود وسلام کو براہ راست سننے پر استدلال محل نظر ہے۔ کیونکہ اس روایت کی رو سے قریب سے درود وسلام براہ راست سننے کی نفی لازم آرہی ہے تو جو تاویل یہاں کی جائے گی دوسری روایت میں بھی اسی طرح کی تاویل ہوسکتی ہے۔ نیز اللہ تعالےٰ کی جناب میں اعمال پیش

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا "کہ اللہ تعالےٰ نے ملائکہ میں سے ایک ملک کو اتنے قوی کان عطا فرمائے ہیں کہ ساری مخلوق کے آوازے سن سکتا ہے اور ضبط کر سکتا ہے اسے تا قیام قیامت میری قبر پر کھڑا کر دیا ہے۔ جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ فرشتہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہتا ہے فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے اور اللہ رب العزت میری طرف سے اس امر کا کفیل اور ضامن بن گیا ہے کہ اس شخص پر ہر درود کے بدلے دس درود بھیجے گا۔ ف

تینتالیسواں باب

کیفیت درود وصلوٰۃ وسلام

ابن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ مجھے کعب بن عجرہ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک عظیم ہدیہ وتحفہ نہ پیش کروں؟ رسالتمآب علیہ افضل الصلوٰۃ ہمارے پاس تشریف لائے۔ ہم نے عرض کیا آپ پر صلوٰۃ کیسے بھیجیں، آپ نے فرمایا۔ اس طرح کہو " اللّٰھم صل علی

کیسے جانے کے متعلق روایات میں صرف اہل زمین کا تذکرہ ہے اہل سماء کے اعمال پہنچائے جانے کا تذکرہ نہیں ہے تو کیا اس تقابل سے وہاں بھی یہی نتیجہ اخذ کیا جائیگا العیاذ باللہ کہ اہل سماء کے اعمال براہ راست مشاہدہ فرماتا ہے اور اہل زمین کے اعمال ملائکہ پیش کرتے ہیں جب یہاں یہ نتیجہ اخذ کرنا صرف غلط ہی نہیں بلکہ گمراہی وبیدینی ہے تو بارگاہ رسالتمآب علیہ السلام کی جناب اقدس میں بھی بہت بڑی جسارت ہے اور سخت بے ادبی۔

ف۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کے درود وسلام کا جواب نہیں دیتے بلکہ ابوداؤد شریف میں صریح حدیث رد سلام کے متعلق وارد ہے ما من مسلم یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام ابوداؤد شریف اور مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ، جو مسلمان بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالےٰ میری روح کو مجھ پر لوٹاتا ہے اور حالت استغراق سے حالت صحو کی طرف منتقل فرماتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں، لیکن جیسے بندوں کا درود محض دعا ہے اور دراصل رحمت بھیجنا اللہ تعالےٰ کا کام ہے۔ اسی لیے صلوا علیہ وسلموا کے حکم کی تعمیل یوں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے صلوٰۃ وسلام بھیجنے کے لیے عرض کرتے ہیں۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اس دعا کے جواب میں ہمیں دعا سے نوازتے ہیں اور حقیقتاً سلام اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے۔

خادم بارگاہ نبوی کا اتنی قوت سامعہ کا مالک ہونا اور ہر وقت ہر ایک کا سلام سننا، ضبط کرنا، سلام بھیجنے والے کی تفصیلی معلومات حاصل کرنا اور اسے بارگاہ نبوی میں عرض کرنا اگر موجب شرک اور مساوات بالباری نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے کیونکہ یہ قوت محض اللہ تعالےٰ کی عطا سے ہے تو اس مخدوم و مولیٰ اور امام انبیاء ومرسلین کے لیے اس قدر خداداد قوت سماع تسلیم کر لینے سے شرک کیسے لازم آسکتا ہے؟ محمد اشرف۔

محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم انك حمید مجید ۔ البخاری والمسلم،

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت کریمہ "یا یھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" نازل ہوئی تو ہم نے عرض کیا سلام بھیجنے کی کیفیت تو ہمیں معلوم ہو چکی ہے "السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" صلوٰۃ کس طرح بھیجیں تو آپ نے فرمایا اس طرح کہو اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وآل ابراھیم انك حمید مجید ۔ ق

چوالیسواں باب

منکرین درود شریف کی مذمت

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بہت بڑا بخیل

ف ۔ صلوٰۃ وسلام کا ان صیغوں میں حصر نہیں ہے بلکہ وہ ہزاروں صیغوں پر مشتمل ہیں ۔ جیسے کہ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اور علامہ اسمٰعیل حقی نے روح البیان میں تصریح فرمائی ہے اور محدثین کا عمل بھی اس پر واضح دلیل ہے جب بھی کسی کتاب حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اقدس آتا ہے تو وہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے ہیں اور علیٰ ہذا القیاس جملہ مفسرین وفقہا اور متکلمین لہٰذا دعویٰ حصر کی صورت میں العیاذ باللہ سب علماء امت کا ضلالت وگمراہی اور خطا وناصواب پر اجماع واتفاق لازم آئے گا جو کہ قطعاً باطل ہے ۔ نیز قواعد مقررۃ اور اصول مسلمہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کلام مجید کی نص مطلق کو خبر واحد سے بھی مقید نہیں کیا جا سکتا ورنہ ظنی کے ساتھ قطعی کی تخصیص لازم آئے گی اور یہ عند الاحناف باطل ہے لہٰذا بالفرض اگر کوئی روایت حصر پر دلالت کرنے والی موجود ہوتی تو بھی قرآن مجید کا حکم عام اور ارشاد مطلق اپنے عموم واطلاق پر رہتا علی الخصوص جب کہ ایسی کوئی نص موجود ہے ہی نہ تو محض اپنے زعم فاسد اور قیاس باطل سے کوئی شخص کیسے دعویٰ تخصیص کر سکتا ہے ۔

بلکہ بقول امام سبکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام میں صیغۂ خطاب اور صلوات میں صیغۂ غیوبت ذکر فرما کر واضح فرما دیا کہ صلوٰۃ بھی بصیغۂ خطاب جائز ہے ۔ جیسے کہ سلام بصیغۂ غائب جائز ہے بلکہ دونوں بصیغۂ خطاب جائز ہیں اور دونوں بصیغۂ غائب چاروں صورتوں کا جواز یہاں سے واضح ہوگیا ۔ ملاحظہ ہو شفاء السقام للامام السبکی ۔

مولوی حسین احمد صاحب مدنی شہاب ثاقب میں تصریح کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگان دین (علماء دیوبند) دلائل الخیرات شریف کو خود پڑھتے ہیں اور اپنے متعلقین کو اس کے پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں ملاحظہ ہو ص ۶۶ اگر درود صرف (اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت الخ) ہی ہے تو دلائل الخیرات میں مندرج درود وسلام کے سینکڑوں صیغے پڑھنے کا معمول بنانا اور متعلقین کو پڑھنے کی تلقین کرنے کا کیا مطلب ؟ محمد اشرف ۔

ہے وہ شخص جس کے پاس مجھے ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود و سلام نہ بھیجا یعنی محض زبان ہلانا بھی گوارا نہ کیا میرے نام پر مال و دولت کا صرف کرنا تو درکنار)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے اور تین مرتبہ آمین آمین آمین کہا جب اترے تو عرض کیا گیا۔ آپ نے تین مرتبہ آمین فرمایا۔ اس کی حکمت و مصلحت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جبرئیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا، جس شخص نے ماہ رمضان پایا اور اس کے لیے مغفرت و بخشش نہ ہوئی بلکہ مر کر آگ میں داخل ہو گیا تو اللہ تعالےٰ اسے رحمت خاصہ سے دور رکھے آپ آمین کہیے میں نے کہا آمین۔ انہوں نے پھر کہا جو شخص والدین کو یا ان میں سے ایک کو پائے مگر ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی نہ کرے اور مر کر آگ میں داخل ہو جائے تو اسے بھی اللہ تعالےٰ اپنی رحمت خاصہ سے دور رکھے کہیے آمین تو میں نے کہا آمین، تیسری دفعہ انہوں نے کہا جس کے سامنے آپ کا ذکر ہوا اور اس نے آپ پر درود نہ بھیجا اور مر کر آگ میں داخل ہو گیا۔ اسے بھی اللہ تعالےٰ رحمت خاصہ اور مغفرت و بخشش خاصہ سے دور رکھے۔ کہیے آمین میں نے کہا آمین۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب بھی کوئی قوم مجلس جمائے مگر اس میں نہ اللہ تعالےٰ کا ذکر کریں اور نہ ہی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجیں تو بروز قیامت ان پر گرفت اور مواخذہ ہو سکتا ہے اللہ تعالےٰ چاہے تو معاف فرما دے اور چاہے تو عتاب و عذاب میں مبتلا فرمائے۔

پینتالیسواں باب

کلماتِ تعزیت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کا وصال ہو گیا تو ایک شخص آیا جس کی صرف آواز سنائی دیتی تھی مگر جسم و شکل دکھائی نہیں دیتے تھے۔ اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہر مصیبت پر صبر و تحمل کی بدولت عوض ملتا ہے اور ہر ہلاک اور فوت ہونے والے کا بدل اور قائم مقام ہوتا ہے۔ اور ہر ہاتھ سے نکل جانے والی چیز کا تدارک ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ کی ذات پر ہی بھروسا کرو اور اسی سے امیدیں اور آرزوئیں وابستہ رکھو کیونکہ درحقیقت محروم وہ ہے جو ثواب آخرت سے محروم ہوا۔ والسلام۔

چھیالیسواں باب

جسد اطہر

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہارے افضل ایام میں سے جمعہ کا دن

فائدہ جلیلہ: صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سوال صلوٰۃ کے روح اقدس پر پیش کیے جانے کے متعلق نہیں کیا تھا اور نہ بعد از دفن جسم کی بوسیدگی اور پراگندگی کا شبہ پیش نہ کرتے لہٰذا یہ سوال جسد اطہر پر درود وصلوٰۃ پیش ہو سکنے یا نہ ہو سکنے سے متعلق تھا اور سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب بھی عرض جسمانی پر مبنی ہے ورنہ فرما دیا جاتا تمہارے درود وسلام میری روح پر پیش ہوں گے۔ لہٰذا اس سوال وجواب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جسمانی واضح ہو گئی اور درود وسلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روح وجسم دونو پر پیش ہونا بھی واضح ہو گیا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد "فان صلوٰتکم معروضۃ علیّ" (تحقیق تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے) درود پیش ہونے میں تو ان کے لیے شک وشبہ کی گنجائش ہی نہ تھی اگر جسم اقدس پر پیش ہونے میں متردد تھے تو عرض روحانی تو تسلیم کرنا لازم تھا کیونکہ حکم نبوی میں صحابہ کرام کی طرف سے شک سے کیسے متصور ہو سکتا تھا علامہ علی قاری نے علامہ طیبی اور علامہ جمال الدین سے یہی خلاصہ جواب نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو مرقات جلد ثالث ص۲۳۸ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث تلت وبعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تا کل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق" کے تحت فرمایا۔ اس میں اشارہ ہے کہ درود وصلوٰۃ آنحضرت علیہ السلام کے روح وجسم دونوں پر پیش ہوتے ہیں ص۲۴۱ اور حدیث ابوداؤد ما من مسلم یسلم علیّ الا رد اللہ علیّ روحی حتی ارد علیہ السلام سے بھی روح وجسم دونو کا سلام سننا اور جواب دینا واضح ہے لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جسمانی واضح ہو گئی اور وہ بھی دنیوی حیات کی مانند۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں فلا فرق لھم بین الحالین ولذا قیل اولیاء اللہ لا یموتون بل ینتقلون من دار الی دار۔ انبیاء علیہم السلام کے لیے حیات دنیا اور برزخ میں کوئی تفاوت نہیں ہے اور اسی لیے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول محبوب مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

۲۔ بظاہر جمعہ کے دن صلوات کے پیش ہونے سے دوسرے ایام میں پیش ہونے کی نفی لازم آتی ہے حالانکہ صریح اور صحیح احادیث سے اس کا ہر دن بلکہ ہر وقت پیش کیا جانا ثابت ہے لہٰذا یہاں تاویل واجب ہے کہ اس دن بھیجا ہوا درود وسلام شرف قبولیت سے علیٰ وجہ الکمال مشرف ہوتا ہے بخلاف باقی ایام کے۔ ۳۔ صلوٰۃ ودرود کا پیش ہونا ملائکہ کی وساطت سے ہے یا کشف وعیان سے ملا علی قاری نے حدیث ابوالدرداء کے تحت دونو معنے نقل کیے ہیں اور باب الصلوٰۃ علی النبی کی حدیث جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فان صلوٰتکم تبلغنی تم جہاں بھی ہو تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے کے تحت قاضی عیاض علیہ الرحمہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا۔ نفوس قدسیہ زکیہ جب علائق بدنیہ سے الگ ہو جاتے ہیں تو وہ حضیض فرش سے بلندی عرش پر پہنچ جاتے ہیں اور ملاء اعلیٰ سے متصل ہو جاتے ہیں اور ان کے لیے کوئی حجاب نہیں رہتا وہ سب چیزوں کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے کہ مشاہدہ کر رہے ہوں اور قریب موجود ہوں۔ مرقات جلد اول ص۳۴۲ اور نص قرآنی یکون الرسول علیکم شہیدا بھی اسی معنی پر دال ہے اور ملائکہ کا پیش کرنا آپ کے براہ راست سننے کے منافی نہیں ہے۔ (فافہم محمد اشرف عفی عنہ)

بھی ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی میں ان کی روح اقدس قبض کی گئی (اور جوار رحمت الٰہی اور لقاء باری تعالےٰ سے مشرف ہوئی) اسی میں نفخ صور ہوگا اور اسی میں صعق اور غشی طاری ہوگی (جو کہ دار جنت میں داخل ہونے کے لیے مقدمات اور موقوف علیہ ہیں) لہٰذا اس دن مجھ پر کثرت سے صلوٰۃ بھیجو کیونکہ تمہارا درود وسلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یارسول اللہ جب آپ کا وصال ہوجائے گا اور آپ کا جسد اطہر مٹی سے مل کر بوسیدہ ہوجائے گا۔ اس وقت ہمارا درود وسلام آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے زمین پر اجساد انبیاء علیہم السلام کا کھانا اور انہیں بوسیدہ و پراگندہ کرنا حرام فرمادیا ہے۔

سینتالیسواں باب

اعمال اُمت بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ف

حدیث اوس رضی اللہ عنہ میں گذرا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اعمال مجھ پر بروز جمعہ پیش کیے جاتے ہیں

بکر بن عبداللہ نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری زندگی تمہارے لیے خیر ہے اور بہتر تم اپنی حاجات مجھے بیان کرتے ہو اور میں تمہاری رہنمائی کرتا ہوں اور جب میرا وصال ہوگا تو میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہوگی تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے۔ اگر اچھے ہوں گے تو (توفیق خیر پر) اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا بجالاؤں گا اور اگر شر اور بدتر ہوئے تو تمہارے لیے استغفار کروں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری زندگی اور حیات ظاہرہ تمہارے لیے خیر اور بہتر ہے۔ مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے۔ میں تمہیں حلال وحرام کی خبر دیتا ہوں اور میری وفات بھی

ف۔ اعمال کا بروز جمعہ اور جمعرات پیش ہونا اُن کے علاوہ ایام میں نعوذ باللہ لاعلمی کو مستلزم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالےٰ کی اس میں مصلحت اور حکمت ہے کہ بذریعہ ملائکہ ان ایام میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں ورنہ احادیث بلکہ نص قرآنی کی رو سے ہر وقت اعمال کا اور عالمین کا نگاہ اقدس میں ہونا ثابت ہے۔ ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والیٰ ماھو کائن فیھا الیٰ یوم القیامۃ کانما انظر الیٰ کفی ھذا (مواہب جلد ۷ ص ۲۰۴) حجابات دنیوی میری نگاہوں سے اٹھا لیے گئے پس میں دنیا کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے یوں دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی کو اور یہی مضمون ومفہوم قول باری تعالےٰ ویکون الرسول علیکم شہیدا " اور ارشاد خداوندی یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا " الآیۃ۔ سے واضح ہے۔ فافہم محمد اشرف۔

تمہارے لیے بہتر ہے ہر جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے۔ جو اچھے ہوں گے ان پر اللہ تعالےٰ کی حمد بجالاؤں گا جو بُرے اور خلاف شرع ہوں گے ان پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کروں گا۔

اڑتالیسواں باب

خواب میں دیدار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا (بخاری و مسلم)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا (بخاری و مسلم)۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " جس نے مجھے دیکھا اس نے درحقیقت مجھے دیکھا اور اس کا دیکھنا اور شرف دیدار سے مشرف ہونا برحق ہے کیونکہ شیطان میری شکل میں متشکل ہو کر کسی کے سامنے نہیں آسکتا۔ (بخاری شریف)۔

فائدہ جلیلہ:۔ ۱۔ سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کو خواب میں دیکھنے والا درحقیقت آپؐ کو ہی دیکھتا ہے اور شیطان ہر صورت میں متمثل ہو سکنے کے باوجود اس صورت میں متصور و متمثل ہونے سے عاجز ہے کیونکہ ذات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مظہر ہدایت ہے اور شیطان مظہر ضلالت۔ اگر وہ مظہر ہدایت کی صورت میں رونما ہو سکے تو حق و باطل میں التباس و اشتباہ پیدا ہو جائے گا اور اس کی توضیح کے لیے اسقدر کافی ہے کہ مدعی الوہیت کے ہاتھ پر خرق عادت ظاہر ہو سکتا ہے مگر جھوٹے مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس کی تائید و تصدیق کرنے والا خرق عادت ظاہر نہیں ہو سکتا تاکہ حق و باطل میں التباس و اشتباہ نہ لازم آئے۔

۲۔ خواب میں رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا آیا کسی خاص ہیئت و شکل مبارک کے ساتھ مخصوص کیفیت سے مقید ہے۔ بعض حضرات نے آخری ایام میں جو کیفیت شکل و صورت پاک تھی اس پر دیکھنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ بعض نے کہا آخری ایام والا علیہ مبارک دیکھنا ضروری نہیں البتہ اس شکل پاک اور کیفیت خاص پر دیکھے جس پر مدت العمر میں کسی وقت بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ اگر اس صورت و شکل اور کیفیت و صفت پر دیکھے جس پر آپ حالت حیات ظاہرہ میں کسی بھی وقت تھے تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادراک ذات ہے ورنہ ادراک مثال اور ہر دو صورت میں دیدار نبوی برحق ہے۔ لیکن امام نووی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ ہر دو صورت میں

حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خاتم الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا، جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے فی الواقع مجھے ہی دیکھا ہے۔

درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بدن انسان خارج از حقیقت ہے اور انسان عبارت ہے روح مجرد اور نفس ناطقہ سے لہذا بیداری میں یہ جسم محسوس ادراک حقیقت کے لیے وسیلہ ہے تو عالم خواب میں اجساد مثالیہ اس حقیقت کے ادراک کے لیے وسیلہ بن جاتے ہیں نہ کہ وہ جسد اطہر جو قبر انور میں موجود ہے لہذا دیکھنے والا جس کیفیت پر بھی دیکھے بواسطہ مثال ادراک حقیقت کر رہا ہے۔

الحاصل خواب میں آپ کی زیارت ممکن ہے اور واقعی بھی مگر اختلاف ہے تو اعتبار تقییدات اور عدم اعتبار میں اور ادراک حقیقت یا ادراک مثال میں لیکن ہر حال میں باطل و محال کو مجال اختلال نہیں ہے اور شیطان اس شکل میں رونما نہیں ہو سکتا۔

۳۔ بیداری میں آپ کا دیدار بعد از وصال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور آپ سے استفادہ ممکن ہے یا نہیں؟ علامہ ابن حجر نے فتاویٰ حدیثیہ میں فرمایا کہ یہ امر ممکن ہے اور یہ کرامات اولیاء میں سے ہے یہی مختار غزالی۔ بازری۔ تاج سبکی۔ عفیف یافعی۔ قرطبی اور ابن ابی جمرہ کا ہے فتاویٰ حدیثیہ صـ۲۵۴ میں فرماتے ہیں اس کا انکار یا معاند کرے گا اور یا ازلی بدبخت اور محروم۔ علامہ ابن العربی نے فرمایا کہ ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت مع روح و جسد اصلی ممکن ہے کیونکہ آپ اور جملہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور ان کو اپنی قبور سے نکل کر ملکوت علوی و سفلی میں تصرف کی اجازت دی گئی ہے۔ اور وقت واحد میں کثیرین کا آپ کی زیارت کرنا مستبعد نہیں ہے کیونکہ آپ بمنزلہ سورج ہیں اور جب قطب اکیلا پوری کائنات کو بھر سکتا ہے جیسے کہ تاج بن عطاء اللہ نے کہا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق استبعاد کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ فتاویٰ حدیثیہ الحاوی للفتاوی للامام السیوطی صـ۲۶۳ ج ۲ تفسیر روح المعانی للعلامہ آلوسی جلد ۲۲ صـ۳۵۔ شیخ محقق فرماتے ہیں کہ بیداری میں آپ کا دیدار ہونا اولیاء کرام سے بتواتر ثابت ہے اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ مدارج صـ۱۵ جلد اول اشعۃ اللمعات جلد سوم صـ۶۸۴۔ مزید تحقیق کے لیے جلاء الصدور صـ۳۹۲ تا صـ۳۹۷ ملاحظہ فرمادیں۔ محمد اشرف عفی عنہ۔

ابواب
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے جلوہ افروزی

باب اوّل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلے اپنی قبر سے باہر نکلونگا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الاولین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ لوگوں پر قیامت کے دن غشی طاری ہو گی۔ سب سے پہلے زمین سے میں سر اٹھاؤں گا تو موسیٰ علیہ السلام کو عرش کے پاس موجود پاؤں گا۔ میں اپنے تئیں یہ فیصلہ نہیں کر سکوں گا کہ آیا وہ بیہوش ہوئے ہی نہیں تھے یا سب سے پہلے ہوش میں آ گئے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی گئی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس کی سب سے پہلے قبر کھلے گی۔ میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور پہلا مقبول الشفاعت۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں وہ پہلا شخص ہوں گا جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی اور میرا یہ بیان فخر پر مبنی نہیں ہے بلکہ اظہار حقیقت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہی وہ پہلا فرد ہوں گا جس پر سے بروز قیامت قبر شق ہو کر الگ ہو گی اور میرا یہ اعلان اظہار فخر کے لیے نہیں بلکہ بیان واقع کے لیے ہے۔

دوسرا باب

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا قبر انور سے باہر آنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) زمین کی طرف نزول فرما ہوں گے شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہو گی۔

پینتالیس سال زمین پر رہیں گے۔ پھر ان کا وصال ہوگا اور میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی مقبرہ سے اٹھیں گے اور ابوبکر و عمر ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔

تیسرا باب

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی میدان حشر میں تشریف آوری کی کیفیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ میں وہ پہلا فرد ہوں گا جس سے قیامت کے دن قبر شق ہوگی۔ میں اپنے مزار سے باہر نکلوں گا اور میرے ارد گرد مہاجرین و انصار ہوں گے جو اپنے سروں سے گرد و غبار جھاڑ رہے ہوں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلے پہل میری قبر شق ہوگی۔ پھر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی۔ بعد ازاں میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا۔ انہیں اٹھا کر میرے رفقاء بنا دیا جائے گا۔ پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا اور مطرزنے اتنا اضافہ کیا ہے کہ میں مہاجرین و انصار سمیت حرم مکہ و مدینہ کے درمیان ہوں گا۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو فجر بھی طلوع ہوتی ہے اس میں ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ تاکہ قبر انور کا احاطہ کریں اور اس پر سایہ فگن رہیں وہ اپنے پروں سے وہاں جاروب کشی کرتے ہیں اور بارگاہ نبوی میں درود و سلام پیش کرتے ہیں حتیٰ کہ جب شام ہوتی ہے تو وہ واپس چلے جاتے ہیں اور اتنے ہی فرشتے پھر نازل ہوتے ہیں جو پہلے گروہ کی مانند خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ جب قیامت قائم ہوگی اور قبر انور شق ہوگی تو اس وقت ستر ہزار فرشتوں کی آخری جماعت موجود ہوگی جن کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میدان حشر میں آئیں گے اور وہ آپ کے گرد گھیرا ڈالے اپنے جلو میں لیے ہوئے ہوں گے۔

یونس بن سیف سے منقول ہے کہ سید الاولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگ قبروں سے نکل کر پیادہ میدان حشر میں آئیں گے مگر مجھے براق پر سوار کر کے محشر میں لایا جائے گا اور حضرت بلال میرے آگے سرخ اونٹنی پر سوار ہو کر چل رہے ہوں گے۔ جب لوگوں کے مجمع میں پہنچیں گے تو بلال اذان دیں گے۔ جب اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ کہیں گے تو سب اولین و آخرین ان کی تصدیق کریں گے۔ توحید باریتعالیٰ کی گواہی دیں گے اور میری رسالت و نبوت کی۔

چوتھا باب

لواء الحمد

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لواء الحمد قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لواء حمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کے علاوہ جتنے پیغمبر ہیں وہ قیامت کے دن میرے لواء حمد کے نیچے ہوں گے اور یہ اعلان فخر پر مبنی نہیں ہے بلکہ اظہار واقع اور تحدیث نعمت کے طور پر اور ان پیغمبران کرام کا میرے لواء الحمد کے نیچے ہونا ان کے لیے سرمایۂ افتخار و ناز ہے نہ کہ میرے لیے۔ ف

ف۔ لواء بمعنی علم ہے اور اس کو لواء الحمد اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ حمد و ثناء باری تعالیٰ کی بدولت حاصل ہوگا اور چونکہ جہاں میں بنیاد حمد و ثنا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی، ملائکہ نے درس تسبیح و تقدیس اُن سے حاصل کیا ارواح انبیاء علیہم السلام نے عالم ارواح میں کسب فیوضات اُن سے کیا اور آئین حمد و ثنا اور طرق ذکر و فکر اُن سے سیکھے لہٰذا سبھی کے محامد اس احمد الحامدین صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف راجع ہیں اور وہی سب محامد کے اصل اور مرجع لہٰذا حمد کا نور لوا کے صورت میں اُن کے ہاتھ میں دیا جائے گا جس سے انوار پھوٹیں گے اور میدان محشر کو بقعۂ نور بنا دیں گے اور دائیں جانب انبیاء و مرسلین علیہم السلام ہوں گے اور بائیں جانب مرشدین کاملین ہر دو فریق کے ہاتھوں میں اعلام ہوں گے جو لواء الحمد سے مستنیر ہوں گے اور انبیاء و مرسلین کے امتی اور اولیاء و مرشدین کاملین کے مرید ان کی روشنی میں چلیں گے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ؎

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا ۔۔۔ بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

حضرت آدم علیہ السلام اور جملہ انبیاء لواء نبوی کے نیچے ہوں گے تو معلوم ہوا اس دن اہل محشر کے قائد صرف یہی محبوب کریم علیہ السلام ہیں اور باقی سب ان کے خدام اور لشکری والحمد للہ اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں ؎

انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو ۔۔۔ کیا نہیں ہے تمہارا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

تفصیل کوثر الخیرات لسید السادات میں ملاحظہ فرمائیں۔ (محمد اشرف)

پانچواں باب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی کثرت وفراوانی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سرور انبیاء علیہ السلام نے فرمایا" قیامت کے دن کوئی نبی ایسا ہوگا جو میدان محشر میں ایک امتی کے ہمراہ آئے گا اور کسی کے ساتھ دو امتی ہوں گے اور میں سب انبیاء ومرسلین سے زیادہ متبعین ومطیعین کی کثیر تعداد لے کر محشر میں آؤں گا (کل صفیں ایکسو بیس ہوں گی جن میں سے آپ کی امت کی اسی صفیں ہوں گی۔ والحمد للہ۔)

چھٹا باب

حوض کوثر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بے شک میرے حوض کوثر کی چوڑائی ایلہ سے صنعاء یمن کی مسافت کی مانند ہے اور اس پر رکھے ہوئے پیمانے آسمان کے ستاروں کی گنتی کے برابر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام نے فرمایا میرے حوض کی چوڑائی ایک مہینہ کی راہ ہے اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے (اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے) اس میں ایسی خوشبو ہو گی جو کستوری کو شرمندہ کرنے والی ہو گی۔ اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں جتنے ہوں گے جو اس سے ایک مرتبہ پی لے گا۔ پیاس سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے گا۔

رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں تم سب سے پہلے حوض پر پہنچنے والا ہوں اور تمہارے پیاس بجھانے اور دیگر تکالیف سے بچاؤ کا بندوبست کرنے والا (میرے امتیوں میں سے) جو میرے پاس حوض پر وارد ہو گا وہ اس سے پئے گا۔ اور جو پی لے گا وہ کبھی پیاس کی تکلیف میں مبتلا نہیں ہو گا" (بخاری ومسلم)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت شفیع الامۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم سب سے پہلے حوض پر پہنچ کر تمہارے لیے انتظام کرنے والا ہوں گا (کچھ لوگ میرے پاس حوض پر پہنچ ہی پائیں گے) کہ انہیں فوراً مجھ سے الگ کر دیا جائے گا میں کہوں گا یہ تو میرے ساتھیوں میں سے ہیں، انہیں مجھ سے الگ کیوں کر رہے ہو؟ تو مجھے کہا جائیگا

تمہیں معلوم نہیں ہے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ؟ بخاری و مسلم ۔ ف

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " تمہارے آگے یعنی میدان محشر میں ایک حوض ہے ۔ اس کے دو کناروں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا کہ اذرح اور جرباء کے درمیان ۔ بخاری و مسلم ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حوض کے برتن کتنے ہیں ؟ تو آپ نے فرمایا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ۔ اس کے برتن اور اکواب وابارلق اس سے بھی زیادہ ہیں جتنے کہ

ف ۔ ۱ ۔ قبل ازیں اس پر تنبیہ گذری ہے کہ ایک امر کی وضاحت و صراحت پر تنبیہ کرنے کے لیے ھَلْ شَعُرْتَ ۔ اما شعرت کہا جاتا ہے اور عظمت و فخامت یا خفاء و ابہام پر تنبیہ کرنے کے لیے ما ادراک ۔ ما یدریک کہا جاتا ہے ۔ خواہ صورت اولیٰ میں وہ شئی مخفی ہی کیوں نہ ہو اور صورت ثانیہ میں معلوم ہی کیوں نہ ہو ۔ لہذا ملائکہ کا یہ عرض کرنا انک لاتدری اس سے مقصد ان کے اعمال کا منتہائے قبح بیان کرنا ہے اور ان کا سخت بھیانک ہونا نہ کہ آپ کی لاعلمی بیان کرنا ۔

۲ ۔ ان کے ہاتھوں پاؤں پر انوار وضوء ہوں گے یا نہیں ۔ صورت اولیٰ میں آپ کا اصحابی یا اصیحابی کہنا واضح ہے اور صورت ثانیہ میں محسوسات کے علم کی بھی نفی کرنی پڑے گی کہ امت کی علامت امتیازی بھی آپ کو العیاذ باللہ نظر نہ آئی ۔

۳ ۔ جب یہ واقعہ غیب تھا یعنی مستقبل سے متعلق تو آپ نے اس کی خبر دیدی اور جب اس کا وقوع ہوا تو حقیقت میں غیب ہی نہیں یہ تو ماضی میں معلوم ہو چکا تھا لہذا یہاں علم کی نفی نہیں ہو سکتی فقط عدم التفات ہے اور بے توجہی ۔

۴ ۔ آپ امتِ اجابت کے اعمال اور اشخاص پر شاہد ہیں اور یہ مرتدین تھے یا منافقین لہذا اس واقعہ سے آپ کے شاہد اور حاضر و ناظر ہونے پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ امت اجابت یعنی اہل اسلام کے لیے شاہد اور حاضر و ناظر ہیں نہ کہ امت دعوت کے لیے جس میں ملحدین مرتدین وغیرہ بھی داخل ہیں ملاحظہ ہو فتح الملہم شرح مسلم جلد اول ص۴۱۳ ۔

۵ ۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اشخاص اور ان کے اعمال معلوم ہوں اور ان کا مرتد یا منافق ہونا معلوم ہو مگر اس وقت ادھر التفات نہ ہوئی ہو ۔

۶ ۔ دنیا میں وہ اہل اسلام کے ساتھ استہزاء کرتے تھے لہذا ان کو اس کا بدلہ دیا گیا کہ حوض پر پہنچ کر جب نجات کی امید لگ گئی تو فوراً مایوس کر دیا گیا اور امید کے بعد یاس سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ بیان سے باہر ہے ۔

۷ ۔ نیز کیا کوئی اہل ایمان یہ کہہ سکتا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم و ادراکات وہی کچھ ہیں جو آپ کے متعلق کسی فرشتہ کے خیال میں ہوں اور ان کا اندازہ و تخمینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا معیار ہے ۔ جب کسی فرشتہ حتیٰ کہ روح الامین کو ان کے علوم کا احاطہ کرنے کی مجال نہیں ہے تو محض ان کے زعم اور گمان سے حتمی قطعی نفی کیسے لازم آ گئی ۔ اگرچہ مجال سخن ابھی تنگ نہیں ہے مگر جو کچھ مذکور ہوا وہ طالب ہدایت کے لیے کافی ہے ۔ احقر محمد اشرف عفی عنہ ۔

گرد و غبار سے صاف تاریک رات میں نجوم و کواکب نظر آتے ہیں۔ جنت کے برتنوں اور پانیوں سے جو شخص ایک مرتبہ پی لے گا وہ بعد ازاں کسی وقت میں بھی شدت پیاس کا شکار نہیں ہوگا۔

اس حوض میں جنت کی نہر کوثر سے دو پرنالے بہتے ہوں گے (جو اس میں کمی پیدا نہیں ہونے دیں گے) اس کا طول اور عرض برابر ہوگا اور ہر کنارہ عمان و ایلہ کی درمیانی مسافت پر ہوگا۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا۔ (مسلم شریف)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض اس سے بھی زیادہ وسیع ہے جتنی وسعت کہ ایلہ سے عدن تک ہے۔ مجھے اپنی جان کے مالک کی قسم میں اپنے حوض سے بیگانے لوگوں کو اس طرح دور کروں گا جیسے کوئی شخص اپنے حوض سے اجنبی اونٹوں کو دور کرتا ہے (چونکہ اونٹوں کو حوض سے دور کرنے والا اپنے اور پرائے کا امتیاز کر سکتا ہے لہذا ہانک بھی سکتا ہے تو سرور عالم علیہ السلام کو بھی اپنے اور بیگانے کا امتیاز ہوگا) اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لیے صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں آپ پہچان لیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں! تمہاری ایک واضح اور محسوس علامت امتیاز ہوگی۔ آثار وضو کی وجہ سے تمہارے ہاتھ، پاؤں اور پیشانیاں نورانی ہوں گی اور سفید (مسلم شریف)۔

ساتواں باب

شفاعت مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور پہلا قبول الشفاعت۔ جیسا کہ پہلے تفصیلی روایت گذر چکی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ بارگاہ نبوی میں بھنا ہوا گوشت لایا گیا جب آپ نے جانور کا اگلا پاؤں اٹھایا اور اس پر سے گوشت لیا تو فرمایا: میں قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔ کیا جانتے ہو، وہ کیسے؟ اللہ تعالیٰ سب اوّلین و آخرین کو ایک ہموار اور کشادہ میدان میں جمع کرے گا آواز سنانے والا ان کو آواز سنا سکے گا اور ان کو دیکھنے والا دیکھ سکے گا (نہ کانوں پر پردۂ ثقل ہوگا اور نہ آنکھوں پر پردۂ خفاوعمیٰ) سورج قریب آجائے گا۔ لوگوں کو اس قدر درد و غم اور کرب و الم لاحق ہوگا کہ اس کے برداشت کرنے سے عاجز آجائیں گے اور ہمت و طاقت جواب دے جائے گی۔ تو وہ ایک دوسرے کو کہیں گے کیا دیکھتے نہیں ہو، تم کس حال میں ہو؟ تمہاری تنگی اور پریشانی کس حد تک پہنچ گئی ہے؟ کیا ایسے شخص مکرم و معظم کو تلاش نہیں کرتے جو بارگاہ قدس میں جا کر تمہارے لیے شفاعت کرے۔

چنانچہ ان میں سے بعض لوگ دوسروں کو مشورہ دیتے ہوئے کہیں گے ایسی ہستی حضرت آدم علیہ السلام کی ہے اور وہ تمہارے باپ ہیں (لہٰذا شفقت پدری کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ضرور شفاعت کریں گے) ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے اے آدم آپ ابوالبشر ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور تمہارے اندر اپنے خاص ارواح میں سے روح پھونکا ہے اور ملائکہ کو تمہارے سامنے سربسجود ہونے کا حکم دیا اور وہ سجود تحیت و تعظیم بجالائے۔ بارگاہ ربِ کریم میں حاضر ہو کر ہمارے لیے شفاعت کیجئے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو۔ ہمارا کیا حال ہے؟ کیا تمہیں نظر نہیں آرہا ہے کہ ہم کس قدر محنت و مشقت تک پہنچ چکے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے میرے رب تعالیٰ نے آج ایسے غضب کا مظاہرہ فرمایا ہے کہ اس طرح کا غضب نہ پہلے دیکھنے میں آیا ہے اور نہ ہی اس کے بعد دیکھنے میں آئے گا۔ اور اس نے مجھے درخت کے قریب جانے سے منع کیا تھا مگر میں نے اس سے کھا لیا۔ آج تو میرا اپنا نفس مستحق شفاعت ہے اور مجھے اس کے لیے شفیع درکار ہے۔ کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت نوح کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے تم (کفار و مشرکین کی طرف بھیجے جانے والے) پہلے رسول ہو۔ تمہیں اللہ نے عبداً شکوراً (بہت ہی شکر گذار بندہ) فرمایا ہے۔ لہٰذا اس کی جناب میں ہمارے لیے شفاعت کیجئے۔ وہ فرمائیں گے میرے رب تبارک و تعالیٰ نے آج ایسے غضب کا اظہار فرمایا ہے اور قہر و جلال کا کہ ایسا مظاہرہ غضب و جلال نہ پہلے دیکھنے میں آیا اور نہ ہی بعد میں دیکھنے میں آئے گا اور میں نے اپنی قوم کے لیے دعائے ہلاکت کی تھی اور ان کو غرق کرا دیا تھا۔ میں اپنے نفس کی فکر میں ہوں (مجھے اس امر کی تکلیف نہ دو کسی دوسرے کے پاس جاؤ) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر حالت زار عرض کرو۔

سب اہل محشر جمیع امم و اقوام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے۔ اے ابراہیم تم اللہ تعالیٰ کے نبی اور خلیل ہو۔ ہمارے لیے شفاعت کیجئے۔ دیکھو تو ہم کس حال میں ہیں۔ دیکھئے تو سہی ہماری محنت و مشقت اور کلفت و کربت انتہا کو پہنچ گئی ہے۔

حضرت خلیل فرمائیں گے میرا رب آج کے دن قہر و جلال کا ایسا مظاہرہ کیے ہوئے ہے کہ نہ اس سے پہلے کیا اور نہ اس کے بعد فرمائے گا (اور وہ اپنے تین کلمات کا ذکر فرمائیں گے جو انہوں نے بطور توریہ استعمال فرمائے تھے حقیقت میں درست تھے مگر ظاہری فہم مخاطبین کے لحاظ سے خلاف واقع تھے لہٰذا بطور کسر نفسی ان کو صوری مشابہت کے پیش نظر کذب کے درجے میں رکھتے ہوئے معذرت کریں گے اور کہیں گے) مجھ سے تین خلاف واقع خبریں صادر ہوئیں لہٰذا میرا نفس خود حقدار شفاعت ہے کسی اور کے پاس جائیں۔ حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام کے پاس حاضری دو۔

اہل محشر کا سیل بے پناہ دوڑتا ہوا بارگاہِ کلیم علیہ السلام میں حاضری دے گا اور ان سے عرض کریں گے اے موسیٰ تم رسول خدا علیہ السلام ہو۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور ہمکلامی کے لیے منتخب فرما لیا۔ ہمارے لیے اپنے

رب کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت کیجئے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو ہمارا حال کیا ہے اور ہم کس مصیبت میں گھرے ہوئے ہیں۔ حضرت کلیم فرمائیں گے۔ آج رب تعالیٰ نے اس قدر غضب کا اظہار فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے فرمایا اور نہ بعد میں فرمائے گا اور میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ جس کے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا۔ مجھے تو اپنے نفس کی فکر ہے لہٰذا کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

(اہل محشر کا یہ حرماں نصیب قافلہ) حضرت عیسیٰ روح اللہ کے در اقدس اور بارگاہ عالی میں حاضر ہوگا ان سے عرض کرے گا۔ اے عیسیٰ تم اللہ تعالیٰ کے رسول ہو اور وہ کلمہ جن کو اس نے حضرت مریم کی طرف القاء فرمایا اور اس کی روح مخصوص تمہاری یہ شان ہے کہ تم نے عالم طفولیت اور شیرخوارگی میں لوگوں کے ساتھ کلام کیا (حضرت مریم کی براءت اور اپنا مقصد تخلیق وغیرہ بیان فرمایا) بارگاہ خداوندی میں حاضری دے کر ہمارے لیے شفاعت کریں۔ کیا آپ کو ہماری حالت زار نظر نہیں آرہی۔ کیا آپ ہماری پریشانیوں کا درجہ غایت کو پہنچ جانا ملاحظہ نہیں فرمارہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں فرمائیں گے۔ آج خدائے قہار غضب و قہر پر ہے۔ اس طرح کا غضب و قہر نہ آج تک اس نے فرمایا نہ ہی آئندہ فرمائے گا۔ آپ اپنی کسی کوتاہی یا لغزش کا ذکر کیے بغیر فرمائیں گے کہیں اور جا کر دامن سوال دراز کرو اور دست تمنا پھیلاؤ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضری دو۔

رحمت مجسم شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ سبھی میری بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے محمد المحمودین صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے آپ کے اگلوں اور آپ کے پچھلوں کے ذنوب کے متعلق اعلان مغفرت فرما دیا ہے اور ہر قسم کے مواخذہ سے آپ کو بے خوف و خطر کر دیا ہے۔ ہماری شفاعت فرماویں۔ ہماری حالت زار آپ کے سامنے ہے اور مصائب و حوادث کا درجہ نہایت تک پہنچنا آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میں اٹھوں گا اور چل کر بارگاہ ذوالجلال میں حاضری دوں گا عرش کے سامنے زمین نیاز پر سربسجود ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر اس وقت اپنے ایسے محامد اور حسن ثنا کا ایسا کشف و الہام فرمائے گا جو مجھ سے پہلے کسی پر منکشف نہیں ہوئے۔ تب کہا جائے گا۔ اے محمد و محمود خلق و خالق اپنا سر ناز اٹھائیے۔ تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے۔ تم شفاعت کرتے جاؤ ہم شفاعت قبول کرتے جائیں گے۔ ؎ء

؎ء ۔ امام اہلسنت نے رسل کرام کے در اقدس پر حاضری دینے ناکام لوٹنے اور بالآخر بارگاہ رسالت مآب سے شاد کام ہونے کی حکمت و مصلحت بیان کرتے ہوئے فرمایا ؎

خلیل و نجی کلیم و مسیح سبھی سے کہی کہیں نہ بنی
یہ بےخبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے۔

یعنی مقصود اہل محشر تو آپ ہی تھے مگر ان کو پہلے دوسرے انبیاء کرام کی خدمت میں بھیج کر ناکام لوٹایا تاکہ پتا چل جائے کہ اس

میں عرض کروں گا اے رب کریم میری امت کو بخشش دے میری امت کے لیے رحم وکرم اور عفو ودرگذر فرما تو مجھے کہا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں ہے، جنت کے دروازوں میں سے باب ایمن سے اندر داخل کر دیجئے اور وہ دوسرے دروازوں سے داخل ہونے کے بھی اسی طرح حقدار ہیں جس طرح دوسرے اہل جنت۔

ازاں بعد سرور انبیاء ومرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا مجھے اپنے مالک نفس وجان کی قسم کہ جنت کے دروازوں میں سے ہر دروازہ کی دو جانبوں اور ہر دو پٹ کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی کہ مکہ اور ہَجَر کے درمیان اور مکہ وبُصریٰ کے درمیان۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور ہر دو سرا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اہل ایمان قیامت کے دن جمع ہوں گے۔ ان کو طلب شفیع کا الہام کیا جائے گا تو وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کاش ہم کسی کو اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں شفیع بناتے تاکہ وہ ہمیں اس جگہ کے شدائد وتکالیف سے راحت بخشتا۔ باقی مضمون وہی ہے جو پہلی روایت میں گذر چکا ہے تا آنکہ فرمایا۔ تب میں اٹھوں گا اور بارگاہ خداوندی میں حاضری کا اذن طلب کروں گا۔ جب داخل ہونے کی اجازت ملے گی اور بارگاہِ اقدس میں داخل ہوں گا تو جونہی میری نگاہ بدیدار باری تعالیٰ سے مشرف ہو گی میں سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالےٰ مجھے جتنا قدر حالت سجدہ میں رکھنا چاہے گا رکھے گا۔ پھر فرمایا جائے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کو اٹھائیے جو مانگو عطا کیا جائے گا اور جس کی شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر سجدہ سے اٹھاؤں گا اور اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا ان محامد ومحاسن کے ساتھ کروں گا۔ جن کی تعلیم اللہ تعالےٰ دیگا اور الہام فرمائے گا۔ ف

بارگاہ جلال میں آج فقط اور فقط اس رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسائی ہے اور باقی سب ان کے طفیلی ہیں۔

ف۔ شفاعت کا الہام اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے تو معلوم ہوا شفاعت اُس کے نزدیک پسندیدہ امر ہے نہ کہ شرک ورنہ اس کا الہام کیونکر فرماتا، نیز سب اہل ایمان طلب شفیع پر اتفاق کریں گے اور کوئی پیغمبر بھی انہیں یہ نہیں فرمائے گا کہ شفاعت تو ناجائز ہے۔ لہذا تم آج اس ناجائز امر کا ارتکاب کیوں کر رہے ہو بلکہ ہر نبی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرف رہنمائی کرے گا تو واضح ہو گیا کہ شفاعت کی حقانیت کا عقیدہ اہل اسلام وایمان کا۔ جملہ امم واقوام کا اور تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام کا متفق علیہ اور مجمع علیہ ہے اور یہی منشاء ایزدی ہے اور اس کا پسندیدہ امر اسی لیے اس کا الہام فرمایا۔ لہذا جو شخص شفاعت کا منکر ہے اس کی راہ۔ اللہ تعالےٰ اور رسل وانبیاء اور جملہ اہل ایمان کی راہ سے مختلف ہے۔ امام اہل سنت نے فرمایا ؎

آج لے انکی پناہ آج مدد مانگ ان سے　　　کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے قابل شفاعت لوگوں کی ایک حد معین کر دی جائے گی۔ چنانچہ میں ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کردوں گا۔ تین مرتبہ یہی صورتحال وقوع پذیر ہو گی۔ جب چوتھی مرتبہ بارگاہِ ذوالجلال میں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہوں گا۔ سر اٹھانے کا حکم ملے گا تو میں عرض کروں گا۔ اب صرف وہی لوگ جہنم میں رہ گئے ہیں جن کو قرآن مجید نے روک رکھا ہے یعنی اُن کے کفر وشرک کی وجہ سے اُن کے ابدی جہنمی ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ شفیع روزِ جزا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (میری شفاعت کی بدولت) عذاب جہنم اور نارِ دوزخ سے ہر وہ شخص نکال لیا جائے گا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں جو کے برابر خیر تھی، پھر نارِ جہنم سے اُن لوگوں کو نکالا جائے گا جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور جن کے دلوں میں باجرہ کے دانے کے برابر خیر تھی یا ذرہ کے برابر خیر تھی۔ پھر انہیں نکالا جائے گا جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور ان کے دلوں میں گندم کے دانہ کے برابر خیر اور بھلائی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے (حسبِ وعدہ خداوندی) ایک مستجاب دُعا تھی۔ (جس کی عدم قبولیت محال تھی) مگر انہوں نے اس حق کو دنیا میں استعمال کر لیا اور وہ دعا قبول کر لی گئی۔ اور میں نے اپنے حق دُعا کو بروز قیامت امت کی شفاعت کے لیے بچا رکھا ہے۔ یہ تینوں حدیثیں بخاری و مسلم میں ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب قیامت کا دن ہو گا۔ تو میں سب لوگوں کا امام ہوں گا اور ان کا خطیب اور اُن کے لیے شفاعت کرنے والا اور میں یہ اعلان بطور فخر نہیں کر رہا ہوں بلکہ تحدیث نعمت کے لیے اور بیان واقع کے لیے (نیز اپنی امت کو اپنا مقام بیان فرما کر ان کی تصحیح عقائد مقصود تھی اور یہ بھی کہ میرے امتی ادھر ادھر نہ دوڑیں بھاگیں اور پریشانی نہ اٹھائیں کیونکہ سب کا امام اور سب کا شفیع میں ہوں لہٰذا انہیں دوسروں کا منہ دیکھنے کی کیا ضرورت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کھڑا ہو کر اپنی امت کے پلصراط پر سے گذرنے کا انتظار کر رہا ہوں گا کہ عیسیٰ علیہ السلام میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے یہ سبھی انبیا آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں جو آپ سے سوال کرتے ہیں، یا یوں فرمایا کہ تمہارے پاس جمع ہو کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ ہم کو اس میدان سے دوسری جگہ جہاں بھی اُسے منظور ہے منتقل فرما دے کیونکہ یہاں وہ بہت بڑی مشقت اور تکلیف میں ہیں لوگوں کا پسینہ منہ تک آیا ہوا ہے اور مومن کے لیے تو وہ زکام کی مانند ہے مگر کافر پر تو گویا موت کا موجب بن رہا ہے۔ آپ انہیں فرمائیں گے ٹھہر یئے حتیٰ کہ میں (بارگاہ رب العزت میں حاضری دے کر) واپس تمہارے پاس آؤں۔ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ قدس میں حاضر ہو کر عرش عظمت کے نیچے کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کا ایسا اعزاز و اکرام کیا جائے گا کہ اس قسم کے اعزاز و اکرام کے ساتھ کسی کو مشرف نہیں کیا جائے گا نہ ملک مقرب کو اور نہ ہی نبی مرسل کو۔

تب اللہ تعالےٰ جبرئیل علیہ السلام پر وحی نازل فرمائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر عرض کرو۔ آپ اپنا سجدہ

سے اٹھالیں جو مانگو عطا کیا جائے گا اور جس کی شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ مجھے اپنی امت کا حق شفاعت دیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ ننانوے کے مقابل ایک کو بذریعہ شفاعت نارِ جہنم سے نکال لو۔ میں بار بار اس کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا رہوں گا اور ہر بار اذن شفاعت پاتا رہوں گا (اور اس مخصوص تعداد کو نارِ جہنم سے نکال کر پھر حاضری دوں گا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی عطا سے اس طرح مشرف فرمائے گا کہ اے محمد اپنی امت میں سے ہر اس شخص کو نارِ جہنم سے نکال لو جس نے ایک دن بھی خلوص قلب سے لا الہ الا اللہ کہا اور اسی پر فوت ہوا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا" کہ شفاعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ایک قوم دوزخ کی آگ سے نکالی جائے گی اور اہل جنت ان کو (سابقہ حالات کے پیش نظر) جہنمی کہیں گے ۔(بخاری شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "میری شفاعت امت کے اہل کبائر کے لیے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا" مجھے اختیار دیا گیا کہ چاہو تو حق شفاعت لے لو اور چاہو تو آدھی امت کو جنت میں داخل کرا لو لیکن میں نے شفاعت کو اختیار کیا۔ کیونکہ وہ عام ہے۔ اور زیادہ کفایت کرنے والی کیا خیال کرتے ہو کہ وہ فقط متقی، اہل ایمان کے لیے ہے۔ نہیں بلکہ وہ تمام مذنبین اور آلودگان گناہ کے لیے ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے ایک دُعا ہے جس کو انہوں نے جلد ہی دنیا میں استعمال کر لیا اور میں نے اپنے حق کو قیامت کے دن میں اُمت کے مذنبین اور گناہوں میں ملوث لوگوں کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں قیامت کے دن جملہ اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا اور یہ بات محض بطور فخر نہیں کہہ رہا اور میں بروز قیامت سب سے پہلا شفیع ہونگا اور یہ اظہار بھی بطور فخر نہیں ہے بلکہ تحدیث نعمت۔ اظہار واقعہ اور امت کو اپنے مقام کی نشاندہی فرما کر صحیح عقیدہ کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے۔ ف

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہر نبی کے لیے ایک دُعا کا خصوصی حق تھا جو انہوں نے دنیا میں ہی اپنی امت کے لیے استعمال فرمالیا اور میں نے اپنے حق دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہوا ہے۔

ف۔ اگرچہ آپ روز میثاق سے سید خلق ہیں مگر چونکہ اس سیادت مطلقہ کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔ اس لیے فرمایا کہ میں قیامت

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب قیامت کا دن ہوگا میں انبیاء کرام کا امام ہوں گا۔ ان کی طرف سے اللہ تعالے کے ساتھ کلام کرنے والا اور ان کو حق شفاعت دلانے والا اور میں نے یہ اظہار فخر کے لیے نہیں کیا ہے۔

آٹھواں باب

مقامِ محمود

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے میں اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوگی۔ مجھے میرا رب تبارک وتعالے سبز حلہ زیب تن کرائے گا۔ پھر مجھے اذن کلام اور شفاعت دیا جائے گا اور میں عرض کروں گا جو بھی اللہ تعالے چاہے گا یہ ہے مقام محمود (جس کا وعدہ کیا گیا ہے)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا میں مقام محمود پر کھڑا ہوں گا اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ تمہیں بارگاہ خداوندی میں اس حال میں لایا جائے گا کہ تم ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون ہو گے تب میں مقام محمود میں کھڑا ہوں گا اور یہی وہ مقام ہے جس میں کھڑے ہو کر میں امت کے لیے شفاعت کروں گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ سرور اولین و آخرین علیہ السلام نے فرمایا، "مجھے اللہ رب العالمین ایک ایسے مقام میں کھڑا کرے گا جس میں کسی کو شرف قیام نہیں بخشا آپ رو پڑے اور فرمایا اور اس میں میرے بعد بھی کسی کو کھڑا نہیں کرے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً" کی تفسیر میں مروی ہے کہ اللہ تعالے آپ کو عرش عظیم پر بٹھائے گا۔

کے دن سب اولاد آدم کا سردار ہوں گا جس طرح اللہ رب العزت نے فرمایا مالک یوم الدین حالانکہ سبھی ایام کا اور اہل الزمان کا صرف وہی مالک ہے مگر ظہور ملکِ اور ملک کما حقہ اس دن ہوگا لہذا اس کی طرف نسبت فرمادی۔

نیز اولادِ آدم سے مراد نسل انسانی ہے لہذا حضرت آدم علیہ السلام پر بھی افضلیت و سیادت ثابت ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں جب اولاد میں ایسی ہستیاں ہیں جو ان سے افضل ہیں تو سب اولاد پر افضلیت و سیادت سے خود آدم علیہ السلام پر بھی فضیلت و سیادت ثابت ہو جائے گی۔

سوال: محمود کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اگر یہ کہیں کہ مقام محمود نام ہے آپ کی عرش نشینی کا تو محمود کا مطلب ہے محمود فیہ یعنی اس مقام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کی حمد بجالائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ان کو سب مخلوق پر رفعت و سربلندی بخشی۔ یا اللہ تعالےٰ آپ کی حمد و ثنا فرمائے گا یعنی ان کو اس مقام بلند اور منصب عالی پر فائز فرما کر ان کی رفعت مقام اور عظمت شان کو ظاہر فرمائے گا اور یہی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ثنائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ف

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے قول باری تعالےٰ "عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً" کی تفسیر میں منقول ہے کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رب تبارک و تعالےٰ کی طرف سے ایک عظیم مقام ہے جس میں نہ کوئی نبی مرسل کھڑا ہو سکے گا اور نہ مقرب فرشتہ۔ اس مقام پر فائز فرما کر اللہ تعالےٰ آپ کا فضل و شرف ساری مخلوق اور اوّلین و آخرین پر ظاہر فرمائے گا۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی عالم فخر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب قیامت کا دن ہوگا تو زمین کو اس طرح پھیلایا جائے گا جیسے چمڑے کو پھیلایا جاتا ہے (مگر بایں ہمہ انسانوں کی کثرت کا عالم یہ ہوگا کہ) ہر انسان کو صرف پاؤں رکھنے کی جگہ ملے گی۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ رب العزت کی دائیں جانب ہوں گے اور بخدا انہوں نے اللہ تعالےٰ کو اس سے پہلے نہیں دیکھا ہوگا۔ میں کہوں گا اے میرے رب کریم

ف: بظاہر عرش پر آپ کے بیٹھنے کا قول بعید معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت اس میں کوئی وجہ استبعاد نہیں۔ ہے اللہ تعالےٰ عرش پر بیٹھنے سے پاک ہے کیونکہ عرش مکان ہے اور اللہ تعالےٰ امکان و زمان کے تقیدات سے مبرا و منزہ ہے۔ حضرت بریلوی فرماتے ہیں ؎

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے   وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز نے اس روایت کو مدارج النبوت جلد اوّل ص ۲۷۴ پر نقل فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہ روایت بھی نقل فرمائی کہ اللہ رب العزت آپکو اپنی کرسیٔ عظمت پر سرفرازی بخشے گا۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول "یُجلسہ ربّہٗ معہٗ علی العرش" اللہ رب العزت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر جلوہ گر فرمائیگا) نقل کرکے فرمایا کہ یہ متشابہات کے قبیلہ سے ہے اور اس کو عقلی استبعاد کے تحت رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگر از روئے سند یہ روایت درست ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو درجہ و مرتبہ اور قرب منزلت کے لحاظ سے سرفرازی بخشے گا۔ نہ کہ معیت مکانی کے ساتھ کیونکہ اللہ تعالیٰ امکان سے منزہ ہے۔ ہٰذا واللہ و رسولہ اعلم ۵

ہر مرتبہ کہ بود در امکان بر دست ختم
ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام

(محمد اشرف عفی عنہ)

اس دائیں جانب موجود تیرے مقرب فرشتہ نے مجھے تبلایا تھا کہ تو نے میری طرف وحی بھیجی ہے اور انہیں وحی کے ساتھ ارسال فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس نے سچ کہا ہے۔ پھر میں شفاعت کروں گا اور عرض کروں گا اے میرے رب کریم تیرے بندے اس زمین کے اطراف واکناف پر پھیلے ہوئے ہیں (اور سخت تکلیف میں ہیں لہذا ان کا حساب وکتاب شروع فرما اور اپنے اپنے مسکن و ماوی تک انہیں پہنچا) تو یہ ہے مقام محمود۔

نواں باب

اہل ایمان اور پلصراط

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جہنم کی پشت پر پل رکھا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں پل پر سے سب سے پہلے گزروں گا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت حذیفہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط پر کھڑے ہوں گے اور امت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہوئے رب سلّم سلّم کہہ رہے ہوں گے۔ ف

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قیامت کے دن میری شفاعت فرمانا" آپ نے فرمایا میں شفاعت کروں گا۔ میں نے دریافت کیا اے نبی خدا میں آپ کو قیامت کے دن کہاں تلاش کروں تو آپ نے فرمایا پہلے پہل تو مجھے پل صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا اگر وہاں آپ کو نہ پاؤں تو ؟ فرمایا پھر میں میزان اعمال کے پاس ہوں گا۔ میں نے عرض کیا اگر میزان کے پاس بھی نہ پاؤں تو ؟ فرمایا پھر میں حوض کوثر پہ ہوں گا۔ ان تین مقامات میں سے ایک پر ضرور ہوں گا۔ ان سے ادھر ادھر تجاوز نہیں کروں گا۔

ف۔ سہ رفتا پل سے اب وجد کرتے گذریے کہ ہے رب سلم صدائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

دسواں باب

نبی کریمؐ کی جنت میں جلوہ افروزی

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا میں قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر آؤں گا اور کھولنے کے لیے دستک دوں گا۔ رضوان خازن (جنت) کہے گا۔ آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا! محمد! وہ کہے گا آپ کے لیے ہی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں پہلا شخص ہونگا جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ خازن دریافت کرے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا میں محمد ہوں۔ تو وہ کہے گا میں ابھی اٹھ کر کھولتا ہوں، نہ میں آپ سے پہلے کسی کے لیے اٹھا ہوں اور نہ آپ کے بعد کسی کے لیے اٹھوں گا۔ (مسلم شریف)۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں تو آپ کو کونسا مقام و مرتبہ عطا کیا گیا ہے" آپ نے فرمایا سب اولاد آدم علیہ السلام قیامت کے دن میرے لواء الحمد کے نیچے ہوگی اور میں پہلا نبی ہوں گا جس کے لیے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیشک جنت تمام انبیا علیہم السلام پر حرام کر دی گئی ہے۔ جب تک میں اس میں داخل نہ ہوں اور تمام امم پر حرام ہے۔ جب تک میری امت اس میں داخل نہ ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی معظم رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سب کا شفیع ہوں جبکہ انہیں میدان محشر میں روک دیا جائے گا اور میں سب کو بشارت دینے والا ہوں جب وہ ناامید ہونے لگیں گے اور جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں ہی پہلا رسول ہوں جو جنت میں داخل ہوں گا اور میں یہ اعلان بطور فخر نہیں کر رہا۔

گیارھواں باب

امت کا فضل و شرف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہم آخر بھی ہیں (بعثت وظہور کے لحاظ سے) اور سابق ہیں، قیامت کے دن مراتب و مقامات کے لحاظ سے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور ان کے انبیاء علیہم السلام کو ہم سے پہلے کتابیں عطا کی گئیں اور ہمیں بعد میں، یہ تھا ان کا دن (جمعہ) جو ان پر فرض کیا گیا تھا مگر انہوں نے اس میں اختلاف کیا تو اللہ تعالےٰ نے ہمیں اس کی طرف رہنمائی فرما دی (اور ہم نے عند اللہ مقرر مقدر دن کو پا لیا یعنی جمعہ کو۔ پس وہ ہمارے تابع ہیں۔ یہود کل (ہفتہ کے منتخب کرنے کی وجہ سے) اور نصاریٰ پرسوں (اتوار کو عبادت کے لیے مخصوص ٹھہرانے کی وجہ سے)۔

بہز بن حکیم بن معاویہ اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے ناقل ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا "غور سے سنو تم ستر امت کی تکمیل کرو گے جن میں سے تم سب پر افضل ہو اور عند اللہ عزت و کرامت والے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے بہت طویل سجدہ فرمایا۔ ہم سمجھے کہ آپ کا حالتِ سجود میں وصال ہو گیا ہے۔ جب آپ نے سر اقدس سجدہ سے اٹھایا تو فرمایا "اللہ تعالےٰ نے مجھے میری امت کے معاملہ میں اختیار دیا کہ جو تم چاہو میں اُن کے ساتھ وہی سلوک کروں گا۔ میں نے عرض کیا وہ تیری مخلوق ہیں اور تیرے بندے (جیسے چاہے اُن کے ساتھ سلوک فرما) اس نے دوبارہ مجھ سے دریافت فرمایا کہ میں تمہاری امت کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ میں نے عرض کیا تو خالق وہ مخلوق وہ عابد و عبد اور تو معبود و آقا جو چاہے اُن کے ساتھ وہی سلوک فرما"۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے محمد میں آپ کو امت کے معاملہ میں پریشان نہیں کروں گا اور مجھے بشارت دی کہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد پہلے پہل میرے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے جن میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے، جن پر کوئی حساب اور مواخذہ نہیں ہوگا۔ پھر میری طرف وحی نازل فرمائی اور فرمایا "دعا کرو قبول کی جائے گی، جو مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا۔ میں نے اللہ تعالےٰ کے قاصد و رسول سے کہا کیا مجھے میرا رب میرا مسئول و مطلوب عطا کرے گا تو اس نے کہا۔ اس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہی اسی لیے ہے تاکہ تم جو طلب کرو تمہیں عطا فرمائے اور یقیناً اللہ تعالےٰ نے مجھے میرا مطلوب و مسئول عطا فرمایا ہے اور یہ بات بطور فخر نہیں کہہ رہا ہوں اور میرے لیے اعلان مغفرت و بخشش فرما دیا ہے اور مجھے یہ (اعزاز) بھی عطا فرمایا ہے کہ میری امت نہ بھوک کے عذاب سے ہلاک ہوگی اور نہ ہی مجموعی طور پر مغلوب ہوگی اور مجھے کوثر عطا فرمائی ہے اور وہ جنت کے اندر ایک نہر ہے جس کا پانی میرے حوض میں میدان محشر کے اندر گرے گا اور مجھے ایک مہینہ کی راہ تک عزت و

نصرت اور رعب و دبدبہ عطا فرما کر میری مدد فرمائی ہے ۔ مجھے یہ شرف بھی عطا کیا ہے کہ میں سب انبیاء علیہم السلام سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا۔ میرے لیے اور میری امت کے لیے مال غنیمت کو طیب و حلال قرار دیا اور پہلی امتوں پر جو چیزیں حرام تھیں اور ان پر اس ضمن میں بہت ہی تغلیظ و تشدید کی گئی تھی۔ ان میں سے اکثر کو ہمارے لیے حلال فرما دیا اور ہمیں حرج میں مبتلا نہیں فرمایا ۔

بارھواں باب

وسیلہ۔ مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وسیلہ اللہ تعالےٰ کے ہاں ایک عظیم درجہ ہے ۔ جس سے بلند کوئی درجہ نہیں ہے ۔ لہٰذا تم میرے لیے اللہ تعالےٰ سے مقام وسیلہ عطا کرنے کی دعا کیا کرو ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب مجھ پر درود بھیجو تو میرے لیے دعاء وسیلہ کیا کرو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وسیلہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا "جنت کے اندر ایک انتہائی بلند درجہ ومقام ہے ۔ جس کو صرف ایک شخص ہی پا سکے گا اور میں امید رکھتا ہوں کہ میں ہی وہ شخص ہوں گا ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھ پر درود و سلام بھیجو وہ تمہارے تزکیہ وطہارت کا موجب ہے اور میرے لیے اللہ تعالےٰ سے جنت کے درجۂ وسیلہ کا سوال کیا کرو اور یہ ایک ہی شخص کے سزاوار اور شایان شان ہے اور میں اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے پرامید ہوں کہ میں ہی وہ شخص ہوں گا ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی الانبیاء علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا "جب تم موذن کو اذان کہتے ہوئے سنو تو جو جو کلمات وہ ادا کرے تم بھی اسی طرح کہو۔ اذان ختم ہونے پر مجھ پر درود و صلوٰۃ بھیجو کیونکہ جو شخص ایک دفعہ مجھ پر درود بھیجے گا۔ اللہ تعالےٰ اس پہ دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ پھر میرے لیے اللہ تعالےٰ سے وسیلہ کی دعا کیا کرو۔ جو شخص میرے لیے وسیلہ کی دعا کرے گا۔ اس پر میری شفاعت حلال ہو گی اور وہ سزاوار شفاعت ہو جائے گا ۔

حضرت رویفع بن ثابت سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہے "اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پر درود بھیج اور انہیں جنت میں اپنے مقام قرب پر فائز فرما، اس کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ ف

(ف) فائدہ اولیٰ: ان بیسیوں روایات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے متعلق اور اپنی امت کے متعلق تفصیلی بیان موجود ہے کہ بروز قیامت آپ کا مقام و مرتبہ کتنا بلند ہوگا اور آپ کس طرح شفاعت فرمائیں گے اور شفاعت کا انتظام آپ نے دنیا میں اپنی دعا کو محفوظ کر کے کر لیا تھا وغیر ذالک مگر ان ذخائر حدیث کے سامنے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی یہی رٹ لگاتا رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود فرما دیا ہے کہ بخدا میں اللہ تعالے کا رسول ہونے کے باوجود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا (براہین قاطعہ مولفہ خلیل احمد انبیٹھوی۔ مصدقہ رشید احمد گنگوہی)، تو اس کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

رہی ان کی طرف سے یہ توجیہ کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ آپ اپنے متعلق تفصیلی معلومات نہیں رکھتے اور نہ امت کے متعلق اگرچہ اجمالاً علم ہے تو اولاً یہ توجیہ اس لیے لغو ہے کہ احادیث نبویہ میں کس قدر صراحت و وضاحت موجود ہے اور تفصیلات کا بیان اگر یہ سب اجمال ہے تو تفصیل کس طرح ہوگی۔

نیز جن کے کلام میں یہ توجیہ کی جا رہی ہے انہوں نے اس کتاب میں کوئی ایسا لفظ ذکر نہیں کیا جس سے محض تفصیلی علم کی نفی ہوتی ہو اور اجمالی علم کا اثبات ہوتا ہو لہذا یہ تاویل بلا منشا ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ علی الخصوص جو شخص صرف اس کتاب کی اس عبارت کو دیکھے گا اس کا بارگاہ نبوت کے متعلق کیا نظریہ ہوگا۔

نیز سخن ناشناسی کی بھی انتہا ہے کہ مقصود محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ میں محض اپنے قیاس کو گمان سے نہیں جانتا بلکہ جو اعلان کرتا ہوں وحی خدا کے ساتھ اور الہام باری تعالے کے بعد۔ لہذا تم اس طرح کے دعوے نہ کیا کرو کیونکہ تم محض قیاس و گمان سے بات کرتے ہو اور تمہارے اس یقین و اعتقاد کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ بخلاف علم نبوت کے وہ وحی و الہام پر مبنی ہے۔ ظنی نہیں ہے بلکہ قطعی ہے اور یار لوگوں نے قطعی تو کجا ظنی علم ماننے سے بھی انکار کر دیا۔ (العیاذ باللہ)

فائدہ ثانیہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ سزاوار مقام و درجہ وسیلہ میں ہی ہوں گا اور ساتھ ہی اس کے متعلق دعا کرنے والے کو مژدہ شفاعت بھی سنا دیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو مقام وسیلہ پر فائز ہونے کا یقین ہے مگر محض رعایت ادب اور اظہار تواضع کے لیے متیقن کو صورت مرجح میں ذکر فرمایا۔

فائدہ ثالثہ: اذان کے بعد صلوٰۃ بھیجنے کا حکم صریح حدیث میں موجود ہے اور یہ روایت مسلم شریف کی ہے۔ لہذا اذان کے بعد صلوٰۃ پڑھنے پر بدعت وغیرہ کے فتوے لگانا اپنی جہالت کا ماتم کرنا ہے۔ کہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان امور یعنی جواب

اذان رصلوٰۃ بھیجنے اور دعا روسیلہ کرنے پر حلت شفاعت اور استحقاق شفاعت کی بشارت دینا اور کہاں ان مبتدعین کا حکم بدعت لگانا اور ارتکاب حرام کا فتویٰ دینا۔ خود عمل نہیں کرتے نہ کریں دوسروں کو منع کرنے اور اس عظیم سعادت سے محروم رکھنے کا کیا جواز ہے۔

فائدہ رالعبہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجنے سے اگر درود بھیجنے والے پر دس درود نازل ہوں تو بظاہر اس کی افضلیت لازم آتی ہے مگر بنظر عمیق و دقیق دیکھیں تو صورت واقعہ اس کے برعکس ہے کیونکہ جس محبوب کے ساتھ اظہار خلوص پر اللہ تعالےٰ اس مخلص پر اتنا کرم فرما دیتا ہے خود اس محبوب پر اس کی رحمت اور صلوات کا کیا اندازہ ہوگا۔

نیز جو صلوٰۃ اس امتی پر بھیجی جائے گی وہ اس کے مناسب حال ہوگی اور جو اس کے عرض کرنے پر اللہ تعالےٰ اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ پر نازل فرمائے گا وہ اُن کے شایانِ شان ہوگی اور جب ان کے شان اور مقام سے خلق کو کوئی نسبت نہیں ہے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جانے والے درود و سلام کے ساتھ بھی انکی صلوٰۃ کو کوئی نسبت نہیں ہوگی، کمیت اور گنتی کے لحاظ سے گھونگے بہت زیادہ ہی کیوں نہ ہوں مگر کیفیت و عظمت میں ایک موتی اور لعل کا مقابلہ نہیں کرسکتے کذا قال شیخ المحققین عبدالحق دہلوی۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم (محمد اشرف عفا اللہ عنہ)

والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ ومحبوبہ وعلی آلہ واصحابہ ومن تبعہ الی یوم القیامۃ

قد وقع الفراغ من تسوید ہذہ الاوراق یوم الاربعاء الساعۃ العاشرۃ لسبع خلون من شہر اللہ المکرم الشعبان المعظم ۱۳۹۹ھ وانا العبد المذنب المعترف بقصور الفہم والفراسۃ المدعو بابی الحسنات

(محمد اشرف السیالوی عفا اللہ عنہ)

ادْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ
تم اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ حکمت اور بہترین نصیحت کے ذریعے

غُنیۃ الطالبین (اُردو)

از محبوبِ سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ: مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی

تقدیم: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور



فرید بُک سٹال ۳۸، اردو بازار لاہور

تصوّف کی بنیادی اور مشہور عالم کتاب

کشف المحجوب

مصنفہ

حجۃ الکاملین امام الواصلین حضرت ابوالحسن سید علی ہجویری
المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

سلیس مستند عالمانہ ترجمہ از
سیّد محمد فاروق القادری ایم اے

مقدمہ
میاں محمد سلیم صاحب حمّاد دربار داتا صاحب لاہور

علماء، مشائخ، محققین اور عوام کے لئے عالمانہ، عارفانہ، محققانہ، سلیس شگفتہ اور پیرا بندی کے حسن میں ڈھلا ہوا شایانِ شان ترجمہ۔ اس کے علاوہ ضروری مقامات پر تشریحی نوٹس، آیاتِ کریمہ کے حوالہ جات اور مستند مقدمہ کے سبب کتاب کی اہمیت و افادیت دو چند ہیں۔

فرید بُک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور

صفحات ۷۶۸

